صحیح بخاری
کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب

صحیح مسلم مکمل
مترجم مع نووی

امام مسلم کی جمع کردہ بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) احادیث نبوی
کا قابل قدر و بیش بہا مجموعہ

اصل عربی مع مقابل اردو ترجمہ از حضرت
مولانا وحید الزماں جو صحت و طباعت میں بے مثل ہے

(۶ جلدوں میں کامل)

مکتبہ سعودیہ آرٹلری میدان ملنس روڈ کراچی
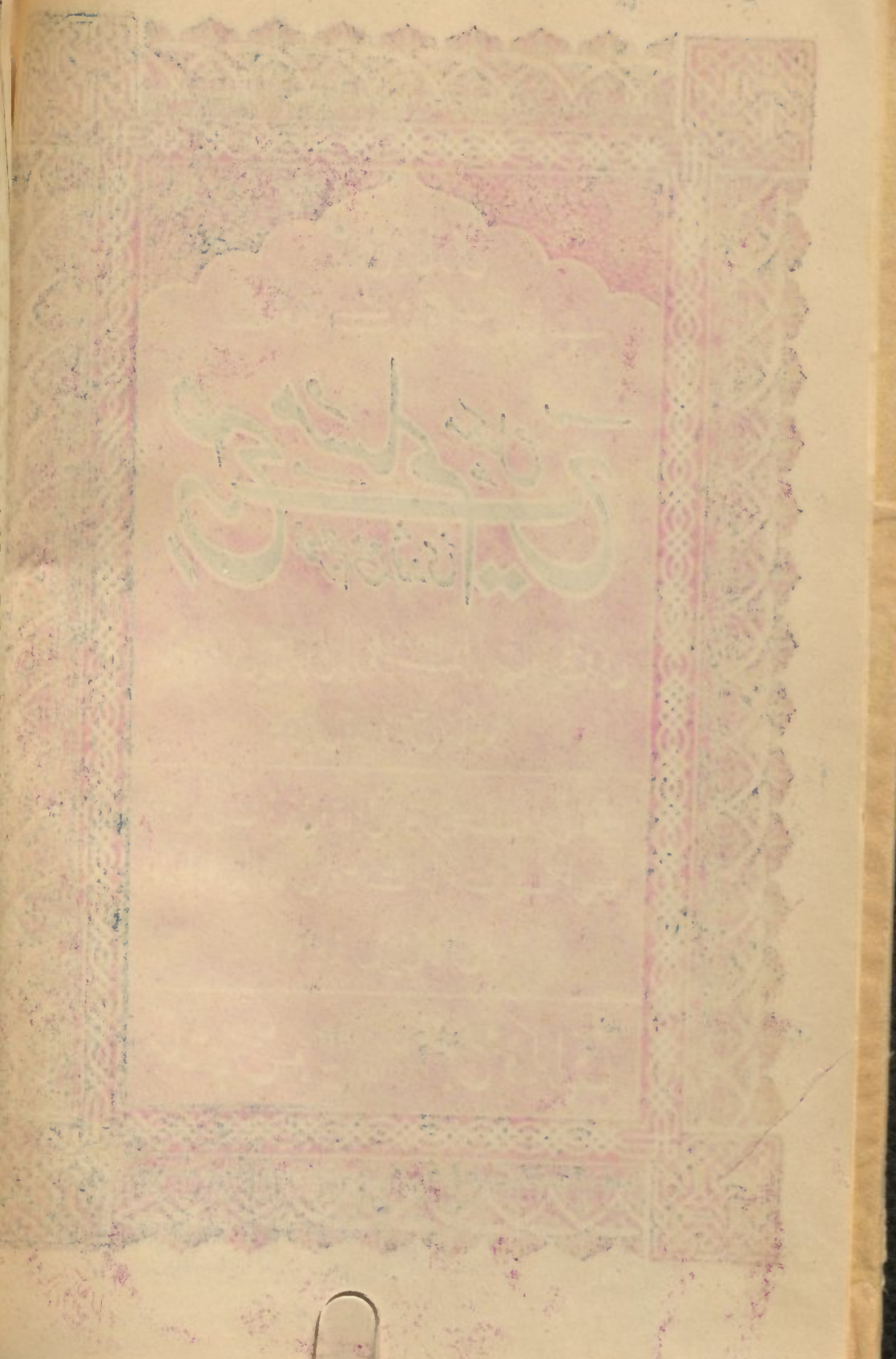
اس کتاب کے مُصنّف حضرت امام مُسلمؒ کے حالات

فن حدیث کی اشاعت اور ترویج کا سلسلہ اگرچہ صحابہ ہی کے زمانہ میں قائم ہو چکا تھا تاہم چونکہ صحابہ کے زمانے تک کسی کو اس مقدس فن کی تدوین و ترتیب کا خیال نہ تھا اس لئے اس فن نے دوسری صدی میں علمی قالب اختیار کیا اسی زمانے میں سینکڑوں ہزاروں مجتہد اور امام پیدا ہوئے اور تحقیق و تنقید کے متعلق سینکڑوں اصول قائم کر دیئے۔ تیسری صدی میں اس کو اور بھی ترقی حاصل ہوئی چنانچہ فن حدیث کی جن کتابوں پر ہم کو ناز ہے تقریباً سب کی سب اسی زمانے کی یادگار ہیں۔ صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر متقدم ہونے کے علاوہ متعدد حیثیتوں سے ترجیح ہے تاہم صحیح مسلم کو اسی زمانے میں یہ قبولیت تامہ حاصل ہو چکی تھی کہ بڑے بڑے ائمۂ فن اس کو بخاری پر ترجیح دیتے تھے۔ حافظ ابو علی نیشاپوری کا قول ہے ما تحت ادیم السماء اصح من کتاب مسلم اور آج یہ کیفیت ہے کہ اگر بخاری کا نام کتاب اللہ کے بعد لیا جاتا ہے تو مسلم بھی ہمیشہ بخاری کے ساتھ یاد کی جاتی ہے۔ اس لئے اس کتاب پر مفصل تبصرہ کی ضرورت ہے تاکہ اس کی خوبیاں عام طور پر نمایاں ہو جائیں لیکن تبصرہ کے پہلے ہم اس نامور جامع کے حالات پیش نظر رکھتے ہیں کیونکہ محدثین کے اخلاق و عادات اور عام حالات سے علم حدیث کی صحت اور واقعیت پر بھی بہت کچھ اثر پڑتا ہے۔ افسوس ہے کہ تذکرہ نویسوں نے امام مسلم کے حالات سے بہت کم اعتنا کی۔ اس لئے دلچسپ حالات بالکل معلوم نہ ہو سکے۔ تاہم ان مختصر حالات کو تبصرہ کی تمہید سمجھنا چاہیئے +

نام و نسب اور ابتدائی حالات

سلسلۂ نسب یہ ہے۔ مسلم بن حجاج بن مسلم بن ورد بن کوشادان کا اصلی نام مسلم اور ابوالحسین کنیت ہے۔ مولد اور مسکن کے لحاظ سے اگرچہ ان کے مایۂ خمیر میں عجم کی خاک کا عنصر بھی شامل ہے۔ لیکن در اصل اُن کا سلسلۂ نسب عرب کے مشہور قبیلہ بنی قشیر سے ملتا ہے اسی بنا پر ان کو قشیری بھی کہتے ہیں۔

امام مسلم تیسری صدی کے اوائل یعنی سنہ ۲۰۶ھ میں خراسان کے مشہور شہر نیشا پور میں پیدا ہوا ہوئے یہ وہ مبارک زمانہ تھا جس میں اہل حدیث نے صحابہ اور تابعین کے مقدس سینوں سے نکل کر مستقل فن کا قالب اختیار کر لیا تھا اور ہزاروں مجتہد اور امام پیدا ہو گئے تھے اس لئے عام طور پر علم حدیث کا غلغلہ بلند تھا اور اس کے ساتھ خوش قسمتی سے امام صاحب کی ولادت نیشا پور جیسے شہر میں ہوئی تھی جو اُس زمانے میں محدثین کا پایہ تخت تھا اس لحاظ سے لازمی طور پر امام صاحب نے بھی اس مقدس فن کی طرف ایسے مناسب وقت میں توجہ کی جو ہر قسم کے علمی نشو و نما کا اصلی زمانہ ہے۔ چنانچہ اگر سال[1] ولادت کے متعلق عام روایتوں کا اعتبار کیا جائے تو انھوں نے بارہ برس کی عمر میں حدیث کی سماعت شروع کر دی تھی۔ محدثین کے گروہ میں اگرچہ بہت سے ایسے بزرگ ہیں جنھوں نے پانچ سات ہی برس کی عمر میں حدیث کی سماعت شروع کر دی تھی اور یہ واقع ان کے کارناموں میں غیر معمولی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا خود امام بخاری کی سماعت کا ابتدائی زمانہ سنہ ۲۰۵ھ سے شروع ہوتا ہے جس میں اُن کا سِن دس برس سے زائد نہ تھا لیکن درحقیقت یہ فخر و مباہات کا ذریعہ نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ بالکل کم سنی کے زمانے میں کوئی شخص ایسے عظیم الشان فن کا پورے طور پر متحمل نہیں ہو سکتا امام صاحب کو بھی اس زمانے کی حالت اور نیشا پور کی علمی وسعت کے لحاظ سے اس قسم کے مواقع حاصل تھے تاہم انھوں نے علم حدیث کی سماعت کو اُس زمانے پر موقوف رکھا جو ہر قسم کی اہلیت کا زمانہ ہوتا ہے۔ اس سے قیاس ہوتا ہے کہ انھوں نے اس فن کے نشیب و فراز اور اس نکتے کو پیش نظر رکھ کر اس میدان میں قدم رکھا لیکن افسوس ہے کہ امام صاحب کی طالب العلمی کے دلچسپ حالات اس قدر نامعلوم ہیں کہ اس کا پتہ بھی نہیں چل سکتا کہ انھوں نے سب سے پہلے کس کے سامنے زانوے تلمذ طے کیا۔ تاہم انھوں نے جس سرگرمی کے ساتھ اس مقدس فن کی طرف توجہ کی اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس زمانے میں اگرچہ خود خراسان اور نیشا پور میں اسحٰق بن راہویہ اور امام ذہلی جیسے اساتذۂ فن موجود تھے تاہم امام صاحب نے ان بزرگوں کو چھوڑ کر ان کے تمام مقامات کی خاک چھانی جہاں جہاں علم حدیث کا جلوہ نظر آتا تھا۔ رے کے محدثین میں

[1] امام صاحب کے سال ولادت کے متعلق اگرچہ عام تذکرے متفق اللفظ ہیں تاہم علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا سال ولادت سنہ ۲۰۴ھ میں بتاتا ہے اور اُن کے سماعت حدیث کی ابتدا سنہ ۲۱۸ھ میں قرار دی ہے اس لحاظ سے ان کی سماعت کا زمانہ چودہ برس کی عمر سے شروع ہوتا ہے اس سے اگرچہ ہمارے قیاس کی اور زیادہ تائید ہوتی ہے لیکن ہم نے سال ولادت کے متعلق ابن خلکان کا زیادہ اعتبار کیا ہے کیوں کہ انھوں نے بطور خود زیادہ تحقیق سے کام لیا ہے اس کے علاوہ علامۂ ذہبی کے الفاظ بھی ضعف پر دلالت کرتے ہیں۔ ۱۲۔

سے محمد بن مہران۔ جمال اور ابوغسان وغیرہ سے سماعت کی۔ عراق میں امام احمد بن حنبل اور ابوعبداللہ بن مسلمہ قعنبی سے فائدہ اٹھایا۔ حجاز میں سعید بن منصور اور ابومصعب سے روایتیں حاصل کیں مصر میں عمرو بن سواد اور حرملہ بن یحییٰ کے خرمن فیض کی خوشہ چینی کی۔ بغداد میں آخر عمر تک سفر[1] کا سلسلہ قائم رکھا۔ چنانچہ سنہ ۲۵۹ھ میں بغداد کا سفر امام صاحب کا آخری سفر تھا۔ کیوں کہ اس کے بعد موت نے دو برس سے زیادہ جینے کا موقع نہیں دیا۔ احمد بن[2] سلمہ کی رفاقت میں بصرہ اور بلخ کا بھی سفر کیا امام بخاری سے بھی نیشاپور کے سفر میں بہت فائدہ اٹھایا ان بزرگوں کے علاوہ احمد بن یونس یربوئی۔ اسمٰعیل بن ابی اویس عون بن سلام وغیرہ سے بھی افادہ حاصل کیا۔

امام صاحب کی شہرت

امام صاحب کے زمانہ میں علم حدیث کے عام مذاق اور مذہبی احساس کے باہمی اختلاط نے اگرچہ سینکڑوں ہزاروں ائمۂ فن پیدا کر دیئے تھے۔ جن کی شہرت اور فضیلت کا عموماً اعتراف کیا جاتا تھا اور جن میں اکثر بزرگوں کو امام صاحب کی اُستادی کا بھی شرف حاصل تھا تاہم امام صاحب کی فطرتی قابلیت اور قوتِ حافظہ نے ان تمام بزرگوں کو اپنے فضل وکمال کا معترف بنا لیا۔ یہاں تک وہ محدثین بھی جو امام صاحب کے ہم درجہ اور فن حدیث کے امام تھے اُن سے روایت کرنے میں مطلق دریغ کرتے تھے چناں چہ ابوحاتم رازی موسیٰ بن ہارون احمد بن سلمہ ابوعیسیٰ ترمذی یحییٰ بن صاعد ابوعوانہ اسفرائینی اسی قسم کے بزرگ ہیں ان بزرگوں میں احمد بن سلمہ وہ شخص ہیں جو بصرہ اور بلخ کے سفر میں امام صاحب کے رفیق اور پندرہ برس تک مسلم کی ترتیب میں شریک رہ چکے ہیں امام صاحب کی طباعی اور ذہانت نے خود ان کے اساتذہ کو اس قدر برگزیدہ بنا لیا تھا کہ اسحٰق بن راہویہ جیسے امام فن ان مختصر الفاظ میں اُن کے فضل وکمال کی نسبت پیشینگوئی کرتے تھے۔ ای رجل یکون ھذا یعنی خدا جانے یہ کس بلا کا شخص ہوگا۔

---

[1] ابن خلکان نے اس سفر کا ذکر اُن کے اساتذہ اور تحصیل علم کے ضمن میں کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بغداد کا سفر بھی اسی غرض سے تھا اگرچہ اُس کی خود تصریح نہیں کی۔ ۱۲

[2] تذکرۃ الحفاظ تذکرۂ احمد بن سلمہ۔ ۱۲

امام صاحب کی تنقید اور حقیقت شناسی کا اس قدر شہرہ تھا کہ ابو زرعہ اور ابو حاتم جیسے ادا شناس بزرگ اُن کو معرفت حدیث میں اُس زمانے کے تمام مشائخ پر ترجیح دیتے تھے اسحٰق کوشح خود امام صاحب سے خطاب کرکے فرماتے تھے۔ لن نعدم الخیر ما ابقاک اللہ للمسلمین۔ جب تک خدا آپ کو مسلمانوں کے لئے زندہ رکھے گا بھلائی ہمارے ہاتھ سے نہ جائے پائے گی۔

ابو قریش نے ان کو دنیا بھر کے حفاظ اربعہ میں شمار کیا ہے۔ غرض کہ امام صاحب کی مقبولیت اور شہرت اس درجہ کو پہنچ گئی کہ اہل مغرب نے اُن کے نام کو امام بخاری جیسے مُسلّم امام کے نام سے بھی اونچا اوچھالا۔

وفات

امام صاحب کے واقعات زندگی میں اُن کی وفات کا واقعہ جس قدر افسوسناک ہے اُس سے زیادہ حیرت انگیز اور قابل لحاظ ہے کیوں کہ اس سے امام صاحب کی علمی شیفتگی کا پتہ چلتا ہے اصلی واقعہ یہ ہے کہ عین مجلس حدیث میں لوگوں نے امام صاحب سے ایک حدیث پوچھی۔ سوء اتفاق سے امام صاحب کو وہ حدیث یاد نہ تھی۔ اس لئے مکان پر آکر اپنے مجموعہ حدیث میں اُس کی جستجو شروع کی اس چھان بین میں اس قدر محو ہوئے کہ سامنے خرما کا ایک ڈھیر رکھا ہوا تھا اُس سے نکال نکال کر کھاتے جاتے تھے لیکن حدیث کی فکر میں اس کی مطلق خبر نہ ہوتی تھی۔ آخر کار اس بے خودی کی حالت میں اس کثرت سے چھوارے کھا گئے کہ یہی ان کی موت کا سبب ہوا۔ عام طور پر تذکرہ نویسوں نے اگرچہ اس واقعہ سے نفیاً یا اثباتاً کچھ تعرض نہیں کیا۔ لیکن اس قسم کے واقعے عقلاً ممکن بلکہ واقع ہیں اس لئے اس سے انکار کی کوئی وجہ نہیں بہر حال امام صاحب نے ۲۵ رجب ۲۶۱ھ میں یکشنبہ کے دن نیشاپور میں بوقت شام ۵۵ برس کی عمر میں وفات پائی۔ دوشنبہ کے روز جنازہ اٹھایا گیا اور نیشاپور کے باہر مصر آباد میں لاش دفن کی گئی۔

اخلاق وعادات

امام صاحب نہایت پاکیزہ خو اور انصاف پسند تھے اس زمانے میں اگرچہ عام طور پر مسلمانوں کی اخلاقی حالت نہایت مہذب اور شائستہ تھی تاہم جس طرح اس زمانے

سلہ: یہ واقعہ صرف بستان المحدثین میں مذکور ہے ۱۲۰

کے اہل کمال میں باہم ان بن رہتی ہے اسی طرح اس زمانے کے مقدس اصحاف بھی اس سے خالی نہ تھے اسی بنا پر رجال کی کتابوں میں یہ تصریح کر دی گئی ہے کہ باہم معاصرین کی جرح و قدح قابل قبول نہیں کیوں کہ وہ لوگ ایک دوسرے کی نسبت محض رشک و حسد سے بہت کچھ بُرا بھلا کہدیا کرتے تھے یہ محض معمولی درجے کے لوگوں کا شیوہ نہ تھا بلکہ یحییٰ بن معین جیسے مقدس اصحاب بھی اس زمرہ میں شامل ہیں مگر امام صاحب کا دامن ہمیشہ اس قسم کے دھبوں سے پاک رہا اور انھوں نے ہمیشہ نہایت فیاضی سے اس کا عملی ثبوت دیا۔ نیشاپور کے سفر میں امام بخاری کی مجلس میں ضرور آتے تھے اور ان سے استفادہ حاصل کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ اُن کے تجر علمی سے متاثر ہو کر نہایت بے خودی کی حالت میں پکار اٹھے۔ دعنی اقبل رجلیک یا امیر المومنین فی الحدیث یعنی اے علم حدیث کے بادشاہ مجھ کو قدم بوسی کی اجازت دیجئے اسی طرح اپنی کتاب مسلم کو خود ابوزرعہ کی خدمت میں پیش کیا وہ جن حدیثوں کو صحیح بتاتے تھے اُن کو بعینہٖ قائم رکھتے تھے اور جن حدیثوں پر نکتہ چینی کرتے تھے ان کو بے تکلف چھوڑتے جاتے تھے لیکن اُن کا حقیقی وصف اُن کی آزاد خیالی اور حق گوئی ہے اور یہ وقعت اس وقت اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے جب مسلمانوں کی حالت عام کا اندازہ کیا جائے۔ آج تو مسلمانوں کا رواں رواں تقلید کے شکنجے میں جکڑا ہوا ہے لیکن اس زمانے میں بھی قرون اولی کے بعد ہی سے مسلمانوں کے رگ و ریشہ میں بیجا طرفداری اور ناجائز رو و رعایت کا مادہ سرایت کرتا جاتا تھا اور امتداد زمانہ کے ساتھ روز بروز اس کو ترقی ہو جاتی تھی۔ لیکن امام صاحب پر اس کا بالکل اثر نہ پڑ سکا وہ اس قدر آزاد خیال اور حق پرست تھے کہ اس نشے میں اپنے اساتذہ کا بھی کچھ خیال نہیں کرتے تھے چنانچہ جب امام بخاری نے نیشاپور کا سفر کیا اور سوء اتفاق سے ایک جزئی سوال یعنی مسئلہ خلق قرآن کے متعلق عوام اور عوام کے ساتھ امام ذہلی جیسے نکتہ سنج محدث بھی امام صاحب کے مخالف ہو گئے اور اس مخالفت کا یہ اثر ہوا کہ امام ذہلی نے اپنی مجلس حدیث میں عام اعلان کر دیا الامن قال باللفظ فلا یحل ان یحضر مجلسنا (خبردار جو شخص قرآن مجید کے الفاظ کو مخلوق کہے گا اس کو ہماری مجلس میں آنا حرام ہے)۔

اس موقع پر امام صاحب نے اپنی اس حق پرستی سے کام لیا اور امام بخاری کی رائے کو صحیح سمجھتے تھے اس لئے ایک حق بات پر امام ذہلی کے شاگردانہ تعلق کو بالکل بھلا دیا اور سر مجلس اپنی چادر تان کر اٹھ کھڑے ہوئے اور اُن کی مجلس کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہا اور گھر پر جا کر اُن کی تقریروں کے تمام اونٹوں پر لدوا کر بھجوا دیئے۔

امام بخاری کی یہ تائید اور حمایت بھی ایک خاص مسئلے میں تھی ورنہ عام طور پر وہ امام بخاری کے بھی ہم زبان نہیں۔ چناں چہ معنعن روایتوں میں امام بخاری ہمعصری کے ساتھ راوی اور مروی عنہ میں ملاقات کو جو ایک ضروری شرط قرار دیتے ہیں امام صاحب اس کے سخت مخالف ہیں چناں چہ صحیح مسلم کے مقدمہ میں جہاں اس مسئلے سے بحث کی ہے اس کو پڑھ کر سخت حیرت ہوتی ہے یا تو یہ حال تھا کہ ایک جزئی مسئلہ پر امام ذہلی کے قدیم شاگردانہ تعلق کو چھوڑ کر امام بخاری کے ہم خیال بن گئے اور اپنی عمر بھر کی کمائی (یعنی امام ذہلی کے مجموعہ حدیث) کی بھی کچھ پرواہ نہ کی یا خود امام بخاری کی تردید ان الفاظ میں کرتے ہیں۔ وقد تکلم بعض منتحلی الحدیث من اهل عصرنا فی تصحیح الاسانید وسقیمها بقول لوضربنا عن حکایة وذکر فساده لکان رأیا متینا ومذهبا صحیحا اذ الاعراض عن القول المطرح احری (یعنی ہمارے زمانے کے بعض وعیان حدیث اسانید کی صحت اور سقم کے متعلق ایک ایسے قول کے قائل ہوئے ہیں کہ اگر ہم اس کے ذکر اور اس کی تردید سے اعراض کرتے تو اچھا ہوتا کیوں کہ مردود اقوال سے اعراض ہی کرنا مناسب ہے) کہاں یہ خوش اعتقادی کہ ان کے فضل و کمال سے متاثر ہو کر نہایت جوش کے ساتھ فرماتے تھے دعنی اقبل رجلیك یا امیر المومنین فی الحدیث (یعنی اے علم حدیث کے بادشاہ مجھ کو قدم بوسی کی اجازت دیجئے) کہاں یہ کیفیت کہ انہی کا ذکر اس بے پروائی کے ساتھ کرتے ہیں۔ زعم القائل الذی افتتحنا الکلام علی الحکایة عن قوله والاخبار عن سوء رویة (ہم نے جس قائل کے قول اور اس کی غلط فہمی کا ذکر کیا ہے وہ گمان کرتا ہے)

الغرض اُن کی آزادانہ روش اُن کی تقلیدِ تعصب اور بیجا طرفداری کا مطلق خوگر نہیں ہونے دیتی تھی اس لئے وہ اُسی شاہراہ پر چلتے تھے جس کی طرف اُن کا حق پرست دل سے رہنمائی کرتا تھا

ف ۱ : اس موقع پر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ عموماً محدثین کا گروہ اگرچہ کسی امام کا مقلد نہ تھا اور نہ اُس کو ہونا چاہئے تھا تاہم جب ان میں سے کسی بزرگ کا مذہب کسی خاص امام سے زیادہ ملتا جلتا تھا تو اُن کو تقلید پرست لوگ اس امام کی طرف منسوب کر دیتے تھے چناں چہ شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ البالغہ میں لکھتے ہیں وکان صاحب الحدیث ایضا قد ینسب الی احد المذاهب لکثرة موافقته به کالنسائی والبیهقی ینسبان الی الشافعی. غالباً اسی بنا پر یا اور کسی وجہ سے صاحب کشف الظنون نے امام صاحب کو ایک ضمنی تذکرے امام شافعی کی طرف منسوب کر دیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ بجائے خود ایک مستقل امام تھے اور ہر مسئلہ کے متعلق اپنی آزادانہ رائے رکھتے تھے اس لئے ان کو کسی مجتہد کی طرف منسوب کرنا اُن کی تحقیر ہے۔ ۱۲-

تصنیفات وتالیفات

امام صاحب کو تصنیف وتالیف کا فطرتی شوق تھا صحیح کو جس تحقیق اور جامعیت کے ساتھ لکھا اُس کا ذکر ایک مستقل عنوان سے آگے آئے گا۔ لیکن اس کے علاوہ اور بھی نہایت کثرت سے کتابیں لکھیں جن کے موضوع اور اجمالی حالت کا اندازہ خود اُن کے نام کی فہرست سے ہوگا۔ مسند کبیر۔ الاسماء والکنی۔ جامع کبیر۔ کتاب العلل کتاب التمیز کتاب الوحدان۔ کتاب الافراد۔ کتاب القرآن۔ کتاب سوالاتہ احمد بن حنبل۔ کتاب حدیث۔ عمرو بن شعیب۔ کتاب الانتفاع باھب السباع۔ کتاب مشائخ مالک۔ کتاب مشائخ ثوری۔ کتاب مشائخ شعبة۔ کتاب من لیس لہ الارا دواحد۔ کتاب المخضرمین۔ کتاب اولاد الصحابة۔ کتاب اوہام المحدثین۔ کتاب الطبقات۔ کتاب افراد الشامیین۔

صحیح مُسلم

امام صاحب نے اگرچہ جیساکہ ہم ابھی لکھ آئے ہیں علم حدیث کے متعلق خاص خاص موضوع پر نہایت کثرت سے کتابیں لکھیں ان کو صحیح مُسلم کی شہرت اور مقبولیت نے اس طرح دبا لیا ہے کہ آج کوئی شخص ان کا نام بھی نہیں جانتا۔ امام صاحب کی تصنیفات سے قطع نظر کرکے حدیث کی عام کتابوں کا بھی قریب قریب یہی حال ہے خود صحیح بخاری کو اگرچہ ائمہ فن نے متعدد حیثیتوں سے مسلم پر ترجیح دی ہے تاہم صحیح مسلم کو یہ شرف قبول حاصل ہے کہ ہمیشہ بخاری کے ساتھ ساتھ اس کا بھی نام لیا جاتا ہے اس لئے ہم اس موقع پر مسلم کی اُن خصوصیات کو دکھانا چاہتے ہیں جنھوں نے اس کو اس قدر شہرت دی ہے۔

اس سلسلہ میں جو چیز سب سے زیادہ قابل ذکر ہے وہ اس کتاب کا مقدمہ ہے کیوں کہ اس سے ایک طرف تو جرح وتعدیل اور اصول حدیث کے متعلق نہایت مہتم بالشان نکتے معلوم ہوتے ہیں اور دوسری طرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام صاحب نے جس زمانے میں اس کو مرتب کیا اس میں کس قدر موضوع حدیثیں پیدا ہوگئی تھیں اس لیے ایسی حالت میں ایسی صحیح کتاب کا مرتب کرنا کس قدر دشوار اور اہم تھا اس بنا پر ہم سب سے پہلے اسی کو پیش نظر رکھتے ہیں۔

مقدمہ مسلم

مذہب اگرچہ دنیا کی تمام قوموں کو عزیز رہا ہے تاہم مسلمانوں نے اس کو جس عزت کی نگاہ سے دیکھا دنیا کی کوئی قوم اس کی نظیر نہیں پیش کر سکتی اسی کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ علمی حیثیت سے مسلمانوں نے سب سے پہلے جس چیز کی طرف توجہ کی وہ یہی مذہبی علوم و فنون تھے ان میں نحو، ادب، تفسیر، فقہ۔ اصول فقہ اگرچہ سب کے سب بالذات یا بالواسطہ مذہبی علوم ہیں اور اس لئے مسلمانوں نے ان سب میں کمال پیدا کیا تاہم ان میں علم حدیث چونکہ مذہب کا سب زیادہ ضروری عنصر تھا اس لیے یہ مقدس فن ایک مدت تک عام طور پر مسلمانوں کے دل و دماغ کا جولانگاہ رہا اس عام مذاق نے اگرچہ نہایت مفید پیدا کئے تاہم چونکہ مذہبی حیثیت سے یہ گروہ نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اس لیئے نااہل اور خود غرض لوگوں کی ایک بہت بڑی جماعت نے اس فن کو محض نام و نمود کا ذریعہ قرار دے کر موضوع اور غیر معتبر روایتوں کا ایک طوفان اٹھا دیا چناں چہ خود امام صاحب اپنے مقدمہ میں ضعیف راویوں کا استقصا کر کے لکھتے ہیں۔ ولا احسب کثیرا ممن یعرج من الناس علی ما وصفنا ھذہ الاحادیث الضعاف والاسانید المجھولۃ ویعتد بروایتھا بعد معرفۃ بما فیھا من التوھن والضعف الا ان الذی یحملہ علی روایتھا والاعتداد بھا ارادۃ التکثیر بذالک عند العوام وکان یقال ما اکثر ما جمع فلان من الحدیث والف من العدد ومن ذھب فی العلم ھذا المذھب وسلک ھذا الطریق فلا نصیب لہ فیہ وکان بان یسمی جاھلا اولی من ان ینسب الی العلم (ہمارا خیال ہے ان مجہول الاسناد اور ضعیف روایتوں پر جن کو ہم نے بیان کر دیا ہے ان کے ضعف کے ظاہر ہونے کے بعد بجز ان لوگوں کے جن کو عوام کے نزدیک کثرت سے حدیثیں بیان کرنے کا شوق ہوتا ہے تاکہ یہ کہا جائے کہ فلاں نے کس کثرت سے حدیثیں جمع کی ہیں اکثر لوگ اعتبار نہ کریں گے لیکن جو لوگ علم حدیث میں یہ مسلک اختیار کرتے ہیں ان کو اس فن میں ذرا بھی دخل نہیں اور ان کو بجائے عالم کے جاہل کہنا اچھا ہے) اس عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانے میں محض شہرت کے لئے ہر قسم کی رطب و یابس حدیثوں کے روایت کرنے کا مذاق پیدا ہو چلا تھا۔

لیکن ان خود غرض لوگوں سے گذر کر جو دفتر معتبر اور موضوع حدیثوں کا

روایت میں شہرت عام رکھتا تھا وہ متقشف زاہدوں اور مسجد نشینوں کا مقدس فرقہ تھا چنانچہ اس زمانے کے نکتہ سنج لوگ ان بزرگوں کو جس نگاہ سے دیکھتے تھے ان کا اندازہ ذیل کی روایتوں سے ہوگا۔

حدثنی محمد بن عتاب قال اخبرنی عفان عن محمد بن یحییٰ بن سعید القطان عن ابیہ قال لم نر الصالحین فی شیٔ اکذب منھم فی الحدیث قال ابن ابی عتاب فلقیت انا محمد بن یحییٰ بن سعید القطان فسألتہ عنہ فقال عنہ ابیہ لم تر اھل الخیر فی شیٔ اکذب منھم فی الحدیث، قال مسلم یقول یجری الکذب علی لسانھم ولا یتعمدون الکذب۔ حدثنا الحلوانی قال سمعت عفان قال حدثنا حماد بن سلمۃ عن صالح المری بحدیث عن ثابت فقال کذب وحدثنا ھمام عن صالح المری بحدیث فقال کذب (مجھ سے محمد بن ابی عتاب اور ان سے عفان اور ان سے محمد بن یحییٰ بن سعید قطان اور اُن سے ان کے باپ نے حدیث بیان کی کہ ہم حدیث میں صالحین سے زیادہ جھوٹا کسی کو نہیں دیکھتے دوسری روایت میں ہے کہ ابن ابی عتاب کا بیان ہے کہ میں نے محمد بن یحییٰ بن سعید قطان سے ملاقات کی اور اس حدیث کو پوچھا تو انھوں نے اپنے باپ کے ذریعہ سے بیان کیا کہ تم حدیث میں اہل خیر سے زیادہ جھوٹ نہ پاؤ گے امام مسلم کا بیان ہے کہ ان کے قول کا یہ مطلب تھا کہ وہ لوگ جھوٹ بول جاتے ہیں مگر اس کا قصد نہیں کرتے۔ حلوانی نے ہم سے روایت کی کہ میں نے عفان سے سنا کہ انھوں نے حماد بن سلمہ کے پاس مری کے ذریعہ سے ثابت سے ایک روایت بیان کی انھوں نے فرمایا کہ وہ جھوٹ کہتا ہے) حالانکہ صالح مری اتنے بڑے زاہد خدا ترس اور رقیق القلب تھے جن کی نسبت شارح نووی نے یہ الفاظ لکھے ہیں۔ وکان صالح رحمہ اللہ تعالیٰ حسن الصوت بالقرآن وقد مات بعض من سمع قرآتہ وکان شدید الخوف من اللہ تعالیٰ کثیر البکاء قال عفان ابن مسلم کان صالح اذا اخذ فی قصص رجل کانہ یفزع علیٰ امرہ من حزنہ وکثرۃ بکائہ کانہ ثکلی (صالح رحمہ اللہ نہایت خوش الحانی سے قرآن پڑھتے تھے یہاں تک کہ بہت سے لوگ ان کی قرأت سُن کر مر گئے وہ خدا کا سخت خوف کرتے تھے اور اکثر روتے رہتے تھے عفان بن مسلم کا بیان ہے کہ جب وہ کسی شخص کا قصہ بیان کرتے تھے تو گویا معلوم ہوتا تھا کہ ان کو کسی نے اس قدر ڈرایا ہے کہ کثرت خوف سے ان کی خطرناک حالت ہے اور اُن کی نوحہ وزاری سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ ایک عورت ہیں جو

اپنے لڑکے کا نام کر رہی ہے) صالح مری کی طرح اور بھی بہت سے بزرگ تھے جو مذہب کے سخت پابند تھے لیکن احادیث میں بہت کچھ ملمع سازی کیا کرتے تھے
حدثنی محمد بن عبد اللہ بن قہزاد من اہل مرو قال اخبرنی علی بن حسین بن واقد قال قال عبد اللہ بن مبارک قلت لسفیان الثوری ان عباد بن کثیر من تعرف حالہ واذا حدث جاء بامر عظیم فتری ان اقول للناس لا تاخذوا عنہ قال سفیان بلی قال عبد اللہ فکنت اذا کنت فی مجلس ذکر فیہ عباد اثنیت علیہ فی دینہ واقول لا تاخذوا عنہ۔ حدثنا محمد حدثنا عبد اللہ بن عثمان قال قال ابی قال عبد اللہ بن المبارک انتہیت الی شعبۃ فقال ھذا عباد بن کثیر فاحذروہ (مجھ سے محمد بن عبد اللہ بن قہزاد مروی نے روایت کی کہ مجھ سے علی بن حسین بن واقد نے خبر دی کہ عبد اللہ بن مبارک فرماتے تھے کہ میں نے سفیان ثوری سے کہا کہ آپ تو عباد بن کثیر کا حال خوب جانتے ہیں جب وہ حدیث بیان کرتے ہیں تو قیامت ڈھاتے ہیں تو کیا آپ اس کو پسند کرتے ہیں کہ میں لوگوں سے کہدوں کہ ان کی حدیثیں نہ قبول کرو انھوں نے کہا ہاں عبد اللہ بن مبارک کا بیان ہے کہ اس کے بعد کسی مجلس میں عباد کا ذکر آتا تھا تو میں اُن کے تدین کی تعریف کرتا تھا لیکن اس کے ساتھ لوگوں سے یہ بھی کہتا تھا کہ اُن کی حدیثیں نہ قبول کرو ہم سے محمد اور ان سے عبد اللہ بن عثمان نے حدیث بیان کی کہ اُن سے اُنکے باپ نے کہا کہ ہم سے عبد اللہ بن مبارک نے فرمایا کہ میں شعبہ کے پاس گیا تو انھوں نے فرمایا کہ یہ عباد بن کثیر ہے اس سے بچتے رہو) اس سے بڑھ کر یہ کہ بعض محدثین نے صاف صاف تصریح کردی ہے کہ یہ لوگ اس فن کی اہلیت ہی نہیں رکھتے۔ حدثنی احمد بن ابراھیم قال حدثنی سلیمان بن الحرب من حماد بن زید قال ذکر فرقد عند ایوب فقال ان فرقد الیس بصاحب حدیث (ہم سے احمد بن ابراہیم اور ان سے سلیمان بن حرب اور اُن سے حماد بن زید نے روایت کی کہ ایوب کے یہاں فرقد کا ذکر آیا تو انھوں نے کہا کہ فرقد اہل حدیث نہیں) حالاں کہ فرقد تابعی اور بہت بڑے عابد تھے چناں چہ شارح نووی کہتے ہیں۔ التابعی العابد لا یحتج بحدیثہ عند اہل الحدیث لکونہ لیس صنعۃ کما قد منافی قولہ لم نر الصالحین فی شئ اکذب منھم فی الحدیث (یعنی فرقد تابعی اور عابد شخص تھے اہل حدیث کے نزدیک ان کی حدیثوں کا اس بنا پر اعتبار نہیں کیا جاتا کہ یہ اُن کا فن نہ تھا جیسا کہ ہم نے لم نر الصالحین

فی شیٔ الکذب عنہم فی الحدیث کے ذکر میں بیان کیا) اس موقع پر یہ بات
بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ چونکہ یہ تمام بزرگ نہایت خدا ترس متقشف
اور عبادت گزار ہوتے تھے اس لئے محدثین نے ان کی دروغ گوئی اور ضعیف
روایت کی یہ وجہ بتائی کہ یہ لوگ اہل فن نہ تھے چنانچہ پہلی حدیث میں خود امام
صاحب نے تصریح کر دی ہے کہ یہ لوگ عملاً جھوٹ نہیں بولتے تھے چنانچہ
شارح نووی اس قول کی شرح میں لکھتے ہیں۔ منہم ما قالہ مسلم انہ
یجری الکذب علی السنتہم ولا یتعمد ون ذلک لکونہم لا یعانون صناعۃ
اہل الحدیث فیقع الخطاء فی روایاتہم ولا یعرفونہ ویروون الکذب
ولا یعلمون انہ کذب (یعنی مسلم نے جو یہ کہا ہے کہ وہ لوگ یونہی جھوٹ
بول جاتے ہیں لیکن اس کا قصد نہیں کرتے اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ لوگ
صاحب فن نہ تھے اس لئے ان کی روایتوں میں غلطی واقع ہو جاتی ہے لیکن
وہ لوگ اس کو نہیں جانتے جھوٹ روایت کر دیتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ
یہ جھوٹ ہے) اس وجہ کی صحت میں کوئی شبہ نہیں لیکن ہم کلیتہً اس سے اتفاق
نہیں کر سکتے کیوں کہ جس طرح اس زمانے کے عام واعظ مریدین کو خوش
اور مجلس وعظ کے گرمانے کے لئے نہایت عجیب وغریب حدیثیں بیان کر جاتے
ہیں اسی طرح ان لوگوں کی نسبت بھی اس قسم کا خیال پیدا ہو سکتا ہے بہر
حال واقع جو کچھ ہو لیکن ان بزرگوں کی یہ تمام غانہ برانداز یاں چونکہ مذہب
اور مذہب کے ساتھ زہد کے پردے میں تھیں اس لئے عام طور پر کوئی
شورش پیدا نہیں ہوئی خیر اس بنا پر محدثین کے گروہ میں زیادہ تر شور و غل
اس وقت ہوا جب عقائد کے متعلق مبتدعانہ خیالات ظاہر ہوئے اسلام میں
اختلافی مسائل کی بنیاد اگرچہ آنحضرت صلعم کے بعد ہی پڑ گئی تھی۔ لیکن بدعت کا آغاز
صحابہ کے آخری زمانہ میں ہوا چنانچہ معبد جہنی۔ غیلان دمشقی۔ یونس اسواری نے
اسی زمانے میں قضا و قدر کا انکار کیا[1] تابعین کے زمانے میں اس قسم کے اور
بھی گمراہ پیدا ہوئے چنانچہ جعد بن درہم نے بنی امیہ کے زمانے میں ایک
عجیب وغریب خیال ظاہر کیا اس نے صراحۃً دعویٰ کیا کہ خدا نے نہ حضرت
ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا اور نہ حضرت موسیٰ سے کلام کیا[2]
اس جرم پر اس کو خالد بن عبد اللہ قسری نے جو ہشام بن عبد الملک کی طرف سے

---

[1] ملل ونحل شہرستانی صفحہ ۱۱ و شرح مواقف جلد ۲ صفحہ ۴۷۹۔ [2] میزان الاعتدال ذہبی جلد ۱ صفحہ ۱۶۱

عراق کا گورنر تھا عید الضحیٰ کے دن عجیب شان سے قتل کیا پہلے اُس نے ایک عام اعلان کیا کہ "میں آج خدا کی راہ میں قربانی کرنا چاہتا ہوں جس کو شریک ہونا ہو شریک ہو۔" اس طور پر اُس نے مسلمانوں کے عام مجمع میں اس کی قربانی کی[۱] اس کے بعد اس کا عام مذاق پیدا ہو گیا اور نہایت کثرت سے لوگوں نے محدثین کے خلاف اپنے خیالات ظاہر کرنا شروع کئے جہم بن صفوان نے جس کی طرف فرقہ جہمیہ منسوب ہے نصر بن سیار کے زمانے میں ترمذ میں اپنی بدعت کی اشاعت کی۔ وہ جبریہ اعتقاد رکھتا تھا اس لئے بندے کو مجبور محض قرار دیتا تھا اس جرم پر سالم ابن احواز المازنی اس کو بنی اُمیہ کے آخری زمانے میں مرو میں قتل کر دیا[۲] تقریباً اسی زمانہ میں بصرہ میں واصل بن عطا الغزال جو حسن بصری کا شاگرد تھا اور اس کے شاگرد عمرو بن عبید نے اعتزال کی بنیاد قائم کی مقاتل بن سلیمان مفسر نے خراسان میں خدا کے لئے ہر قسم کے صفات ثابت کئے اور جسمیت کا قائل ہوا ان سب کے بعد سجستان میں ابو عبد اللہ بن کرام نے چند مذہب سے کچھ مسائل اخذ کر کے ایک جدید مذہب قائم کیا اور اس کو ایک کتاب کے ذریعہ سے خراسان وغیرہ میں رواج عام[۳] دیا اُس کا خیال تھا کہ ایمان محض قول باللسان کا نام ہے اس لحاظ سے اگر کوئی شخص دل میں کفر کا اعتقاد رکھے اور زبان سے خدا اور شریعت کا اقرار کرے تو وہ مومن ہے اس بنا پر نیشاپور میں آٹھ سال تک قید رہا۔ اس کے بعد بیت المقدس کو چلا گیا اور شام میں ۲۵۵ھ میں وفات پائی اور اس کے مقلدو اصحاب نے اُس کی قبر پر اعتکاف[۴] کیا اس کے علاوہ اور بھی بہت سے فرقے پیدا ہو گئے تھے لیکن ہم کو جہاں تک معلوم ہے ان گمراہ سازوں میں روایتوں کے گڑھنے میں صرف عمرو بن عبید مقاتل بن سلیمان اور کرامیہ مشہور ہیں جہم بن صفوان کے متعلق تو علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں صاف تصریح کر دی ہے وما علمہ روی شیئا ولکنہ زرع شرا عظیما۔ ہمارے خیال میں اس نے گو کوئی روایت نہیں کی البتہ بہت بڑی برائی کا بیج بو گیا، اسی طرح غیلان دمشقی۔ یونس اسواری۔ جعد بن درہم وغیرہ کا بھی رواۃ حدیث میں شمار نہیں۔

سلہ ۱۔ اس کا واقعہ نہایت مشہور ہے اسی کی طرف علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے فتمثل علیٰ ذٰلک بالعراق یوما النحر والقصۃ مشہورۃ

میزان الاعتدال ص۱۹۲ جلد اول

۲۔ ملل ونحل شہرستانی ص۶۱۔ ۳۔ ملل ونحل شہرستانی ص۶۱۔ ۴۔ میزان الاعتدال ذہبی۔ ۱۲۰۔

کرامیہ عموماً ترغیب و ترہیب کے متعلق وضع احادیث کو جائز رکھتے تھے اور بعض ریاکار زاہد بھی اس خیال میں انھیں کے ہمزبان تھے اُن کا یہ دعوے محض زبانی نہ تھا بلکہ اس کو استدلال سے بھی ثابت کرتے تھے مثلاً روایتوں میں ہے۔ من کذب علی متعمدا لیضل بہ فلیتبوأ مقعدہ من النار (یعنی گمراہ سازی کے لئے جو میری طرف جھوٹ باتیں منسوب کرتا ہے اس کو جہنم میں اپنا ٹھکانا بنا لینا چاہیئے) اور چونکہ ترغیب و ترہیب کے لئے جھوٹ بولنا گمراہ سازی میں داخل نہیں اس لئے اس کا مرتکب شرعی مجرم نہیں قرار پا سکتا اسی طرح بعض کا یہ بھی خیال تھا کہ اس دروغ مصلحت آمیز سے آنحضرت کا کوئی نقصان نہیں ہوتا[1] اس لئے اس پر من کذب علیّ[2] کا حکم نہیں جاری ہو سکتا لیکن اس کا مجرم صرف کرامیہ اور زہاد کو قرار دینا خلاف انصاف ہے خود ہمارے علما بھی اس قسم کی حدیثوں میں بہت کچھ سہل انکاری کرتے ہیں[3]۔ مقاتل بن سلیمان کا وضع حدیث میں جو پایہ تھا اس کا اندازہ میزان الاعتدال کی اس عبارت سے ہو سکتا ہے عن النسائی قال والکذابون المعروفون بوضع الحدیث ابن ابی یحیی بالمدینۃ والواقدی ببغداد ومقاتل بن سلیمان بخراسان ومحمد بن سعید الشامی (یعنی امام نسائی نے فرمایا کہ مدینے میں ابن ابی یحیی بغداد میں واقدی خراسان میں مقاتل بن سلیمان اور شام میں محمد بن سعید نہایت جھوٹے اور وضع حدیث میں مشہور ہیں) معتزلہ کا گروہ چونکہ زیادہ تر عقلیات کا شیفتہ تھا اس لئے روایتوں سے بہت کم اعتنا رکھتا تھا لیکن اس گروہ میں صرف عمرو بن عبید ننگ خاندان ہے اس کو حسن بصری کی صحبت کا شرف حاصل تھا اس لئے اکثر روایتوں کو غلط طور پر اُن کی طرف منسوب کر دیتا تھا اور اسی کے ساتھ بعض اس قسم کی روایتیں بھی بیان کرتا تھا جس سے معتزلہ کے مذہب کی تائید ہوتی تھی۔ حدثنی عمرو بن علی ابو حفص قال سمعت معاذ بن معاذ یقول قلت لعوف بن جمیلۃ ان عمرو بن عبید حدثنا عن الحسن ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من حمل علینا السلاح فلیس منا قال کذب واللہ عمرو ولکنہ اراد ان یحوزھا الی قولہ الخبیث (مجھ سے عمرو بن علی ابو حفص نے روایت

۱؎ نووی ص۳ ۲؎ مطلب یہ کہ علیٰ ضرر کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اس لئے جب ترغیب و ترہیب سے فرعی فائدے حاصل ہوتے ہیں تو اس قسم کے جھوٹ بولنے میں کیا حرج ہے۔ ۳؎ نووی ص۲۱

کی کہ میں نے معاذ بن معاذ سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے عوف بن جمیلہ سے
کہا کہ ہم سے عمرو بن عبید نے حسن بصری سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ہم پر ہتھیار اٹھائے وہ ہم سے نہیں انھوں نے کہا
کہ خدا کی قسم عمرو جھوٹ کہتا ہے لیکن وہ چاہتا ہے کہ اس روایت کو اپنے مردود
قول کی طرف الٹ پھیر کر لائے) اس حدیث کی صحت میں کوئی کلام نہیں لیکن
چونکہ عمرو بن عبید نے اس کو غلط طور پر حسن بصری کی طرف منسوب کر دیا تھا۔
اس لئے عوف بن جمیلہ نے اس کو مردود قرار دیا۔ کیوں کہ عمرو بن عبید کو
اس حدیث سے معتزلہ کے ایک خیال کی تائید کرنا منظور تھی معتزلہ کا مذہب
ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب دائرہ ایمان سے نکل کر ہمیشہ کے لئے جہنم کا مستحق
ہو جاتا ہے وہ لوگ اس قسم کے مجرم کو فاسق کا خطاب دیتے ہیں۔ چناں چہ
عمرو بن عبید کو اس حدیث کے ظاہری معنے سے اسی خیال کی تائید کرنا منظور
تھی اس کے علاوہ عمرو بن عبید میں یہ کمال بھی تھا کہ حقیقت تغیر و تبدل سے
احادیث کے اصلی معنی بدل دیا کرتا تھا۔ حدثنی حجاج بن الشاعر قال
حدثنا سلیمان بن حرب قال نا ابن زید یعنی حمادا قال قیل لایوب
ان عمرو بن عبید روی عن الحسن قال لا یجلد السکران من النبیذ
فقال کذب انما سمعت الحسن یقول یجلد السکران من النبیذ
(مجھ سے حجاج بن شاعر اور ان سے سلیمان بن حرب اور اُن سے ابن زید یعنے
حماد نے بیان کیا کہ ایوب سے کہا گیا کہ عمرو بن عبید نے حسن بصری سے روایت
کی ہے کہ تاڑی سے نشہ کرنے والے شخص کو کوڑے نہیں مارے جائیں گے
انھوں نے فرمایا کہ وہ جھوٹ کہتا ہے میں نے تو ان سے سنا ہے کہ ایسے
شخص کو کوڑا مارا جائے گا) اس روایت میں عمرو بن عبید نے صرف لا کے
بڑھا دینے سے ایسا عظیم الشان تغیر پیدا کر دیا۔ مختصر یہ کہ اعتزال کی وجہ
سے عمرو بن عبید روایت حدیث میں سخت بدنام تھا۔ حدثنی حجاج قال
نا سلیمان بن حرب قال سمعت سلام بن ابی مطیع یقول بلغ ایوب
انی اتی عمرا فاقبل علی یوما فقال ارأیت رجلا لا تامنہ علی دینہ
کیف تامنہ علی الحدیث (مجھ سے حجاج اور اُن سے سلیمان بن حرب
نے بیان کیا کہ میں نے سلام بن ابی مطیع کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ایوب کو معلوم
ہوا کہ میں عمرو کے پاس آمد و رفت رکھتا ہوں تو وہ میرے پاس آئے اور
فرمایا کہ تمھیں جس شخص کے مذہب پر اعتماد نہیں اس کی حدیثوں پر کیونکر اعتماد کرتے ہو)

اسی سلسلہ میں محمد بن سعید مصلوب اور عبد اللہ بن مسور ابو جعفر المدنی بھی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ محمد بن سعید مصلوب کو وضع حدیث میں جو جرأت اور ریبا کی تھی اُس کا اندازہ شارح نووی کی اس عبارت سے ہو سکتا ہے قال خالد بن یزید سمعته یقول اذا کان کلام حسن لم ار باساً ان اجعل له اسناداً (یعنی خالد بن یزید کا بیان ہے کہ میں نے خود اُس کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب کوئی اچھا کلام مل جاتا ہے تو مجھے اس کے لئے اسناد گڑھ لینے میں ذرا بھی تامل نہیں ہوتا) اسی ضعف روایت کی وجہ سے مدلسین نے اس کے سینکڑوں نام بدلے ہیں تاکہ انھیں مصنوعی ناموں کے پردے میں اس کا عیب چھپ جائے اس کے ساتھ یہ مذہبی حیثیت سے بھی متہم تھا۔ چنانچہ محمد بن حنبل کا بیان ہے اس کو زندقہ کی تہمت میں ابو جعفر نے قتل[1] کر ڈالا۔ عبد اللہ بن مسور اگرچہ مذہبی حیثیت سے بدنام نہ تھا تاہم وضع حدیث میں وہ بھی محمد بن سعید کا ہم خیال تھا۔ حدثنا عثمان بن ابی شیبة قال نا جریر عن رقبة ان ابا جعفر الهاشمی المدنی کان یضع احادیث کلام حق ولیست من احادیث النبی صلی الله علیه وسلم وکان یرویها عن النبی صلی الله علیه وسلم (ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے اور اُن سے جریر نے رقبہ کے ذریعہ سے روایت کی کہ ابو جعفر ہاشمی مدنی اچھے کلام کو حدیث کے قالب میں ڈھال کر آنحضرتؐ سے روایت کرتا تھا حالانکہ وہ کلام حدیث نہیں ہوتے تھے) اسی طرح عبد القدوس شامی بھی عام طور پر کذاب خیال کیا جاتا تھا۔ حدثنی احمد بن یوسف الازدی قال سمعت عبد الرزاق یقول ما رأیت ابن المبارك یفصح بقوله کذاب الا لعبد القدوس فانی سمعت یقول له کذاب (مجھ سے احمد بن یوسف ازدی نے بیان کیا کہ میں نے عبد الرزاق سے سنا کہ ابن مبارک کسی شخص کو کذاب نہیں کہتے تھے لیکن میں نے اُن کو عبد القدوس کو کذاب کہتے ہوئے سنا) اسی فرقہ مبتدعہ میں روافض کا بھی شمار ہے بلکہ اہل حدیث زیادہ اسی گروہ سے نالاں ہیں۔ کیوں کہ یہی لوگ زیادہ تر اپنے مذہب کی تائید میں موضوع اور غلط حدیثیں روایت کرتے تھے چنانچہ اسی بنا پر امام شافعی ان کی حدیثوں کو مطلقاً دائرۂ اعتبار سے خارج سمجھتے ہیں حالاں کہ ان کو

[1] نووی صفحہ ۵۵

عام طور پر اہل بدعت کی روایتوں کے قبول کرنے میں اس قدر تشدد نہیں۔

حدثنی سلمة بن شبیب قال انا الحمیدی قال نا سفیان قال کان الناس یحملون عن جابر قبل ان یظھر ما اظھر فلما اظھر ما اظھر اتھمه الناس فی حدیثه وترکه بعض الناس فقیل له وما اظھر قال الایمان بالرجعة[1]۔

حدثنی حسن الحلوانی قال نا ابو یحیی الحمانی قال نا قبیصة واخوہ انھما سمعا الجراح بن ملیح یقول سمعت جابر بن یزید عندی سبعون الف حدیث عن ابی جعفر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کلھا۔

(مجھ سے سلمہ بن شبیب اور اُن سے حمیدی اور اُن سفیان نے بیان کیا کہ قبل اس کے کہ جابر اپنا خیال ظاہر کرے۔ لوگ اُس سے حدیثیں روایت کرتے تھے لیکن جب اُس نے اپنا خیال ظاہر کیا لوگ اس کو متہم کرتے تھے بلکہ بعض لوگوں نے اُس کو بالکل متروک الحدیث قرار دیا پھر اُن سے پوچھا گیا کہ اُس نے کیا خیال ظاہر کیا فرمایا ایمان بالرجعۃ۔

مجھ سے حسن حلوانی اور اُن سے ابو یحیی حمانی اور اُن سے قبیصہ اور اُن کے بھائی نے روایت کی کہ ہم دونوں نے جراح بن ملیح سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ میں نے خود جابر بن یزید سے یہ سُنا کہ میرے پاس ستر ہزار حدیثیں ہیں جو کل کی کل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ابو جعفر کے ذریعہ سے مروی ہیں)
لیکن بایں ہمہ ہم کو اس گروہ کا ممنون ہونا چاہئے کہ اُس نے علم حدیث کے متعلق قدما کی رائے میں ایک نہایت مفید انقلاب پیدا کر دیا چنانچہ اس کے پہلے اسناد کا اس قدر التزام نہ تھا یا تو کم از کم اُس کے متعلق اس قدر تشدد سے کام نہیں لیا جاتا تھا لیکن جب بدعت نے زیادہ زور پکڑا تو محدثین نے اس کی طرف خاص توجہ کی اور اُس کو لوازم مذہب سے قرار دیا۔ حدثنا ابو جعفر محمد بن الصباح قال ثنا اسمٰعیل بن زکریا عن عاصم الاحول عن ابن سیرین قال لم یکونوا یسئلون عن الاسناد فلما وقعت الفتنة قالوا سموا لنا رجالکم فینظر الی اھل السنة فیوخذ حدیثھم و ینظر الی اھل البدع فلا یوخذ حدیثھم (ہم سے ابو جعفر محمد بن الصباح

[1] روافض کا خیال ہے کہ حضرت علی بادلوں کے پردے میں چھپے ہوئے ہیں چنانچہ جب آسمان سے پکاریں گے تو ہم اُن کی اولاد کے ساتھ خروج کریں گے۔

اور اُن سے عاصم احول نے ابن سیرین سے روایت کی کہ لوگوں سے پہلے اسناد نہیں پوچھے جاتے تھے لیکن جب فتنہ پھیلا۔ تو لوگ کہنے لگے کہ ہم کو اپنے راویوں کے نام بتاؤ تاکہ اہل سنت کو دیکھ حدیثیں قبول کی جائیں اور اہل بدعت کی حدیثیں نہ لی جائیں۔)

سب سے بڑی بات یہ ہوئی کہ اسی گروہ کی برکت سے احادیث کی تالیف وتدوین کا سلسلہ قائم ہوا کیوں کہ عمرو بن عبید۔ جہم بن صفوان واصل بن عطار مقاتل بن سلیمان کے ظہور کا زمانہ وہ پُرآشوب زمانہ تھا جس میں ملکی انقلاب کا حشر برپا تھا حوادث زمانہ نے بنوامیہ کا دفتر الٹ کر بنی عباس کو صاحب تخت و تاج قرار دیا تھا علما و محدثین بھی اس قیامت خیز انقلاب سے محفوظ نہ تھے خراسانی لشکر نے سینکڑوں اہل علم کو تہ تیغ کر دیا تھا۔ اس لئے خوف تھا کہ ملکی تغیر کے ساتھ ان خانہ بر اندازوں کے خیالات سے اسلام کے اصلی عقائد میں کہیں انقلاب نہ پیدا ہو جائے اس بنا پر علما نے تدوین کتب کی طرف توجہ کی اور علوم شریعت صحابہ اور تابعین کے مقدس سینوں سے نکل کر منظر عام پر آگئے یہ سچ ہے کہ اس ذریعہ سے مسلمانوں کا اصلی جوہر (قوت حافظہ) مٹ گیا لیکن اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ آج ہمارے پاس جو کچھ بچا کھچا سرمایہ رہ گیا ہے وہ انھیں کوششوں کا نتیجہ ہے۔

بہر حال یہاں تک جو بحث تھی اس کا تعلق ایک خاص گروہ کے ساتھ لیکن لیکن عام بات جس کا تعلق ہر گروہ اور شخص کے ساتھ ہو سکتا ہے یہ ہے کہ کثرت روایت سے احتراز کیا جائے اور اسی کے ساتھ ہر شخص کے فہم و درایت کے موافق روایتیں کی جائیں اور عموماً ہر کس و ناکس سے روایتوں کے قبول کرنے میں سختی اور احتیاط سے کام لیا جائے چناں چہ صحابہ اور تابعین میں جو لوگ نکتہ سنج اور حقیقت شناس تھے وہ اس نکتے کو خوب سمجھتے تھے حدثنی یحییٰ بن یحییٰ قال انا ہشیم عن سلیمن التیمی عن ابی عثمان النھدی قال قال عمر ابن الخطاب بحسب المرء من الکذب ان یحدث بکل ما سمع (مجھ سے یحییٰ بن یحییٰ نے روایت کی کہ ہم کو ہشیم نے سلیمان تیمی سے اور ان سے ابی عثمان نہدی نے خبر دی کہ حضرت عمر ابن الخطاب فرماتے تھے کہ آدمی کے لئے یہی جھوٹ بہت ہے کہ جو کچھ سنے اس کو روایت کر دے)

حدثنی ابو الطاہر احمد بن عمرو بن عبد اللہ بن عمرو بن سرح قال انا ابن وھب قال قال لی مالک اعلم انہ لیس یسلم

رجل یحدث بکل ما سمع ولا یکون اماما وھو یحدث بکل ما سمع (ہم سے ابوطاہر احمد بن عمرو عبداللہ بن عمرو بن سرح نے روایت کی کہ ہم کو ابن وہب نے خبر دی کہ مجھ سے امام مالک نے فرمایا کہ تم خوب سمجھ لو کہ جو شخص جو کچھ سنتا ہے اور اس کی روایت کرتا ہے وہ خطا سے نہیں بچ سکتا اور وہ شخص امام نہیں ہو سکتا)

حدثنی ابو الطاہر وحرملۃ بن یحیی قال انا ابن وھب قال اخبرنی یونس عن ابن شھاب عن عبید اللہ ابن عبد اللہ بن عتبۃ ان عبد اللہ بن مسعود قال ما انت بمحدث قوما حدیثا لا تبلغہ عقولھم الا کان لبعضھم فتنۃ (ہم سے ابو الطاہر اور حرملہ بن یحیٰی نے روایت کی کہ ہم دونوں کو ابن وہب نے خبر دی کہ ہم سے یونس نے اور ان سے ابن شہاب نے اور ان سے عبید اللہ ابن عبد اللہ بن عتبہ نے روایت کی کہ عبد اللہ بن مسعود فرماتے تھے کہ جب تم کسی قوم کے سامنے عقل سے باہر حدیث بیان کرو گے تو وہ یقیناً ان میں سے بعض کے لئے فتنہ وفساد ہوگی)

حدثنی الفضل بن سھل قال حدثنی عفان بن مسلم قال انا ھمام قال قدم علینا ابوداود الاعمی فجعل یقول ثنا البراء ثنا زید بن ارقم فذکرنا ذلک لقتادۃ فقال کذب ما سمع منھم انما کان ذلک سائلا یتکفف الناس زمن الطاعون الجارف (مجھ سے فضل بن سہل نے بیان کیا کہ مجھ سے عفان بن مسلم نے روایت کہ ہم کو ہمام نے خبر دی کہ میرے پاس ابوداؤد اعمی آئے اور کہنے لگے کہ مجھ سے براء نے حدیث بیان کی اور زید بن ارقم نے حدیث بیان کی تو میں نے اس کا ذکر قتادہ کے سامنے کیا انھوں نے کہا وہ جھوٹ کہتا ہے اس نے ان کسی سے نہیں سنا وہ طاعون جارف کے زمانے میں لوگوں سے بھیک مانگا کرتا تھا۔)

درحقیقت قدما کے یہ اقوال بالکل دوراندیشی پر مبنی ہیں کیوں کہ عادۃً ہر شخص جھوٹی سچی باتیں سنا کرتا ہے اس لئے کثر روایت سے کوئی شخص جھوٹ سے نہیں بچ سکتا اسی طرح بہت سی حدیثیں عام لوگوں کے دائرۂ عقل سے خارج ہوتی ہیں اس لئے ان کے سامنے اس قسم کی حدیثوں کے بیان کرنے میں نہایت دقیق اور خطرناک غلطیوں کا احتمال ہے۔

انھیں عام غلطیوں میں تدلیس اور واقعہ تاریخی کے خلاف روایتیں بھی ہیں تدلیس کی بہت سی صورتیں ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اکثر لوگ

روایت حدیث میں مجہول اور ضعیف ہوتے تھے اس لئے اکثر رواۃ ان کے عیوب کی پردہ پوشی کے لئے اُن کے نام کو کنیت اور کنیت کو نام سے بدل کر روایت کیا کرتے تھے تاکہ وہ لوگ جس نام اور کنیت کے ساتھ مشہور ہیں اُن میں التباس اور اشتباہ پیدا ہو جائے اسی طرح بہت سے لوگ واقعہ تاریخ کے خلاف روایتیں کیا کرتے تھے

حدثنا اسحق بن ابراھیم الحنظلی قال سمعت بعض اصحاب عبد اللہ قال قال ابن المبارك نعم الرجل بقیۃ لولا انه یکنی الاسامی ویسمی الکنی کان دھرا یحدثنا عن ابی سعید الوحاظی فاذا ھو عبد القدوس (ہم سے اسحاق بن ابراہیم حنظلی نے روایت کی کہ میں نے عبد اللہ ابن مبارک کے بعض اصحاب سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ بقیہ کیا اچھا آدمی تھا اگر وہ ناموں کو کنیت اور کنیت کو ناموں سے نہ بدلتا ایک زمانے تک وہ ابو سعید خاطی سے روایت کرتا تھا آخر وہ عبد القدوس نکلا)

حدثنی عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی قال سمعت ابا نعیم وذکر المعلی بن عرفان فقال قال حدثنا ابو وائل قال خرج علینا ابن مسعود بصفین فقال ابو نعیم اتراہ بعث بعد الموت (ہم سے عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی نے روایت کی کہ میں نے ابو نعیم سے معلی بن عرفان کا ذکر سنا وہ فرماتے تھے کہ معلی نے ہم سے ابو وائل کی سند سے روایت کی کہ ہم پر حضرت ابن مسعود نے جنگ صفین میں چڑھائی کی۔ راوی کا بیان ہے کہ ابو نعیم نے اُن سے کہا کہ کیا تمہارے نزدیک وہ قبر سے اُٹھ کر آئے تھے)

مطلب یہ کہ معلی نے ابو وائل کی طرف اس حدیث کی غلط نسبت کی کیوں کہ حضرت ابن مسعود نے حضرت عثمانؓ کی خلافت کے ختم ہونے سے تیس برس پہلے ۳۲ھ یا ۳۳ھ ہجری میں وفات پائی اور جنگ صفین حضرت علیؓ کے زمانے میں واقع ہوئی اس لئے ابو وائل جیسے ثقہ اور ضابط شخص ایسی خلاف عقل حدیث کیونکر روایت کر سکتے تھے ان تحقیقات کے بعد امام صاحب نے معنعن حدیث کی بحث چھیڑی ہے اور نہایت سختی کے ساتھ امام بخاری کے مذہب کو باطل کیا ہے معنعن روایتوں کے متعلق محدثین کی رائیں نہایت مختلف ہیں امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ راوی اور مروی عنہ میں ملاقات ثابت ہونی چاہیے متاخرین نے اس سے بھی

زیادہ سختی سے کام لیا ہے چنانچہ قابسی کے نزدیک مطلق لقا بھی کافی نہیں۔ بلکہ اچھی طرح ملاقات کرنی چاہیے، ابو المظفر سمعانی نے امتداد صحبت کی قید لگائی ابو عمرو الدانی المقری سنے ان تمام شرائط پر اس شرط کا بھی اضافہ کیا ہے کہ دونوں میں روایت بھی ثابت ہو لیکن امام مسلم کے نزدیک صرف راوی اور مروی عنہ کی ہمعصری اور امکان ملاقات صحت روایت کے لئے کافی ہو سکتا ہے بشرطیکہ راوی مدلس نہ ہو۔

اور ایک عجیب بات یہ ہے کہ اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے ان کا استدلال یہ ہے کہ بثبوت لقا کے بعد معنعن روایت عموماً متصل الاسناد سمجھی جاتی ہے حالاں کہ اس صورت میں ارسال کا احتمال قائم رہتا ہے۔ فرض کرو زید نے عمرو سے عمرو نے بکر سے روایت کی زید اور عمر میں لقا بھی ثابت ہے زید ثقہ بھی ہے لیکن پھر بھی یہ احتمال باقی ہے کہ زید اور عمرو کے درمیان میں کوئی واسطہ ہو مگر صحت روایت پر اس کا کچھ اثر نہیں پڑتا اسی طرح امکان لقا کی صورت میں راوی کے غیر مدلس اور ثقہ ثابت ہونے کے بعد ارسال اور انقطاع کا شبہ قابل اعتبار نہیں لیکن درحقیقت امام صاحب کا یہ مذہب صحیح نہیں کیوں کہ جب راوی ثقہ اور غیر مدلس ہے اور لقا بھی ثابت ہے تو اس صورت میں ظن غالب ہے کہ وہ بلا واسطہ روایت کرتا ہے کیونکہ ثقہ اور غیر مدلس راویوں کے حالات کے تتبع سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس طور پر حدیثیں اسی وقت روایت کرتے تھے جب بذات خود سن لیتے تھے لیکن عدم لقا کی صورت میں اس قسم کا غلبہ ظن نہیں پیدا ہو سکتا۔ اب اس تحقیق کے بعد ہم مسلم کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

صحیح مسلم
اور
اس کی خصوصیات

اوپر گزر چکا ہے کہ امام صاحب نے جس زمانے میں صحیح مسلم کو مرتب کیا اس میں موضوع ضعیف غلط ہر قسم کی حدیثیں موجود تھیں اس بنا پر انھوں نے صحیح کے مقدمہ میں احادیث کی تین قسمیں اور راویوں کے تین طبقے قرار دیئے ہیں۔

۱۔ وہ حدیثیں جو بالکل صحیح ہوں اور اُن کے رواۃ عموماً متقی۔ حافظ۔ ضابطہ اور ثقہ تسلیم کئے گئے ہوں۔

۲۔ وہ حدیثیں جن کے رواۃ باعتبار ثقاہت وحفظ و اتقان کے پہلے قسم کے راویوں سے کم درجہ رکھتے ہوں۔

۳۔ وہ حدیثیں جن کے رواۃ کو عموماً یا اکثر محدثین نے مردود قرار دیا ہو اور تصریح کی ہے کہ میں پہلی قسم کی حدیثوں کے بعد دوسری قسم کی روایتوں کو درج کروں گا لیکن مجھ سے تیسری قسم کی حدیثوں سے کچھ تعلق نہیں اس تصریح کے موافق طبقہ ثالثہ کی روایتوں کے متعلق تو کوئی اختلاف نہیں ہو سکتا تھا۔ البتہ اس مسئلہ میں اہل علم نہایت مختلف الرائے ہیں کہ صحیح مسلم میں دوسرے طبقے کی حدیثیں درج ہوئیں یا نہیں؟

حافظ ابو عبد اللہ حاکم اور حافظ ابو بکر بیہقی کا خیال ہے کہ امام صاحب کو موت نے دوسرے طبقے کی حدیثوں کے تخریج کا موقع نہیں دیا اس لئے صحیح مسلم میں صرف طبقے اولیٰ کی حدیثیں درج ہو سکیں امام ابو سفیان کا (جو خود امام صاحب کے ہم صحبت ہیں) بیان ہے کہ امام صاحب نے ہر طبقہ کے لئے الگ الگ کتابیں مرتب کیں اور ان میں بالاستقلال ہر طبقہ کی روایتیں جمع کیں چنانچہ انھیں کتابوں میں سے ایک صحیح مسلم بھی ہے۔

لیکن قاضی عیاض کی تحقیق یہ ہے کہ صحیح مسلم میں دونوں طبقے کی حدیثیں موجود ہیں البتہ فرق یہ ہے کہ دوسرے قسم کی حدیثیں متابعۃً یا استشہاداً درج کی گئی ہیں اسی طرح ان ابواب میں بھی اس قسم کی حدیثیں آگئی ہیں جن میں پہلے طبقے کی حدیثیں دستیاب نہ ہو سکیں اسی طور پر اُن راویوں کی روایتوں سے بھی تعرض کیا گیا ہے جن کو بعض محدثین نے معتبر اور بعض نے غیر معتبر قرار دیا ہے یا یہ کہ اُن کے رواۃ متہم بالبدعتہ ہیں جیسا کہ خود امام بخاری نے کیا ہے اس تحقیق کے موافق صحیح مسلم میں بجز ان حدیثوں کے جن کے رواۃ کو عموماً یا اکثر محدثین نے مردود قرار دیا ہے۔ ہر قسم کی روایتیں درج ہیں۔

بہر حال صحیح یعنی پہلی قسم کی حدیثوں میں امام صاحب کی شرط یہ ہے کہ حدیث متصل الاسناد ہو شروع سے اخیر تک ثقہ راویوں کے ذریعہ سے مروی ہو۔ شذوذ و علت سے خالی ہو اس میں امام صاحب کی خصوصیت نہیں بلکہ عموماً محدثین کے نزدیک جب کسی حدیث میں یہ تمام شروط پائے جاتے ہیں تو وہ صحیح تسلیم کی جاتی ہے البتہ اختلاف اُس وقت ہوتا ہے جب ان شرائط میں سے کوئی شرط موجود نہ ہو

اور ان میں باہم اس شرط کے اشتراط میں اختلاف ہو۔ زیادہ تر اختلاف ان روایتوں میں ہوتا ہے جن میں ایک فریق کے نزدیک صحیح کے تمام شرائط موجود ہوں اور دوسرے کے نزدیک معدوم مثلاً امام بخاری کے نزدیک ابو زبیر مکی سہیل بن ابی صالح۔ حماد بن سلمہ وغیرہ میں صحیح کے تمام شرائط موجود نہیں اس لئے وہ ان سے روایت نہیں کرتے اس کے بخلاف یہ لوگ امام مسلم کے نزدیک قابل اعتبار ہیں اسی طرح عکرمہ عمرو بن مرزوق سے امام بخاری روایت کرتے ہیں لیکن امام مسلم اُن کو قابل روایت نہیں قرار دیتے اسی بنا پر امام مسلم نے امام بخاری کے چار سو چونتیس راویوں سے اور امام بخاری نے امام مسلم کے چھ سو پچیس راویوں سے روایت نہیں کی۔

اس موقع پر اگرچہ اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ بخاری کو قوت اسناد کے لحاظ سے مسلم پر ترجیح ہے تاہم مسلم میں بھی چند خصوصیتیں ایسی پائی جاتی ہیں جو بخاری کے مقابل میں مرجحانہ حیثیت سے پیش کی جا سکتی ہیں چنانچہ ہم ان کو ایک خاص ترتیب سے درج کرتے ہیں۔

حُسن ترتیب

۱۔ مسلم کو جن حیثیتوں سے ایک بے نظیر تصنیف کا خطاب دیا گیا ہے ان میں ایک وصف اس کتاب کی طرز ادا اور حُسن ترتیب ہے امام بخاری نے اگرچہ روایتوں کی تنقید میں نہایت احتیاط اور نکتہ سنجی سے کام کیا ہے تاہم چونکہ وہ متون حدیث سے ایک خاص نتیجہ پیدا کرنا چاہتے ہیں اس لئے اور احادیث کو متعدد طریقوں سے مختلف بابوں میں درج کرتے ہیں بلکہ اکثر احادیث کو ان ابواب میں درج کر دیتے ہیں جو بظاہر اُن کے بالکل مناسب نہیں ہوتے اس لحاظ سے بخاری میں اس قدر سوء ترتیبی پیدا ہو گئی ہے کہ متاخرین کے ایک گروہ نے بخاری کی اُن روایتوں کا کلیتہً انکار کر دیا۔ جو نامناسب ابواب میں درج تھیں۔ کیوں کہ ابواب کے عدم تناسب اور غیر موزونی سے اُن کی طرف خیال بھی مائل نہیں ہو سکتا اس کے بخلاف امام مسلم ہر حدیث کو ایک خاص و مناسب باب میں درج کرتے ہیں اور اسی کے ساتھ طرق مختلفہ اور اسانید کی تشریح اور رواۃ کے خاص خاص الفاظ کی طرف بھی اشارہ کرتے جاتے ہیں اس لئے مسلم میں حُسن ترتیب کے ساتھ احادیث کی تحقیق اور تفتیش کا موقع بھی نہایت آسانی سے مل سکتا ہے۔

۲۔ امام بخاری چونکہ فقہی مسائل کے استنباط کی غرض سے احادیث پر مجتہدانہ نظر ڈالتے ہیں اس لئے اسناد کے متصل ہونے کا بہت کم خیال رکھتے ہیں چنانچہ بخاری میں غیر مسند روایتیں اور تعلیقات کی کثرت اسی کا نتیجہ ہے اسی طرح وہ اجتہاد کے موقعوں پر اکثر ان احادیث کی طرف جو پہلے گذر چکے ہیں نہایت خفیف اشارہ کرتے جاتے ہیں اس بنا پر اس طریقے سے اگرچہ ان کی دقت نظر اور اجتہادی قوت کا پتہ چلتا ہے اور وہ حدیثیں بھی درحقیقت متصل الاسناد اور صحیح ہوتی ہیں تاہم بظاہر ان کے متعلق بہت سے خدشے پیدا ہو جاتے ہیں چنانچہ ابن حزم ظاہری نے حرمت ملاہی کا اسی بنا پر انکار کر دیا کہ بخاری میں اس کے متعلق جو حدیث مروی ہے وہ منقطع یعنی معلق ہے لیکن امام مسلم نے چونکہ احادیث کو محض محدثانہ حیثیت سے دیکھا ہے اس لئے مسلم میں یہ ظاہری فروگذاشت بہت کم نظر آتے ہیں چنانچہ تحقیقی رائے کے موافق اس میں صرف بارہ جگہ تعلیقات یعنی منقطع روایتیں پائی جاتی ہیں۔

۳۔ امام بخاری اہل شام سے جو روایتیں کرتے ہیں ان کے نام و کیفیت میں اکثر ان کو اشتباہ ہوتا ہے یہاں تک کہ نام اور کنیت کے لحاظ سے ان کو مختلف موقعوں پر دو شخص سمجھ جاتے ہیں لیکن امام مسلم کو کسی موقع پر اس قسم کا دھوکا نہیں ہوا اس سے امام صاحب کے قوت ممیزہ اور وسعت نظر کا پتہ چلتا ہے۔

۴۔ بخاری کی حدیثوں میں تقدیم و تاخیر حذف اور اسقاط کی وجہ سے اکثر تعقید اور پیچیدگیاں پیدا ہو گئی ہیں لیکن مسلم کے نشست الفاظ میں کہیں اس قسم کی تعقید نہیں پائی جاتی یہ سچ ہے کہ بخاری کی دوسری روایتوں کی اعانت سے تعقید کی یہ گرہ کھل جاتی ہے تاہم اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ مسلم کا طرز ادا بخاری کی بہ نسبت زیادہ صاف و اضح اور قریب الفہم ہے ان خصوصیتوں کے علاوہ امام صاحب نے عموماً صحیح مسلم میں حزم اور احتیاط کے جو پہلو اختیار کئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ محدثین کی درس گاہ میں عموماً درس و تدریس کے دو طریقے معین تھے ایک تو یہ کہ اساتذہ خود حدیثوں کو پڑھتے تھے اور ساتھ ساتھ اس کی تشریح بھی کرتے جاتے تھے دوسرے یہ کہ اساتذہ اپنے مجموعہ حدیث کو خود شاگرد کے ہاتھ میں دے اس کو پڑھتا تھا اور شیخ کو محض تشریح مطلب کی زحمت گوارا کرنی پڑتی ان دونوں طریقوں سے اگرچہ احادیث کی صحت اور قطعیت پر کیا دیانہ اثر پڑتا ہے تاہم راویانہ حیثیت سے یہ بحث آپڑتی ہے کہ دوسری قسم کی حدیثوں

کو "حدثنا" کے ساتھ روایت کر سکتے ہیں یا نہیں؟
امام بخاری امام زہری یحییٰ بن سعید قطان وغیرہ کے نزدیک اس لفظ کے ساتھ روایت کر سکتے ہیں لیکن محدثین کا ایک بہت بڑا گروہ جن میں امام شافعی امام اوزاعی امام نسائی جیسے اکابر فن داخل ہیں ان دونوں قسموں میں تفریق کرتا ہے اور دوسری قسم کی روایتوں کو صرف لفظ "اخبرنا" سے جائز رکھتا ہے امام مسلم بھی انھیں بزرگوں کے ہم خیال ہیں اس لئے ہم دکھانا چاہتے ہیں کہ یہ طریقہ کس قدر حزم احتیاط اور دور اندیشی پر مبنی ہے۔
اس مسئلے کے طے کرنے کے لئے سب سے پہلے لفظ "حدیث اور خبر" کی حقیقت پر غور کرنا چاہیے خبر ایک عام لفظ ہے کیونکہ اس کے لئے بالذات یا بواسطہ محض اظہار واقعہ کی ضرورت ہے اس کے بخلاف حدیث (گفتگو) ایک ایسی چیز ہیں کہ اس کا وجود بغیر اپنی زبان کے ہو ہی نہیں سکتا اور اگر دوسرے ذریعہ سے ہو تو وہ محض ترجمانی یا اخبار ہوگا اس بنا پر صرف انھیں حدیثوں کو "حدثنا" سے روایت کر سکتے ہیں جن کو شیخ نے خاص اپنی زبان سے بیان کیا ہو۔
۲۔ اکثر روایتوں میں راویوں کے الفاظ میں حدیث کے بعض حروف اور رواۃ کے اوصاف اور نام و نسب میں اختلاف ہو جاتا ہے اس لئے امام صاحب نہایت احتیاط کے ساتھ ہر ایک کی تفصیل کر دیتے ہیں جس سے متعدد نتائج پیدا ہوتے ہیں اولاً تو خود امام صاحب کی وسعت نظر اور صداقت کا پتہ چلتا ہے دوسرے یہ کہ اختلاف لفظ کی وجہ سے بعض موقعوں پر معنوی اختلاف بھی پیدا ہو جاتا ہے۔
۳۔ محدثین کے زمانے میں علم حدیث کی وسعت نے بعض ایسے مجموعے پیدا کر دیئے تھے جن میں صرف ایک ہی روایت اور ایک ہی اسناد سے تمام حدیثیں مروی ہوتی تھیں اس لئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس قسم کے مجموعوں سے متعدد روایتیں کی جائیں تو بوقت روایت ہر حدیث کے لئے تجدید اسناد کی ضرورت ہوگی احادیث کے متحد الاسناد ہونے کی وجہ سے بعد کی دوسری حدیثیں اسی پہلی اسناد پر محمول کر دی جائیں گی۔ وکیع بن جراح اور یحییٰ بن معین کے نزدیک تجدید اسناد کی کوئی ضرورت نہیں لیکن استاذ ابو اسحٰق اسفرائینی جو اصول حدیث کے بہت بڑے امام ہیں اس کو ناجائز قرار دیتے ہیں اور ہر حدیث کو بتجدید اسناد روایت کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔
امام مسلم بھی انھیں کے ہم زبان ہیں اور اپنی خاص روایتوں میں اس کی تفریق

کر دیتے ہیں۔ چناں چہ صحیفۂ ابن ہمام سے جو روایتیں کی ہیں اسی اصول پر کی ہیں اب غور کرنا چاہیئے کہ جاہیے کہ امام صاحب کا یہ طرز عمل کس قدر دور اندیشی پر مبنی ہے اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ تجدید اسناد سے راوی کی احتیاط اور دیانت کا ٹھیک پتہ چل جاتا ہے لیکن اس سے قطع نظر کر کے اگر عام طور پر اس طریقہ سے سہل انگاری کی جائے تو آیندہ چل کر رواۃ کی بے احتیاطی سے اکثر حدیثوں میں اختلاط پیدا ہو جائے اس لئے صداقت اور تورع کے علاوہ امام صاحب کا یہ اصول بالکل عقل کے موافق ہے۔

۴۔ امام صاحب احادیث کی رواۃ میں اس قدر پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہیں کہ لغزش کا گمان بھی نہیں ہو سکتا چناں چہ سلسلۂ روایت میں ایک موقع پر سلیمان بن بلال اور یحییٰ بن سعید کا نام آگیا ہے لیکن چونکہ امام صاحب نے اپنے شیخ سے ان راویوں کا نام بقید نسب نہیں سنا تھا اس لئے سلسلۂ روایت میں ان کے نسب کا ذکر اس تصریح کے ساتھ کیا ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خود امام صاحب کا ذاتی اضافہ ہے۔ اس سے امام صاحب کی صداقت اور دیانت کا پتہ چلتا ہے۔

صحیح مسلم کا طریق روایت

ان اصول اور شرائط ہی کے لحاظ سے صحیح ایک بے نظیر اور مستند تصنیف نہیں بلکہ وہ جن ذرائع سے ہم تک پہنچی ہے ان میں بھی وہی قطعیت اور ثبوت پائی جاتی ہے جو اس کتاب کے لئے موزوں تھی عام طور پر جن بزرگوں کی متصل الاسناد روایتوں کے ذریعہ سے اس کتاب نے شہرت پائی ہے اُن کے نام یہ ہیں :۔

ابو اسحٰق ابراہیم بن محمد بن سفیان ابو احمد بن عیسیٰ الجلوی ابو الحسین عبد الغافر فارسی ابو عبد اللہ محمد بن الفضل فراوی امام فقیہ الحرمین ابو الفتح منصور بن عبد المنعم الفراوی ابو اسحٰق ابراہیم بن ابی حفص عمرو بن مفر الواسطی ان بزرگوں میں سب سے پہلے امام ابو اسحٰق ابراہیم محمد بن سفین نے خود امام مسلم سے روایت کی اس کے بعد علی سبیل الترتیب یہ مبارک سلسلہ امام ابو اسحٰق واسطی تک پہنچا چناں چہ شیخ محی الدین نووی شارح مسلم نے جامع دمشق میں انھیں سے پوری کتاب کی سماعت کی ان بزرگوں میں فضل و کمال اور ثقاہت کے علاوہ جو بات خاص

لحاظ کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ یہ تمام اصحاب نیشاپوری اور سن رسیدہ ہیں۔ ان میں اگرچہ امام ابو اسحٰق ابراہیم واسطی ہیں لیکن چوں کہ انھوں نے ایک مدت تک نیشاپور میں اقامت کی ہے اس لئے یہ بھی درحقیقت اسی سلسلہ میں داخل ہیں طریق روایت کی اس خصوصیت نے مسلم کو اور بھی قطعی اور یقینی بنا دیا ہے لیکن اس کے علاوہ اہل مغرب کے نزدیک یہ کتاب ابی محمد علی القلانسی کی روایت سے بھی مشہور ہے ابو محمد قلانسی سے ابوبکر احمد بن یحیٰی کے توسط سے ابی العلاء عبدالوہاب بن عیسیٰ نے روایت کی تھی چناں چہ ابوعبداللہ محمد بن یحیٰی نے مصر میں اُن سے اس کتاب کی سماعت کی اور اُس کو خاص اپنی روایت کے ذریعہ سے مغرب میں پہنچایا مگر مغرب کے سوا یہ طریقہ روایت عام طور پر نہ پھیل سکا۔ اس لئے تمام تر دارومدار ابو اسحٰق ابراہیم بن سفیان کی روایت پر آجاتا ہے

صحیح مُسلم کے شروح وغیرہ

صحیح مسلم کی شہرت اور مقبولیت کا اندازہ اس امر سے بھی ہو سکتا ہے کہ تعلیقات اور شروح کے علاوہ اہل علم کے ایک بہت بڑے گروہ نے (جن میں وہ اصحاب بھی شامل ہیں جنھوں نے مسلم کے اکثر شیوخ کی آنکھیں دیکھی تھیں) مسلم کے طرز پر نہایت کثرت سے کتابیں لکھیں اور مسلم کی احادیث کو خاص اپنی اسانید سے جمع کیا ان کتابوں میں اگرچہ مسلم کی خصوصیتیں نہ پیدا ہو سکیں تاہم چونکہ اُسی پیمانہ پر لکھی گئی تھیں اس لئے صحت اور قطعیت کی جھلک ان میں بھی نظر آتی ہے اور اسی کے ساتھ چوں کہ وہ لوگ اپنی خاص خاص اسانید سے روایتیں کرتے ہیں اس لئے روایت کے متعدد طریقے پیدا ہو جاتے ہیں اور اس ذریعہ سے عاد اسناد کے ساتھ احادیث میں نہایت قوت آجاتی ہے چنانچہ ان میں چند کتابیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

تخریج ابی جعفر احمد بن احمدان بن علی النیشافوری المتوفی سنہ ۳۱۱ھ

تخریج ابی نصر محمد بن محمد الطوسی الشافعی المتوفی سنہ ۳۴۴ھ

مسند الصحیح لابی بکر محمد بن محمد النیشاپوری الاسفرائینی المتوفی سنہ ۳۱۶ھ

مختصر المسند الصحیح علی مسلم للحافظ ابی عوانیۃ لیعقوب بن اسحٰق الاسفرائینی

المتوفی ۳۱۶ھ

تخریج ابی حامد احمد بن محمد الشار کی الفقیہ الشافعی الہروی المتوفی ۳۰۸ھ

مسند صحیح لابی بکر محمد بن عبداللہ الجوزقی النیشا بوری الشافعی المتوفی ۳۸۸ھ

المسند المستخرج علی کتاب مسلم للحافظ ابی نعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی المتوفی ۴۳۰ھ

المخرج علی صحیح مسلم لابی الولید حسان بن محمد القرشی الفقیہ الشافعی المتوفی ۳۴۹ھ

شروح کی تعداد ان کتابوں سے بھی زیادہ ہے اور اُن میں بعض شرحیں قاضی عیاض اور امام جلال الدین سیوطی جیسے ائمہ فن کے قلم سے نکلی ہیں لیکن آج کل عام طور پر شیخ محی الدین نووی کی شرح زیادہ مشہور اور عام طور پر متداول ہے شروح کی کثرت کے ساتھ شراح کے سلسلے میں شافعی، مالکی حنفی غرض ہر مذہب کے لوگ داخل ہیں اس سے قیاس ہوتا ہے کہ ہر فرقہ بلا تخصیص مذہب مسلم کو وقعت سے دیکھتا ہے۔

صحیح مسلم پر اعتراضات

اہل فن نے تنقیدی حیثیت سے مسلم پر جو نکتہ چینیاں کی ہیں وہ اگرچہ اس کی خوبیوں کے مقابل میں اس قدر کم وقعت اور بے حقیقت ہیں کہ اُن کی طرف خیال بھی نہیں مائل ہو سکتا۔ تاہم چونکہ اس سے اس امر کا اندازہ ہوگا کہ مسلم کی صحت اور خصوصیات کے مقابل میں جب اس زمانے میں اس سے زیادہ نہ ہو سکا تو اب اس سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا اس لئے ہم خاص طور پر اُن کا ذکر کرتے ہیں۔

مسلم پر ایک عام اعتراض جس میں امام بخاری بھی شامل ہیں یہ ہے کہ امام مسلم اور بخاری نے بہت سی ایسی حدیثوں کو چھوڑ دیا جن کے راویوں کی سند سے اور خود صحیحین میں روایت کرتے ہیں یہاں تک کہ اکثر ان حدیثوں سے بھی اعراض کر گئے جن کو صحابہ کی ایک جماعت نے خود آنحضرت سے روایت کی تھی اور صحابہ کے بعد وہ حدیثیں نہایت صحیح طور پر مروی ہوئیں اس بڑھ کر یہ کہ صحیفہ ابن ہمام کو یہ دونوں بزرگ بالاتفاق صحیح تسلیم کرتے ہیں لیکن روایتوں میں خاص خاص حدیثیں منتخب کر لیتے ہیں حالاں کہ صحت اور قطعیت میں وہ تمام مساوی ہیں اس لحاظ سے بخاری اور

مسلم کو احادیث صحیحہ کا کامل مجموعہ نہیں کہا جا سکتا اس کے علاوہ مسلم نے ضعفاء اور طبقہ ثانیہ
کے رواۃ سے بھی روایتیں کی ہیں حالانکہ صحیح مسلم میں طبقۂ اولیٰ کی روایتوں کا التزام کیا گیا ہے
امام ابوالحسن دارقطنی نے خاص اس موضوع پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام
استدراکات والتتبع ہے اس میں انھوں نے استقرا کر کے صحیحین کے ان روایتوں کی
تعداد دو سو بتائی ہے لیکن یہ اعتراضات درحقیقت محض عامیانہ اعتراضات
ہیں کیوں کہ بخاری اور مسلم کو اگر احادیث صحیحہ کا مجموعہ تسلیم کیا گیا ہے تو صرف اس
بنا پر تسلیم کیا گیا ہے کہ ان میں جو حدیثیں درج ہیں وہ تمام صحیح اور منقح ہیں اس لئے
اگر تمام صحیح حدیثیں ان کتابوں میں نہ درج ہو سکیں تو ان پر کوئی الزام نہیں آ سکتا۔
کیونکہ ان میں تمام صحیح حدیثوں کا حصر مقصود نہیں اسی طرح مسلم پر ضعف رواۃ اور عدم صحت
کا الزام بھی نہیں دیا جا سکتا کیونکہ انھوں نے اس قسم کی روایتوں کو متابعات اور
شواہد کے سلسلے میں قوت اسناد کے لئے درج کر دیا ہے اس لئے اس ذریعہ سے اصل
حدیث پر کوئی حرف نہیں آ سکتا اور اس کے ساتھ اکثر راویوں کا ضعف امام
صاحب کی روایت کے بعد ظاہر ہوا ہے چنانچہ احمد بن عبدالرحمٰن بن وہب اسی قسم کے راوی
ہیں اس لئے اس ضعف کا اثر خود امام صاحب کی روایت پر نہیں پڑ سکتا۔

ان اعتراضات سے قطع نظر کر کے جو بات خاص لحاظ کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ
معنعن روایتوں کے متعلق اگرچہ امام صاحب کا مذہب صحیح نہیں تاہم اس کا اثر خود ان کی
کتاب پر کچھ نہیں پڑ سکتا کیونکہ طرق روایت کی کثرت سے صحیح مسلم میں کوئی ایسی
حدیث نہیں مل سکتی جس میں اس غلط اصول پر عمل کیا گیا ہو چنانچہ نووی شرح
مسلم میں ہے وان کنا لانحکم علی مسلم بعمله فی صحیحه بهذا المذهب
لکونه یجمع طرقا کثیرة معها وجود هذا الحکم۔

بہر حال ان معمولی اعتراضات کی بنا پر مسلم کی صحت۔ تنقید اور احتیاط
کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

تمام شد

مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

صحیح بخاری جیسی صحیح کتاب

صحیح مسلم

مکمل

مع شرح نووی مترجم

امام مسلم کی جمع کردہ بارہ ہزار احادیث نبوی کا قابل قدر بیش بہا مجموعہ

اصل عربی مع مقابل اردو ترجمہ از حضرت مولانا وحید الزمان صاحب

جو صحت و طباعت میں بے مثل و بے نظیر ہے

۶ جلدوں میں کامل

جلد اول

طابع و ناشر

مکتبہ سعودیہ آرام باغ میدان حدیث منزل کراچی فون ۳۶۰۰۰

قیمت فی جلد آٹھ روپے

بار دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝

امام المحدثین حجۃ الاسلام حضرت امام مسلمؒ کے مختصر حالاتِ زندگی

حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ محدثین کرام میں جو بلند پایہ رکھتے ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں ہے علمائے اسلام کا اگرچہ متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ اسلام میں قرآن مجید کے بعد پہلا مرتبہ صحیح بخاری شریف کا ہے اور پھر صحیح مسلم شریف کا جس سے صحیح مسلم کے جامع حضرت امام مسلمؒ کی عظمت کا کافی اندازہ ہو جاتا ہے۔ لیکن بعض علماء کا خیال یہ بھی ہے کہ صحیح مسلم شریف کا درجہ اگر بخاری شریف سے بلند نہیں تو مساوی ضرور ہے کیونکہ صحیح مسلم شریف کی احادیث کافی تحقیقات کے بعد جمع کی گئی ہیں۔ اور بعض اعتبارات سے تحقیقات میں حضرت امام مسلمؒ کا درجہ حضرت امام بخاریؒ سے بڑھا ہوا ہے۔

بہر نوع حضرت امام مسلمؒ کا پایہ محدثین کرام میں اس قدر بلند ہے کہ اس درجہ پر امام بخاری کے سوا کوئی دوسرا محدث نہیں پہنچا اور ان کی کتاب صحیح مسلم شریف اس قدر بلند پایہ کتاب ہے کہ بخاری کے سوا کوئی کتاب اس کے سامنے نہیں رکھی جا سکتی۔

خاندان اور سلسلۂ نسب پیدائش اور وفات

حضرت امام مسلمؒ کا پورا نام ابو الحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری بن دروین تھا۔ ابو الحسین آپ کی کنیت تھی اور عساکر الدین لقب تھا۔ قبیلہ بنو قشیر سے آپ تعلق رکھتے تھے جو عرب کا ایک مشہور خاندان تھا اور خراسان کا مشہور شہر نیشاپور آپ کا وطن تھا۔

حضرت امام مسلمؒ ۲۰۳ھ یا ۲۰۶ھ میں باختلاف اقوال پیدا ہوئے لیکن اکثر علماء اور مورخین کی تحقیقات یہ ہے کہ آپ کا سنہ ولادت ۲۰۶ھ زیادہ معتبر ہے۔ حضرت امام نووی شارح صحیح مسلم لکھتے ہیں کہ حضرت امام مسلمؒ ۲۰۶ھ میں پیدا ہوئے، ۵۵ سال کی عمر پائی اور ۲۴ رجب ۲۶۱ھ کو اتوار کے دن شام کے وقت وفات پائی اور نیشاپور میں دفن ہوئے۔

تعلیم و تربیت

حضرت امام مسلمؒ نے والدین کی نگرانی میں بہترین تربیت حاصل کی اور اس پاکیزہ تربیت ہی کا یہ اثر تھا کہ ابتدا عمر سے آخری سانس تک آپ نے پرہیزگاری اور دینداری کی زندگی بسر کی اور کبھی کسی کو اپنی زبان سے برا نہ کہا یہاں تک کہ کسی کی غیبت نہیں کی اور نہ کسی کو اپنے ہاتھ سے مارا پیٹا۔

ابتدائی تعلیم آپ نے نیشاپور میں حاصل کی۔ آپ کو خداوند تعالیٰ نے غیر معمولی ذکاوت و ذہانت اور قوت حافظہ عطا کی تھی کہ بہت تھوڑے عرصے میں آپ نے رسمی علوم و فنون کو حاصل کر لیا اور پھر احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تحصیل کی جانب توجہ کی۔

علم حدیث کی تعلیم و تحصیل

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت امام مسلمؒ نے علم حدیث کی تعلیم حضرت محمد بن یحییٰ ذہلی نیشاپوری اور حضرت یحییٰ بن یحییٰ نیشاپوری سے

پائی۔ یہ دونوں حضرات اپنے زمانہ کے ائمہ حدیث تھے اور ان کا حلقہ درس نہایت وسیع تھا یہاں تک کہ امام بخاری رحہ وغیرہ اکابر محدثین نے بھی انھیں سے علم حدیث کو حاصل کیا تھا۔

علمار کا بیان ہے کہ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ تحصیل حدیث کے دوران میں اپنے استاد محمد بن یحییٰ ذہلی سے ایک مسئلہ میں اُلجھ پڑے اور یہ نزاع اس قدر بڑھی کہ امام بخاری کے ساتھ امام مسلم کو بھی امام ذہلی کا حلقہ درس ترک کرنا پڑا یہاں تک کہ حضرت امام مسلم رحہ نے اپنی انتہائی دیانت کو کام میں لاکر امام ذہلی کی ان تمام احادیث کے نوشتوں کو جو انہوں نے امام ذہلی سے حاصل کی تھیں امام مذکور کو دے آئے تھے اور پھر ان سے کوئی حدیث روایت نہیں کی۔ یہ اختلاف اصل میں امام بخاریؒ اور امام ذہلیؒ کے درمیان خلق کے مسئلہ پر ہوا تھا۔ امام بخاری خلق لفظ کے قائل تھے اور امام ذہلیؒ لفظ کو قدیم مانتے تھے امام مسلمؒ نے اس نزاع میں امام بخاری رحہ کا ساتھ دیا اور ان کی تائید کرتے رہے۔

مورخین کا بیان ہے کہ جب امام بخاریؒ سے خلق لفظ کے مسئلہ پر امام ذہلی کی نزاع بہت بڑھ گئی تو امام ذہلیؒ نے اپنے حلقہ درس میں اسکا اعلان کر دیا کہ کوئی شخص امام بخاری سے نہ ملے۔ امام ذہلی رحہ چونکہ ایک بلند پایہ محدث تھے اور نیشاپور میں اُن کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی اس لئے ان کے حکم کی تعمیل کی گئی اور لوگوں نے امام بخاریؒ کے پاس آنا جانا ترک کر دیا لیکن امام مسلمؒ برابر آتے جاتے رہے۔ شاگردوں نے امام ذہلیؒ سے اس کی شکایت کی کہ امام مسلم رحہ نے امام بخاریؒ کے پاس آنا جانا ترک نہیں کیا ہے۔ ایک روز امام مسلم رحہ کے حلقہ درس میں شامل تھے کہ امام ذہلی رحہ نے حلقہ درس کو مخاطب کر کے کہا "تم میں سے جو شخص خلق لفظ کا قائل ہو اُس کو میری مجلس میں شریک ہونا حرام ہے"۔ امام مسلم رحہ یہ سنتے ہی اُٹھے، اپنی چادر سر پر رکھی اور واپس چلے آئے اور پھر کبھی امام ذہلی کے حلقہ درس میں شامل نہیں ہوئے یہاں تک کہ حدیث کے ان نوشتوں کو بھی جو انہوں نے امام ذہلی سے سن کر لکھا تھا امام ذہلی کو دے آئے اور تعلقات کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا۔

اس کے بعد امام مسلم رحہ نے اطراف وجوانب کے علاقوں میں تحصیل حدیث کے لئے سفر اختیار کیا حجاز، شام، مصر، رے، یمن اور بغداد گئے اور وہاں کے محدثین کرام سے احادیث کو حاصل کیا۔ ان محدثین میں امام احمد بن حنبلؒ، اسحٰق بن راہویہ، عبداللہ بن سلمہ قعنبی، محمد بن مہران جمال، ابو غسان سعید بن منصور اور ابومصعب بہت مشہور ہیں۔

صحیح مسلم شریف کی ترتیب

ممالک اسلامیہ کے طویل دورے کے بعد حضرت امام مسلم رحہ نے چار لاکھ حدیثیں جمع وفراہم کیں اور ان میں سے ایک لاکھ مکرر حدیثوں کو ترک کر کے تین لاکھ حدیثوں کو یکجا کیا اور پھر ان تین لاکھ حدیثوں کو کافی عرصہ تک جانچ پڑتال کی اور ان میں جو احادیث ہر اعتبار سے مستند ومعتمد ثابت ہوئیں ان کو انتخاب کر کے صحیح مسلم شریف کو ترتیب دیا یعنی تین لاکھ حدیثوں میں سے بارہ ہزار سے کچھ زیادہ حدیثیں انتخاب کیں اور ان کو صحیح مسلم شریف میں درج کیا اور باقی کو چھوڑ دیا۔

کتب حدیث میں صحیح مسلم شریف کا درجہ

حدیث کی بہت سی کتابیں ہیں جن میں سے علمائے اسلام نے چھ کتابوں کو زیادہ مستند و معتبر قرار دیکر ان کو صحیح کا لقب دیا ہے یعنی صحیح بخاریؒ، صحیح مسلمؒ صحیح ترمذیؒ، صحیح ابوداؤدؒ، صحیح نسائیؒ اور صحیح ابن ماجہؒ، اور ان میں سب سے زیادہ مستند صحیح بخاری اور صحیح مسلم کو قرار دیا ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں سے کون زیادہ معتبر ہے اور کس کا پایہ بلند ہے؟ اس میں علماء کے درمیان اختلاف رائے ہے۔ بعض صحیح بخاری کو بلند پایہ مانتے ہیں اور بعض صحیح مسلم کو۔ اور بعض نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ بعض اعتبارات سے صحیح بخاری کا درجہ بلند ہے اور بعض اعتبارات سے صحیح مسلم کا درجہ بلند ہے چنانچہ ذیل کے اقوال سے اس کی کیفیت واضح ہوتی ہے

۱۔ حافظ عبدالرحمٰن بن علی الربیع یمنی شافعیؒ کہتے ہیں ؎

تَنَازَعَ قَوْمٌ فِی الْبُخَارِیْ وَمُسْلِمٍ ❊ لَدَیَّ وَقَالُوْا اَیٌّ ذَیْنِ یُقَدَّمُ

فَقُلْتُ لَقَدْ فَاقَ الْبُخَارِیُّ صِحَّۃً ❊ کَمَا فَاقَ فِیْ حُسْنِ الصِّنَاعَۃِ مُسْلِمُ

لوگوں نے میرے سامنے بخاری و مسلم کی ترجیح و فضیلت کے بارہ میں گفتگو کی۔ میں نے کہا "صحت میں بخاری اور ترتیب وغیرہ میں مسلم قابل ترجیح ہے۔"

۲۔ ابوعمر بن احمد بن حمدان کہتے ہیں میں نے ابوالعباس بن عقدہ سے پوچھا کہ بخاری و مسلم میں کون اچھا ہے؟" انہوں نے فرمایا "وہ بھی عالم (محدث) ہیں اور یہ بھی۔" میں نے دوبارہ پوچھا تو کہا "بخاری اکثر غلط بھی لکھ دیتے ہیں۔ شام کے اکثر راوی ایسے ہیں جن کا ذکر بخاری نے کہیں کنیت سے کیا ہے اور کہیں نام سے، جس سے یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ دو راوی ہیں لیکن مسلم نے ایسی غلطیاں نہیں کی ہیں اور ہر شخص کی تحقیق کر کے لکھا ہے۔"

۳۔ خطیب بغدادیؒ کہتے ہیں: "امام مسلم نے اپنی صحیح مسلم میں بخاری کی پیروی کی ہے اور بخاری کے قدم بہ قدم چلے ہیں۔

۴۔ حافظ ابوعلی نیشاپوری کہتے ہیں کہ "صحیح مسلم تمام کتب حدیث پر ترجیح رکھتی ہے۔" حافظ ممدوح کا قول یہ ہے کہ مَا تَحْتَ اَدِیْمِ السَّمَاءِ اَصَحُّ مِنْ کِتَابِ مُسْلِمٍ (آسمان کے نیچے صحیح مسلم سے زیادہ صحیح کتاب (قرآن کے بعد) کوئی نہیں ہے۔)

۵۔ ابوزرعہ رازی اور ابوحاتم امام مسلم کے تبحر علم حدیث کے سبب امام مسلم رح کو امام علم حدیث شمار کرتے اور جماعت اہلحدیث کا سرگروہ مانتے ہیں۔

وفات حضرت امام مسلمؒ

حضرت امام مسلم رح کی وفات کا عجیب واقعہ مؤرخین نے یہ بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ مجلس مذاکرہ میں کسی نے امام مسلمؒ سے کوئی حدیث دریافت کی۔ حضرت امام مسلم رح کو اس وقت اس حدیث کی نسبت صحیح علم نہ تھا اس لئے وہ جواب نہ دے سکے اور مکان پر واپس آکر اس حدیث کو تلاش کرنے لگے۔ آپ حدیث کے نوشتوں کو الٹ پلٹ کر رہے

تھے۔ پاس کھجوروں کا ایک ٹوکرا رکھا تھا۔ اس میں سے کھجوریں کھاتے جاتے تھے یہاں تک کہ تلاش حدیث میں انہماک کے سبب کھجوروں کا ٹوکرا خالی کر دیا اور اس وقت اس کا احساس ہوا جب کہ حدیث مل گئی اور آپ نے مڑ کر ٹوکرے پر نظر ڈالی۔ کھجوریں زیادہ کھا جانے سے آپ بیمار ہو گئے اور اسی بیماری میں اتوار کی شام کو ۲۴ ر رجب سنہ ۲۶۱ھ کو انتقال فرمایا۔ ابوحاتم رازی رح فرماتے ہیں وفات کے بعد میں نے امام مسلمؒ کو خواب میں دیکھا اور حال پوچھا۔ انہوں نے فرمایا "خداوند تعالیٰ نے میرے لئے جنت کے ہر مقام کو جائز و مباح کر دیا ہے میں جہاں چاہوں رہوں۔" ابوعلی زعونی رح کا بیان ہے کسی نے امام مسلم رح کو خواب میں جنت کے اندر دیکھا اور پوچھا "کیوں کر نجات نصیب ہوئی۔" امام مسلم رح نے فرمایا اس جزو سے مجھ کو نجات میسر ہوئی جو میرے ہاتھ میں ہے۔ یہ جزو صحیح مسلم شریف کا تھا۔

امام مسلم رح کی دوسری تصانیف

صحیح مسلم شریف کے علاوہ امام مسلم رح نے چند اور نہایت مفید و معتمد کتابیں بھی لکھی ہیں جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں (۱) کتاب مسند کبیر (۲) کتاب الاسماء والکنیٰ (۳) کتاب العلل (۴) کتاب العصیان (۵) کتاب حدیث عمرو بن شعیب (۶) کتاب مشائخ مالک (۷) کتاب مشائخ الثوری (۸) کتاب اوہام المحدثین۔ (۹) کتاب الطبقات وغیرہ۔

دیباچہ

از مولانا وحید الزمان رح

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ مَنَّ عَلَیْنَا بِالْہُدٰی اِلٰی دِیْنِ الْاِسْلَامِ وَالْحِکْمَۃِ فِیْ قُلُوْبِنَا خَیْرِ الْاَحْکَامِ وَجَنَّبَنَا مِنْ بَوَاطِیْلِ الْوَسَاوِسِ وَالْاَوْہَامِ بِالْاِقْتِفَاءِ بِسُنَّۃِ نَبِیِّہٖ خَیْرِ الْاَنَامِ عَلَیْہِ اَفْضَلُ الصَّلَوَاتِ مَا تَکَرَّرَتِ اللَّیَالِیْ وَالْاَیَّامُ وَتَعَاقَبَتِ الْاَنْوَارُ وَالظَّلَامُ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الْکِرَامِ

بعد حمد و نعت کے فقیر حقیر سراپا تقصیر وحید الزمان عفا عنہ المنان خدمت میں تمامی برادران اسلمین اور شائقین حدیث سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرض کرتا ہے کہ باوجود ضعف اور ناتوانی اور قلت بضاعت اور بے سر و سامانی کے اواخر ۱۳۰۰ھ میں محض تائید غیبی اور امداد خداوندی چار بڑی بڑی کتابیں حدیث کی منجملہ صحاح ستہ کی زبان اردو میں ترجمہ ہو گئیں یعنی موطا امام مالک اور جامع ترمذی اور سنن ابوداؤد اور سنن نسائی اور اللہ جل شانہ نے اپنے فضل و کرم سے ان چاروں کتابوں کو مقبول فرمایا اور صدہا ہزارہا نسخے اُن کے طالبین ہر چار طرف ولایت ہند کے خرید فرمائے۔ اب شروع چودہویں صدی یعنی ۱۳۰۱ھ ہجری ماہ محرم سے یہ فکر پیدا ہوئی کہ اگرچہ حیات مستعار کا اعتبار نہیں اور زندگانی دنیا محض ایک حباب ہے مگر جب تک چند نفس باقی ہیں وہ بھی اگر خدمت حدیث میں صرف ہوں تو اس سے بڑھ کر کونسی نعمت ہے بس اس خیال سے صرف خداوند کریم کی مدد پر بھروسا کر کے میں نے صحیحین کے ترجمے میں وقت کو صرف کرنا مناسب جانا اور چونکہ صحیح بخاری علیہ الرحمۃ کی شرحیں اور ترجمے عربی اور فارسی زبان میں بہت ہو چکے ہیں بلکہ حال میں ایک ترجمہ اردو زبان میں بھی شہر مدراس میں چھپنا شروع ہو گیا تھا۔ اس کے علاوہ جناب نواب فیض مآب معلے القاب خادم سنت سید المرسلین وارث الانبیاء والمرسلین حامیٔ شریعت مبین ناصر دین متین قامع بدعات ماحی ظلمات مجدد قرن ثالث عشر امام قرن رابع عشر فخر العلماء والمجتہدین راس المفسرین والمحدثین جناب نواب والا جاہ امیر الملک مولانا سید محمد صدیق حسن صاحب بہادر نے جنکی ہمت والا ہمیشہ ہمیشہ اشاعت دین اور حمایت شریعت متین کی طرف متوجہ رہتی ہے اپنی عالی ہمتی اور اولو العزمی سے کتاب مستطاب نادر الوجود فتح الباری شرح صحیح بخاری کا چھپوانا مصر میں شروع فرمایا اور ظاہر ہے کہ شروح بخاری میں فتح الباری کی مثل کوئی شرح نہ بنی تھی نہ بنے گی اس لئے ترجمہ بخاری میں اس شرح کے میسر ہونے سے بڑی آسانی کا خیال تھا۔ میں نے ترجمہ بخاری کو بالفعل ملتوی رکھ کر حسب ایماء و اشارت جناب ممدوح صحیح مسلم (علیہ الرحمۃ) کا ترجمہ شروع کیا۔ صحیح مسلم علیہ الرحمۃ بھی صحت حدیث اور جودت اسناد میں صحیح بخاری سے کم نہیں اور باتفاق علماء یہ کتاب بھی صحیح بخاری کے ہم پلہ ہے اسی وجہ سے ان دونوں کتابوں کو صحیحین کہتے ہیں اگرچہ اکثر علماء نے صحیح بخاری کو ایک درجہ اس پر مقدم رکھا ہے لیکن حافظ ابو علی نیسا پوری نے کہا کہ صحیح مسلم بہ نسبت صحیح بخاری کے بھی زیادہ صحیح ہے اور بعضے مغرب

کے علماء نے بھی اس قول سے اتفاق کیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلم نے اپنی صحیح میں اس بات کا التزام کیا ہے کہ وہی حدیث نقل کرتے ہیں جسکو دو ثقہ تابعیوں نے دو صحابیوں سے روایت کیا ہو اور اسی طرح ہر طبقے میں دو ثقہ یعنی معتبر شخص دو شخصوں سے نقل کرتے آئے ہوں اور بخاری نے اس شرط کا خیال نہیں رکھا اور حدیث اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ جو صحیح مسلم میں موجود ہے اگرچہ اس میں یہ شرط نہیں پائی جاتی مگر بنظر تبرک اور بخیال صحیح اور مشہور ہونے کے اسکا ذکر کیا ہے اور بعضوں نے کہا کہ صرف یہ حدیث مستثنیٰ ہے۔ امام مسلمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کو تین لاکھ حدیثوں سے انتخاب کیا ہے۔ اور اگر تمام زمین کے لوگ دو سو برس تک حدیثیں لکھیں تو پھر ان کا اعتماد آخر اسی کتاب پر رہے گا اور میں نے کوئی حدیث اس کتاب میں داخل نہیں کی مگر سمجھ کر دلیل رکھ کر اسی طرح کوئی حدیث نہیں نکالی اس میں سے مگر سمجھ کر دلیل سے ۔ احمد بن سلمہ نے کہا میں مسلم کے ساتھ اس کتاب کے جمع ہوتے وقت پندرہ برس تک لکھا کیا۔ اس کتاب میں بارہ ہزار حدیثیں ہیں۔ مکی بن عبدان نے کہا میں نے مسلم سے سنا وہ کہتے تھے میں نے اس کتاب کو ابوزرعہ رازی کے سامنے پیش کیا پھر جس حدیث میں انہوں نے کوئی علت بیان کی اسکو میں نے نکال ڈالا اور جس حدیث کو انہوں نے کہا کہ صحیح ہے اور اسمیں کوئی علت نہیں ہے اسکو میں نے داخل کیا۔ اس روایت کو خطیب بغدادی نے اپنی سند سے روایت کیا ہے اعلیٰ سے اعلیٰ سند امام مسلم کی وہ ہے جسمیں مسلم سے لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک چار واسطے ہوں اور جیسے امام بخاری کے ثلاثیات ہیں یعنی تین واسطوں کی حدیثیں وہ صحیح مسلم میں نہیں ہیں۔ امام نووی نے کہا مسلم نے علم حدیث میں کئی کتابیں لکھی ہیں سب میں مشہور یہ صحیح ہے اور یہ کتاب بتواتر مسلم سے نقل کیگئی ہے اس طرح کہ اس کتاب کو مسلم کی تصنیف یقیناً کہہ سکتے ہیں اور باسانید متصل مسلم تک روایت کی گئی ہے اور ایک فائدہ خاص جو اس کتاب میں ہے وہ یہ ہے کہ مسلم نے ہر ایک حدیث کیلئے ایک خاص مقام جو مناسب تھا مقرر کیا ہے اور وہیں اس حدیث کے تمام طریقوں کو جمع کر دیا ہے اور اس کے مختلف الفاظ کو ایک ہی مقام پہ بیان کیا ہے تاکہ ناظر کو آسانی ہو اور تمام طریقوں سے وہ فائدہ اٹھائے اور یہ بات صحیح بخاری میں نہیں ہے۔ امام حافظ عبدالرحمن بن علی یمنی نے چند اشعار صحیح مسلم کی تعریف میں لکھے ہیں جن کا مضمون یہ ہے کہ اے پڑھنے والے! صحیح مسلم علم کا دریا ہے جن میں پانی بہنے کے راستے نہیں ہیں (یعنی سب پانی ایک ہی جگہ موجود ہے اور مسلم کی روایتوں کا ذخیرا بخاری کی روایتوں سے زیادہ مزا دیتا ہے۔ حافظ ابن الصلاح نے کہا مسلم کی شرط یہ ہے کہ حدیث متصل الاسناد ہو اول سے لیکر آخر تک ایک ثقہ دوسرے ثقہ سے نقل کرتا ہو اور اس میں کسی قسم کا شذوذ یا علت نہ ہو سیوطی نے کہا ثقہ سے مراد یہ ہے کہ وہ راوی مسلم کے نزدیک ثقہ ہو اگرچہ اوروں کے نزدیک ثقہ نہ ہو اور اسی وجہ سے مسلم نے چھ سو پندرہ ایسے لوگوں سے روایت کی ہے جن سے بخاری نے روایت نہیں کی۔ اسی طرح بخاری نے چار سو چونتیس ایسے شخصوں سے روایت کی ہے جن سے مسلم نے نہیں کی اور کتنی حدیثیں ایسی نکلیں گی جو مسلم کی شرط پر صحیح ہیں اور بخاری کی شرط پر صحیح نہیں اسلئے کہ مسلم کے نزدیک اس کے راویوں میں وہ سب شرطیں پائی جاتی ہیں جو صحت حدیث کیلئے ضروری ہیں مگر بخاری کے

نزدیک نہیں پائی جاتیں۔ پھر مسلم علیہ الرحمۃ اپنی کتاب میں ایک ایسی راہ پر چلے ہیں کہ اس کی وجہ سے انکی کتاب
کو صحیح بخاری پر فضیلت دی گئی وہ یہ کہ امام مسلم علیہ الرحمۃ حدیث کے تمام متنوں کو اس کے سب طریقوں کے
ساتھ ایک ہی مقام میں جمع کر دیتے ہیں اور اسکو مختلف بابوں میں جدا جدا نہیں لاتے اور پوری عبارت آگی بیان
کرتے ہیں اور باب کے ترجموں میں اس کے ٹکڑے ٹکڑے نہیں کرتے اور حتی المقدور الفاظ کی رعایت کرتے
ہیں اور نقل بالمعنی نہیں کرتے یہاں تک کہ اگر ایک راوی نے دوسرے راوی سے ایک لفظ میں بھی اختلاف
کیا ہو اور معنے دونوں لفظوں کے ایک ہوں تب بھی مسلم ہر ایک راوی کے لفظ کو بیان کر دیتے ہیں یہاں تک
احتیاط ہے کہ اگر ایک راوی نے حَدَّثَنَا کہا ہو اور دوسرے نے اَخْبَرَنَا تو وہ لکھ دیتے ہیں کہ فلاں راوی نے
حَدَّثَنَا کہا اور فلاں نے اَخْبَرَنَا اور حدیث کے ساتھ صحابہ کے اقوال اور تابعین وغیرہ کے اقوال اور باب
اور ترجموں کو نہیں ملاتے اس لئے انکو حرص تھی اس بات کی کہ حدیث میں کوئی اور چیز ملنے نہ پائے تو بعد
مقدمے کے اس کتاب میں اور کچھ نہیں ہے سوا حدیث کے۔ ابن الصلاح نے کہا وہ سب حدیثیں جن کی
صحت کا حکم کیا مسلم نے اس کتاب میں یقیناً صحیح ہیں۔ اور ایسی ہی وہ حدیثیں جنکو بخاری نے صحیح کہا ہے
اس لئے کہ امت محمدی کے علماء نے ان دونوں کتابوں کی حدیثوں کو قبول کیا ہے اور جو کسی ایک آدھ
شخص نے اس میں خلاف کیا ہے اس کے خلاف کا اعتبار نہیں۔ امام الحرمین نے کہا اگر کوئی شخص قسم
کھائے اپنی عورت کی طلاق پر کہ بخاری اور مسلم کی جو حدیثیں صحیح ہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول
ہیں تو اس کی عورت پر طلاق نہ پڑیگی کیونکہ حقیقت میں ان دونوں کتابوں کی حدیثیں صحیح ہیں اور علماء نے
اجماع کیا ہے ان کی صحت پر اور تمامی امت محمدی نے اتفاق کیا ہے اس بات پر کہ جس حدیث کی صحت پر
بخاری اور مسلم دونوں کا اتفاق ہے وہ صحیح ہے ابن الصلاح نے کہا مسلم ابو زرعہ رازی کے پاس آئے
اور ایک ساعت تک بیٹھے اور باتیں کرتے رہے جب اٹھے تو کسی نے کہا انہوں نے چار ہزار حدیثیں
اپنی صحیح میں جمع کی ہیں۔ ابو زرعہ نے کہا پھر باقی حدیثیں کس کے لئے چھوڑ دیں۔ شیخ نے کہا مراد اس شخص
کی یہ تھی کہ صحیح مسلم میں اصل چار ہزار حدیثیں ہیں سوا مکررات کے اور مکررات کو ملا کر سات ہزار دو سو
پچھتر حدیثیں ہیں۔ امام مسلم نے اس کتاب کو ابواب کی ترتیب پر مرتب کیا ہے اور وہ حقیقت میں
باب باب پر مرتب ہے پر باب کے ترجموں کو اس نے متن کتاب میں داخل نہیں کیا تاکہ کتاب کا حجم
نہ بڑھے یا اور کسی غرض سے امام نووی نے کہا لوگوں نے مسلم کے ابواب کا ترجمہ کیا ہے بعضے اچھے ہیں اور
بعضے نہیں اس وجہ سے کہ ترجمے کی عبارت میں قصور ہے یا الفاظ اسکے رکیک ہیں اور میں اپنی شرح میں
اُن ترجموں کو مناسب عبارتوں کے ساتھ بیان کروں گا سیوطی نے کہا کہ یہ جو صحیح مسلم کے ایک نسخے میں بابوں
کے ترجمے پائے جاتے ہیں تو یہ مسلم کے بنائے ہوئے نہیں بلکہ لوگوں نے ان کے بعد بنا دیئے ہیں اور اُن میں
اچھے بُرے سب ہیں جیسے نووی نے کہا اور ان لوگوں کی غرض یہ تھی کہ حدیث نکالنے والے کو آسانی ہو لیکن
بہتر یہی ہے کہ باب کے ترجمے کتابوں میں نہ لکھے جائیں جیسے پرانے نسخوں میں نہیں لکھے ہیں اور جن باتوں کی
وجہ سے مسلم کی کتاب بخاری کی کتاب سے ممتاز ہے اُن میں سے ایک بات یہی ہے کہ مسلم نے تعلیقات

(یعنی بے اسناد روایتیں) بہت کم بیان کی ہیں سوا چند مقاموں کے برخلاف بخاری کے کہ انکی کتاب میں تعلیقات بہت ہیں۔ نووی نے کہا مسلم نے اپنی کتاب میں عمدہ راہوں کو اختیار کیا ہے نہایت احتیاط اور مضبوطی اور معرفت کے ساتھ اور اس سے ان کا کمال ورع اور نہایت علم اور انتہائی تحقیق اور علو شان مستنبط ہے اور مسلم نے اپنے مقدمے میں لکھا ہے کہ انہوں نے حدیث کی تین قسمیں کی ہیں ایک تو وہ جسکو بڑے بڑے عمدہ حافظوں نے روایت کیا ہو۔ دوسرے وہ جسکو متوسط لوگوں نے جن کا عیب ڈھکا ہوا ہے روایت کیا ہو۔ تیسرے وہ جسکو ضعیف اور متروک لوگوں نے روایت کیا ہو تو مسلم جب پہلی قسم کی حدیثوں سے فارغ ہوتے ہیں تو دوسری قسم کی حدیثوں کو لاتے ہیں لیکن تیسری قسم کی حدیثوں کو بالکل نہیں لاتے علماء نے اختلاف کیا ہے کہ اس تقسیم سے کیا مراد ہے۔ حاکم اور بیہقی نے کہا کہ مسلم دوسری قسم کی حدیثوں کو بیان کرنا چاہتے تھے مگر اس سے پہلے ناگہانی موت آگئی اور فقط پہلی قسم کی حدیثیں انکی کتاب میں ہیں۔ قاضی عیاض نے کہا غور سے یہ بات صحیح معلوم نہیں ہوتی اور اس نے اپنی کتاب میں تینوں طرح کی حدیثوں کو بیان کیا ہے۔ ابن عساکر نے کہا کہ مسلم نے اپنی کتاب کو دو قسموں کی حدیثوں پر مرتب کرنا چاہا۔ ایک قسم میں عمدہ عمدہ حافظ اور ثقہ لوگوں کی روایتیں اور دوسری قسم میں مستور اور سچے متوسطین لوگوں کی روایتیں مگر انکو موت آگئی اور یہ آرزو پوری نہیں ہوئی اور کتاب کی ترتیب تراجم اور ابواب کے ساتھ رہ گئی باوجود اس کے انکی کتاب مشہور اور مقبول ہوئی اور تیسری قسم کی حدیثوں کو انہوں نے بالکل بیان نہیں کیا پھر مسلم کے بعد اور لوگوں نے کئی ایک کتابیں مسلم کی صحیح کی طرح لکھیں اور عالی سندوں کو حاصل کیا اور ان میں سے بعضوں نے مسلم کے مشائخ کو پایا اور مسلم کی احادیث کو اپنی کتابوں میں نکالا۔ شیخ ابو عمرو نے کہا یہ جو کتابیں صحیح مسلم کے طور پر لکھی گئی ہیں اگرچہ ان میں صحت کی ایک نشانی ہے مگر تمام باتوں میں وہ صحیح مسلم کے برابر نہیں ہو سکتیں صحیح مسلم پر علماء نے بہت سی شرحیں لکھی ہیں سب میں مشہور وہ شرح ہے جسکو امام حافظ ابو زکریا محی الدین نووی شافعی نے تالیف کیا اور وہی شرح شائع اور مشہور ہے اور صحیح مسلم کے ساتھ ہندوستان میں طبع ہو گئی ہے اور ایک اس شرح کا خلاصہ ہے جسکو شمس الدین محمد بن یوسف قونوی نے مرتب کیا اور ایک شرح ہے قاضی عیاض مالکی کی اسکا نام اکمال المعلم فی شرح صحیح المسلم ہے اور ایک شرح ہے ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم قرطبی کی اور یہ مقدم ہے نووی سے بھی اور ایک شرح ہے امام ابو عبداللہ محمد بن خلیفہ مالکی کی۔ چار جلدوں میں اور ایک شرح ہے ابو عبداللہ محمد بن علی مازری کی جسکا نام المعلم بفوائد کتاب المسلم ہے اور ایک شرح ہے عماد الدین عبدالرحمن بن عبدالعلی مصری کی اور ایک شرح ہے غرائب مسلم کی عبدالغافر بن اسمعیل فارسی کی جسکا نام المفہم فی شرح غریب المسلم ہے اور ایک شرح ہے سبط ابن الجوزی کی اور ایک شرح ہے ابو الفرج عیسٰی بن مسعود زوادی کی پانچ جلدوں میں اور ایک شرح ہے قاضی زین الدین زکریا بن محمد انصاری کی اور ایک شرح ہے مختصر شیخ جلال الدین سیوطی کی جسکا نام الدیباج علی صحیح مسلم بن الحجاج ہے اور ایک شرح ہے قوام الدین ابو القاسم اسمعیل بن محمد اصفہانی کی اور ایک شرح ہے تقی الدین شافعی کی اور ایک شرح ہے قسطلانی کی اسکا نام منہاج الدیباج ہے اور ایک شرح ہے

ملا علی قاری کی چار جلدوں ہیں ۔ صحیح مسلم کے مختصرات بھی بہت ہیں ایک مختصر ہے ابو عبداللہ شرف الدین محمد بن عبداللہ مرسی کا اور ایک مختصر ہے زوائد مسلم کا بخاری پر حافظ سراج الدین عمر بن علی ملقن شافعی کا اور ایک مختصر ہے حافظ زکی الدین منذری کا اور اس مختصر کی شرحیں بھی بہت ہیں اور سب سے عمدہ شرح اسکی السراج الوہاج ہے جو ہمارے زمانے میں جناب مولانا سید محمد صدیق حسن صاحب بہادر کی تصنیفات میں سے چھپ رہی ہے اور اس ترجمہ میں اس شرح سے بہت فوائد منقول ہوئے ہیں ۔ امام مسلم کا حال جو اس کتاب کے مؤلف ہیں ۔ نام انکا مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری بن ورد بن کرشاد نیشاپوری ہے امام حافظ ہیں علم حدیث کے اور سفر کیا انہوں نے حجاز اور شام اور عراق اور مصر کا حدیث حاصل کرنے کے لئے اور مشہور مشائخ انکے یہ لوگ ہیں ۔ یحییٰ بن یحییٰ نیشاپوری ۔ امام احمد بن حنبل ۔ اسحاق بن راہویہ ۔ عبداللہ بن مسلمہ قعنبی ۔ قتیبہ بن سعید ۔ ابوبکر بن ابی شیبہ ۔ محمد بن بشار ۔ محمد بن المثنی وغیرہم کئی بار بغداد میں آئے اور اہل بغداد نے ان سے روایت کی سب سے آخر وہ بغداد میں ۲۵۹؁ھ ہجری میں تشریف لائے ۔ ترمذی نے ان سے روایت کی ہے خطیب بغدادی نے کہا مسلم بخاری کی پیچ کرتے تھے اور لوگوں کے اعتراضوں کو ان کے اوپر سے دفع کرتے تھے یہاں تک کہ ان میں اور ذہلی میں اسی وجہ سے رنجش ہو گئی حافظ محمد بن یعقوب نے کہا بخاری جب نیشاپور میں آئے تو مسلم ان کے پاس بہت آتے جاتے تھے ۔ بعد اس کے بخاری اور ذہلی میں ایک مسئلے پر نزاع ہوا اور ذہلی نے لوگوں کو منع کیا بخاری کے پاس جانے سے لیکن مسلم نے نہ مانا ۔ جب ذہلی کو اس کی خبر ہوئی ۔ وہ غصے ہوا مسلم مجلس سے اٹھے اور جو کچھ ذہلی سے حدیثیں لکھی تھیں وہ اس کے پاس واپس کر دیں اس پر ذہلی سے ترک ملاقات ہو گئی ۔ بہر حال امام مسلم علمار اعلام میں سے ہیں حدیث کے اور حافظ اور امام اور مقتدیٰ ہیں اس فن کے جن کو امام اہلحدیث نے مسلم کیا ہے اور طلب حدیث کیلئے دنیا کے اطراف واکناف میں پھرے اور محمد بن مہران اور ابو غسان اور عمر بن سواد اور حرملہ بن یحییٰ اور سعید بن منصور اور ابو مصعب سے سنا اور ان سے روایت کیا ایک جماعت نے علمار اور حفاظ کے جیسے ابو حاتم رازی اور موسیٰ بن ہارون اور احمد بن سلمہ اور ابو بکر بن خزیمہ اور بہت لوگوں نے جن کا شمار دشوار ہے ابو عمر بن احمد بن حمدان نے کہا میں نے ابو العباس بن عقدہ سے پوچھا کہ بخاری اور مسلم میں کون بڑھ کر ہے ۔ انہوں نے کہا دونوں عالم ہیں ۔ میں نے پھر پوچھا انہوں نے کہا اے ابا عمر بخاری سے کبھی غلطی ہوتی ہے اہل شام میں کہ ایک جگہ کسی کی کنیت بیان کرتے ہیں اور دوسری جگہ اسکا نام تو خیال ہوتا ہے کہ یہ دو آدمی ہیں اور مسلم سے بہت کم غلطی ہوتی ہے ۔ خطیب بغدادی نے کہا مسلم نے پیروی کی ہے بخاری کی ۔ اور وہ چلے ہیں بخاری کی راہ پر ۔ دارقطنی نے کہا کہ اگر بخاری نہ ہوتے تو مسلم کو بھی یہ راہ نہ ملتی ۔ غرض مسلم نے بخاری سے بہت فائدہ اٹھایا ہے ۔ ابو احمد شیخ حاکم نیشاپوری نے کہا کہ مسلم نے اپنی کتاب میں بہت سی متفرق حدیثیں بخاری کی کتاب سے لی ہیں مگر ان کو بخاری کی طرف نسبت نہیں دی اور نہ اپنی صحیح میں بخاری سے روایت کی ہے مسلم نے سوا اس صحیح کے اور بھی کتابیں لکھی ہیں جیسے مسند کبیر ، جامع کبیر ، کتاب العلل ، کتاب الطبقات ، کتاب اوہام المحدثین ،

کتاب التمییز، کتاب فن لیس لہ الا راد واحد، کتاب اوہام المخضرمین، کتاب الاسماء والکنی، کتاب الوجدان کتاب حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ، کتاب مشائخ مالک، کتاب مشائخ الثوری۔ اور مسلم کے عجیب حالوں میں سے یہ ہے کہ انہوں نے تمام عمر کسی کی غیبت نہیں کی اور نہ کسی کو مارا اور نہ کسی کو گالی دی۔ اور حدیث کے کھوٹے کھرے کے پہچاننے میں اپنے زمانے میں سب پر مقدم تھے یہاں تک کہ بعض امور میں بخاری پر بھی ان کو فضیلت دی گئی ہے جیسے اوپر گزرا۔ ۲۰۶ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور وفات پائی اتوار کی شام کو رجب کی پچیسویں تاریخ ۲۶۱ھ ہجری میں۔ عمر ان کی پچپن برس کی تھی اور دوشنبہ کے روز دفن ہوئے۔ ان کی وفات کا قصہ یوں لکھا ہے کہ مجلس میں لوگوں نے اُن سے ایک حدیث پوچھی اُن کو معلوم نہ ہوئی۔ وہ گھر میں آن کر سب کتابوں میں ڈھونڈنے لگے اور ایک ٹوکرا خرما کا ان کے سامنے رکھا تھا۔ ایک ایک خرما کھاتے جاتے تھے یہاں تک کہ ٹوکرا تمام ہو گیا۔ اور حدیث کی تلاش میں ایسا استغراق تھا کہ ان کو خبر نہ ہوئی اور اسی وجہ سے مر گئے۔ ابو حاتم رازی نے مسلم کے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا ان کا حال پوچھا۔ انہوں نے کہا اللہ جل شانہ نے جنت کو میرے لئے مباح کر دیا ہے جہاں چاہوں رہوں

سند مؤلف ترجمہ کی امام مسلمؒ تک

اجازت دی مجھ کو صحیح مسلم شریف کی میرے شیخ عالم علامہ شیخ احمد بن ابراہیم بن عیسیٰ شرقی حنبلی نے۔ ان کو اجازت دی شیخ عبدالرحمٰن بن حسن نے ان کو اجازت دی شیخ حسن قولسینی مصری نے ان کو اجازت دی شیخ سلیمان بجیری نے ان کو اجازت دی شیخ محمد عشمادی نے ان کو اجازت دی شیخ عبدالعزعجمی نے ان کو اجازت دی شیخ محمد شوبری نے ان کو اجازت دی محمد رملی نے انہوں نے سنا شیخ الاسلام زکریائی انصاری سے انہوں نے امام حافظ ابن حجر عسقلانی سے پھر حافظ ابن حجر روایت کرتے ہیں اس کتاب کو صلاح بن ابی عمرو مقدسی سے اور وہ علی بن احمد بن بخاری سے اور وہ مؤید طوسی سے اور وہ عبداللہ فراوی سے اور وہ عبدالغافر فارسی سے اور وہ ابی احمد محمد بن عیسیٰ جلودی اور وہ ابی اسحاق ابراہیم بن محمد سے اور وہ امام حافظ مسلم بن الحجاج قشیری سے جو مؤلف ہیں اس صحیح کے۔ راضی ہو اللہ تعالیٰ ان سب بزرگوں سے اور مغفرت کرے میری اور میرے والدین اور بھائیوں اور سب مومنین کی سو مترجم کتاب سے امام مسلم تک سولہ ۱۶ واسطے ہیں اور امام مسلم کے واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک رباعی حدیث میں چار ہیں۔ اس حساب سے مترجم سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک اکیس ۲۱ واسطے ہوئے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ۔

مُقَدَّمَہ صَحِیحُ مُسلِم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ ۝ وَالۡعَاقِبَۃُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ ۝ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیِّیۡنَ ۝ وَعَلٰی جَمِیۡعِ الۡاَنۡبِیَاءِ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ ۝ اَمَّا بَعۡدُ

فَاِنَّکَ یَرۡحَمُکَ اللّٰہُ بِتَوۡفِیۡقِ خَالِقِکَ ذَکَرۡتَ اَنَّکَ هَمَمۡتَ بِالۡفَحۡصِ عَنۡ تَعَرُّفِ جُمۡلَۃِ الۡاَخۡبَارِ الۡمَاثُوۡرَۃِ عَنۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ فِیۡ سُنَنِ الدِّیۡنِ وَاَحۡکَامِهٖ وَمَا کَانَ مِنۡهَا فِی الثَّوَابِ وَالۡعِقَابِ وَالتَّرۡغِیۡبِ وَالتَّرۡهِیۡبِ وَغَیۡرِ ذٰلِکَ مِنۡ صُنُوۡفِ الۡاَشۡیَاءِ بِالۡاَسَانِیۡدِ الَّتِیۡ بِهَا نُقِلَتۡ وَتَدَاوَلَهَا اَهۡلُ الۡعِلۡمِ فِیۡمَا بَیۡنَهُمۡ فَاَرَدۡتَّ اَرۡشَدَکَ اللّٰہُ اَنۡ تُوَقَّفَ عَلٰی جُمۡلَتِهَا مُؤَلَّفَۃً مُحۡصَاۃً وَسَاَلۡتَنِیۡ اَنۡ اُلَخِّصَهَا

شروع کرتا ہوں میں اللہ جل جلالہ کے نام سے جو بہت مہربان ہے رحم والا۔

سب تعریف لائق ہے اسی پروردگار کو جو پالتا ہے سارے جہان کو اور بہتر انجام اُن ہی لوگوں کا ہے جو پرہیزگار ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اُتارے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو تمام پیغمبروں کے ختم کرنیوالے ہیں (یعنی نبوت کے سلسلہ کو اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات بابرکت پر ختم کر دیا۔ اب دنیا میں آپ کے بعد کوئی پیغمبر نئی شریعت لے کر نہیں آئے گا) اور تمام نبیوں اور پیغمبروں پر (جو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے گزرے ہیں جیسے حضرت آدم حضرت نوح حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام!

بعد حمد اور صلوٰۃ کے خدا تجھ پر رحم کرے تو نے اپنے پروردگار کی توفیق سے ذکر کیا تھا (یہ امام مسلمؒ کسی اور کو فرماتے ہیں) کہ تیرا قصد یہ ہے کہ تلاش کرے ان سب حدیثوں کو جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی گئی ہیں دین کے طریقوں اور حکموں میں (یعنی مسائل کی حدیثیں جو فقہ سے متعلق ہیں) اور ان حدیثوں کو جو ثواب اور عقاب اور خوشخبری اور ڈرانے کیلئے ہیں (یعنی فضائل اور اخلاق کی حدیثیں) اور ان کے سوا اور باتوں کی سندوں کے ساتھ جن کی رو سے وہ حدیثیں نقل کی گئی ہیں اور جن کو علماء حدیث نے جاری رکھا ہے اپنے میں (یعنی مشہور اور معروف سندیں)، تو تیرا مطلب یہ تھا کہ خدا تجھ کو ہدایت کرے کہ تو ان سب حدیثوں سے واقف ہو جائے اس طرح سے کہ وہ سب حدیثیں ایک جگہ جمع ہوں اور تو نے یہ سوال کیا تھا کہ میں ان سب حدیثوں کو اختصار

لَكَ فِي التَّأْلِيفِ بِلَا تَكْرَارٍ يَكْثُرُ فَإِنَّ ذٰلِكَ زَعَمْتَ مِمَّا يَشْغَلُكَ عَمَّا لَهُ قَصَدْتَ مِنَ التَّفَهُّمِ فِيهَا وَالِاسْتِنْبَاطِ مِنْهَا وَلِلَّذِي سَأَلْتَ أَكْرَمَكَ اللّٰهُ حِينَ رَجَعْتُ إِلَى تَدَبُّرِهِ وَمَا تَؤُولُ إِلَيْهِ الْحَالُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالَى عَاقِبَةٌ مَحْمُودَةٌ وَمَنْفَعَةٌ مَوْجُودَةٌ وَظَنَنْتُ حِينَ سَأَلْتَنِي تَجَشُّمَ ذٰلِكَ أَنْ لَوْ عُزِمَ لِي عَلَيْهِ وَقُضِيَ لِي تَمَامُهُ كَانَ أَوَّلُ مَنْ يُصِيبُهُ نَفْعُ ذٰلِكَ إِيَّايَ خَاصَّةً قَبْلَ غَيْرِي مِنَ النَّاسِ لِأَسْبَابٍ كَثِيرَةٍ يَطُولُ بِذِكْرِهَا الْوَصْفُ إِلَّا أَنَّ جُمْلَةَ ذٰلِكَ أَنَّ ضَبْطَ الْقَلِيلِ مِنْ هٰذَا الشَّأْنِ وَإِتْقَانَهُ أَيْسَرُ عَلَى الْمَرْءِ مِنْ مُعَالَجَةِ الْكَثِيرِ مِنْهُ وَلَاسِيَّمَا عِنْدَ مَنْ لَا تَمْيِيزَ عِنْدَهُ مِنَ الْعَوَامِّ إِلَّا بِأَنْ يُوَقِّفَهُ عَلَى التَّمْيِيزِ غَيْرُهُ فَإِذَا كَانَ الْأَمْرُ فِي هٰذَا كَمَا وَصَفْنَا فَالْقَصْدُ مِنْهُ إِلَى الصَّحِيحِ الْقَلِيلِ أَوْلَى بِهِمْ مِنِ ازْدِيَادِ السَّقِيمِ وَإِنَّمَا يُرْجَى بَعْضُ الْمَنْفَعَةِ فِي الِاسْتِكْثَارِ مِنْ هٰذَا الشَّأْنِ وَجَمْعِ الْمُكَرَّرَاتِ مِنْهُ لِخَاصَّةٍ مِنَ النَّاسِ مِمَّنْ رُزِقَ فِيهِ بَعْضَ التَّيَقُّظِ وَالْمَعْرِفَةِ بِأَسْبَابِهِ وَعِلَلِهِ فَذٰلِكَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ يَهْجُمُ بِمَا أُوتِيَ مِنْ ذٰلِكَ عَلَى الْفَائِدَةِ فِي الِاسْتِكْثَارِ مِنْ جَمْعِهِ فَأَمَّا عَوَامُّ النَّاسِ الَّذِينَ هُمْ بِخِلَافِ مَعَانِي الْخَاصِّ مِنْ أَهْلِ التَّيَقُّظِ وَالْمَعْرِفَةِ فَلَا مَعْنَى لَهُمْ فِي طَلَبِ الْحَدِيثِ تَكْثِيرًا

کے ساتھ تیرے لئے جمع کروں اور اس میں تکرار نہ ہو کیونکہ اگر تکرار ہوگی (اور طول ہوگا) تو تیرا مقصد جو حدیثوں کو سمجھنا اور اُن میں غور کرنا ہے اور اُن سے مسائل نکالنا ہے وہ جاتا رہے گا۔ اور تو نے جس بات کا سوال کیا خدا تجھ کو عزت دے جب میں نے اس میں غور کیا اور اس کے انجام کو دیکھا تو خدا چاہے اس کا انجام اچھا ہوگا اور بالفعل بھی اس میں فائدہ ہے (یعنی حال اور مآل دونوں کے فائدے کی بات ہے) اور میں نے یہ خیال کیا جب تو نے مجھے اس بات کی تکلیف دی کہ اگر یہ کام مجھ سے ہو جائے تو سب سے پہلے دوسروں کو تو خیر مجھے خود ہی فائدہ ہوگا کئی سببوں سے جن کا بیان کرنا طول ہے مگر خلاصہ یہ ہے کہ اس طور سے تھوڑی حدیثوں کو یاد رکھنا مضبوطی اور صحت کے ساتھ آسان ہے آدمی پر بہت سی حدیثوں کو روایت کرنے سے (بغیر ضبط اور اتقان کے کیونکہ اس میں ایک طرح کا خلجان پیدا ہوتا ہے)، خاص کر عوام کو بڑا فائدہ ہوگا جن کو تمیز نہیں ہوتی کھوٹی کھری حدیث کی، بے دوسرے کے بتلائے ہوئے۔ اور جب حال ایسا ہو جیسا ہم نے اوپر بیان کیا تو تھوڑی صحیح حدیثوں کا بیان کرنا ان کیلئے بہتر ہے بہت ضعیف حدیثوں سے اور بہت سی حدیثیں بیان کرنا اور مکررات کو جمع کرنا (خاص خاص شخص کو فائدہ دیتا ہے جن کو علم حدیث میں کچھ واقفیت ہے اور حدیث کے اسباب اور علتوں کو وہ پہچانتے ہیں ایسا شخص البتہ بوجہ اپنی واقفیت اور معرفت کے بہت حدیثوں کے جمع کرنے سے فائدہ اٹھائے گا لیکن عام لوگ جو برخلاف ہیں خاص لوگوں کے جو صاحب واقفیت و معرفت ہیں انکو کچھ حاصل نہیں بہت حدیثوں کے طلب کرنے میں جبکہ وہ تھوڑی حدیثوں کے پہچاننے سے عاجز ہیں (یعنی جس قدر کم حدیثیں انہوں نے دیکھی ہیں انہی کے پہچاننے کی اور صحیح کو ضعیف سے تمیز کرنے کی استعداد ان میں نہیں تو بہت حدیثوں سے

وَقَدْ عَجَزُوْا عَنْ مَعْرِفَةِ الْقَلِيْلِ
ثُمَّ اِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مُبْتَدِئُوْنَ
فِيْ تَخْرِيْجِ مَا سَاَلْتَ
عَنْهُ وَتَاْلِيْفِهٖ عَلٰى شَرِيْطَةٍ
سَوْفَ اَذْكُرُهَا لَكَ
وَهُوَ اَنَّا نَعْمِدُ اِلٰى جُمْلَةِ
مَا اُسْنِدَ مِنَ الْاَخْبَارِ
عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَنَقْسِمُهَا عَلٰى
ثَلَاثَةِ اَقْسَامٍ وَثَلَاثِ
طَبَقَاتٍ مِنَ النَّاسِ عَلٰى
غَيْرِ تَكْرَارٍ اِلَّا اَنْ يَاْتِيَ
مَوْضِعٌ لَا يُسْتَغْنٰى فِيْهِ
عَنْ تَرْدَادِ حَدِيْثٍ
فِيْهِ زِيَادَةُ مَعْنًى
اَوْ اِسْنَادٌ يَقَعُ اِلٰى جَنْبِ
اِسْنَادٍ لِعِلَّةٍ تَكُوْنُ
هُنَاكَ لِاَنَّ الْمَعْنَى الزَّائِدَ
فِي الْحَدِيْثِ
الْمُحْتَاجِ اِلَيْهِ
يَقُوْمُ مَقَامَ حَدِيْثٍ
تَامٍّ فَلَا بُدَّ مِنْ اِعَادَةِ
الْحَدِيْثِ الَّذِيْ فِيْهِ
مَا وَصَفْنَا
مِنَ الزِّيَادَةِ
اَوْ اَنْ نُفَصِّلَ ذٰلِكَ الْمَعْنٰى
مِنْ جُمْلَةِ الْحَدِيْثِ
عَلَى اخْتِصَارِهٖ
اِذَا اَمْكَنَ

وہ کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ پھر اگر خدا نے چاہا تو ہم
ان حدیثوں کے بیان کرنے میں جن کے لئے تو نے فرمائش
کی ہے ایک شرط پر چلیں گے جو بیان کرتے ہیں۔ وہ شرط
یہ ہے کہ ہم ان سب حدیثوں کی طرف قصد کرتے ہیں جو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مسنداً (یعنی متصلاً
ایک راوی نے دوسرے سے سنا ہو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم تک روایت کی گئی ہیں (سب حدیثوں سے
مراد اکثر حدیثیں ہیں اس لئے کہ سب مسند حدیثیں اس
کتاب میں نہیں ہیں) پھر ان کو تقسیم کرتے ہیں تین قسموں
پر اور راویوں کے تین طبقوں پر (پہلا طبقہ تو حافظ اور
ثقہ لوگوں کی روایتوں کا، دوسرا متوسطین کا تیسرا
ضعفاء اور متروکین کا۔ مگر مصنف نے اس کتاب میں
پہلی قسم کے بعد دوسری قسم کی حدیثوں کو بیان کیا ہے
پر تیسری قسم کو مطلق ذکر نہیں کیا اور حاکم اور بیہقی نے کہا
کہ اس کتاب میں سب سے پہلی قسم کی حدیثیں ہیں اور دوسری
قسم کی حدیثیں بیان کرنے سے پہلے مسلم مر گئے۔) بغیر تکرار
کے مگر جب کوئی ایسا مقام ہو جہاں دوبارہ حدیث کا
لانا ضروری ہو اس وجہ سے کہ اس میں کوئی دوسری بات
زیادہ ہو یا کوئی ایسی اسناد ہو جو دوسری اسناد کے
پہلو میں واقع ہو کسی علت کی وجہ سے تو وہاں تکرار کرتے
ہیں (یعنی دوبارہ اس حدیث کو نقل کرتے ہیں) اس لئے
کہ جب کوئی بات زیادہ ہوئی حدیث میں جس کی احتیاج ہے
تو وہ مثل ایک پوری حدیث کے ہے۔ پھر ضروری ہے
اس سب حدیث کا ذکر کرنا جس میں وہ بات زیادہ ہے
یا ہم اس زیادتی کو جدا کر لیں گے پوری حدیث سے اختصار
کے ساتھ اگر ممکن ہو (یعنی ایک حدیث میں ایک جملہ زیادہ
ہے جس سے کوئی بات کام کی نکلتی ہے اور وہ جملہ جدا
ہو سکتا ہے تو صرف اس جملہ کو دوسری اسناد بیان کرکے
نقل کر دیں گے اور ساری حدیث دوبارہ نہ لائیں گے۔

وَلٰكِنْ تَفْصِيلُهُ رُبَّمَا عَسُرَ مِنْ
جُمْلَتِهِ فَإِعَادَتُهُ
بِهَيْئَتِهِ إِذَا ضَاقَ ذٰلِكَ
أَسْلَمُ فَأَمَّا مَا وَجَدْنَا
بُدًّا مِنْ إِعَادَتِهِ بِجُمْلَتِهِ
مِنْ غَيْرِ حَاجَةٍ مِنَّا
إِلَيْهِ فَلَا نَتَوَلّٰى فِعْلَهُ
إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى
فَأَمَّا الْقِسْمُ الْأَوَّلُ فَإِنَّا
نَتَوَخّٰى أَنْ نُقَدِّمَ
الْأَخْبَارَ الَّتِي هِيَ أَسْلَمُ مِنَ
الْعُيُوبِ مِنْ غَيْرِهَا
وَأَنْقٰى مِنْ أَنْ يَكُونَ
نَاقِلُوهَا أَهْلَ اسْتِقَامَةٍ
فِي الْحَدِيثِ وَإِتْقَانٍ
لِمَا نَقَلُوا مَا لَمْ يُوجَدْ
فِي رِوَايَتِهِمْ اخْتِلَافٌ
شَدِيدٌ وَلَا تَخْلِيطٌ فَاحِشٌ
وَقَدْ عُثِرَ فِيهِ عَلٰى كَثِيرٍ
مِنَ الْمُحَدِّثِينَ وَبَانَ
ذٰلِكَ فِي حَدِيثِهِمْ فَإِذَا
نَحْنُ تَقَصَّيْنَا
أَخْبَارَ هٰذَا الصِّنْفِ
مِنَ النَّاسِ أَتْبَعْنَاهَا
أَخْبَارًا يَقَعُ فِي أَسَانِيدِهَا
بَعْضُ مَنْ لَيْسَ بِالْمَوْصُوفِ
بِالْحِفْظِ وَالْإِتْقَانِ كَا
لصِّنْفِ الْمُقَدَّمِ
قَبْلَهُمْ عَلٰى أَنَّهُمْ

مگر ایسا جب کریں گے کہ اس جملہ کا علیحدہ حدیث سے ممکن ہو (نووی نے کہا کہ اس مسئلہ میں علماء حدیث کا اختلاف ہے یعنی حدیث کا ایک ٹکڑا علیحدہ روایت کرنے میں بعضوں کے نزدیک مطلقاً منع ہے کیونکہ روایت بالمعنیٰ ان کے نزدیک جائز نہیں بلکہ حدیث کو لفظ بلفظ نقل کرنا چاہیئے اور بعضوں کے نزدیک اگرچہ روایت بالمعنیٰ جائز ہے مگر حدیث کا ایک ٹکڑا علیحدہ روایت کرنا اسی صورت میں درست ہے جب پہلے پوری حدیث کو روایت کرلیں، اور بعضوں کے نزدیک مطلقاً جائز ہے اور قاضی عیاض نے کہا کہ مسلم کا یہی قول ہے اور صحیح یہ ہے کہ علماء اور اہل معرفت کو یہ بات درست ہے بشرطیکہ معنی میں خلل واقع نہ ہو) لیکن جب جدا کرنا اس جملہ کا دشوار ہو تو پوری حدیث اپنی خاص وضع سے بیان کرنا بہتر ہے اور جس حدیث کی ہم کو دوبارہ بیان کرنے کی حاجت نہ ہو (یعنی اس میں کوئی ایسی بات زیادہ نہ ہو جس کی احتیاج ہے) تو ہم اس کو دوبارہ بیان نہ کریں گے اگر خدا چاہے۔ پہلی قسم کی حدیثوں میں ہم ان حدیثوں کو پہلے بیان کرتے ہیں جو عیبوں سے پاک اور صاف ہیں اس وجہ سے کہ ان کے روایت کرنے والے وہ لوگ ہیں جو صاحب استقامت اور اتقان (یعنی مضبوط اور [illegible]) ہیں اپنی روایات میں۔ نہ ان کی روایت میں سخت اختلاف ہے اور خلط ملط ہے (اس لئے کہ جو راوی اور ثقہ لوگوں سے بہت اختلاف کیا کرے یا روایتوں میں بہت خلط ملط کرے وہ قابل اعتبار کے نہیں رہتا) جیسے بعض محدثین کی کیفیت معلوم ہوگئی اور ان کی حدیثوں میں یہ بات کھل گئی ہے۔ پھر جب ہم بیان کر چکتے اس قسم کے راویوں کی حدیثیں (یعنی جو موصوف ہیں ساتھ کمال حفظ اور ضبط اور اتقان کے) تو اس کے بعد وہ حدیثیں لاتے ہیں جن کی اسناد میں وہ لوگ ہیں جن میں اتنا حفظ اور اتقان نہیں جیسا پہلی قسم

وَإِنْ كَانُوا فِيمَا وَصَفْنَا دُونَهُمْ فَإِنَّ اسْمَ السَّتْرِ وَالصِّدْقِ وَتَعَاطِي الْعِلْمِ يَشْمَلُهُمْ كَعَطَاءِ ابْنِ السَّائِبِ وَيَزِيدَ ابْنِ أَبِي زِيَادٍ وَلَيْثِ ابْنِ أَبِي سُلَيْمٍ

کے راویوں میں تھا۔ اور یہ لوگ اگرچہ پہلے قسم کے راویوں سے درجے میں کم ہیں مگر ان کا عیب ڈھکا ہوا ہے اور سچائی اور حدیث کی روایت میں وہ بھی شامل ہیں (یعنی دوسرے درجے کے راوی بھی سچے اور ٹھیک ہیں اور جو کچھ ان میں عیب تھا وہ چھپایا گیا ہے۔ اہل حدیث نے ان کو متہم نہیں کیا ہے کذب سے نہ ان سے روایت ترک کی ہے) جیسے عطار بن السائب اور یزید بن ابی زیاد اور لیث بن ابی سلیم۔

فائدہ۔ یہ تینوں راوی دوسرے درجے کے ہیں جو حفظ اور اتقان میں اعلیٰ نہیں ہیں مگر ان کی سچائی میں شبہ نہیں۔ عطار بن السائب کی کنیت ابوالسائب ہے یا ابویزید یا ابومحمد یا ابوزید وہ ثقہ ہیں مگر اخیر عمر میں ان کے حافظہ میں فتور آگیا تھا۔ پھر جن لوگوں نے ان سے اختلاط کے پہلے سنا ہے ان کی روایت صحیح ہے اور جنہوں نے بعد سنا ہے البتہ ان کی حدیث مضطرب ہے۔ سفیان ثوری اور شعبہ نے ان سے اختلاط کے پہلے سنا ہے اور جریر اور خالد بن عبداللہ اور سمٰعیل اور علی بن عاصم نے بعد اختلاط کے سنا ہے۔ ایسا ہی کہا احمد بن حنبل نے اور یحییٰ بن معین نے کہا کہ عطار سے سب نے اختلاط کے بعد روایت کی ہے مگر شعبہ اور سفیان نے اور ابوعوانہ نے عطار سے صحت اور اختلاط دونوں حالت میں سنا ہے تو ان کی روایت کا بھی اعتبار نہیں۔ یزید ابن ابی زیاد یا یزید بن زیاد قرشی دمشقی حفاظ حدیث نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ ابن نمیر اور یحییٰ بن معین نے کہا وہ کچھ نہیں اور ابوحاتم نے کہا ضعیف ہے اور نسائی نے کہا متروک الحدیث ہے اور ترمذی نے کہا ضعیف ہے۔ لیث بن ابی سلیم کو جمہور نے ضعیف کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ مختلط ہو گیا تھا اور اس کی روایتیں مضطرب ہیں لیکن اس کی حدیث لکھی جائے گی۔ احمد بن حنبل نے کہا وہ مضطرب الحدیث ہے لیکن لوگوں نے ان سے روایت کی ہے۔ دارقطنی اور ابن عدی نے کہا اس کی حدیث لکھی جائے گی اور اکثر لوگوں نے کہا کہ اس کی روایت لکھنے کے لائق نہیں۔ (نووی)

وَأَضْرَابِهِمْ مِنْ حُمَّالِ الْآثَارِ وَنُقَّالِ الْأَخْبَارِ فَهُمْ وَإِنْ كَانُوا بِمَا وَصَفْنَا مِنَ الْعِلْمِ وَالسِّتْرِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مَعْرُوفِينَ فَغَيْرُهُمْ مِنْ أَقْرَانِهِمْ مِمَّنْ عِنْدَهُمْ مَا ذَكَرْنَا مِنَ الْإِتْقَانِ وَالِاسْتِقَامَةِ فِي الرِّوَايَةِ يَفْضُلُونَهُمْ فِي الْحَالِ وَالْمَرْتَبَةِ عِنْدَ أَهْلِ

اور ان کی مانند لوگ حدیث کی روایت کرنے اور خبر کے نقل کرنے والے اگرچہ یہ لوگ مشہور ہیں علم میں اور مستور ہیں اہل حدیث کے نزدیک لیکن ان کے ہم عصر دوسرے لوگ جن کے پاس اتقان اور استقامت ہے روایت میں ان سے بڑھ کر ہیں حال اور مرتبے میں اس واسطے کہ اہل علم

الْعِلْمِ دَرَجَةٌ رَفِيعَةٌ وَخَصْلَةٌ سَنِيَّةٌ

کے نزدیک یہ ایک درجہ ہے بلند اور ایک خصلت ہے عمدہ (یعنی ضبط اور اتقان)

أَلَا تَرَى أَنَّكَ إِذَا وَازَنْتَ هٰؤُلَاءِ الثَّلٰثَةَ الَّذِيْنَ سَمَّيْنَاهُمْ عَطَاءً وَيَزِيْدَ وَلَيْثًا بِمَنْصُوْرِ ابْنِ الْمُعْتَمِرِ وَسُلَيْمٰنَ الْأَعْمَشِ وَإِسْمٰعِيْلَ ابْنِ أَبِي خَالِدٍ فِي إِتْقَانِ الْحَدِيْثِ وَالْاِسْتِقَامَةِ فِيْهِ وَجَدْتَهُمْ مُبَايِنِيْنَ لَهُمْ لَا يُدَانُوْنَهُمْ لَا شَكَّ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيْثِ فِي ذٰلِكَ لِلَّذِي اسْتَفَاضَ عِنْدَهُمْ مِنْ صِحَّةِ حِفْظِ مَنْصُوْرٍ وَالْأَعْمَشِ وَإِسْمٰعِيْلَ وَإِتْقَانِهِمْ لِحَدِيْثِهِمْ وَأَنَّهُمْ لَمْ يَعْرِفُوْا مِثْلَ ذٰلِكَ مِنْ عَطَاءٍ وَيَزِيْدَ وَلَيْثٍ

ترجمہ۔ کیا تو نہیں دیکھتا اگر تو نے ان تینوں کو جن کا ہم نے نام لیا یعنی عطار اور یزید اور لیث کو منصور بن معتمر اور سلیمان اعمش اور سمعیل بن ابی خالد کے ساتھ (جو ان تینوں کے ہم عصر ہیں) حدیث کے اتقان اور استقامت میں تو ان کو بالکل جدا پائے گا ہرگز ان کے قریب نہ ہوں گے۔ اس بات میں کچھ شک نہیں اہل حدیث کے نزدیک اس لئے کہ ان کو ثابت ہو گیا حفظ منصور اور اعمش اور سمعیل کا اور ان کا ضبط اور اتقان حدیث میں جو نہیں ثابت ہوا عطار اور یزید اور لیث میں۔

فائدہ۔ یعنی عطار اور یزید اور لیث منصور اور سلیمان اور سمعیل کے سامنے کچھ نہیں اترتے اس لئے کہ عطار اور یزید اور لیث کا مرتبہ بہت کم ہے جیسے ان کا حال اوپر گذرا اور منصور اور اعمش اور سمعیل یہ حدیث کے حافظوں اور ثقہ لوگوں میں سے ہیں۔ سمعیل بن ابی خالد تو تابعی مشہور ہیں۔ انہوں نے انس بن مالک اور سلمہ بن الاکوع اور عبداللہ بن ابی اوفی اور عمرو بن حریث اور قیس بن عائذ اور ابو جحیفہ کو دیکھا اور یہ سب صحابی ہیں۔ اور سلیمان اعمش بھی تابعی ہیں کیوں کہ انہوں نے انس کو دیکھا۔ اور اعمش کہتے ہیں ضعیف البصر کو جس کی بینائی میں فتور ہو۔ یہ ان کا لقب ہو گیا تھا۔ اہل حدیث نے اس قسم کے القاب نقل کرنے میں قباحت نہیں دیکھی کیوں کہ یہ القاب معرفت کے لئے بیان کئے جاتے ہیں نہ ذلت اور توہین کے لئے۔ منصور بن معتمر اگرچہ تابعی ہیں مگر حفظ اور اتقان میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں اس لئے مسلم نے ان کا نام پہلے رکھا۔ عبدالرحمٰن بن مہدی نے کہا کہ منصور سب کوفے والوں میں سے زیادہ ثقہ ہیں۔

وَفِي مِثْلِ مَجْرَى هٰؤُلَاءِ إِذَا وَازَنْتَ بَيْنَ الْأَقْرَانِ كَابْنِ عَوْنٍ وَأَيُّوْبَ السَّخْتِيَانِيِّ مَعَ عَوْفِ ابْنِ أَبِي جَمِيْلَةَ وَأَشْعَثَ الْحُمْرَانِيِّ وَهُمَا صَاحِبَا الْحَسَنِ وَابْنِ سِيْرِيْنَ كَمَا أَنَّ ابْنَ عَوْنٍ وَأَيُّوْبَ صَاحِبَاهُمَا

ترجمہ۔ اور ایسی ہی کیفیت ہے جب تو موازنہ کرے (یعنی تولے ایک کو دوسرے کے ساتھ) ہم عصروں کو جیسے ابن عون اور ایوب سختیانی کو عوف بن ابی جمیلہ اور اشعث حمرانی کے ساتھ یہ دونوں مصاحب تھے ابن سیرین اور حسن بصری کے (جو مشہور تابعین میں سے ہیں) جیسے ابن عون اور ایوب ان کے مصاحب تھے اور

إِلَّا أَنَّ الْبَوْنَ بَيْنَهُمَا وَبَيْنَ
هٰذَيْنِ بَعِيْدٌ فِيْ كَمَالِ الْفَضْلِ وَ
صِحَّةِ النَّقْلِ وَإِنْ كَانَ عَوْفٌ وَ
أَشْعَثُ غَيْرَ مَدْفُوْعَيْنِ عَنْ صِدْقٍ
وَّأَمَانَةٍ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ وَلٰكِنِ
الْحَالُ مَا وَصَفْنَا مِنَ الْمَنْزِلَةِ
عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ وَإِنَّمَا مَثَّلْنَا
هٰؤُلَاءِ فِي التَّسْمِيَةِ لِيَكُوْنَ
تَمْثِيْلُهُمْ سِمَةً يَصْدُرُ عَنْ
فَهْمِهَا مَنْ غَبِيَ عَلَيْهِ طَرِيْقُ
أَهْلِ الْعِلْمِ فِيْ تَرْتِيْبِ أَهْلِهِ
فِيْهِ فَلَا يُقَصَّرُ بِالرَّجُلِ الْعَالِي
الْقَدْرِ عَنْ دَرَجَتِهٖ وَلَا يُرْفَعُ
مُتَّضِعُ الْقَدْرِ فِي الْعِلْمِ فَوْقَ مَنْزِلَتِهٖ
وَيُعْطٰى كُلُّ ذِيْ حَقٍّ فِيْهِ
حَقَّهٗ وَيُنَزَّلُ مَنْزِلَتَهٗ
وَقَدْ ذُكِرَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ
اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ أَمَرَنَا
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ
اٰلِهٖ وَسَلَّمَ أَنْ نُّنَزِّلَ النَّاسَ
مَنَازِلَهُمْ مَعَ مَا نَطَقَ بِهِ
الْقُرْاٰنُ مِنْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَ
فَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ۝

ان دونوں میں بڑا فرق ہے (یعنی ابن عون اور
ایوب کا درجہ بہت بڑھ کر ہے) کمال فضل اور
صحت روایت میں اگرچہ عوف اور اشعث بھی
سچے اور امانت دار ہیں (امام احمد نے کہا عوف
ثقہ ہیں صالح الحدیث اور یحییٰ بن معین نے بھی
کہا کہ وہ ثقہ ہیں۔ اسی طرح اشعث حمرانی کو دارقطنی
نے کہا وہ ثقہ ہے) اہل علم کے نزدیک مگر اصل
حال وہ ہے درجے کا اہل علم کے نزدیک جو
ہم نے بیان کیا۔ اور ہم نے مثال کے طور پر
بیان کیا ان لوگوں کا نام لے کر تاکہ ان کی مثال
ایک نشانی ہو اور فراغت پائے اس کو سمجھ کر
وہ شخص جس پر چھپا ہوا ہے رستہ علم والوں کا
اہل علم کی ترتیب میں تو کم نہ کیا جائے بلند
درجے والا شخص اپنے درجے سے اور بلند
نہ کیا جائے کم درجے والا اپنے درجے پر اور ہر ایک
کو اس کا حق دیا جائے اور اپنا درجہ۔
اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو حکم کیا
ہر ایک آدمی کو اس کے مرتبے پر رکھنے کا اور قرآن
سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا
ہر علم والے سے بڑھ کر دوسرا علم والا ہے (تو حدیث
اور قرآن دونوں سے اہل علم کے تفاوت درجات
کا ثبوت ہوا)

فائدہ۔ امام مسلم نے اس حدیث کو معلقاً یعنی بلا اسناد ذکر کیا اور معلق حدیثیں مسلم کی
کتاب میں بہت کم ہیں۔ ایک ان میں سے یہ حدیث بھی ہے جس کی صحت میں علماء کا اختلاف ہے
حاکم ابو عبداللہ حافظ نے اپنی کتاب معرفۃ علوم الحدیث میں اس کو صحیح بتلایا ہے اور ابو داؤد نے
اپنی سنن میں اس کو روایت کیا میمون بن ابی شبیب سے اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ مگر میمون
نے عائشہ رض سے نہیں سنا تو یہ حدیث منقطع ہوئی حالانکہ مسلم نے شرط کی ہے کہ حدیث متصل اور
مسند ہو۔ اس کا جواب یوں دیا ہے کہ میمون نے مغیرہ بن شعبہ کو پایا اور مغیرہ رض حضرت عائشہ

رضی اللہ عنہا سے پہلے مرے۔ اور شرط مسلم کی یہ ہے کہ ہم عصری ہو اور ملاقات ممکن ہو تو روایت حدیث کی ملاقات پر دلیل ہے۔ البتہ اگر میمون یہ کہتا کہ میں عائشہ رضؓ سے نہیں ملا تو اعتراض درست ہوتا۔ سوا اس کے بزار نے اپنی مسند میں اس حدیث کو روایت کیا ہے اور کہا کہ مرفوعاً یہ حدیث اسی طور سے مروی ہے لیکن موقوفاً اور طریقوں سے بھی روایت کی گئی ہے واللہ اعلم۔

فَعَلٰى نَحْوِ مَا ذَكَرْنَا مِنَ الْوُجُوْهِ نُؤَلِّفُ مَا سَأَلْتَ مِنَ الْأَخْبَارِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَّا مَا كَانَ مِنْهَا عَنْ قَوْمٍ هُمْ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيْثِ مُتَّهَمُوْنَ أَوْ عِنْدَ الْأَكْثَرِ مِنْهُمْ فَلَسْنَا نَتَشَاغَلُ بِتَخْرِيْجِ حَدِيْثِهِمْ كَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مِسْوَرٍ أَبِيْ جَعْفَرٍ الْمَدَائِنِيِّ وَعَمْرِو بْنِ خَالِدٍ وَعَبْدِ الْقُدُّوْسِ الشَّامِيِّ وَمُحَمَّدِ بْنِ سَعِيْدٍ الْمَصْلُوْبِ

ترجمہ۔ تو جیسے اوپر ہم نے بیان کیا اُن ہی طریقوں پر ہم جمع کرتے ہیں حدیثوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جن کا تو نے سوال کیا۔ اب جو حدیثیں ایسے لوگوں سے مروی ہیں جن پر سب اہل حدیث نے کذب کی نسبت کی یا اکثر اہلحدیث نے تو انکو ہم نہیں روایت کرتے جیسے عبداللہ بن مسور ابی جعفر مدائنی اور عمرو بن خالد اور عبد القدوس شامی (جو روایت کرتا ہے عکرمہ اور عطار سے عمر بن علی قلاس نے کہا کہ اتفاق کیا اہل علم نے اس کی حدیث کے ترک پر) اور محمد بن سعید مصلوب

فائدہ۔ دمشقی جس کی کنیت ابو عبد الرحمٰن تھی یا ابو عبداللہ یا ابو قیس اس کے نسب اور نام میں بڑا اختلاف ہے۔ حافظ عبد الغنی نے کہا وہ اپنے نام کو سو طرح پر بدلتا ہے۔ ابو حاتم نے کہا متروک الحدیث ہے اور قتل کیا گیا اور سولی دیا گیا بے دینی کی وجہ سے۔ محمد بن حنبل نے کہا ابو جعفر نے اس کو قتل کیا زندیق ہونے کی وجہ سے اور اس کی حدیث موضوع ہے۔ اور خالد بن یزید نے کہا میں نے اس سے سنا وہ کہتا تھا جب میں کوئی عمدہ بات سنوں تو اس کی اسناد بنانے میں کچھ قباحت نہیں۔ احمد بن صالح نے کہا اس نے چار ہزار حدیثیں بنائیں۔

وَغِيَاثِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ وَسُلَيْمَانَ بْنِ عَمْرٍو وَأَبِيْ دَاوُدَ النَّخَعِيِّ وَأَشْبَاهِهِمْ مِمَّنِ اتُّهِمَ بِوَضْعِ الْأَحَادِيْثِ وَتَوْلِيْدِ الْأَخْبَارِ وَكَذٰلِكَ مَنِ الْغَالِبُ عَلٰى حَدِيْثِهِ الْمُنْكَرُ أَوِ الْغَلَطُ أَمْسَكْنَا أَيْضًا عَنْ حَدِيْثِهِمْ وَعَلَامَةُ الْمُنْكَرِ فِيْ حَدِيْثِ الْمُحَدِّثِ إِذَا مَا

ترجمہ۔ اور غیاث بن ابراہیم اور سلیمان بن عمرو اور ابو داؤد نخعی اور ان کے مانند لوگ جن سے حدیث بنانے کی اور خبریں تراشنے کی نسبت کی گئی ہے (یعنی یہ سب لوگ وضاع اور کذاب اور متروک الحدیث تھے تو ایسے لوگوں کی روایتیں ہم نے بالکل نہیں لکھیں۔ اور اسی طرح ہم نے ان لوگوں کی روایت بھی نہیں لکھی جن کی حدیث اکثر منکر (یعنی ثقہ کے خلاف) یا غلط ہوتی ہے۔ اور منکر کی نشانی محدث کی حدیث میں یہ ہے کہ جب

عُرِضَتْ رِوَايَتُهُ لِلْحَدِيثِ عَلَى رِوَايَةِ غَيْرِهِ مِنْ أَهْلِ الْحِفْظِ وَالرِّضَا خَالَفَتْ رِوَايَتُهُ رِوَايَتَهُمْ أَوْ لَمْ تَكَدْ تُوَافِقُهَا فَإِذَا كَانَ الْأَغْلَبُ مِنْ حَدِيثِهِ كَذَلِكَ كَانَ مَهْجُورَ الْحَدِيثِ غَيْرَ مَقْبُولِهِ وَلَا مُسْتَعْمَلِهِ

اس کی روایت سے مقابلہ کیا جائے دوسرے لوگوں کی روایت سے جو اچھے اور حافظے والے ہیں تو اس کی روایت ان کی روایت کے خلاف پڑے بالکل یا کچھ موافق ہو اور اکثر خلاف جب کسی راوی کی اکثر اس قسم کی روایتیں ہوں تو وہ مہجور الحدیث ہے یعنی اس کی روایت مقبول و مستعمل نہ ہوگی۔

فائدہ۔ تو منکر کے معنے یہ ٹھیرے کہ جو روایت اور ثقہ لوگوں کی روایت کے خلاف ہو اس کو منکر مردود بھی کہتے ہیں اور ایک منکر اس کو بھی کہتے ہیں جس کو ایک ہی ثقہ شخص نے روایت کیا ہو مگر یہ مردود نہیں ہے جب وہ ثقہ ضابط اور متقن ہو۔ (نووی)

فَمِنْ هَذَا الضَّرْبِ مِنَ الْمُحَدِّثِينَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَرَّرٍ وَيَحْيَى ابْنُ أَبِي أُنَيْسَةَ وَالْجَرَّاحُ ابْنُ الْمِنْهَالِ أَبُو الْعَطُوفِ وَعَبَّادُ ابْنُ كَثِيرٍ وَحُسَيْنُ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ضُمَيْرَةَ وَعُمَرُ ابْنُ صُهْبَانَ وَمَنْ نَحَا نَحْوَهُمْ فِي رِوَايَةِ الْمُنْكَرِ مِنَ الْحَدِيثِ

ترجمہ۔ اس قسم کے راویوں میں سے عبداللہ ابن محرر اور یحیی بن ابی انیسہ اور جراح بن منہال ابو العطوف اور عباد بن کثیر اور حسین بن عبداللہ بن ضمیرہ اور عمر بن صہبان اور ان کے مثل اور لوگ ہیں جو منکر حدیثیں روایت کرتے ہیں۔

فائدہ۔ عبداللہ بن محرر یا عبداللہ بن محرر مگر صحیح محرر ہے بصیغہ اسم مفعول اور یہ ائمہ مہلتین اتباع تابعین میں سے ہے روایت کرتا ہے حسن اور قتادہ اور زہری اور نافع وغیرہ تابعین سے روایت کی ہے۔ اس سے ثوری اور ایک جماعت نے۔ اتفاق کیا ہے محدثین نے اس کے ترک پر۔ امام احمد بن حنبل نے کہا لوگوں نے ترک کر دیا ہے اس کی حدیث کو۔ ابو انیسہ جو یحیی کا باپ ہے اسکا نام زید ہے اور ابو العطوف جراح بن منہال سے روایت کرتا ہے۔ بخاری نے کہا وہ منکر الحدیث ہے اور عمر بن صہبان اسلمی مدنی ہے اتفاق ہے اس کے متروک ہونے پر۔ (نووی)

فَلَسْنَا نُعَرِّجُ عَلَى حَدِيثِهِمْ وَلَا نَتَشَاغَلُ بِهِ لِأَنَّ حُكْمَ أَهْلِ الْعِلْمِ وَالَّذِي نَعْرِفُ مِنْ مَذْهَبِهِمْ فِي قَبُولِ مَا يَتَفَرَّدُ بِهِ الْمُحَدِّثُ مِنَ الْحَدِيثِ أَنْ يَكُونَ قَدْ شَارَكَ الثِّقَاتِ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ وَالْحِفْظِ فِي بَعْضِ مَا رَوَوْا وَأَمْعَنَ فِي ذَلِكَ عَلَى الْمُوَافَقَةِ لَهُمْ

ترجمہ۔ تو ہم ان لوگوں کی حدیثیں نہیں لاتے، نہ ان میں مشغول ہوتے ہیں اس لئے کہ اہل علم نے جو حکم کیا ہے اور جو اُن کا مذہب معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ جس روایت کو ایک ہی محدث نے روایت کیا ہو وہ قبول کی جائے گی اس شرط سے کہ وہ محدث شریک ہو اور ثقہ اور حافظ لوگوں کا ان کی بعض روایتوں میں یا بالکل موافق ہو ان کا

فَإِذَا وُجِدَ ذٰلِكَ ثُمَّ زَادَ بَعْدَ ذٰلِكَ شَيْئًا لَيْسَ عِنْدَ أَصْحَابِهِ قُبِلَتْ زِيَادَتُهُ فَأَمَّا مَنْ تَرَاهُ يَعْمِدُ لِمِثْلِ الزُّهْرِيِّ فِي جَلَالَتِهِ وَكَثْرَةِ أَصْحَابِهِ الْحُفَّاظِ الْمُتْقِنِينَ لِحَدِيثِهِ وَحَدِيثِ غَيْرِهِ أَوْ لِمِثْلِ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ وَحَدِيثُهُمَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مَبْسُوطٌ مُشْتَرَكٌ قَدْ نَقَلَ أَصْحَابُهُمَا عَنْهُمَا حَدِيثَهُمَا عَلَى الْاِتِّفَاقِ مِنْهُمْ فِي أَكْثَرِهِ فَيَرْوِي عَنْهُمَا أَوْ عَنْ أَحَدِهِمَا الْعَدَدَ مِنَ الْحَدِيثِ مِمَّا لَا يَعْرِفُهُ أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِهِمَا وَلَيْسَ مِمَّنْ قَدْ شَارَكَهُمْ فِي الصَّحِيحِ مِمَّا عِنْدَهُمْ فَغَيْرُ جَائِزٍ قَبُولُ حَدِيثِ هٰذَا الضَّرْبِ مِنَ النَّاسِ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔

پھر جب یہ حال ہو اس کا اور کسی روایت میں کچھ عبارت زیادہ کرے جو اس کے ساتھیوں کی روایت میں نہ ہو تو وہ قبول کی جائے گی لیکن اگر تو کسی کو دیکھے جو زہری جیسے بزرگ شخص سے روایت کرنے کا قصد کرے جس کے شاگرد بہت ہیں اور وہ حافظ ہیں اور مضبوطی سے بیان کرتے ہیں اس کی اور اوروں کی حدیثوں کو یا ہشام بن عروہ سے روایت کا قصد کرے اور ان دونوں کی (یعنی ہشام اور زہری کی) حدیثیں اہل علم کے نزدیک پھیلی ہوئی ہیں اور مشترک ہیں اور ان دونوں کے شاگردان کی حدیثوں کو اتفاق کے ساتھ اکثر بیان کرتے ہیں۔ پھر وہ شخص ان دونوں سے چند ایسی حدیثیں نقل کرے جو کسی شاگرد کو ان دونوں کے شاگردوں میں سے معلوم نہ ہوں اور وہ شخص اور صحیح روایتوں میں ان شاگردوں کا شریک نہ ہو تو اس قسم کی روایتیں ایسے لوگوں کی ہرگز مقبول نہ ہوں گی (بلکہ وہ منکر مردود ہوں گی)

وَقَدْ شَرَحْنَا مِنْ مَذْهَبِ الْحَدِيثِ وَأَهْلِهِ بَعْضَ مَا يَتَوَجَّهُ بِهِ مَنْ أَرَادَ سَبِيلَ الْقَوْمِ وَوُفِّقَ لَهَا وَسَنَزِيدُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى شَرْحًا وَإِيضَاحًا فِي مَوَاضِعَ مِنَ الْكِتَابِ عِنْدَ ذِكْرِ الْأَخْبَارِ الْمُعَلَّلَةِ إِذَا أَتَيْنَا عَلَيْهَا فِي الْأَمَاكِنِ الَّتِي يَلِيقُ بِهَا الشَّرْحُ وَالْإِيضَاحُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔

ترجمہ۔ اور ہم نے بیان کیا مذہب حدیث اور اہلحدیث کا اس قدر جو مقصود ہے اس شخص کا جو چلنا چاہے اہل حدیث کی راہ پر اور اس کو توفیق دیجائے چلنے کی اس پر اور خدا چاہے تو ہم اس کو شرح اور وضاحت سے بیان کریں گے اس کتاب کے کئی مقاموں میں جہاں وہ حدیثیں آئیں گی جن میں کچھ علتیں ہیں ان مقاموں میں جہاں شرح کرنا اور واضح بیان کرنا مناسب ہوگا۔

وَبَعْدُ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَلَوْلَا الَّذِي رَأَيْنَا مِنْ سُوْءِ صَنِيعِ كَثِيرٍ مِمَّنْ نَصَبَ نَفْسَهُ مُحَدِّثًا

ترجمہ۔ بعد ان سب باتوں کے جو اوپر گزریں خدا تجھ پر رحم کرے اگر ہم نہ دیکھتے وہ برا کام جو کر رہا ہے وہ شخص جس نے اپنے تئیں محدث بنایا ہے

فِيمَا يَلْزَمُهُمْ مِنْ طَرْحِ الْأَحَادِيثِ الضَّعِيفَةِ وَالرِّوَايَاتِ الْمُنْكَرَةِ وَ تَرْكِهِمُ الْاِقْتِصَارَ عَلَى الْأَخْبَارِ الصَّحِيحَةِ الْمَشْهُورَةِ مِمَّا نَقَلَهُ الثِّقَاتُ الْمَعْرُوفُونَ بِالصِّدْقِ وَالْأَمَانَةِ بَعْدَ مَعْرِفَتِهِمْ وَإِقْرَارِهِمْ بِأَلْسِنَتِهِمْ أَنَّ كَثِيرًا مِمَّا يَقْذِفُونَ بِهِ إِلَى الْأَغْبِيَاءِ مِنَ النَّاسِ هُوَ مُسْتَنْكَرٌ وَمَنْقُولٌ عَنْ قَوْمٍ غَيْرِ مَرْضِيِّينَ مِمَّنْ ذَمَّ الرِّوَايَةَ عَنْهُمْ أَئِمَّةُ أَهْلِ الْحَدِيثِ مِثْلُ مَالِكِ ابْنِ أَنَسٍ وَشُعْبَةَ ابْنِ الْحَجَّاجِ وَسُفْيَانَ ابْنِ عُيَيْنَةَ وَ يَحْيَى ابْنِ سَعِيدٍ الْقَطَّانِ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَهْدِيٍّ وَغَيْرِهِمْ مِنَ الْأَئِمَّةِ لَمَا سَهُلَ عَلَيْنَا الْاِنْتِصَابُ لِمَا سَأَلْتَ مِنَ التَّمْيِيزِ وَالتَّحْصِيلِ وَلٰكِنْ مِنْ أَجْلِ مَا أَعْلَمْنَاكَ مِنْ نَشْرِ الْقَوْمِ الْأَخْبَارَ الْمُنْكَرَةَ بِالْأَسَانِيدِ الضِّعَافِ الْمَجْهُولَةِ وَقَذْفِهِمْ بِهَا إِلَى الْعَوَامِّ الَّذِينَ لَا يَعْرِفُونَ عُيُوبَهَا خَفَّ عَلَى قُلُوبِنَا إِجَابَتُكَ إِلَى مَا سَأَلْتَ۔

یعنی لازم ہے ایسے شخص کو کہ ضعیف حدیثوں اور منکر روایتوں کو نقل نہ کرے اور صرف انہی حدیثوں کو روایت کرے جو صحیح اور مشہور ہیں جن کو ثقہ لوگوں نے جن کی سچائی اور امانت مشہور ہے نقل کیا ہے اور وہ جانتا ہے اور اقرار کرتا ہے کہ بہت سی حدیثیں جن کو وہ عام لوگوں کو سناتا ہے منکر ہیں اور ان لوگوں سے مروی ہیں جن کی مذمت حدیث کے اماموں نے کی ہے جیسے مالک بن انس اور شعبہ بن حجاج اور سفیان بن عیینہ اور یحییٰ بن سعید القطان اور عبدالرحمٰن بن مہدی وغیرہم نے (یہ سب حدیث کے بڑے امام اور پیشوا ہیں) البتہ ہم کو یہ تکلیف اٹھانا تیری خواہش کے مطابق جو تو نے صحیح حدیثوں کو جدا کرنے کے لئے کی تھی دشوار ہوتی (کیوں کہ جب سب لوگ یہی عادت کرتے کہ صرف صحیح حدیثیں نقل کیا کرتے تو عوام کے دھوکا کھانے کا ڈر نہ ہوتا اور صحیح حدیثوں کے جدا کرنے کی بھی ضرورت نہ پڑتی) لیکن اسی وجہ سے جو ہم نے بیان کی کہ لوگ منکر حدیثوں کو ضعیف اور مجہول سندوں سے بیان کیا کرتے ہیں اور عوام کو سنا دیتے ہیں جن کو عیبوں کے پہچاننے کی لیاقت نہیں تیری خواہش کا قبول کرنا ہم پر آسان ہو گیا (اس لئے کہ جس کام کی ضرورت ہوتی ہے اس کا کرنا آسان ہوتا ہے۔)

بَابُ وُجُوبِ الرِّوَايَةِ عَنِ الثِّقَاتِ وَتَرْكِ الْكَذَّابِينَ

ہمیشہ ثقہ اور معتبر لوگوں سے روایت کرنا چاہئے اور جن لوگوں کا جھوٹ ثابت ہو اُن سے روایت نہ کرنا چاہیے

وَاعْلَمْ وَفَّقَكَ اللّٰهُ أَنَّ الْوَاجِبَ عَلٰى كُلِّ أَحَدٍ عَرَفَ التَّمْيِيزَ

ترجمہ۔ جان تو، خدا تجھ کو توفیق دے جو شخص صحیح اور ضعیف حدیث میں تمیز کرنے کی قدرت

بَيْنَ صَحِيحِ الرِّوَايَاتِ وَسَقِيمِهَا
وَثِقَاتِ النَّاقِلِينَ لَهَا مِنَ الْمُتَّهَمِينَ
أَنْ لَا يَرْوِيَ مِنْهَا إِلَّا مَا عَرَفَ صِحَّةَ
مَخَارِجِهِ وَالسِّتَارَةَ فِي نَاقِلِيهِ وَأَنْ
يَتَّقِيَ مِنْهَا مَا كَانَ مِنْهَا عَنْ أَهْلِ
التُّهَمِ وَالْمُعَانِدِينَ مِنْ أَهْلِ الْبِدَعِ

رکھتا ہو اور ثقہ (معتبر) اور متہم (جن پر تہمت لگی ہو کذب وغیرہ کی) راویوں کو پہچانتا ہو اس پر واجب ہے کہ نہ روایت کرے، مگر اس حدیث کو جس کی اصل کی صحت ہو اور اس کی نقل کرنے والے وہ لوگ ہوں جن کا عیب فاش نہ ہوا ہو، اور بچے ان لوگوں کی روایت سے جن پر تہمت لگائی گئی ہے یا جو عناد رکھتے ہیں بدعتی۔

فائدہ۔ نووی نے کہا کہ علماء نے اتفاق کیا ہے کہ جو بدعتی ایسا ہو جس کی بدعت نے اس کو کفر تک پہنچا دیا ہو اس کی روایت تو بالاتفاق مقبول نہیں اور جس کی بدعت کفر تک نہیں پہنچی اس کی روایت قبول کرنے میں اختلاف ہے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ اس کی روایت مقبول ہے بشرطیکہ وہ روایت اس کی بدعت کی تائید میں نہ ہو۔ اور صحیحین وغیرہ میں بہت سی روایتیں اُن لوگوں سے منقول ہیں جو بدعت میں گرفتار تھے۔ اصل یہ ہے کہ جو بدعتی عناد رکھتا ہو یعنی تعصب کہ جھوٹی روایت اپنی تائید کے لئے نقل کرنا جائز رکھے جیسے روافض میں سے ایک فرقہ خطابیہ جو اپنی قوم کے فائدے کے لئے جھوٹی گواہی دینا جائز رکھتا ہے اس کی روایت قبول نہیں ہوگی اور جو بدعتی سچا ہو اور اس کی عدالت روایت میں معلوم ہو اس کی حدیث قبول کی جائیگی۔

وَالدَّلِيلُ عَلَى أَنَّ الَّذِي قُلْنَا مِنْ هَذَا
هُوَ اللَّازِمُ دُونَ مَا خَالَفَهُ قَوْلُ اللَّهِ
تَعَالَى ذِكْرُهُ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ
فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا
بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَدِمِينَ ۝

ترجمہ۔ اور دلیل اس پر جو ہم نے کہا یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ نے فرمایا اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو ہوشیار ہو جاؤ ایسا نہ ہو کہ جا پڑو کسی قوم پر نادانی سے پھر کل کو پچتاؤ اپنے کئے ہوئے پر۔

فائدہ۔ ایک شخص کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ایک قوم پر زکوٰۃ لینے کو نکلے اس کے استقبال کو اسلام سے پہلے اس قوم میں اور اس کی قوم میں بیر تھا یہ ڈرا کہ میرے مارنے کو نکلے الٹا بھاگا، مدینے میں آکر مشہور کر دیا کہ فلانی قوم مرتد ہو گئی۔ حضرت ان پر فوج بھیجتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ شہادت فاسق کی مقبول نہیں۔

وَقَالَ جَلَّ ثَنَاؤُهُ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ
مِنَ الشُّهَدَاءِ وَقَالَ وَأَشْهِدُوا
ذَوَيْ عَدْلٍ مِنْكُمْ فَدَلَّ بِمَا ذَكَرْنَا
مِنْ هَذِهِ الْآيِ أَنَّ خَبَرَ الْفَاسِقِ
سَاقِطٌ غَيْرُ مَقْبُولٍ وَأَنَّ شَهَادَةَ

ترجمہ۔ دوسرے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور گواہ کرو دو مردوں کو یا ایک مرد اور دو عورتوں کو جن کو تم پسند کرتے ہو (گواہی کے لئے یعنی جو سچے اور نیک معلوم ہوں) اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے گواہ کرو دو شخصوں کو جو عادل ہوں تو ان آیتوں سے

عَنْ غَيْرِ الْعَدْلِ مَرْدُوْدَةٌ

معلوم ہوا کہ فاسق کی بات بے اعتبار ہے اور قبول کے لائق نہیں۔ اور جو شخص عادل نہ ہو اس کی گواہی مردود ہے۔

وَالْخَبَرُ وَاِنْ فَارَقَ مَعْنَاهُ مَعْنَى الشَّهَادَةِ فِي بَعْضِ الْوُجُوْهِ فَقَدْ يَجْتَمِعَانِ فِي اَعْظَمِ مَعَانِيْهِمَا اِذْ كَانَ خَبَرُ الْفَاسِقِ غَيْرَ مَقْبُوْلٍ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ كَمَا اَنَّ شَهَادَتَهُ مَرْدُوْدَةٌ عِنْدَ جَمِيْعِهِمْ

ترجمہ۔ اور حدیث بیان کرنے اور گواہی دینے میں اگرچہ کچھ فرق ہے مگر وہ دونوں شریک ہیں ایک بڑے مطلب میں جب حدیث فاسق کی مقبول نہیں علماء کے نزدیک جیسے گواہی فاسق کی مردود ہے سب کے نزدیک۔

فائدہ۔ یہ جواب ہے ایک اعتراض کا کہ جو آیتیں اوپر بیان ہوئیں ان سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ فاسق کی گواہی مقبول نہیں پر حدیث اس کی مردود ہونا ان سے ثابت نہیں ہوتا۔ جواب یہ ہے کہ حدیث اور گواہی دونوں درحقیقت ایک ہیں۔ اگرچہ بعض باتوں میں کچھ فرق ہے وہ فرق یہ ہے کہ گواہی میں آزادی اور مردیت اور عدد یعنی دو گواہ، شرط ہے اور حدیث میں یہ شرط نہیں تو مقبول ہے حدیث غلام اور عورت اور ایک شخص کی پر دونوں میں یہ ضرور ہے کہ اسلام ہو، عقل ہو، بلوغ ہو، عدالت ہو، مروت ہو، ضبط اور حفظ ہو، تحمل اور ادا کے وقت (تحمل وہ وقت جب حدیث سنے یا دیکھے اور ادا وہ وقت جب اس کو بیان کرے کسی سے اسی طرح گواہی میں ایک تحمل کا وقت ہے یعنی جب واقعہ سنے یا دیکھے اور ایک ادا کا یعنی جب قاضی کے سامنے گواہی دے) اندھے کی گواہی میں اختلاف ہے۔ امام شافعی اور ایک جماعت علماء کے نزدیک جائز نہیں۔ اور امام مالک اور ایک جماعت کے نزدیک جائز ہے اور حدیث اس کی بالاتفاق مقبول ہے۔ اسی طرح بلوغ کی شرط حدیث کے ادا کے وقت ہے نہ تحمل کے وقت، تو لڑکپن میں راوی جو سنے اور بلوغ کے وقت بیان کرے تو اس کی روایت مقبول ہے اور یہی قول ہے اکثر علماء کا مگر بعضوں کا یہ مذہب ہے کہ تحمل کے وقت بھی بلوغ ضرور ہے اور بعضوں کا یہ قول ہے کہ بلوغ نہ تحمل کے وقت شرط ہے نہ ادا کے وقت اور یہ دونوں مذہب شاذ اور جمہور علماء کے خلاف ہیں۔ (نووی)

وَدَلَّتِ السُّنَّةُ عَلٰى نَفْيِ رِوَايَةِ الْمُنْكَرِ مِنَ الْاَخْبَارِ كَنَحْوِ دَلَالَةِ الْقُرْاٰنِ عَلٰى نَفْيِ خَبَرِ الْفَاسِقِ وَهُوَ الْاَثَرُ الْمَشْهُوْرُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَدَّثَ عَنِّيْ بِحَدِيْثٍ

ترجمہ۔ اسی طرح حدیث شریف سے بھی یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ منکر روایت کا بیان کرنا (جس کے غلط ہونے کا احتمال ہو) درست نہیں جیسے قرآن سے معلوم ہوتا ہے اور وہ حدیث وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بشہرت منقول ہے کہ فرمایا آپ نے جو شخص مجھ سے حدیث نقل کرے

يَرَىٰ أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِيْنَ | اور وہ خیال کرتا ہو کہ یہ جھوٹ ہے تو وہ خود جھوٹا ہے

فائدہ - یعنی گو اس نے جھوٹ نہیں بنایا پھر جب اس کو خیال ہے کہ اس حدیث کی صحت کا یقین نہیں ہو سکتا تو اس کا بیان کرنا کیا ضرور ہے - اگر اس پر بھی بیان کیا اور اس کا عیب ظاہر نہ کیا تو جھوٹوں میں وہ بھی شریک ہو گیا یعنی اس پر بھی اتنا ہی وبال ہو گا جتنا جھوٹی حدیث بنانے والے پر - امام مسلم نے اس حدیث کو مشہور کہا کیونکہ یہ حدیث مختلف الفاظ سے متعدد صحابہ سے مروی ہے - بزار نے اپنی مسند میں بیان کیا کہ چالیس صحابیوں سے یہ حدیث اس نے روایت کی ہے - اور ابوبکر صیرفی نے لکھا ہے کہ وہ ساٹھ صحابیوں سے مروی ہے اور ابن مندہ نے کہا کہ ستاسی صحابیوں سے اور بعضوں نے کہا باسٹھ صحابیوں سے اور ان میں عشرہ مبشرہ بھی ہیں - اور کوئی حدیث سوا اس حدیث کے ایسی نہیں جس کو سب عشرہ مبشرہ نے روایت کیا ہو یا ساٹھ صحابیوں سے زیادہ نے روایت کیا ہو - اور بعضوں نے اس حدیث کو متواتر قرار دیا ہے - اور بعضوں نے کہا کہ یہ حدیث دو سو صحابیوں سے منقول ہے اور بخاری اور مسلم دونوں نے نقل کیا اس حدیث کو۔

اس حدیث سے کئی باتیں معلوم ہوتی ہیں - ایک یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے جیسے آگے کی روایتوں میں ہے کہ جو ایسا کرے گا اس نے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لیا تو معلوم ہوا کہ وہ ضرور جہنم میں جائے گا - پھر اگر مومن ہے تو جہنم سے نکلے گا کیونکہ اہل سنت کا اتفاق ہے کہ موحد ہمیشہ جہنم میں نہ رہے گا اگرچہ کتنا ہی گنہگار ہو دوسرے یہ کہ جس حدیث کے جھوٹ ہونے کا ظن ہو اس کو نقل کرنا بھی درست نہیں، پر جب اس کے ساتھ یہ بات بھی کہہ دے یا لکھ دے کہ یہ حدیث منکر ہے یا ضعیف ہے یا اس میں یہ علت ہے تو درست ہے اور جائز ہے محدثین کے نزدیک اس لئے کہ محدثین نے اپنی کتابوں میں تمام قسم کی حدیثوں کو بیان کیا ہے یہاں تک کہ موضوعات کو بھی - تیسرے یہ کہ اگر نقل کرنے والے کے خیال میں غلطی ہو یعنی وہ جھوٹی حدیث کو صحیح سمجھ کر بیان کرے تو اس پر گناہ نہیں جیسے حاکم اور ابن ماجہ نے بعضی حدیثوں کو صحیح خیال کر کے روایت کیا ہے چوتھی یہ کہ ہر قسم کی حدیث خواہ احکام میں ہو خواہ فضائل یا اخلاق میں سب میں یہی حکم ہے اور کرامیہ کے نزدیک فضائل اور اخلاق میں حدیث بنا لینا درست ہے اور یہ ان کی انتہا جہالت ہے (نووی مع زیادہ)

بَابُ تَغْلِيْظِ الْكَذِبِ عَلَىٰ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ باندھنا کتنا بڑا گناہ ہے

عَنِ الْمُغِيْرَةِ ابْنِ شُعْبَةَ وَسَمُرَةَ | ترجمہ امام مسلم نے اپنی اسناد سے روایت کیا

ابْنِ جُنْدُبٍ حَتَّى كَا قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَلِكَ۔

سمرہ بن جندب اور مغیرہ بن شعبہ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (یعنی وہی حدیث کہ جو اوپر گذری کہ جو شخص مجھ سے حدیث نقل کرے اور وہ سمجھتا ہو کہ یہ جھوٹ ہے تو وہ خود جھوٹا ہے)

عَنْ رِبْعِيِّ ابْنِ حِرَاشٍ اَنَّهُ سَمِعَ عَلِيًّا يَخْطُبُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَكْذِبُوْا عَلَيَّ فَاِنَّهُ مَنْ يَكْذِبْ عَلَيَّ يَلِجِ النَّارَ۔

ترجمہ۔ ربعی بن حراش سے روایت ہے اُس نے سُنا حضرت علیؓ سے وہ خطبہ پڑھ رہے تھے کہتے تھے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مت جھوٹ باندھو میرے اوپر، جو کوئی میرے اوپر جھوٹ باندھے گا وہ جہنم میں جائے گا۔

فائدہ۔ یعنی لائق ہو گیا جہنم میں جانے کے۔ اب اگر خدا معاف کر دے تو جہنم سے چھٹکارا ہو سکتا ہے جیسے سب کبیرہ گناہوں میں ہے۔ بعضوں نے کہا یہ بد دعا ہے جھوٹی حدیث بنانے والے کے لئے یعنی خدا اس کو جہنم میں داخل کرے۔

عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ اَنَّهُ قَالَ اِنَّهُ لَيَمْنَعُنِيْ اَنْ اُحَدِّثَكُمْ حَدِيْثًا كَثِيْرًا اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَعَمَّدَ عَلَيَّ كَذِبًا فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ

ترجمہ۔ انس بن مالک سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا مجھے بہت حدیثیں بیان کرنے سے یہی بات روکتی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی جو شخص مجھ پر قصداً جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص مجھ پر قصداً جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔

عَنْ عَلِيِّ ابْنِ رَبِيْعَةَ الْوَالِبِيِّ قَالَ اَتَيْتُ الْمَسْجِدَ وَالْمُغِيْرَةُ اَمِيْرُ الْكُوْفَةِ قَالَ فَقَالَ الْمُغِيْرَةُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ كَذِبًا عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبٍ عَلٰى اَحَدٍ فَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ

ترجمہ۔ علی بن ابی ربیعہ والبی سے روایت ہے انہوں نے کہا میں مسجد میں آیا اور ان دنوں مغیرہ بن شعبہ کوفہ کے حاکم تھے تو مغیرہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا آپ فرماتے تھے میرے اوپر جھوٹ باندھنا ایسا نہیں ہے جیسے اور کسی پر جھوٹ باندھنا کیونکہ اور کسی پر جھوٹ باندھنے سے جھوٹ بولنے والے کا نقصان ہوگا یا جس پر جھوٹ باندھا اس کا بھی یا اور دو تین آدمیوں کا سہی، پر رسول اللہ صلی اللہ

مِنَ النَّارِ

علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنے سے ایک عالم گمراہ ہوگا اور دنیا کو نقصان پہنچے گا) پھر جو کوئی شخص مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

عَنِ الْمُغِيرَةِ ابْنِ شُعْبَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ وَلَمْ يَذْكُرْ اَنَّ كَذِبًا عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبٍ عَلَى اَحَدٍ

ترجمہ۔ مغیرہ بن شعبہ سے دوسری روایت بھی ایسی ہی ہے۔ اس میں یہ نہیں ہے کہ میرے اوپر جھوٹ باندھنا ایسا نہیں ہے جیسے دوسرے کسی پر جھوٹ باندھنا۔

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْحَدِيثِ بِكُلِّ مَا سَمِعَ

سُنی ہوئی بات (بغیر تحقیق کئے ہوئے) کہہ دینا منع ہے۔

عَنْ حَفْصِ ابْنِ عَاصِمٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ

ترجمہ۔ حفص بن عاصم سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کافی ہے آدمی کے جھوٹے ہونے کے لئے یہ بات کہ جو سنے اس کو بیان کرے۔

فائدہ۔ بغیر تحقیق اور تنقیح کے اس لئے کہ جھوٹ کہتے ہیں خلاف واقع بیان کرنے کو۔ پھر اگر عمداً ایسا امر کرے تو گنہگار ہوگا ورنہ گنہگار نہ ہوگا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ عادت کہ جو سنے وہ کہہ ڈالے بری ہے بلکہ تحقیق کرنا ضرور ہے کہ یہ خبر سچ ہے یا جھوٹ۔ جب سچائی کا یقین ہو اس وقت اگر منہ سے نکالے تو برا نہیں۔

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ ذٰلِكَ

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت بھی ایسی ہی ہے۔

عَنْ اَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ قَالَ قَالَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِحَسْبِ الْمَرْءِ مِنَ الْكَذِبِ اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ

ترجمہ۔ ابوعثمان نہدی سے روایت ہے حضرت عمر رضؓ نے کہا کافی ہے آدمی کو اتنا جھوٹ کہ کہہ ڈالے جو بات سنے۔

عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ قَالَ لِي مَالِكٌ اِعْلَمْ اَنَّهٗ لَيْسَ يَسْلَمُ رَجُلٌ حَدَّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ وَلَا يَكُونُ اِمَامًا اَبَدًا وَهُوَ يُحَدِّثُ بِكُلِّ مَا سَمِعَ

ترجمہ۔ ابن وہب سے روایت ہے امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے کہا جان تو اس بات کو جو شخص کہہ ڈالے جو سنے وہ بچ نہیں سکتا (جھوٹ سے) اور کبھی وہ شخص امام (پیشوا) نہیں ہو سکتا جو بیان کرے ہر ایک بات کو جس کو وہ سنے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بِحَسْبِ الْمَرْءِ مِنَ الْكَذِبِ اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ

ترجمہ عبداللہ بن مسعود رض سے روایت ہے انہوں نے کہا کافی ہے آدمی کو اتنا جھوٹ کہ جو سُنے وہ کہدے

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ مَهْدِيٍّ يَقُوْلُ لَا يَكُوْنُ الرَّجُلُ اِمَامًا يُقْتَدٰى بِهٖ حَتّٰى يُمْسِكَ عَنْ بَعْضِ مَا سَمِعَ

ترجمہ عبدالرحمٰن بن مہدی (جو حدیث کے بڑے امام ہیں) انہوں نے کہا آدمی کبھی امام نہیں ہو سکتا (یعنی اس لائق کہ لوگ اس کی پیروی کریں جب تک کہ وہ نہ کہے بعضی باتوں کو جن کو اس نے سنا ہو) اس خیال سے کہ شاید یہ باتیں غلط ہوں تو میرا جھوٹ ثابت ہوگا۔

عَنْ سُفْيَانَ ابْنِ حُسَيْنٍ قَالَ سَاَلَنِيْ اِيَاسُ ابْنُ مُعَاوِيَةَ فَقَالَ اِنِّيْ اَرَاكَ قَدْ كَلِفْتَ بِعِلْمِ الْقُرْاٰنِ فَاقْرَاْ عَلَيَّ سُوْرَةً وَفَسِّرْهَا حَتّٰى اَنْظُرَ فِيْمَا عَلِمْتَ قَالَ فَفَعَلْتُ فَقَالَ لِيَ احْفَظْ عَلَيَّ مَا اَقُوْلُ لَكَ اِيَّاكَ وَالشَّنَاعَةَ فِي الْحَدِيْثِ فَاِنَّهٗ قَلَّ مَا حَمَلَهَا اَحَدٌ اِلَّا ذَلَّ فِيْ نَفْسِهٖ وَكُذِّبَ فِيْ حَدِيْثِهٖ

ترجمہ۔ سفیان بن حسین سے روایت ہے، مجھ سے ایاس بن معاویہ نے کہا میں دیکھتا ہوں تم بہت محنت کرتے ہو قرآن کے حاصل کرنے میں (یعنی علم تفسیر میں) تو ایک سورت پڑھو میرے سامنے پھر اس کا مطلب بیان کرو تاکہ میں دیکھوں تمہارا علم۔ سفیان نے کہا میں نے ایسا ہی کیا۔ ایاس نے کہا یاد رکھ جو میں کہتا ہوں تجھ سے بچ تو شناعت سے حدیث میں (شناعت کے معنی قباحت یعنی ایسی حدیثیں مت نقل کر کہ لوگ تمہیں بُرا سمجھیں اور جھوٹا جانیں) کیونکہ جس نے شناعت کو اختیار کیا وہ خود بھی ذلیل ہوا اور دوسروں نے بھی اسکو جُھٹلایا (یعنی اس کا اعتبار جاتا رہا۔ اب سچی بات بھی اس کی جھوٹی سمجھی جاتی ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ مَا اَنْتَ بِمُحَدِّثٍ قَوْمًا حَدِيْثًا لَا تَبْلُغُهٗ عُقُوْلُهُمْ اِلَّا كَانَ لِبَعْضِهِمْ فِتْنَةً

ترجمہ۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا جب تو لوگوں سے ایسی حدیث بیان کرے جو انکی عقل میں نہ آئے تو بعض لوگوں کیلئے اس میں فتنہ ہوگا (یعنی وہ گمراہ ہو جائیں اسی لئے ہر شخص سے اسکی عقل کے موافق بات کرنا چاہئے

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الرِّوَايَةِ عَنِ الضُّعَفَاءِ وَالْاِحْتِيَاطِ فِيْ تَحَمُّلِهَا

ضعیف لوگوں سے روایت کرنا منع ہے اور روایت کی تحمل کے وقت احتیاط کرنا چاہئے

بعضے نسخوں میں اس باب کو یوں لکھا ہے بَابٌ فِي الضُّعَفَاءِ وَالْكَذَّابِيْنَ وَمَنْ يُّرْغَبُ

عَنْ حَدِيْثِهِمْ یعنی باب ضعفاء اور کذابین یعنی جھوٹوں کے بیان میں اور جن کی حدیث سے نفرت کرنا چاہیئے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ سَيَكُوْنُ فِي آخِرِ أُمَّتِي أُنَاسٌ يُحَدِّثُوْنَكُمْ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوْا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ فَإِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اخیر امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو تم سے حدیثیں بیان کریں گے جن کو نہ تم نے سنا نہ تمہارے باپ دادا نے تو ان سے بچے رہنا۔

(یعنی ان کے فریب میں نہ آنا اور حدیث کو اچھی طرح سے جانچ لینا۔ اب اس زمانے میں بھی بہت سے جاہل فقیر ادھر ادھر کے کٹ ملا اپنی بات جمانے کے لئے حدیثیں بے سند نقل کرتے ہیں اُن کا اعتبار نہ کرنا چاہیئے جب تک وہ حدیث صحیح کتابوں میں نہ ملے۔ اللہ کے فضل سے اب صحاح ستہ کا ترجمہ قریب باتمام ہے۔ عوام لوگوں کو بھی یہ کتابیں فائدہ دے سکتی ہیں۔)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ يَأْتُوْنَكُمْ مِّنَ الْأَحَادِيْثِ مَا لَمْ تَسْمَعُوْا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ فَإِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ لَا يُضِلُّوْنَكُمْ وَلَا يَفْتِنُوْنَكُمْ

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اخیر زمانے میں دجال (یعنی جھوٹ کو سچ بنانے والے) اور کذاب یعنی جھوٹ بولنے والے پیدا ہونگے وہ حدیثیں تم کو سنا دیں گے جو تمہارے باپ دادا نے نہ سنی ہوں گی تو بچے رہنا ان سے، ایسا نہ ہو کہ وہ تم کو گمراہ کر دیں اور آفت میں ڈال دیں۔

عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ إِنَّ الشَّيْطٰنَ لَيَتَمَثَّلُ فِي صُوْرَةِ الرَّجُلِ فَيَأْتِي الْقَوْمَ فَيُحَدِّثُهُمْ بِالْحَدِيْثِ مِنَ الْكَذِبِ فَيَتَفَرَّقُوْنَ فَيَقُوْلُ الرَّجُلُ مِنْهُمْ سَمِعْتُ رَجُلًا أَعْرِفُ وَجْهَهُ وَلَا أَدْرِي مَا اسْمُهُ يُحَدِّثُ

ترجمہ۔ عامر بن عبدہ سے روایت ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا شیطان ایک مرد کی صورت بنکر لوگوں کے پاس آتا ہے پھر اُن سے جھوٹی حدیث بیان کرتا ہے جب لوگ اس جگہ سے جدا ہو جاتے ہیں تو ان میں سے ایک شخص کہتا ہے میں نے سنا ایک شخص سے جس کی صورت میں پہچانتا ہوں لیکن نام نہیں جانتا وہ ایسا بیان کرتا تھا۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ

ترجمہ۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ اِنَّ فِی الْبَحْرِ شَیٰطِیْنَ مَسْجُوْنَۃً اَوْثَقَہَا سُلَیْمٰنُ یُوْشِکُ اَنْ تَخْرُجَ فَتَقْرَأَ عَلَی النَّاسِ قُرْاٰنًا

انہوں نے کہا دریا میں یعنی سمندر میں بہت شیطان ہیں جن کو قید کیا ہے حضرت سلیمان علیہ السلام نے قریب ہے کہ وہ نکلیں اور لوگوں کو قرآن سنائیں

عَنْ طَاوٗسٍ قَالَ جَاءَ ھٰذَا اِلَی ابْنِ عَبَّاسٍ یَعْنِیْ بُشَیْرَ ابْنَ کَعْبٍ فَجَعَلَ یُحَدِّثُہٗ فَقَالَ لَہُ ابْنُ عَبَّاسٍ عُدْ لِحَدِیْثِ کَذَا وَکَذَا فَعَادَ لَہٗ ثُمَّ حَدَّثَہٗ فَقَالَ لَہٗ عُدْ لِحَدِیْثِ کَذَا وَکَذَا فَعَادَ لَہٗ فَقَالَ لَہٗ مَا اَدْرِیْ اَعَرَفْتَ حَدِیْثِیْ کُلَّہٗ وَاَنْکَرْتَ ھٰذَا اَمْ اَنْکَرْتَ حَدِیْثِیْ کُلَّہٗ وَعَرَفْتَ ھٰذَا فَقَالَ لَہٗ ابْنُ عَبَّاسٍ اِنَّا کُنَّا نُحَدِّثُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذْ لَمْ یُکْذَبْ عَلَیْہِ فَلَمَّا رَکِبَ النَّاسُ الصَّعْبَ وَالذَّلُوْلَ تَرَکْنَا الْحَدِیْثَ عَنْہُ

ترجمہ۔ طاؤس سے روایت ہے بشیر بن کعب ابن عباس کے پاس آئے اور ان سے حدیثیں بیان کرنے لگے۔ ابن عباسؓ نے کہا فلانی حدیث پھر بیان کر۔ انہوں نے دوبارہ بیان کی۔ پھر حدیثیں بیان کرنے لگے۔ ابن عباسؓ نے کہا فلانی حدیث پھر بیان کر۔ انہوں نے پھر دوبارہ بیان کیا اور کہا مجھے معلوم نہیں ہوتا۔ تم نے سب حدیثیں میری پہچانیں اور اسی کو منکر سمجھا یا سب حدیثوں کو منکر سمجھا اور اسی حدیث کو پہچانا۔ ابن عباسؓ نے ان سے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث نقل کیا کرتے تھے جب آپ پر جھوٹ نہیں باندھا جاتا تھا۔ پھر جب لوگ بری اور اچھی راہ چلنے لگے (یعنی سب قسم کی حدیثیں صحیح اور غلط نقل کرنے لگے) تو ہم نے حدیثیں بیان کرنا چھوڑ دیا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّا کُنَّا نَحْفَظُ الْحَدِیْثَ وَالْحَدِیْثُ یُحْفَظُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَمَّا اِذْ رَکِبْتُمْ کُلَّ صَعْبٍ وَّ ذَلُوْلٍ فَھَیْہَاتَ

ترجمہ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ ہم حدیث یاد کیا کرتے تھے اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد کرنا چاہیئے لیکن جب تم بری اور اچھی ہر طرح کی راہ چلنے لگے تو اب اعتبار جاتا رہا اور دور ہو گیا۔

عَنْ مُّجَاھِدٍ قَالَ جَاءَ بُشَیْرُ ابْنُ کَعْبٍ الْعَدَوِیُّ اِلَی ابْنِ عَبَّاسٍ فَجَعَلَ یُحَدِّثُ وَیَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فَجَعَلَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا یَاْذَنُ لِحَدِیْثِہٖ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْہِ فَقَالَ یَا ابْنَ عَبَّاسٍ مَالِیْ

ترجمہ۔ مجاہد سے روایت ہے بشیر بن کعب عدوی ابن عباس کے پاس آئے اور حدیث بیان کرنے لگے اور کہنے لگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہے۔ ابن عباس نے کان نہ رکھا ان کی طرف، نہ دیکھا ان کو۔ بشیر بولے اے ابن عباس تم کو کیا ہوا جو میری بات

لَا أَرَاكَ تَسْمَعُ لِحَدِيثِي أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تَسْمَعُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنَّا كُنَّا مَرَّةً إِذَا سَمِعْنَا رَجُلًا يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْتَدَرَتْهُ أَبْصَارُنَا وَأَصْغَيْنَا إِلَيْهِ بِآذَانِنَا فَلَمَّا رَكِبَ النَّاسُ الصَّعْبَةَ وَالذَّلُولَ لَمْ نَأْخُذْ مِنَ النَّاسِ إِلَّا مَا نَعْرِفُ

نہیں سنتے۔ میں حدیث بیان کرتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور تم نہیں سنتے۔ ابن عباس نے کہا کہ ایک وہ وقت تھا جب ہم کسی شخص سے یہ سنتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا تو اسی وقت اس طرف دیکھتے اور کان اپنے لگا دیتے۔ پھر جب لوگ بری اور اچھی راہ چلنے لگے (یعنی غلط روایتیں شروع ہو گئیں)، تو ہم لوگوں نے سننا چھوڑ دیا مگر جس حدیث کو ہم پہچانتے ہیں (اور ہم کو صحیح معلوم ہوتی ہے تو اس کو سن لیتے ہیں۔)

عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ كَتَبْتُ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَسْأَلُهُ أَنْ يَكْتُبَ لِي كِتَابًا وَيُخْفِي عَنِّي فَقَالَ وَلَدٌ نَاصِحٌ أَنَا أَخْتَارُ لَهُ الْأُمُورَ اخْتِيَارًا وَأُخْفِي عَنْهُ

ترجمہ۔ ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ میرے لئے ایک کتاب لکھ دو اور چھپا لو (ان باتوں کو جن میں کلام ہے تاکہ جھگڑا نہ ہو) ابن عباس نے کہا لڑکا (اچھی) نصیحت کرتا ہے (یعنی ابن ابی ملیکہ کو کہا) میں اس کے لئے چنوں گا باتوں کو اور چھپا لوں گا جو چھپانے کی باتیں ہیں)

فائدہ۔ یہ ترجمہ جب ہے کہ اس روایت میں یُخْفِیْ اور اُخْفِیْ خائے معجمہ سے ہو جیسا کہ اکثر نسخوں میں ہے۔ اور بعضے نسخوں میں یہ دونوں لفظ حائے حطی سے ہیں۔ اس صورت میں ترجمہ یوں ہوگا کہ کم کر لیں ان باتوں کو جو کمی کے قابل ہیں یعنی بہت لمبی کتاب نہ لکھیں مختصر لکھیں۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا ہی کہا کہ کم کروں گا میں یا عَنِّیْ معنوں میں عَلَیَّ کے ہے یعنی میں نے یہ خواہش کی کہ خوب اچھی طرح لکھیں اور ابن عباس نے بھی ایسا ہی کہا کہ میں خوب انتخاب کروں گا حدیثوں کو اور اچھی طرح اس کو لکھ دوں گا۔

قَالَ فَدَعَا بِقَضَاءِ عَلِيٍّ فَجَعَلَ يَكْتُبُ مِنْهُ أَشْيَاءَ وَيَمُرُّ بِهِ الشَّيْءُ فَيَقُولُ وَاللّٰهِ مَا قَضَى بِهٰذَا عَلِيٌّ إِلَّا أَنْ يَكُونَ ضَلَّ

(بقیہ ترجمہ) پھر انہوں نے حضرت علی کے فیصلوں کی کتاب منگوایا ان میں سے کچھ باتیں لکھنے لگے اور بعضے فیصلوں کو دیکھ کر کہتے تھے کہ قسم خدا کی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسا فیصلہ نہیں کیا۔ اگر کیا ہو تو وہ بھٹک گئے (یعنی ان سے غلطی ہوئی)

فائدہ۔ جب حضرت علی جو خلفائے راشدین میں سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے عزیز اور ساتھی اور علم کے دریا تھے۔ ان کے فیصلوں میں غلطی ہو تو اور عالموں اور مولویوں کے سب حکم کیوں کر صحیح ہو سکتے ہیں۔ بعضوں نے کہا مطلب ابن عباس کا یہ ہے کہ روایت غلط ہے اور حضرت علی گمراہ نہ تھے تو انہوں نے یہ فیصلہ کیوں کر کیا ہوگا۔

عَنْ طَاؤُسٍ قَالَ أُتِيَ ابْنُ عَبَّاسٍ بِكِتَابٍ فِيهِ قَضَاءُ عَلِيٍّ رض فَمَحَاهُ إِلَّا قَدْرَ وَأَشَارَ سُفْيٰنُ ابْنُ عُيَيْنَةَ بِذِرَاعِهِ

ترجمہ۔ طاؤس سے روایت ہے ابن عباسؓ کے پاس حضرت علی کے فیصلوں کی کتاب آئی۔ انہوں نے سب کو مٹا دیا مگر ایک ہاتھ کے برابر رہنے دیا (جو فیصلہ صحیح تھا اس لئے کہ ان کو معلوم ہوا کہ روایت ان فیصلوں کی ٹھیک نہیں۔)

عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ لَمَّا أَحْدَثُوا تِلْكَ الْأَشْيَاءَ بَعْدَ عَلِيٍّ رض قَالَ رَجُلٌ مِّنْ أَصْحَابِ عَلِيٍّ رض قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ أَيَّ عِلْمٍ أَفْسَدُوا

ترجمہ۔ ابو اسحاق نے کہا جب لوگوں نے ان باتوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد نکالا (یعنی جھوٹی جھوٹی روایتیں ان سے شائع کیں) تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک رفیق بولے خدا ان کو تباہ کرے یا ان پر لعنت کرے کیسا علم کو بگاڑا (یعنی لوگوں کو گمراہ کیا اور حدیث کے علم کا ستیاناس کیا۔)

عَنْ أَبِي بَكْرِ ابْنِ عَيَّاشٍ قَالَ سَمِعْتُ الْمُغِيرَةَ يَقُولُ لَمْ يَكُنْ يُصَدِّقُ عَلَىٰ عَلِيٍّ فِي الْحَدِيثِ عَنْهُ إِلَّا مِنْ أَصْحَابِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ

ترجمہ۔ ابو بکر بن عیاش سے روایت ہے میں نے مغیرہ سے سنا وہ کہتے تھے حضرت علی سے جو لوگ روایت کرتے تھے ان کی روایت نہ مانی جاتی جب عبداللہ بن مسعود کے ساتھی اسکی تصدیق نہ کرتے۔

بَابٌ فِي أَنَّ الْإِسْنَادَ مِنَ الدِّيْنِ

حدیث کی سند بیان کرنا ضروری ہے اور وہ دین میں داخل ہے

عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ إِنَّ هٰذَا الْعِلْمَ دِيْنٌ فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَأْخُذُوْنَ دِيْنَكُمْ

ترجمہ۔ محمد بن سیرین (جو مشہور تابعی ہیں) نے کہا یہ علم دین ہے تو دیکھو کس شخص سے تم دین حاصل کرتے ہو (یعنی ہر شخص کا اس میں اعتبار نہ کرو۔ جو سچا اور دیندار اور معتبر ہو اسی سے علم دین حاصل کرنا ضروری ہے۔)

عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ لَمْ يَكُوْنُوْا يَسْأَلُوْنَ عَنِ الْإِسْنَادِ فَلَمَّا وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ قَالُوْا سَمُّوْا لَنَا رِجَالَكُمْ فَيُنْظَرُ إِلَىٰ أَهْلِ السُّنَّةِ فَيُؤْخَذُ

ترجمہ۔ ابن سیرین نے کہا پہلے زمانے میں کوئی حدیث بیان کرتا تو اس سے سند نہ پوچھتے۔ بعد جب فتنہ پھیلا (یعنی گمراہی شروع ہوئی اور بدعتیں روافض اور خوارج اور مرجیہ اور قدریہ شائع ہوئیں) تو لوگ

حَدِيثُهُمْ وَيُنْظَرُ إِلَى أَهْلِ الْبِدَعِ فَلَا يُؤْخَذُ حَدِيثُهُمْ

نے کہا اب اپنی اپنی سند بیان کرو دیکھیں گے اگر روایت کرنے والے اہل سنت ہیں تو قبول کرینگے روایت انکی اور جو بدعتی ہیں تو نہ قبول کرینگے روایت انکی

عَنْ سُلَيْمَانَ ابْنِ مُوسَى قَالَ لَقِيتُ طَاوُسًا فَقُلْتُ حَدَّثَنِي فُلَانٌ كَيْتَ وَكَيْتَ قَالَ إِنْ كَانَ مَلِيًّا فَخُذْ عَنْهُ

ترجمہ۔ سلیمان بن موسیٰ نے کہا میں طاؤس سے ملا اور میں نے کہا فلاں شخص نے مجھ سے حدیث بیان کی ایسی اور ویسی۔ انہوں نے کہا اگر وہ معتبر ہے (یعنی اس کی دیانت اور امانت پر بھروسہ ہوسکتا ہے جیسے مالدار خوش معاملہ کی بات کا اعتبار ہوتا ہے) تو اس سے روایت کر حدیث کو۔

عَنْ سُلَيْمَانَ ابْنِ مُوسَى قَالَ قُلْتُ لِطَاوُسٍ إِنَّ فُلَانًا حَدَّثَنِي بِكَذَا وَكَذَا فَقَالَ إِنْ كَانَ صَاحِبُكَ مَلِيًّا فَخُذْ عَنْهُ

ترجمہ۔ سلیمان بن موسیٰ نے کہا میں نے طاؤس سے کہا فلاں شخص نے مجھ سے حدیث بیان کی ایسی اور ویسی۔ انہوں نے فرمایا اگر تیرا ساتھی معتبر ہے تو اس سے روایت کر حدیث کو۔

عَنْ أَبِي الزِّنَادِ قَالَ أَدْرَكْتُ بِالْمَدِينَةِ مِائَةً كُلُّهُمْ مَأْمُونٌ مَا يُؤْخَذُ عَنْهُمُ الْحَدِيثُ يُقَالُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِهِ

ترجمہ۔ ابوالزناد (جن کا نام عبداللہ بن ذکوان ہے اور وہ امام تھے حدیث کے) نے کہا میں نے مدینہ میں سو شخصوں کو پایا۔ سب کے سب اچھے تھے مگر ان سے حدیث کی روایت نہیں کرتے تھے۔ لوگ کہتے تھے وہ اس لائق نہیں ہیں۔

فائدہ۔ یعنی اگرچہ وہ لوگ دیندار تھے مگر حدیث کے مقبول ہونے کے لئے اور شرطیں بھی ضروری ہیں جیسے حفظ اور اتقان اور معرفت فقط زہد و ریاضت کافی نہیں اس لئے ان سے روایت نہیں کرتے تھے۔

عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ يَقُولُ لَا يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِلَّا الثِّقَاتُ

ترجمہ۔ سعد بن ابراہیم نے کہا نہیں حدیث قبول کیجاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مگر ثقہ لوگوں کی (جن کی روایت پر بھروسا ہوسکتا ہے)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ الْمُبَارَكِ يَقُولُ الْإِسْنَادُ مِنَ الدِّينِ وَلَوْلَا الْإِسْنَادُ لَقَالَ مَنْ شَاءَ مَا شَاءَ

ترجمہ۔ عبداللہ بن مبارک کہتے تھے اسناد دین میں داخل ہے اور اگر اسناد نہ ہوتی تو ہر شخص جو چاہتا کہہ ڈالتا (اور اپنی بات چلا دیتا)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْقَوَائِمُ

ترجمہ۔ عبداللہ بن مبارک نے کہا ہمارے اور لوگوں کے درمیان پائے ہیں یعنی اسناد (جیسے جانور بغیر

یَعْنِی الْاِسْنَادَ

عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ عِیْسٰی الطَّالِقَانِیِّ قَالَ قُلْتُ لِعَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الْمُبَارَكِ یَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحَدِیْثُ الَّذِیْ جَاءَ اِنَّ مِنَ الْبِرِّ بَعْدَ الْبِرِّ اَنْ تُصَلِّیَ لِاَبَوَیْكَ مَعَ صَلٰوتِكَ وَتَصُوْمَ لَهُمَا مَعَ صَوْمِكَ قَالَ فَقَالَ لَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ یَا اَبَا اِسْحَاقَ عَمَّنْ هٰذَا قَالَ قُلْتُ لَهٗ هٰذَا مِنْ حَدِیْثِ شِهَابِ بْنِ خِرَاشٍ فَقَالَ ثِقَةٌ عَمَّنْ قَالَ قُلْتُ عَنِ الْحَجَّاجِ ابْنِ دِیْنَارٍ قَالَ ثِقَةٌ عَمَّنْ قَالَ قُلْتُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَا اَبَا اِسْحَاقَ اِنَّ بَیْنَ الْحَجَّاجِ ابْنِ دِیْنَارٍ وَبَیْنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَفَاوِزَ تَنْقَطِعُ فِیْهَا اَعْنَاقُ الْمَطِیِّ وَلٰکِنْ لَیْسَ فِی الصَّدَقَةِ اخْتِلَافٌ

پاؤں کے تھم نہیں سکتا ویسے ہی حدیث بغیر اسناد کے جم نہیں سکتی)

ترجمہ۔ ابو اسحاق نے رجن کا نام ابراہیم بن عیسٰے طالقانی ہے) کہا۔ میں نے عبداللہ بن مبارک سے کہا اے ابو عبدالرحمٰن یہ حدیث کیسی ہے جو روایت کی گئی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیکی کے بعد دوسری نیکی یہ ہے کہ تو نماز پڑھے اپنے ماں باپ کے لئے اپنی نماز کے بعد اور روزہ رکھے ان کے لئے اپنے روزے کے ساتھ۔ انہوں نے کہا اے ابو اسحاق یہ حدیث کون روایت کرتا ہے میں نے کہا شہاب بن خراش انہوں نے کہا وہ تو ثقہ ہے۔ پھر انہوں نے کہا وہ کس سے روایت کرتا ہے۔ میں نے کہا حجاج بن دینار سے۔ انہوں نے کہا وہ بھی ثقہ ہے۔ پھر انہوں نے کہا وہ کس سے روایت کرتا ہے۔ میں نے کہا وہ کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا۔ عبداللہ نے کہا اے ابو اسحاق ابھی تو حجاج سے لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک اتنے بڑے بڑے جنگل باقی ہیں کہ ان کے طے کرنے کے لئے اونٹوں کی گردنیں تھک جائیں۔ البتہ صدقہ دینے میں کسی کا خلاف نہیں۔

فائدہ۔ یعنی حجاج تو تبع تابعین میں سے ہے تو ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تک دو راوی اور ہوں گے جن کا پتہ نہیں۔ پھر حدیث منقطع ہوئی اور وہ کیوں کر قبول ہو سکتی ہے۔ بڑے بڑے جنگلوں سے یہی غرض ہے کہ کئی راوی چھوٹ گئے ہیں جن کا معلوم ہونا ضروری ہے تو حدیث قابل اعتبار کے نہ ٹھیری مگر جس کا جی چاہے اپنے والدین کی طرف سے خیرات کرے تو اس کا ثواب سب علماء کے نزدیک پہنچے گا کیونکہ صدقہ کا ثواب میت کو بالاتفاق پہنچتا ہے البتہ نماز روزہ اور عبادات بدنیہ میں اختلاف ہے تو شافعی اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ ان چیزوں کا ثواب میت کو نہیں پہنچے گا مگر جس صورت میں میت پر روزے واجب ہوں اور اسکا وارث اس کی طرف سے قضا کرے تو ادا ہو جائیں گے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ادا نہ ہوں گے۔ اور ایک جماعت علماء کا مذہب یہ ہے

کہ میت کو تمام قسم کی عبادات کا ثواب پہنچ سکتا ہے جیسے نماز، روزہ، دعا، تلاوت قرآن وغیرہ اور عطاء بن ابی رباح اور اسحاق بن راہویہ کا یہی قول ہے۔ (نووی)

بَابُ الْكَشْفِ عَنْ مَعَايِبِ رُوَاةِ الْحَدِيْثِ وَنَاقِلِي الْاَخْبَارِ وَقَوْلِ الْاَئِمَّةِ فِي ذٰلِكَ

حدیث کے راویوں کا عیب بیان کرنا درست ہے اور وہ غیبت میں داخل نہیں کیونکہ دین کی ضرورت ہے، جیسے گواہوں کا حال بیان کرنا درست ہے اور حدیث کے اماموں نے ایسا کیا ہے

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الْمُبَارَكِ يَقُوْلُ عَلٰى رُءُوْسِ النَّاسِ دَعُوْا حَدِيْثَ عَمْرِو ابْنِ ثَابِتٍ فَاِنَّهٗ كَانَ يَسُبُّ السَّلَفَ

ترجمہ۔ عبداللہ بن مبارک لوگوں کے سامنے کہتے تھے چھوڑ دو روایت کرنا عمرو بن ثابت سے کیونکہ وہ برا کہتا تھا اگلے بزرگوں کو۔

عَنْ اَبِيْ عَقِيْلٍ صَاحِبِ بُهَيَّةَ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ الْقَاسِمِ ابْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَيَحْيَى ابْنِ سَعِيْدٍ فَقَالَ يَحْيٰى لِلْقَاسِمِ يَا اَبَا مُحَمَّدٍ اِنَّهٗ قَبِيْحٌ عَلٰى مِثْلِكَ عَظِيْمٌ اَنْ تُسْاَلَ عَنْ شَيْءٍ مِّنْ اَمْرِ هٰذَا الدِّيْنِ فَلَا يُوْجَدُ عِنْدَكَ مِنْهُ عِلْمٌ وَّلَا فَرَجٌ اَوْ عِلْمٌ وَّلَا مَخْرَجٌ فَقَالَ لَهُ الْقَاسِمُ وَعَمَّ ذَاكَ قَالَ لِاَنَّكَ ابْنُ اِمَامَيْ هُدًى ابْنُ اَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ يَقُوْلُ لَهُ الْقَاسِمُ اَقْبَحُ مِنْ ذَاكَ عِنْدَ مَنْ عَقَلَ عَنِ اللّٰهِ تَعَالٰى اَنْ اَقُوْلَ بِغَيْرِ عِلْمٍ اَوْ اٰخُذَ عَنْ غَيْرِ ثِقَةٍ قَالَ فَسَكَتَ فَمَا اَجَابَهٗ

ترجمہ۔ ابو عقیل (یحییٰ بن متوکل ضریر) سے روایت ہے جو صاحب تھا بہیہ کا (بہیہ ایک عورت کا نام ہے جو حضرت عائشہ سے روایت کرتی ہے ابو عقیل اس کے مولیٰ تھے) کہ میں قاسم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر کے پاس بیٹھا تھا اور وہاں یحییٰ بن سعید بھی تھے تو یحییٰ نے قاسم سے کہا اے ابو محمد تمہارے ایسے آدمی کے لئے یہ بات بہت بری ہے، کہ تم سے دین کا مسئلہ کوئی پوچھا جائے پھر تم کو اس کا علم نہ ہو نہ اس کا جواب۔ قاسم نے کہا کس وجہ سے یحییٰ نے کہا اس وجہ سے کہ تم بیٹے ہو دو بڑے بڑے رہنما اماموں کے یعنی ابوبکر صدیق اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے (قاسم ابوبکر صدیق کے نواسے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پوتے تھے کیونکہ قاسم کی ماں ام عبد اللہ ہیں جو بیٹے ہیں قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق کے) قاسم نے کہا اس سے بھی زیادہ یہ بات بری ہے اس شخص کے نزدیک جس کو خدا نے عقل عنایت فرمائی ہے کہ میں کہوں ایک بات اور اس کا مجھے علم نہ ہو یا میں اس شخص سے روایت کروں جو معتبر نہ ہو۔ یہ سن کر یحییٰ چپ ہو رہے اور کچھ جواب نہ دیا۔

فائدہ۔ یحییٰ نے قاسم کو غیرت دلائی کہ تمہارے دادا اور نانا اتنے بڑے امام تھے دین کے

تم ان ہی کے نواسے اور پوتے ہو، تم کو بھی چاہیئے کہ علم خوب حاصل کرو اور حدیثیں بہت جمع کرو کہ ہر ایک مسئلہ کا جواب تمہارے پاس ہو۔ لیکن قاسم نے وہ جواب دیا کہ یحییٰ کو سوائے سکوت کے کچھ نہ بن پڑا۔ تھوڑا علم جو ضبط اور اتقان کے ساتھ ہو طوفان بے تمیزی سے بہتر ہے اور ہر ایک مسئلہ کا جواب تو کسی سے ممکن نہیں ہوا۔ بڑے بڑے مجتہدین اور علماء نے بہت سے مسائل میں سکوت کیا ہے۔ اس روایت میں یحییٰ بن متوکل جس کی کنیت ابو عقیل ہے، ضعیف ہے جرح کیا ہے۔ اس پر یحییٰ بن معین اور علی بن مدینی اور عمرو بن علی اور عثمان بن سعید دارمی اور ابن عمار اور نسائی نے پھر مسلم نے جو اس سے روایت کیا اس کا جواب دو طرح پر ہے ایک یہ کہ مسلم کے نزدیک شاید یہ راوی ثقہ ہو کیونکہ جنہوں نے جرح کیا ہے وہ مبہم ہے اور جب تک جرح کی وجہ بیان نہ کی جائے تو وہ قبول کے لائق نہیں۔ دوسرے یہ کہ مسلم نے اس روایت کو بطور امداد اور استشہاد کے بیان کیا ہے اور وہ مقصود بالذات نہیں۔ (النووی)

عَنْ اَبِیْ عَقِیْلٍ صَاحِبِ بُهَيَّةَ اِنَّ ابْنًا لِعَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ سَاَلُوْهُ عَنْ شَیْءٍ لَمْ یَكُنْ عِنْدَهٗ فِیْهِ عِلْمٌ فَقَالَ لَهٗ یَحْیَی ابْنُ سَعِیْدٍ وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاُعْظِمُ اَنْ یَّكُوْنَ مِثْلُكَ وَاَنْتَ ابْنُ اِمَامَیِ الْهُدٰی یَعْنِیْ عُمَرَ وَابْنَ عُمَرَ تُسْاَلُ عَنْ اَمْرٍ لَیْسَ عِنْدَكَ فِیْهِ عِلْمٌ فَقَالَ اَعْظَمُ مِنْ ذٰلِكَ وَاللّٰهِ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَعِنْدَ مَنْ عَقَلَ عَنِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اَنْ اَقُوْلَ بِغَیْرِ عِلْمٍ اَوْ اُخْبِرَ عَنْ غَیْرِ ثِقَةٍ قَالَ وَشَهِدَهُمَا اَبُوْ عَقِیْلٍ یَحْیَی ابْنُ الْمُتَوَكِّلِ حِیْنَ قَالَا ذٰلِكَ

ترجمہ۔ ابو عقیل سے روایت ہے جو صاحب تھا بہیہ کا کہ عبداللہ بن عمر کے ایک بیٹے سے لوگوں نے کوئی بات پوچھی جس کا جواب اُن کو نہ آیا۔ یحییٰ بن سعید نے ان سے کہا یہ امر میرے پر بہت گراں گزرا کہ تمہارے جیسا شخص جو بیٹا ہے دو بڑے بڑے اماموں یعنی حضرت عمر اور عبداللہ بن عمر کا اس سے کوئی بات پوچھی جائے اور وہ بتلا نہ سکے انہوں نے کہا اللہ کی قسم اور اس سے بڑھ کر اللہ کے نزدیک اور اس کے نزدیک جس کو اللہ نے عقل دی ہے یہ بات ہے کہ میں کہوں اور مجھ کو علم نہ ہو یا روایت کروں اس شخص سے جو ثقہ نہ ہو۔ سفیان نے کہا یحییٰ بن متوکل یعنی ابو عقیل اس گفتگو کے وقت موجود تھے۔

عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ قَالَ سَاَلْتُ سُفْیَانَ الثَّوْرِیَّ وَشُعْبَةَ وَمَالِكًا وَابْنَ عُیَیْنَةَ عَنِ الرَّجُلِ لَا یَكُوْنُ

ترجمہ۔ یحییٰ بن سعید نے کہا میں نے سفیان ثوری اور شعبہ اور مالک اور ابن عیینہ سے پوچھا (جو حدیث کے بڑے بڑے امام تھے) کہ اگر ایک شخص معتبر نہ ہو حدیث کی روایت میں اور کوئی اس کا حال مجھ سے پوچھے تو میں اس کا عیب بیان کروں یا چھپاؤں

ثَبْتًا فِي الْحَدِيْثِ فَيَأْتِيْنِي الرَّجُلُ فَيَسْأَلُنِيْ عَنْهُ قَالُوْا أَخْبِرْ عَنْهُ أَنَّهُ لَيْسَ بِثَبْتٍ

اُن سبھوں نے کہا بیان کر دے کہ وہ شخص معتبر نہیں (اور اس کے بیان کرنے میں غیبت کا گناہ نہیں بلکہ اجر ہوگا کیونکہ نیت بخیر ہے۔ دین کی حفاظت منظور ہے نہ توہین اس شخص کی)

عَنِ النَّضْرِ ابْنِ شُمَيْلٍ يَقُوْلُ سُئِلَ ابْنُ عَوْنٍ عَنْ حَدِيْثٍ لِشَهْرٍ وَهُوَ قَائِمٌ عَلٰى أُسْكُفَّةِ الْبَابِ فَقَالَ إِنَّ شَهْرًا تَرَكُوْهُ إِنَّ شَهْرًا تَرَكُوْهُ قَالَ مُسْلِمٌ بْنُ الْحَجَّاجِ تَرَكُوْهُ يَقُوْلُ أَخَذَتْهُ أَلْسِنَةُ النَّاسِ تَكَلَّمُوْا فِيْهِ

ترجمہ۔ نضر بن شمیل سے روایت ہے ابن عون سے کسی نے پوچھا شہر بن حوشب کی حدیث کو اور وہ کھڑے تھے دروازے کی چوکھٹ پر تو انہوں نے کہا شہر کو لوگوں نے ترک کیا۔ مسلم نے کہا ترک کرنے سے مطلب یہ ہے کہ لوگوں نے اس میں کلام کیا اور اس کے حق میں جرح اور طعن کیا۔

فائدہ۔ مگر شہر کی توثیق کی ہے بہت اماموں نے جیسے امام احمد بن حنبل اور یحیٰی بن معین نے، احمد بن عبداللہ عجلی نے کہا وہ تابعی ہے اور ثقہ ہے اور ابوزرعہ نے کہا لا بأس بہ اور بخاری نے کہا شہر حسن الحدیث اور یعقوب بن شیبہ نے کہا شہر ثقہ ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ الْمُبَارَكِ قَالَ قُلْتُ لِسُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ إِنَّ عَبَّادَ بْنَ كَثِيْرٍ مَنْ تَعْرِفُ حَالَهُ وَإِذَا حَدَّثَ جَاءَ بِأَمْرٍ عَظِيْمٍ فَتَرٰى أَنْ أَقُوْلَ لِلنَّاسِ لَا تَأْخُذُوْا عَنْهُ قَالَ سُفْيَانُ بَلٰى قَالَ عَبْدُ اللهِ فَكُنْتُ إِذَا كُنْتُ فِيْ مَجْلِسٍ ذُكِرَ فِيْهِ عَبَّادٌ أَثْنَيْتُ عَلَيْهِ فِيْ دِيْنِهِ وَأَقُوْلُ لَا تَأْخُذُوْا عَنْهُ

ترجمہ۔ عبداللہ بن مبارک نے کہا میں نے سفیان ثوری سے پوچھا تم جانتے ہو عباد بن کثیر کا حال جب حدیث بیان کرتا ہے تو ایک بلا لاتا ہے تو میں کہدوں لوگوں سے نہ روایت کرو اس سے سفیان نے کہا ہاں کہدو۔ عبداللہ نے کہا پھر جس مجلس میں میں ہوتا اور عباد بن کثیر کا ذکر آتا تو میں تعریف کرتا اسکی دینداری کی لیکن کہدیتا کہ مت روایت کرو حدیث کی اس سے۔

فائدہ۔ یہ عباد بن کثیر ثقفی بصری ہے۔ ترک کردیا اہل حدیث نے اسکو۔ امام احمد نے کہا وہ جھوٹی حدیثیں روایت کرتا ہے اگرچہ یہ شخص ظاہر حال میں مرد دیندار اور صالح تھا، پر حدیث کے روایت کرنے میں اسے سلیقہ نہ تھا، وہ غلط روایت کو صحیح روایت سے تمیز نہیں کرسکتا تھا۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ الْمُبَارَكِ قَالَ انْتَهَيْتُ إِلٰى شُعْبَةَ فَقَالَ هٰذَا عَبَّادُ بْنُ كَثِيْرٍ فَاحْذَرُوْهُ۔

ترجمہ۔ عبداللہ بن مبارک نے کہا میں شعبہ کے پاس گیا۔ انہوں نے کہا یہ عباد بن کثیر ہے اس سے بچو (یعنی اس سے روایت کرنے میں)

عَنِ الْفَضْلِ ابْنِ سَهْلٍ قَالَ

ترجمہ۔ فضل بن سہل سے روایت ہے میں نے

سَأَلْتُ مُعَلَّى الرَّازِيَّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدٍ الَّذِي رَوَى عَنْهُ عَبَّادٌ[۲] بْنُ كَثِيرٍ فَأَخْبَرَنِي عَنْ عِيسَى بْنِ يُونُسَ قَالَ كُنْتُ عَلَى بَابِهِ وَسُفْيَانُ عِنْدَهُ فَلَمَّا خَرَجَ سَأَلْتُهُ عَنْهُ فَأَخْبَرَنِي أَنَّهُ كَذَّابٌ.

معلی رازی سے پوچھا۔ محمد بن سعید کا حال جس سے عباد بن کثیر روایت کرتا ہے تو انہوں نے نقل کیا عیسٰی بن یونس سے انہوں نے کہا میں عباد کے دروازے پر تھا اور سفیان اس کے پاس تھے۔ جب وہ باہر نکلے تو میں نے پوچھا ان سے عباد کو۔ سفیان نے کہا وہ جھوٹا ہے۔

عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْقَطَّانِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَمْ نَرَ الصَّالِحِينَ فِي شَيْءٍ أَكْذَبَ مِنْهُمْ فِي الْحَدِيثِ قَالَ ابْنُ أَبِي عَتَّابٍ فَلَقِيتُ أَنَا مُحَمَّدَ بْنَ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْقَطَّانِ فَسَأَلْتُهُ عَنْهُ فَقَالَ عَنْ أَبِيهِ لَمْ تَرَ أَهْلَ[۲] الْخَيْرِ فِي شَيْءٍ أَكْذَبَ مِنْهُمْ فِي الْحَدِيثِ قَالَ مُسْلِمٌ يَقُولُ يَجْرِي الْكَذِبُ عَلَى لِسَانِهِمْ وَلَا يَتَعَمَّدُونَ الْكَذِبَ

ترجمہ۔ محمد بن یحیٰی بن سعید قطان نے اپنے باپ سے سنا (یحیٰی بن سعید قطان سے جو حدیث کے بڑے امام تھے) وہ کہتے تھے ہم نیک آدمیوں کو (یعنی درویشوں اور صوفیوں کو) اتنا جھوٹا کسی چیز میں نہیں دیکھا جتنا جھوٹا حدیث کی روایت کرنے میں دیکھا۔ ابن ابی عتاب نے کہا میں محمد بن یحیٰی سے ملا اور ان سے یہ بات پوچھی۔ انہوں نے اپنے باپ سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا تو نیک لوگوں کو اتنا جھوٹا کسی بات میں نہ پائے گا جتنا حدیث کی روایت میں۔ امام مسلم نے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ جھوٹی حدیث ان کی زبان سے نکل جاتی ہے لیکن وہ قصداً جھوٹ نہیں بولتے

فائدہ۔ اس لئے کہ اگر وہ قصداً جھوٹی حدیث بنائیں تو ان سے بدتر کون ہوگا پھر وہ نیک کیوں رہیں گے۔ اکثر زاہد اور درویشوں کی روایت غلط اور کذب نکلی ہے اور محدثین نے ان کا اعتبار نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان لوگوں کو عبادت اور استغراق سے اتنی فرصت نہیں ہوتی تھی کہ وہ حدیث کی طرف زیادہ توجہ کریں اور اس کو جانچیں صحیح کو سقیم سے جدا کریں۔ وہ لوگ نہایت بھولے بھالے سیدھے سادھے ہوتے تھے۔ جس نے جو حدیث ان کے سامنے بیان کی وہ اس کو سچا سمجھ کر اسکو روایت کرنا شروع کر دیتے تھے اور راویوں کے عیب اور نقصان کی طرف التفات کم کرتے تھے۔ اس جگہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ زہد و ریاضت اور درویشی اور تقدس اور چیز ہے اور علم دوسری چیز ہے ع ہر کسے را بہر کارے ساختند۔ بعضے حضرات ایسے بھی گذرے ہیں جو زہد اور درویشی کے ساتھ علوم ظاہریہ میں بھی بڑی لیاقت اور دستگاہ رکھتے تھے جیسے امام حسن بصری سفیان ثوری عبداللہ بن مبارک، فضیل بن عیاض وکیع بن الجراح رضی اللہ ان سب سے، یہ اگلے لوگوں کا

حال ہے تو پچھلے علماء کو بھی اسی طرح خیال کرنا چاہئے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ جو علم کلام اور حکمت اور اصول میں بڑے کامل تھے علم حدیث سے بالکل عاری تھے، ان کی کتابوں میں اکثر بے اعتبار حدیثیں موجود ہیں۔

عَنْ خَلِيفَةَ بْنِ مُوسَى قَالَ دَخَلْتُ عَلَى غَالِبِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ فَجَعَلَ يُمْلِي عَلَيَّ حَدَّثَنِي مَكْحُولٌ فَأَخَذَهُ الْبَوْلُ فَقَامَ فَنَظَرْتُ فِي الْكُرَّاسَةِ فَإِذَا فِيهَا حَدَّثَنِي أَبَانُ عَنْ أَنَسٍ وَأَبَانَ عَنْ فُلَانٍ فَتَرَكْتُهُ فَقُمْتُ

ترجمہ۔ خلیفہ بن موسیٰ نے کہا میں غالب بن عبید اللہ کے پاس گیا وہ مجھ کو لکھوانے لگا، حدیث بیان کی مجھ سے مکحول نے! اتنے میں اسکو پیشاب لگا وہ پیشاب کرنے گیا۔ میں نے اس کی کتاب کو دیکھا تو اس میں یوں لکھا تھا حدیث بیان کی مجھ سے ابان نے انس اور ابان نے فلانے سے۔ یہ دیکھ کر میں نے اس سے روایت کرنا چھوڑ دیا اور اٹھ کر چلا گیا۔ امام مسلم نے کہا۔

وَسَمِعْتُ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيَّ يَقُولُ رَأَيْتُ فِي كِتَابِ عَفَّانَ حَدِيثَ هِشَامٍ أَبِي الْمِقْدَامِ حَدِيثَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ هِشَامٌ حَدَّثَنِي رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ يَحْيَى ابْنُ فُلَانٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قُلْتُ لِعَفَّانَ إِنَّهُمْ يَقُولُونَ هِشَامٌ سَمِعَهُ مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ فَقَالَ إِنَّمَا ابْتُلِيَ مِنْ قِبَلِ هَذَا الْحَدِيثِ كَانَ يَقُولُ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدٍ ثُمَّ ادَّعَى بَعْدُ أَنَّهُ سَمِعَهُ مِنْ مُحَمَّدٍ

ترجمہ۔ اور سنا میں نے حسن بن علی حلوانی سے وہ کہتے تھے میں نے عفان کی کتاب میں ہشام ابو المقدام کی حدیث دیکھی جو عمر بن عبد العزیز سے مروی ہے ہشام نے کہا مجھ سے ایک شخص نے بیان کیا جسکا نام یحییٰ تھا فلانے کا بیٹا۔ اس نے محمد بن کعب سے سنا۔ میں نے عفان سے کہا لوگ کہتے ہیں ہشام نے اس حدیث کو خود محمد ابن کعب سے سنا ہے عفان نے کہا ہشام اسی حدیث کے سبب سے آفت میں پڑ گیا پہلے کہتا مجھ سے حدیث بیان کی یحییٰ نے اس نے سنا محمد سے پھر کہنے لگا میں نے خود سنا محمد سے۔

فائدہ۔ ہشام یہ بیٹا ہے زیاد اموی کا۔ اس کو ضعیف کہا ہے محدثین نے اسی وجہ سے جو بیان ہوئی مگر اس قدر وجہ اس کے ضعف کے لئے کافی نہیں ہو سکتی کیونکہ احتمال ہے اس نے سنا ہو محمد سے پھر بھول گیا اور یحییٰ کے واسطے سے سنا پھر اس کو یاد آیا کہ میں نے محمد سے خود سنا ہے پر یہ احتمال ہے اور ائمہ حدیث کو معلوم ہو گیا کہ ہشام نے محمد سے نہیں سنا اس لئے اس کا جھوٹ کھل گیا۔ (نووی)

عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُثْمَانَ بْنِ جَبَلَةَ يَقُولُ قُلْتُ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ مَنْ هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي رَوَيْتَ عَنْهُ

ترجمہ۔ عبد اللہ بن عثمان بن جبلہ نے کہا میں نے عبد اللہ بن مبارک سے کہا! وہ کون شخص ہے جس سے تم نے عبد اللہ بن عمرو کی حدیث روایت کی عید الفطر

حَدِیْثُ عَبْدِاللّٰہِ ابْنِ عَمْرٍو بِیَوْمِ الْفِطْرِ یَوْمُ الْجَوَائِزِ | اور جوائز کے باب میں۔

فائدہ۔ جوائز جمع ہے جائزہ کی یعنی عطائیں اور انعامات اور وہ حدیث یہ ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عید الفطر کا دن ہوتا ہے تو فرشتے راستے کے ناکوں پر آجاتے ہیں اور کہتے ہیں اے مسلمانو! چلو اپنے پروردگار کے پاس جو رحمت والا ہے حکم کرتا ہے نیک کام کا پھر بدلہ دیتا ہے اس کا اس نے حکم کیا تم نے روزہ رکھا اور مانا اپنے پروردگار کا کہنا تو قبول کرو اپنے اپنے جوائز یعنی عطاؤں کو پھر جب عید کی نماز پڑھ چکتے ہیں تو ایک منادی ندا کرتا ہے آسمان سے جاؤ اپنے اپنے گھروں کو مراد پاکر۔ تمھارے سب گناہ بخشے گئے اور اس دن کو یوم الجوائز کہتے ہیں۔

قَالَ سُلَیْمٰنُ ابْنُ الْحَجَّاجِ اُنْظُرْ مَا وَضَعْتَ فِیْ یَدِکَ مِنْہُ قَالَ ابْنُ قُھْزَاذَ وَسَمِعْتُ وَھْبَ بْنَ زَمْعَۃَ یَذْکُرُ عَنْ سُفْیٰنَ ابْنِ عَبْدِ الْمَلِکِ قَالَ قَالَ عَبْدُاللّٰہِ یَعْنِیْ ابْنَ الْمُبَارَکِ رَاَیْتُ رَوْحَ ابْنَ غُطَیْفٍ صَاحِبَ الدَّمِ قَدْرَ الدِّرْھَمِ۔

ترجمہ۔ انہوں نے کہا وہ سلیمان بن الحجاج ہیں دیکھو تم نے ان سے کیا حاصل کیا (یعنی وہ عمدہ شخص تھے اور ثقہ تھے۔ یہ تعریف ہے ان کی) ابن قہزاذ نے کہا میں نے سُنا وہب بن زمعہ سے وہ روایت کرتے تھے سفیان بن عبدالملک سے کہ عبداللہ بن مبارک نے کہا میں نے روح بن غطیف (یا غطیفہ) کو دیکھا جس نے درم کے برابر خون کی حدیث روایت کی ہے۔

فائدہ۔ زہری سے اس نے ابو سلمہ سے اس نے ابوہریرہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اگر کسی کو خون لگا ہو درم کے برابر اور وہ نماز پڑھ لیوے تو نماز کو پھر لوٹاوے۔ اس حدیث کو بخاری نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا اور یہ حدیث باطل اور بے اصل ہے محدثین کے نزدیک۔

وَجَلَسْتُ اِلَیْہِ مَجْلِسًا فَجَعَلْتُ اَسْتَحْیِیْ مِنْ اَصْحَابِیْ اَنْ یَّرَوْنِیْ جَالِسًا مَعَہٗ کُرْہَ حَدِیْثِہٖ۔

ترجمہ۔ میں اس کی صحبت میں بیٹھا پھر میں شرمانے لگا اپنے دوستوں سے کہ وہ کیا کہیں گے مجھے اسکے پاس بیٹھا دیکھ کر اس وجہ سے کہ اس سے روایت کرنا مکروہ معلوم ہوا۔

فائدہ۔ کیونکہ روح بن غطیف ضعیف ہے بخاریؒ نے کہا وہ منکر الحدیث ہے۔

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ ابْنِ الْمُبَارَکِ قَالَ بَقِیَّۃُ صَدُوْقُ اللِّسَانِ وَلٰکِنَّہٗ یَاْخُذُ عَمَّنْ اَقْبَلَ وَاَدْبَرَ۔

ترجمہ۔ عبداللہ بن مبارک نے کہا بقیہ بن ولید بن صائد بن کعب کلاعی سچا ہے لیکن وہ روایت کرتا ہے سب قسم کے لوگوں سے (یعنی ثقہ اور ضعیف کو نہیں دیکھتا اسی وجہ سے اس کو بھی ضعیف کیا ہے محدثین نے)

عَنِ الشَّعْبِيِّ يَقُوْلُ حَدَّثَنِي الْحَارِثُ الْاَعْوَرُ وَهُوَ يَشْهَدُ اَنَّهُ اَحَدُ الْكَاذِبِيْنَ

ترجمہ۔ عامر بن شراحیل شعبی (جو حدیث کے امام ہیں) وہ کہتے تھے مجھ سے حدیث بیان کی حارث اعور نے اور وہ ایک جھوٹا تھا۔

فائدہ۔ یہ حارث بیٹا ہے عبداللہ یا عبید اللہ کا۔ اعور اس کو اس لئے کہتے ہیں کہ وہ کانا تھا کنیت اس کی ابوزہیر ہے۔ کوفے کا رہنے والا مصاحب تھا حضرت علیؓ کا مگر اس نے حضرت علی پر جھوٹ باندھنا شروع کیا اور بہت حدیثیں غلط سلط روایت کیں۔ آخر اس کا جھوٹ کھل گیا اور محدثین نے اس کو ترک کر دیا صرف نسائی نے اس سے دو حدیثیں روایت کی ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ شخص رافضیوں کا مذہب رکھتا تھا چنانچہ آگے کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ قَالَ عَلْقَمَةُ قَرَأْتُ الْقُرْاٰنَ فِيْ سَنَتَيْنِ فَقَالَ الْحَارِثُ الْقُرْاٰنُ هَيِّنٌ الْوَحْيُ اَشَدُّ

ترجمہ۔ ابراہیم نخعی کوفی (جو حدیث کے بڑے امام ہیں) روایت کرتے ہیں کہ علقمہ نے (جو مصاحب تھے عبداللہ بن مسعود کے) کہا میں نے قرآن کو دو برس میں پڑھا۔ حارث کہنے لگا قرآن آسان ہے لیکن وحی مشکل ہے۔

فائدہ۔ یہ روایت حارث کی بدمذہبی کا ثبوت ہے کیونکہ اس نے سوا قرآن کے [illegible] قرار دی جیسے شیعہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سی آیندہ کی باتیں اور اسرار اور مخفیات حضرت کو بتلائے تھے جن کو حضرت نے خاص علی بن ابی طالب کو بتلایا اور انہیں کو اپنا وصی کیا۔

عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ الْحَارِثَ قَالَ تَعَلَّمْتُ الْقُرْاٰنَ فِيْ ثَلَاثِ سِنِيْنَ وَالْوَحْيَ فِيْ سَنَتَيْنِ اَوْ قَالَ الْوَحْيَ فِيْ ثَلَاثِ سِنِيْنَ وَالْقُرْاٰنَ فِيْ سَنَتَيْنِ

ترجمہ۔ ابراہیم سے روایت ہے۔ حارث نے کہا میں نے قرآن کو تین برس میں سیکھا اور وحی کو دو برس میں یا یوں کہا وحی کو تین برس میں پڑھا اور قرآن کو دو برس میں۔

عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ الْحَارِثَ اتُّهِمَ

ترجمہ۔ ابراہیم نے کہا حارث متہم ہے (یعنی وہ منسوب کیا گیا ہے کذب اور بدمذہبی سے)

عَنْ حَمْزَةَ الزَّيَّاتِ قَالَ سَمِعَ مُرَّةُ الْهَمْدَانِيُّ مِنَ الْحَارِثِ شَيْئًا فَقَالَ لَهُ اقْعُدْ بِالْبَابِ قَالَ فَدَخَلَ مُرَّةُ وَاَخَذَ سَيْفَهُ قَالَ وَاَحَسَّ الْحَارِثُ بِالشَّرِّ فَذَهَبَ

ترجمہ۔ حمزہ زیات سے روایت ہے۔ مرہ ہمدانی نے حارث سے کوئی بات سنی تو اس سے کہا تم دروازے میں بیٹھو اور مرہ اندر گئے اور تلوار اٹھائی (کہ حارث کو قتل کریں) حارث نے آہٹ پائی کہ کچھ شر ہونے والا ہے وہ چل دیا۔

عَنِ ابْنِ عَوْنٍ قَالَ قَالَ لَنَا إِبْرَاهِيمُ إِيَّاكُمْ وَالْمُغِيرَةَ ابْنَ سَعِيدٍ وَأَبَا عَبْدِ الرَّحِيمِ فَإِنَّهُمَا كَذَّابَانِ

ترجمہ - ابن عون سے روایت ہے - ابراہیم نے کہا ہم سے، بچو تم مغیرہ بن سعید اور ابو عبدالرحیم سے وہ دونوں جھوٹے ہیں -

فائدہ - مغیرہ بن سعید کوفی نسائی نے کہا کتاب الضعفاء میں کہ یہ شخص دجال تھا جلایا گیا آگ میں نخعی کے زمانے میں اور اس نے دعویٰ کیا تھا نبوت کا ابو عبدالرحیم اس کا نام شقیق الضبی ہے جو قاضی تھا اور بعضوں نے کہا کہ اس کا نام سلمہ بن عبدالرحمٰن نخعی ہے اور دونوں کی کنیت ابو عبدالرحیم ہے اور دونوں ضعیف ہیں - (نووی)

عَنْ عَاصِمٍ قَالَ كُنَّا نَأْتِي أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيَّ وَنَحْنُ غِلْمَةٌ أَيْفَاعٌ فَكَانَ يَقُولُ لَنَا لَا تُجَالِسُوا الْقُصَّاصَ غَيْرَ أَبِي الْأَحْوَصِ وَإِيَّاكُمْ وَشَقِيقًا قَالَ وَكَانَ شَقِيقٌ هٰذَا يَرَى رَأْيَ الْخَوَارِجِ وَلَيْسَ بِأَبِي وَائِلٍ

ترجمہ - عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہم ابو عبدالرحمٰن سلمی کے پاس آیا جایا کرتے تھے اور اس زمانے میں ہم جوان لڑکے تھے (یعنی کبر و جوانی کے قریب) تو وہ ہم سے کہا کرتے مت بیٹھا کرو قصہ خوانوں کے پاس سوا ابو الاحوص کے اور بچو تم شقیق سے - اور یہ شقیق خارجیوں کا سا اعتقاد رکھتا تھا - یہ ابو وائل نہیں ہے -

فائدہ - ابو وائل شقیق دوسرے ہیں جو سلمہ کے بیٹے ہیں وہ کبار تابعین میں سے ہیں یہ شقیق وہی ہے جبنی کوفی جسکا ذکر اوپر گذرا اور نسائی نے اس کو ضعیف کیا اسکی کنیت ابو عبدالرحیم ہے جس سے ڈرایا ابراہیم نے اور بعضوں نے کہا ابراہیم نے جس سے ڈرایا اسکا نام سلمہ بن عبدالرحمٰن نخعی ہے - یہ ابن ابی حاتم نے ابن مدینی سے نقل کیا (نووی)

عَنْ جَرِيرٍ يَقُولُ لَقِيتُ جَابِرَ بْنَ يَزِيدَ الْجُعْفِيَّ فَلَمْ أَكْتُبْ عَنْهُ كَانَ يُؤْمِنُ بِالرَّجْعَةِ

ترجمہ - جریر سے روایت ہے - میں جابر بن یزید جعفی سے ملا پھر میں نے اس سے حدیث نہیں لکھی وہ یقین کرتا تھا رجعت کا -

فائدہ - اسی وجہ سے محدثین نے جابر بن یزید کو ضعیف کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ رافضی تھا - رجعت سے مراد یہاں یہ ہے کہ جو رافضیوں کا اعتقاد ہے کہ حضرت علی رض زندہ ہیں اور ابر میں رہتے ہیں جب ان کی اولاد میں سے امام برحق پیدا ہوگا تو وہ اپنے شیعوں کو ابر میں سے آواز دیں گے کہ اس کے ساتھ شریک ہو - یہ ایسی بات ہے کہ جس کو کوئی عاقل قبول نہ کریگا -

عَنْ مِسْعَرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا جَابِرُ بْنُ يَزِيدَ قَبْلَ أَنْ يُحْدِثَ

ترجمہ مسعر سے روایت ہے ہم سے حدیث بیان کی جابر بن یزید نے اس سے پہلے جو اس نے نئی بات نکالی (یعنی بدمذہبی سے پہلے اس سے

مَا أَحْدَثَ

معلوم ہوا کہ پہلے جابر کا اعتقاد درست تھا پھر فاسد ہو گیا)

عَنْ سُفْيَانَ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَحْمِلُونَ عَنْ جَابِرٍ قَبْلَ أَنْ يُظْهِرَ مَا أَظْهَرَ فَلَمَّا أَظْهَرَ مَا أَظْهَرَ اتَّهَمَهُ النَّاسُ فِي حَدِيثِهِ وَتَرَكَهُ بَعْضُ النَّاسِ فَقِيلَ لَهُ وَمَا أَظْهَرَ قَالَ الْإِيمَانُ بِالرَّجْعَةِ

ترجمہ۔ سفیان سے روایت ہے پہلے لوگ جابر سے حدیثیں روایت کرتے تھے جب تک اس نے بداعتقادی نہیں ظاہر کی تھی پھر جب اس نے اپنا اعتقاد دکھلایا تو لوگوں نے اسکو متہم کیا حدیثوں میں اور بعضوں نے اسکو ترک کر دیا۔ لوگوں نے کہا کیا بداعتقادی اس کی معلوم ہوئی۔ سفیان نے کہا رجعت پر یقین کرنا۔

عَنْ جَابِرِ ابْنِ يَزِيدَ يَقُولُ عِنْدِي سَبْعُونَ أَلْفَ حَدِيثٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهَا

ترجمہ۔ جابر بن یزید جعفی نے کہا میرے پاس ستر ہزار حدیثیں ہیں جن کو میں نے روایت کیا ہے ابوجعفر سے (یعنی امام محمد باقر سے) انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

فائدہ۔ پر امام محمد باقر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا تو یہ سب روایتیں منقطع ہوئیں، دوسرے روایت کرنے والا جابر ایسا بداعتقاد شخص اس لئے یقین ہوتا ہے کہ وہ سب روایتیں جھوٹی اور جابر کی تراشی ہوئی ہوں گی جن کو شیعہ نے اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے۔

عَنْ زُهَيْرٍ يَقُولُ قَالَ جَابِرٌ أَوْ سَمِعْتُ جَابِرًا يَقُولُ إِنَّ عِنْدِي الْخَمْسِينَ أَلْفَ حَدِيثٍ مَا حَدَّثْتُ مِنْهَا بِشَيْءٍ قَالَ ثُمَّ حَدَّثَ يَوْمًا بِحَدِيثٍ فَقَالَ هٰذَا مِنَ الْخَمْسِينَ أَلْفًا

ترجمہ۔ زہیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جابر کہتا تھا میرے پاس پچاس ہزار ایسی حدیثیں ہیں جنکو میں نے لوگوں سے بیان نہیں کیا۔ پھر ایک روز ایک حدیث بیان کی اور کہنے لگا کہ یہ انہی پچاس ہزار میں سے ہے۔

عَنْ سَلَّامِ ابْنِ أَبِي مُطِيعٍ يَقُولُ سَمِعْتُ جَابِرًا الْجُعْفِيَّ يَقُولُ عِنْدِي خَمْسُونَ أَلْفَ حَدِيثٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ سلام بن ابی مطیع سے روایت ہے میں نے سنا جابر جعفی سے میرے پاس پچاس ہزار حدیثیں ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی۔

عَنْ سُفْيَانَ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا سَأَلَ جَابِرًا عَنْ قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ فَلَنْ أَبْرَحَ الْأَرْضَ حَتَّى يَأْذَنَ لِي أَبِي أَوْ يَحْكُمَ اللَّهُ لِي وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ○

ترجمہ۔ سفیان سے روایت ہے میں نے سنا ایک شخص نے جعفر جعفی سے پوچھا اس آیت کو فَلَنْ أَبْرَحَ الْأَرْضَ حَتَّى يَأْذَنَ لِي أَبِي أَوْ يَحْكُمَ اللَّهُ لِي وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ○

فائدہ - یہ آیت سورۂ یوسف میں ہے - جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے چھوٹے بھائی کو چور ہونے کے بہانے سے رکھ لیا تو بڑا بھائی جو قافلے کے ساتھ آیا تھا بولا، میں نہ سرکوں گا اس ملک سے جب تک کہ اجازت دے مجھ کو میرا باپ یا فیصلہ کرے اللہ میرے لئے اور وہ سب سے بہتر ہے فیصلہ کرنے والا۔

فَقَالَ جَابِرٌ لَمْ يَجِئْ تَأْوِيلُ هٰذِهٖ قَالَ سُفْيَانُ وَكَذَبَ فَقُلْنَا لِسُفْيَانَ وَمَا أَرَادَ بِهٰذَا فَقَالَ إِنَّ الرَّافِضَةَ تَقُولُ إِنَّ عَلِيًّا فِي السَّحَابِ فَلَا نَخْرُجُ مَعَ مَنْ يَخْرُجُ مِنْ وُلْدِهٖ حَتّٰى يُنَادِيَ مُنَادٍ مِّنَ السَّمَاءِ يُرِيدُ عَلِيًّا أَنَّهٗ يُنَادِي اخْرُجُوا مَعَ فُلَانٍ يَقُولُ جَابِرٌ فَذَا تَأْوِيلُ هٰذِهِ الْآيَةِ وَكَذَبَ كَانَتْ فِي إِخْوَةِ يُوسُفَ

ترجمہ - جابر نے کہا اس آیت کا مطلب ابھی ظاہر نہیں ہوا۔ سفیان نے کہا جابر جھوٹا تھا۔ حمیدی نے (جو اس روایت کو سفیان سے نقل کرتے ہیں) کہا ہم لوگوں نے سفیان سے پوچھا جابر کی کیا غرض تھی۔ انہوں نے کہا رافضی لوگ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت علی ابر میں ہیں اور ہم ان کی اولاد میں سے کسی کے ساتھ نہ نکلیں گے یہاں تک کہ آسمان سے حضرت علی رضؓ آواز دیں گے کہ نکلو اس شخص کے ساتھ۔ تو جابر نے کہا کہ اس آیت کی تفسیر یہ ہے اور جھوٹ کہا اس لئے کہ یہ آیت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے قصے میں ہے

فائدہ - اس آیت کے اول اور آخر ان کے بھائیوں کا قصہ ہے۔ یہ تفسیر جو جابر نے عقل کے خلاف کی اور نری بے تکی ہے۔ رافضی لوگ قرآن کو اسی طرح سے بے تکا اِدھر اُدھر پھیرتے ہیں اور غور نہیں کرتے۔

عَنْ سُفْيَانَ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا يُحَدِّثُ بِنَحْوٍ مِّنْ ثَلَاثِينَ أَلْفَ حَدِيثٍ مَا أَسْتَحِلُّ أَنْ أَذْكُرَ مِنْهَا شَيْئًا وَّإِنَّ لِي كَذَا وَكَذَا

ترجمہ - سفیان رضؓ سے روایت ہے میں نے جابر سے سنا تیس ہزار حدیثوں کو۔ میں حلال نہیں جانتا ان میں سے ایک حدیث بیان کرنے کو اگرچہ مجھے یہ اور یہ ملے (یعنی کیسی ہی دولت ملے پر میں ان حدیثوں کو نقل نہ کروں گا کیونکہ وہ سب جھوٹ تھیں)

عَنْ أَبِي غَسَّانَ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو الرَّازِيِّ قَالَ سَأَلْتُ جَرِيرَ بْنَ عَبْدِ الْحَمِيدِ فَقُلْتُ الْحَارِثُ بْنُ حَصِيرَةَ لَقِيتَهٗ قَالَ نَعَمْ شَيْخٌ طَوِيلُ السُّكُوتِ يُصِرُّ عَلٰى أَمْرٍ عَظِيمٍ

ترجمہ - ابی غسان محمد بن عمرو رازی نے کہا میں نے جریر بن عبد الحمید سے پوچھا تم نے حارث بن حصیرہ کو دیکھا ہے۔ انہوں نے کہا ہاں ایک بڈھا تھا اکثر خاموش رہتا لیکن بہت بڑی بات پر اصرار کرتا تھا۔

فائدہ - یعنی رافضیوں کا عقیدہ رکھتا تھا۔ تقریب میں ہے کہ حارث بن حصیرہ ازدی

جس کی کنیت ابو نعمان ہے کوفے کا رہنے والا سچا ہے مگر خطا کرتا ہے اور نسبت کیا گیا ہی طرف رفض کے

عَنْ حَمَّادِ ابْنِ زَيْدٍ قَالَ ذَكَرَ أَيُّوبُ رَجُلًا يَوْمًا فَقَالَ لَمْ يَكُنْ بِمُسْتَقِيمِ اللِّسَانِ قَالَ وَذَكَرَ آخَرَ فَقَالَ هُوَ يَزِيدُ فِي الرَّقْمِ

ترجمہ - حماد بن زید نے کہا ایوب سختیانی ابن ابی تمیمہ کیسان ابو بکر بصری جو ثقہ ثبت حجت فقیہ عابد مشہور تھے نے کہا ایک شخص کا حال کہ اس کی زبان درست نہ تھی اور دوسرے کو کہا کہ وہ رقم کو بڑھا دیتا ہے۔

فائدہ - اکثر بے ایمان سوداگروں کی عادت ہوتی ہے کہ کپڑوں کے تھانوں پر جو خرید کی رقم لکھی ہوتی ہے اسکو بڑھا دیتے ہیں تاکہ خریدار کو دھوکا دیکر اپنا نفع بڑھالیں۔ یہاں مراد یہ ہے کہ حدیث میں زیادہ کر دینا اور یہ دونوں لفظ اشارہ ہیں کذب کے لئے یعنی دونوں جھوٹے اور کذاب تھے۔

عَنْ حَمَّادِ ابْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ أَيُّوبُ إِنَّ لِي جَارًا ثُمَّ ذَكَرَ مِنْ فَضْلِهِ وَلَوْ شَهِدَ عِنْدِي عَلَى تَمْرَتَيْنِ مَا رَأَيْتُ شَهَادَتَهُ جَائِزَةً

ترجمہ - حماد بن زید سے روایت ہے۔ ایوب نے کہا میرا ایک ہمسایہ ہے۔ پھر بیان کی اسکی فضیلت (یعنی اس کی لیاقت اور علم کی تعریف کی) اور کہا کہ اگر وہ میرے سامنے دو کھجوروں پر گواہی دیوے تو میں اس کی گواہی کو درست نہ رکھوں۔

فائدہ - یعنی اس میں بھی عیب ہے کہ جھوٹ بولتا ہے تو ایسے چھوٹے مقدمے میں بھی اس کا اعتبار نہیں ہو سکتا۔

عَنْ مَعْمَرٍ مَا رَأَيْتُ أَيُّوبَ اغْتَابَ أَحَدًا قَطُّ إِلَّا عَبْدَ الْكَرِيمِ يَعْنِي أَبَا أُمَيَّةَ فَإِنَّهُ ذَكَرَهُ فَقَالَ كَانَ غَيْرَ ثِقَةٍ لَقَدْ سَأَلَنِي عَنْ حَدِيثٍ لِعِكْرِمَةَ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ

ترجمہ - معمر سے روایت ہے کہ میں نے ایوب کو کسی شخص کی غیبت کرتے نہیں سنا کبھی مگر عبد الکریم بن ابی المخارق کی جسکی کنیت ابو امیہ ہے ذکر کیا انہوں نے اسکا اور کہا کہ خدا رحم کرے اس پر وہ ثقہ نہ تھا۔ ایک بار مجھ سے ایک حدیث پوچھی عکرمہ کی پھر کہنے لگا میں نے خود سنا ہے عکرمہ سے۔

فائدہ - مگر صرف اس بات سے اس کا ضعف ثابت نہیں ہوتا کیونکہ شاید وہ عکرمہ سے سنکر بھول گیا ہو پھر ایوب سے سنکر اس کو یاد آیا اور روایت کرنے لگا۔ پر دوسرے قرینوں سے اس کا جھوٹ ثابت ہو گیا اور ضعیف کیا ہے اس عبد الکریم کو سفیان بن عیینہ اور عبد الرحمن بن مہدی اور یحییٰ بن سعید القطان اور احمد بن حنبل اور ابن عدی نے اور یہ عبد الکریم بصرہ کے فاضلوں اور فقیہوں میں سے تھا۔ (نووی) - تقریب میں ہے کہ اسکے باپ کا نام قیس یا طارق تھا اور یہ مکہ میں آن کر رہا تھا ضعیف ہے۔ بخاری نے اس سے ایک زیادت روایت کی ہے باب قیام اللیل میں اور نسائی نے اسکے روایت کی ہر مگر تھوڑی۔

عَنْ هَمَّامٍ قَالَ قَدِمَ عَلَيْنَا أَبُو دَاوُدَ الْأَعْمَى فَجَعَلَ يَقُولُ حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ وَحَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ فَذَكَرْنَا ذٰلِكَ لِقَتَادَةَ فَقَالَ كَذَبَ مَا سَمِعَ مِنْهُمْ

ترجمہ۔ ہمام سے روایت ہے ابو داؤد اندھا (نفیع بن حارث) ہمارے پاس آیا اور کہنے لگا حدیث بیان کی مجھ سے براء بن عازب نے اور حدیث بیان کی مجھ سے زید بن ارقم نے، ہم نے یہ قتادہ سے ذکر کیا انہوں نے کہا جھوٹا ہے اس نے نہیں سنا براء اور زید سے

فائدہ۔ اور وہ کہتا تھا کہ میں نے اٹھارہ بدری صحابیوں سے سنا ہے یہ ابو داؤد باتفاق علماء ضعیف ہے۔ عمرو بن علی نے کہا وہ متروک ہے اور یحییٰ بن معین اور ابو زرعہ نے کہا وہ کچھ چیز نہیں اور ابو حاتم نے کہا منکر الحدیث ہے۔

إِنَّمَا كَانَ ذٰلِكَ سَائِلًا يَتَكَفَّفُ النَّاسَ زَمَنَ طَاعُونِ الْجَارِفِ

ترجمہ۔ وہ تو ایک منگتا تھا، لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا تھا سخت وبا کے زمانے میں۔

فائدہ۔ یہ وبا یعنی طاعون ایک قسم کا پھوڑا تھا جس میں جلن ہوتی تھی اور گرد اگرد اسکے سرخی یا سیاہی یا سبزی پھیل جاتی تھی اور اس کے ساتھ خفقان اور قے عارض ہوتی۔ علماء نے اس کے زمانے میں اختلاف کیا ہے۔ ابن عبد البر نے کہا ایوب سختیانی اسی طاعون کے زمانے میں مرے ۱۳۱ھ ہجری میں اور ابن قتیبہ نے معارف میں اصمعی سے نقل کیا ہے کہ یہ طاعون عبد اللہ بن زبیر کے زمانے میں ہوا ۸۰ھ ہجری میں۔ اور قاضی عیاض نے کہا کہ یہ طاعون ۱۱۹ھ ہجری میں ہوا اور حافظ عبد الغنی مقدسی نے کہا کہ مطرف بعد طاعون کے مرا اور یہ طاعون ۸۷ھ ہجری میں تھا اور احتمال ہے کہ ان سب سالوں میں طاعون واقع ہوا ہو۔ اور جارف اس کو اس لئے کہتے ہیں کہ جارف کے معنی جھاڑنے والا اور یہ طاعون بھی لوگوں کو جھاڑ کر لے گیا یعنی بہت لوگوں کو ہلاک کیا۔ ابن قتیبہ نے معارف میں اصمعی سے نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے اسلام میں طاعون عمواس شام میں واقع ہوا حضرت عمر کے زمانے میں اور اسی سے مرے ابو عبیدہ ابن الجراح اور معاذ بن جبل اور ان کی بی بی اور بیٹی رضی اللہ ان سے پھر دوسرا طاعون جارف واقع ہوا عبد اللہ بن زبیر کے زمانے میں پھر طاعون فتیات کیونکہ یہ واقع ہوا جوان عورتوں پر بصرے اور واسط اور شام اور کوفے میں اس زمانے میں حجاج ظالم واسط میں تھا عبد الملک بن مروان کی خلافت میں اور اس کو طاعون اشراف بھی کہتے ہیں کیونکہ شریف بہت اس طاعون سے ہلاک ہوئے۔ پھر طاعون عدی بن ارطاۃ ۱۰۰ھ میں واقع ہوا۔ پھر طاعون غراب ۱۲۷ھ ہجری میں ہوا پھر طاعون سلم بن قتیبہ ۱۳۱ھ میں واقع ہوا شعبان اور رمضان میں اور موقوف ہوا شوال میں اسی میں ایوب سختیانی مرے اور مدینہ اور مکہ میں کوئی طاعون واقع نہیں ہوا۔ یہ ابن قتیبہ نے کہا۔ ابو الحسن مدائنی نے کہا اسلام میں پانچ طاعون مشہور ہیں ایک طاعون شیرویہ جو مدائن میں ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے ۶ھ ہجری میں۔ دوسرا

طاعون عمواس، جو حضرت عمرؓ کے زمانے میں شام میں واقع ہوا اس میں پچیس ہزار آدمی مرے تیسرا طاعون جارف عبداللہ بن زبیرؓ کے زمانے میں سنہ ۶۹ ہجری میں ہوا، اس میں ہر روز ستر ہزار آدمی مرے تین دن تک۔ انس بن مالکؓ کے تراسی یا تہتر بیٹے مر گئے اور عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کے چالیس بیٹے جاتے رہے۔ چوتھا طاعون فتیات جو شوال ۸۷ھ ہجری میں واقع ہوا۔ پانچواں طاعون ۱۳۱ھ میں ہوا رجب میں اور سخت ہو گیا رمضان میں کئی دن اس طاعون میں ایک ہزار جنازے سکۃ المربد میں آتے تھے۔ پھر شوال میں کم ہو گیا۔ اور ایک طاعون کوفے میں ہوا ۵۰ھ ہجری میں جس میں مغیرہ بن شعبہ مرے اور طاعون عمواس ۱۸ھ ہجری میں واقع ہوا اور ابوزرعہ نے کہا ۱۷ھ میں اور عمواس ایک گاؤں کا نام ہے درمیان رملہ اور بیت المقدس کے تو قتادہ کی پیدائش سنہ ۶۱ھ میں ہے اور ان کی وفات ۱۱۷ھ میں ہوئی۔ اس صورت میں قاضی عیاض نے جو اس طاعون کی تاریخ سنہ ۱۱۹ ہجری بیان کی ہے غلط ہوتی ہے اور یہاں پر ضرور دو طاعون میں سے ایک طاعون مراد ہے یا ۸۷ھ کا طاعون مگر اس وقت قتادہ کی عمر صرف چھبرس کی ہوتی ہے یا ۱۳۱ھ کا اور یہی ظاہر ہے (نووی) طاعون ہمیشہ کچھ ایک قسم کا نہیں ہوتا بلکہ بیماریوں کی ایک عمر ہے۔ ہر ایک بیماری اپنی اپنی عمر تک رہتی ہے پہلے آہستہ آہستہ نشو و نما کرتی ہے پھر زور پکڑ جاتی ہے پھر گھٹتی گھٹتی بالکل دنیا سے مٹ جاتی ہے۔ اگلے زمانے میں طاعون ثبورات اور پھوڑوں سے ہوتا تھا۔ چیچک بھی اگر عام ہو تو اسی قسم میں سے ہے۔ پھر بخار کا طاعون ہوا۔ اب ہمارے زمانے میں ایک سو سال سے کہ ۱۲۳۱ ہجری میں ہی طاعون قے اور اسہال کا ہوتا ہے جسکو ہیضہ کہتے ہیں۔ یہ بیماری اب زور پکڑتی جاتی ہے ولایت ہند اور عرب اور گرم ملکوں میں یہ عارضہ تقریباً ہر سال کچھ نہ کچھ رہتا ہے سنہ ۱۲۹۱ ہجری کے اخیر میں ولایت مصر میں بڑی شدت ہوئی، اب دیکھئے اس کی عمر دنیا میں کب تک ہے۔

عَنْ هَمَّامٍ قَالَ دَخَلَ أَبُوْدَاوُدَ الْأَعْمٰى عَلٰى قَتَادَةَ فَلَمَّا قَامَ قَالُوْا إِنَّ هٰذَا يَزْعُمُ أَنَّهُ لَقِيَ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ بَدْرِيًّا فَقَالَ قَتَادَةُ هٰذَا كَانَ سَائِلًا قَبْلَ الْجَارِفِ لَا يَعْرِضُ لِشَيْءٍ مِنْ هٰذَا وَلَا يَتَكَلَّمُ فِيْهِ فَوَاللّٰهِ مَا حَدَّثَنَا الْحَسَنُ عَنْ بَدْرِيٍّ مُشَافَهَةً وَلَا حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ بَدْرِيٍّ مُشَافَهَةً إِلَّا عَنْ سَعْدِ ابْنِ مَالِكٍ

ترجمہ۔ ہمام سے روایت ہے ابوداؤد اعمیٰ قتادہ کے پاس آیا جب وہ اٹھ کر چلا تو لوگوں نے کہا یہ کہتا ہے کہ میں اٹھارہ اُن صحابیوں سے ملا ہوں جو بدر کی لڑائی میں شریک تھے۔ قتادہ نے کہا یہ تو طاعون جارف سے پہلے بھیک مانگا کرتا تھا۔ اس کو حدیث روایت کرنے کا کب خیال تھا نہ کبھی اس نے گفتگو کی حدیث میں قسم خدا کی حسن بصری نے (جو ابوداؤد سے سن میں زیادہ اور حدیث کے عالم تھے) کوئی حدیث ہم سے نہیں بیان کی کسی بدری صحابی سے سن کر نہ سعید بن المسیب نے مگر سعد بن ابی وقاص سے۔

فائدہ - تو جب ان دونوں صاحبوں نے جو ابو داؤد کی نسبت سن اور علم میں زیادہ تھے کسی بدری سے نہیں سنا سوا سعد بن مالک یعنی سعد بن ابی وقاص کے تو ابو داؤد نے کیوں کر اٹھارہ بدری صحابیوں سے سُنا - یہ صرف بہتان اور کذب ہے ابو داؤد کا - اس جگہ سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ حسن بصری نے حضرت علی سے نہیں سُنا نہ انکو دیکھا اور اکثر اہل حدیث کا اسپر اتفاق ہے اور صوفیہ رحمہم اللہ سماع حسن کا حضرت علی سے بیان کرتے ہیں اسی بناء پر سلسلہ تصوف قائم کرتے ہیں

عَنْ رَقَبَةَ أَنَّ أَبَا جَعْفَرٍ الْهَاشِمِيَّ الْمَدَنِيَّ كَانَ يَضَعُ أَحَادِيثَ كَلَامِ حَقٍّ وَلَيْسَتْ مِنْ أَحَادِيثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ يَرْوِيهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ - رقبہ بن مسقلہ بن عبد اللہ کوفی نے کہا کہ ابو جعفر ہاشمی مدنی (جس کا نام عبد اللہ بن مسور مدائنی ہے) سچی سچی باتوں کو حدیث بنا کر نقل کرتا حالانکہ وہ حدیث نہ ہوتیں اور روایت کرتا انکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

فائدہ - یعنی بات سچی اور حکمت کی نقل کرتا مگر غضب یہ کرتا کہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمودہ قرار دیتا -

عَنْ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ كَانَ عَمْرُو بْنُ عُبَيْدٍ يَكْذِبُ فِي الْحَدِيثِ

ترجمہ - یونس بن عبید سے روایت ہے کہ عمرو بن عبید حدیث میں جھوٹ بولتا تھا -

فائدہ - یہ عمرو بن عبید وہ شخص ہے جو حسن بصری کی صحبت میں رہتا تھا پھر قدری اور معتزلی ہو گیا -

عَنْ مُعَاذِ ابْنِ مُعَاذٍ يَقُولُ قُلْتُ لِعَوْفِ بْنِ أَبِي جَمِيلَةَ إِنَّ عَمْرَو بْنَ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا عَنِ الْحَسَنِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا قَالَ كَذَبَ وَاللّٰهِ عَمْرٌو وَلٰكِنَّهُ أَرَادَ أَنْ يَحُوزَهَا إِلَى قَوْلِهِ الْخَبِيثِ

ترجمہ - معاذ بن معاذ سے روایت ہے میں نے عوف بن ابی جمیلہ سے کہا عمرو بن عبید نے ہم سے حدیث بیان کی حسن بصری سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہم پر ہتھیار اُٹھائے (یعنی مسلمانوں کے قتل پر بغیر کسی وجہ شرعی کے مستعد ہو) وہ ہم میں سے نہیں ہے - عوف نے کہا قسم خدا کی عمرو جھوٹا ہے اس کا مقصد اس حدیث کی روایت کرنے سے یہ ہے کہ اپنے ناپاک اعتقاد کو اس سے ثابت کرے -

---

فائدہ - یہ حدیث صحیح ہے اور کئی طریقوں سے مروی ہے خود مسلم نے آگے اس کو روایت کیا ہے مگر عوف کی جو حسن بصری کا بڑا مصاحب تھا یہ غرض ہے کہ حسن نے اس حدیث کو روایت نہیں کیا تو عمرو بن عبید کا حسن سے روایت کرنا کذب اور غلط ٹھیرا - عمرو بن عبید چونکہ معتزلہ مذہب کا پیشوا تھا اس کا اعتقاد یہ تھا کہ جو مسلمان کبیرہ گناہ کرے وہ نہ مسلمان ہے نہ کافر - اور اسلام اور کفر کے بیچ میں ایک اور واسطہ نکالتا تھا اور کہتا تھا کہ کبیرہ گناہ کرنے والا بھی مثل کافر کے ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا - اس حدیث کو اس نے اپنا مذہب ثابت

کرنے کے لئے روایت کیا کیونکہ ظاہر حدیث سے یہ بات نکلتی ہے کہ مسلمانوں پر ہتھیار اٹھانیوالا
ہم میں سے نہیں ہے یعنی مسلمان نہیں ہے اور مسلمان پر ہتھیار اٹھانا کبیرہ گناہ ہے تو اس سے
یہ نکلا کہ کبیرہ گناہ کرنے والا مسلمان نہیں ہے اور کافر بھی نہیں ہے۔ پھر کیا ہوا نہ مسلمان نہ
کافر یہی عمرو بن عبید کا مذہب ہے۔ اور اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ انسان یا کافر ہے یا
مسلمان اور کبیرہ گناہ کرنے والا مسلمان ہے مگر گنہگار۔ خداوند کریم کو اختیار ہے کہ قیامت
کے دن اس کا گناہ معاف کرے یا چند روز کے لئے جہنم کا عذاب دے مگر وہ ایک دن
ضرور جہنم سے نکل کر جنت میں جائے گا اس لئے کہ ایمان اس کا قائم تھا پھر وہ ضائع
نہ جائے گا۔ اور آگے کتاب الایمان میں انشاء اللہ تعالیٰ بہت حدیثیں بیان ہونگی جن سے
معتزلہ کا مذہب رد ہوتا ہے اور اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے مسلمان
پر ہتھیار اُٹھائے وہ ہمارے طریقے پر نہیں ہے اور ہماری راہ پر نہیں ہے جیسے باپ اپنے
شریر اور نافرمان بیٹے کو غصہ ہو کر کہتا ہے تو میرا نہیں ہے۔ اسی طرح حدیث سے بھی تشدد
اور سختی منظور ہے اور مقصود یہ ہے کہ لوگ مسلمان پر ہتھیار اٹھانے سے بچیں اور نظیر
اس کی دوسری حدیثوں میں بھی موجود ہے جیسے مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا یعنی جو خرید و فروخت
میں دھوکا دیوے وہ ہم میں سے نہیں (نووی)

عَنْ حَمَّادِ ابْنِ زَيْدٍ قَالَ كَانَ رَجُلٌ قَدْ لَزِمَ أَيُّوبَ وَسَمِعَ مِنْهُ فَفَقَدَهُ أَيُّوبُ فَقَالُوا يَا أَبَا بَكْرٍ إِنَّهُ قَدْ لَزِمَ عَمْرَو بْنَ عُبَيْدٍ قَالَ حَمَّادٌ فَبَيْنَا أَنَا يَوْمًا مَعَ أَيُّوبَ وَقَدْ بَكَّرْنَا إِلَى السُّوقِ فَاسْتَقْبَلَهُ الرَّجُلُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ أَيُّوبُ وَسَأَلَهُ ثُمَّ قَالَ لَهُ أَيُّوبُ بَلَغَنِي أَنَّكَ لَزِمْتَ ذٰلِكَ الرَّجُلَ قَالَ حَمَّادٌ سَمَّاهُ يَعْنِي عَمْرًا قَالَ نَعَمْ يَا أَبَا بَكْرٍ إِنَّهُ يَجِيئُنَا بِأَشْيَاءَ غَرَائِبَ قَالَ يَقُولُ لَهُ أَيُّوبُ إِنَّمَا نَفِرُّ أَوْ نَفْرَقُ مِنْ تِلْكَ الْغَرَائِبِ

ترجمہ۔ حماد بن زید سے روایت ہے۔ ایک شخص ہمیشہ ایوب سختیانی کی صحبت میں رہا کرتا اور ان سے حدیثیں سنتا ایک مرتبہ ایوب نے اسکو نہ پاکر پوچھا تو لوگوں نے کہا اے ابوبکر (یہ کنیت ہے ایوب سختیانی کی) وہ شخص اب عمرو بن عبید کی صحبت میں رہتا ہے۔ حماد نے کہا ایک روز میں ایوب کے ساتھ سویرے بازار کو جارہا تھا اتنے میں وہ شخص سامنے سے آیا۔ ایوب نے اس کو سلام کیا اور حال پوچھا۔ پھر اس سے کہا میں نے سنا ہے تم اُس شخص کے پاس رہتے ہو، عمرو بن عبید کا نام لیا۔ وہ بولا ہاں اے ابوبکر! کیونکہ وہ ہم کو عجیب باتیں سُناتا ہے۔ ایوب نے کہا ہم تو ایسی ہی عجیب باتوں سے بھاگتے ہیں

فائدہ۔ یعنی غریب اور نادر حدیثوں سے جن کو اور لوگ نہیں پہچانتے اور عمرو بن عبید انکو روایت کرتا ہے اس لئے کہ وہ جھوٹی ہیں اور عمرو بن عبید کا اعتبار نہیں۔

عَنْ حَمَّادٍ قَالَ قِيلَ لِأَيُّوبَ إِنَّ عَمْرَو بْنَ عُبَيْدٍ رَوَى عَنِ الْحَسَنِ قَالَ لَا يُجْلَدُ

ترجمہ۔ حماد سے روایت ہے ایوب سے کسی نے کہا کہ عمرو بن عبید نے حسن سے روایت کیا ہے جو شخص نبیذ پینے سے

السَّكْرَانُ مِنَ النَّبِيذِ فَقَالَ كَذَبَ أَنَا سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُولُ يُجْلَدُ السَّكْرَانُ مِنَ النَّبِيذِ

مست ہو جائے اس پر حد نہ پڑے گی۔ ایوب نے کہا کہ عمرو بن عبید جھوٹا ہے۔ حسن کہتے تھے جو شخص نبیذ سے مست ہو جائے اس پر حد پڑے گی۔

عَنْ سَلَّامِ ابْنِ أَبِي مُطِيعٍ يَقُولُ بَلَغَ أَيُّوبَ أَنِّي آتِي عَمْرًا فَأَقْبَلَ عَلَيَّ يَوْمًا فَقَالَ أَرَأَيْتَ رَجُلًا لَا تَأْمَنُهُ عَلَى دِينِهِ كَيْفَ تَأْمَنُهُ عَلَى الْحَدِيثِ

ترجمہ۔ سلام بن ابی مطیع سے روایت ہے ایوب کو خبر پہنچی کہیں عمرو بن عبید کے پاس جاتا ہوں تو ایک روز میری طرف آئے اور کہنے لگے تو کیا سمجھتا ہے جس شخص کے دین پر تجھے بھروسا نہو کیا اسکی حدیث پر تو بھروسا کر سکتا ہے۔

عَنْ أَبِي مُوسَى يَقُولُ نَا عَمْرُو بْنُ عُبَيْدٍ قَبْلَ أَنْ يُحْدِثَ

ترجمہ۔ ابو موسیٰ کہتے تھے مجھ سے حدیث بیان کی عمرو بن عبید نے قبل اس کے کہ اس نے نکالیں نئی باتیں (یعنی بد اعتقادی سے پہلے)

عَنْ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيِّ نَا أَبِي قَالَ كَتَبْتُ إِلَى شُعْبَةَ أَسْأَلُهُ عَنْ أَبِي شَيْبَةَ قَاضِي وَاسِطٍ فَكَتَبَ إِلَيَّ لَا تَكْتُبْ عَنْهُ شَيْئًا وَمَزِّقْ كِتَابِي

ترجمہ۔ معاذ بن عنبری نے کہا میں نے شعبہ کو لکھا کہ ابو شیبہ واسط (ایک گاؤں کا نام ہے بصرے کے پاس) کے قاضی کا کیا حال ہے۔ انہوں نے جواب میں لکھا کہ مت روایت کر اس سے کچھ اور پھاڑ ڈال میرا خط۔

فائدہ۔ تاکہ اور کوئی نہ دیکھے۔ ایسا نہ ہو ابو شیبہ کو خبر پہنچے اور وہ کچھ ایذا دے اور فساد پھیلا وے۔ یہ ابو شیبہ دادا ہے ابو بکر بن ابی شیبہ اور عثمان بن ابی شیبہ کا، متروک ہے محدثین کے نزدیک۔ اور اس کے پوتے معتبر اور ثقہ ہیں خصوصاً ابو بکر بن ابی شیبہ جن کا مصنف مشہور ہے اسی ابو شیبہ نے وہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھیں۔ ذہبی نے کہا کہ یہ حدیث ابو شیبہ کی منکر حدیثوں میں سے ہے۔

عَنْ عَفَّانَ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ ابْنُ سَلَمَةَ عَنْ صَالِحٍ الْمُرِّيِّ بِحَدِيثٍ عَنْ ثَابِتٍ فَقَالَ كَذَبَ وَحَدَّثْتُ هَمَّامًا عَنْ صَالِحٍ الْمُرِّيِّ بِحَدِيثٍ فَقَالَ كَذَبَ

ترجمہ۔ عفان سے روایت ہے میں نے حماد بن سلمہ سے ایک حدیث بیان کی صالح مری کی انہوں نے ثابت سے۔ حماد نے کہا جھوٹ ہے پھر میں نے ہمام سے ایک حدیث بیان کی صالح مری کی۔ انہوں نے کہا جھوٹ ہے۔

فائدہ۔ یہ صالح مری بشر کا بیٹا بصری ہے بڑے عابدوں اور زاہدوں میں سے تھا اور مری اسکو اس لئے کہتے ہیں کہ باپ اسکا عربی تھا اور اسکی ماں لونڈی جسکو بنی مرہ کی ایک عورت نے آزاد کیا تھا۔ صالح مری کی حکایتیں صوفیوں میں بہت مشہور ہیں۔ آواز انکی نہایت عمدہ تھی۔ قرآن بڑی خوش آوازی سے پڑھتے تھے یہاں تک کہ بعضے لوگ ان کا قرآن سنکر خوف کے مارے مر گئے ہیں یہ خود بھی بہت صالح اور اسم بامسمی اور خدا ترس تھے۔ اکثر خدا کے خوف سے رویا کرتے مگر حدیث کی روایت

میں ان کا اعتبار نہیں جیسے اوپر گذر چکا کہ درویشی اور چیز ہے اور حدیث کی روایت اور چیز۔

عَنْ اَبِیْ دَاوٗدَ قَالَ قَالَ لِیْ شُعْبَةُ ائْتِ جَرِیْرَ بْنَ حَازِمٍ فَقُلْ لَهٗ لَا یَحِلُّ لَكَ اَنْ تَرْوِیَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُمَارَةَ فَاِنَّهٗ یَكْذِبُ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ قُلْتُ لِشُعْبَةَ وَ كَیْفَ ذَاكَ قَالَ حَدَّثَنَا عَنِ الْحَكَمِ بِاَشْیَاءَ لَمْ اَجِدْ لَهَا اَصْلًا قَالَ قُلْتُ بِاَیِّ شَیْءٍ قَالَ قُلْتُ لِلْحَكَمِ اَصَلَّی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی قَتْلٰی اُحُدٍ فَقَالَ لَمْ یُصَلِّ عَلَیْهِمْ فَقَالَ الْحَسَنُ بْنُ عُمَارَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰی عَلَیْهِمْ وَدَفَنَهُمْ قُلْتُ لِلْحَكَمِ مَا تَقُوْلُ فِیْ اَوْلَادِ الزِّنَا قَالَ یُصَلّٰی عَلَیْهِمْ قُلْتُ مِنْ حَدِیْثِ مَنْ یُرْوٰی قَالَ یُرْوٰی عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِیِّ فَقَالَ الْحَسَنُ بْنُ عُمَارَةَ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ عَنْ یَحْیَی ابْنِ الْجَزَّارِ عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

ترجمہ۔ ابو داؤد سے روایت ہے مجھ سے شعبہ نے کہا تو جریر بن حازم کے پاس جا اور کہہ تجھ کو درست نہیں حسن بن عمارہ سے روایت کرنا کیونکہ وہ جھوٹ بولتا ہے۔ ابو داؤد نے کہا میں نے شعبہ سے پوچھا کیونکر معلوم ہوا کہ وہ جھوٹ بولتا ہے۔ شعبہ نے کہا اس وجہ سے کہ حسن بن عمارہ نے حکم سے چند حدیثیں نقل کیں جن کی اصل میں نے کچھ نہ پائی۔ میں نے کہا وہ کونسی حدیثیں ہیں؟ شعبہ نے کہا میں نے حکم سے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ اُحُد کے شہیدوں پر نماز پڑھی تھی؟ حکم نے کہا نہیں۔ پھر حسن بن عمارہ نے حکم سے روایت کیا۔ اس نے مقسم سے اس نے ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی احد کے شہیدوں پر اور دفن کیا انکو۔ اور میں نے حکم سے کہا کہ تم زنا کی اولاد کے حق میں کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا ان پر نماز پڑھی جائے جنازے کی میں نے کہا کس سے روایت کیا گیا ہے اس باب میں؟ انہوں نے کہا حسن بصری سے۔ حسن بن عمارہ نے کہا مجھ سے حکم نے بیان کیا، انہوں نے یحییٰ بن الجزار سے سنا انہوں نے حضرت علی سے

فائدہ۔ تو ان دونوں مقاموں میں حسن بن عمارہ کا جھوٹ ظاہر ہوا کیونکہ شعبہ نے خود حکم سے مل کر پوچھا اور انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے شہیدوں پر نماز نہیں پڑھی پھر حکم خود ہی کیونکر روایت کرتا ابن عباس سے کہ آپ نے نماز پڑھی ان پر۔ اسی طرح سے حکم نے ولد الزنا پر نماز جنازہ پڑھنے کے باب میں حسن بصری کا قول نقل کیا اور حسن نے ان ہی سے حضرت علی کا قول روایت کیا اگرچہ احتمال ہے کہ اس باب میں حسن اور علی دونوں سے منقول ہو مگر حدیث کے حفاظ راویوں کا کذب اور دلائل اور قرائن سے پہچان لیتے ہیں۔ یہ حسن بن عمارہ بجلی ابو محمد کوفی ہے قاضی بغداد کا اور بالاتفاق ضعیف ہے اور متروک۔

عَنْ یَزِیْدَ ابْنِ هَارُوْنَ وَذَكَرَ زِیَادَ بْنَ مَیْمُوْنٍ فَقَالَ حَلَفْتُ اَنْ

ترجمہ۔ یزید بن ہارون نے ذکر کیا زیاد بن میمون کا اور کہا میں نے قسم کھائی ہے کہ اس سے کچھ روایت نہ کرونگا

لَا أَرْوِي عَنْهُمَا شَيْئًا وَلَا عَنْ خَالِدِ بْنِ مَحْدُوجٍ وَقَالَ لَقِيتُ زِيَادَ ابْنَ مَيْمُونٍ فَسَأَلْتُهُ عَنْ حَدِيثٍ فَحَدَّثَنِي بِهِ عَنْ بَكْرٍ الْمُزَنِيِّ ثُمَّ عُدْتُ إِلَيْهِ فَحَدَّثَنِي بِهِ عَنْ مُوَرِّقٍ ثُمَّ عُدْتُ إِلَيْهِ فَحَدَّثَنِي بِهِ عَنِ الْحَسَنِ وَكَانَ يَنْسُبُهُمَا إِلَى الْكَذِبِ قَالَ الْحُلْوَانِيُّ سَمِعْتُ عَبْدَ الصَّمَدِ وَذَكَرْتُ عِنْدَهُ زِيَادَ بْنَ مَيْمُونٍ فَنَسَبَهُ إِلَى الْكَذِبِ

نہ خالد بن مجدوح سے۔ یزید نے کہا میں زیاد بن میمون سے ملا اور اس سے ایک حدیث پوچھی اس نے روایت کیا اسکو بکر بن عبداللہ مزنی سے پھر میں اس سے ملا تو اس نے روایت کیا اسی حدیث کو مورق بن مشبرح سے پھر میں اس سے ملا تو روایت کیا اس حدیث کو حسن سے اور یزید بن ہارون ان دونوں کو یعنی زیاد بن میمون اور خالد بن مخدوج کو جھوٹا کہتے تھے۔ حسن حلوانی نے کہا میں نے عبدالصمد سے سُنا میں نے ذکر کیا زیاد بن میمون کا۔ انہوں نے کہا جھوٹا ہے۔

فائدہ۔ زیاد بن میمون بصری جس کی کنیت ابو عمار ہے ضعیف ہے۔ بخاری نے اپنی تاریخ میں کہا کہ ترک کیا اسکو محدثین نے اور خالد بن مجدوح واسطی بھی ضعیف ہے نسائی نے اس کو ضعیف کیا۔ کنیت اس کی ابو روح ہے اور اس نے دیکھا انس بن مالک رضؓ کو (نووی)

عَنْ مَحْمُودِ ابْنِ غَيْلَانَ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي دَاوُدَ الطَّيَالِسِيِّ قَدْ أَكْثَرْتَ عَنْ عَبَّادِ ابْنِ مَنْصُورٍ فَمَا لَكَ لَمْ تَسْمَعْ مِنْهُ حَدِيثَ الْعَطَّارَةِ الَّذِي رَوَى لَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ فَقَالَ لِي اسْكُتْ فَأَنَا لَقِيتُ زِيَادَ ابْنَ مَيْمُونٍ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنَ مَهْدِيٍّ فَسَأَلْنَاهُ فَقُلْنَا لَهُ هٰذِهِ الْأَحَادِيثُ الَّتِي تَرْوِيهَا عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ فَقَالَ أَرَأَيْتُمَا رَجُلًا يُذْنِبُ فَيَتُوبُ أَلَيْسَ يَتُوبُ اللّٰهُ عَلَيْهِ قَالَ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ مَا سَمِعْتُ مِنْ أَنَسٍ مِنْ ذَا قَلِيلًا وَّلَا كَثِيرًا إِنْ كَانَ لَا يَعْلَمُ النَّاسُ فَأَنْتُمَا لَا تَعْلَمَانِ أَنِّي لَمْ أَلْقَ أَنَسًا قَالَ أَبُو دَاوُدَ فَبَلَغَنَا بَعْدُ أَنَّهُ يَرْوِي فَأَتَيْنَاهُ أَنَا وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ أَتُوبُ ثُمَّ كَانَ بَعْدُ يُحَدِّثُ فَتَرَكْنَاهُ

ترجمہ۔ محمود بن غیلان سے روایت ہے میں نے ابوداؤد طیالسی سے کہا تم نے عباد بن منصور سے بہت روایتیں کیں تو کیا سبب ہے تم نے وہ حدیث نہیں سُنی عطار عورت کی جو روایت کی نضر بن شمیل نے ہمارے لئے۔ انہوں نے کہا چُپ رہ، میں اور عبدالرحمن بن مہدی دونوں زیاد بن میمون سے ملے اور اس سے پوچھا ان حدیثوں کو جو وہ روایت کرتا ہے انس سے وہ بولا تم دونوں کیا سمجھتے ہو۔ اگر کوئی شخص گناہ کرے پھر توبہ کرے تو کیا اللہ تعالیٰ معاف نہیں کریگا۔ عبدالرحمن نے کہا البتہ معاف کریگا۔ زیاد نے کہا میں نے انس رضؓ سے کچھ نہیں سنا نہ بہت نہ کم۔ اگر لوگ اس بات کو نہیں جانتے تو کیا تم بھی نہیں جانتے (یعنی تم تو جانتے ہو) میں انس رضؓ سے ملا تک نہیں۔ ابوداؤد نے کہا پھر ہم کو خبر پہنچی کہ زیاد روایت کرتا ہے انس سے۔ میں اور عبدالرحمن پھر گئے اس سے کہا میں توبہ کرتا ہوں پھر وہ بعد اس کے روایت کرنے لگا۔ آخر ہم نے اس کو ترک کیا (یعنی اس سے روایت چھوڑ دی کیونکہ وہ جھوٹا نکلا اور جھوٹا بھی کیسا کہ توبہ کا بھی خیال

اس نے چھوڑ دیا)

فائدہ - وہ عطارنی کی حدیث یہ ہے کہ ایک عورت تھی مدینے میں عطارنی جسکا نام حولاء تھا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملی اور اپنے خاوند کا حال بیان کیا۔ آپ نے خاوند کی بزرگیاں بتلائیں - یہ حدیث بہت طویل ہے اور صحیح نہیں ہے ابن وضاح نے اسکو پورا نقل کیا ہے۔ روایت کیا ہے اس حدیث کو زیاد بن میمون نے انس سے۔

عَنْ شَبَابَةَ قَالَ كَانَ عَبْدُ الْقُدُّوسِ يُحَدِّثُنَا فَيَقُولُ سُوَيْدُ بْنُ عَقَلَةَ قَالَ شَبَابَةُ وَسَمِعْتُ عَبْدَ الْقُدُّوسِ يَقُولُ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُتَّخَذَ الرَّوْحُ عَرْضًا قَالَ فَقِيلَ لَهُ أَيُّ شَيْءٍ هٰذَا قَالَ يَعْنِي تُتَّخَذُ كُوَّةٌ فِي حَائِطٍ لِيَدْخُلَ عَلَيْهِ الرَّوْحُ قَالَ وَسَمِعْتُ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ حَمَّادَ بْنَ زَيْدٍ يَقُولُ لِرَجُلٍ بَعْدَ مَا جَلَسَ مَهْدِيُّ بْنُ هِلَالٍ بِأَيَّامٍ مَا هٰذِهِ الْعَيْنُ الْمَالِحَةُ الَّتِي نَبَعَتْ قِبَلَكُمْ قَالَ نَعَمْ يَا أَبَا إِسْمٰعِيلَ

ترجمہ - شبابہ بن سوار مدائنی سے روایت ہے عبدالقدوس ہم سے حدیث بیان کرتا تھا تو کہتا تھا سوید بن عقلہ اور کہتا تھا منع کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے روح یعنی ہوا کو عرض میں لینے سے۔ لوگوں نے کہا اسکا مطلب کیا ہے؟ وہ بولا مطلب یہ ہے کہ دیوار میں ایک سوراخ کرے ہوا آنے کے لئے - امام مسلم فرماتے ہیں میں نے سنا عبیداللہ بن عمر و قواریری سے انہوں نے سنا حماد بن زید سے انہوں نے کہا ایک شخص سے جب مہدی بن ہلال کئی دن تک بیٹھا یہ کیسا کھاری چشمہ ہے جو پھوٹا تمھاری طرف۔ وہ شخص بولا ہاں اے ابی اسمٰعیل -

فائدہ - یہ سب عبدالقدوس کی تصحیف اور فہمی ہے۔ اس نے غلطی کی اسناد اور متن دونوں میں اسناد کی۔ غلطی تو یہ ہے کہ راوی کا نام سوید بن غفلہ ہے غین اور فے سے نہ عقلہ عین اور قاف سے اور متن کی غلطی یہ ہے کہ رُوح بضم را ہے بمعنی جان نہ رَوح بفتح را جسکے معنی ہوا کے ہیں اور غرض غین سے ہے نہ عرض عین سے اور اصل معنی حدیث کے یہ ہیں کہ آپ نے منع کیا جاندار کو نشانہ بنا کر مارنے سے جسکو عبدالقدوس نے الٹ پلٹ کر کدھر کا کدھر کر دیا۔

فائدہ - ابو اسمٰعیل کنیت ہے حماد بن زید کی - کھاری چشمے سے انکی غرض مہدی بن ہلال کو ضعیف کرنا تھا اور اتفاق کیا ہے محدثین نے اس کے ضعف پر۔ نسائی نے کہا وہ بصرے کا رہنے والا ہے اور متروک ہے۔ روایت کرتا ہے داؤد بن ابی ہند اور یونس بن عبید سے (نووی)

عَنْ أَبِي عَوَانَةَ قَالَ مَا بَلَغَنِي عَنِ الْحَسَنِ حَدِيثٌ إِلَّا أَتَيْتُ بِهِ أَبَانَ ابْنَ أَبِي عَيَّاشٍ فَقَرَأَهُ عَلَيَّ

ترجمہ - ابو عوانہ سے روایت ہے مجھے حسن سے کوئی روایت نہیں پہنچی مگر میں نے پوچھا ابان بن ابی عیاش سے اس نے پڑھا اس کو میرے سامنے۔

فائدہ - یعنی ابان کا یہ حال تھا کہ جو بات اس سے پوچھتے وہ اسکو روایت کرتے حسن سے اور یہ دلیل ہے اس کے کذب اور جھوٹ کی۔ تقریب میں ہے کہ یہ ابان بن ابی عیاش اس کی کنیت ابو اسمٰعیل عبدی ہے اور یہ متروک ہے۔

عَنْ عَلِيِّ ابْنِ مُسْهِرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَا وَحَمْزَةُ الزَّيَّاتُ مِنْ أَبَانَ بْنِ أَبِي عَيَّاشٍ نَحْوًا مِنْ أَلْفِ حَدِيثٍ قَالَ عَلِيٌّ فَلَقِيتُ حَمْزَةَ فَأَخْبَرَنِي أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ فَعَرَضَ عَلَيْهِ مَا سَمِعَ مِنْ أَبَانَ فَمَا عَرَفَ مِنْهَا إِلَّا شَيْئًا يَسِيرًا خَمْسَةً أَوْ سِتَّةً

ترجمہ۔ علی بن مسہرؓ سے روایت ہے میں نے اور حمزہ زیات نے ابان بن ابی عیاش سے قریب ایک ہزار حدیثوں کے سنیں علی نے کہا پھر میں حمزہ سے ملا انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور جو کچھ ابان سے سنا تھا وہ آپ کو سنایا۔ آپ نے نہ پہچانا ان حدیثوں کو مگر تھوڑی حدیثیں قبول کیں پانچ یا چھ۔

فائدہ۔ نووی نے کہا کہ مقصود اس روایت کے لانے سے تائید ہے اس امر کی جو اوپر ثابت ہو چکا کہ ابان بن ابی عیاش ضعیف ہے نہ یہ بات کہ خواب سے کوئی امر یقیناً ثابت ہو سکتا ہے یا خواب سے کوئی سنت جو ثابت ہو چکی ہے باطل ہو سکتی ہے یا جو باطل ہو گئی ہے وہ ثابت ہو سکتی ہے اور اس پر علماء کا اجماع ہے کہ خواب کوئی دلیل شرعی نہیں۔ ایسا ہی کہا قاضی عیاض نے اور ہمارے اصحاب نے بھی یہی کہا ہے اور اتفاق کیا ہے اس بات پر کہ خواب سے کوئی بات شرع کی بدل نہیں سکتی اور یہ امر اس حدیث کے خلاف نہیں ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مقرر دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت بن نہیں سکتا اس لئے کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو خواب میں دیکھنا صحیح ہے اور مثل اور شیطانی پریشان خیالات کے نہیں ہے مگر حدیث سے یہ بات کہاں نکلتی ہے کہ خواب میں جو کہا وہ ایک شرعی حکم ہے اور خواب کی حالت غفلت کی حالت ہے نہ ضبط اور تحقیق کی اور اتفاق کیا ہے علماء نے کہ روایت اور شہادت قبول کرنے کیلئے ضرور ہے کہ راوی اور شاہد بیدار اور ہوشیار صحیح الحفظ قلیل الخطا ہو اور جو شخص سو رہا ہے اس میں یہ کوئی صفت نہیں پھر اس کی روایت کیونکر مقبول ہو گی مگر یہ سب جو بیان ہوا اس صورت میں ہے کہ خواب میں کوئی ایسی بات سنی یا دیکھی جو شرع شریف کے خلاف ہو پر اگر وہ بات سنی یا دیکھی جو شرع شریف کی رو سے جائز یا ثواب ہو یا آپ کو منع کرتے دیکھے اس کام سے جو شرع شریف کی رو سے منع ہو یا اسکا کوئی دنیا کا کام ہو جس میں کوئی مصلحت ہو تو بالاتفاق اس خواب پر عمل کرنا مستحب ہے کیونکہ یہ حکم خواب سے ثابت نہیں ہوا وہ تو پہلے ہی سے ثابت ہو چکا ہے، انتہٰی۔

مترجم کہتا ہے کہ اگر خواب کی باتوں کو ایک دلیل شرعی قرار دیا جائے تو بڑی قباحت پیدا ہوتی ہے وہ یہ کہ ہر شخص دعوی کریگا کہ میں نے خواب میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں سنا ہے پھر اسکی تصدیق دشوار ہو گی اور اس میں شک نہیں کہ جو لوگ صالح اور دیندار اور خدا پرست عاشق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں ان کے خواب اکثر صحیح ہوتے ہیں پر ان کی صحت شرع ہی سے معلوم ہو سکتی ہے نہ شرع کی صحت خواب سے۔

عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ عَدِيٍّ قَالَ قَالَ لِي

ترجمہ۔ زکریا بن عدی نے کہا مجھ سے کہا ابو اسحاق فزاری

أَبُو إِسْحٰقَ الْفَزَارِيُّ اُكْتُبْ عَنْ بَقِيَّةَ مَا رَوٰى عَنِ الْمَعْرُوفِيْنَ وَ لَا تَكْتُبْ عَنْهُ مَا رَوٰى عَنْ غَيْرِ الْمَعْرُوفِيْنَ وَلَا تَكْتُبْ عَنْ إِسْمٰعِيْلَ ابْنِ عَيَّاشٍ مَا رَوٰى عَنِ الْمَعْرُوفِيْنَ وَلَا عَنْ غَيْرِهِمْ

(ابراہیم بن محمد بن حارث بن اسماء بن خارجہ کوفی) نے (جو حدیث کے بڑے امام اور ثقہ اور فاضل تھے) لکھ لے تو بقیہ (بن ولید) کی وہ حدیث جو روایت کرے وہ مشہور لوگوں سے اور مت لکھ اس حدیث کو جو روایت کرے مجہول لوگوں سے اور مت لکھ تو اسمٰعیل بن عیاش کی حدیث ہرگز اگرچہ وہ روایت کرے مشہور لوگوں سے بھی۔

فائدہ۔ نووی نے کہا یہ قول ابواسحٰق کا اسمٰعیل بن عیاش کے حق میں خلاف ہے اور ائمہ حدیث کے۔ عباس نے کہا میں نے یحییٰ بن معین سے سنا وہ کہتے تھے اسمٰعیل بن عیاش ثقہ ہے اور شام والوں کے نزدیک وہ بقیہ سے بہتر تھا۔ ابن ابی خیثمہ نے کہا میں نے یحییٰ بن معین سے سنا وہ کہتے تھے اسمٰعیل بن عیاش ثقہ ہے اور عراق والے برا جانتے تھے اسکی روایت کو اور بخاری نے کہا اسمٰعیل بن عیاش کی روایت شام کے لوگوں سے صحیح ہے عمرو بن علی نے کہا جب وہ اپنے شہر والوں سے روایت کرے تو اسکی روایت صحیح ہے اور جب اہل مدینہ سے جیسے ہشام بن عروہ اور یحییٰ بن سعید اور سہیل بن ابی صالح سے روایت کرے تو وہ کچھ نہیں۔ اور یعقوب بن سفیان نے کہا میں اپنے یاروں سے سنتا تھا۔ وہ کہتے تھے شام کا علم اسمٰعیل بن عیاش کے پاس ہے۔ یعقوب نے کہا بعضے لوگوں نے اسمٰعیل کے حق میں، کلام کیا ہے اور وہ ثقہ ہے عادل ہے سب سے زیادہ جانتا ہے شام والوں کی حدیث کو اور اکثر نے اس کے حق میں یہ کلام کیا ہے کہ وہ غریب حدیثیں روایت کرتا ہے مکہ اور مدینہ کے ثقہ لوگوں سے یحییٰ بن معین نے کہا کہ اسمٰعیل ثقہ ہے شام والوں سے روایت کرنے میں اور اہل حجاز سے اس کی روایت معتبر نہیں کیونکہ اس کی کتاب تلف ہو گئی تھی اور اس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ ابوحاتم نے کہا وہ ضعیف ہے مگر اسکی روایت لکھی جائے گی۔ اور میں نہیں جانتا کہ کوئی باز رہا ہو اس کی روایت سے سوا ابواسحاق فزاری کے ترمذی نے کہا وہ بقیہ سے بہتر ہے اور بقیہ کی بہت حدیثیں منکر ہیں۔ احمد بن ابی الجواری نے کہا وکیع نے مجھ سے کہا تمہارے یہاں لوگ روایت کرتے ہیں اسمٰعیل بن عیاش سے۔ میں نے کہا ہاں ولید اور مروان تو اس سے روایت کرتے ہیں اور ہشیم اور محمد بن ایاس روایت نہیں کرتے۔ انہوں نے کہا ہشیم اور محمد بن ایاس کیا ہیں۔ شہر والے تو ولید اور مروان ہیں (یعنی ولید اور مروان ہی معتبر ہیں) اور جب یہ روایت کرتے ہیں تو کافی ہے (نووی)

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُبَارَكِ قَالَ نِعْمَ الرَّجُلُ بَقِيَّةُ لَوْلَا أَنَّهٗ يَكْنِي الْأَسَامِيَ وَيُسَمِّي الْكُنٰى كَانَ دَهْرًا يُحَدِّثُنَا عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْوُحَاظِيِّ

ترجمہ۔ عبداللہ بن مبارک نے کہا بقیہ بن الولید اچھا آدمی تھا اگر وہ ناموں کو کنیت سے بیان نہ کرتا اور کنیت کو ناموں سے (یعنی بقیہ کی یہ عادت خراب ہے کہ تدلیس و تلبیس کرتا ہے۔ راویوں کا عیب چھپانے کیلئے نام کو کنیت سے بدل دیتا ہے اور کنیت کو نام سے تاکہ لوگ پہچانیں نہیں۔

نَنْظُرُ نَا فَإِذَا هُوَ عَبْدُ الْقُدُّوسِ

ایک مدت تک ہم سے حدیث بیان کرتا تھا ابوسعید وحاظی سے جب ہم نے غور کیا (کہ وحاظی کون شخص ہے) تو معلوم ہوا کہ وہ عبدالقدوس ہے۔

فائدہ - یعنی عبدالقدوس بن حبیب کلاعی ابوسعید شامی جسکا بیان اوپر گذرا اسکا نام مشہور ہے کنیت اسکی مشہور نہ تھی تو بقیہ نے اسکو کنیت سے ذکر کرنا شروع کیا تاکہ لوگ پہچانیں نہیں

عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ يَقُولُ مَا رَأَيْتُ ابْنَ الْمُبَارَكِ يُفْصِحُ بِقَوْلِهِ كَذَّابٌ إِلَّا لِعَبْدِ الْقُدُّوسِ فَإِنِّي سَمِعْتُهُ يَقُولُ لَهُ كَذَّابٌ

ترجمہ - عبدالرزاق سے روایت ہے عبداللہ بن مبارک کو میں نے نہیں سنا کسی کو صاف جھوٹا کہتے ہوئے مگر عبدالقدوس کو وہ کہتے تھے جھوٹا ہے۔

عَنْ أَبِي نُعَيْمٍ وَذَكَرَ الْمُعَلَّى ابْنَ عُرْفَانَ فَقَالَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو وَائِلٍ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا ابْنُ مَسْعُودٍ بِصِفِّينَ فَقَالَ أَبُو نُعَيْمٍ أَتُرَاهُ بُعِثَ بَعْدَ الْمَوْتِ

ترجمہ - ابونعیم نے ذکر کیا معلے بن عرفان کا تو کہا کہ معلی نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی ابووائل نے کہ نکلے ہمارے سامنے عبداللہ بن مسعود صفین میں - ابونعیم نے کہا شاید مر کر پھر قبر سے اٹھے ہوں گے۔

فائدہ - مقصود اس سے معلے کا جھوٹ ظاہر کرنا ہے ابووائل پر اس واسطے کہ عبداللہ بن مسعود نے وفات پائی ۳۲ھ یا ۳۳ھ ہجری میں حضرت عثمان کی وفات سے تین برس پہلے اور صفین کی جنگ حضرت علی رضؓ کی خلافت کے دو برس بعد ہوئی تو ابن مسعود اس میں کیسے نکل سکتے ہیں مگر اسی طرح کہ پھر جی اٹھے ہوں اور ابووائل ثقہ اور فاضل ہیں ان سے یہ جھوٹ صادر نہیں ہو سکتا تو ضرور ہے کہ معلے نے جھوٹ باندھا ہو - یہ معلی بن عرفان اسدی کوفی ہے جو بالاتفاق ضعیف ہے - بخاری نے تاریخ میں کہا کہ وہ منکر الحدیث ہے اور نسائی نے بھی اس کو ضعیف کیا - صفین ایک مقام کا نام ہے جہاں حضرت علیؓ اور معاویہؓ میں جنگ عظیم واقع ہوئی تھی۔

عَنْ عَفَّانَ ابْنِ مُسْلِمٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عُلَيَّةَ فَحَدَّثَ رَجُلٌ عَنْ رَجُلٍ فَقُلْتُ إِنَّ هٰذَا لَيْسَ بِثَبْتٍ قَالَ فَقَالَ الرَّجُلُ اغْتَبْتَهُ فَقَالَ إِسْمَاعِيلُ مَا اغْتَابَهُ وَلٰكِنَّهُ حَكَمَ أَنَّهُ لَيْسَ بِثَبْتٍ

ترجمہ - عفان بن مسلم سے روایت ہے ہم اسمٰعیل بن علیہ کے پاس بیٹھے تھے - اتنے میں ایک شخص نے دوسرے شخص سے ایک حدیث روایت کی - میں نے کہا وہ معتبر نہیں - وہ شخص بولا تو نے اس کی غیبت کی - اسمٰعیل نے کہا اس نے غیبت نہیں کی بلکہ حکم لگایا اس پر کہ وہ معتبر نہیں۔

فائدہ - یعنی ائمہ حدیث کا کسی پر جرح کرنا غیبت میں داخل نہیں بلکہ مثل فتوے اور حکم کے ہے۔

عَنْ بِشْرِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَأَلْتُ مَالِكَ بْنَ أَنَسٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الَّذِي يَرْوِي عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ فَقَالَ لَيْسَ

ترجمہ - بشر بن عمر سے روایت ہے میں نے امام مالک سے پوچھا محمد بن عبدالرحمٰن کو جو روایت کرتا ہے سعید ابن المسیب سے انہوں نے کہا وہ ثقہ نہیں ہے اور پوچھا میں نے ان سے

بِثِقَةٍ وَسَأَلْتُ مَالِكَ بْنَ أَنَسٍ عَنْ أَبِي الْحُوَيْرِثِ فَقَالَ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَسَأَلْتُهُ عَنْ شُعْبَةَ الَّذِي يَرْوِي عَنْهُ ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ فَقَالَ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَسَأَلْتُهُ عَنْ صَالِحٍ مَوْلَى التَّوْأَمَةِ فَقَالَ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَسَأَلْتُهُ عَنْ حَرَامِ بْنِ عُثْمَانَ فَقَالَ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَسَأَلْتُ مَالِكَ ابْنَ أَنَسٍ عَنْ هٰؤُلَاءِ الْخَمْسَةِ فَقَالَ لَيْسُوا بِثِقَةٍ فِي حَدِيثِهِمْ وَسَأَلْتُهُ عَنْ رَجُلٍ آخَرَ نَسِيتُ اسْمَهُ فَقَالَ هَلْ رَأَيْتَهُ فِي كُتُبِي فَقُلْتُ لَا قَالَ لَوْ كَانَ ثِقَةً لَرَأَيْتَهُ فِي كُتُبِي

ابوالحویرث کو۔ انہوں نے کہا وہ ثقہ نہیں ہے اور پوچھا میں نے ان سے شعبہ کو جس سے روایت کرتا ہے ابن ابی ذئب، انہوں نے کہا وہ ثقہ نہیں ہے۔ اور پوچھا میں نے ان سے صالح کو جو مولی ہے توامہ کا، انہوں نے کہا وہ ثقہ نہیں ہے اور پوچھا میں نے ان سے حرام بن عثمان کو۔ انہوں نے کہا وہ ثقہ نہیں ہے اور پوچھا میں نے امام مالک سے ان پانچوں آدمیوں کو (جن کا ذکر اوپر گذرا) انہوں نے کہا وہ ثقہ نہیں ہیں اپنی حدیث میں۔ اور میں نے پوچھا ان سے ایک اور شخص کو جس کا نام میں بھول گیا تو انہوں نے کہا تو نے اس کی روایت میری کتابوں میں دیکھی ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ امام مالک نے کہا اگر وہ ثقہ ہوتا تو اس کی روایت میری کتابوں میں دیکھتا۔

فائدہ۔ یعنی عبدالرحمٰن بن معاویہ حویرث انصاری مدنی کو حاکم نے کہا وہ قوی نہیں ہے اور امام احمد نے مالک کے قول کا انکار کیا اور کہا کہ روایت کیا اس سے شعبہ نے اور بخاری نے ذکر کیا اس کو تاریخ میں اور نہیں کلام کیا اس میں اور شعبہ نے اس کی کنیت ابوالجویریہ نقل کی ہے اور حاکم نے کہا یہ وہم ہے شعبہ کا۔ تقریب میں ہے کہ یہ عبدالرحمٰن سچا ہے مگر حافظہ اسکا خراب تھا اور نسبت کیا گیا ہے ساتھ ارجاء یعنی مرجیہ ہونے کے۔ یہ وہ شعبہ نہیں ہے جو حدیث کے مشہور امام ہیں وہ تو شعبہ بن حجاج بصری ہیں اور یہ شعبہ بن دینار ہاشمی ہے مولی ابن عباس کا۔ اس کی کنیت ابوعبداللہ یا ابویحیی ہے۔ اس کو ضعیف کہا ہے بہت ائمہ حدیث نے۔ احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے کہا وہ کچھ برا نہیں۔ ابن عدی نے کہا میں نے اس کی کوئی حدیث منکر نہیں دیکھی۔ تقریب میں ہے کہ یہ شعبہ سچا ہے مگر حافظہ اس کا خراب تھا۔ یہ صالح بیٹا ہے بنہان کا مدینہ کا رہنے والا اور اس کو مولی توامہ کہتے ہیں اسی لئے کہ جس عورت نے اس کو آزاد کیا تھا وہ اپنی بہن کے ساتھ توام یعنی جڑواں پیدا ہوئی تھی۔ امام مالک نے صالح کو ضعیف کہا لیکن روایت کیا اس سے ترمذی اور ابوداؤد اور ابن ماجہ نے۔ یحییٰ بن معین نے کہا وہ ثقہ ہے اور مالک نے اسکو پایا جب وہ بوڑھا ہوگیا تھا اور اسکا حافظہ بگڑ گیا تھا۔ اسی طرح ثوری نے بھی اسکو جب پایا جب وہ سٹھیا گیا تھا تو سنیں اس سے کئی منکر حدیثیں لیکن جن لوگوں نے روایت کیا ہے اس سے قبل اختلاط (یعنی حافظہ بگڑنے کے) ان کی روایت صحیح ہے۔ ابن عدی نے کہا ابن ابی ذئب اور ابن جریج اور زیاد بن سعد نے اس سے سنا ہے قبل اختلاط کے اور انکی روایت میں کوئی برائی نہیں رہا یہ حرام بن عثمان انصاری

سلمی ہے۔ بخاری نے کہا وہ منکر الحدیث ہے۔ زبیری نے کہا وہ شیعہ تھا روایت کرتا ہے جابر بن عبداللہؓ سے نسائی نے کہا وہ ضعیف ہے۔ اس قول سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں سے امام مالک نے اپنی کتابوں میں روایت کی ہے وہ سب ثقہ ہیں مگر یہ ضروری نہیں کہ سب لوگوں کے نزدیک ثقہ ہوں البتہ امام مالک کے نزدیک وہ ثقہ ہیں اور اختلاف کیا ہے علماء نے اس مسئلے میں کہ اگر کوئی شخص ایک مجہول سے روایت کرے تو اس سے اس مجہول کی توثیق ہو گی یا نہیں اکثر کا یہ قول ہے کہ صرف روایت کرنا اس سے باعث توثیق کا نہیں اور یہی ٹھیک ہے کیونکہ کبھی ثقہ غیر ثقہ سے روایت کرتا ہے نہ اس وجہ سے کہ وہ روایت دلیل اور حجت ہے بلکہ اعتبار اور تائید کیلئے البتہ جب ثقہ ایسا کہے جیسے مالک نے کہا تو جس سے وہ اپنی کتاب میں روایت کرے وہ اس کے نزدیک ثقہ سمجھا جائے گا اور جو ثقہ اتنا کہے کہ مجھ سے بیان کیا ثقہ نے تو وہ کافی ہے تعدیل کے لئے (نووی)

عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ شُرَحْبِيلَ بْنِ سَعْدٍ وَكَانَ مُتَّهَمًا

ترجمہ۔ ابن ابی ذئب نے روایت کیا شرحبیل بن سعد سے اور وہ متہم تھا۔

فائدہ۔ یعنی نسبت کیا گیا تھا طرف کذب کے۔ یہ شرحبیل بڑا عالم تھا مغازی کا (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جہادوں کا) سفیان بن عیینہ نے کہا اس سے بڑھ کر کوئی مغازی کا جاننے والا نہ تھا وہ محتاج ہو گیا تو لوگ اس ڈر کے مارے اسکو دینے کہ ایسا نہ ہو کہ وہ کہہ دے تیرا باپ بدر کی لڑائی میں حاضر نہ تھا۔ اور شرحبیل مولیٰ ہے انصار کا مدنی کنیت اس کی ابو سعد ہے۔ محمد بن سعد نے کہا جو بڑا پرانا بوڑھا تھا روایت کی ہے اس نے زید بن ثابت اور اکثر صحابہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ تقریب میں ہے کہ وہ سچا ہے لیکن آخر میں اس کا حافظہ بگڑ گیا تھا۔ سو برس کا ہو کر مرا۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُبَارَكِ يَقُولُ لَوْ خُيِّرْتُ بَيْنَ أَنْ أَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَبَيْنَ أَنْ أَلْقَى عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ مُحَرَّرٍ لَاخْتَرْتُ أَنْ أَلْقَاهُ ثُمَّ أَدْخُلَ الْجَنَّةَ فَلَمَّا رَأَيْتُهُ كَانَتْ بَعْرَةٌ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْهُ

ترجمہ۔ عبداللہ بن مبارک سے روایت ہے وہ کہتے تھے اگر مجھے اختیار دیا جاتا کہ جنت میں جاؤں یا عبداللہ بن محرر سے ملوں تو میں پہلے اس سے ملتا پھر جنت میں جاتا (ایسی اسکی تعریف سنتا تھا اور اس قدر اس سے ملنے کا اشتیاق تھا) پھر جب میں اس سے ملا تو ایک اونٹ کی مینگنی مجھے اس سے بہتر معلوم ہوئی۔

فائدہ۔ یعنی ایسا نکما اور خراب نکلا۔

عَنْ زَيْدٍ يَعْنِي ابْنَ أَبِي أُنَيْسَةَ قَالَ لَا تَأْخُذُوا عَنْ أَخِي

ترجمہ۔ زید بن ابی انیسہ نے کہا مت روایت کرو میرے بھائی سے۔

فائدہ یعنی یحییٰ بن ابی انیسہ سے جو روایت کرتا ہے زہری اور عمرو بن شعیب سے اسی لئے کہ وہ ضعیف ہے۔ بخاری نے کہا وہ کچھ نہیں۔ نسائی نے کہا ضعیف ہے متروک الحدیث ہے تقریب میں ہے

کہ کنیت اس کی ابوزید جزری ہے اور وہ ضعیف ہے۔ نووی نے کہا اسکا بھائی زید بن ابی انیسہ وہ ثقہ ہے جلیل ہے حجت کی ہے اس سے بخاری اور مسلم نے۔ محمد بن سعد نے کہا وہ ثقہ ہے کثیر الحدیث اور فقیہ ہے اہلحدیث کا انصاف اور خلوص۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دین کے فائدے کا خیال رکھتے تھے پر اپنی قرابت کا لحاظ نہ کرتے تھے۔

عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ كَانَ يَحْيَى ابْنُ أُنَيْسَةَ كَذَّابًا

ترجمہ۔ عبیداللہ بن عمرو نے کہا یحییٰ بن ابی انیسہ جھوٹا تھا۔

عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ ذُكِرَ فَرْقَدٌ عِنْدَ أَيُّوبَ فَقَالَ إِنَّ فَرْقَدًا لَيْسَ صَاحِبَ حَدِيثٍ

ترجمہ۔ حماد بن زید نے کہا فرقد (بن یعقوب سبخی ابو یعقوب) کا ذکر آیا ایوب کے سامنے۔ انہوں نے کہا وہ صاحب حدیث نہیں

فائدہ۔ یعنی حدیث کا روایت کرنا اور کام ہے فرقد کو اس میں دخل نہ تھا اگرچہ وہ تابعی تھا اور عابد اور زاہد تھا جیسے اوپر گذرا کہ عبادت اور زہد اور چیز ہے اور حدیث کا علم اور۔ مگر یحییٰ بن معین سے منقول ہے کہ انہوں نے ثقہ کہا فرقد کو۔ تقریب میں ہے کہ روایت کیا اس سے ترمذی اور ابن ماجہ نے اور وہ سچا عابد تھا مگر حدیث میں ضعیف ہے کثیر الخطاء ۱۳۱ھ میں مرا۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ بِشْرٍ الْعَبْدِيِّ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ الْقَطَّانَ ذُكِرَ عِنْدَهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَيْدِ ابْنِ عُمَيْرٍ اللَّيْثِيُّ فَضَعَّفَهُ جِدًّا فَقِيلَ لِيَحْيَى أَضْعَفُ مِنْ يَعْقُوبَ بْنِ عَطَاءٍ قَالَ نَعَمْ ثُمَّ قَالَ مَا كُنْتُ أُرَى أَنَّ أَحَدًا يَرْوِي عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ۔

ترجمہ۔ عبدالرحمٰن بن بشر عبدی نے کہا میں نے یحییٰ بن سعید قطان سے سنا ان کے سامنے ذکر آیا محمد بن عبیداللہ بن عبید بن عمیر لیثی کا تو انہوں نے بہت ضعیف کہا اس کو۔ کسی نے کہا کیا وہ یعقوب بن عطاء سے بھی زیادہ ضعیف ہے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ پھر کہا کہ میں سمجھتا تھا کہ کوئی محمد بن عبیداللہ بن عبید بن عمیر سے روایت نہ کرے گا۔

عَنْ بِشْرِ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ الْقَطَّانَ ضَعَّفَ حَكِيمَ بْنَ جُبَيْرٍ وَعَبْدَ الْأَعْلَى وَضَعَّفَ يَحْيَى بْنَ مُوسَى بْنِ دِينَارٍ قَالَ حَدِيثُهُ رِيحٌ وَضَعَّفَ مُوسَى بْنَ الدِّهْقَانِ وَعِيسَى بْنَ أَبِي عِيسَى الْمَدَنِيَّ

ترجمہ۔ بشر بن حکم سے روایت ہے میں نے سنا یحییٰ بن سعید قطان سے (جو امام تھے حدیث کے) انہوں نے ضعیف کہا حکیم بن جبیر کو۔ اور عبدالاعلیٰ (بن عامر ثعلبی) کو اور ضعیف کہا یحییٰ بن موسیٰ بن دینار کو اور کہا کہ حدیث اس کی مثل ہوا کے ہے اور موسیٰ بن دہقان کو اور عیسیٰ بن عیسیٰ مدنی کو۔

فائدہ۔ حکیم بن جبیر اسدی کوفی ہے شیعہ تھا۔ ابو حاتم رازی نے کہا بڑا غالی شیعہ تھا۔ عبدالرحمٰن بن مہدی اور شعبہ سے پوچھا گیا کہ تم نے حکیم بن جبیر سے روایت کرنا کیوں چھوڑا۔ انہوں نے کہا ہم ڈرتے ہیں جہنم سے یعنی اس کی روایتیں جھوٹی ہیں اگر ہم اس سے نقل کرینگے تو دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ تقریب میں ہے کہ وہ ضعیف ہے اور روایت کیا اس سے ترمذی اور ابوداؤد اور ابن ماجہ نے اور نہیں روایت کیا اس سے بخاری اور مسلم نے۔ تقریب میں ہے کہ وہ سچا ہے مگر وہم کرتا ہے یعنی لغو اور بے ثبات ہے۔ اس مقام میں تمام

نسخوں میں یحییٰ کے بعد لفظ بن کا موجود ہے جو یقیناً غلطی ہے اور صواب یہی کہ بن کا لفظ نہ ہو۔ نووی نے کہا یہ غلطی مسلم کی کتاب نقل کرنے والوں سے ہوئی ہے نہ مسلم سے۔ یہ موسیٰ بن دینار مکی ہے جو روایت کرتا ہے سالم سے جو بصری ہے روایت کرتا ہے۔ ابن کعب سے تقریب میں ہے کہ یہ ضعیف ہے یہ عیسیٰ بن میسرہ ہے اسکی کنیت ابو موسیٰ ہے یا ابو محمد غفاری مدنی اصل اس کی کوفی ہے اسکو خیاط یا حناط کہتے ہیں یا خباط یحییٰ بن معین نے کہا پہلے خیاط (درزی) تھا پھر اس پیشے کو چھوڑ کر حناط ہوا (یعنی گیہوں بیچنے لگا حنطہ سے) پھر اس کو چھوڑ کر خباط ہوا (یعنی پتے جھاڑنے والا) تقریب میں ہے کہ یہ متروک ہے۔

قَالَ مُسْلِمٌ وَسَمِعْتُ الْحَسَنَ بْنَ عِيْسٰى يَقُوْلُ قَالَ لِي ابْنُ الْمُبَارَكِ إِذَا قَدِمْتَ عَلٰى جَرِيْرٍ فَاكْتُبْ عِلْمَهٗ كُلَّهٗ إِلَّا حَدِيْثَ ثَلَاثَةٍ لَا تَكْتُبْ حَدِيْثَ عُبَيْدَةَ بْنِ مُعَتِّبٍ وَالسَّرِيِّ بْنِ إِسْمٰعِيْلَ وَمُحَمَّدِ بْنِ سَالِمٍ

ترجمہ۔ حسن بن عیسیٰ نے کہا مجھ سے کہا عبداللہ بن مبارک نے جب تو جریر کے پاس جاوے تو اس کا سارا علم لکھ (یعنی سب حدیثیں اس کی روایت کر) مگر تین آدمیوں کی حدیثیں مت لکھ عبیدہ بن معتب اور سری بن اسمٰعیل اور محمد بن سالم کی روایتیں۔

فائدہ۔ کیونکہ یہ سب ضعیف ہیں۔ نووی نے کہا یہ تینوں کوفی ہیں اور متروک ہیں

قَالَ مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ وَأَشْبَاهُ مَا ذَكَرْنَا مِنْ كَلَامِ أَهْلِ الْعِلْمِ فِيْ مُتَّهَمِيْ رُوَاةِ الْحَدِيْثِ وَأَخْبَارِهِمْ عَنْ مَعَايِبِهِمْ كَثِيْرٌ يَطُوْلُ الْكِتَابُ بِذِكْرِهٖ عَلٰى اسْتِقْصَائِهٖ وَفِيْمَا ذَكَرْنَا كِفَايَةٌ لِمَنْ تَفَهَّمَ وَعَقَلَ مَذْهَبَ الْقَوْمِ فِيْمَا قَالُوْا مِنْ ذٰلِكَ وَبَيَّنُوْا

ترجمہ۔ امام مسلم نے کہا اور اس کے مانند جو ہم نے ذکر کیا اہل حدیث کا کلام متہم راویوں میں اور ان کے عیبوں میں بہت ہے جس کے سب بیان کرنے سے کتاب لمبی ہو جائے گی اور جس قدر ہم نے بیان کیا وہ کافی ہے اس شخص کے لئے جو قوم کا مذہب سمجھ بوجھ جائے۔

فائدہ۔ یعنی یہ کتاب کچھ جرح اور تعدیل کی تھوڑی ہے کہ اسمیں سب راویوں کا حال بیان کیا جائے بلکہ جرح اور تعدیل کی تو جدا بڑی بڑی کتابیں بنی ہیں جنمیں تمام راویوں کا پورا پورا حال بیان کیا گیا ہے۔ یہاں تو چند راویوں کا عیب ائمہ حدیث کے اقوال سے بیان کیا گیا صرف اس مقصد کیلئے کہ اہلحدیث کے نزدیک راویوں کا عیب اور سقم بیان کرنا برا نہیں اور اسکو غیبت میں داخل نہیں کرتے۔

وَإِنَّمَا أَلْزَمُوْا أَنْفُسَهُمُ الْكَشْفَ عَنْ مَعَايِبِ رُوَاةِ الْحَدِيْثِ وَنَاقِلِي الْأَخْبَارِ وَأَفْتَوْا بِذٰلِكَ حِيْنَ سُئِلُوْا لِمَا فِيْهِ مِنْ عَظِيْمِ الْخَطَرِ إِذِ الْأَخْبَارُ فِيْ أَمْرِ الدِّيْنِ إِنَّمَا تَأْتِيْ بِتَحْلِيْلٍ أَوْ تَحْرِيْمٍ أَوْ أَمْرٍ أَوْ نَهْيٍ أَوْ تَرْغِيْبٍ أَوْ تَرْهِيْبٍ فَإِذَا كَانَ الرَّاوِيْ لَهَا لَيْسَ بِمَعْدِنٍ

ترجمہ۔ اور حدیثوں کے اماموں نے راویوں کا عیب کھول دینا ضروری سمجھا اور اس بات کا فتوی دیا۔ جب ان سے پوچھا گیا اس لئے کہ یہ بڑا اہم کام ہے کیونکہ دین کی بات جب نقل کی جائے گی تو وہ کسی امر کے حلال ہونے کیلئے ہو گی یا حرام ہونے کے لئے یا اس میں کسی بات کا حکم ہوگا یا کسی بات کی ممانعت ہو گی یا کسی کام کی طرف رغبت دلائی جائے گی یا کسی کام سے ڈرایا جائے گا۔ بہر حال

لِلصِّدْقِ وَالْاَمَانَةِ ثُمَّ اَقْدَمَ عَلَى الرِّوَايَةِ عَنْهُ مَنْ قَدْ عَرَفَهُ وَلَمْ يُبَيِّنْ مَا فِيْهِ لِغَيْرِهِ مِمَّنْ جَهِلَ مَعْرِفَتَهُ كَانَ اٰثِمًا بِفِعْلِهِ ذٰلِكَ غَاشًّا لِعَوَامِّ الْمُسْلِمِيْنَ اِذْ لَا يُؤْمَنُ عَلٰى بَعْضِ مَنْ سَمِعَ تِلْكَ الْاَخْبَارَ اَنْ يَسْتَعْمِلَهَا اَوْ يَسْتَعْمِلَ بَعْضَهَا وَلَعَلَّهَا اَوْ اَكْثَرَهَا اَكَاذِيْبُ لَا اَصْلَ لَهَا مَعَ اَنَّ الْاَخْبَارَ الصِّحَاحَ مِنْ رِوَايَةِ الثِّقَاتِ وَاَهْلِ الْقَنَاعَةِ اَكْثَرُ مِنْ اَنْ يُضْطَرَّ اِلٰى نَقْلِ مَنْ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَّلَا مُقْنِعٍ

جب راوی سچا اور امانت دار نہ ہو پھر اس سے کوئی روایت کرے جو اس کے حال کو جانتا ہو اور وہ حال دوسرے سے بیان نہ کرے جو نہ جانتا ہو تو گنہگار ہوگا اور دھوکا دینے والا ہوگا عوام مسلمانوں کو اس لئے کہ بعضے لوگ ان حدیثوں کو سنیں گے اور ان سب پر یا بعض پر عمل کریں گے اور شاید وہ سب یا ان میں اکثر جھوٹی ہوں (اور بعضے نسخوں میں یہ ہے کہ ان میں کم یا بہت جھوٹی ہوں) جن کی اصل نہ ہو حالانکہ صحیح حدیثیں ثقہ لوگوں کی اور جنکی روایت پر قناعت ہو سکتی ہے کیا کم ہیں کہ بے اعتبار اور جن کی روایت پر قناعت نہیں ہو سکتی ان کی روایتوں کی احتیاج پڑے۔

فائدہ۔ یعنی روایت کرنے کے لئے صحیح حدیثیں ہزاروں ہیں پھر ضرورت کیا ہے کہ اُن کو چھوڑ کر ضعیف اور منکر اور موضوع حدیثوں کو نقل کرے۔

وَلَا اَحْسِبُ كَثِيْرًا مِمَّنْ يُعَرِّجُ مِنَ النَّاسِ عَلٰى مَا وَصَفْنَا مِنْ هٰذِهِ الْاَحَادِيْثِ الضِّعَافِ وَالْاَسَانِيْدِ الْمَجْهُوْلَةِ وَيَعْتَدُّ بِرِوَايَتِهَا بَعْدَ مَعْرِفَتِهِ بِمَا فِيْهَا مِنَ التَّوَهُّنِ وَالضَّعْفِ اِلَّا اَنَّ الَّذِيْ يَحْمِلُهُ عَلٰى رِوَايَتِهَا وَالْاِعْتِدَادِ بِهَا اِرَادَةُ التَّكْثِيْرِ بِذٰلِكَ عِنْدَ الْعَوَامِّ وَلِاَنْ يُقَالَ مَا اَكْثَرَ مَا جَمَعَ فُلَانٌ مِنَ الْحَدِيْثِ وَاَلَّفَ مِنَ الْعَدَدِ وَمَنْ ذَهَبَ فِي الْعِلْمِ هٰذَا الْمَذْهَبَ وَسَلَكَ هٰذَا الطَّرِيْقَ فَلَا نَصِيْبَ لَهُ فِيْهِ وَكَانَ بِاَنْ يُسَمّٰى جَاهِلًا اَوْلٰى مِنْ اَنْ يُنْسَبَ اِلٰى الْعِلْمِ

ترجمہ۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ جن لوگوں نے اس قسم کی ضعیف حدیثیں اور مجہول سندیں نقل کی ہیں اور ان میں مصروف ہیں اور وہ جانتے ہیں ان کے ضعف کو تو ان کی غرض یہ ہے کہ عوام کے نزدیک اپنا کثرت علم ثابت کریں اور اس لئے کہ لوگ کہیں سبحان اللہ فلاں شخص نے کتنی زیادہ حدیثیں جمع کی ہیں اور جس شخص کی یہ چال ہے اور اس کا یہ طریقہ ہے اس کا علم حدیث میں کچھ نہیں اور وہ جاہل کہلانے کا زیادہ سزاوار ہے عالم کہلانے سے۔

فائدہ۔ کیونکہ وہ علم وہ ہے جسکو عالم لوگ تسلیم کریں اور جاہل ناواقف لوگوں کا کیا اعتبار ہے وہ اگر ایسے شخص کو بڑا عالم خیال کریں تو ان کے سمجھنے سے کیا ہوتا ہے۔ حدیث کے امام اور فاضل ہمیشہ ایسے شخص کو جو ہر قسم کی حدیثیں نقل کرے اور صحیح اور ضعیف میں تمیز نہ کرے جاہل اور بیوقوف جانینگے امام نووی نے قاضی عیاض سے نقل کیا ہے کہ راویوں کا عیب بیان کرنا جائز ہے بلکہ واجب ہے باجماع علماء اس واسطے کہ شریعت کی حفاظت ضروری امر ہے اور یہ غیبت میں داخل نہیں جو حرام ہے بلکہ نصیحت

ہے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے لئے یعنی سب کی خیر خواہی ہے اور ہمیشہ امت محمدی کے فاضل اور پرہیزگار اور تقویٰ شعار لوگ ایسا کرتے چلے آئے ہیں جیسے مسلم نے اس باب میں کتنے ہی بزرگوں کے اقوال نقل کئے ہیں اور میں نے بھی بخاری کی شرح کے شروع میں چند اقوال اس قسم کے بیان کئے ہیں مگر یہ امر ضروری ہے کہ جو شخص راویوں کا عیب بیان کرے وہ خدا سے ڈرے اور سمجھ سوچ کر کہے اور سستی اور کاہلی سے پرہیز کرے اور اس شخص کا عیب بیان نہ کرے جو عیب سے پاک ہو یا جسکا عیب فاش نہ ہوا ہو اسلئے کہ جرح کرنے سے بھی ایک مفسدہ پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ اس راوی کی روایتیں قابل اعتبار کے نہیں رہتیں اور اسکی حدیثیں سب رد ہو جاتی ہیں پھر اگر جرح غلط ہو تو گویا صحیح روایتوں اور حدیثوں کو رد کیا۔ اسی واسطے جرح اسی شخص کا مقبول ہے جو خود صاحب معرفت مقبول القول ہو ورنہ جرح کرنیوالے کو جرح کرنا درست نہیں۔ اب یہ بات کہ جرح اور تعدیل دونوں میں ایک شخص کا کہنا کافی ہے یا کئی شخص ہونے چاہئیں۔ اس مسئلے میں علماء کا اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ ایک شخص کا کہنا کافی ہے۔ پھر یہ بات کہ جرح کا سبب بیان کرنا ضرور ہے یا نہیں اس میں بھی اختلاف ہے امام شافعی اور بہت علماء کا یہ قول ہے کہ سبب بیان کرنا ضرور ہے اور جرح مبہم مقبول نہیں اور قاضی ابوبکر باقلانی وغیرہ کا یہ قول ہے کہ سبب بیان کرنا ضروری نہیں۔ اور بعضوں کا یہ قول ہے کہ جو شخص جرح کے اسباب کو پہچانتا ہے اس کیلئے سبب بیان کرنا ضروری نہیں۔ اور جو نہیں پہچانتا اس کے لئے ضروری ہے پھر جن لوگوں کے نزدیک جرح میں سبب کا بیان کرنا ضروری ہے وہ کہتے ہیں کہ جرح مبہم کا اثر صرف اسی قدر ہو گا کہ اس کی روایت حجت کے لائق نہ رہے گی جب تک اس جرح کا ثبوت یا ابطال نہ ہو۔ اب صحیحین میں جو بعضے ایسے راوی ہیں جن پر اگلے لوگوں نے جرح کی ہے تو انکی جرح مبہم ہے جو ثابت نہیں ہوئی۔ اگر بعضے لوگ جرح کریں اور بعضے تعدیل ایک ہی راوی کی تو قول مختار جس پر جمہور علماء اور محققین ہیں یہ ہے کہ جرح قبول کیجائیگی اور جرح مقدم ہے تعدیل پر اگرچہ تعدیل کرنیوالے عدد میں زیادہ ہوں اور بعضوں نے کہا اگر تعدیل کرنے والے زیادہ ہوں تو تعدیل مقدم ہے مگر صحیح پہلا قول ہے امام مسلم نے اس باب میں شعبی سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے حارث اعور نے اور وہ کذاب تھا اور کئی اور شخصوں سے نقل کیا کہ حدیث بیان کی ہم سے فلاں نے اور وہ متہم تھا۔ اس مقام پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ان اماموں نے ایسے لوگوں سے کیوں روایت کی حالانکہ وہ جانتے تھے کہ وہ لوگ کذاب اور متہم ہیں۔ اور اس کے کئی جواب ہیں۔ ایک یہ کہ انہوں نے روایت کیا لوگوں کو جتانے کیلئے کہ اس روایت کے ضعف سے آگاہ ہو جائیں۔ دوسری یہ کہ ضعیف شخص سے بطور استشہاد اور تائید کے روایت کرنا درست ہے مگر بالانفراد اس کی روایت حجت پکڑنے کے لائق نہیں تیسری یہ کہ ضعیف شخص کی سب روایتیں جھوٹی نہیں ہوتیں تو حدیث کے امام اسکی روایتوں کو پہچان لیتے ہیں اور انکو روایت کرتے ہیں اور ضعیف اور باطل کو چھوڑ دیتے ہیں اور یہ امر ان پر آسان ہے جیسے کسی نے سفیان ثوری سے کہا جب انہوں نے کلبی (محمد بن سائب) روایت کرنے کو منع کیا تم کیوں اس سے روایت کرتے ہو انہوں نے کہا میں اسکے جھوٹ اور سچ کو پہچان لیتا ہوں۔ چوتھی یہ کہ اکثر ضعیف شخصیتوں سے ترغیب اور

ترہیب اور فضائل اور قصص اور زہد اور اخلاق کی حدیثیں روایت کرتے ہیں جو کسی شئے کی حلت یا حرمت سے متعلق نہیں اور اہل حدیث نے اس قسم کی ضعیف روایتوں کو جائز رکھا ہے بشرطیکہ موضوع نہوں لیکن حدیث کے اماموں نے ضعیف لوگوں سے کسی قسم کی روایت کرنا بالانفراد جائز نہیں رکھا نہ محققین علماء نے اور یہ جو بعض فقیہوں کی (جیسے صاحب ہدایہ کی) عادت ہے کہ ہر قسم کی روایت نقل کرتے ہیں یہ عمدہ بات نہیں بلکہ نہایت بری بات ہے اسلئے کہ اگر انکو معلوم تھا کہ یہ روایت ضعیف ہے تو درست نہ تھا دلیل لانا اس سے کیونکہ سب علماء کا اتفاق ہے اس بات پر کہ ضعیف حدیث احکام شرعیہ میں قابل حجت پکڑنے کے نہیں ہے۔ اور اگر انکو معلوم نہ تھا ضعف اسکا تو بھی درست نہ تھی یہ بات کہ نقل کرتے اسکو بغیر جانچے ہوئے یا اور اہل علم سے پوچھے بغیر کاذبین یعنی حدیث بنانے والوں کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ جن کا جھوٹ صاف کھل گیا ہے وہ کئی طرح پر ہیں بعضے تو ایسے کہ صاف تراش لیتے ہیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو بات آپ نے نہیں فرمائی جیسے زندیق بے دین لوگ جن کے نزدیک دین کی کوئی عظمت یا عزت نہیں یا اس کام کو اچھا اور ثواب سمجھتے ہیں جیسے بعض جاہل درویش اور صوفی کہ فضائل اور اخلاق میں لوگوں کو رغبت دلانے کیلئے حدیثیں بنا لیتے ہیں یا اپنا فخر بتانے کیلئے نئی اور نادر روایتوں سے جیسے فاسق لوگ کرتے ہیں یا تعصب سے اپنا مذہب ثابت کرنے کے لئے جیسے بدعتی اور شیعہ اور قدریہ اور جہمیہ خذلہم اللہ تعالیٰ اور اہل علم کے نزدیک ہر ایک طبقے کے لوگ ان میں سے معین اور معلوم ہو گئے ہیں اور بعضے ان کذابین میں سے ایسے ہیں جو حدیث کے متن کو نہیں بناتے لیکن اس کیلئے ایک صحیح سند تراش لیتے ہیں اور بعضے سند کو الٹ پلٹ دیتے ہیں اور بعضے اس میں بڑھا دیتے ہیں اور اس سے مقصود اپنا فضل ظاہر کرنا یا اپنی جہالت رفع کرنا ہوتا ہے اور بعضے اس طرح جھوٹ بولتے ہیں کہ جس سے نہیں سنا اس سے کہتے ہیں ہم نے سنا ہے یا جس سے نہیں ملے اس سے ملنا بیان کرتے ہیں اور اس کی صحیح حدیثیں نقل کرتے ہیں اور بعضے کیا کرتے ہیں کہ صحابی یا تابعی یا حکیم کے قول کو بڑھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول کر دیتے ہیں۔ ان سب قسموں کے لوگ کذاب ہیں اور متروک ہیں اہل حدیث کے نزدیک۔ اسی طرح وہ شخص جو حدیث کی روایت پر جرأت کرتا ہے بغیر اس کو تحقیق کئے ہوئے اور جانچے ہوئے تو ایسے لوگوں سے روایت نہیں کرتے نہ انکی روایتیں قبول کرتے ہیں اگرچہ صرف ایک ہی بار انہوں نے ایسا کیا ہو کیونکہ جب ایک بار بے احتیاطی کی تو ان کا اعتبار جاتا رہا جیسے جھوٹا گواہ ایک بار جھوٹی گواہی دینے سے اسکی گواہی اعتبار کے لائق نہیں رہتی پھر اگر ایسا شخص توبہ کرے تو آیندہ بھی اس کی روایت قبول ہو گی یا نہ ہو گی اسمیں اختلاف ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ قبول ہو گی اس لئے کہ توبہ سے سب قسم کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور جنہوں نے آیندہ بھی قبول نہ کیا ان کی حجت یہ ہے کہ یہ گناہ نہایت سخت ہے یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنا تو اس کی سزا بھی سخت ہونی چاہیئے کیونکہ آپ نے خود فرمایا کہ مجھ پر جھوٹ باندھنا ایسا نہیں ہے جیسے اور کسی پر جھوٹ باندھنا۔ دوسری قسم کاذبین کی یہ ہے کہ حدیث میں تو وہ کسی قسم کا جھوٹ نہیں بولتے لیکن اور دنیا کی باتوں میں جھوٹ بولتے ہیں ایسے لوگوں کی روایت بھی قبول نہیں ہوتی نہ انکی گواہی قبول ہے۔

البتہ اگر توبہ کریں تو قبول ہو سکتی ہے پر اگر ایک آدھ جھوٹ کسی دنیا کی بات میں نکل جاوے اور وہ معلوم اور مشہور نہ ہو تو اس کی روایت قبول ہو گی کیونکہ احتمال ہے کہ اس سے غلطی ہوئی یا وہم ہوا اور جو وہ خود ایک مرتبہ جھوٹ بولنے کا اقرار کرے بشرطیکہ اس کے جھوٹ سے کسی مسلمان کو نقصان نہ پہنچا ہو اور پھر توبہ کرے تو بھی اس کی روایت قبول ہو گی کیونکہ یہ نادر ہے اور ان گناہوں میں نہیں جو انسان کو ہلاک کر دیتے ہیں اور اس قسم کی خطائیں اکثر لوگوں سے سرزد ہو جاتی ہیں۔ ایسا ہی حکم ہے اس جھوٹ کا جو بطریق تعریض یا طنز کے ہو کیونکہ وہ درحقیقت جھوٹ نہیں اگرچہ صورت میں جھوٹ ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوالجہم کو کہ وہ اپنی لاٹھی کندھے سے زمین پر نہیں رکھتا (یعنی اکثر مار پیٹ کیا کرتا ہے) ایسا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی کیا کہ اپنی بی بی کو بہن بتلایا۔ یہ توریہ جو بنظر مصلحت درست ہے تمام ہوا کلام قاضی عیاض کا (نووی)

بَابُ صِحَّةِ الْاِحْتِجَاجِ بِالْحَدِيْثِ الْمُعَنْعَنِ اِذَا اَمْكَنَ لِقَاۗءُ الْمُعَنْعِنِيْنَ وَلَمْ يَكُنْ فِيْهِمْ مُدَلِّسٌ

اس باب میں اس بات کا بیان ہے کہ معنعن سے حجت پکڑنا صحیح ہے جب معنعن والوں کی ملاقات ممکن ہو اور ان میں کوئی تدلیس کرنیوالا نہ ہو۔

فائدہ۔ معنعن اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی اسناد میں فلاں عن فلاں عن فلاں ہو یعنی فلاں نے فلانے سے اور اس نے فلانے سے روایت کیا۔ چونکہ ایسی اسناد میں راوی یوں نہیں کہتا کہ میں نے فلاں سے سنا یا اس نے مجھ سے بیان کیا تو شبہ رہتا ہے کہ ایک نے دوسرے سے سنا ہے یا نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ بیچ میں کوئی راوی رہ گیا ہو اس واسطے معنعن حدیث حجت ہونے میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعضوں کا یہ قول ہے کہ اگر ایک راوی نے دوسرے کا زمانہ پایا ہو اور اس کی ملاقات اس سے ممکن ہو تو روایت محمول ہو گی اتصال پر اور حجت ہو گی۔ امام مسلم کا یہی مذہب ہے۔ اور اس باب میں اسی کو ثابت کیا ہے اور بعضے یہ کہتے ہیں کہ صرف ملاقات کا ممکن ہونا کافی نہیں بلکہ ضرور ہے کہ کم سے کم ایک بار اس راوی کی دوسرے راوی سے ملاقات ہو جانا ثابت ہو جائے۔ امام مسلم نے کہا یہ قول اعتبار کے لائق نہیں اور بالکل نیا مذہب ہے جو اہل علم میں سے کسی نے اختیار نہیں کیا اور بدعت ہی پر محققین علماء نے اس قول کو اختیار کیا ہے اور مسلم کے مذہب کو ضعیف کیا ہے علی بن المدینی اور بخاری اور ایک جماعت علماء مسلم کی مخالفت میں ہیں بلکہ بعضوں نے اس سے زیادہ اور شرطیں بھی کی ہیں کہ اس راوی کی دوسرے راوی سے ملاقات معلوم اور مشہور ہووے اور ان میں صحبت رہی ہو مگر ابن مدینی اور بخاری نے جو قول اختیار کیا ہے وہی صحیح ہے کہ جب کم سے کم ایک بار ملاقات ثابت ہو گئی تو روایت متصل سمجھی جائے گی کیونکہ راوی کا حال معلوم ہے کہ اسکی عادت تدلیس کی نہیں۔ تدلیس کے معنی چھپانا اور اصطلاح اہل حدیث میں تدلیس اسکو کہتے ہیں کہ راوی

اپنے شیخ کو جس سے حدیث سنی ہے چھپا کر اس کے اوپر کے راوی کا نام لیوے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ اس نے اس سے سُنا ہے۔ اور یہ عادت بعضے اہل حدیث کی جنکا حال معلوم ہوگیا ہے کہ وہ اپنا علو اسناد بتلانے کیلئے یا کسی ادنیٰ شخص سے روایت کرنے میں شرم کر کے تدلیس کیا کرتے تھے پھر اگر ایسا تدلیس کرنے والا راوی معنعن حدیث میں ہو تو وہاں ایک بار ملاقات ہونا یا ملاقات ممکن ہونا کسی کے نزدیک حدیث کے متصل ہونے کے لئے کافی نہ ہوگا جب تک صاف معلوم نہ ہو جائے کہ درحقیقت اس مدلس راوی کی صحبت اور ملاقات دوسرے راوی سے ہوئی تھی بعضوں نے یہ کہا ہے کہ معنعن روایت بالکل کسی صورت میں حجت کے لائق نہیں مگر یہ قول مردود ہے باجماع سلف اسکو کسی نے اختیار نہیں کیا (نووی مع زیادۃ) نووی نے اس باب کے ترجمے کو اس طرح قائم کیا ہے جیسے اوپر لکھا گیا لیکن نسخہ مطبوعہ کلکتہ میں یہ باب یوں لکھا ہے بَابُ مَا تَصِحُّ بِهٖ رِوَايَةُ الرُّوَاةِ بَعْضِهِمْ عَنْ بَعْضٍ وَّالتَّنْبِيْهِ عَلٰى مَنْ غَلِطَ فِيْ ذٰلِكَ یعنی باب بیان میں اس بات کے کہ کیونکر صحیح ہوتی ہے روایت ایک راوی کی دوسرے راوی سے اور بیان اس غلطی کا جو لوگوں نے اس مقام پر کی ہے اگرچہ یہ ترجمہ بھی برا نہیں۔ پر نووی نے جو ترجمہ کیا ہے وہ زیادہ مناسب ہے اور اولیٰ ہے اس واسطے ہم نے اسی کو اختیار کیا۔ اور وجہ اس اختلاف کی وہی ہے جو اوپر گذری کہ امام مسلم نے خود تو باب کے ترجمے لکھے نہیں لوگوں نے ان کے بعد لکھ دیئے۔ پھر ہر ایک نے مناسب دیکھ کر اپنی رائے سے باب قائم کئے۔ ہم بھی جو ترجمہ زیادہ مناسب ہوگا اسی کو لکھا کریں گے۔

وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ مُنْتَحِلِي الْحَدِيْثِ مِنْ اَهْلِ عَصْرِنَا فِيْ تَصْحِيْحِ الْاَسَانِيْدِ وَتَسْقِيْمِهَا بِقَوْلٍ لَوْ ضَرَبْنَا عَنْ حِكَايَتِهٖ وَذِكْرِ فَسَادِهٖ صَفْحًا لَكَانَ رَاْيًا مَتِيْنًا وَّمَذْهَبًا صَحِيْحًا اِذِ الْاِعْرَاضُ عَنِ الْقَوْلِ الْمُطَّرَحِ اَحْرٰى لِاِمَاتَتِهٖ وَاِخْمَالِ ذِكْرِ قَائِلِهٖ وَاَجْدَرُ اَنْ لَّا يَكُوْنَ ذٰلِكَ تَنْبِيْهًا لِّلْجُهَّالِ عَلَيْهِ غَيْرَ اَنَّا لَمَّا تَخَوَّفْنَا مِنْ شُرُوْرِ الْعَوَاقِبِ وَاغْتِرَارِ الْجَهَلَةِ بِمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ وَاِسْرَاعِهِمْ اِلَى اعْتِقَادِ خَطَاِ الْمُخْطِئِيْنَ وَالْاَقْوَالِ السَّاقِطَةِ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ رَاَيْنَا الْكَشْفَ عَنْ فَسَادِ قَوْلِهٖ وَرَدَّ مَقَالَتِهٖ بِقَدْرِ مَا يَلِيْقُ بِهَا مِنَ الرَّدِّ اَجْدٰى عَلَى الْاَنَامِ وَاَحْمَدَ لِلْعَاقِبَةِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ۔

ترجمہ۔ امام مسلم رح فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں بعض ایسے لوگوں نے جنہوں نے جھوٹ موٹ اپنے تئیں محدث قرار دیا ہے اسناد کی صحت اور سقم میں ایک قول بیان کیا ہے اگر ہم بالکل اس کو نقل نہ کریں اور اسکا ابطال نہ لکھیں تو عمدہ تجویز ہوگی اور ٹھیک راستہ ہوگا اس لئے کہ غلط بات کی طرف التفات نہ کرنا اس کو میٹنے کے لئے اور اس کے کہنے والے کا نام کھو دینے کے لئے بہتر ہے اور مناسب ہے جاہلوں کے لئے تاکہ ان کو خبر بھی نہ ہو اس غلط بات کی مگر اس وجہ سے کہ ہم انجام کی برائی سے ڈرتے ہیں اور یہ بات دیکھتے ہیں کہ جاہل نئی بات پر فریفتہ ہو جاتے ہیں اور غلط بات پر جلد اعتقاد کر لیتے ہیں جو علماء کے نزدیک ساقط الاعتبار ہوتی ہے، ہم نے اس قول کی غلطی بیان کرنا اور اس کا رد کرنا جیسا چاہیے لوگوں کے لئے بہتر اور فائدہ مند خیال کیا اور اسکا انجام بھی نیک ہوگا اگر خدا عزوجل چاہے۔

وزعم القائل الذي افتتحنا الكلام على الحكاية
عن قوله والإخبار عن سوء رويته أن كل
إسناد لحديث فيه فلان عن فلان وقد أحاط
العلم بأنهما قد كانا في عصر واحد وجائز أن
يكون الحديث الذي روى الراوي عمن روى عنه
قد سمعه منه وشافهه به غير أنه لا نعلم له
منه سماعا ولم نجد في شيء من الروايات أنهما
التقيا قط أو تشافها بحديث أن الحجة لا تقوم
عنده بكل خبر جاء هذا المجيء حتى يكون عنده
العلم بأنهما قد اجتمعا من دهرهما
مرة فصاعدا أو تشافها بالحديث بينهما
أو يرد خبر فيه بيان اجتماعهما وتلاقيهما
مرة من دهرهما فما فوقها فإن لم
يكن عنده علم ذلك ولم تأت رواية
تخبر أن هذا الراوي عن صاحبه قد
لقيه مرة وسمع منه شيئا لم يكن في
نقله الخبر عمن روى عنه علم ذلك و
الأمر كما وصفنا حجة وكان الخبر
عنده موقوفا حتى يرد عليه سماعه منه
بشيء من الحديث قل أو كثر في رواية
مثل ما ورد

وهذا القول يرحمك الله في الطعن في
الأسانيد قول مخترع مستحدث غير
مسبوق صاحبه إليه ولا مساعد له
من أهل العلم عليه وذلك أن القول
الشائع المتفق عليه بين أهل العلم
بالأخبار والروايات قديما وحديثا
أن كل رجل ثقة روى عن مثله حديثا
وجائز ممكن له لقاؤه والسماع منه

ترجمہ۔ اور اس شخص نے جس کے قول سے ہم نے
گفتگو شروع کی اور جس کے فکر اور خیال کو ہم نے باطل
کہا یوں گمان کیا ہے کہ جو اسناد ایسی ہو جس میں فلان
عن فلان ہو اور یہ بات معلوم ہوگئی کہ وہ دونوں ایک
زمانے میں تھے اور ممکن ہو کہ یہ حدیث ایک نے دوسرے
سے سنی ہو اور اس سے ملا ہو مگر ہم کو یہ معلوم نہیں ہوا
کہ اس نے اس سے سنا ہے نہ ہم نے کسی روایت
میں اس بات کی تصریح پائی کہ وہ دونوں ملے تھے اور
ان میں منہ در منہ بات چیت ہوئی تھی تو ایسی اسناد
سے جو حدیث روایت کی جائے وہ حجت نہیں ہے
جب تک یہ بات معلوم نہ ہو کہ کم سے کم وہ دونوں اپنی
عمر میں ایک بار ملے تھے اور ایک نے دوسرے
سے بات چیت کی تھی یا ایسی کوئی حدیث روایت
کی جائے جس میں اس امر کا بیان ہو کہ ان دونوں کی
ملاقات ایک یا زیادہ بار ہوئی تھی۔ اگر اس بات کا
علم نہ ہو اور کوئی حدیث ایسی روایت کی جائے
جس سے ملاقات اور سماع کا ثبوت ہو تو ایسی حدیث
نقل کرنا جس سے ملاقات کا علم نہ ہو ایسی حالت میں
حجت نہیں ہے اور وہ حدیث موقوف رہے گی
یہاں تک کہ ان دونوں کا سماع تھوڑا یا بہت دوسری
روایت سے معلوم ہو۔

ترجمہ۔ اور یہ قول اسناد کے باب میں خدا تجھ پر رحم کرے
ایک نیا ایجاد کیا ہوا ہے جو پہلے کسی نے نہیں کہا نہ حدیث
کے عالموں نے اس کی موافقت کی ہے اس لئے کہ
مشہور مذہب جس پر اتفاق ہے اہل علم کا اگلے اور
پچھلوں کا وہ یہ ہے کہ جب کوئی ثقہ شخص کسی ثقہ شخص
سے روایت کرے ایک حدیث کو اور ان دونوں کی
ملاقات جائز اور ممکن ہو (باعتبار سن اور عمر کے) اس وجہ
سے کہ وہ دونوں ایک زمانے میں موجود تھے اگرچہ کسی حدیث

لِكَوْنِهِمَا جَمِيعًا كَانَا فِي عَصْرٍ وَاحِدٍ وَإِنْ لَمْ يَأْتِ فِي خَبَرٍ قَطُّ أَنَّهُمَا اجْتَمَعَا وَلَا تَشَافَهَا بِكَلَامٍ فَالرِّوَايَةُ ثَابِتَةٌ وَالْحُجَّةُ بِهَا لَازِمَةٌ إِلَّا أَنْ يَكُونَ هُنَاكَ دَلَالَةٌ بَيِّنَةٌ أَنَّ هٰذَا الرَّاوِيَ لَمْ يَلْقَ مَنْ رَوَى عَنْهُ أَوْ لَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ شَيْئًا فَأَمَّا الْأَمْرُ مُبْهَمٌ عَلَى الْإِمْكَانِ الَّذِي فَسَّرْنَا فَالرِّوَايَةُ عَلَى السَّمَاعِ أَبَدًا حَتّٰى يَكُوْنَ الدَّلَالَةُ الَّتِي بَيَّنَّا فَيُقَالُ لِمُخْتَرِعِ هٰذَا الْقَوْلِ الَّذِي وَصَفْنَا مَقَالَتَهُ أَوْ لِلذَّابِّ عَنْهُ قَدْ أَعْطَيْتَ فِي جُمْلَةِ قَوْلِكَ أَنَّ خَبَرَ الْوَاحِدِ الثِّقَةِ عَنِ الْوَاحِدِ الثِّقَةِ حُجَّةٌ يَلْزَمُ بِهِ الْعَمَلُ ثُمَّ أَدْخَلْتَ فِيهِ الشَّرْطَ بَعْدُ فَقُلْتَ حَتّٰى يُعْلَمَ أَنَّهُمَا قَدْ كَانَا الْتَقَيَا مَرَّةً فَصَاعِدًا أَوْ سَمِعَ مِنْهُ شَيْئًا فَهَلْ تَجِدُ هٰذَا الشَّرْطَ الَّذِي اشْتَرَطْتَهُ عَنْ أَحَدٍ يَلْزَمُ قَوْلُهُ وَإِلَّا فَهَلُمَّ دَلِيلًا عَلٰى مَا زَعَمْتَ فَإِنِ ادَّعٰى قَوْلَ أَحَدٍ مِنْ عُلَمَاءِ السَّلَفِ بِمَا زَعَمَ مِنْ إِدْخَالِ الشَّرِيطَةِ فِي تَثْبِيتِ الْخَبَرِ طُولِبَ بِهِ وَلَنْ يَجِدَ هُوَ وَلَا غَيْرُهُ إِلٰى إِيجَادِهِ سَبِيلًا وَإِنْ هُوَ ادَّعٰى فِيمَا زَعَمَ دَلِيلًا يَحْتَجُّ بِهِ قِيلَ لَهُ وَمَا ذَاكَ الدَّلِيلُ

میں اس بات کی تصریح نہ ہو کہ وہ دونوں ملے تھے یا ان میں روبرو بات چیت ہوئی تھی تو وہ حدیث حجت ہے اور وہ روایت ثابت ہے۔ البتہ اگر اس امر کی وہاں کوئی کھلی دلیل ہو کہ درحقیقت یہ راوی دوسرے راوی سے نہیں ملا یا اس سے کچھ نہیں سُنا تو وہ حدیث حجت نہ ہو گی لیکن جب تک یہ امر مبہم رہے (یعنی گول مول اور کوئی دلیل نہ سننے اور نہ ملنے کی نہ ہو) تو صرف ملاقات کا ممکن ہونا کافی ہو گا اور وہ روایت سماع پر محمول کیجاوئیگی۔

ترجمہ۔ پھر جس شخص نے یہ قول نکالا ہے یا اس کی حمایت کرتا ہے اس سے یوں گفتگو کریں گے کہ خود تیرے ہی سارے کلام سے یہ بات نکلی کہ ایک ثقہ شخص کی روایت دوسرے ثقہ شخص سے حجت ہے جس پر عمل کرنا واجب ہے۔ پھر تو نے خود ایک شرط بعد کو بڑھا دی کہ جب یہ بات معلوم ہو جائے کہ وہ دونوں اپنی عمر میں ایک بار ملے تھے یا زیادہ اور ایک نے دوسرے سے سُنا تھا اب اس شرط کا ثبوت کسی ایسے شخص کے قول سے پاتا ہے جس کا ماننا ضرور ہو۔ اگر ایسا کوئی قول نہیں ہے، تو اور کوئی دلیل اپنے دعوے پر لانا۔ اگر وہ یہ کہے کہ اس باب میں سلف کا قول ہے یعنی اس شرط کے ثبوت کے لئے تو کہا جائے گا کہاں ہے لا۔ پھر نہ اسکو کوئی قول ملے گا اور نہ کسی اور کو۔ اور اگر وہ اور کوئی دلیل قائم کرنا چاہے تو پوچھیں گے وہ دلیل کیا ہے۔

فائدہ۔ اس مقام پر امام مسلم رحمہ نے ایک بڑا ضروری قاعدہ شرع کا بیان کیا ہے وہ کیا ہے عمل کرنا خبر واحد پر۔ علماء نے کہا ہے کہ حدیث یعنی خبر دو قسم کی ہے ایک متواتر ایک احاد۔ متواتر تو وہ ہے جسکے روایت کرنیوالے اتنے آدمی ہوں کہ ان سب کا جھوٹا ہونا عقل کے نزدیک محال معلوم ہو اور ہر طبقے میں اس کے راوی اسی کثرت سے ہوں۔ اس قسم کی روایت سے تو علم بھی حاصل ہوتا ہے یعنی یقین اور اس پر عمل بھی واجب ہوتا ہے۔ خبر احاد وہ ہے جسکو ہر طبقے میں اس قدر راویوں نے نقل نہ کیا ہو خواہ ایک ہی راوی نے نقل کیا ہو یا زیادہ نے اگرچہ بعضے طبقوں میں اس کے راوی کثرت سے ہوں مثلاً ایک ہی صحابی نے ایک حدیث کو روایت کیا ہے پر بہت سے تابعین نے اس صحابی سے

سنا ہے تو اگرچہ وہ حدیث مشہور ہوگی پر خبر احاد میں داخل ہے۔ خبر احاد کے حکم میں علماء کا اختلاف ہے مگر جمہور اہل اسلام صحابہ اور تابعین اور ان کے بعد اور محدثین اور فقہاء اور علماء کا مذہب یہ ہے کہ خبر واحد کا راوی اگر ثقہ ہو تو وہ حجت ہے اور اس سے ظن حاصل ہوتا ہے اگرچہ یقین جیسا متواتر سے حاصل ہوتا ہے نہیں ہوتا اور اس پر عمل کرنا واجب ہے اور اس کے مقابلے میں قیاس اور رائے کو ترک کرنا چاہئے اور اگر خبر احاد پر عمل واجب نہ ہو تو سارا حدیث کا علم بے کار ہو جاتا ہے کیونکہ حدیثیں متواتر ایک یا دو سے زیادہ نہیں ہیں سب احاد ہیں۔ پھر سوا قرآن کے کچھ باقی نہیں رہتا۔ اور قدریہ اور رافضیہ کا قول یہ ہے کہ خبر واحد پر عمل واجب نہیں۔ اور بعضے اہل حدیث کا قول یہ ہے کہ خبر واحد علم اور عمل دونوں کو موجب ہے مثل خبر متواتر کے اس لئے کہ راوی ثقہ اور معتبر ہے اور بعضوں کا قول یہ ہے کہ بخاری اور مسلم کی احاد حدیثیں علم کو موجب ہیں اور عمل کو بھی۔ باقی کتابوں کی احاد حدیثیں صرف عمل کو موجب ہیں مگر یہ سب اقوال ضعیف ہیں اور صحیح وہی ہے جو پہلے بیان ہوا کہ خبر واحد پر عمل واجب ہوتا ہے اور اس سے علم یعنی یقین حاصل نہیں ہوتا اسی واسطے اعتقادات میں خبر واحد پر بھروسا نہیں ہو سکتا۔ البتہ اگر اخبار احاد بہت سی ہوں جن سے ایک مشترک مضمون پیدا ہو تو وہ مضمون متواتر ہو جاویگا اور ایسی حدیث کو متواتر المعنی کہتے ہیں اس میں اگرچہ ہر حدیث کے الفاظ متواتر نہیں ہوتے پر ان سب کا حاصل مضمون متواتر خیال کیا جاتا ہے اور اس پر یقین کرنا لازم ہے۔ شفاعت اور علامات قیامت اور ظہور مہدی اور اکثر اعتقادات کے متعلق مضامین اسی قسم کے ہیں جن کے مضامین مختلف حدیثوں اور روایتوں سے متواتر ہو گئے ہیں۔

فَإِنْ قَالَ: قُلْتُهُ لِأَنِّي وَجَدْتُ رُوَاةَ الْأَخْبَارِ قَدِيمًا وَحَدِيثًا يَرْوِي أَحَدُهُمْ عَنِ الْآخَرِ الْحَدِيثَ وَلَمَّا لَا يُعَايِنُهُ وَلَا سَمِعَ مِنْهُ شَيْئًا قَطُّ فَلَمَّا رَأَيْتُهُمُ اسْتَجَازُوا رِوَايَةَ الْحَدِيثِ بَيْنَهُمْ هٰكَذَا عَلَى الْإِرْسَالِ مِنْ غَيْرِ سَمَاعٍ وَالْمُرْسَلُ مِنَ الرِّوَايَاتِ فِي أَصْلِ قَوْلِنَا وَقَوْلِ أَهْلِ الرُّسُلِ بِالْأَخْبَارِ لَيْسَ بِحُجَّةٍ احْتَجْتُ لِمَا وَصَفْتُ مِنَ الْعِلَّةِ إِلَى الْبَحْثِ عَنْ سَمَاعِ الرَّاوِي كُلِّ خَبَرٍ عَنْ رَاوِيهِ فَإِذَا أَنَا هَجَمْتُ عَلَى سَمَاعِهِ مِنْهُ لِأَدْنَى شَيْءٍ ثَبَتَ عِنْدِي بِذٰلِكَ جَمِيعُ مَا يَرْوِي عَنْهُ بَعْدُ فَإِنْ عَزَبَ عَنِّي مَعْرِفَةُ ذٰلِكَ أَوْقَفْتُ الْخَبَرَ وَلَمْ يَكُنْ عِنْدِي مَوْضِعَ حُجَّةٍ لِإِمْكَانِ الْإِرْسَالِ فِيهِ

ترجمہ۔ پھر اگر وہ شخص یہ کہے میں نے یہ مذہب اس لئے اختیار کیا ہے کہ میں نے حدیث کے تمام اگلے اور پچھلے راویوں کو دیکھا کہ ایک دوسرے سے حدیث روایت کرتے ہیں حالانکہ اس ایک نے دوسرے کو دیکھا نہ اس سے سنا تو جب میں نے دیکھا کہ انہوں نے جائز رکھا ہے مرسل کو روایت کرنا بغیر سماع کے اور مرسل روایت ہمارے اور علم والوں کے نزدیک حجت نہیں ہے تو احتیاج پڑی مجھ کو راوی کے سماع دیکھنے کی جسکو وہ روایت کرتا ہے دوسرے سے پھر اگر مجھے کہیں ذرا بھی ثابت ہوگیا کہ اس نے سنا ہے دوسرے راوی سے تو اسکی تمام روایتیں اس سے درست ہوگئیں اگر بالکل مجھے معلوم نہ ہوا کہ اس نے اس سے سنا ہے تو میں روایت کو موقوف رکھونگا اور میرے نزدیک وہ روایت حجت نہ ہوگی اس لئے کہ ممکن ہے اسکا مرسل ہونا یہ دلیل ہوئی مخالف

کی اب اس کا جواب آگے مذکور ہوتا ہے۔

فائدہ ۵۔ مرسل کہتے ہیں اس روایت کو جسکی اسناد میں اتصال نہ ہو یعنی کوئی راوی بیچ میں چھوٹ گیا ہو مثلاً تابعی یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہے اور صحابی کو ذکر نہ کرے جس سے اس تابعی نے سنا ہے منقطع اور معضل بھی اسکی قسمیں ہیں مگر منقطع اس روایت کو اکثر کہتے ہیں جو تبع تابعی صحابی سے روایت کرے یا نیچے کے راویوں میں سے کوئی راوی چھوٹ جاوے اور معضل وہ جس میں دو راوی چھوٹ گئے ہوں۔ مرسل حدیث کے قبول کرنے میں علماء کا بہت اختلاف ہے مشہور مذہب یہ ہے کہ وہ حجت نہیں اور یہی قول ہے شافعی اور ایک جماعت فقہار کا اور مالک اور ابوحنیفہ اور احمد اور اکثر فقہار کا قول یہ ہے کہ مرسل روایت حجت ہے جب اس کا راوی ثقہ ہو۔

فَيُقَالُ لَهُ فَإِنْ كَانَتِ الْعِلَّةُ فِي تَضْعِيفِكَ الْخَبَرَ وَتَرْكِكَ الِاحْتِجَاجَ بِهِ إِمْكَانَ الْإِرْسَالِ فِيهِ لَزِمَكَ أَنْ لَا تُثْبِتَ إِسْنَادًا مُعَنْعَنًا حَتَّى تَرَى فِيهِ السَّمَاعَ مِنْ أَوَّلِهِ إِلَى آخِرِهِ وَذَلِكَ أَنَّ الْحَدِيثَ الْوَارِدَ عَلَيْنَا بِإِسْنَادِ هِشَامِ ابْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ فَبِيَقِينٍ نَعْلَمُ أَنَّ هِشَامًا قَدْ سَمِعَ مِنْ أَبِيهِ وَأَنَّ أَبَاهُ قَدْ سَمِعَ مِنْ عَائِشَةَ كَمَا نَعْلَمُ أَنَّ عَائِشَةَ قَدْ سَمِعَتْ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ يَجُوزُ إِذَا لَمْ يَقُلْ هِشَامٌ فِي رِوَايَةٍ يَرْوِيهَا عَنْ أَبِيهِ سَمِعْتُ أَوْ أَخْبَرَنِي أَنْ يَكُونَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَبِيهِ فِي تِلْكَ الرِّوَايَةِ إِنْسَانٌ آخَرُ أَخْبَرَهُ بِهَا عَنْ أَبِيهِ وَلَمْ يَسْمَعْهَا هُوَ مِنْ أَبِيهِ لَمَّا أَحَبَّ أَنْ يَرْوِيَهَا مُرْسَلًا وَلَا يُسْنِدَهَا إِلَى مَنْ سَمِعَهَا مِنْهُ وَكَمَا يُمْكِنُ ذَلِكَ فِي هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ فَهُوَ أَيْضًا مُمْكِنٌ فِي أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ وَكَذَلِكَ كُلُّ إِسْنَادٍ لِحَدِيثٍ لَيْسَ فِيهِ ذِكْرُ سَمَاعِ بَعْضِهِمْ مِنْ بَعْضٍ وَإِنْ كَانَ قَدْ عُرِفَ فِي الْجُمْلَةِ

ترجمہ۔ اس سے کہا جائیگا اگر تیرے نزدیک حدیث کو ضعیف کرنے کی اور اس کو حجت نہ سمجھنے کی علت صرف ارسال کا ممکن ہوتا ہے (جیسے اس نے خود کہا کہ جب سماع ثابت نہو تو وہ روایت حجت نہو گی کیونکہ ممکن ہے اسکا مرسل ہونا) تو لازم آتا ہے کہ تو کسی اسناد معنعن کو نہ مانے جب تک اول سے لیکر اخیر تک اس میں تصریح نہو سماع کی (یعنی ہر راوی دوسرے سے یوں روایت کرے کہ میں نے اس سے سنا) مثلاً جو حدیث ہم کو پہنچی ہشام کی روایت سے اس نے اپنے باپ عروہ سے اس نے حضرت عائشہ رض سے تو ہم یقیناً جانتے ہیں کہ ہشام نے اپنے باپ سے سنا ہے اور اسکے باپ عروہ نے حضرت عائشہ رض سے سنا ہے جیسے ہم اس بات کو بالیقین جانتے ہیں کہ حضرت عائشہ رض نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے باوجود اس کے احتمال ہے کہ اگر کسی روایت میں ہشام یوں نہ کہے کہ میں نے عروہ سے سنا ہے یا عروہ نے مجھے خبر دی (بلکہ صرف عن عروہ کہے) تو ہشام اور عروہ کے بیچ میں ایک اور شخص ہو جس نے عروہ سے سُن کر ہشام کو خبر دی ہو اور خود ہشام نے اپنے باپ سے اس روایت کو نہ سنا لیکن ہشام نے اس کو مرسلاً روایت کرنا چاہا اور جس کے ذریعہ سے سُنا اسکا ذکر مناسب نہ جانا اور جیسے یہ احتمال ہشام اور عروہ کے بیچ میں ہے ویسے ہی عروہ اور حضرت عائشہ رض کے بیچ میں ہو سکتا ہے اسی طرح ہر ایک اسناد میں جسمیں سماع

أَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ قَدْ سَمِعَ مِنْ صَاحِبِهٖ سِمَاعًا كَثِيْرًا فَجَائِزٌ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ أَنْ يَّنْزِلَ فِيْ بَعْضِ الرِّوَايَةِ فَيَسْمَعُ مِنْ غَيْرِهٖ عَنْهُ بَعْضَ أَحَادِيْثِهٖ ثُمَّ يُرْسِلُهٗ عَنْهُ أَحْيَانًا وَلَا يُسَمِّيْ مَنْ سَمِعَ مِنْهُ وَيَنْشَطُ أَحْيَانًا فَيُسَمِّي الَّذِيْ حَمَلَ عَنْهُ الْحَدِيْثَ وَيَتْرُكُ الْإِرْسَالَ

کی تصریح نہیں اگرچہ یہ بات معلوم ہووے کہ ایک نے دوسرے سے بہت سی روایتیں سنی ہیں۔ مگر یہ ہو سکتا ہے کہ بعض روایتیں اس سے نہ سنی ہوں بلکہ کسی اور کے ذریعے سے سنکر اس کو مرسل نقل کیا ہو پر جس کے ذریعے سے سُنا اس کا نام نہ لیا اور کبھی اس اجمال کو رفع کرنے کے لئے اس کا نام بھی لے دیا اور ارسال کو ترک کیا۔

فائدہ - حاصل جواب یہ ہے کہ جب احتمال ارسال کا حدیث کے حجت نہونے کیلئے کافی ہوا تو احتمال تو وہاں بھی موجود ہے جہاں ایک راوی کی ملاقات دوسرے راوی سے ثابت ہوجاوے کیونکہ ملاقات کا ہونا اس بات کو مستلزم نہیں کہ تمام حدیثیں اس کی روایت کی ہوئی خود اسی سے سُن لی ہوں جائز ہے کہ کچھ اس سے خود سُنے کچھ اور لوگوں کے واسطے سُنی تو ملاقات کا حال معلوم ہونا بھی احتمال رفع کرنے کے لئے کافی نہ ہوا پھر اس شرط لگانے سے حاصل ہی کیا ہوا بلکہ اور ضرر پیدا ہوا کہ ہزاروں صحیح متصل روایتیں جو عن عن کے ساتھ مروی ہیں ایک بے بنیاد احتمال سے بیکار ہوگئیں۔ مخالف اس کا جواب یہ دے سکتا ہے کہ مطلق احتمال رفع اتصال کے لئے کافی نہیں۔ جب ملاقات ثابت ہوگئی تو جانب اتصال کو ترجیح ہے اور جانب ارسال مرجوح تو اعتبار اتصال ہی کا ہوگا کیونکہ وہی ظاہر ہے اور ظن غالب بھی اسی کا ہے اس لئے کہ راوی مدلس نہیں برخلاف اس صورت کے جہاں ملاقات ایک بار بھی ثابت نہیں ہوئی وہاں جانب اتصال اور ارسال دونوں مساوی ہیں اس لئے شک اور تردد ہوا اور وہ مستلزم ہے روایت کے موقوف ہونے کو۔

وَمَا قُلْنَا مِنْ هٰذَا مَوْجُوْدٌ فِي الْحَدِيْثِ مُسْتَفِيْضٌ مِّنْ فِعْلِ ثِقَاتِ الْمُحَدِّثِيْنَ وَأَئِمَّةِ أَهْلِ الْعِلْمِ وَسَنَذْكُرُ مِنْ رِّوَايَاتِهِمْ عَلَى الْجِهَةِ ذَكَرْنَا عَدَدًا يُسْتَدَلُّ بِهَا عَلٰى أَكْثَرَ مِنْهَا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَمِنْ ذٰلِكَ أَنَّ أَيُّوْبَ السَّخْتِيَانِيَّ وَابْنَ الْمُبَارَكِ وَوَكِيْعًا وَّابْنَ نُمَيْرٍ وَّجَمَاعَةً غَيْرَهُمْ رَوَوْا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحِلِّهٖ وَلِحُرْمِهٖ بِأَطْيَبِ مَا أَجِدُ فَرَوٰى هٰذِهِ الرِّوَايَةَ بِعَيْنِهَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ وَّدَاوُدُ الْعَطَّارُ وَحُمَيْدُ

ترجمہ۔ امام مسلم رح فرماتے ہیں کہ یہ احتمال جو ہم نے بیان کیا (صرف فرضی اور خیالی نہیں ہے) بلکہ موجود ہے حدیث میں اور جاری ہے بہت سے ثقہ محدثین کی روایتوں میں۔ ہم تھوڑی سی ایسی روایتیں بیان کرتے ہیں خدا چاہے تو ان سے دلیل پوری ہوگی بہت سی روایتوں پر۔ پہلی روایت وہ ہے جو ایوب سختیانی اور ابن مبارک اور وکیع اور ابن نمیر اور ایک جماعت نے سوا ان کے ہشام سے نقل کی اس نے اپنے باپ عروہ سے اس نے حضرت عائشہ رض سے کہ میں خوشبو لگاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام کھولتے وقت اور احرام باندھتے وقت جو سب سے عمدہ مجھ کو ملتی۔ اسی روایت کو بعینہ لیث بن سعد اور

ابْنُ الْاَسْوَدِ وَوُهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ وَّ اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُثْمَانُ ابْنُ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

داؤد عطار اور حمید بن الاسود اور وہیب بن خالد اور ابواسامہ نے ہشام سے روایت کیا۔ کہا ہشام نے خبر دی مجھ کو عثمان بن عروہ نے اس نے عروہ سے اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔

فائدہ۔ تو ہشام اور عروہ کے بیچ میں عثمان بن عروہ کا واسطہ نقل کیا اور پہلی اسناد میں عثمان کا واسطہ نہیں ہے۔ صرف ہشام عن عروہ ہے حالانکہ پہلی اسناد نقل کرنے والے حدیث کے بڑے بڑے امام ہیں ان سب سے غلطی نہیں ہو سکتی تو ضرور ہے یہ بات کہ اس روایت کو ہشام نے خود عروہ سے نہیں سنا بلکہ عثمان کے واسطے سے سنا لیکن کبھی ہشام نے اس کو مرسلاً عروہ سے نقل کیا اور کبھی سنداً عثمان سے اگرچہ اس مقام میں یہ احتمال بھی ہے کہ ہشام نے اس کو پہلے عثمان کے واسطے سے سنا ہو پھر خود عروہ سے مل کر بلا واسطہ بھی ان سے سن لیا۔

وَرَوٰى هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اعْتَكَفَ يُدْنِيْ اِلَيَّ رَاْسَهٗ فَاُرَجِّلُهٗ وَاَنَا حَائِضٌ فَرَوَاهَا بَعْدَهَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ دوسری روایت ہشام کی ہے اپنے باپ عروہ سے اس نے عائشہ رض سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف میں ہوتے تو اپنا سر میری طرف جھکا دیتے، میں آپ کے سر میں کنگھی کر دیتی۔ اسی روایت کو بعینہ امام مالک نے زہری سے روایت کیا ہے اس نے عروہ سے اس نے عمرہ سے اس نے عائشہ رض سے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

فائدہ۔ تو امام مالک کی روایت میں عروہ اور عائشہ رض کے بیچ میں ایک واسطہ ہے عمرہ کا جو پہلی اسناد میں نہیں ہے۔ نووی نے کہا اس حدیث سے کئی باتیں معلوم ہوتی ہیں ایک یہ کہ حائضہ عورت کے اور اعضاء پاک ہیں اور اس پر علماء کا اتفاق ہے اور ابو یوسف سے جو منقول ہے کہ حائضہ کا ہاتھ نجس ہے وہ روایت صحیح نہیں۔ دوسرے یہ کہ معتکف اپنے بالوں میں کنگھی کر سکتا ہے تیسرے یہ کہ اپنی عورت کی طرف دیکھ سکتا ہے اور اسکو چھو سکتا ہے بغیر شہوت کے۔

وَرَوَى الزُّهْرِيُّ وَصَالِحُ ابْنُ اَبِيْ حَسَّانَ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ وَهُوَ صَائِمٌ فَقَالَ يَحْيَى بْنُ اَبِيْ كَثِيْرٍ فِيْ هٰذَا الْخَبَرِ فِي الْقُبْلَةِ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ عُرْوَةَ اَخْبَرَهٗ اَنَّ عَائِشَةَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ النَّبِيَّ

ترجمہ۔ تیسری روایت وہ ہے جو زہری اور صالح بن ابی حسان نے ابوسلمہ سے نقل کیا اس نے عائشہ رض سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوسہ لیتے تھے اور آپ روزہ دار ہوتے۔ یحیی بن ابی کثیر نے اس بوسے کی حدیث کو یوں روایت کیا خبر دی مجھے ابوسلمہ بن عبد الرحمن نے ان کو خبر دی عائشہ صدیقہ رض نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ | وسلم ان کا بوسہ لیتے اور آپ روزہ دار ہوتے۔

فائدہ۔ اور ایک نسخہ میں صالح بن کیسان ہے اور وہ غلط ہے۔ صحیح صالح بن ابی حسان ہے۔ نسائی نے اس کو روایت کیا ابن وہب سے اس نے ابن ابی ذئب سے اس نے صالح بن ابی حسان سے اس نے ابوسلمہ سے ترمذی نے بخاری سے نقل کیا کہ صالح بن ابی حسان ثقہ ہے اور صالح بن حسان بصری ابوالحارث دوسرا شخص ہے وہ بھی ابوسلمہ سے روایت کرتا ہے وہ ضعیف ہے (نووی) تو یحییٰ بن کثیر نے ابوسلمہ اور عائشہ کے بیچ میں دو واسطے اور نقل کئے عمر بن عبدالعزیز اور عروہ کا اور یہ دونوں واسطے پہلی اسناد میں نہیں ہیں۔ اس اسناد میں ایک نادر بات ہے وہ یہ کہ چاروں راوی یعنی یحییٰ اور ابوسلمہ اور عمر بن عبدالعزیز اور عروہ تابعین میں سے ہیں اور ایک دوسرے سے روایت کرتے ہیں۔ دوسرا لطف یہ ہے کہ ابوسلمہ یعنی عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن عوف کبار تابعین میں سے ہیں اور عمر بن عبدالعزیز انکی نسبت سن اور طبقہ میں کم ہیں پر وہ ان سے روایت کرتے ہیں۔

وَرَوَى ابْنُ عُيَيْنَةَ وَغَيْرُهُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ أَطْعَمَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لُحُومَ الْخَيْلِ وَنَهَانَا عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ فَرَوَاهُ حَمَّادُ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرٍو عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهٰذَا النَّحْوُ فِي الرِّوَايَاتِ كَثِيرٌ يَكْثُرُ تَعْدَادُهُ وَفِيمَا ذَكَرْنَا مِنْهَا كِفَايَةٌ لِذَوِي الْفَهْمِ

ترجمہ۔ چوتھی روایت وہ ہے جو سفیان بن عیینہ وغیرہ نے عمرو بن دینار سے کی انہوں نے جابرؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو کھلایا گھوڑوں کا گوشت اور منع کیا پالتو گدھوں کے گوشت سے اسی حدیث کو روایت کیا حماد بن زید نے عمرو سے انہوں نے محمد بن علی (یعنی امام باقر) سے انہوں نے جابر سے (تو حماد بن زید نے عمرو بن دینار اور جابر کے بیچ میں ایک واسطہ اور نقل کیا محمد بن علی کا جو پہلی اسناد میں نہیں) اور اسی قسم کی حدیثیں بہت ہیں جن کا شمار کثیر ہے اور جتنی ہم نے بیان کیں وہ سمجھ والوں کے لئے کافی ہیں۔

فَإِذَا كَانَتِ الْعِلَّةُ عِنْدَ مَنْ وَصَفْنَا قَوْلَهُ قَبْلُ فِي فَسَادِ الْحَدِيثِ وَتَوْهِينِهِ إِذَا لَمْ يُعْلَمْ أَنَّ الرَّاوِيَ قَدْ سَمِعَ مِمَّنْ رَوَى عَنْهُ شَيْئًا إِمْكَانَ الْإِرْسَالِ فِيهِ لَزِمَهُ تَرْكُ الِاحْتِجَاجِ فِي قِيَادِ قَوْلِهِ بِرِوَايَةِ مَنْ يُعْلَمُ أَنَّهُ قَدْ سَمِعَ مِمَّنْ رَوَى عَنْهُ إِلَّا فِي نَفْسِ الْخَبَرِ الَّذِي فِيهِ ذِكْرُ السَّمَاعِ بِمَا بَيَّنَّا مِنْ قَبْلُ عَنِ الْأَئِمَّةِ

ترجمہ۔ پھر جب علت اس شخص کے نزدیک جس کا قول ہم نے اوپر بیان کیا حدیث کی خرابی اور توہین کی یہ ہوئی کہ ایک راوی کا سماع جب دوسرے راوی سے معلوم نہ ہوا تو ارسال ممکن ہے تو اس کے قول کے بموجب اس کو لازم آتا ہے ترک کرنا حجت کا ان روایتوں کے ساتھ جن کے راوی کا سماع دوسرے سے معلوم ہو چکا ہے (پر خاص اس روایت میں سماع کی تصریح نہیں) البتہ اس شخص کے نزدیک

الَّذِيْنَ نَقَلُوا الْأَخْبَارَ أَنَّهُ كَانَتْ لَهُمْ تَارَاتٌ يُرْسِلُوْنَ فِيْهَا الْحَدِيْثَ إِرْسَالًا وَلَا يَذْكُرُوْنَ مَنْ سَمِعُوْهُ مِنْهُ وَتَارَاتٌ يَنْشَطُوْنَ فِيْهَا فَيُسْنِدُوْنَ الْخَبَرَ عَلٰى هَيْئَةِ مَا سَمِعُوْا فَيُخْبِرُوْنَ بِالنُّزُوْلِ فِيْهِ إِنْ نَزَلُوْا وَبِالصُّعُوْدِ إِنْ صَعِدُوْا كَمَا شَرَحْنَا ذٰلِكَ عَنْهُمْ

صرف وہی روایت حجت ہو گی جسمیں سماع کی تصریح ہے کیونکہ اوپر ہم بیان کر چکے ہیں کہ حدیث روایت کرنے والے کے اماموں کا حال مختلف ہوتا کبھی تو وہ ارسال کرتے اور جس سے انہوں نے سنا ہوتا اسکا نام نہ لیتے اور کبھی خوش ہوتے اور حدیث کی پوری اسناد جس طرح سے انہوں نے سنا ہے بیان کر دیتے پھر اگر انکو اتار ہوتا تو اتار بتلاتے اور جو چڑھاؤ ہوتا چڑھاؤ بتلاتے جیسے ہم اوپر صاف بیان کر چکے ہیں

فائدہ۔ اُتار اور چڑھاؤ سے یہ مقصود ہے کہ اگر سند عالی ہوئی اور واسطے کم ہوئے تو چڑھاؤ ہوا اور جو سند عالی نہ ہوئی اور واسطے زیادہ ہوئے تو اُتار ہوا۔

وَمَا عَلِمْنَا أَحَدًا مِّنَ الْأَئِمَّةِ السَّلَفِ مِمَّنْ يَسْتَعْمِلُ الْأَخْبَارَ وَيَتَفَقَّدُ صِحَّةَ الْأَسَانِيْدِ وَسَقَمَهَا مِثْلَ أَيُّوْبَ السَّخْتِيَانِيِّ وَابْنِ عَوْنٍ وَمَالِكِ ابْنِ أَنَسٍ وَشُعْبَةَ ابْنِ الْحَجَّاجِ وَيَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ الْقَطَّانِ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ مَهْدِيٍّ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِّنْ أَهْلِ الْحَدِيْثِ فَتَّشُوْا عَنْ مَوْضِعِ السَّمَاعِ فِي الْأَسَانِيْدِ كَمَا ادَّعَاهُ الَّذِيْ وَصَفْنَا قَوْلَهُ مِنْ قَبْلُ وَإِنَّمَا كَانَ تَفَقُّدُ مَنْ تَفَقَّدَ مِنْهُمْ سَمَاعَ رُوَاةِ الْحَدِيْثِ مِمَّنْ رَّوٰى عَنْهُمْ إِذَا كَانَ الرَّاوِيْ مِمَّنْ عُرِفَ بِالتَّدْلِيْسِ فِي الْحَدِيْثِ وَشُهِرَ بِهِ فَحِيْنَئِذٍ يَّبْحَثُوْنَ عَنْ سَمَاعِهِ فِيْ رِوَايَتِهِ وَيَتَفَقَّدُوْنَ ذٰلِكَ مِنْهُ كَيْ تَنْزَاحَ عَنْهُمْ عِلَّةُ التَّدْلِيْسِ فَأَمَّا ابْتِغَاءُ ذٰلِكَ مِنْ غَيْرِ مُدَلِّسٍ عَلَى الْوَجْهِ الَّذِيْ زَعَمَ مَنْ حَكَيْنَا قَوْلَهُ فَمَا سَمِعْنَا ذٰلِكَ عَنْ أَحَدٍ مِّمَّنْ سَمَّيْنَا وَلَمْ نُسَمِّ مِنَ الْأَئِمَّةِ

ترجمہ۔ اور ہم نے سلف کے اماموں میں سے جو حدیث کو استعمال کرتے تھے اور اسناد کی صحت اور سقم کو دریافت کرتے تھے جیسے ایوب سختیانی اور ابن عون اور مالک بن انس اور شعبہ بن حجاج اور یحییٰ بن سعید قطان اور عبدالرحمٰن بن مہدی اور جو ان کے بعد ہیں کسی کو نہیں سُنا کہ وہ اسناد میں سماع کی تحقیق کرتے ہوں جیسے یہ شخص دعویٰ کرتا ہے جس کا قول اوپر ہم نے بیان کیا۔ البتہ جنہوں نے ان میں سے راویوں کے سماع کی تحقیقات کی ہے تو وہ ان راویوں کے جو مشہور ہیں تدلیس میں اس وقت بیشک ایسے راویوں کے سماع سے بحث کرتے ہیں اور اس کی دریافت کرتے ہیں تاکہ اُن سے تدلیس کا مرض دور ہو جائے لیکن سماع کی تحقیق اس راوی میں جو مدلس نہ ہو جس طرح اس شخص نے بیان کیا۔ تو یہ ہم نے کسی امام سے نہیں سنا ان اماموں میں سے جن کا ذکر ہم نے کیا اور جنکا نہیں کیا۔

فَمِنْ ذٰلِكَ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ يَزِيْدَ

ترجمہ۔ اس قسم کی روایت میں سے عبداللہ بن یزید

الْاَنْصَارِيِّ وَقَدْ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ رَوٰى عَنْ حُذَيْفَةَ وَعَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِيِّ وَعَنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا حَدِيْثًا يُسْنِدُهٗ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ فِيْ رِوَايَتِهٖ عَنْهُمَا ذِكْرُ السَّمَاعِ مِنْهُمَا وَلَا حَفِظْنَا فِيْ شَيْءٍ مِّنَ الرِّوَايَاتِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ يَزِيْدَ شَافَهَ حُذَيْفَةَ وَاَبَا مَسْعُوْدٍ بِحَدِيْثٍ قَطُّ وَلَا وَجَدْنَا ذِكْرَ رُؤْيَتِهٖ اِيَّاهُمَا فِيْ رِوَايَةٍ بِعَيْنِهَا وَلَمْ نَسْمَعْ عَنْ اَحَدٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِمَّنْ مَّضٰى وَلَا مِمَّنْ اَدْرَكْنَا اَنَّهٗ طَعَنَ فِيْ هٰذَيْنِ الْخَبَرَيْنِ اللَّذَيْنِ رَوَاهُمَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ عَنْ حُذَيْفَةَ وَاَبِيْ مَسْعُوْدٍ بِضُعْفٍ فِيْهِمَا بَلْ هُمَا وَمَا اَشْبَهَهُمَا عِنْدَ مَنْ لَّاقَيْنَا مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيْثِ مِنْ صِحَاحِ الْاَسَانِيْدِ وَقَوِيِّهَا يَرَوْنَ اسْتِعْمَالَ مَا نُقِلَ بِهَا وَالْاِحْتِجَاجَ بِمَا اَتَتْ مِنْ سُنَنٍ وَّاٰثَارٍ وَّهِيَ فِيْ زَعْمِ مَنْ حَكَيْنَا قَوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ وَاهِيَةٌ مُّهْمَلَةٌ حَتّٰى يُصِيْبَ سِمَاعَ الرَّاوِيْ عَمَّنْ رَّوٰى

انصاری کی روایت ہے (جو خود صحابی نہیں) انہوں نے دیکھا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور روایت کی ہر حذیفہ بن الیمان اور ابو مسعود (عقبہ بن عمرو انصاری بدری) سے ہر ایک سے ایک ایک حدیث کو جس کو انہوں نے مسند کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک، پر ان روایتوں میں اس بات کی تصریح نہیں کہ عبداللہ بن یزید نے سنا ان دونوں سے (یعنی حذیفہ اور ابو مسعود سے سُنا) اور نہ کسی روایت میں ہم نے یہ بات پائی کہ عبداللہ حذیفہ اور ابو مسعود سے روبرو ملے اور ان سے کوئی حدیث سنی اور نہ کہیں ہم نے پایا کہ عبداللہ نے ان دونوں کو دیکھا کسی خاص روایت میں (مگر چونکہ عبداللہ خود صحابی تھے اور ان کا سن اتنا تھا کہ ملاقات اُنکی حذیفہ رضؓ اور ابو مسعود رضؓ سے ممکن ہے اس لئے روایت عن کے ساتھ محمول ہے اتصال پر تو صرف امکان ملاقات کافی ہوا جیسے امام مسلم کا مذہب ہے اور کسی علم والے سے نہیں سنا گیا نہ اگلے لوگوں سے نہ ان سے جن سے ہم ملے ہیں کہ انہوں نے طعن کیا ہو ان دونوں حدیثوں میں جنکو عبداللہ نے روایت کیا حذیفہ اور ابی مسعود رضؓ سے کہ یہ ضعیف ہیں بلکہ یہ حدیثیں اور جو ان کے مشابہ ہیں صحیح حدیثوں میں سے ہیں اور قوی ہیں اُن اماموں کے نزدیک جن سے ہم ملے ہیں اور وہ ان کا استعمال جائز رکھتے ہیں اور ان سے حجت لیتے ہیں حالانکہ یہی حدیثیں اس شخص کے نزدیک جسکا قول اوپر ہم نے بیان کیا (جو ثبوت ملاقات شرط کرتا ہے) واہی ہیں اور بے کار ہیں جب تک سماع عبداللہ کا حذیفہ اور ابو مسعود سے متحقق نہ ہو۔

فائدہ - ابو مسعود سے انہوں نے نفقۃ الرجل علی اہلہ کی حدیث روایت کی ہے جسکو بخاری اور مسلم دونوں نے اپنی کتابوں میں نقل کیا اور حذیفہ سے وہ حدیث روایت کی ہے

أَخْبَرَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا هُوَ كَائِنٌ اخیر تک۔ جسکو مسلم نے نقل کیا ہے تو عبداللہ بن یزید صحابی ہیں انہوں نے روایت کیا حذیفہ اور ابو مسعود سے جو مشہور صحابی ہیں

وَلَوْ ذَهَبْنَا نُعَدِّدُ الْأَخْبَارَ الصِّحَاحَ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِمَّنْ يَهِنُ بِزَعْمِ هٰذَا الْقَائِلِ وَنُحْصِيهَا لَعَجَزْنَا عَنْ تَقَصِّي ذِكْرِهَا وَإِحْصَائِهَا كُلِّهَا وَلٰكِنَّا أَحْبَبْنَا أَنْ نَنْصِبَ مِنْهَا عَدَدًا يَكُونُ سِمَةً لِمَا سَكَتْنَا عَنْهُ مِنْهَا

ترجمہ۔ اور اگر ہم سب ایسی حدیثوں کو جو اہل علم کے نزدیک صحیح ہیں اور اس شخص کے نزدیک ضعیف ہیں بیان کریں تو ان کو ذکر کرتے کرتے ہم تھک جائینگے (اس قدر کثرت سے ہیں) لیکن ہم چاہتے ہیں کہ تھوڑی ان ہیں سی بیان کریں تاکہ باقی کے لئے وہ نمونہ ہوں۔

وَهٰذَا أَبُو عُثْمَانَ النَّهْدِيُّ وَأَبُو رَافِعٍ الصَّائِغُ وَهُمَا مِمَّنْ أَدْرَكَ الْجَاهِلِيَّةَ وَصَحِبَا أَصْحَابَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْبَدْرِيِّينَ هَلُمَّ جَرًّا وَنَقَلَا عَنْهُمُ الْأَخْبَارَ حَتّٰى نَزَلَا إِلٰى مِثْلِ أَبِي هُرَيْرَةَ وَابْنِ عُمَرَ وَذَوِيهِمَا قَدْ أَسْنَدَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثًا وَلَمْ يُسْمَعْ فِي رِوَايَةٍ بِعَيْنِهَا أَنَّهُمَا عَايَنَا أُبَيًّا أَوْ سَمِعَا مِنْهُ شَيْئًا

ترجمہ۔ ابو عثمان نہدی (عبدالرحمٰن بن مل جو ایک سو تیس [۱۳۰] برس کے ہوکر مرے) اور ابو رافع صائغ (نفیع مدنی) ان دونوں نے زمانہ جاہلیت کا پایا ہے (لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میسر نہ ہوئی ایسے لوگوں کو مخضرم کہتے ہیں) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے بڑے بدری صحابیوں سے ملے ہیں اور روایتیں کی ہیں۔ پھر اُن سے اُتر کر اور صحابہ سے یہاں تک کہ ابوہریرہ اور ابن عمر اور ان کے مانند صحابیوں سے ان میں سے ہر ایک نے ایک حدیث ابی بن کعب سے روایت کی ہے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حالانکہ کسی روایت سے یہ بات ثابت نہیں ہوئی کہ ان دونوں نے ابی بن کعب کو دیکھا یا ان سے کچھ کہا۔

وَأَسْنَدَ أَبُو عَمْرٍو الشَّيْبَانِيُّ وَهُوَ مِمَّنْ أَدْرَكَ الْجَاهِلِيَّةَ وَكَانَ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا وَأَبُو مَعْمَرٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَخْبَرَةَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَرَيْنِ وَأَسْنَدَ عُبَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

ترجمہ۔ اور ابو عمرو شیبانی (سعد بن ایاس) نے جس نے جاہلیت کا زمانہ پایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جوان مرد تھا اور ابو معمر عبداللہ بن سخبرہ نے ہر ایک نے ان میں سے دو دو حدیثیں ابو مسعود انصاری سے روایت کیں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور عبید بن عمیر نے ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث روایت کی انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ

وَسَلَّمَ حَدِيْثًا وَعُبَيْدٌ وُلِدَ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَسْنَدَ قَيْسُ بْنُ اَبِي
حَازِمٍ وَقَدْ اَدْرَكَ زَمَنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَبِي مَسْعُوْدٍ هُوَ الْاَنْصَارِيُّ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةَ اَخْبَارٍ
وَاَسْنَدَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ اَبِي لَيْلٰى وَقَدْ
حَفِظَ عَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ وَصَحِبَ عَلِيًّا
عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ حَدِيْثًا وَاَسْنَدَ رِبْعِيُّ بْنُ حِرَاشٍ عَنْ
عِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ حَدِيْثَيْنِ وَعَنْ اَبِي بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثًا وَقَدْ سَمِعَ رِبْعِيٌّ
مِنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ وَرَوٰى عَنْهُ وَاَسْنَدَ
نَافِعُ ابْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِي شُرَيْحٍ
الْخُزَاعِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حَدِيْثًا وَاَسْنَدَ النُّعْمَانُ ابْنُ اَبِي عَيَّاشٍ
عَنْ اَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ثَلٰثَةَ
اَحَادِيْثَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ
اَسْنَدَ عَطَاءُ بْنُ يَزِيْدَ اللَّيْثِيُّ عَنْ تَمِيْمٍ
الدَّارِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثًا
وَاَسْنَدَ سُلَيْمٰنُ بْنُ يَسَارٍ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ عَنِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثًا وَاَسْنَدَ حُمَيْدُ
بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِمْيَرِيُّ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَادِيْثَ

علیہ وآلہ وسلم سے اور عبید پیدا ہوئے تھے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور قیس بن
ابی حازم نے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کا زمانہ پایا ہے ابو مسعود انصاری سے
تین حدیثیں روایت کیں اور عبد الرحمٰن بن ابی
لیلیٰ نے جس نے حضرت عمر رض سے سنا ہے
اور حضرت علی رض کی صحبت میں رہا ایک حدیث
انس بن مالک سے روایت کی اور ربعی بن حراش
نے عمران حصین سے دو حدیثیں روایت کیں
انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور
ابو بکرہ سے ایک حدیث انہوں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ربعی نے حضرت علی رض
سے سُنا ہے اور ان سے روایت کی ہے اور
نافع بن جبیر بن مطعم نے ابو شریح خزاعی سے ایک
حدیث روایت کی۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم سے اور نعمان بن ابی عیاش نے
ابو سعید خدری سے تین حدیثیں روایت کیں انہوں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور عطا بن یزید
لیثی نے تمیم داری سے ایک حدیث روایت کی
انہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور
سلیمان بن یسار نے رافع بن خدیج سے ایک حدیث
روایت کی انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے
اور حمید بن عبد الرحمٰن حمیری نے ابو ہریرہ سے کئی حدیثیں
روایت کیں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔

فائدہ- ان سب حدیثوں کو نووی نے اپنی شرح میں نقل کیا ہے مگر اکثر حدیثیں ان میں
کی مسلم نے آگے نقل کی ہیں اس لئے بخوف طول ہم نے انکو یہاں نہیں لکھا اور غرض ان سب
راویوں کے ذکر کرنے سے یہ ہے کہ یہ سب راوی باعتبار سن اور عمر کے جن لوگوں سے روایت کی ہے
ان سے سن سکتے ہیں پر ان کا سننا اور ملاقات کرنا ثابت نہیں ہوا حالانکہ محدثین نے ان روایتوں کو قبول
کیا ہے اور انکو صحیح کہا ہے تو معلوم ہوا کہ صرف امکان سماع کافی ہے ثبوت سماع ضروری نہیں۔

فكل هؤلاء التابعين الذين نصبنا روايتهم عن الصحابة الذين سميناهم لم يحفظ عنهم سماع علمناه منهم في رواية بعينها ولا أنهم لقوهم في نفس خبر بعينه وهي أسانيد عند ذوي المعرفة بالأخبار والروايات من صحاح الأسانيد لا نعلمهم وهنوا منها شيئا قط ولا التمسوا فيها سماع بعضهم من بعض إذ السماع لكل واحد منهم ممكن من صاحبه غير مستنكر لكونهم جميعا كانوا في العصر الذي اتفقوا فيه وكان هذا القول الذي أحدثه القائل الذي حكيناه في توهين الحديث بالعلة التي وصف أدنى من أن يعرج عليه ويثار ذكره إذ كان قولا محدثا وكلاما خلفا لم يقله أحد من أهل العلم سلف ويستنكره من بعدهم خلف فلا حاجة بنا في رده بأكثر مما شرحنا إذ كان قدر المقالة وقائلها القدر الذي وصفناه والله المستعان على دفع ما خالف مذهب العلماء وعليه التكلان والحمد لله وحده وصلى الله على سيدنا محمد وآله وصحبه وسلم

ترجمہ۔ پھر یہ سب تابعین جنہوں نے صحابہ سے روایت کی ہے جن کا ذکر ہم نے اوپر کیا انکا سماع ان صحابہ سے کسی معین روایت میں معلوم نہیں ہوا، نہ ملاقات ہی کی ان صحابہ کے ساتھ کسی روایت سے ظاہر ہوئی۔ باوجود اس کے یہ سب روایتیں حدیث اور روایت کے پہچاننے والوں کے نزدیک (یعنی ائمہ حدیث کے نزدیک) صحیح السند ہیں اور ہم نہیں جانتے کہ کسی نے ان میں سے کسی روایت کو ضعیف کیا ہو یا اس میں سماع کی تلاش کی ہو اس لئے کہ سماع ممکن ہے۔ اسکا انکار نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ دونوں ایک زمانے میں موجود تھے اور یہ قول جس کو اس شخص نے نکالا ہے جس کا بیان اوپر ہم نے کیا حدیث کے ضعیف ہونے کے لئے اس علت کی وجہ سے جو مذکور ہوئی اس لائق بھی نہیں کہ اس طرف التفات کریں یا اس کا ذکر کریں اس لئے کہ یہ قول نیا نکالا ہوا ہے اور غلط اور فاسد ہے۔ کوئی اہل علم سلف میں سے اس کا قائل نہیں ہوا۔ اور جو لوگ سلف کے بعد گزرے انہوں نے اس کا انکار کیا تو اس سے اس کے رد کرنے کی حاجت نہیں۔ جب اس قول کی اور اس کے کہنے والے کی یہ وقعت ہے جیسے بیان ہوئی۔ اور اللہ مدد کرنے والا ہے اس بات کو رد کرنے کے لئے جو عالموں کے مذہب کے خلاف ہے اور اسی پر بھروسا ہے۔ تمام ہوا مقدمہ مسلم کا۔ اب شروع ہوتا ہے بیان ایمان کا جو اصل ہے تمام اعمال کا اور جس پر موقوف ہے نجات آخرت کے عذاب سے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الایمان ۔۔ ایمان کا بیان

فائدہ۔ خطابی نے کہا اکثر علماء کا مذہب یہ ہے ایمان اور اسلام ایک ہے اور زہری نے کہا اسلام زبان سے اقرار کرنا ہے اور ایمان اعمال صالحہ کو کہتے ہیں۔ اور صحیح یہ ہے اسلام عام ہے اور ایمان خاص تو ہر مومن مسلم ہے لیکن ہر مسلم کو مومن ہونا ضرور نہیں۔ ایمان کی اصل تصدیق ہے یعنی دل سے یقین کرنا اور اسلام کی اصل فرماں برداری ہے یعنی اطاعت کرنا تو کبھی آدمی ظاہر میں مطیع ہوتا ہے پر دل میں اس کے یقین نہیں ہوتا وہ مسلم ہے نہ مومن۔ پھر ایمان اصطلاح شرع میں یہ ہے کہ دل سے یقین کرے اور زبان سے اقرار کرے اور اعمال کو ہاتھ پاؤں سے ادا کرے اس لئے ایمان گھٹتا بڑھتا رہتا ہے اور یہی مذہب ہے اہل حدیث کا اور اس کی دلیل بہت سی آیتیں اور حدیثیں ہیں۔ اور مرجیہ کا قول یہ ہے کہ ایمان صرف قول کا نام ہے اور اعمال صالحہ ایمان میں داخل نہیں اسی لئے ایمان نہ گھٹتا ہے نہ بڑھتا ہے۔ اور حنفیہ بھی اس باب میں موافق ہوئے ہیں مرجیہ کے مگر فرق یہ ہے حنفیہ اعمال صالحہ کو عذاب سے بچنے کے لئے ضروری جانتے ہیں۔ اور مرجیہ کہتے ہیں اعمال کی ضرورت نہیں اور ایمان کے ساتھ کوئی گناہ ضرر نہیں کرتا۔ اور جو لوگ خلاف احادیث صحیحہ اور آیات قرآنیہ کے اس بات کے قائل ہوئے ہیں کہ ایمان میں زیادتی اور کمی نہیں ہوتی اس لئے کہ ایمان صرف تصدیق قلبی اور یقین کو کہتے ہیں۔ انہوں نے غور نہیں کیا اس لئے تصدیق اور یقین دونوں صفات نفسانی میں سے ہیں اور ہمیشہ صفات نفسانی جیسے رنج اور غصہ اور محبت اور عداوت میں زیادتی اور کمی ہوتی ہے۔ پس اسی طرح دلائل میں غور کرنے سے یقین میں بھی کمی اور بیشی ہوتی ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ کمی اور بیشی نہ ہونے سے یہ غرض ہے کہ کمیت میں کمی بیشی نہیں ہوتی لیکن کیفیت میں تو کمی اور بیشی ہونا ضروری ہے کیونکہ مقلد کا ایمان ہرگز محقق کے ایمان کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح ایمان ادنی عالی آدمی کا اور ایمان انبیاء اور اولیاء کا کیوں کر برابر ہو سکتا ہے۔ اب علماء نے اتفاق کیا ہے اس بات پر کہ مومن جس پر حکم کیا جاوے گا اہل قبلہ ہونے کا اور جو ہمیشہ جہنم میں نہ رہے گا وہ شخص ہے جو اپنے قلب سے یقین کرے دین اسلام کے حق ہونے پر اور اس میں شک نہ رکھے اور زبان سے اقرار کرے اللہ جل جلالہ کی توحید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا۔ اب اگر ایک بات کا اقرار کرے یعنی فقط توحید یا فقط رسالت کا تو وہ مومن نہ ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ اگر فقط توحید کا اقرار کرے تو وہ مسلم ہوگا اور اس سے کہا جائے گا رسالت کے اقرار کے لئے پھر

اگر وہ انکار کرے تو مرتد واجب القتل ہو گا۔ اسی طرح جو شخص اہل قبلہ میں سے ہو وہ کسی گناہ کی وجہ سے کافر نہ ہو گا۔ البتہ اگر اسلام کے کسی ضروری رکن کا انکار کرے اور عمل نہ کرے جس کا ثبوت بتواتر اور اتفاق ہے جیسے نماز یا روزے کی فرضیت کا یا خمر کی حرمت کا یا زنا کا یا ناحق قتل کی حرمت کا تو وہ کافر کہا جائے گا (نووی باختصار مع زیادۃ)

قَالَ الْاِمَامُ اَبُو الْحُسَيْنِ مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ رَحِمَهُ اللّٰهُ بِعَوْنِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ نَبْتَدِئُ وَاِيَّاهُ نَسْتَكْفِيْ وَمَا تَوْفِيْقُنَا اِلَّا بِاللّٰهِ جَلَّ جَلَالُهُ

ترجمہ۔ امام ابوالحسین مسلم بن الحجاج اس کتاب کے مؤلف فرماتے ہیں ہم شروع کرتے ہیں کتاب کو اللہ تعالیٰ کی مدد سے اور اسی کو کافی سمجھ کر اور نہیں ہے ہم کو توفیق دینے والا مگر اللہ تعالیٰ بڑا ہے جلال اس کا۔

فائدہ۔ اب یہاں سے کتاب مسلم کی شروع ہوتی ہے مگر ہم نے ترجمے میں اختصار کیواسطے حدیث کی اسناد کو نہیں لکھا کیونکہ اسناد سے وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو اہل علم اور اہل معرفت ہیں اور عامی آدمی کو صرف یہی کافی ہے کہ علماء حدیث جس حدیث کو صحیح کہتے ہیں اس پر عمل کرے۔ امام مسلم رح اسناد میں کہیں حدثنا اور اخبرنا کہتے ہیں اور کہیں حدثنی اور اخبرنی۔ اس سے امام مسلم کی کمال احتیاط حدیث کی روایت میں معلوم ہوتی ہے۔ حدثنی اور اخبرنی وہاں کہا جاتا ہے جہاں امام مسلم نے اکیلے کسی شیخ سے حدیث سنی یا اکیلے پڑھ کر سنائی اور حدثنا اور اخبرنا وہاں جہاں اور لوگوں کے ساتھ حدیث سنی یا پڑھ کر سنائی۔

عَنْ يَحْيَى ابْنِ يَعْمَرَ قَالَ كَانَ اَوَّلُ مَنْ قَالَ فِي الْقَدْرِ بِالْبَصْرَةِ مَعْبَدٌ الْجُهَنِيُّ فَانْطَلَقْتُ اَنَا وَحُمَيْدُ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِمْيَرِيُّ حَاجَّيْنِ اَوْ مُعْتَمِرَيْنِ فَقُلْنَا لَوْ لَقِيْنَا اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلْنَاهُ عَمَّا يَقُوْلُ هٰؤُلَاءِ فِي الْقَدْرِ فَوُفِّقَ لَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ دَاخِلًا الْمَسْجِدَ فَاكْتَنَفْتُهُ اَنَا وَصَاحِبِيْ اَحَدُنَا عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَالْاٰخَرُ عَنْ شِمَالِهٖ فَظَنَنْتُ اَنَّ صَاحِبِيْ سَيَكِلُ

ترجمہ۔ یحییٰ بن یعمر سے روایت ہے سب سے پہلے جس نے تقدیر میں گفتگو کی بصرے میں (جو ایک شہر ہے دہانہ خلیج فارس پر آباد کیا تھا اس کو عتبہ بن غزوان نے حضرت عمر کی خلافت میں۔ سمعانی نے کہا بصرہ قبہ ہے اہل اسلام کا اور خزانہ ہے عرب کا۔ اور درحقیقت بصرہ ایک شہر ہے جس سے تجارت اہل ہند اور فارس کے ساتھ بخوبی قائم ہو سکتی ہے اور شاید اسی مصلحت سے اس شہر کی بنا ہوئی ہوگی) وہ معبد جہنی تھا، تو میں اور حمید بن عبدالرحمٰن حمیری دونوں ملکر چلے حج یا عمرے کے لئے اور ہم نے کہا کاش ہم کو کوئی صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مل جائے جس سے ہم ذکر کریں اس بات کا جو یہ لوگ کہتے ہیں تقدیر میں، تو مل گئے ہم کو اتفاق سے عبداللہ بن عمر بن خطاب مسجد کو جاتے ہوئے۔ ہم نے ان کو بیچ میں کر لیا یعنی میں اور میرا ساتھی داہنے اور بائیں بازو ہو گئے۔ میں سمجھا کہ میرا ساتھی (حمید) مجھ کو بات کرنے دیگا (اس لئے کہ

الْكَلَامَ إِلَيَّ فَقُلْتُ يَا أَبَا عَبْدِ
الرَّحْمٰنِ إِنَّهُ قَدْ ظَهَرَ قِبَلَنَا
نَاسٌ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَ
يَتَقَفَّرُوْنَ الْعِلْمَ وَذَكَرَ
مِنْ شَأْنِهِمْ وَاَنَّهُمْ يَزْعُمُوْنَ
اَنْ لَا قَدَرَ وَاَنَّ الْاَمْرَ
اُنُفٌ فَقَالَ إِذَا لَقِيْتَ هٰؤُلَاءِ
فَاَخْبِرْهُمْ اَنِّيْ بَرِيْءٌ مِّنْهُمْ
وَاَنَّهُمْ بُرَآءُ مِنِّيْ وَالَّذِيْ
يَحْلِفُ بِهٖ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ
لَوْ اَنَّ لِاَحَدِهِمْ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا
فَاَنْفَقَهُ مَا قَبِلَ اللّٰهُ مِنْهُ
حَتّٰى يُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ ثُمَّ قَالَ
حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ
قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
ذَاتَ يَوْمٍ اِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا
رَجُلٌ شَدِيْدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ
شَدِيْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا يُرٰى
عَلَيْهِ اَثَرُ السَّفَرِ وَلَا يَعْرِفُهُ
مِنَّا اَحَدٌ حَتّٰى جَلَسَ اِلَى النَّبِيِّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْنَدَ
رُكْبَتَيْهِ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ وَوَضَعَ
كَفَّيْهِ عَلٰى فَخِذَيْهِ وَقَالَ يَا
مُحَمَّدُ اَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِسْلَامِ
فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ الْاِسْلَامُ اَنْ تَشْهَدَ اَنْ
لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا
رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَتُقِيْمَ الصَّلٰوةَ

میری گفتگو اچھی تھی تو میں نے کہا اے ابا عبدالرحمٰن (یہ
کنیت ہے ابن عمرؓ کی) ہمارے ملک میں کچھ ایسے لوگ
پیدا ہوئے ہیں جو قرآن کو پڑھتے ہیں اور علم کا شوق رکھتے
ہیں یا اس کی باریکیاں نکالتے ہیں۔ اور بیان کیا حال انکا
اور کہا کہ وہ کہتے ہیں کہ تقدیر کوئی چیز نہیں اور سب کام
ناگہاں ہو گئے ہیں۔ عبداللہ بن عمرؓ نے کہا تو جب
ایسے لوگوں سے ملے تو کہدے اُن سے میں بیزار ہوں
اور وہ مجھ سے۔ اور قسم ہے اللہ جل جلالہ کی کہ ایسے
لوگوں میں سے (جن کا ذکر تو نے کیا جو تقدیر کے قائل نہیں)
اگر کسی کے پاس اُحُد پہاڑ کے برابر سونا ہو پھر وہ اسکو
خرچ کرے خدا کی راہ میں تو خدا قبول نہ کریگا جب تک
تقدیر پر ایمان نہ لائے۔ پھر کہا کہ حدیث بیان کی مجھ سے
میرے باپ عمرؓ بن الخطاب نے کہ ایک روز ہم رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے۔ اتنے میں ایک شخص
آن پہنچا جس کے کپڑے نہایت سفید تھے اور بال نہایت
کالے تھے۔ یہ نہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ سفر سے آیا ہے اور
کوئی ہم میں سے اسکو پہچانتا نہ تھا وہ بیٹھ گیا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اور اپنے گھٹنے حضرتؐ
کے گھٹنوں سے ملا دیئے اور دونوں ہاتھ اپنی رانوں
پر رکھے (جیسے شاگرد استاد کے سامنے بیٹھتا ہے) پھر
بولا اے محمدؐ! بتلاؤ مجھ کو اسلام کیا ہے؟ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ تو گواہی دے
(یعنی زبان سے کہے اور دل سے یقین کرے) اس بات
کی کہ کوئی معبود سچا نہیں سوا خدا کے اور محمد (صلی اللہ
علیہ وسلم) اس کے بھیجے ہوئے ہیں اور قائم کرے
نماز کو ادا کرے زکوٰۃ کو اور روزے رکھے رمضان کے
اور حج کرے خانہ کعبہ کا اگر تجھ سے ہو سکے (یعنی راہ خرچ
ہو اور راستے میں خوف نہ ہو) وہ بولا سچ کہا تم نے
ہم کو تعجب ہوا کہ آپ ہی پوچھتا ہے پھر آپ ہی کہتا ہے کہ سچ کہا

وَتُؤْتِيَ الزَّكٰوةَ وَتَصُومَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا قَالَ صَدَقْتَ قَالَ فَعَجِبْنَا لَهُ يَسْئَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ قَالَ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰئِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ قَالَ صَدَقْتَ قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِحْسَانِ قَالَ أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنِ السَّاعَةِ قَالَ مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنْ أَمَارَاتِهَا قَالَ أَنْ تَلِدَ الْأَمَةُ رَبَّتَهَا وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبُنْيَانِ قَالَ ثُمَّ انْطَلَقَ. فَلَبِثْتُ مَلِيًّا ثُمَّ قَالَ لِي يَا عُمَرُ أَتَدْرِي مَنِ السَّائِلُ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّهُ جِبْرِيلُ أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ

(حالانکہ پوچھنے والا لاعلم ہوتا ہے اور سچ کہنے والا وہ ہوتا ہے جسکو علم ہو تو یہ دونوں کام ایک شخص کیوں کرے گا)، پھر وہ شخص بولا مجھ کو بتلاؤ ایمان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ تو یقین کرے (دل سے) اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر (کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پاک بندے ہیں اور اس کا حکم بجالاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو بڑی طاقت دی ہے) اور اس کے پیغمبروں پر (جن کو اس نے بھیجا خلق کو راہ بتلانے کے لئے) اور پچھلے دن پر (یعنی قیامت کے دن پر جس روز حساب کتاب ہوگا اور اچھے اور بُرے اعمال کی جانچ اور پڑتال ہوگی) اور یقین کرے تو تقدیر پر کہ بُرا اور اچھا سب خدا پاک کی طرف سے ہے (یعنی سب کا خالق وہی ہے) وہ شخص بولا سچ کہا تم نے۔ پھر اس شخص نے پوچھا مجھ کو بتلاؤ احسان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا احسان یہ ہے کہ تو خدا کی عبادت کرے اس طرح دل لگا کر جیسے تو اس کو دیکھ رہا ہے۔ اگر اتنا نہ ہو تو یہی سہی کہ وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے پھر وہ شخص بولا بتائیے مجھ کو قیامت کب ہوگی؟ آپ نے فرمایا اس کو جس سے پوچھتے ہو وہ خود پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔ وہ شخص بولا تو مجھے اسکی نشانیاں بتلائیے؟ آپ نے فرمایا ایک نشانی یہ ہے کہ لونڈی اپنی بی بی کو جنے گی۔ دوسری نشانی یہ ہے کہ تو دیکھے کا ننگوں کو جن کے پاؤں میں جوتا نہ تھا، تن کو کپڑا نہ تھا کنگال بڑی بڑی عمارتیں ٹھونک رہے ہیں۔ راوی نے کہا پھر وہ شخص چلا گیا۔ میں بڑی دیر تک ٹھیرا رہا۔ اس کے بعد آپ نے مجھ سے فرمایا اے عمر رض! تو جانتا ہے یہ پوچھنے والا کون تھا؟ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ جبرئیل تھے تم کو تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔

فائدہ۔ یعنی تقدیر کی نفی کی اور بدعت نکالی اور مخالفت کی اہل حق کی کیونکہ اہل حق تقدیر کو ثابت کرتے ہیں یعنی یوں کہتے ہیں کہ اللہ جل جلالہ نے ازل میں سب چیزوں کا اندازہ کر دیا تھا یعنی وہ

جانتا تھا کہ فلاں چیز فلاں وقت میں فلانی طرح پر واقع ہوگی پھر اسی کے موافق جیسے خدا کے علم میں تھا وہ چیز ظاہر ہوتی ہے اور قدریہ اس امر کا انکار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اللہ جل جلالہ نے انکا اندازہ نہیں کیا اس کو انکا علم تھا بلکہ جب وہ چیزیں واقع ہوئیں تو اس وقت خدا کو ان کا علم ہوا اور یہ ان کا جھوٹ ہے خدائے عز وجل پر۔ اس فرقہ کو قدریہ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ انکار کرتا ہے قدر کا۔ صاحب مقالات نے کہا کہ یہ فرقہ قدریہ کا تمام ہوگیا اور کوئی اہل قبلہ میں سے اس قول کا قائل نہ رہا اور اخیر زمانوں میں جو قدریہ کہلاتے ہیں وہ تقدیر الٰہی کو ثابت کرتے ہیں پر یہ کہتے ہیں کہ خیر اللہ کی طرف سے ہے اور شر شیطان اور بندے کی طرف سے ہے۔ اور معتزلہ کو بھی قدریہ کہتے ہیں کیونکہ وہ اس بات کے قائل ہوئے ہیں کہ بندہ بالکل قادر ہے اور وہ خود اپنے افعال کا خیر ہوں یا شر خالق ہے۔ اور رافضی بھی اس باب میں معتزلہ کے شریک ہوئے ہیں اور اہل حدیث یہ کہتے ہیں کہ خالق کوئی نہیں ہے سوائے خدا کے۔ خدا ہی تمام چیزوں کا خالق ہے یہاں تک کہ انسان کے افعال اور خیالات اور ارادت کا بھی۔ پر خدا نے بندے کو ایک قسم کا اختیار دیا ہے جس پر عذاب اور ثواب منحصر ہے، پر اس اختیار کو خلق نہیں کہتے۔ خود قرآن مجید میں یہ بات موجود ہے وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ۝ یعنی اللہ نے تم کو پیدا کیا اور تمہارے عملوں کو اور فرمایا هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ یعنی کوئی خالق نہیں سوا خدا کے۔ ابو محمد بن قتیبہ نے غریب الحدیث میں اور ابو المعالی امام الحرمین نے ارشاد میں یوں لکھا ہے کہ بعضے قدریہ کہتے ہیں ہم قدریہ نہیں ہیں بلکہ اہل سنت قدریہ ہیں کیونکہ وہ قدر اور قضا کو ثابت کرتے ہیں اور یہ محض دھوکا اور فریب ہے اس لئے کہ اہل حق تمام کاموں کو خدا کے سپرد کرتے ہیں اور قدر اور افعال کو خدا کی طرف نسبت کرتے ہیں اور یہ جاہلین اپنی طرف نسبت کرتے ہیں۔ اور جو شخص اپنی طرف نسبت کرے کسی چیز کی تو وہ اولیٰ ہے کہ نام رکھا جاوے اس چیز کے ساتھ بہ نسبت اس شخص کے جو اس چیز کو اپنے سے نفی کرے اور غیر کے لئے ثابت کرے۔ امام الحرمین نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قدریہ مجوس ہیں اس امت کے، تو مشابہت دی قدریہ کو مجوس کے ساتھ یعنی جیسے مجوس (فارسی لوگوں) نے دو خالق ثابت کئے ہیں ایک خیر کا اس کو یزدان کہتے ہیں اور ایک شر کا اس کو اہرمن کہتے ہیں۔ اسی طرح قدریوں نے بھی شر کا خالق بندے کو قرار دیا بلکہ وہ بدتر ہیں مجوس سے کیونکہ مجوس نے تو دو خالق نکالے اور انہوں نے ہزاروں لاکھوں کروڑوں خالق کر دیئے۔ نووی نے کہا یہ حدیث کہ قدریہ مجوس ہیں اس امت کے، روایت کیا اس کو ابو حازم نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ اور روایت کیا اسکو ابو داؤد نے اپنی سنن میں اور حاکم نے مستدرک میں اور کہا کہ صحیح ہے بخاری اور مسلم کی شرط پر اگر ابو حازم کا سماع ابن عمر سے ثابت ہو جاوے خطابی نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قدریہ کو مجوس اس لئے کہا کہ ان کا قول مشابہ ہے مجوس کے مذہب سے کیونکہ مجوس دو اصلوں کے قائل ہیں ایک نور یعنی روشنی دوسری ظلمت یعنی تاریکی

اور کہتے ہیں کہ خیر نور کا فعل ہے اور شر ظلمت کا تو وہ بت پرست اور مشرک ہوئے۔ اسی طرح قدریہ نسبت کرتے ہیں خیر کی اللہ کی طرف اور شر کی دوسرے کی طرف حالانکہ اللہ جل جلالہ خالق ہی خیر اور شر سب کا اور کوئی کام برا ہو یا بھلا بغیر اسکی مشیت اور ارادے کے نہیں ہوتا تو خیر اور شر دونوں باعتبار خلق کے منسوب ہیں اللہ کی طرف اور باعتبار کسب اور فاعلیت کے بندے کی طرف اور بعضے آدمی قضا اور قدر کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ بندہ بالکل مجبور ہے خدا کی قدر اور قضا کے سامنے اور اس کو کسی طرح کا اختیار نہیں۔ یہ فرقہ جبریہ کہلاتا ہے جو قدریہ کی طرح گمراہ ہے اور اہل سنت سے خارج ہے حالانکہ قضا و قدر کا یہ مطلب نہیں بلکہ قضا و قدر خدا تعالیٰ کا علم ہے کہ بندہ کیسے کام کریگا برے یا بھلے اور کب کریگا پر بندے کو اس کا علم نہیں۔ اسی واسطے وہ سب کام اپنے اختیار سے کرتا ہے اور اس کو ثواب یا عذاب ملتا ہے (نووی مع زیادۃ) سمعانی نے کتاب الانساب میں لکھا ہے کہ جہنی نسبت ہے جہینہ کی طرف جو ایک قبیلہ ہے قضاعہ میں سے اور اس کا نام زید بن لیث بن اسود بن اسلم بن الحاف بن قضاعہ تھا۔ کچھ لوگ اس میں کے کوفے میں اترے بلکہ ایک محلہ ہے کوفے میں جو منسوب ہے جہینہ کی طرف اور کچھ بصرے میں اور بصرے والوں میں تھا معبد بن خالد جہنی جو حسن بصری کا شاگرد تھا اور سب سے پہلے اس نے گفتگو کی تقدیر میں بصرے میں۔ پھر بصرے والے اسکی راہ چلنے لگے۔ حجاج بن یوسف نے اس کو قتل کیا باندھ کر۔ تقریب میں ہے کہ بعضوں نے کہا اس کے باپ کا نام عبداللہ بن عقیم ہے اور بعضوں نے کہا اس کا دادا عویمر تھا وہ سچا ہے لیکن بدعتی تھا۔ اس نے اول تقدیر میں گفتگو کی بصرے میں اور قتل کیا گیا ۸۰؁ھ میں۔ حدیث میں یہاں یتقفرون ہے بتقدیم قاف بر فا جس کے معنی یہ ہیں کہ طلب کرتے ہیں علم کو اور شوق رکھتے ہیں اس کا۔ اور بعضے نسخوں میں یتفقرون ہے بتقدیم فا بر قاف اس کے معنی یہ ہیں کہ باریکیاں نکالتے ہیں اور موشگافیاں کرتے ہیں اور بعضوں نے مسلم کے سوا یہ لفظ روایت کیا ہے یتقفون بحذف الراء یعنی پیروی کرتے ہیں علم کی۔ قاضی عیاض نے کہا بعضوں نے یتقعرون پڑھا تقعر سے یعنی گہری باتیں نکالتے ہیں اور ابویعلیٰ کی روایت میں یتفقہون ہے یعنی فقہ حاصل کرتے ہیں (نووی) یعنی ابتدائی ایکا ایک ہی بے سوچ سمجھے ہو گئے اللہ تعالیٰ کو پیشتر سے ان کا علم نہ تھا۔ نہ اس نے پہلے سے کوئی اندازہ کیا تھا بلکہ وقوع کے بعد خدا کا علم ہوا جیسے اوپر گذرا کہ یہ قول غلاۃ قدریہ کا ہے اور سب قدریہ کا نہیں اور قائل اس کا گمراہ اور جھوٹا ہے۔ خدا سب مسلمانوں کو اس اعتقاد سے بچائے یعنی علاقہ اسلام کا اس لئے کہ وہ سب کافر ہیں۔ قاضی عیاض نے کہا کہ مراد وہ قدریہ ہیں جو خدا کا علم مخلوق کے ساتھ نفی کرتے ہیں وہ تو بالاتفاق کافر ہیں اور یہ لوگ درحقیقت فلاسفہ ہیں جو کہتے ہیں خدا تعالیٰ کو جزئیات کا علم نہیں ہو سکتا۔ اگر ہو بھی تو ایک طرح کا اجمالی علم ہوگا نہ تفصیلی۔ بعضوں نے کہا کہ ابن عمرؓ کا یہ قول صاف دلالت کرتا ہے قدریہ کے کافر ہونے پر۔ اور احتمال ہے کہ مراد کفر سے ناشکری ہو لیکن آگے کی عبارت سے صاف ان کا کفر معلوم ہوتا ہے۔ اس ایک فقرے میں رسول اللہ صلے اللہ

تصوف کی تعریف

علیہ وسلم نے سارے تصوف اور سلوک کو بیان کر دیا۔ خلاصہ تصوف کا یہ ہے کہ بندے کو خدا سے محبت اور الفت پیدا ہو اور خدا کا خیال ہر وقت بندے کے دل میں رہے تو اعلیٰ درجہ اس کا یہ ہے کہ بندہ خدا کی ذات کے تصور میں ایسا غرق ہو جائے کہ سوا خدا کے کچھ نظر نہ آئے، گو ظاہری آنکھوں سے دنیا کی چیزیں دیکھے اور کانوں سے سنے، پر جب دل خدا سے لگا ہے تو آنکھ اور کان مُردے کی آنکھ اور کان کی طرح کھلے ہیں آنکھ دیکھتی ہے کان سنتا ہے مگر دھیان اور لَو مولیٰ کی ہے اس کو وحدۃ الشہود کہتے ہیں جو اعلیٰ درجہ کے فقیروں اور صوفیوں اور خدا کے پاک بندوں کو حاصل ہوتا ہے اور ایک مرتبہ اس سے ادنیٰ ہے جس کے حاصل کرنے کیلئے ہر مسلمان کو کوشش کرنا چاہیئے وہ یہ کہ خدا کو ہر وقت حاضر اور ناظر سمجھے اور یہ یقین کرے کہ خدا اس کے تمام حرکات اور سکنات یہاں تک کہ قلب کے خطرات اور خیالات کو بھی جانتا ہے۔ پھر اس کی عبادت کے وقت دوسری چیز میں دل لگانا اور بیہودہ وسوسوں کو راہ دینا شیطان کا کام ہے جس سے پناہ مانگنا چاہیئے۔ نووی نے کہا مقصود اس کلام سے یہ ہے کہ بندہ عبادت میں اخلاص کرے اور دل لگاوے یعنی عبادت بہت خضوع اور خشوع سے کرے۔ قاضی عیاض نے کہا کہ یہ حدیث الیسی جامع ہے کہ تمام شریعت کے علوم اس سے نکل سکتے ہیں یعنی قیامت کا کسی کو معلوم نہیں سوا خدا کے۔ نووی نے کہا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مفتی اور عالم سے جب کوئی ایسی بات پوچھی جائے جسکو وہ نہیں جانتا تو یوں کہنا چاہیئے کہ مجھ کو معلوم نہیں اور یہ کہنا اس کی ذلت اور نقصان کا باعث نہ ہوگا بلکہ دلیل ہے اس کے کمالِ علم اور ورع اور تقوے کی۔ بڑے بڑے اماموں نے جیسے ابو حنیفہؒ اور مالکؒ نے بہت سے مسائل میں سکوت کیا ہے اور یہ کہا ہے ہم کو معلوم نہیں۔ یہ ترجمہ ہے اَنْ تَلِدَ الْاَمَۃُ رَبَّتَھَا کا جیسے اس روایت میں ہے۔ اور ایک روایت میں رَبَّتَھَا کے بدلے رَبَّھَا ہے تذکیر کے ساتھ تو ترجمہ یہ ہوگا کہ جنے گی لونڈی اپنے میاں کو اور ایک روایت میں بَعْلَھَا ہے یعنی جنے گی لونڈی اپنے خاوند کو۔ اس فقرہ کے مطلب میں مختلف اقوال ہیں۔ بعضوں نے کہا مطلب یہ ہے کہ لونڈیاں بہت پکڑی جائیں گی اور ان کی اولاد بہت پھیلے گی۔ اور ظاہر ہے کہ لونڈی بھی شریعت کی رو سے ایک مال ہے اور باپ کا مال اس کے بعد بیٹے کا ہوتا ہے۔ اور بیٹا بیٹی اپنی ماں کے میاں بی بی اور مالک ہونگے۔ بعضوں نے کہا مراد یہ ہے کہ لونڈیاں بادشاہوں کی مائیں ہونگی کیونکہ اس زمانے کے بادشاہ موافق شریعت کے نکاح کے پابند نہ ہونگے بلکہ بہت سے نکاح ہی نہ کرینگے لونڈیاں اور خواصیں رکھینگے پھر ان ہی کے لڑکے اور لڑکیاں تخت پر بیٹھ کر بادشاہ بنیں گے اور اپنی ماں کو بھی اپنی رعیت میں شامل کریں گے بعضوں نے کہا غرض یہ ہے کہ لوگوں کا حال تباہ ہوگا اور ام ولد کو بیچنا شروع کر دیں گے آخر بکتے بکتے کبھی وہ اپنے بیٹے ہی کے ہاتھ آن کر بکے گی اور اس کو معلوم نہ ہوگا کہ میری ماں ہے اور یہ صورت سوا ام ولد کے اور لونڈیوں میں بھی ہو سکتی ہے مثلاً ایک لونڈی کا لڑکا سوا اس کے مالک کے

کسی اور سے ہو نکاح یا شبہ یا زنا سے پھر وہ لونڈی بکتے بکتے اس لڑکے کے ہاتھ میں جا پڑے اور وہ نہ پہچانے اور بعل کے معنی بھی مالک اور سید کے آئے ہیں جیسے اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا یعنی تم پکارتے ہو مالک کو۔ اور بعضوں نے کہا بعل سے مراد خاوند ہے یعنی خصم وہ کہتے ہیں لونڈیوں کی خرید و فروخت اس کثرت سے ہوگی کہ کبھی ایک شخص اپنی ماں سے نکاح کرلے گا اور اس کو معلوم نہ ہوگا۔ اور بعضوں نے کہا مراد یہ ہے کہ لوگ ماؤں کی عزت اور حرمت چھوڑ دیں گے اور ماں سے وہ سلوک کریں گے جو لونڈی سے کرتے ہیں۔ خدا اپنی پناہ میں رکھے اس زمانے میں بھی بہت سے لوگ ایسے نکلیں گے جو ماں باپ کا ادب نہیں کرتے اور ان کی اطاعت نہیں کرتے بلکہ لونڈی غلاموں کی طرح انکو گھرکتے جھڑکتے ہیں نووی نے کہا اس حدیث سے یہ بات نہیں نکلتی کہ ام ولد کی بیع ممنوع یا جائز ہے اور جن لوگوں نے استدلال کیا اس امر پر اس حدیث سے ان سے تعجب ہوتا ہے اس لئے کہ جو چیز قیامت کی نشانی ہو اسکا حرام یا مذموم ہونا ضروری نہیں کیونکہ اونچے اونچے مکان بنانا دولت بہت کمانا پچاس پچاس عورتیں رکھنا حرام نہیں حالانکہ وہ بھی قیامت کی نشانیاں ہیں یعنی دنیا کی حالت میں ایک بڑا انقلاب ہوگا کہ جو لوگ مفلس قلاش بھوکے تھے وہ امیر مالدار ہو جائیں گے اور جو امیر مالدار تھے وہ مفلس محتاج ہو جائیں گے اگرچہ ایسے انقلاب دنیا میں بڑی بڑی جنگوں سے کئی بار ہو چکے ہیں پر قیامت کے قریب وہ ساری دنیا میں ہوں گے اور اب تک جو ہوئے وہ دنیا کے ایک ایک حصے میں ہوئے جیسے دوسری روایت میں ہے کہ قیامت کے قریب کشت و خون بہت ہوگا اور فساد عالمگیر ہو جائیگا۔ بعضوں نے کہا کہ مراد ان ننگوں کنگالوں سے عرب کے لوگ ہیں اور یہ ایک پیشین گوئی تھی ان کیلئے کہ اسلام کو ترقی ہوگی اور عربوں کی شوکت بڑھے گی اور وہ محتاجی اور غربت سے نکل کر مالدار اور امیر بن جائیں گے۔ پھر ایسا ہی ہوا کہ آپ کی وفات کے تھوڑی مدت بعد ایران اور روم اور مصر فتح ہوئے اور عرب کے لوگ مالا مال ہو گئے۔ یہ ترجمہ ہے فَلَبِثْتُ مَلِيًّا کا اور بعضے نسخوں میں فَلَبِثَ مَلِيًّا یعنی بہت دیر تک چپ رہے۔ اور ابوداؤد اور ترمذی کی روایت میں ہے تین دن کے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے ملے لیکن یہ بظاہر مخالف ہے ابوہریرہ رضی کی روایت کے کہ وہ شخص پیٹھ موڑ کر چلا۔ آپ نے فرمایا اسکو بلاؤ۔ لوگ دوڑے تو وہاں کسی کو نہ پایا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ جبرئیل تھے اور ممکن ہے توفیق اس طور پر کہ حضرت عمر رضا اس وقت مجلس سے اٹھ کر چلے گئے ہوں تو آپ نے اور لوگوں سے اسی وقت کہا ہو اور حضرت عمر رضا سے تین دن کے بعد اس سے معلوم ہوا کہ ایمان اور اسلام اور احسان سب دین میں داخل ہے اور یہ حدیث علوم اور معارف کی بہت سی قسموں پر مشتمل ہے بلکہ وہ اصل ہے اسلام کی جیسے ہم نے قاضی عیاض سے نقل کیا اور کچھ فائدے اس کے اوپر مذکور ہوئے۔ ایک فائدہ اس کا یہ بھی ہے کہ جب اہل مجلس کو کسی بات کا علم نہ ہو تو ان کو معلوم کرانے کے لئے پوچھنا درست ہے تاکہ سب واقف ہو جاویں۔ دوسرا یہ ہے کہ عالم کو بہت نرمی کرنی چاہیے پوچھنے والے کو اچھی طرح سے جواب دینا چاہیئے کہ اس کی تشفی ہو جائے۔

بَابُ الْاِیْمَانِ مَا ھُوَ وَبَیَانِ خِصَالِہٖ

ایمان کی حقیقت اور اس کے خصال کا بیان

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا بَارِزًا لِّلنَّاسِ فَاَتَاہُ
رَجُلٌ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا الْاِیْمَانُ قَالَ
اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَ
لِقَآئِہٖ وَرُسُلِہٖ وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ الْاٰخِرِ
فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا الْاِسْلَامُ قَالَ
الْاِسْلَامُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکَ بِہٖ
شَیْئًا وَّتُقِیْمَ الصَّلٰوۃَ الْمَکْتُوْبَۃَ
وَتُؤَدِّیَ الزَّکٰوۃَ الْمَفْرُوْضَۃَ وَ
تَصُوْمَ رَمَضَانَ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
مَا الْاِحْسَانُ قَالَ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ
تَرَاہُ فَاِنَّکَ اِنْ لَّا تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ
قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَتَی السَّاعَۃُ
قَالَ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْھَا بِاَعْلَمَ
مِنَ السَّائِلِ وَلٰکِنْ سَاُحَدِّثُکَ
عَنْ اَشْرَاطِھَا اِذَا وَلَدَتِ الْاَمَۃُ
رَبَّھَا فَذَاکَ مِنْ اَشْرَاطِھَا وَ
اِذَا کَانَتِ الْعُرَاۃُ الْحُفَاۃُ رُءُوْسَ
النَّاسِ فَذَاکَ مِنْ اَشْرَاطِھَا وَ
اِذَا تَطَاوَلَ رِعَاءُ الْبَھْمِ فِی الْبُنْیَانِ
فَذَاکَ مِنْ اَشْرَاطِھَا فِیْ خَمْسٍ
لَا یَعْلَمُھُنَّ اِلَّا اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ
ثُمَّ تَلَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ
السَّاعَۃِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ
وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن لوگوں میں برآمد تھے اتنے میں ایک شخص آیا اور بولا یا رسول اللہ! ایمان کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ تو یقین کرے دل سے اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس سے ملنے پر اور اس کے پیغمبروں پر اور یقین کرے پچھلے جی اُٹھنے پر۔ پھر وہ شخص بولا یا رسول اللہ! اسلام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ تو اللہ جل جلالہ کو پوجے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے اور قائم کرے تو فرض نماز کو اور دیوے تو زکوٰۃ کو جس قدر فرض ہے اور روزے رکھے رمضان کے پھر وہ شخص بولا یا رسول اللہ! احسان کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا تو عبادت کرے اللہ کی جیسے تو اس کو دیکھ رہا ہے۔ اگر تو اس کو نہیں دیکھتا (یعنی اتنا استغراق نہ ہو اور یہ درجہ نہ ہو سکے) تو اتنا تو ہو کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ پھر وہ شخص بولا یا رسول اللہ! قیامت کب ہو گی؟ آپ نے فرمایا جس سے پوچھتے ہو قیامت کو وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا، لیکن اس کی نشانیاں میں تجھ سے بیان کرتا ہوں۔ جب لونڈی اپنے مالک کو جنے تو یہ قیامت کی نشانی ہے۔ اور جب ننگے بدن ننگے پاؤں پھرنے والے لوگ سردار بنیں تو قیامت کی نشانی ہے۔ اور جب بکریاں یا بھیڑیں چرانے والے بڑی بڑی حویلیاں بنا دیں تو یہ بھی قیامت کی نشانی ہے۔ قیامت ان پانچ چیزوں میں سے ہے جنکو کوئی نہیں جانتا سوا خدا کے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی اللہ ہی جانتا ہے قیامت کو اور

وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَّمَا تَدْرِیْ نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ۝ قَالَ ثُمَّ اَدْبَرَ الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رُدُّوْا عَلَیَّ الرَّجُلَ فَاَخَذُوْا لِیَرُدُّوْهُ فَلَمْ یَرَوْا شَیْئًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا جِبْرِیْلُ جَاءَ لِیُعَلِّمَ النَّاسَ دِیْنَهُمْ۔

اتارتا ہے پانی کو اور جانتا ہے جو کچھ ماں کے رحم میں ہے (یعنی نر یا مادہ) اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا۔ اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس ملک میں مرے گا۔ اللہ ہی جاننے والا اور خبردار ہے۔ راوی نے کہا پھر وہ شخص پیٹھ موڑ کر چلا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو پھیر لے آؤ۔ لوگ چلے اس کو لینے کو لیکن وہاں کچھ نہ پایا (یعنی اس شخص کا نشان بھی نہ ملا) تب آپ نے فرمایا یہ جبریلؑ تھے تم کو دین کی باتیں سکھلانے آئے تھے۔

فائدہ۔ خدا سے ملنا تو مرنے کے ساتھ ہی ہو جاتا ہے اور پچھلے جی اٹھنے سے مراد قیامت کا اٹھنا ہے۔ بعضوں نے کہا خدا سے ملنا حساب وکتاب کے بعد ہوگا لیکن ملنے سے خدا کا دیدار مراد نہیں کیونکہ وہ خاص خاص لوگوں کو ہوگا (نووی) یعنی خدا کے برابر کسی کو نہ سمجھے نہ قدرت میں نہ تصرف میں نہ عبادت میں نہ دعا میں بلکہ پوجے تو خدا ہی کو پوجے، مانگے تو خدا سے مانگے سوا خدا کے سب کو عاجز بندہ خیال کرے۔ اگرچہ بعضے بندوں کا اور غلاموں کا پروردگار نے بہت درجہ بلند کیا ہے اور انکو بہت کچھ سرفراز فرمایا ہے پر خدا کے سامنے وہ بندے اور غلام ہی ہیں البتہ بندوں میں انکو امتیاز ہے۔ یہ سب چیزیں عبادت میں داخل ہیں مگر چونکہ یہ چیزیں عبادت میں اعلیٰ درجے کی تھیں اس لئے انکو علیحدہ بیان کیا اور بعضوں نے کہا عبادت سے مراد معرفت الٰہی ہے اور اقرار ہے اس کی وحدانیت کا۔ نماز میں قید لگائی فرض کی اس لئے کہ مسلمان ہونے کیلئے صرف فرض کا ادا کرنا کافی ہے، سنن اور مستحبات کا ادا کرنا لازم نہیں۔ اسی طرح نفل صدقات کا دینا لازم نہیں اور قائم کرنے سے نماز کے یہ مراد ہے کہ ہمیشہ پابندی کے ساتھ اسکو پڑھے یا سب شرائط اور ارکان کے ساتھ اس کو پورا کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عرب اور ہند اور روم اور مصر اور ایران میں ایک طرح کی تہذیب اور شائستگی تھی اور یورپ یعنی فرنگستان کے لوگ بالکل وحشی جاہل گنوار جانوروں کی طرح تھے خصوصاً انگلینڈ کے لوگ اور روس کے لوگ تو انسانیت سے بہت تھوڑا حصہ رکھتے تھے اور جانوروں کی طرح جھاڑوں اور پہاڑوں میں رہتے تھے انہیں بادشاہت یا ملک داری کا سلیقہ بالکل نہ تھا۔ اب ہمارے زمانے میں چند روز سے انہی وحشی لوگوں نے وہ ترقی کی ہے کہ تمام دنیا کے حاکم اور سردار بن بیٹھے ہیں۔ پس شاید یہ بھی قیامت کی نشانی ہو اور یہی مراد ہو اس حدیث کی۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَلُوْنِیْ فَهَابُوْهُ اَنْ یَّسْاَلُوْهُ قَالَ فَجَاءَ رَجُلٌ فَجَلَسَ عِنْدَ رُكْبَتَیْهِ فَقَالَ

ترجمہ۔ ابوہریرہ رض سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پوچھو مجھ سے (دین کی باتیں جو ضروری ہیں البتہ بے ضرورت پوچھنا منع ہے۔) لوگوں نے خوف کیا پوچھنے میں (یعنی انپر رعب آپ کا چھا گیا)

يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا الْإِسْلَامُ قَالَ لَا تُشْرِكُ
بِاللّٰهِ شَيْئًا وَتُقِيمُ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِي الزَّكٰوةَ
وَتَصُومُ رَمَضَانَ قَالَ صَدَقْتَ قَالَ
يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا الْإِيمَانُ قَالَ أَنْ
تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ
وَكُتُبِهٖ وَلِقَآئِهٖ وَرُسُلِهٖ وَتُؤْمِنَ
بِالْبَعْثِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ كُلِّهٖ
قَالَ صَدَقْتَ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا
الْإِحْسَانُ قَالَ أَنْ تَخْشَى اللّٰهَ كَأَنَّكَ
تَرَاهُ فَإِنَّكَ إِنْ لَا تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهٗ
يَرَاكَ قَالَ صَدَقْتَ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ
مَتٰى تَقُومُ السَّاعَةُ قَالَ مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا
بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ وَسَأُحَدِّثُكَ عَنْ
أَشْرَاطِهَا إِذَا رَأَيْتَ الْمَرْأَةَ تَلِدُ رَبَّهَا
فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا وَإِذَا رَأَيْتَ الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ
الصُّمَّ الْبُكْمَ مُلُوكَ الْأَرْضِ فَذَاكَ مِنْ
أَشْرَاطِهَا وَإِذَا رَأَيْتَ رِعَاءَ الْبَهْمِ
يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبُنْيَانِ فَذَاكَ مِنْ
أَشْرَاطِهَا فِي خَمْسٍ مِنَ الْغَيْبِ
لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ قَرَأَ الْآيَةَ
إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ
الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي
نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي
نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِلَى آخِرِ السُّورَةِ
قَالَ ثُمَّ قَامَ الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُدُّوهُ عَلَيَّ فَالْتُمِسَ فَلَمْ
يَجِدُوهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
أَرَادَ أَنْ تَعَلَّمُوا إِذْ لَمْ تَسْأَلُوا

تو ایک شخص آیا اور آپ کے گھٹنوں کے پاس بیٹھا اور بولا
یارسول اللہ! اسلام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ کے ساتھ کسی کو
شریک نہ کرے اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دیوے اور رمضان
کے روزے رکھے۔ وہ بولا سچ کہا آپ نے۔ پھر اس نے کہا یارسول
اللہ! ایمان کیا ہے۔ آپ نے فرمایا یقین کرے تو اللہ پر اور اسکی
کتابوں پر اور اس سے ملنے پر اور اسکے پیغمبروں پر اور یقین
کرے تو جی اٹھنے پر مرنے کے بعد اور یقین کرے تو پوری تقدیر
پر۔ وہ بولا سچ کہا آپ نے۔ پھر بولا یارسول اللہ! احسان کیا
ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ سے ڈرے جیسے تو اسکو دیکھ رہا ہے
اگر تو اسکو نہیں دیکھتا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ وہ بولا سچ
کہا آپ نے۔ پھر بولا یارسول اللہ! قیامت کب ہوگی؟ آپ نے
فرمایا جس سے پوچھتا وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں
جانتا البتہ میں تجھ سے اسکی نشانیاں بیان کرتا ہوں جب تو
لونڈی کو دیکھے (یا عورت کو) وہ اپنے مالک اور میاں کو جنے
تو یہ قیامت کی نشانی ہے اور جب تو دیکھے ننگے پاؤں ننگے
بدن بہروں گونگوں (یعنی احمق اور نادانوں کو) وہ بادشاہ
ہیں ملک کے تو یہ قیامت کی نشانی ہے اور جب تو دیکھے
بکریاں چرانے والوں کو بڑی بڑی عمارتیں بنا رہے ہیں تو یہ
قیامت کی نشانی ہے۔ قیامت غیب کی پانچ باتوں میں سے
ہے جن کا علم کسی کو نہیں سوا خدا کے پھر آپ نے یہ آیت
پڑھی إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ اخیر تک یعنی اللہ کے پاس ہے
قیامت کا علم اور برساتا ہے پانی اور جانتا ہے جو ماں کے پیٹ میں ہے اور
کوئی نہیں جانتا کل کیا کریگا اور کوئی نہیں جانتا کس ملک میں مریگا پھر وہ
شخص کھڑا ہوا (اور چلا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
اسکو بلاؤ میرے پاس۔ لوگوں نے ڈھونڈا تو کہیں نہ پایا اس کو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ جبریل علیہ السلام تھے۔
انہوں نے چاہا تمکو علم ہو جاوے جب تم نے نہ پوچھا (یعنی تم نے سوال نہ کیا
رعب میں آگئے تو حضرت جبریل علیہ السلام آدمی کے بھیس میں بنکر
آئے اور ضروری باتیں پوچھ کر گئے تاکہ تم کو علم حاصل ہو جائے۔

بَابُ بَيَانِ الصَّلَوَاتِ الَّتِيْ هِيَ اَحَدُ اَرْكَانِ الْاِسْلَامِ

نمازوں کا بیان جو اسلام کا ایک رکن ہے

عَنْ طَلْحَةَ ابْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَهْلِ نَجْدٍ ثَائِرُ الرَّاْسِ يُسْمَعُ دَوِيُّ صَوْتِهٖ وَلَا يُفْقَهُ مَا يَقُوْلُ حَتّٰى دَنَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا هُوَ يَسْاَلُ عَنِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُنَّ فَقَالَ لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ وَصِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهٗ فَقَالَ لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ وَذَكَرَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّكٰوةَ فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا قَالَ لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ قَالَ فَاَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَا اَزِيْدُ عَلٰى هٰذَا وَلَا اَنْقُصُ مِنْهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْلَحَ اِنْ صَدَقَ

ترجمہ۔ طلحہ بن عبید اللہ سے روایت ہے نجد والوں (نجد عرب میں ایک ملک ہے) میں سے ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا جس کے بال پریشان تھے اس کی آواز کی گنگناہٹ سنی جاتی تھی لیکن سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کہتا ہے یہاں تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آیا تب معلوم ہوا کہ وہ اسلام کے بارے میں پوچھتا ہے۔ فرمایا دن رات میں پانچ نمازیں ہیں۔ وہ بولا ان کے سوا میرے اوپر اور کوئی نماز ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں مگر یہ کہ تو نفل پڑھنا چاہے۔ اور رمضان کے روزے ہیں۔ وہ بولا مجھ پر رمضان کے سوا اور کوئی روزہ ہے؟ آپ نے فرمایا مگر یہ کہ تو نفل روزہ رکھنا چاہے۔ پھر آپ نے اس سے زکوٰۃ کا بیان کیا۔ وہ بولا مجھ پر اس کے سوا اور کوئی چیز ہے فرمایا نہیں مگر یہ کہ تو نفل ثواب کیلئے صدقہ دینا چاہے راوی نے کہا پھر وہ شخص پیٹھ موڑ کر چلا اور کہتا جاتا تھا خدا کی قسم میں نہ ان سے زیادہ کروں گا نہ ان میں کمی کرونگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مراد پائی اس نے اگر سچا ہے۔

فائدہ۔ یعنی سوا ان پانچ نمازوں کے اور کوئی نماز فرض نہیں ہے بلکہ سنت ہے یا مستحب وتر کی نماز اور عید کی نماز اور گہن کی نماز یہ سب سنت ہیں اور جو کوئی انکو واجب کہتا ہے اس پر یہ حدیث حجت ہے۔ وہ کہتا ہے کہ شاید اس وقت تک وتر اور عید کی نماز واجب نہیں ہوئی ہوگی مگر یہ صرف احتمال ہے رمضان کے سوا کوئی روزہ فرض نہیں مگر یہ کہ تو نفل روزہ رکھنا چاہے اور قضا کا روزہ رمضان کا روزہ ہے اور ظہار وغیرہ کے کفاروں میں روزہ متعین نہیں اور چیزوں سے بھی کفارہ ادا ہو سکتا ہے بولا زکوٰۃ کے سوا مجھ پر اور کوئی چیز ہے؟ فرمایا نہیں مگر یہ کہ تو نفل ثواب کیلئے صدقہ دینا چاہے تو صدقہ فطر واجب نہ ہوا اور جو واجب کہتے ہیں وہ خیال کرتے ہیں کہ اس وقت تک واجب نہ ہوا ہوگا۔ اُس شخص کے واپس جاتے ہوئے یہ کہنے پر کہ خدا کی قسم میں نہ ان سے زیادہ کروں گا نہ ان میں

کمی کرونگا۔ آپ نے فرمایا مراد پائی اس نے اگر سچا ہے یعنی اگر بجالایا ان سب باتوں کو اور کمی نہ کی ان میں جیسے زبان سے کہتا ہے تو آخرت میں نجات پاویگا۔ اپنی مراد کو پہنچے گا اور جو زیادہ کیا ان سے تو اور بہتر ہے اس کیلئے۔ اس مقام پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ دین کے ارکان اور اعمال اور بھی ہیں پھر اس شخص نے یہ کیوں کہا ان سے زیادہ نہ کروں گا۔ جواب اسکا یہ ہے کہ بخاری کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو شریعت کی باتیں بتادیں اور وہ کہتا جاتا تھا قسم خدا کی جس قدر اللہ نے مجھ پر فرض کیا ہے میں اس میں کمی بیشی نہ کرونگا تو فرض میں اور دین کی باتوں میں سب ضروری ارکان اور اعمال آگئے اور نوافل اور سنن کا ادا کرنا نجات کے لئے ضروری نہیں گو ہمیشہ کے لئے سنتوں کا ترک کرنا بُرا ہے اور ایسے شخص کی گواہی مقبول نہیں ہوگی پر وہ گنہگار نہیں ہوسکتا اور نجات ضرور پائیگا۔ اور اس حدیث میں حج کا ذکر نہیں اور بعض روایتوں میں روزہ کا ذکر نہیں، کسی میں زکوٰۃ کا ذکر نہیں۔ قاضی عیاض نے کہا کہ یہ راویوں کا قصور ہے جیسا کسی کو یاد رہا ویسا اس نے بیان کیا۔ اور چونکہ زیادتی ثقہ کی مقبول ہے تو سارے اعمال اور ارکان جو سب روایتوں کے دیکھنے سے معلوم ہوئے ہیں ضروری ٹھیرے۔ بعض روایتوں میں ناتا ملانا یعنی عزیز داروں سے سلوک اور محبت کرنا اور مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ ادا کرنا بھی اسلام کے ارکان میں سے بیان کیا ہے اور احتمال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موقع اور محل دیکھ کر جو ارکان جس قوم کے لئے زیادہ ضروری ہوں وہی بیان کئے ہوں اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اور ارکان کو جنکی فرضیت ان کو معلوم ہو جائے خواہ پیشتر سے معلوم تھی بجا نہ لائیں واللہ اعلم۔

عَنْ طَلْحَةَ ابْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ نَحْوَ حَدِيْثِ مَالِكٍ غَيْرَ اَنَّهُ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْلَحَ وَاَبِيْهِ اِنْ صَدَقَ اَوْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَاَبِيْهِ اِنْ صَدَقَ

ترجمہ۔ طلحہ بن عبید اللہ سے دوسری روایت بھی ایسی ہی ہے جیسے اوپر گذری اتنا فرق ہے کہ جب اس شخص نے کہا قسم خدا کی میں اسمیں نہ کمی کرونگا نہ بیشی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نجات پائی اس نے قسم اسکے باپ کی اگر سچا ہے یا جنت میں جائے گا قسم اس کے باپ کی اگر سچا ہے۔

فائدہ۔ اس حدیث میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی اس کے باپ کی حالانکہ دوسری حدیث میں ہے جو شخص قسم کھانا چاہے تو اللہ تعالیٰ کی قسم کھائے اور ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ منع کرتا ہے تم کو باپ دادوں کی قسم کھانے سے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا بطریق عادت اور تکیہ کلام کے تھا کیونکہ عرب کے لوگ باتوں میں اس قسم کی قسم کھایا کرتے ہیں نہ بطور حلف کے جسمیں تعظیم کسی کے نام کی مقصود ہوتی ہے اور مشابہ کرنا اس کا اللہ جل جلالہ کے ساتھ یہی جواب صحیح ہے اور بعضوں نے کہا کہ یہ اس وقت ہوگا جب خدا کے سوا اور کسی کی قسم کھانا منع نہ تھا اور صحیح یہ ہے کہ قسم کھانا اللہ کے سوا اور کسی کی اس لئے منع ہوئی ہے کہ خدا کے ساتھ کسی اور کو برابر نہ کیا جائے یعنی جیسے خدا کے نام کی عظمت اور بڑائی دل میں ہے ویسی

کسی اور کی نہ ہو نہ کسی اور کے نام کی قسم کو پورا کرنا ایسا لازم اور ضروری سمجھا جاوے جیسے خدا کے نام کی قسم کو پھر اگر کسی اور کو ایسا بڑا اور بزرگ سمجھ کر جیسے خدا کو سمجھتا ہے اس کی قسم کھائے تو وہ شخص مشرک ہو جائیگا اور جو ایسا نہ سمجھے صرف بطور تکیہ کلام یا عادت کے بطور لغو کسی کی قسم کھائے تو وہ مشرک نہیں ہے مگر چونکہ مشابہ ہے مشرکوں کے افعال کے اس لیئے اس سے بھی پرہیز کرنا بہتر ہے اور یہی مقصد ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو آپ نے فرمایا جو قسم کھائے کسی اور کی سوائے خدا کے اسنے شرک کیا

بَابُ السُّؤَالِ عَنْ اَرْكَانِ الْاِسْلَامِ

اسلام کے ارکان کو پوچھنے کا بیان

عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ نُهِيْنَا اَنْ نَسْاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ فَكَانَ يُعْجِبُنَا اَنْ يَجِيْءَ الرَّجُلُ مِنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ الْعَاقِلُ فَيَسْاَلُهُ وَنَحْنُ نَسْمَعُ فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اَتَانَا رَسُوْلُكَ فَزَعَمَ لَنَا اَنَّكَ تَزْعُمُ اَنَّ اللّٰهَ اَرْسَلَكَ قَالَ صَدَقَ قَالَ فَمَنْ خَلَقَ السَّمَاءَ قَالَ اللّٰهُ قَالَ فَمَنْ خَلَقَ الْاَرْضَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى قَالَ فَمَنْ نَصَبَ هٰذِهِ الْجِبَالَ وَجَعَلَ فِيْهَا مَا جَعَلَ قَالَ اللّٰهُ قَالَ فَبِالَّذِيْ خَلَقَ السَّمَاءَ وَخَلَقَ الْاَرْضَ وَنَصَبَ هٰذِهِ الْجِبَالَ آللّٰهُ اَرْسَلَكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَزَعَمَ رَسُوْلُكَ اَنَّ عَلَيْنَا خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِيْ يَوْمِنَا وَلَيْلَتِنَا قَالَ صَدَقَ قَالَ فَبِالَّذِيْ اَرْسَلَكَ آللّٰهُ اَمَرَكَ بِهٰذَا قَالَ نَعَمْ قَالَ وَزَعَمَ رَسُوْلُكَ اَنَّ عَلَيْنَا زَكٰوةً فِيْ اَمْوَالِنَا قَالَ

ترجمہ۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہم کو ممانعت ہوئی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ پوچھنے کی تو ہم کو اچھا معلوم ہوتا کہ جنگل کے رہنے والوں میں سے کوئی شخص آئے مگر سمجھ دار ہو۔ آپ سے پوچھے اور ہم سنیں تو جنگل کے رہنے والوں میں سے ایک شخص آیا اور کہنے لگا اے محمد! آپ کا ایلچی ہمارے پاس آیا اور کہنے لگا آپ کہتے ہیں کہ اللہ نے آپ کو بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا اس ایلچی نے سچ کہا۔ وہ شخص بولا تو آسمان کس نے پیدا کیا؟ آپ نے فرمایا اللہ نے۔ پھر اس نے کہا زمین کس نے پیدا کی؟ فرمایا اللہ نے۔ پھر اس نے کہا پہاڑوں کو کس نے کھڑا کیا اور اُن میں جو چیزیں ہیں وہ کس نے پیدا کیں؟ آپ نے فرمایا اللہ نے۔ تب اس شخص نے کہا قسم ہے اس کی جس نے آسمان کو پیدا کیا اور زمین بنائی اور پہاڑوں کو کھڑا کیا کیا اللہ تعالیٰ نے سچ مچ آپ کو بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں پھر وہ شخص بولا آپ کے ایلچی نے ہم سے کہا کہ ہم پر پانچ نمازیں فرض ہیں ہر دن اور رات میں۔ آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا۔ وہ شخص بولا قسم ہے اس کی جس نے آپ کو بھیجا کیا اللہ نے آپ کو ان نمازوں کا حکم کیا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر وہ شخص بولا آپ کے ایلچی نے کہا کہ ہم پر ہمارے مالوں کی زکوٰۃ ہے؟

صَدَقَ قَالَ فَبِالَّذِي أَرْسَلَكَ آللّٰهُ أَمَرَكَ بِهٰذَا قَالَ نَعَمْ قَالَ وَزَعَمَ رَسُولُكَ أَنَّ عَلَيْنَا صَوْمَ شَهْرِ رَمَضَانَ فِي سَنَتِنَا قَالَ صَدَقَ قَالَ فَبِالَّذِي أَرْسَلَكَ آللّٰهُ أَمَرَكَ بِهٰذَا قَالَ نَعَمْ قَالَ وَزَعَمَ رَسُولُكَ أَنَّ عَلَيْنَا حَجَّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا قَالَ صَدَقَ قَالَ ثُمَّ وَلّٰى قَالَ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَزِيدُ عَلَيْهِنَّ وَلَا أَنْقُصُ مِنْهُنَّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَئِنْ صَدَقَ لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ

آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا۔ وہ شخص بولا قسم اس کی جس نے آپ کو بھیجا کیا اللہ نے آپ کو ز کوٰۃ کا حکم کیا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر وہ شخص بولا آپ کے ایلچی نے کہا ہم پر رمضان کے روزے فرض ہیں ہر سال۔ آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا۔ وہ شخص بولا قسم اس کی جس نے آپ کو بھیجا کیا اللہ نے آپ کو ان روزوں کا حکم کیا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر وہ شخص بولا آپ کے ایلچی نے کہا کہ ہم پر بیت اللہ کا حج فرض ہے جو کوئی راہ چلنے کی طاقت رکھے (یعنی خرچ راہ اور سواری ہو اور راستہ میں امن ہو) آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا۔ یہ سُنکر وہ شخص پیٹھ موڑ کر چلا اور کہنے لگا قسم ہے اس کی جس نے آپ کو سچا پیغمبر کرکے بھیجا میں نہ ان باتوں سے زیادہ کروں گا نہ کم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر سچا ہے یہ تو جنت میں جائے گا۔

فائدہ۔ اللہ جل جلالہ نے فرمایا یَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ اخیر تک یعنی اے ایمان والو! مت پوچھو بہت چیزیں اگر تم پہ کھلیں تو تم کو بری لگیں اور اگر پوچھو گے جس وقت قرآن اُترتا ہے تو کھول دی جائیں گی۔ اللہ نے ان سے درگذر کی ہے اور اللہ بخشتا ہے تحمل والا ویسی باتیں پوچھ چکے ہیں کچھ لوگ تم سے پہلے پھر پوچھ کر دوسرے دن منکر گئے ہیں یعنی آپ سے نہ پوچھو کہ یہ چیز روا ہے یا نہیں۔ پس یہ کام کریں یا نہ کریں بلکہ جو فرمایا اس پر عمل کرو۔ جو نہ فرمایا اس کو معاف جانو تاکہ دین آسان رہے۔ اور جو ہر بات کا جواب کہے تو دین تنگ ہو جاوے گا پھر عمل نہ کرسکو گے جیسے اگلے لوگ نہ کرسکے۔ پھر کفر کی رسمیں بتائیں کہ پوچھنے کی حاجت نہیں۔ جو اللہ نے نہ فرمایا وہ بے اصل ہے اور اسی طرح بے فائدہ باتیں پوچھنی کسی نے پوچھا میرا باپ کون تھا یا میری عورت گھر میں کس طرح ہے۔ اگر پیغمبر ہر بات کا جواب دے تو شاید بُرا جواب آوے اور پشیمانی حاصل ہو (موضح القرآن) تفسیر[1] فتح البیان فی مقاصد القرآن میں امام عالی جاہ مولانا سید محمد صدیق حسن خان بہادر لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کثرت سوال سے منع کیا اس لئے کہ کبھی بے حاجت سوال کرنے سے ایک امر جو واجب نہ تھا واجب ہو جاتا ہے اور بخاری اور مسلم نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا ایسا کہ کبھی کسی نے ایسا خطبہ نہ سنا تھا۔ ایک شخص بولا میرا باپ کون تھا اس وقت یہ آیت اتری بخاری نے

[1] یہ تفسیر اس پتہ سے ملے گی: مکتبہ شعیب برنس روڈ کراچی ۱ - فون نمبر ۳۶۰۸۹

ابن عباسؓ سے بھی ایسا ہی روایت کیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ پوچھنے والا عبداللہ بن حذافہ تھا۔ اس نے پوچھا میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے۔ ابن حبان نے ابوہریرہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے۔ ایک شخص کھڑا ہوا اور بولا کیا ہر سال یا رسول اللہ! آپ چپ رہے۔ اس نے تین بار یہی پوچھا۔ جب آپ نے فرمایا اگر میں ہاں کہتا تو حج ہر سال فرض ہو جاتا پھر تم اسکو ادا نہ کر سکتے۔ جو بات میں بیان نہ کروں تم بھی اس کو چھوڑ دو یعنی نہ پوچھو اس لئے کہ تم سے پہلے جو لوگ تھے وہ تباہ ہوئے اسی بہت پوچھنے کی وجہ سے اور اختلاف کرنے سے اپنے پیغمبروں پر۔ جب میں تم کو کسی بات سے منع کروں تو اس سے بچو اور جب کسی بات کا حکم کروں تو اسکو بجالاؤ جہاں تک تم سے ہو سکے۔ اور یہ آیت اسی باب میں اُتری۔ بخاری اور مسلم نے سعد بن ابی وقاص سے روایت کیا کہ لوگ ایک چیز کو پوچھتے جو حلال ہوتی پھر پوچھتے پھر پوچھتے یہاں تک کہ وہ شے حرام ہو جاتی۔ جب حرام ہو جاتی تو اس کو کرنے لگتے۔ ابن منذر نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بڑا گناہ اس مسلمان پر ہے جس نے پوچھا ایک شے کو اور وہ حرام نہ تھی پھر اس کے پوچھنے سے حرام ہوئی۔ اور ابن جریر اور ابن منذر اور حاکم نے ابو ثعلبہ خشنیؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے حدیں باندھ دی ہیں پھر اس سے آگے مت بڑھو اور فرض بتلا دیئے ہیں ان کو ادا کرو اور حرام کر دیا ہے جن چیزوں کو ان کو مت کرو۔ اور جن باتوں کو نہیں بیان کیا انکو وہ بھولا نہیں بلکہ رحمت ہے اسکی تمہارے اوپر تو چپ ہو رہو اور ان کی بحث مت کرو انتہیٰ۔ اگرچہ یہ ممانعت بے فائدہ سوال کرنے سے اور بیکار چیزوں کے پوچھنے سے تھی۔ اور یہ مطلب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ تھا کہ لوگ ایمان کی باتیں یا ضروری کام دین کے نہ پوچھیں کیونکہ ان باتوں کے بتلانے کیلئے تو خود حضرتؐ بھیجے گئے تھے پر صحابہ کرام رضؓ ڈر کر بعض وقت پوچھنے کی بات کو بھی نہ پوچھتے اور منتظر رہتے کہ کوئی نیا ناواقف شخص آئے اور وہ پوچھے تو ہم بھی سن لیں اور سمجھ لیں۔

پہلے اس شخص نے خدا کی بابت دریافت کیا پھر رسالت کی تصدیق کی بعد اسکے اعمال کو دریافت کیا۔ یہ ترتیب نہایت عمدہ ہے اور یہ ایک کافی قرینہ ہے اس بات کا کہ وہ پوچھنے والا اگرچہ جنگلی تھا پر عاقل اور سمجھدار تھا۔ ابن الصلاح نے کہا کہ اس حدیث میں دلیل ہے ان لوگوں کیلئے جو مقلدین عوام کا ایمان درست جانتے ہیں اس لئے کہ عوام کو بھی یقین حاصل ہوتا ہے اور شک اور تزلزل نہیں رہتا برخلاف معتزلہ کے کہ وہ مقلد کے ایمان کو صحیح نہیں سمجھتے اور یہ حدیث حجت ہے انپر کیونکہ آپ نے انکے ایمان کو جائز رکھا اور یہ نہیں کہا کہ تجھ کو ان باتوں پر یقین کرنے کیلئے دلیل اور معجزہ کا دیکھنا ضروری ہے۔ معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ گو مقلد کا اعتقاد مضبوط ہوتا ہے پر اس کی مضبوطی پر بھروسہ نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اس نے بغیر دلیل کے ایک آدمی کی بات کو مان لیا ہے

پھر اگر کوئی دوسرا اس میں شک ڈالدے تو اس کا اعتقاد پلٹ سکتا ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ جبتک اسکو شک پیدا نہ ہو اس وقت تک تو اسکا ایمان صحیح ہے کیونکہ وہ برابر ہے محقق کے ایمان کے جس نے دلائل میں غور کر کے حاصل کیا ہے۔ اب مقلب القلوب خدائے عزوجل ہے وہ چاہے تو ایمان پر ثابت رکھے چاہے تو ڈگمگا دے۔ بڑے بڑے محقق وسوسوں میں پڑ کر گمراہ ہو گئے ہیں اور مقلد کامیاب ہو گئے ہیں۔ اگرچہ اسمیں کچھ شک نہیں کہ اعلیٰ درجہ تحقیق کا ہے اور جہاں تک تحقیق ممکن ہو تقلید کی راہ چلنا بہتر نہیں۔ تقلید میں کچھ حلاوت اور ذائقہ ہے پر اس مزے کو وہی سمجھتے ہیں جو محقق ہیں۔

امام نووی نے کہا اس حدیث سے یہ بات نکلتی ہے کہ ایک شخص کی خبر معتبر ہے اور اسپر عمل کرنا چاہیے جب تو آپ نے دین کی باتیں بتلانے کیلئے ایک ایلچی روانہ کیا اور یہ شخص جو آیا تھا اسکا نام ضمام بن ثعلبہ تھا۔ قاضی عیاض نے کہا ظاہر یہ ہے کہ یہ شخص مسلمان ہو کر آیا تھا مگر اسلام کی باتوں کو اچھی طرح تحقیق کرنے کیلئے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خود پوچھ لیا۔ حاکم ابو عبداللہ نے کتاب المعرفہ میں کہا کہ یہ حدیث دلیل ہے اس بات کی کہ علو اسناد طلب کرنا جائز ہے کیونکہ اس شخص نے پہلے تمام باتیں دین کی ایلچی کے واسطے سے سنی تھیں۔ پھر یہ واسطہ نکال کر خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے کو آیا۔

بَابُ بَيَانِ الْإِيْمَانِ الَّذِيْ يُدْخَلُ بِهِ الْجَنَّةَ وَاَنَّ مَنْ تَمَسَّكَ بِمَا اُمِرَ بِهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ

بیان اس ایمان کا جس سے آدمی جنت میں جائیگا اور بیان اس بات کا کہ حکم بجالانیوالا جنت میں جائیگا

عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ اَنَّ اَعْرَابِیًّا عَرَضَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِیْ سَفَرٍ فَاَخَذَ بِخِطَامِ نَاقَتِهٖ اَوْ بِزِمَامِهَا ثُمَّ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوْ یَا مُحَمَّدُ اَخْبِرْنِیْ بِمَا یُقَرِّبُنِیْ مِنَ الْجَنَّةِ وَمَا یُبَاعِدُنِیْ مِنَ النَّارِ قَالَ فَکَفَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ نَظَرَ فِیْ اَصْحَابِهٖ ثُمَّ قَالَ لَقَدْ وُفِّقَ اَوْ لَقَدْ هُدِیَ قَالَ کَیْفَ قُلْتَ قَالَ فَاَعَادَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهٖ شَیْئًا وَّتُقِیْمُ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِی الزَّکٰوةَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ دَعِ النَّاقَةَ

ترجمہ۔ ابی ایوب خالد بن زید انصاری سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں جا رہے تھے اتنے میں ایک جنگلی شخص آیا اور آگے آ کر آپکی اونٹنی کی رسی یا نکیل پکڑ کر کہا یا رسول اللہ یا یوں کہا یا محمدؐ مجھے وہ چیز بتلائیے جو مجھے جنت سے نزدیک اور جہنم سے دور کرے۔ آپ یہ سنکر رک گئے اور اپنے اصحاب کی طرف دیکھا پھر فرمایا اس کو توفیق دی گئی یا ہدایت کی گئی (یعنی خدا نے اس کی مدد کی اور اس بات کے پوچھنے کی طاقت دی۔ توفیق کہتے ہیں نیک بات کی قدرت دینے کو اور خذلان بری بات کی قدرت دینے کو) آپ نے (اس جنگلی سے) فرمایا تو نے کیا کہا۔ اس نے پھر وہی کہا۔ (یعنی مجھ کو وہ بات بتلائیے جو جنت سے نزدیک کرے اور جہنم سے دور)، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کو پوج اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر اور ادا کر نماز اور دے زکوٰۃ اور ناتے کو ملا (یعنی عزیزوں رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کر اگر وہ برائی کریں یا ملاقات ترک کریں تو تو نیکی کر اور ان سے ملتا رہ) چھوڑ دے اونٹنی کو (کیونکہ اب تیرا کام ہو گیا۔)

فائدہ - اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اگر چلتے چلتے بھی کوئی شخص دین کی بات پوچھے تو ٹھیرنا چاہیئے اور اس کو بتلانا چاہیئے اور دین کی بات بتلانے میں علم ہوتے ہوئے سستی کرنا بڑی بات ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو کوئی چپ ہو رہے حق کی بات سے وہ گونگا شیطان ہے۔

عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دُلَّنِیْ عَلٰی عَمَلٍ اَعْمَلُہٗ یُدْنِیْنِیْ مِنَ الْجَنَّۃِ وَیُبَاعِدُنِیْ مِنَ النَّارِ قَالَ تَعْبُدُ اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا وَتُقِیْمُ الصَّلٰوۃَ وَتُؤْتِی الزَّکٰوۃَ وَتَصِلُ ذَا رَحِمِکَ فَلَمَّا اَدْبَرَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنْ تَمَسَّکَ بِمَا اُمِرَ بِہٖ دَخَلَ الْجَنَّۃَ وَفِیْ رِوَایَۃِ ابْنِ اَبِیْ شَیْبَۃَ اِنْ تَمَسَّکَ بِہٖ

ترجمہ - ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہنے لگا مجھے کوئی ایسا کام بتلائیے جو مجھے جنت سے قریب اور جہنم سے دور کر دیوے۔ آپ نے فرمایا وہ کام یہ ہے کہ تو اللہ کو پوجے اور کسی کو اسکا شریک نہ کرے اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور ناتے کو ملاوے۔ جب وہ پیٹھ پھیر کر چلا تو آپ نے فرمایا اگر یہ ان باتوں پر چلا جن کا حکم کیا گیا یا میں نے جن کا حکم کیا تو جنت میں جائے گا۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ اَعْرَابِیًّا جَاءَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ دُلَّنِیْ عَلٰی عَمَلٍ اِذَا عَمِلْتُہٗ دَخَلْتُ الْجَنَّۃَ قَالَ تَعْبُدُ اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا وَتُقِیْمُ الصَّلٰوۃَ الْمَکْتُوْبَۃَ وَتُؤَدِّی الزَّکٰوۃَ الْمَفْرُوْضَۃَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا اَزِیْدُ عَلٰی ھٰذَا شَیْئًا اَبَدًا وَلَا اَنْقُصُ مِنْہُ فَلَمَّا وَلّٰی قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی رَجُلٍ مِّنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی ھٰذَا

ترجمہ - ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک گنوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہنے لگا یا رسول اللہ مجھ کو بتلائیے کوئی ایسا کام جس کے کرنے سے میں جنت میں چلا جاؤں۔ آپ نے فرمایا وہ کام یہ ہے کہ پوجے تو اللہ کو اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے اور قائم کرے تو نماز کو اور دیوے زکوٰۃ جو فرض ہے اور رمضان کے روزے رکھے۔ وہ شخص بولا قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نہ اس سے زیادہ کرونگا نہ اس سے کم۔ تب وہ پیٹھ پھیر کر چلا۔ آپ نے فرمایا جو خوش ہو اس بات سے کہ وہ جنتی کو دیکھے تو اسکو دیکھے۔

فائدہ شاید اللہ جل جلالہ نے آپ کو آگاہ کر دیا ہوگا کہ یہ شخص ضرور جنت میں جائیگا کیونکہ یہ ان کاموں کو بجا لائیگا اور ہمیشہ کریگا یہاں تک کہ اس کا خاتمہ بالخیر ہوگا۔

بَابُ مَنْ قَامَ عَلَی الْاِیْمَانِ وَالشَّرَائِعِ دَخَلَ الْجَنَّۃَ

ایمان اور شریعت کا پابند جنت میں جائے گا۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ النُّعْمَانُ بْنُ قَوْقَلٍ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

ترجمہ - جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نعمان بن قوقلؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور

أَرَأَيْتَ إِذَا صَلَّيْتُ الْمَكْتُوبَةَ وَحَرَّمْتُ الْحَرَامَ وَأَحْلَلْتُ الْحَلَالَ أَدْخُلُ الْجَنَّةَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ

عرض کیا یا رسول اللہ اگر میں فرض نماز ادا کروں اور حرام کو حرام سمجھوں (اور اس سے باز رہوں) اور حلال کو حلال سمجھوں (اگرچہ اسکو نہ کروں) تو میں جنت میں جاؤں گا؟ آپ نے فرمایا ہاں۔

عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَرَأَيْتَ إِذَا صَلَّيْتُ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوبَاتِ وَصُمْتُ رَمَضَانَ وَأَحْلَلْتُ الْحَلَالَ وَحَرَّمْتُ الْحَرَامَ وَلَمْ أَزِدْ عَلَى ذٰلِكَ شَيْئًا أَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَاللّٰهِ لَا أَزِيدُ عَلَى ذٰلِكَ شَيْئًا

ترجمہ۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا میں اگر فرض نمازوں کو ادا کروں اور رمضان کے روزے رکھوں اور حلال کو حلال سمجھوں اور حرام کو حرام، اس سے زیادہ کچھ نہ کروں تو جنت میں جاؤں گا؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ وہ شخص بولا قسم خدا کی میں اس سے زیادہ کچھ نہ کروں گا۔

بَابُ بَيَانِ أَرْكَانِ الْإِسْلَامِ وَدَعَائِمِهِ الْعِظَامِ

اسلام کے بڑے بڑے ارکان اور ستونوں کا بیان

عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسَةٍ عَلَى أَنْ يُوَحَّدَ اللّٰهُ وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيتَاءِ الزَّكٰوةِ وَصِيَامِ رَمَضَانَ وَالْحَجِّ فَقَالَ رَجُلٌ الْحَجِّ وَصِيَامِ رَمَضَانَ قَالَ لَا صِيَامِ رَمَضَانَ وَالْحَجِّ هٰكَذَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ نے فرمایا اسلام بنایا گیا ہے پانچ چیزوں پر یعنی پانچ ستونوں پر اسلام کھڑا ہے (یہ تشبیہ ہے اسلام کو ایک گھر کی مانند سمجھو یا چھت جس میں پانچ کھمبے ہوں) اللہ جل جلالہ کی توحید، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا، حج کرنا۔ ایک شخص بولا حج اور رمضان کے روزے (یعنی حج کو پہلے کیا اور روزوں کو بعد) ابن عمرؓ نے کہا نہیں رمضان کے روزے اور حج، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں ہی سنا۔

فائدہ۔ مگر دوسری روایت خود ابن عمرؓ سے بتقدیم حج مروی ہے۔ پھر انہوں نے اس شخص پر کیسے انکار کیا۔ اسکا جواب علماء نے یوں دیا ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوگا ایک بار بتقدیم صوم اور ایک بار بتقدیم حج۔ پھر اس شخص کے سامنے وہ روایت نقل کی جو بتقدیم صوم تھی۔ جب اس نے حج کو پہلے کیا تو ابن عمرؓ نے اسپر انکار کیا کہ تو اس بات کو کیا جانے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ہی فرمایا بتقدیم صوم اور اس سے یہ بات نہیں نکلتی کہ انہوں نے

دوسری طرح سے یہ روایت نہیں سُنی اور احتمال ہے کہ ابن عمرؓ اُس وقت بتقدیم حج کی روایت کو فراموش کر گئے ہوں اس لئے انہوں نے اس کا انکار کیا پھر یاد آئی تو اسکو روایت کیا۔ حافظ ابن الصلاح نے کہا ابن عمرؓ کی محافظت اس ترتیب پر دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ واو کلام عرب میں ترتیب کیلئے آتا ہے۔ اور یہ مذہب ہے بہت سے فقہاء شافعیہ اور بعض نحویوں کا لیکن جو لوگ واو سے ترتیب نہیں نکالتے جیسے جمہور کا قول ہے اور وہی مختار ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ابن عمر کا یہ انکار اسلئے نہ تھا کہ واو ترتیب کو مقتضی ہے بلکہ اسلئے کہ رمضان کے روزے سنہ ۲ ہجری میں فرض ہوئے اور حج سنہ ۶ یا سنہ ۹ ہجری میں فرض ہوا تو روزہ کو پہلے ذکر کرنا مناسب ہے پھر تقدیم حج کی روایت بالمعنی ہے اور اس میں تصرف ہوا ہے تقدیم اور تاخیر سے۔ نووی نے کہا ابن الصلاح کی یہ تقریر مسلم نہیں کیونکہ دونوں روایتیں صحیح ہیں اور دونوں میں منافات نہیں اور اس قسم کا احتمال روایات میں بے فائدہ قدح پیدا کرتا ہے۔ اور ابو عوانہ اسفرائی نے کتاب مخرج علی صحیح مسلم میں انکار ابن عمرؓ کا صیام کی تقدیم پر نقل کیا ہے اور یہ برعکس ہے مسلم کی روایت کے لیکن ابن الصلاح نے کہا کہ یہ روایت مسلم کی روایت کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ نووی نے کہا احتمال ہے کہ یہی صحیح ہو اور شاید یہ واقعہ دو بارہ پیش آیا ہو۔ واللہ اعلم (نووی)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ عَلٰى اَنْ يُّعْبَدَ اللّٰهُ وَيُكْفَرَ بِمَا دُوْنَهٗ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَحَجِّ الْبَيْتِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ

ترجمہ۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام پانچ ستونوں پر کھڑا کیا گیا ہے ایک یہ کہ اللہ ہی کی عبادت کی جائے اور اس کے سوا (تمام جھوٹے خداؤں) کا انکار کیا جائے دوسرے نماز پڑھنا، تیسرے زکوٰۃ دینا، چوتھے بیت اللہ کا حج کرنا، پانچویں رمضان کے روزے رکھنا۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَحَجِّ الْبَيْتِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ

ترجمہ۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام بنایا گیا ہے پانچ چیزوں پر، ایک تو گواہی دینا اس بات کی کہ کوئی سچا معبود نہیں۔ سوا خدا کے اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے ہیں اور اس کے بھیجے ہوئے دوسرے نماز قائم کرنا، تیسرے زکوٰۃ دینا، چوتھے حج کرنا خانہ کعبہ کا، پانچویں رمضان کے روزے رکھنا

عَنْ طَاؤُسٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ اَلَا تَغْزُوْ فَقَالَ اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ طاؤس سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک شخص نے کہا کہ تم جہاد کیوں نہیں کرتے انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

يَقُوْلُ اِنَّ الْاِسْلَامَ بُنِيَ عَلٰى خَمْسَةٍ شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَصِيَامِ رَمَضَانَ وَحَجِّ الْبَيْتِ

سُنا۔ آپ فرماتے تھے اسلام کے پانچ کھم (ستون) ہیں ایک تو گواہی دینا اس بات کی کہ کوئی معبود برحق نہیں سوائے خدا کے دوسرے نماز پڑھنا، تیسرے زکوٰۃ دینا، چوتھے رمضان کے روزے رکھنا، پانچویں خانہ کعبہ کا حج کرنا۔

فائدہ - اور جہاد اس قسم کا رکن نہیں کہ ہر مسلمان کو اس کا کرنا ضروری ہو بلکہ جہاد فرض کفایہ ہے اگر بعضوں نے کیا تو سب کی طرف سے الزام جاتا رہا۔ البتہ اگر کوئی نہ کرے تو سب کے سب گنہگار ہونگے۔ یہ اس وقت ہے جب جہاد میں سب مسلمانوں کے شریک ہونے کی ضرورت نہ ہو اور جو جماعت جہاد کر رہی ہو وہ دشمن کے مقابلہ کے لئے کافی ہو اور جب کافر ہجوم کر آویں اور جہاد کرنے والے اُن کے مقابلہ سے عاجز ہوں تو اس وقت سب پر جہاد فرض ہو جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں شریک ہو چکے تھے۔ پھر یہ واقعہ اس وقت کا ہوگا جب وہ بوڑھے ہونگے یا اور کسی عذر سے انکو جہاد میں جانے کی طاقت نہ ہوگی یا وہ فتنہ کا وقت ہوگا جب کہ خود مسلمان ایک دوسرے سے لڑ رہے تھے ایسے وقت میں تو گھر بیٹھ رہنا بہت عمدہ ہے۔

بَابُ الْاَمْرِ بِالْاِيْمَانِ بِاللّٰهِ تَعَالٰى وَرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَرَائِعِ الدِّيْنِ وَالدُّعَاءِ اِلَيْهِ وَالسُّؤَالِ عَنْهُ وَحِفْظِهٖ وَتَبْلِيْغِهٖ مَنْ لَّمْ يَبْلُغْهُ

اللہ و رسول اور دینی احکام پر ایمان لانیکا حکم کرنا اور اسکی طرف لوگوں کو بلانا۔ دین کی باتوں کو پوچھنا، یاد رکھنا اور دوسروں کو پہنچانا

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا هٰذَا الْحَيَّ مِنْ رَّبِيْعَةَ وَقَدْ حَالَتْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ كُفَّارُ مُضَرَ وَلَا نَخْلُصُ اِلَيْكَ اِلَّا فِيْ شَهْرِ الْحَرَامِ فَمُرْنَا بِاَمْرٍ نَعْمَلُ بِهٖ وَنَدْعُوْا اِلَيْهِ مَنْ وَّرَاءَنَا قَالَ اٰمُرُكُمْ بِاَرْبَعٍ وَّاَنْهَاكُمْ

ترجمہ - ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبدالقیس کے وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ ہم ربیعہ کے قبیلہ میں سے ہیں اور ہمارے اور آپ کے بیچ میں مضر کے کافر لوگ ہیں (مضر بھی ایک قبیلہ کا نام ہے اس کے لوگ کافر تھے اور وہ عبدالقیس اور مدینہ کے بیچ میں رہتے تھے۔ عبدالقیس کے لوگوں کو آنے نہ دیتے تھے) اور ہم آپ تک نہیں آسکتے مگر حرام مہینے میں (عرب کے نزدیک چار مہینے حرام تھے یعنی ذیقعدہ اور ذی الحجہ اور محرم اور رجب۔ ان مہینوں میں وہ لوٹ مار نہ کرتے اور مسافروں کو نہ ستاتے اس وجہ سے ان مہینوں میں مسافر سفر کیا کرتے اور بے کھٹکے راہ چلتے) تو ہم کو کوئی ایسی بات

عَنْ اَرْبَعٍ اَلْاِيْمَانَ بِاللّٰهِ
ثُمَّ فَسَّرَهَا لَهُمْ فَقَالَ
شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ
اللّٰهِ وَاِقَامُ
الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءُ
الزَّكٰوةِ
وَاَنْ تُؤَدُّوْا خُمُسَ مَا
غَنِمْتُمْ وَاَنْهَاكُمْ عَنِ
الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَ
النَّقِيْرِ وَالْمُقَيَّرِ وَزَادَ خَلَفٌ
فِيْ رِوَايَتِهِ شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ
اِلَّا اللّٰهُ وَعَقَدَ وَاحِدَةً

بتلائیے جس پر ہم عمل کریں اور اپنی طرف کے لوگوں کو بھی اس طرف بلادیں۔ آپ نے فرمایا میں تم کو حکم کرتا ہوں چار باتوں کا اور منع کرتا ہوں چار باتوں سے۔ پھر بیان کیا ان کو۔ حکم کرتا ہوں کہ گواہی دو اس بات کی کہ کوئی معبود برحق نہیں سوا خدا کے اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اس کے بھیجے ہوئے ہیں اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور غنیمت کے مال میں سے پانچواں حصہ ادا کرو اور منع کرتا ہوں دبا سے (یعنی کدو کے تونبے) اور حنتم[1] سے اور نقیر سے (یعنی چوبی برتن سے ایک لکڑی کو لیکر اسکو کھود کر گڑھا سا بنا لیتے تھے) اور مقیر سے، خلف بن ہشام نے اپنی روایت میں اتنا زیادہ کیا کہ گواہی دینی اس بات کی کہ کوئی سچا معبود نہیں سوا خدا کے اور اشارہ کیا آپ نے انگلی سے ایک کا۔

فائدہ۔ وفد کہتے ہیں اُن لوگوں کو جو ایک جماعت یا قوم کی طرف سے منتخب ہو کر بھیجے جاویں کسی ضروری کام کے واسطے بادشاہ یا وزیر یا کسی سردار کی طرف اور عبدالقیس ایک شخص کا نام ہے جس کی اولاد کو بنی عبدالقیس کہتے ہیں اور یہ ایک شاخ ہے ربیعہ کی جو ایک بڑا قبیلہ تھا عرب میں۔ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے چودہ سوار تھے جنکا سردار اشج عصری تھا اور ان لوگوں میں تھے مزیدہ بن مالک محاربی اور عبیدہ بن ہمام محاربی اور صحار بن عباس مری اور عمرو بن مرحوم عصری اور حارث بن شعیب عصری اور حارث بن جندب اور باقی لوگوں کا نام معلوم نہیں ہوا۔ اور ان لوگوں کے آنے کا یہ سبب تھا کہ منقذ بن حیان ایک شخص تھا جو اکثر مدینہ منورہ میں تجارت کے لئے آیا کرتا۔ جاہلیت کے زمانے میں ایک بار وہ چادریں اور کھجوریں ہجر (ایک بستی کا نام ہے) سے مدینہ میں لیکر آیا۔ اُس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ ہجرت کر چکے تھے۔ منقذ راہ میں بیٹھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُدھر سے گزرے۔ منقذ آپ کو دیکھ کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ آپ نے فرمایا منقذ تمہاری قوم کے سب لوگوں کا کیا حال ہے۔ پھر آپ نے اسکی قوم کے بڑوں بڑوں میں سے ہر ایک کا نام لیا منقذ یہ معجزہ دیکھ کر حیران ہوا اور اسی وقت اسلام لایا اور سورہ فاتحہ اور اقرأ سیکھا پھر ہجر کی طرف جانے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ ایک خط روانہ کیا عبدالقیس کے لوگوں کو۔ وہ خط منقذ نے عبدالقیس کے لوگوں کو نہیں دیا اور اپنے پاس چھپا رکھا۔ ایک بار منقذ کی بیوی جو اشج عصری کی بیٹی تھی۔ اشج کا نام منذر بن عائذ تھا لیکن حضرت صلی اللہ

[1] حنتم (روغنی گھڑے) نقیر (کھوکھلی لکڑی یا سوراخ کیا ہوا پتھر) مقیر (تارکول یا رال چڑھایا ہوا برتن) خلف (دعد خلافی یا جھوٹ)

علیہ وسلم نے اسکا نام اشج رکھا کیونکہ اس کی پیشانی میں چوٹ کا نشان تھا) اس نے اپنے خاوند کو نماز اور قرآن پڑھتے دیکھ کر اپنے باپ منذر سے اسکا تذکرہ کیا اور یہ کہا کہ میرے خاوند کا جب سے وہ مدینہ سے لوٹ کر آیا ہے عجب حال ہو گیا ہے۔ ہاتھ پاؤں دھوتا ہے پھر ایک طرف (یعنی قبلہ کی طرف) منہ کر کے کبھی پیٹھ جھکاتا ہے (رکوع) کبھی زمین پر گرتا ہے (سجدہ) جب منذر اسکے خاوند سے ملا اور دونوں کی باتیں ہوئیں تو اشج کے دل میں اسلام کا خیال جم گیا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط لے کر اپنی قوم کے پاس آیا اور پڑھ کر سنایا۔ ان سبھوں کا دل اسلام کی طرف مائل ہوا اور انہوں نے ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف روانہ کی جسکا سردار اشج کو کیا۔ جب وہ مدینہ سے قریب پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا تمہارے پاس عبدالقیس کے لوگ آتے ہیں جو پورب والوں میں سب سے بہتر ہیں اور ان میں اشج بھی ہے۔ وہ لوگ پھرنے والے نہیں نہ شک کرنے والے۔

دوسری روایت میں پانچ باتیں مذکور ہیں۔ چار تو یہی (توحید و رسالت، نماز، زکوٰۃ، مال غنیمت میں سے پانچویں حصہ کی ادائیگی) اور ایک رمضان کے روزے۔ اور بخاری کی روایت میں بھی پانچ باتیں ہیں۔ اس مقام پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ آپ نے چار باتیں فرمائیں اور ذکر کیا پانچ کو علماء نے اسکا جواب کئی طرح سے دیا ہے۔ سب سے ظاہر وہ ہے جو ابن بطال نے کہا کہ اصل مقصود چار ہی باتیں تھیں یعنی توحید اور نماز اور زکوٰۃ اور روزہ مگر ایک بات غنیمت کے خمس کی زیادہ بتلائی اس لئے کہ وہ لوگ کفار مضر کے قریب رہتے تھے اور انکو جہاد کرنا پڑتا تھا اور غنیمتیں ملتی تھیں۔ اور ابن الصلاح نے کہا اَنْ تُؤَدُّوْا کا عطف شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پر نہیں ہے تاکہ پانچ باتیں ہوں بلکہ اربع پر ہے تو مطلب یہ ہوا کہ میں تم کو حکم کرتا ہوں چار باتوں کا اور ایک اور بات کا (فرمایا میں تم کو منع کرتا ہوں دبا سے اور حنتم سے) حنتم کی تفسیر میں علماء کے کئی اقوال ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ حنتم کہتے ہیں سبز لاکھی گھڑوں کو اور یہ تفسیر خود صحیح مسلم میں کتاب الاشربہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور یہی قول ہے عبداللہ بن مغفل اور اکثر اہل لغت کا۔ اور بعضوں نے کہا کہ حنتم ہر ایک گھڑے (ٹھلیا) کو کہتے ہیں۔ یہ عبداللہ بن عمر اور سعید بن جبیر اور ابو سلمہ کا قول ہے بعضوں نے کہا کہ حنتم ایک قسم کے گھڑے ہیں جو مصر سے آتے ہیں، وہ اندر سے روغنی ہوتے ہیں۔ اور یہ انس بن مالک اور ابن ابی لیلیٰ سے منقول ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہ لال ہوتے ہیں۔ بعضوں نے کہا کہ حنتم لال رنگ کے گھڑے ہیں ان میں مصر سے شراب آیا کرتی تھی۔ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے اور ابن ابی لیلیٰ نے کہا کہ طائف سے اس میں شراب آتی تھی اور کچھ لوگ ان میں نبیذ بنایا کرتے تھے۔ بعضوں نے کہا کہ حنتم وہ گھڑے ہیں جو مٹی اور بال اور خون سے بنتی ہے اور یہ عطاء سے منقول ہے (نووی)

(فرمایا میں تم کو مقیر سے منع کرتا ہوں) مقیر (قار سے نکلا ہے یعنی جس برتن پر قار چڑھا ہو۔ قار زفت کو کہتے ہیں اور بعضوں نے کہا زفت ایک قسم ہے قار کی اور اول قول صحیح ہے کیونکہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح منقول ہے کہ مزفت اور مقیر ایک چیز ہے اور قار اور زفت کو ہندی میں رال کہتے ہیں۔

یہ جو ان چاروں قسم کے برتنوں سے ممانعت کی اس سے غرض یہ ہے کہ ان برتنوں میں شربت نہ بناؤ یعنی کھجور اور انگور نہ بھگوؤ اس لئے کہ ان برتنوں میں شراب تیار ہوا کرتی تھی اور نشہ ان میں جلدی پیدا ہو جاتا ہے اور چمڑے میں شربت بھگونے کی ممانعت نہیں کیونکہ چمڑا لطیف ہے اس میں نشہ والی چیز نہیں چھپتی بلکہ اکثر چمڑا تیز شراب سے پھٹ جاتا ہے اور یہ ممانعت بھی اوائل اسلام میں تھی پھر بریدہ رض کی حدیث سے منسوخ ہو گئی۔ اس میں یہ ہے کہ میں نے تم کو منع کیا تھا شربت بھگونے سے سوا چمڑے کے اور برتنوں میں لیکن اب بھگوؤ ہر برتن میں اور نہ پیو اس شراب کو جو نشہ لاوے روایت کیا اس کو مسلم نے اور یہی قول ہے جمہور علماء کا اور خطابی نے کہا کہ صحیح یہی ہے کہ یہ ممانعت منسوخ ہو گئی اور علماء کی ایک جماعت نے اس ممانعت کو قائم رکھا ہے اور یہی قول ہے مالک اور احمد اور اسحاق کا اور یہی منقول ہے عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے (نووی)

عَنْ أَبِي جَمْرَةَ قَالَ كُنْتُ أُتَرْجِمُ بَيْنَ يَدَيِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَبَيْنَ النَّاسِ فَأَتَتْهُ امْرَأَةٌ تَسْأَلُهُ عَنْ نَبِيذِ الْجَرِّ فَقَالَ إِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ أَتَوْا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ الْوَفْدُ أَوْ مَنِ الْقَوْمُ قَالُوا رَبِيعَةُ قَالَ مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ أَوْ بِالْوَفْدِ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا النَّدَامَى قَالَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا نَأْتِيكَ مِنْ شُقَّةٍ بَعِيدَةٍ وَإِنَّ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ هَذَا الْحَيَّ مِنْ كُفَّارِ مُضَرَ وَإِنَّا لَا نَسْتَطِيعُ أَنْ نَأْتِيَكَ إِلَّا فِي شَهْرِ الْحَرَامِ فَمُرْنَا بِأَمْرٍ فَصْلٍ نُخْبِرْ بِهِ مَنْ وَرَاءَنَا وَنَدْخُلْ بِهِ الْجَنَّةَ قَالَ فَأَمَرَهُمْ بِأَرْبَعٍ وَنَهَاهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ قَالَ أَمَرَهُمْ بِالْإِيمَانِ بِاللَّهِ وَحْدَهُ وَقَالَ هَلْ تَدْرُونَ مَا الْإِيمَانُ بِاللَّهِ وَحْدَهُ قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ

ترجمہ۔ ابو جمرہ (نضر بن عمران) سے روایت ہے کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے اُن کے اور لوگوں کے بیچ میں مترجم تھا (یعنی اوروں کی بات کو عربی میں ترجمہ کر کے ابن عباس کو سمجھاتا)، اتنے میں ایک عورت آئی جو پوچھتی تھی گھڑے کے نبیذ کے بارہ میں۔ ابن عباس نے کہا عبد القیس کے وفد (وفد کے معنی اوپر گزر چکے ہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ آپ نے پوچھا یہ وفد کون ہیں یا یہ کس قوم کے لوگ ہیں۔ لوگوں نے کہا ربیعہ کے لوگ ہیں۔ آپ نے فرمایا مرحبا ہو قوم یا وفد کو جو نہ رسوا ہوئے نہ شرمندہ (کیونکہ بغیر لڑائی کے خود مسلمان ہونے کے لئے آئے۔ اگر لڑائی کے بعد مسلمان ہوتے تو رسوا ہوتے لونڈی غلام بنائے جاتے مال لٹ جاتا تو شرمندہ ہوتے) ان لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم آپ کے پاس دُور دراز سے سفر کر کے آتے ہیں اور ہمارے اور آپ کے بیچ میں یہ قبیلہ ہے مضر کے کافروں کا تو ہم نہیں آسکتے آپ تک مگر حرام کے مہینہ میں (جب لوٹ مار نہیں ہوتی)، اس لئے ہم کو حکم کیجئے ایک صاف بات کا جس کو ہم بتلا دیں اور لوگوں کو بھی اور جا دیں اسکے سبب سے جنت میں۔ آپ نے ان کو چار باتوں کا حکم کیا اور چار باتوں سے منع فرمایا۔ اُن کو حکم کیا اللہ کی توحید پر ایمان لانے کا اور ان سے پوچھا تم جانتے ہو ایمان کیا ہے۔ انہوں نے کہا، اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا ایمان گواہی دینا ہے اس بات کی کہ سوا اللہ کے کوئی عبادت کے لائق نہیں اور

أَعْلَمُ، قَالَ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَإِقَامُ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَاءُ الزَّكٰوةِ وَصَوْمُ رَمَضَانَ وَأَنْ تُؤَدُّوْا خُمُسًا مِّنَ الْمَغْنَمِ وَنَهَاهُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ قَالَ شُعْبَةُ وَرُبَّمَا قَالَ النَّقِيْرِ قَالَ وَرُبَّمَا قَالَ الْمُقَيَّرِ وَقَالَ احْفَظُوْهُ وَأَخْبِرُوْا بِهٖ مِنْ وَّرَآءِكُمْ وَقَالَ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ فِيْ رِوَايَتِهٖ مَنْ وَّرَآءَكُمْ وَلَيْسَ فِيْ رِوَايَتِهِ الْمُقَيَّرُ

بیشک محمد اس کے بھیجے ہوئے ہیں اور نماز کا قائم کرنا اور زکوٰۃ کا دینا اور رمضان کے روزے رکھنا (یہ چار باتیں ہوگئیں۔ اب ایک پانچویں بات اور ہے) اور غنیمت کے مال میں سے پانچویں حصہ کا ادا کرنا (یعنی جو کافروں کی لوٹ میں سے مال ملے اس میں سے پانچواں حصہ خدا اور رسول کے لئے نکالنا) اور منع فرمایا ان کو کدو کے تونبے اور سبز لاکھی گھڑے اور روغنی برتن سے۔ شعبہ نے کبھی یوں کہا اور نقیر سے اور کبھی کہا مقیر سے (دونوں کے معنے اوپر گذر چلے ہیں) اور فرمایا اس کو یاد رکھو اور ان باتوں کی ان لوگوں کو بھی خبر کر دو جو تمہارے پیچھے ہیں اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے مَنْ وَّرَآءَكُمْ کہا بدلے مِنْ وَّرَآءِكُمْ (اور مطلب دونوں کا ایک ہے) اور ان کی روایت میں مقیر کا ذکر نہیں ہے۔

فائدہ۔ ایک عورت نبیذ کے گھڑے کے بارے میں دریافت کرتی تھی یعنی مٹی کی مٹھو یا ہلٹوئی یا گھڑے میں جو کھجور یا انگور کا شربت بنایا جائے اس کا پینا کیسا ہے۔ نووی نے کہا اس میں دلیل ہے اس بات کی کہ عورت اجنبی اور غیر مردوں سے بات کرسکتی ہے اور ان کی آواز سن سکتی ہے اور وہ اس کی آواز سن سکتے ہیں احتیاج کے وقت۔

مَرْحَبًا ایک کلمہ ہے جس کو عرب کے لوگ ملاقات کے وقت بولتے ہیں یعنی جب کوئی ملنے کو آتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اچھی جگہ آئے وسعت اور کشایش کی جگہ میں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ نَحْوَ حَدِيْثِ شُعْبَةَ وَقَالَ أَنْهَاكُمْ عَمَّا يُنْبَذُ فِي الدُّبَّاءِ وَالنَّقِيْرِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ وَزَادَ ابْنُ مُعَاذٍ فِيْ حَدِيْثِهٖ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْأَشَجِّ عَبْدِ الْقَيْسِ إِنَّ فِيْكَ لَخَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللّٰهُ الْحِلْمُ وَالْأَنَاةُ

ترجمہ۔ دوسری روایت بھی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسی طرح ہے۔ اس میں یہ ہے کہ میں تم کو منع کرتا ہوں اس نبیذ سے جو بھگویا جاوے کدو کے تونبے اور چوبی اور سبز لاکھی اور روغنی برتن میں۔ ابن معاذ نے اپنی روایت میں اپنے باپ سے اتنا زیدہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبد القیس کے اشج سے (جس کا نام منذر بن حارث بن زیاد تھا یا منذر بن عبید یا عائذ بن منذر یا عبد اللہ بن عوف) فرمایا تجھ میں دو عادتیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے ایک تو عقلمندی دوسرے دیر میں سوچ سمجھ کر کام کرنا جلدی نہ کرنا۔

فائدہ۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے فرمایا کہ جب عبد القیس کے لوگ مدینہ میں پہنچے تو جھٹ پٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگئے مگر اشج سامان کے پاس

کھڑے رہے اور سب سامان اکٹھا کیا اور اونٹ کو باندھا پھر اچھے کپڑے بدلے۔ اس کے بعد آپ کے پاس آئے۔ آپ نے انکو نزدیک بلایا اور اپنے بازو کی طرف بٹھایا پھر یہ فرمایا کہ حقیقت میں عقلمندی اور اطمینان یہ دونوں صفتیں ایسی ہیں جو تمام خوبیوں کی جڑ ہیں۔ بعض آدمی عقلمند ہوں لیکن جلد باز ان سے بہت سی غلطیاں ہو جاتی ہیں پھر شرمندہ ہوتے ہیں۔ عمدہ بات یہ ہے کہ جس کام کو کرنا چاہو پہلے اس میں خوب فکر کرے اور اس کے فائدوں اور نقصانوں پر نظر ڈالے۔ پھر جب فائدے زیادہ معلوم ہوں اور اس کا انجام بھی اچھا ہو تو اس کو کرے۔ اگر خود سے یہ کام نہ ہو سکے تو اور عقل مند دوستوں سے مشورہ لے۔ حکماء نے کہا ہے کہ جو آدمی ہر کام کو خیال آتے ہی کر بیٹھتا ہے اس میں اور جانور میں کچھ فرق نہیں۔ جانور کی عقل اسی قدر ہے کہ جو خیال آیا اسی طرف دوڑا فکر و تامل اور انجام بینی کچھ نہیں۔

عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنِي مَنْ لَقِيَ الْوَفْدَ الَّذِينَ قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ قَالَ سَعِيدٌ وَذَكَرَ قَتَادَةُ أَبَا نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ فِي حَدِيثِهِ هٰذَا أَنَّ أُنَاسًا مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا حَيٌّ مِنْ رَبِيعَةَ وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكَ كُفَّارُ مُضَرَ وَلَا نَقْدِرُ عَلَيْكَ إِلَّا فِي أَشْهُرِ الْحُرُمِ فَمُرْنَا بِأَمْرٍ نَأْمُرُ بِهِ مَنْ وَرَاءَنَا وَنَدْخُلُ بِهِ الْجَنَّةَ إِذَا نَحْنُ أَخَذْنَا بِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آمُرُكُمْ بِأَرْبَعٍ وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ اُعْبُدُوا اللهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَصُومُوا رَمَضَانَ وَأَعْطُوا الْخُمُسَ مِنَ الْغَنَائِمِ وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ عَنِ الدُّبَّاءِ وَ

ترجمہ۔ قتادہؓ سے روایت ہے کہ مجھ سے حدیث بیان کی اس شخص نے جو ملا تھا اس وفد سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے عبدالقیس کے قبیلہ میں سے (اور قتادہ نے نام نہ لیا اس شخص کا جس سے یہ حدیث سنی اس کو تدلیس کہتے ہیں) سعید نے کہا قتادہ نے ابونضرہ کا نام لیا۔ انہوں نے سنا ابوسعید خدریؓ سے تو قتادہ نے اس حدیث کو ابونضرہ (منذر بن مالک بن قطعہ) سے سنا انہوں نے ابوسعید خدری سے (سعد بن مالک سنان) سے کہ کچھ لوگ عبدالقیس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے اے نبی اللہ کے ہم ایک شاخ ہیں ربیعہ کی اور ہمارے اور آپ کے بیچ میں مضر کے کافر ہیں۔ اور ہم نہیں آسکتے آپ تک مگر حرام مہینوں میں تو حکم کیجئے ہم کو ایسے کام کا جس کو ہم بتلاویں اور لوگوں کو جو ہمارے پیچھے ہیں اور ہم اس کی وجہ سے جنت میں جاویں جب ہم اس پر عمل کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم کو چار چیزوں کا حکم کرتا ہوں اور چار چیزوں سے منع کرتا ہوں (جن چار چیزوں کا حکم کرتا ہوں وہ یہ ہیں کہ) اللہ کو پوجو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رمضان کے روزے رکھو اور غنیمت کے مالوں میں سے پانچواں حصہ ادا کرو۔ اور منع کرتا ہوں تم کو چار چیزوں سے کدو کے تونبے اور سبز لاکھی برتن اور روغنی برتن اور نقیر سے۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ نقیر آپ نہیں جانتے۔ آپ نے فرمایا کیوں نہیں جانتا

تُحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ وَالنَّقِيرِ قَالُوا
يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مَا عِلْمُكَ بِالنَّقِيرِ قَالَ
بَلَىٰ جِذْعٌ تَنْقُرُونَهُ فَتَقْذِفُونَ فِيهِ
مِنَ الْقُطَيْعَاءِ قَالَ سَعِيدٌ أَوْ قَالَ
مِنَ التَّمْرِ ثُمَّ تَصُبُّونَ فِيهِ مِنَ الْمَاءِ
حَتّٰى إِذَا سَكَنَ غَلَيَانُهُ شَرِبْتُمُوهُ
حَتّٰى أَنَّ أَحَدَكُمْ أَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ
لَيَضْرِبُ ابْنَ عَمِّهِ بِالسَّيْفِ قَالَ وَفِي
الْقَوْمِ رَجُلٌ أَصَابَتْهُ جِرَاحَةٌ كَذٰلِكَ
قَالَ وَكُنْتُ أَخْبَأُهَا حَيَاءً مِنْ رَسُولِ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ فَفِيمَ
نَشْرَبُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ فِي أَسْقِيَةِ
الْأَدَمِ الَّتِي يُلَاثُ عَلَى أَفْوَاهِهَا
فَقَالُوا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ إِنَّ أَرْضَنَا كَثِيرَةُ
الْجِرْذَانِ وَلَا تَبْقَى بِهَا أَسْقِيَةُ الْأَدَمِ
فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ
إِنْ أَكَلَتْهَا الْجِرْذَانُ وَإِنْ أَكَلَتْهَا
الْجِرْذَانُ وَإِنْ أَكَلَتْهَا الْجِرْذَانُ قَالَ
فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لِأَشَجِّ عَبْدِ الْقَيْسِ إِنَّ فِيكَ
لَخَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللّٰهُ الْحِلْمُ
وَالْأَنَاةُ

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ وَفْدَ
عَبْدِ الْقَيْسِ لَمَّا أَتَوْا نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ
جَعَلَنَا اللّٰهُ فِدَاءَكَ مَاذَا يَصْلُحُ
لَنَا مِنَ الْأَشْرِبَةِ فَقَالَ لَا تَشْرَبُوا
فِي النَّقِيرِ قَالُوا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ جَعَلَنَا اللّٰهُ
فِدَاءَكَ أَوَتَدْرِي مَا النَّقِيرُ قَالَ

نقیر ایک لکڑی ہے جسکو تم کھود لیتے ہو پھر اس میں قطیعا (ایک قسم کی چھوٹی کھجور اسکو شہریز بھی کہتے ہیں) بھگوتے ہو۔ سعید نے کہا یا تمر بھگوتے ہو پھر اس میں پانی ڈال لیتے ہو۔ جب اسکا جوش تھم جاتا ہے تو اسکو پیتے ہو یہاں تک کہ ایک تم میں کا اپنے چچا کے بیٹے کو تلوار سے مارتا ہے (نشہ میں آکر جب عقل جاتی رہتی ہے تو دوست دشمن کی شناخت نہیں رہتی اپنے بھائی کو جسکو سب سے زیادہ چاہتا ہے تلوار سے مارتا ہے۔ شراب کی برائیوں میں سے یہ ایک بڑی بُرائی ہے جسکو آپ نے بیان کیا) راوی نے کہا ہمارے لوگوں میں اس وقت ایک شخص موجود تھا (جس کا نام جہم تھا) اس کو اسی نشہ کی بدولت ایک زخم لگ چکا تھا لیکن میں اسکو چھپاتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرم کے مارے میں نے کہا یا رسول اللہ پھر کس برتن میں ہم شربت پئیں۔ آپ نے فرمایا پیو چمڑے کے برتنوں میں مشکوں میں جن کا منہ باندھا جاتا ہے (ڈوری یا تسمہ سے) لوگوں نے کہا اے نبی اللہ کے ہمارے ملک میں چوہے بہت ہیں وہاں چمڑے کے برتن نہیں رہ سکتے۔ آپ نے فرمایا پیو چمڑوں کے برتنوں میں اگرچہ چوہے ان کو کاٹ ڈالیں اگرچہ چوہے ان کو کاٹ ڈالیں اگرچہ چوہے ان کو کاٹ ڈالیں (یعنی جس طور سے ہو سکے چمڑے ہی کے برتن میں پیو، چوہوں سے حفاظت کرو۔ اگر نہ ہو سکے تو خیر اور برتن میں پینا درست نہیں کیونکہ وہ شراب کے برتن ہیں) راوی نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد القیس کے اشج سے فرمایا تجھ میں دو خصلتیں ایسی ہیں جنکو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے ایک تو عقلمندی دوسری سہولت اور اطمینان جلدی نہ کرنا۔

ترجمہ۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے عبد القیس کے وفد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو کہنے لگے اے نبی اللہ کے اللہ ہم کو آپ پر فدا کرے کونسی شراب ہم کو درست ہے آپ نے فرمایا نقیر میں نہ پیو۔ انہوں نے کہا اے نبی اللہ کے اللہ ہم کو آپ پر فدا کرے کیا آپ جانتے ہیں نقیر کو۔ آپ نے فرمایا ہاں نقیر ایک لکڑی ہے جس کے بیچ میں کھود کر گڑھا کر لیتے ہیں اور کدو کے تونبے میں نہ پیو اور سبز لاکھی برتن میں نہ پیو اور

قَالَ نَعَمْ أَجِدُ بِنَقِيرٍ وَنَهَى وَلَا فِي الدُّبَّاءِ وَلَا فِي الْحَنْتَمِ وَعَلَيْكُمْ بِالْمُوكَى

پیو (چمڑے کی) مشکوں میں جن کا منہ ڈوری یا تسمہ سے بند رہا ہو۔

فائدہ۔ نووی نے کہا اس حدیث سے بہت سے مسائل معلوم ہوئے جو جابجا اوپر مذکور ہوئے اور میں اختصار سے ان کو یہاں بیان کرتا ہوں۔ ایک تو رؤسا اور اشراف کی سفارت روانہ کرنا ضروری اور مہم کاموں کے لئے۔ دوسرے سوال سے پہلے عذر ظاہر کرنا۔ تیسرے جہات اسلام اور ارکان اسلام کا بیان سوا حج کے اور اوپر ہم کہہ چکے ہیں کہ اس وقت تک حج فرض نہیں ہوا تھا۔ چوتھے عالم کا مدد چاہنا دوسروں کے سمجھانے کے لئے کسی اور شخص سے جیسے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مترجم ابو جمرہ تھے۔ پانچویں ترجمہ اور فتوے و خبر میں ایک شخص کا قول کافی ہونا چھٹے مہمان کے لئے مرحبا کہنا اس کے خوش کرنے کے لئے اسکی تعریف کرنا۔ ساتویں منہ پر تعریف کرنا جب کہ اس میں فتنے کا خوف نہ ہو۔ اور منہ پر تعریف کرنا یعنی مدح جو منع ہے وہ اسی وقت ہے جب کہ فتنے کا خوف ہو ورنہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سے مقاموں میں مدح ثابت ہے۔ آپ نے ازار لٹکانے کی حدیث میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تو اُن لوگوں میں سے نہیں ہے جو تکبر سے ایسا کام کرتے ہیں اور فرمایا اے ابوبکر مت رو اسب لوگوں سے زیادہ احسان صحبت اور مال کی وجہ سے مجھ پر تیرا ہے اور جو میں کسی کو دوست بناتا (سوا خدا کے) تو ابوبکر کو بناتا اور ایسی ہی بہت سی حدیثیں اور آثار منقول ہیں۔ آٹھویں پوچھنے والے پر عتاب نہ کرنا اگر وہ کہے مجھ سے طول کر بیان کرو۔ نویں صرف رمضان کا لفظ کہنا درست ہونا شہر رمضان کہنا ضروری نہیں۔ دسویں عالم سے دوبارہ سمجھنے کے لئے پوچھنا۔ گیارہویں تاکید کرنا کلام کے زیادہ اثر ڈالنے کیلئے بارہویں یہ کہنا درست ہے کہ خدا مجھے تم پر قربان اور فدا کرے۔ انتہی مختصراً۔

بَابُ الدُّعَاءِ إِلَى الشَّهَادَتَيْنِ وَشَرَائِعِ الْإِسْلَامِ

لوگوں کو شہادتین کی طرف بلانے اور اسلام کے ارکان کا بیان

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ مُعَاذًا قَالَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّكَ تَأْتِي قَوْمًا مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ فَادْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذٰلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ

ترجمہ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے معاذ بن جبل نے کہا مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف حاکم کر کے بھیجا تو فرمایا تم ملو گے کچھ لوگوں سے جو اہل کتاب ہیں تو بلانا ان کو اس بات کی گواہی کی طرف کہ کوئی معبود برحق نہیں سوا خدا کے اور میں خدا کا بھیجا ہوا ہوں (یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اگر وہ اس کو مان لیں تو بتلانا انکو

عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذٰلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ فِي فُقَرَائِهِمْ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذٰلِكَ فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ

یہ بات کہ اللہ نے ہر دن رات میں اُنپر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اگر وہ اس کو مان لیں تو ان کو یہ بات بتلا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو اُن کے مال داروں سے لی جائے گی پھر اُن ہی کے فقیروں اور محتاجوں کو دی جائیگی۔ اگر وہ اس بات کو مان لیں تو خبردار نہ لینا عمدہ مال اُن کے (یعنی زکوٰۃ میں متوسط جانور لینا، عمدہ دودھ والا اور پُر گوشت فربہ چھانٹ کر نہ لینا) اور مظلوم کی بددعا سے بچنا کیونکہ مظلوم کی بددعا، اور اللہ کے درمیان کوئی روک نہیں۔

فائدہ۔ یعنی وہ فوراً اللہ تک پہنچ جاتی ہے اور قبول ہوتی ہے۔ نووی نے کہا اس حدیث سے بہت باتیں نکلتی ہیں۔ قبول کرنا خبر واحد کا اور واجب ہونا عمل اسپر اور وتر کا واجب نہ ہونا اسلئے کہ معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چند روز پہلے یمن کی طرف بھیجے گئے تھے پھر اگر وتر واجب ہوتا تو آپ اس کو بھی نمازوں میں شریک کرتے اور مسنون ہونا دعوت کفار کا طرف توحید کے جنگ سے پہلے اور حکم نہ ہونا اسلام کا جب تک شہادتین کا زبان سے اقرار نہ کرے اور یہی مذہب ہے اہل سنت کا اور واجب ہونا پانچوں نمازوں کا ہر دن اور رات اور گناہ عظیم ہونا ظلم کا اور امام کو نصیحت کرنا اپنے عاملوں کو اللہ سے ڈرنے کے لئے اور ظلم سے بچنے کے لئے اور حرام ہونا زکوٰۃ وصول کرنے والے پر عمدہ مال چھانٹ لینا۔ اسی طرح صاحب مال پر بُرا مال دینا اور زکوٰۃ نہ دینا کافر کو نہ مال دار کو۔ اور استدلال کیا ہے اس حدیث سے خطابی اور ہمارے اصحاب نے کہ زکوٰۃ کا نقل جائز نہیں یعنی ایک ملک کی زکوٰۃ دوسرے ملک کے فقیروں کو نہ بھیجی جائے اور یہ استدلال قوی نہیں کیونکہ فقرائہم سے مراد مسلمانوں کے فقیر ہو سکتے ہیں اور بعضوں نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ کافر فروع شریعت جیسے نماز روزہ زکوٰۃ کے ساتھ مخاطب نہیں ہیں یعنی ان کو صرف یہی حکم ہے کہ ایمان لاویں۔ اور اسی امر کے نہ کرنے پر ان کو عذاب ہوگا نماز روزہ وغیرہ ان پر جب فرض ہے کہ وہ مسلمان ہوں۔ اور دلیل اس کی یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث میں یوں فرمایا اگر وہ اس کو مان لیں تو ان کو یہ بتلا تو معلوم ہوا کہ جب وہ شہادتین ہی کو نہ مانیں تو اور ارکان اسلام اُنپر واجب نہیں اور یہ استدلال ضعیف ہے اس لئے کہ حدیث سے مقصود یہ ہے کہ جب وہ شہادتین کا اقرار کریں تو اُن کو بتلائیے کہ نماز کا مطالبہ ان سے ہوگا دنیا میں۔ اور دنیا میں تو ارکان اسلام کا مطالبہ جب ہی ہوگا جب وہ اسلام لائیں۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آخرت میں بھی ان کو ارکان اسلام کے ترک پر عذاب نہ ہو۔ اور قرینہ اس پر یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک بات بترتیب بتلائی پہلے جو بہت ضروری تھی پھر جو اس سے کم اور خود اسی حدیث میں یہ بات موجود ہے

کہ جب وہ نماز کو مان لیں تو بتلاؤ اُن کو زکوٰۃ کی فرضیت حالانکہ اسکا کوئی قائل نہیں ہوا کہ پہلے انسان پر نماز فرض ہوتی ہے پھر اس کے بعد زکوٰۃ فرض ہوتی ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَعَثَ مُعَاذًا اِلَى الْيَمَنِ قَالَ اِنَّكَ تَقْدَمُ عَلٰى قَوْمٍ اَهْلِ كِتٰبٍ فَلْيَكُنْ اَوَّلَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ عِبَادَةُ اللّٰهِ فَاِذَا عَرَفُوا اللّٰهَ فَاَخْبِرْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِيْ يَوْمِهِمْ وَلَيْلَتِهِمْ فَاِذَا فَعَلُوْا فَاَخْبِرْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ زَكٰوةً تُؤْخَذُ مِنْ اَمْوَالِهِمْ فَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ فَاِذَا اَطَاعُوْا بِهَا فَخُذْ مِنْهُمْ وَتَوَقَّ كَرَائِمَ اَمْوَالِهِمْ

ترجمہ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب معاذ کو یمن بھیجا تو اُن سے کہا تم جاؤ گے اہل کتاب میں سے ایک قوم کے پاس تو سب سے پہلے جس طرف تم ان کو بلاؤ وہ اللہ جل جلالہ کی عبادت ہے۔ پھر جب وہ خدا کو پہچان لیویں تو اُن کو بتلاؤ کہ اللہ نے ان پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں ہر رات و دن میں۔ جب وہ یہ کرنے لگیں تو انکو بتلاؤ کہ اللہ عز وجل نے انپر زکوٰۃ فرض کی ہے جو انکے مال میں سے لی جائیگی پھر انہی کے فقیروں کو دیجائیگی جب وہ یہ بھی مان لیں تو اُن سے زکوٰۃ لے اور انکے عمدہ مالوں سے بچ۔

فائدہ۔ قاضی عیاض نے کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ خدا کو نہیں پہچانتے اور یہی قول ہے بڑے بڑے متکلمین کا اگرچہ وہ ظاہر میں خدا کی پرستش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے خدا کو پہچانا اگرچہ عقل اس بات کو جائز رکھتی ہے کہ جو شخص ایک رسول کو نہ مانے وہ خدا کو پہچان لیوے۔ قاضی عیاض نے کہا جو شخص خدا کو اور مخلوقات کے مشابہ سمجھتا ہے یا خدا کو مجسم جانتا ہے اور اجسام کی طرح یہودیوں میں سے یا خدا کی اولاد ہونا جائز جانتا ہے یا اس کی بی بی یا بیٹا ثابت کرتا ہے یا حلول اور انتقال اور امتزاج اجسام کی طرح اس کے لئے جائز سمجھتا ہے نصاریٰ میں سے یا اس کے اوصاف ایسے بیان کرتا ہے جو اسکو لائق نہیں یا اس کے لئے شریک یا مخالف برابر والا ثابت کرتا ہے مجوس اور بت پرستوں میں سے ان سب کا معبود در حقیقت خدا نہیں اگرچہ وہ اس کا نام خدا رکھیں تو در حقیقت انہوں نے سچے خدا کو نہیں پہچانا۔ اس نکتے کو سمجھ کر یاد رکھنا چاہئے۔ (نووی)

یہ جو فرمایا ان کے مال میں سے زکوٰۃ لی جاوے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی مسلمان زکوٰۃ نہ دیوے تو جبراً اس کے مال میں سے وصول کی جائے گی اس میں خلاف نہیں ہے مگر اختلاف اس میں ہے کہ آیا وہ باطناً بینہٗ و بین اللہ زکوٰۃ سے بری ہوگا یا نہ ہوگا اس میں ہمارے اصحاب کے دو قول ہیں۔ (نووی)

بَابُ الْأَمْرِ بِقِتَالِ النَّاسِ حَتّٰی یَقُوْلُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

جب تک لوگ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہ کہیں اُن سے لڑنے کا حکم

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ لَمَّا تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاسْتُخْلِفَ اَبُوْبَکْرِ الصِّدِّیْقُ بَعْدَہٗ وَکَفَرَ مَنْ کَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ قَالَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ لِاَبِیْ بَکْرٍ کَیْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَقُوْلُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَمَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَقَدْ عَصَمَ مِنِّیْ مَالَہٗ وَنَفْسَہٗ اِلَّا بِحَقِّہٖ وَحِسَابُہٗ عَلَی اللّٰہِ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ وَاللّٰہِ لَاُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَیْنَ الصَّلٰوةِ وَالزَّکٰوةِ فَاِنَّ الزَّکٰوةَ حَقُّ الْمَالِ وَاللّٰہِ لَوْ مَنَعُوْنِیْ عِقَالًا کَانُوْا یُؤَدُّوْنَہٗ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلٰی مَنْعِہٖ فَقَالَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ فَوَاللّٰہِ مَا هُوَ اِلَّا اَنْ رَاَیْتُ اللّٰہَ قَدْ شَرَحَ صَدْرَ اَبِیْ بَکْرٍ لِلْقِتَالِ فَعَرَفْتُ اَنَّہُ الْحَقُّ

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور ابوبکر صدیق رض خلیفہ ہوئے اور عرب کے لوگ جو کافر ہونے تھے وہ کافر ہوگئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا تم ان لوگوں سے کیونکر لڑوگے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مجھے حکم ہوا ہے لوگوں سے لڑنے کا یہاں تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کہیں۔ پھر جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اس نے مجھ سے اپنے مال اور جان کو بچا لیا مگر کسی حق کے بدلے (یعنی کسی قصور کے بدلے جیسے زنا کرے یا خون کرے تو پکڑا جاویگا) پھر حساب اس کا اللہ پر ہے (اگر اس کے دل میں کفر ہو اور ظاہر میں ڈر کے مارے مسلمان ہوگیا ہو تو قیامت میں اللہ اس سے سمجھ لیگا۔ دنیا ظاہر پر ہے۔ دنیا میں اس سے کوئی مواخذہ نہ ہوگا) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا قسم خدا کی میں تو لڑوں گا اُس شخص سے جو فرق کرے نماز اور زکوٰۃ میں اس لئے کہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ قسم خدا کی اگر وہ ایک عقال روکیں گے جو دیا کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو میں لڑوں گا ان سے اس کے نہ دینے پر۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا قسم خدا کی پھر وہ کچھ نہ تھا مگر میں نے یقین کیا کہ اللہ جل جلالہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا ہے لڑائی کے لئے (یعنی ان کے دل میں یہ بات ڈال دی) تب میں نے جانا کہ یہی حق ہے۔

فائدہ۔ خطابی نے کہا جو لوگ اسلام سے پھر گئے تھے وہ دو طرح کے تھے ایک تو وہ جو بالکل دین اسلام کو چھوڑ کر اپنی کفر کی حالت کی طرف پھر لوٹ گئے تھے اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جو کہا کافر ہوگئے عرب کے لوگ جو کافر ہونے تھے۔ اس سے مراد اسی قسم کے لوگ ہیں اور ایسے لوگوں میں بھی دو گروہ تھے۔ ایک گروہ تو مسیلمہ کذاب کا جو اسکو کافر جانتے تھے اور اسود

عنسی کا اور اس کے قبول کرنے والے یمن کے لوگوں میں سے یہ فرقہ تو بالکل ہمارے پیغمبر صاحب کی نبوت کا انکار کرتا تھا اور مسیلمہ یا اسود کو پیغمبر سمجھتا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُنسے لڑنا شروع کیا یہاں تک کہ مسیلمہ یمامہ میں اور اسود عنسی صنعا میں مارا گیا اور انکی جماعتیں ٹوٹ گئیں اور اکثر اُن میں کے مارے گئے۔ دوسرا گروہ وہ تھا جو دین سے پھر گیا تھا اور شرائع اور احکام دین کا منکر ہو کر نماز روزہ کو چھوڑ بیٹھا تھا اور پھر اسی جاہلیت کے طریق پر چلنے لگا تھا۔ اس وقت خدا کو سجدہ صرف تین مسجدوں میں ہوتا تھا۔ ایک مکہ کی مسجد، دوسری مدینہ کی مسجد تیسری عبد القیس کی مسجد بحرین میں۔ دوسری طرح کے وہ لوگ تھے جنہوں نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق نکالا تو نماز پڑھتے تھے لیکن زکوٰۃ دینے سے انکار کیا۔ یہ لوگ درحقیقت ایک قسم کے باغی تھے۔ ان ہی لوگوں کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شبہ ہوا (السراج الوہاج)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اعتراض بنظر ظاہر حدیث کے تھا کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے لا الہ الا اللہ کہا اس نے مجھ سے بچا لیا اپنے مال اور جان کو اور یہ لوگ لا الہ الا اللہ کہتے ہیں صرف زکوٰۃ دینے سے انکار کرتے ہیں پھر ان سے لڑنا اور ان کی مال و جان لینا کیوں کر درست ہوگا۔

مطلب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال اور جان کی حفاظت دو شرطوں پر معلق کی ہے اور جو حکم دو شرطوں پر معلق ہو وہ ایک شرط کے ہونے سے حاصل نہیں ہوتا جب دوسری شرط نہ ہو پھر قیاس کیا اس کا نماز سے۔ بعد اسکے زکوٰۃ کو مثل نماز کے قرار دیا۔ اور اس حدیث میں دلیل ہے اس بات کی کہ جو شخص نماز چھوڑ دے باجماع صحابہ اس سے لڑائی درست ہے۔ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ جو مختلف فیہ تھی نماز کے مثل قرار دیا جو متفق علیہ تھی تو اس معاملہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عموم حدیث سے استدلال کیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قیاس سے اور معلوم ہوا کہ عام کی تخصیص قیاس سے ہو سکتی ہے۔

مسلم میں عقالاً مروی ہے اور ایسا ہی بخاری میں اور بعض روایتوں میں عقال کے بدلے عناق ہے۔ عناق کہتے ہیں بکری کے بچہ کو۔ اور دونوں صحیح ہیں اور محمول ہیں اس امر پر کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ کلام دو مرتبہ کہا ہوگا، ایک بار عقال کہا اور ایک بار عناق، تو روایت کئے گئے ان سے دونوں لفظ۔ تو عناق سے مراد بکریوں کے بچے ہیں جنکی مائیں مر چکی ہوں اور عقال سے مراد ایک سال کی زکوٰۃ ہے اور بعضوں نے کہا کہ عقال وہ رسی ہے جس سے اونٹ کو باندھتے ہیں اور نووی نے اسکو صحیح کہا کیونکہ یہ موقع شدت اور مبالغہ کا ہے تو جہاں تک عقال کی تحقیر ہو مناسب ہے، اور جب ایک سال کی زکوٰۃ مراد لیں تو یہ مطلب حاصل نہیں ہوتا (السراج الوہاج)

نووی نے کہا عمر رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تقلید نہیں کی اس واسطے کہ عمر رضی اللہ عنہ خود مجتہد تھے اور مجتہد کو درست نہیں دوسرے مجتہد کی تقلید کرنا۔ اور روافض نے یہ خیال کیا ہے کہ حضرت عمر نے

ابوبکر کی تقلید کی اور بنا اس کی ان کے خیال فاسد پر ہے کہ امام کو معصوم ہونا ضروری ہے یہ ان کی کھلی ہوئی جہالت ہے (السراج الوہاج) نووی نے کہا بعض رافضیوں نے یہ خیال کیا ہے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے مسلمانوں کو قید اور قتل کیا حالانکہ وہ لوگ زکوٰۃ کے باب میں تاویل کرتے تھے اور کہتے تھے قرآن میں یہ جو حکم ہے خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً الآیۃ تو یہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے خاص ہے اس واسطے کہ تطہیر یعنی گناہوں سے پاک کرنا اور تزکیہ اور صلوٰۃ دوسرے سے نہیں ہو سکتا۔ خطابی نے کہا یہ خیال ایسے لوگوں کا ہے جن کو دین سے ذرا واسطہ نہیں اور انکے عمدہ مقاصد افترا اور بہتان اور سلف کی برائی ہیں اور ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ اسلام سے مرتد ہو جانے والے لوگ کئی طرح کے ہیں۔ بعض تو دین سے بالکل پھر گئے تھے اور مسیلمہ وغیرہ کو پیغمبر جاننے لگے تھے اور بعضوں نے نماز اور زکوٰۃ اور تمام شرائع کو ترک کر دیا تھا پھر انہی لوگوں کو صحابہ نے کافر سمجھا اور ابوبکر نے ان سے لڑائی کی اور اُن کی عورتوں اور بچوں کو لونڈی غلام بنایا اور اکثر صحابہ نے اس بات میں ابوبکرؓ کی موافقت کی۔ خود حضرت علی نے بنی حنفیہ کے قیدیوں میں سے ایک عورت کو لونڈی بنایا جسکے پیٹ سے محمد حنفیہ پیدا ہوئے پھر صحابہ کا زمانہ گزرنے سے پہلے اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ مرتد کو قید نہ کرنا چاہیئے بلکہ قتل کرنا چاہیئے اور وہ لوگ جنہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا وہ دین پر قائم تھے پر باغی تھے اور اگرچہ ان میں کے بعض زکوٰۃ دینے پر راضی ہوتے تھے پر انکے سرداروں نے ان کو زکوٰۃ دینے سے روکا جیسے بنی یربوع وہ زکوٰۃ دینے پر مستعد ہو گئے تھے اور مال زکوٰۃ جمع کر کے روانہ کرنیوالے تھے کہ مالک بن نویرہ نے انکو روکا۔ پھر ان لوگوں کو خاص کر کے کافر نہیں کہا۔ اگرچہ یہ بھی ایک قسم کے مرتد تھے کیونکہ مرتد لوگوں میں شریک ہو گئے تھے دین کی بعض باتیں موقوف کرنے میں اس لئے کہ ردزہ کا اطلاق ہر گمراہ پر ہوتا ہے اور ہر اس شخص پر جو پہلے ایک کام کی طرف توجہ رکھتا ہو پھر اس سے پھر جاوے اور یہ لوگ بھی اطاعت سے پھر گئے تھے اور حق کو روکتے تھے تو یہ قبیح لقب مرتد کا ان کے ساتھ بھی لگ گیا اور دینداری جاتی رہی۔ اور یہ جو انہوں نے استدلال کیا تھا قرآن سے کہ قرآن میں خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ میں خطاب خاص ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ تو قرآن کے خطاب تین طرح کے ہیں۔ ایک خطاب عام جیسے يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ یعنی اے ایمان والو جب تم کھڑے ہو نماز کیلئے يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ اے ایمان والو فرض ہیں تم پر روزے۔ اور ایک خطاب خاص حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہے جسمیں دوسرا شریک نہیں ہو سکتا۔ وہ جب ہے کہ آیت میں صاف اشارہ ہو کہ یہ حکم پیغمبر کے ساتھ خاص ہے جیسے وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ اور جیسے فرمایا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ اور ایک خطاب وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو مخاطب کیا ہے پر اس میں پیغمبر اور سب امت کے لوگ برابر ہیں جیسے اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ قائم کر نماز کو آفتاب کے ڈھلتے ہی اور جیسے فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ یعنی جب تو قرآن

پڑھنے لگے تو پناہ مانگ شیطان مردود سے اور جیسے وَإِذَا كُنْتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ اور یہ سب
خطاب ہر اجہاد میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص نہیں بلکہ سب امت اس میں شریک ہے
اسی طرح یہ خطاب بھی ہے خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً الآیۃ تو جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
وفات کے بعد آپ کا قائم مقام ہو وہ اسپر عمل کرسکتا ہے۔ اور اسی کے مثل ہے یہ آیت يَا أَيُّهَا
النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ کہ خطاب ہے نبیؐ کی طرف اور حکم ہے سب مسلمانوں کو بلکہ بعض مقاموں میں
خطاب ہے پیغمبر کی طرف اور مراد اور لوگ ہیں جیسے فَإِنْ كُنْتَ فِي شَكٍّ مِمَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ اسلئے کہ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو شک نہ تھا اس میں جو آپ پر اترتا تھا۔ رہا تطہیر اور تزکیہ اور دعا تو یہ ہر ایک امام کرسکتا ہے
صاحب صدقہ کیلئے اور جو ثواب جس عمل پر وارد ہوا ہے وہ قائم ہے آپ کی وفات سے موقوف نہیں
ہوگیا اور امام اور عامل کو مستحب ہے کہ صدقہ دینے والے کیلئے دعا کرے تاکہ اسکے مال کی ترقی اور
برکت رہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کریگا اور اسکے سوال کو رد نہ کریگا۔ اگر کوئی یہ
کہے کہ جن لوگوں نے اس زمانہ میں زکوٰۃ نہ دینے کیلئے تاویل کی تھی وہ باغی قرار پائے۔ اب اگر
اس زمانہ میں بھی کوئی زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کرے اور اسکو ادا نہ کرے تو کیا اسکا حکم مثل باغیوں
کے ہوگا تو جواب اسکا یہ ہے کہ نہیں اس زمانہ میں جو کوئی زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کرے وہ بالاجماع
کافر ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ لوگ معذور تھے کئی وجہوں سے ایک تو یہ کہ زمانہ نبوت کا انکے
قریب تھا جب احکام منسوخ ہوتے رہتے۔ دوسرے یہ کہ وہ لوگ نادان تھے اور نئے مسلمان ہوئے
تھے اس لئے شبہیں پڑ گئے۔ اب تو دین اسلام شائع اور مشہور ہوگیا اور دین کی باتیں خاص اور عام
سب کو معلوم ہوگئیں۔ اب عالم کیا جاہل تک جانتا ہے کہ زکوٰۃ اسلام کا ایک رکن ہے تو اب کوئی
معذور نہ ہوگا اس کے انکار میں۔ اسی طرح حکم ہے ہر ایک شخص کا جو انکار کرے امت کے اجماعی
کاموں میں سے کسی کام کا جو مشہور ہو جیسے پانچوں نمازوں کا یا رمضان کے روزوں کا یا جنابت سے غسل
کرنیکا یا زنا کے حرام ہونے کا یا شراب کے حرام ہونے کا یا محرم عورتوں سے نکاح حرام ہونے کا البتہ اگر
کوئی اس زمانہ میں بھی نو مسلم ہو اور ارکان اسلام کو اچھی طرح نہ جانتا ہو وہ اگر انکار کرے نادانستہ
تو کافر نہ ہوگا اور اسلام کا اطلاق اسپر باقی رہے گا۔ اور جو باتیں امت کی اجماعی ہیں پر خاص و عام
میں مشہور نہیں انکا انکار کفر نہ ہوگا جیسے پھوپھی اور بھتیجی کا جمع کرنا یا خالہ اور بھانجی۔ یا قاتل کو
میراث نہ دلانا یا دادی کو چھٹا حصہ ملنا (انتہی باختصار السراج الوہاج) میں ہے کہ ابوبکر صدیق رضی
اللہ عنہ جو دلیل لائے اور عمر رضی اللہ عنہ نے جو اعتراض کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو دوسری
روایت کی خبر نہیں ہوئی جسکو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
مجھے حکم ہوا لوگوں سے لڑنے کا یہاں تک کہ وہ گواہی دیں اس بات کی کہ کوئی معبود برحق نہیں سوا
خدا کے اور یقین لاویں میرے دین پر اور اسپر جو میں لایا۔ جب ایسا کریں گے تو بچا لیا انہوں نے اپنی جانوں
اور مالوں کو مگر حق کے بدلے پھر حساب انکا اللہ پر ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ

گواہی دیں اس بات کی کہ کوئی معبود برحق نہیں سوا خدا کے اور محمدؐ اس کے رسول ہیں اور ادا کریں نماز کو اور دیویں زکوٰۃ کو۔ اور انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ منہ کریں نماز میں ہمارے قبلہ کی طرف اور کھائیں ہمارا ذبح کیا ہوا جانور اور ہماری سی نماز پڑھیں اس لئے کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان روایتوں کی خبر ہوتی تو یہ اعتراض ہی نہ کرتے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اگر خبر ہوتی تو وہ حدیث سے دلیل لاتے قیاس کیوں کرتے۔ اس حدیث سے بہت سی باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک تو قیاس کا حجت ہونا اور اسپر عمل کرنا۔ دوسرے نماز یا زکوٰۃ یا اور فرائض اسلام کو ادا نہ کرنے والوں سے لڑنا۔ تیسرے باغیوں سے لڑنے کی اجازت۔ چوتھے امام ضرورت کے وقت اجتہاد درست ہونا اور امام سے بحث کرنا۔ نووی نے کہا قاضی عیاض نے کہا کہ لا الہ الا اللہ کہنے پر جان اور مال محفوظ رہنا عرب کے مشرک اور بت پرستوں کے لئے اور ان کے اور کافر جو توحید کا اقرار کرتے ہیں جیسے اہل کتاب وغیرہ وہ صرف توحید کی وجہ سے بچ نہیں سکتے۔ اس لئے دوسری حدیث میں اتنا زیادہ ہے کہ مجھ کو رسول مانیں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں اور اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ جتنے احکام اور مسائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں ان سب کو مانیں۔ پھر نووی نے کہا کہ علماء نے اختلاف کیا ہے زندیق کی توبہ قبول کرنے میں یعنی جو بالکل شریعت الہٰی کا منکر ہو (جیسے ہمارے اس دجالی زمانہ میں ایک فرقہ نکلا ہے جسکو نیچری یا طبعی کہتے ہیں) تو اس میں پانچ قول ہیں سب میں صحیح اور صواب یہ ہے کہ توبہ اس کی قبول ہے بسبب احادیث صحیحہ مطلقہ کے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کی توبہ ہرگز قبول نہیں بلکہ اس کو قتل کرنا چاہیئے پھر اگر وہ درحقیقت سچا ہوگا تو آخرت میں اس کی نجات ہوگی۔ ایک قول یہ ہے کہ پہلے بار کی توبہ مقبول ہے پھر اگر کفر اختیار کرے تو مقبول نہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ اگر خود توبہ کرے تو قبول ہے اور جو تلوار کے ڈر سے کرے تو قبول نہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ اگر دوسروں کو بھی گمراہی کی طرف بلاتا ہو تو اس کی توبہ قبول نہیں ورنہ قبول ہے۔ انتہیٰ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَقُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَمَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عَصَمَ مِنِّیْ مَالَهٗ وَنَفْسَهٗ اِلَّا بِحَقِّهٖ وَحِسَابُهٗ عَلَی اللّٰهِ

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے حکم ہوا ہے لوگوں سے لڑنے کا یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں۔ پھر جس نے لا الہ الا اللہ کہا اس نے بچا لیا مجھ سے اپنے مال اور جان کو مگر کسی حق کے بدلے اور حساب اُس کا اللہ پر ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَشْهَدُوْا اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ یُؤْمِنُوْا بِیْ وَبِمَا جِئْتُ بِهٖ فَاِذَا

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے حکم ہوا ہے لوگوں سے لڑنے کا یہاں تک کہ وہ گواہی دیں اس بات کی کہ کوئی معبود برحق نہیں سوا خدا کے اور ایمان لاویں مجھ پر کہ میں اللہ کا بھیجا ہوا ہوں اور اسپر جس کو میں لیکر آیا (یعنی قرآن پر) اور شریعت کے تمام

فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَاءَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُ عَلَى اللّٰهِ

احکام پر جن کو میں لایا) جب وہ ایسا کریں تو انہوں نے بچا لیا اپنی جانوں اور مالوں کو مگر کسی حق کے بدلے اور حساب ان کا اللہ پر ہے۔

فائدہ۔ نووی نے کہا اس حدیث میں بیان ہے اس بات کا جو دوسری روایتوں میں اختصار کیا گیا صرف لا الہ الا اللہ کہنے سے یعنی اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اوپر کی روایتیں جن میں صرف لا الہ الا اللہ کہنے کا بیان ہے مختصر اور مجمل ہیں جان اور مال بچانے کے لئے جیسے لا الہ الا اللہ کا اقرار ضروری ہے ویسے ہی محمد رسول اللہ کا بھی بلکہ قرآن اور حدیث اور تمام احکام شریعت کا ماننا جن کا ثبوت تواتر یقین کو پہنچ گیا ہے ضروری ہے اور اس کا بیان تفصیل سے اوپر گذر چکا ہے۔ اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آدمی دین اسلام پر مضبوط عقیدہ رکھے اور شک نہ کرے تو وہ مومن ہے اور موحد۔ یہ ضروری نہیں کہ اہل کلام کے دلائل دریافت کرے اور خدا کو ان دلیلوں سے پہچانے یہی قول ہے محققین اور جمہور سلف کا۔ اور بعض لوگوں کے نزدیک ایمان پورا ہونے کیلئے دلائل کا پہچاننا ضروری ہے اور یہ قول ہے معتزلہ اور بعض اشاعرہ کا اور یہ خطا ہے اس لئے کہ مقصود یقین ہے اور وہ حاصل ہو گیا تقلید سے بھی۔ دوسرے یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی صرف یقین کو کافی سمجھا اور دلائل دریافت کرنے کی شرط نہیں کی۔

عَنْ جَابِرٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَاِذَا قَالُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَاءَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ ثُمَّ قَرَاَ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۝

ترجمہ۔ جابر اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے حکم ہوا ہے لوگوں سے لڑنے کا یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں۔ پھر جب انہوں نے لا الہ الا اللہ کہا تو بچا لیا مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو مگر حق کے بدلے اور حساب ان کا اللہ پر ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۝ یعنی تو تو نصیحت کرنے والا ہے لوگوں کو، تیرا کچھ زور ان پر نہیں (یہ آیت اس وقت کی ہے جب جہاد فرض نہ ہوا تھا)۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ فَاِذَا فَعَلُوْا عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَاءَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ

ترجمہ۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے حکم ہوا ہے لوگوں سے لڑنے کا یہاں تک کہ گواہی دیں اس بات کی کہ کوئی معبود برحق نہیں سوا خدا کے اور بے شک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے رسول ہیں۔ اور قائم کریں نماز کو اور دیویں زکوٰۃ کو پھر جب یہ کریں تو بچا لیا انہوں نے مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو مگر حق کے بدلے اور حساب ان کا اللہ پر ہے۔

فائدہ۔ السراج الوہاج میں ہے کہ امام شوکانی سے سوال ہوا وہ لوگ جو جنگل میں رہتے ہیں اور کوئی حکم شرعی نہیں بجالاتے نہ نماز نہ روزہ صرف زبان سے کلمہ شہادت پڑھتے ہیں وہ کافر ہیں یا مسلمان اور آیا مسلمانوں کو ان سے جہاد کرنا چاہئے یا نہیں؟ تو جواب دیا انہوں نے ارشاد السائل میں ہے کہ جو شخص ارکان اسلام اور فرائض اسلام کو بالکل ترک کرے اور اس کے پاس کچھ نہ ہو سوا زبان سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے کے تو بیشک وہ کافر ہے اور شدید الکفر اسکا جان اور مال حلال ہے اس لئے کہ صحیح حدیثوں سے یہ بات ثابت ہے کہ جان اور مال اسوقت بچے گی جب ارکان اسلام کو ادا کرے تو ایسے کافروں کے قریب جو مسلمان رہتے ہوں انپر واجب ہے کہ ان کافروں کو اسلام کے احکام بتلائیں اور انکے بجالانے کیلئے انکو دعوت کریں اور پہلے نرمی اور سہولت سے ثواب کی رغبت دلاکر اور عذاب سے ڈراکر انکو سمجھاویں اور اگر وہ مان لیں اور ارکان اسلام کو ادا کرنے لگیں تو خیر اور جو انکار کریں اور نہ مانیں تو مسلمانوں کو جہاد کرنا چاہئے انپر۔ اور جب تک وہ اعمال اسلام بجا نہ لائیں انکا خون اور مال حلال ہے اور انکا حکم ایسا ہے جیسے جاہلیت کے لوگوں کا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے کھول کر بیان کر دیا ہے اُن باتوں کو جو کافروں کے ساتھ لڑنے سے متعلق ہیں اور آیات قرآنی اور احادیث نبوی اس باب میں بہت ہیں ہر شخص کو معلوم ہیں بلکہ خاص اسی امر کیلئے اللہ جل جلالہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور کتابیں اتاریں اور اسکا زیادہ بیان کرنا بے فائدہ طول ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جب ان لوگوں نے اصرار کیا کفر پر تو وہ ملک دار الحرب ہے بلاشک و بلا شبہ، اور جو احکام دار الحرب کے ہیں وہی احکام انکے ملک کے ہونگے۔ اور اختلاف کیا ہے مسلمانوں نے کہ کافروں کے ملک جہاد کرنے کیلئے امام کا ہونا ضروری ہے یا نہیں لیکن حق یہ ہے کہ ضروری نہیں۔ اور یہ جہاد واجب ہے ہر ایک شخص پر جو مسلمان ہو اور آیات قرآنی اور احادیث نبوی مطلق ہیں اُن میں کوئی قید نہیں۔ انتہی

عَنْ أَبِي مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَكَفَرَ بِمَا يُعْبَدُ مِنْ دُونِ اللهِ حَرُمَ مَالُهُ وَدَمُهُ وَحِسَابُهُ عَلَى اللهِ

ترجمہ۔ ابو مالکؓ سے روایت ہے اس نے سنا اپنے باپ سے کہا سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ فرماتے تھے جس شخص نے لا الہ الا اللہ کہا اور انکار کیا ان چیزوں کا جن کو لوگ پوجتے ہیں سوا خدا کے آدمی ہوں یا جن اوتار یا جھاڑ پہاڑ یا بت وغیرہ تو حرام ہوگیا مال اس کا اور خون اُس کا۔ اور اس کا حساب اللہ پر ہے۔

بَابُ الدَّلِيْلِ عَلٰى صِحَّةِ اِسْلَامِ مَنْ حَضَرَهُ الْمَوْتُ مَا لَمْ يَشْرَعْ فِي النَّزْعِ وَهُوَ الْغَرْغَرَةُ وَنَسْخِ جَوَازِ الْاِسْتِغْفَارِ لِلْمُشْرِكِيْنَ وَالدَّلِيْلِ عَلٰى اَنَّ مَنْ مَّاتَ عَلَى الشِّرْكِ فَهُوَ مِنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ وَلَا يُنْقِذُهٗ مِنْ ذٰلِكَ شَيْءٌ مِّنَ الْوَسَائِلِ

بیان اس بات کا کہ جو شخص مرتے وقت مسلمان ہو تو اسکا اسلام صحیح ہے جب تک حالت نزع نہ ہو یعنی جاں کنی نہ شروع ہو اور مشرکین کیلئے دعا کرنا منع ہے۔ اور جو شرک پر مرے گا وہ جہنمی ہے کوئی وسیلہ اس کے کام نہ آئے گا

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ لَمَّا حَضَرَتْ اَبَا طَالِبٍ الْوَفَاةُ جَاءَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ عِنْدَهٗ اَبَا جَهْلٍ وَّعَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ اَبِيْ اُمَيَّةَ ابْنِ الْمُغِيْرَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَمِّ قُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ كَلِمَةً اَشْهَدُ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ فَقَالَ اَبُوْ جَهْلٍ وَّعَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ اَبِيْ اُمَيَّةَ يَا اَبَا طَالِبٍ اَتَرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَلَمْ يَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْرِضُهَا عَلَيْهِ وَيُعِيْدُ لَهٗ تِلْكَ الْمَقَالَةَ حَتّٰى قَالَ اَبُوْ طَالِبٍ اٰخِرَ مَا كَلَّمَهُمْ هُوَ عَلٰى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَاَبٰى اَنْ يَّقُوْلَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا وَاللّٰهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَا لَمْ اُنْهَ عَنْكَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝

ترجمہ۔ سعید بن مسیب (جو مشہور تابعین میں سے ہیں۔ ابن مدینی نے کہا میں نے ان سے زیادہ علم میں کوئی تابعی نہیں پایا فقیہ ہیں امام ہیں) روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے (مسیب بن حزن بن عمرو بن عابد بن عمران بن مخزوم قریشی مخزومی سے جو صحابی ہیں) انہوں نے کہا جب ابوطالب بن عبدالمطلب (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا اور پرورش کرنیوالے) مرنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور وہاں ابوجہل (عمرو بن ہشام) اور عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ کو بیٹھا دیکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے چچا میرے تم کہو لا الہ الا اللہ ایک کلمہ ہے اللہ کے پاس اسکا گواہ رہوں گا تمہارے لئے (یعنی خدا عز وجل سے قیامت کے روز عرض کروں گا کہ ابوطالب موحد تھے اور انکو جہنم سے نجات ہونی چاہئے انہوں نے آخر وقت میں کلمہ توحید کا اقرار کیا تھا) ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بولے اے ابوطالب عبدالمطلب کا دین چھوڑتے ہو؟ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر یہی بات ان سے کہتے رہے (یعنی کلمہ توحید پڑھنے کے لئے، ادھر ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ اپنی بات بکتے رہے) یہاں تک کہ ابوطالب نے اخیر بات جو کی وہ یہ تھی کہ میں عبدالمطلب کے دین پر ہوں اور انکار کیا لا الہ الا اللہ کہنے سے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم خدا کی میں تو تمہارے لئے دعا کرونگا (بخشش کی) جب تک مجھ کو منع نہ ہو۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری، مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ

وَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ فِیْ اَبِیْ طَالِبٍ فَقَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ وَھُوَ اَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِیْنَ ○

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اخیر تک یعنی نبیؐ کو اور مسلمانوں کو درست نہیں کہ مشرکوں کیلئے دعا کریں اگرچہ وہ ناتے والے ہوں۔ جب معلوم ہو گیا کہ دوزخی ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ابوطالب کی شان میں یہ آیت اتاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ اخیر تک یعنی تم راہ پر نہیں لاسکتے جسکو چاہو لیکن اللہ راہ پر لاسکتا ہے جسکو چاہے اور وہ جانتا ہے ان لوگوں کو جن کی قسمت میں ہدایت ہے۔

فائدہ۔ سعید روایت کرتے ہیں اپنے باپ مسیب سے جو صحابی ہیں۔ اس حدیث کو بخاری اور مسلم دونوں نے روایت کیا حالانکہ مسیب سے اسکا راوی کوئی نہیں سوائے ان کے بیٹے سعید کے تو رد ہو گیا حاکم کے قول کا کہ بخاری اور مسلم نے کوئی حدیث ایسی روایت نہیں کی جسکا راوی ایک ہی شخص ہو اور شاید مراد ان کی یہ ہے کہ سوا صحابہ کے اور شخصوں سے روایت کرنیوالے کم سے کم دو چاہییں (نووی)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اپنے چچا ابوطالب سے جب وہ مرنے لگے یعنی بیماری کی شدت ہوئی اور موت کا یقین ہو گیا۔ یہ مراد نہیں ہے کہ سکرات شروع ہو گئی کیونکہ نزع اور سکرات کے وقت توبہ قبول نہیں۔ فرمایا اللہ جل جلالہ نے وَلَیْسَتِ التَّوْبَۃُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ حَتّٰۤی اِذَا حَضَرَ اَحَدَھُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْاٰنَ یعنی نہیں ہے توبہ اُن لوگوں کیلئے جو گناہ کرتے ہیں پھر جب موت سامنے آگئی تو کہنے لگے ہم نے اب توبہ کی۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ابوطالب سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گفتگو کی اور مشرکوں نے آپکے خلاف انکو سمجھایا۔ آخر ابوطالب نے مشرکوں کا کہنا مانا تو معلوم ہوا کہ نزع کی حالت نہ تھی قاضی عیاض نے کہا بعض متکلمین نے یہاں یہ معنے کئے ہیں کہ نزع کی حالت ابوطالب پر طاری ہوئی اور یہ صحیح نہیں۔ تو ابوطالب نے دین اسلام کو قبول نہیں کیا اور اپنی قوم کا پاس کیا اور جہنم کو اختیار کیا۔ السراج الوہاج میں ہے کہ اس حدیث میں دلیل ہے اس بات کی کہ عبدالمطلب بھی کفر پر مرے تھے جیسے ابوطالب۔ امام ابوحنیفہ رحمہ نے فقہ اکبر میں صاف لکھا ہے کہ ابوطالب کفر پر مرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم خدا کی میں تو تمہارے لئے دعا کروں گا۔ نووی نے کہا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قسم کھانا خود بخود بغیر اس کے کہ دوسرا قسم کھلاوے درست ہے اور اس جگہ قسم سے تاکید مقصود ہے کہ میں تمہارے لئے ضرور استغفار کروں گا اور یہ آپ نے ابوطالب کو خوش کرنے کیلئے فرمایا اور انکی وفات مکہ میں ہجرت سے کچھ ہی پہلے ہوئی تھی۔ ابن فارس نے کہا ابوطالب جب مرے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف انچاس برس آٹھ مہینے گیارہ دن کی تھی اور ابوطالب کی وفات کے تین روز بعد ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج کے بعد دوسرا رنج ہوا اسی واسطے اس سال کو عام الحزن کہتے ہیں۔

نووی نے کہا کہ مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ آیت اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ ابوطالب

کے باب میں اتری ہے۔ زجاج نے بھی اس پر اجماع نقل کیا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَمِّهِ عِنْدَ الْمَوْتِ قُلْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ لَكَ بِهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَأَبٰى قَالَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ الْآيَةَ

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا سے مرتے وقت کہا تم لا الٰہ الا اللہ کہو میں قیامت کے دن تمہارے لئے اسکا گواہ ہوں گا۔ انہوں نے انکار کیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری اِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ اخیر تک۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَمِّهِ قُلْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ لَكَ بِهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ لَوْلَا أَنْ تُعَيِّرَنِي قُرَيْشٌ يَقُولُونَ إِنَّمَا حَمَلَهُ عَلٰى ذٰلِكَ الْجَزَعُ لَأَقْرَرْتُ بِهَا عَيْنَكَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا سے فرمایا کہو لا الٰہ الا اللہ میں اس بات کی گواہی دوں گا تمہارے لئے قیامت کے دن۔ انہوں نے کہا اگر قریش میرے اوپر عیب نہ رکھتے وہ کہیں گے ابوطالب ڈر گیا یا دہشت میں آگیا البتہ میں ٹھنڈی کرتا تمہاری آنکھ یہ کہہ کر (یعنی تم کو خوش کر دیتا اور لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کر لیتا پر قریش کے لوگوں سے مجھے شرم آتی ہے۔ وہ کہیں گے ابوطالب ایسا دل کا بودا اور کچا تھا کہ مرتے وقت ڈر کے مارے اپنا دین بدل ڈالا) تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری اِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ

بَابُ الدَّلِيلِ عَلٰى أَنَّ مَنْ مَاتَ عَلَى التَّوْحِيدِ دَخَلَ الْجَنَّةَ قَطْعًا

موحِّد قطعی جنتی ہے

فائدہ۔ ایک نہ ایک روز اگرچہ تھوڑے دنوں عذاب پاویگا اپنے اور گناہوں پر پر وہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہ سکتا۔ نووی نے کہا اہل سنت اور اہل حق کا سلف اور خلف میں سب کا یہ اعتقاد ہے کہ جو شخص توحید پر مرے وہ ہر حال میں جنت میں جاویگا۔ پھر اگر گناہوں سے پاک ہو جیسے نابالغ یا مجنون جو بالغ ہوتے ہی مجنون ہو گیا ہو یا اُس نے صحیح توبہ کی ہو تمام گناہوں سے اور پھر توبہ کے بعد کوئی گناہ نہ کیا ہو یا خدا کی طرف سے اس کو گناہوں سے بچنے کی توفیق ہوئی ہو وہ تو جنت میں جاویگا اور جہنم میں بالکل نہ جاویگا۔ اور یہ جو آیت ہے کہ تم میں سے کوئی نہیں مگر جہنم پر اسکا ورود ہوگا تو ورود سے مراد یہ یعنی اس پر سے گزرنا۔ اور یہ گزر تو سب کے لئے ہے کیونکہ صراط یعنی پل جہنم کے اوپر سے ہے اللہ ہم کو جہنم سے اور سب آفتوں سے بچا دے۔ اور اگر اس نے کبیرہ گناہ کئے ہونگے اور بغیر توبہ کے مرا ہے تو وہ اللہ کی مرضی پر ہے اگر چاہے تو اس کا قصور معاف کر دے اور اس کو جنت میں لیجائے اور اگر چاہے

تو تھوڑے دنوں اس کے قصور کے لائق عذاب دیکر پھر جنت میں لے جائے، پر وہ ہمیشہ جہنم میں نہ رہے گا تو جو شخص توحید پر مرے وہ کیسے بھی گناہ کرے ہمیشہ جہنم میں نہ رہے گا جیسے وہ شخص جو کفر پر مرے ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور جنت میں نہ جائے گا۔ یہ مختصر بیان ہے اہل حق کے عقیدہ کا اس مسئلہ میں اور کتاب اور سنت اور اجماع امت دلیل ہیں اس اعتقاد کی اور نصوص متواترہ ہیں اس باب میں جن سے یقین حاصل ہو سکتا ہے۔ پھر جب یہ قاعدہ ثابت اور مقرر ہو گیا تو اب جتنی حدیثیں وارد ہوں اگرچہ ظاہر میں کچھ اس قاعدہ کے خلاف ہوں پر ان کو اسی قاعدہ پر حمل کرنا چاہیے تاکہ نصوص شرعیہ میں تناقض اور تخالف نہ ہو اور خدا چاہے تو ہم بعض حدیثوں کی تاویل بیان کریں گے جن سے اور حدیثوں کی تاویل بھی معلوم ہو جائے گی۔ انتہی۔

عَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ

ترجمہ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مر جاوے اور اسکو اس بات کا یقین ہو کہ کوئی لائق عبادت نہیں سوا اللہ جل جلالہ کے تو وہ جنت میں جائے گا۔

فائدہ۔ نووی نے کہا قاضی عیاض نے کہا لوگوں نے اختلاف کیا ہے اس شخص کے باب میں جو شہادتین کا قائل ہو یعنی توحید و رسالت کا لیکن گنہگار ہو کر مرے تو مرجیہ (ایک گمراہ فرقہ ہے وہ) یہ کہتا ہے کہ ایمان کے ساتھ کوئی گناہ ضرر نہیں کرتا اور خوارج کہتے ہیں کہ گناہ ضرر کرتا ہے اور آدمی گناہ کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے۔ اور معتزلہ کہتے ہیں کہ اگر اسکا کبیرہ گناہ ہے تو وہ ہمیشہ جہنم میں رہیگا اور نہ اس کو مومن کہیں گے نہ کافر بلکہ فاسق کہیں گے اور اشاعرہ کے نزدیک جو اہل سنت ہیں وہ شخص مومن ہے۔ اب اگر اسکا گناہ نہ بخشا جائے اور اس کو عذاب ہو تو ہمیشہ نہ ہو گا ایک نہ ایک دن وہ جنت میں جاویگا تو اس حدیث سے رد ہو گیا خوارج اور معتزلہ کا اور مرجیہ جو دلیل لاتے ہیں اس حدیث سے ان کا جواب یہ ہے کہ تمہارا مطلب اس حدیث سے کہاں نکلتا ہے۔ اس حدیث میں تو یہ ہے کہ موحد جنت میں جائیگا۔ پھر ہو سکتا ہے کہ اس کا گناہ بخش دیا جائے یا شفاعت سے نجات ہو جہنم سے یا گناہ کے مقدار عذاب پا کر جنت میں جائے۔ اور یہ تاویل ضروری ہے اسلئے کہ بہت سی آیات اور احادیث سے گناہ گاروں کیلئے عذاب نکلتا ہے پھر نصوص شریعت کو ایک دوسرے کے مطابق کرنا لازم ہے۔ اور یہ جو فرمایا اس حدیث میں کہ اس کو یقین ہو توحید کا تو رد ہو گیا بعض گئے مرجیہ کا جو کہتے ہیں صرف شہادتین کو زبان سے کہنے والا جنت میں جاویگا گو دل سے اسپر اعتقاد نہ ہو۔ اور دوسری حدیث میں اس کی اور تاکید مروی ہے یعنی اس کو شک نہ ہو اور یہ مؤید ہے ہمارے مذہب کے۔ قاضی عیاض نے کہا اس حدیث سے وہ شخص بھی حجت لاتا ہے جو کہتا ہے صرف دل سے شہادتین کو پہچاننا کافی ہے، زبان سے کہنا ضروری نہیں مگر اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ دل سے یقین کرنا اور زبان سے اقرار کرنا دونوں ضروری ہیں اور جہنم سے نجات پانے کیلئے

صرف ایک کافی نہیں البتہ جب زبان میں کوئی آفت ہو جیسے گویائی نہ رہے یا مہلت نہ ہو زبان سے کہنے سے پہلے مرجائے تو دل سے یقین کرنا کافی ہے اور اس حدیث میں حجت نہیں اس شخص کی جس نے خلاف کیا اہل سنت اور جماعت کا اس لئے کہ دوسری حدیث میں صاف وارد ہے کہ جس نے کہا لا الہ الا اللہ اور جس نے گواہی دی لا الہ الا اللہ کی اور معاذ کی روایت میں ہے جسکی اخیر بات لا الہ الا اللہ ہوگی وہ جنت میں جاویگا اور ایک روایت میں ہے جو اللہ سے ملے گا اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو تو جنت میں جائیگا۔ اور ایک روایت میں ہے کوئی بندہ ایسا نہیں جو گواہی دے اس بات کی کہ سوا اللہ کے کوئی سچا معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں مگر اللہ حرام کردے گا اسکو جہنم پر اور ایسا ہی عبادہ بن صامت اور عتبان بن مالکؓ کی روایت میں عبادہ کی حدیث میں اتنا زیادہ ہے کہ اس کے اعمال چاہے جیسے ہوں۔ اور ابو ہریرہؓ کی روایت میں ہے کہ وہ اللہ سے ملے اور اس کو شہادتین میں شک نہ ہو تو وہ جنت میں جائیگا اگرچہ زنا کرے یا چوری کرے۔ ان سب احادیث کو مسلم نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے تو سلف کی ایک جماعت سے جنمیں سعید بن مسیب بھی ہیں یہ منقول ہے کہ یہ حدیثیں اس وقت کی ہیں جب اور فرائض اور اوامر اور نواہی نہ تھے۔ اور بعضوں نے کہا یہ حدیثیں مجمل ہیں شرح کی محتاج ہیں اور مطلب انکا یہ ہے کہ شہادتین کا اقرار کرے اور انکے حقوق و فرائض سب کو ادا کرے اور یہ قول حسن بصری کا ہے اور بعضوں نے کہا کہ یہ اس شخص کے لئے جو کفر اور شرک سے شرمندہ ہو کر اسکا اقرار کرے پھر مرجائے یہ قول بخاری کا ہے، اور ان سب تاویلات کی ضرورت اسی وقت ہے جب حدیث کو ظاہر پر رکھیں لیکن جب اپنے درجہ اور مرتبہ پر لیجائیں تو تاویل مشکل نہیں جیسے محققین علماء نے بیان کیا ہے۔ تو پہلے یہ بات سمجھ لینا چاہیئے کہ تمام اہل سنت سلف صالحین اور محدثین اور فقہاء اور متکلمین کا یہ مذہب ہے کہ گنہگار اللہ کی مشیت پر ہیں اور جو شخص ایمان پر مرے اور دل سے یقین رکھتا ہو شہادتین کا وہ جنت میں جاویگا۔ پھر اگر اس نے گناہوں سے توبہ کرلی ہو یا گناہوں سے پاک ہو وہ تو اپنے پروردگار کی رحمت سے جنت میں جائیگا اور جہنم پر حرام کیا جائیگا۔ پھر اگر ہم ان حدیثوں کو ایسے شخصوں پر محمول کریں مطلب صاف ہوگا۔ اور حسن بصری اور بخاری کی یہی مراد ہے اور اگر وہ شخص گناہوں کے ساتھ آلودہ ہو واجبات کو ترک کیا ہو یا حرام کا ارتکاب تو وہ اللہ کی مشیت پر ہے۔ اس کا یقین نہیں ہو سکتا کہ وہ جہنم میں بالکل نہ جائیگا اور پہلے ہی پہل جنت میں چلا جائے گا لیکن اسکا یقین ہے کہ وہ ایک دن آخر کو ضرور جنت میں جائیگا اور خدا تعالیٰ کو اختیار ہے چاہے اسکا گناہ معاف کردیوے اور چاہے اس کو چند روز عذاب دیکر پھر جنت میں لیجائے اور ممکن ہے کہ سب احادیث اپنے معنے پر قائم رہیں اور جمع بھی ہو جاویں اس طرح پر کہ جنت میں جانے سے یہ مراد ہو کہ جنت کا استحقاق اسے ہو گیا یا بالفعل بعفو یا آئندہ بعد عذاب اور جہنم حرام ہونے سے یہ غرض ہو کہ ہمیشہ کا جہنم اس پر حرام ہے اور دونوں مسئلوں میں خوارج اور معتزلہ کا خلاف ہے

اور احتمال ہے کہ حدیث مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ یعنی جس کی اخیر بات لا الٰہ الا اللہ ہوگی وہ جنت میں جائیگا یہ اس شخص کے لئے جس کی زبان سے مرتے وقت اخیر میں یہ کلمہ نکلے اور پھر بعد اس کے دوسری بات نہ کرے اگرچہ اس سے پہلے گناہ کرچکا ہو پر شاید خاتمہ کلام کی وجہ سے خدا کی رحمت شامل حال ہو اور وہ جہنم سے بالکل نجات پاوے برخلاف ان گنہگاروں کے جن کی آخری بات یہ کلمہ نہ ہو۔ اسی طرح پر جو عبادہ کی حدیث میں ہے کہ وہ جنت کے جس دروازہ میں سے چاہے جائے، وہ خاص ہے اس کے لئے جو شہادتین کے ساتھ ایمان اور توحید حقیقی کے ساتھ متصف ہو اور اس کا ثواب اس قدر ہو جائے کہ اس کے گناہوں سے بڑھ جائے اور مغفرت اور رحمت کو واجب کرے۔ تمام ہوا کلام قاضی عیاض کا اور یہ نہایت عمدہ ہے لیکن ابن مسیب سے جو تاویل منقول ہے وہ ضعیف اور باطل ہے اس لئے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بہت دیر میں اسلام لائے تھے جس سال خیبر فتح ہوا ۷ھ ہجری میں اور اس وقت تو تمام احکام شریعت جاری ہو چکے تھے اور سب فرائض مثل نماز اور روزے اور زکوٰۃ کے فرض ہو چکے تھے اور حج بھی فرض ہو گیا تھا اس قول کے موافق جو کہتا ہے حج ۵ یا ۶ھ ہجری میں فرض ہوا۔ اور بعضوں نے کہا کہ ۹ھ ہجری میں فرض ہوا۔ اور شیخ ابن الصلاح نے اس مقام پر ایک اور تاویل بیان کی ہے انہوں نے کہا کہ شاید یہ قصور راویوں کے حفظ اور قلت ضبط کی وجہ سے ہے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے۔ آپ نے تو پورا پورا بیان دوسری حدیثوں میں کیا ہے۔ اور جائز ہے کہ یہ اختصار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہو بت پرستوں کے ساتھ خطاب کرنے میں کیونکہ توحید ان کیلئے دین کی تمام باتوں کو لازم کرتی تھی اور جو کافر توحید کا قائل نہ ہو جیسے بت پرست یا پارسی پھر وہ لا الٰہ الا اللہ کہے اور اس کا وہ حال ہو جو اوپر ہم نے بیان کیا تو حکم کیا جائیگا اس کے اسلام کا اور ہم وہ کہیں گے اس حال میں جیسے ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ جو شخص لا الٰہ الا اللہ کہے اس کے اسلام کا حکم کیا جاویگا۔ پھر اس پر جبر کریں گے اور احکام قبول کرنے کیلئے اسلئے کہ اسکا حاصل یہ نکلتا ہے کہ اسلام کے پورا کرنے کے لئے اسپر جبر کریں گے اور اس کا حکم مثل مرتد کے ہوگا اگر وہ باقی احکام کو بجا نہ لائے اور نفس الامر اور آخرت کے احکام میں وہ مسلمان نہ ہوگا حالانکہ ہم نے جس کو بیان کیا وہ نفس الامر اور آخرت کے احکام میں مسلمان ہیں واللہ اعلم (نووی)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسِيرٍ قَالَ فَنَفِدَتْ أَزْوَادُ الْقَوْمِ قَالَ حَتَّى هَمَّ بِنَحْرِ بَعْضِ حَمَائِلِهِمْ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَوْ جَمَعْتَ مَا بَقِيَ مِنْ أَزْوَادِ الْقَوْمِ فَدَعَوْتَ اللّٰهَ عَلَيْهَا قَالَ فَفَعَلَ

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ایک سفر میں (جنگ تبوک میں)، تو لوگوں کے توشے تمام ہو گئے اور آپ نے قصد کیا لوگوں کے بعض اونٹ کاٹ ڈالنے کا۔ حضرت عمر نے کہا کہ یا رسول اللہ کاش آپ جمع کرتے لوگوں کے سب توشے اور پھر اس پر اللہ سے دعا کرتے (تاکہ اس میں برکت ہو اور سب کیلئے کافی ہو جائے)

قَالَ فَجَاءَ ذُو الْبُرِّ بِبُرِّهِ وَذُو التَّمْرِ بِتَمْرِهِ قَالَ وَقَالَ مُجَاهِدٌ وَذُو النَّوَاةِ بِنَوَاهُ قُلْتُ وَمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ بِالنَّوَى قَالَ كَانُوا يَمُصُّونَهُ وَيَشْرَبُونَ عَلَيْهِ الْمَاءَ قَالَ فَدَعَا عَلَيْهَا قَالَ حَتّٰى مَلَأَ الْقَوْمُ أَزْوِدَتَهُمْ قَالَ فَقَالَ عِنْدَ ذٰلِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ لَا يَلْقَى اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ بِهِمَا عَبْدٌ غَيْرُ شَاكٍّ فِيهِمَا إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ

آپ نے ایسا ہی کیا، تو جس کے پاس گیہوں تھی وہ اپنی گیہوں لیکر آیا اور جس کے پاس کھجور تھی وہ کھجور لے کر آیا اور جس کے پاس گٹھلی تھی وہ گٹھلی لیکر آیا۔ میں نے کہا گٹھلی کو کیا کرتے تھے انہوں نے کہا اس کو چوستے تھے پھر اس پر پانی پی لیتے تھے راوی نے کہا آپ نے ان سب توشوں پر دعا کی تو لوگوں نے اپنے اپنے توشہ کے برتنوں کو بھر لیا۔ اس وقت آپ نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ کوئی معبود برحق نہیں سوا خدا کے (وہی سچا خدا ہے اور سب جھوٹے خدا ہیں) اور میں اللہ کا بھیجا ہوا ہوں۔ جو بندہ اللہ سے ملے اور ان دونوں باتوں میں اس کو شک نہو تو وہ جنت میں جائیگا

فائدہ:- حدیث میں حَمَائِلِهِمْ ہے حائے حطی سے یا جَمَائِلِهِمْ جیم سے دونوں منقول ہیں۔ صاحب تحریر اور ابن الصلاح نے دونوں کو ذکر کیا ہے لیکن صاحب تحریر نے جَمَائِلِهِمْ جیم سے اختیار کیا ہے اور قاضی عیاض نے حَمَائِلِهِمْ حائے حطی سے۔ شیخ ابو عمرو نے کہا دونوں صحیح ہیں۔ تو جب حائے حطی سے ہو تو حمائل جمع ہے حمولہ کی یعنی وہ اونٹ جس پر لادا جاوے سامان وغیرہ اور جب جیم سے ہو تو جمع ہے جمالہ کی اور جمالہ جمع ہے جمل کی۔ جمل اونٹ کو کہتے ہیں۔

نووی نے کہا اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ مسافروں کو اپنے اپنے توشے ملا دینا اور ساتھ مل کر کھانا درست ہے اگرچہ کوئی زیادہ کھائے کوئی کم اور ہمارے اصحاب نے کہا یہ سنت ہے۔

جب لوگ اپنے اپنے توشہ کے برتنوں کو لے آئے تو آپ نے دعا کی۔ تو توشہ میں آپ کی دعا کی برکت سے ایسی افزایش ہوگئی کہ یا تو تمام ہونے کے قریب تھا یا سب کے برتن پھر سے بھر گئے اور اطمینان حاصل ہوا۔ یہ ایک معجزہ تھا آپ کے معجزوں میں سے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَوْ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ شَكَّ الْأَعْمَشُ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ غَزْوَةِ تَبُوكَ أَصَابَ النَّاسَ مَجَاعَةٌ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَوْ أَذِنْتَ لَنَا فَنَحَرْنَا نَوَاضِحَنَا فَأَكَلْنَا وَادَّهَنَّا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ افْعَلُوا قَالَ فَجَاءَ عُمَرُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنْ فَعَلْتَ قَلَّ الظَّهْرُ وَلٰكِنِ ادْعُهُمْ بِفَضْلِ أَزْوَادِهِمْ ثُمَّ ادْعُ اللّٰهَ لَهُمْ عَلَيْهَا

ترجمہ - ابو ہریرہؓ یا ابو سعیدؓ سے روایت ہے (یہ شک ہے اعمش کو جو راوی ہے اس حدیث کا) جب غزوۂ تبوک کا وقت آیا (تبوک شام میں ایک مقام کا نام ہے) تو لوگوں کو سخت بھوک لگی۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! کاش آپ ہم کو اجازت دیتے تو ہم اپنے اونٹوں کو جن پر پانی لاتے ہیں کاٹ ڈالتے۔ آپ نے فرمایا اچھا کاٹو۔ اتنے میں حضرت عمر آئے اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ اگر ایسا کیجئے گا تو سواریاں کم ہو جائیں گی لیکن سب لوگوں کو بلا بھیجئے اور کہئے اپنا اپنا بچا ہوا توشہ لیکر آویں۔ پھر خدا سے دعا کیجئے کہ توشہ میں

بِالْبَرَكَةِ لَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَ فِي ذٰلِكَ
فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
نَعَمْ قَالَ فَدَعَا بِنِطَعٍ فَبَسَطَهُ ثُمَّ
دَعَا بِفَضْلِ أَزْوَادِهِمْ قَالَ فَجَعَلَ
الرَّجُلُ يَجِيءُ بِكَفِّ ذُرَةٍ قَالَ وَجَعَلَ
يَجِيءُ الْآخَرُ بِكَفِّ تَمْرٍ قَالَ وَيَجِيءُ الْآخَرُ
بِكِسْرَةٍ حَتَّى اجْتَمَعَ عَلَى النِّطَعِ مِنْ ذٰلِكَ
شَيْءٌ يَسِيرٌ قَالَ فَدَعَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَرَكَةِ ثُمَّ قَالَ لَهُمْ
خُذُوا فِي أَوْعِيَتِكُمْ قَالَ فَأَخَذُوا فِي
أَوْعِيَتِهِمْ حَتَّى مَا تَرَكُوا فِي الْعَسْكَرِ وِعَاءً
إِلَّا مَلَئُوهُ قَالَ فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا وَ
فَضَلَتْ فَضْلَةٌ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْهَدُ أَنْ لَا
إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ لَا يَلْقَى
اللّٰهَ بِهِمَا عَبْدٌ غَيْرَ شَاكٍّ فَيُحْجَبَ
عَنِ الْجَنَّةِ۔

برکت دیوے شاید اس میں اللہ کوئی راستہ نکالدے (یعنی برکت اور بہتری عطا فرمائے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا۔ پھر ایک دسترخوان منگایا اسکو بچھا دیا اور سب کا بچا ہوا توشہ منگایا۔ کوئی مٹھی بھر جوار لایا کوئی مٹھی بھر کھجور لایا کوئی روٹی کا ٹکڑا یہاں تک کہ سب مل کر تھوڑا سا دسترخوان پر اکٹھا ہوا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برکت کے لئے دعا کی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا اپنے اپنے برتنوں میں توشہ بھرو تو سبھوں نے اپنے اپنے برتن بھر لئے یہاں تک کہ لشکر میں کوئی برتن نہ چھوڑا جس کو نہ بھرا ہو پھر سب نے کھانا شروع کیا اور سیر ہو گئے۔ اس پر بھی کچھ بچ رہا تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ خدا کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور میں اللہ کا بھیجا ہوا ہوں۔ جو شخص ان دونوں باتوں پر یقین کر کے اللہ سے ملے وہ جنت سے محروم نہ ہوگا۔

فائدہ - دارقطنی نے اس حدیث کی اسناد میں طعن کیا ہے کہ اس میں اعمش سے اختلاف ہے اور کبھی عن ابی صالح عن جابر ہے۔ حدیث کی صحت میں یہ طعن کچھ قدح نہیں کرتا اس لئے کہ اعمش کو صحابی کے نام میں شک ہے اور صحابہ سب ثقہ ہیں۔ نووی نے کہا جب کوئی راوی نام لیکر یوں کہے کہ مجھ سے فلاں نے یا فلاں نے حدیث بیان کی اور وہ دونوں ثقہ ہوں تو روایت حجت ہے بلا خلاف اس لئے کہ غرض یہ ہے کہ روایت ثقہ سے ہو اور وہ حاصل ہے۔ اس قاعدہ کو خطیب بغدادی نے کفایہ میں اور اور لوگوں نے بیان کیا ہے اور یہ غیر صحابہ میں ہے تو صحابہ میں تو بطریق اولیٰ ہوگا اسلئے کہ صحابہ سب عادل ہیں۔ پھر راوی کے تعیین نہ کرنے سے مقصود فوت نہیں ہوتا۔

صحابہ نے سخت بھوک کی وجہ سے خواہش ظاہر کی کہ کاش آپ ہم کو اجازت دیتے تو ہم اپنے اونٹوں کو جن پر پانی لاتے ہیں کاٹ ڈالتے۔ یہ ایک عمدہ طریقہ ہے ادب کی جگہ پر سوال کرنے کا۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ لشکر کے لوگوں کو اپنے جانور جو لڑائی میں کام دیتے ہیں کاٹنا درست نہیں جب تک امام اجازت نہ دے (السراج الوہاج)

آپ نے فرمایا اچھا اپنے اونٹوں کو کاٹو۔ اتنے میں حضرت عمر آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے

کہا اگر ایسا کیا تو سواریاں کم ہو جائیں گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام اور بادشاہ کے حکم میں اعتراض کرنا جائز ہے اور کم درجہ والے کو یہ حق پہنچتا ہے اگر رعیت مصلحت کے مطابق بڑے درجہ والے کو عمدہ مشورہ دے اور ان کے حکم کو منسوخ کرنے کے لئے کہے۔

عَنْ عُبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَأَنَّ عِيْسٰى عَبْدُ اللّٰهِ وَابْنُ أَمَتِهٖ وَكَلِمَتُهٗ أَلْقَاهَا إِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ وَأَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَأَنَّ النَّارَ حَقٌّ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةِ شَاءَ

ترجمہ۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ سوا اللہ کے کوئی سچا معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور بیشک حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اسکے بندے اور بھیجے ہوئے ہیں اور بیشک حضرت عیسیٰ اللہ کے بندے ہیں اور اس کی لونڈی (مریم) کے بیٹے ہیں اور اسکی بات ہیں پیدا ہوئے جو اس نے مریم میں ڈالدی (یعنی حکم کر دیا کُن کے ساتھ پھر وہ ہو گئے بن باپ کے) اور رحمت ہیں خدا کی یا روح ہیں خدا کی (یعنی حضرت عیسیٰ کو روح اللہ کہتے ہیں اس لئے کہ اللہ جل جلالہ نے ان کی روح کو پیدا کیا اگرچہ سب روحوں کو خدا ہی نے بنایا ہے پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح بڑی عزت اور بزرگی والی ہے اس لئے خدا کی طرف نسبت دی گئی جیسے خانہ کعبہ کو بیت اللہ کہتے ہیں) اور بیشک جنت حق ہے اور جہنم حق ہے تو لے جاویگا اس کو اللہ جنت میں آٹھ دروازوں میں سے جس میں سے چاہے جائے۔

فائدہ۔ نووی نے کہا یہ حدیث ایک بہت عمدہ حدیث ہے عقائد میں جو جامع ہے تمام ضروری باتوں کو اور اس سے رد ہوتا ہے تمام کفر کی ملتوں کا اختصار کے ساتھ۔ بعض لوگ ہمارے زمانہ میں یہ شبہ کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بغیر باپ کے کیونکر پیدا ہوئے حالانکہ فطرت کے قاعدہ سے اور اصول حکمت سے یہ بات محال معلوم ہوتی ہے۔ اُن کا جواب یہ ہے کہ تم عالم کو قدیم جانتے ہو یا حادث۔ اگر حادث مانتے ہو تو ابتداء آفرینش میں نوع انسان کا ظہور کسی پہلے شخص سے ہوا ہوگا جو نہ باپ رکھتا تھا نہ ماں۔ پھر جب خدا نے بغیر ماں اور باپ کے ایک شخص کو پیدا کیا تو بغیر باپ کے پیدا کرنا اسکے نزدیک کیا دشوار ہے۔ اگر قدیم جانتے ہو تو قدم سے یہ مراد نہیں کہ عالم اسی طرح بوضع خاص قدیم ہے کیونکہ اوضاع اور اطوار میں ہمیشہ تغیر ہوتا رہتا ہے بلکہ اسی بنا پر کرات کے کرات متفرق اور پریشان ہو سکتے ہیں اور ان کے اجزا پھر دوبارہ ملکر ایک نیا کرہ ظاہر کر سکتے ہیں اسی وجہ سے ابی قور اور دیو جانس اور فلاسفہ کی ایک جماعت نے جو قدم عالم کے قائل تھے یہ لکھا ہے کہ اوائل ترکیب زمین میں زمین سے اعلیٰ اعلیٰ قسم کے جاندار جیسے انسان اور بہائم خود بخود پیدا ہوتے تھے۔ آخر زمانہ دراز کے بعد زمین کی قوت گھٹتے گھٹتے اب یہ نوبت پہنچی ہے کہ سوا نباتات اور کم درجہ کے حیوانات جیسے چوہے گھونس

کیڑے مکوڑے وغیرہ کے عمدہ قسم کے جاندار زمین سے خود بخود پیدا نہیں ہوتے پھر جس خدا نے زمین میں یہ استعداد رکھی ہے کہ آدمی اور سب طرح کے جانور اس میں سے پیدا کر دیوے اس کے نزدیک خود انسان میں سے ایک دوسرا انسان پیدا کر دینا مشکل ہے عقل کے خلاف ہے اور تعجب ہے کبھی حضرت عیسٰی کو بن باپ کے نہ ماننے والے لوگ عقل اور فلسفہ کا دم بھرتے ہیں اور حکیموں اور فلسفیوں کی لغویات کو بھی تسلیم کر لیتے ہیں اور قرآن و حدیث کی سچی قرین قیاس باتوں میں شبہ کرتے ہیں خود حکیم اور فلسفی انسان کی ابتدائی خلقت اور عالم کی ابتدائی آفرینش میں اس قدر اختلاف رکھتے ہیں کہ ایک دوسرے کے خیال کو لغو اور باطل سمجھتا ہے۔

عَنِ الصُّنَابِحِيِّ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّهٗ قَالَ دَخَلْتُ عَلَيْهِ وَهُوَ فِي الْمَوْتِ فَبَكَيْتُ فَقَالَ لِيْ مَهْلًا لِمَ تَبْكِيْ فَوَاللّٰهِ لَئِنِ اسْتُشْهِدْتُ لَاَشْهَدَنَّ لَكَ وَلَئِنْ شُفِّعْتُ لَاَشْفَعَنَّ لَكَ وَلَئِنِ اسْتَطَعْتُ لَاَنْفَعَنَّكَ ثُمَّ قَالَ وَاللّٰهِ مَا مِنْ حَدِيْثٍ سَمِعْتُهٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكُمْ فِيْهِ خَيْرٌ اِلَّا حَدَّثْتُكُمُوْهُ اِلَّا حَدِيْثًا وَّاحِدًا وَسَوْفَ اُحَدِّثُكُمُوْهُ الْيَوْمَ وَقَدْ اُحِيْطَ بِنَفْسِيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ شَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ النَّارَ

ترجمہ۔ صنابحی سے روایت ہے عبادہ بن صامت کے پاس گیا وہ مرنے کے قریب تھے۔ میں رونے لگا۔ انہوں نے کہا مجھ کو مہلت (یعنی مجھ کو بات کرنے دے) کیوں روتا ہے۔ قسم خدا کی اگر میں گواہ بنایا جاؤں گا تو تیرے لئے (ایمان کی) گواہی دوں گا اور اگر میری سفارش کام آئیگی تو تیری سفارش کرونگا اور اگر مجھے طاقت ہوگی تو تجھ کو فائدہ دونگا۔ پھر کہا قسم خدا کی کوئی حدیث میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنی جس میں تمہاری بھلائی تھی مگر میں نے اسکو تم سے بیان کر دیا البتہ ایک حدیث میں نے اب تک بیان نہیں کی وہ آج بیان کر دیتا ہوں کس لئے کہ میری جان جانے کو ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے جو شخص گواہی دے (یعنی دل سے یقین کرے اور زبان سے اقرار) کہ خدا کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور بیشک حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں تو اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کو حرام کر دے گا (یعنی ہمیشہ جہنم میں رہنے کو یا جہنم کے اس طبقہ کو جس میں ہمیشہ رہنے والے کافر ڈالے جائینگے)

فائدہ۔ (صنابحی سے روایت ہے) صنابحی صنابح کی طرف نسبت ہے جو قبیلہ مراد کی ایک شاخ ہے اور نام انکا ابو عبداللہ عبدالرحمن بن عسیلہ ہے۔ نووی نے کہا یہ جلیل القدر تابعی تھے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کیلئے جا رہے تھے۔ ابھی یہ راہ میں جحفہ ہی میں تھے کہ آپ کی وفات ہوگئی۔ آپ کی وفات کے پانچ یا چھ دن بعد یہ مدینہ میں آئے اور ابو بکر صدیق اور بہت صحابہ سے ملے اور روایتیں کیں۔ تقریباً یہ ہے کہ عبدالملک کی خلافت میں انہوں نے انتقال کیا۔ نووی نے کہا جسکو حدیث میں اشتغال نہیں ہے وہ اس صنابحی کو صنابح بن عسر خیال کرتا ہے حالانکہ صنابح بن عسر صحابی ہیں۔

عبادہ بن صامت نے صنابحی۔ سے قسم کھا کر کہا کوئی حدیث میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سُنی جس میں تمہاری بھلائی تھی مگر میں نے اسکو تم سے بیان کر دیا۔ قاضی عیاض نے کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے وہ حدیثیں چھپائیں جنکے بیان کرنے میں انکو نقصان یا فتنہ معلوم ہوا اسلئے کہ ہر شخص کی عقل اتنی نہیں جو ہر حدیث کا مطلب سمجھے اور اس میں کوئی عمل کرنے کی بات نہ ہوگی نہ کوئی حد ہوگی شریعت کی حدود میں سے۔ اور ایسا بہت صحابہ نے کیا ہے کہ بے ضرورت حدیث کو بیان نہیں کیا یا اس حدیث کو جس سے لوگوں میں فساد پھیلنے کا خوف تھا اس وجہ سے کہ اس کے سمجھنے سے انکی عقل قاصر تھی۔ ایسی ہی وہ حدیثیں جو منافقوں کے بیان میں یا قیامت کی علامات میں یا کسی قوم کے بُرے اوصاف میں یا ان کی مذمت اور لعنت میں تھیں (نووی)

عَنْ مُعَاذِ ابْنِ جَبَلٍ قَالَ كُنْتُ رِدْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ اِلَّا مُؤْخِرَةُ الرَّحْلِ فَقَالَ يَا مُعَاذَ ابْنَ جَبَلٍ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ ثُمَّ سَارَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ يَا مُعَاذَ ابْنَ جَبَلٍ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ ثُمَّ سَارَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ يَامُعَاذَ ابْنَ جَبَلٍ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ هَلْ تَدْرِيْ مَاحَقُّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ قَالَ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّ حَقَّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ اَنْ يَّعْبُدُوْهُ وَلَا يُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا ثُمَّ سَارَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ يَا مُعَاذَ ابْنَ جَبَلٍ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ هَلْ تَدْرِيْ مَاحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ اِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ اَنْ لَّا يُعَذِّبَهُمْ

ترجمہ۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں سواری پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ پیچھے بیٹھا ہوا تھا میرے اور آپ کے درمیان میں سوائے پالان کی پچھلی لکڑی کے کچھ نہ تھا۔ آپ نے فرمایا اے معاذ! میں نے عرض کیا میں حاضر ہوں آپ کی خدمت میں اور آپ کا فرمانبردار ہوں یا رسول اللہ۔ پھر آپ تھوڑی دیر چلے اس کے بعد آپ نے فرمایا اے معاذ بن جبل! میں نے کہا یا رسول اللہ فرماں بردار خدمت میں حاضر ہے۔ پھر آپ تھوڑی دیر چلے اس کے بعد فرمایا اے معاذ بن جبل! میں نے کہا یا رسول اللہ فرمانبردار آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔ آپ نے فرمایا تو جانتا ہے اللہ کا حق بندوں پر کیا ہے؟ میں نے کہا اللہ اور اسکا رسول خوب جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ اسی کو پوجیں اور اس کے ساتھ کسیکو شریک نہ کریں۔ پھر آپ تھوڑی دیر چلے پھر فرمایا اے معاذ بن جبل! میں نے کہا یا رسول اللہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں اور آپ کا فرماں بردار ہوں۔ آپ نے فرمایا تو جانتا ہے بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے جب بندے یہ کام کریں (یعنی اسی کی عبادت کریں، کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کریں) میں نے کہا اللہ اور اسکا رسول خوب جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ حق یہ ہے کہ اللہ ان کو عذاب نہ کرے۔

فائدہ - صاحب تحریر نے کہا حق کہتے ہیں ہر موجود کو جو پایا جائے یا جسکا پایا جانا آئندہ ضروری ہو اور اللہ سبحانہ حق ہے موجود ہے ازلی ہے باقی ہے ابدی ہے ہر موت اور قیامت اور جنت اور نار حق ہیں کیا معنی وہ ضروری پائی جائینگی اور ہونگی اور سچی بات کو بھی حق کہتے ہیں یعنی وہ پائی گئی ہے اور اسکا وجود ہے - اسی طرح حق واجب اور لازم کام کو بھی کہتے ہیں جسمیں اختیار نہو جیسے فرائض اللہ کے جن کا کرنا لازم ہے یا کسی کا قرض جسکا ادا کرنا لازم ہے یا اور کوئی حق حقوق میں سے۔ تو جب یوں کہیں اللہ کا حق بندہ پر تو اس کے معنے یہ ہیں جو بندے پر کرنا لازم اور واجب ہے اللہ کے لئے۔ اور جب یوں کہیں بندوں کا حق اللہ پر تو وہاں حق سے مراد اس کا تحقق ہے یعنی وہ ضرور پایا جائیگا۔ یہ نہیں کہ اللہ پر واجب یا فرض ہے کیونکہ اللہ جل جلالہ پر کوئی کام لازم اور واجب نہیں اور نہ کوئی اس پر کسی کام کو واجب کر سکتا ہے۔ وہ خود بادشاہ ہے مالک ہے صاحب ہے سارے جہان کا جو چاہے کرے جو چاہے نہ کرے پر اپنے وعدہ اور قول کا سچا ہے اسکی بات ٹلنے والی نہیں اس نے جیسا فرمایا اس کے نیک بندے جنت میں ضرور جائیں گے لیکن اگر وہ چاہے تو نیکوں کو بھی دوزخ میں ڈالدے کسی کی کیا مجال جو اسکو کچھ بھی کہہ سکے۔

عَنْ مُعَاذِ ابْنِ جَبَلٍ قَالَ كُنْتُ رِدْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى حِمَارٍ يُّقَالُ لَهٗ عُفَيْرٌ قَالَ فَقَالَ يَا مُعَاذُ تَدْرِيْ مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ قَالَ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّ حَقَّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ اَنْ يَّعْبُدُوْهُ وَلَا يُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَّا يُعَذِّبَ مَنْ لَّا يُشْرِكُ بِهٖ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا اُبَشِّرُ النَّاسَ قَالَ لَا تُبَشِّرْهُمْ فَيَتَّكِلُوْا

ترجمہ - معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گدھے پر سوار تھا جسکا نام عُفیر تھا۔ آپ نے فرمایا اے معاذ! تو جانتا ہے اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے اور بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے۔ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے آپ نے فرمایا اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ اسی کی عبادت کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ اور بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ جو شخص شرک نہ کرے اللہ اسکو عذاب نہ دیوے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ میں خوش کردوں لوگوں کو یہ سنا کر۔ آپ نے فرمایا مت سنا انکو ایسا نہ ہو کہ وہ اس پر بھروسہ کر بیٹھیں۔

فائدہ - عُفیر بضم عین مہملہ اور فتح فا موحدہ یہی صحیح ہے اور یہی معتبر نسخوں میں ہے اور قاضی عیاض نے جو اسکو غین معجمہ سے کہا ہے وہ متروک ہے۔ نووی نے کہا یہ وہ گدھا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری کا تھا۔ بعضوں نے کہا وہ حجۃ الوداع میں مر گیا۔ اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ دوسری بار کا ہے اور پہلی حدیث میں جو مذکور ہے وہ اور بار کا ہے اسلئے کہ پہلی حدیث میں پالان کا ذکر ہے اور پالان اونٹ پر ہوتا ہے۔ اور احتمال ہے کہ ایک ہی واقعہ ہو اور پہلی حدیث کا یہ مطلب ہو کہ میرے اور آپ کے درمیان میں صرف اتنا فاصلہ تھا جیسے پالان کی لکڑی

(آپ نے معاذ بن جبلؓ سے فرمایا لوگوں کو خوشخبری مت سنا، ایسا نہو وہ اس خوش خبری پر بھروسا کر بیٹھیں، پھر اور نیک کام کرنا اور گناہوں سے بچنا چھوڑ دیں۔ اگرچہ توحید نجات کیلئے کافی ہے پر جہنم سے بالکل محفوظ رہنے کے لئے اور جنت میں اعلیٰ درجہ پانے کے لئے اعمال صالحہ کرنا اور برے کاموں سے بچنا ضروری ہے۔

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا مُعَاذُ أَتَدْرِی مَا حَقُّ اللّٰہِ عَلَی الْعِبَادِ قَالَ اللّٰہُ وَرَسُولُہٗ أَعْلَمُ قَالَ أَنْ یُعْبَدَ اللّٰہُ وَلَا یُشْرَکَ بِہٖ شَیْءٌ قَالَ أَتَدْرِی مَا حَقُّھُمْ عَلَیْہِ إِذَا فَعَلُوا ذٰلِکَ فَقُلْتُ اللّٰہُ وَرَسُولُہٗ أَعْلَمُ قَالَ أَنْ لَا یُعَذِّبَھُمْ

ترجمہ۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے معاذ! تو جانتا ہے اللہ کا حق بندہ پر کیا ہے انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ حق یہ ہے کہ پوجا جاوے خدا اور شریک نہ کیا جاوے اس کے ساتھ کوئی۔ پھر آپ نے فرمایا تو جانتا ہے بندوں کا حق اللہ پر کیا ہے۔ میں نے کہا اللہ اور اسکا رسول خوب جانتا ہے آپ نے فرمایا وہ حق یہ ہے کہ اللہ ان کو عذاب نہ کرے (یعنی ہمیشہ کا عذاب جیسے مشرکوں کو ہوگا۔

فائدہ۔ اور بعض نسخوں میں شَیْئًا ہے بنصب تو ترجمہ یہ ہوگا کہ پوجے بندہ اللہ کو اور اس کے ساتھ شریک نہ کرے کسی کو۔

عَنْ أَبِی ھُرَیْرَۃَ قَالَ کُنَّا قُعُودًا حَوْلَ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَعَنَا أَبُو بَکْرٍ وَعُمَرُ فِی نَفَرٍ فَقَامَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ بَیْنِ أَظْھُرِنَا فَأَبْطَأَ عَلَیْنَا وَخَشِینَا أَنْ یُقْتَطَعَ دُونَنَا وَفَزِعْنَا فَقُمْنَا فَکُنْتُ أَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَخَرَجْتُ أَبْتَغِی رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی أَتَیْتُ حَائِطًا لِلْأَنْصَارِ لِبَنِی النَّجَّارِ فَدُرْتُ بِہٖ ھَلْ أَجِدُ لَہٗ بَابًا فَلَمْ أَجِدْ فَإِذَا رَبِیعٌ یَدْخُلُ فِی جَوْفِ حَائِطٍ مِنْ بِئْرٍ خَارِجَۃٍ وَالرَّبِیعُ الْجَدْوَلُ فَاحْتَفَزْتُ فَدَخَلْتُ عَلٰی رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبُو ھُرَیْرَۃَ فَقُلْتُ

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد بیٹھے تھے اور ہمارے ساتھ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے اور آدمیوں میں۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے (اور باہر تشریف لے گئے) پھر آپ نے ہمارے پاس آنے میں دیر لگائی تو ہم کو ڈر ہوا کہ کہیں دشمن آپ کو اکیلا پا کر نہ مار ڈالیں۔ ہم گھبرا گئے اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ سب سے پہلے میں گھبرایا تو میں آپ کو ڈھونڈھنے کیلئے نکلا اور بنی نجار کے باغ کے پاس پہنچا۔ (بنی نجار انصار میں سے ایک قبیلہ تھا) اس کے چاروں طرف دروازہ کو دیکھتا ہوا پھرا کہ دروازہ پاؤں تو اندر جاؤں (کیونکہ گمان ہوا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے اندر تشریف لے گئے ہوں) دروازہ ملا ہی نہیں (شاید اس باغ میں دروازہ ہی نہ ہوگا۔ یا اگر ہوگا تو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو گھبراہٹ میں نظر نہ آیا ہوگا) دیکھا کہ باہر کنوئیں سے ایک نالی باغ کے اندر جاتی ہے۔ میں لومڑی کی طرح سمٹ کر اس نالی کے اندر گھسا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا۔ آپ نے فرمایا ابوہریرہ؟ میں نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا

نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا شَأْنُكَ قَالَ
قُلْتُ كُنْتَ بَيْنَ أَظْهُرِنَا فَقُمْتَ فَأَبْطَأْتَ
عَلَيْنَا فَخَشِيْنَا أَنْ تُقْتَطَعَ دُوْنَنَا
فَفَزِعْنَا فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ فَزِعَ
فَأَتَيْتُ هٰذَا الْحَائِطَ فَاحْتَفَزْتُ
كَمَا يَحْتَفِزُ الثَّعْلَبُ وَهٰؤُلَاءِ النَّاسُ
وَرَائِيْ فَقَالَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ وَأَعْطَانِيْ
نَعْلَيْهِ فَقَالَ اذْهَبْ بِنَعْلَيَّ هَاتَيْنِ
فَمَنْ لَقِيْتَ مِنْ وَرَاءِ هٰذَا الْحَائِطِ
يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُسْتَيْقِنًا
بِهَا قَلْبُهُ فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَكَانَ أَوَّلَ
مَنْ لَقِيْتُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ مَا
هَاتَانِ النَّعْلَانِ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قُلْتُ
هَاتَيْنِ نَعْلَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَنِيْ بِهِمَا مَنْ لَقِيْتُ
يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُسْتَيْقِنًا
بِهَا قَلْبُهُ بَشَّرْتُهُ بِالْجَنَّةِ فَقَالَ
فَضَرَبَ عُمَرُ بِيَدِهِ بَيْنَ ثَدْيَيَّ
ضَرْبَةً فَخَرَرْتُ لِاسْتِيْ فَقَالَ
ارْجِعْ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ فَرَجَعْتُ إِلٰى
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ فَأَجْهَشْتُ بُكَاءً وَرَكِبَنِيْ عُمَرُ
فَإِذَا هُوَ عَلٰى أَثَرِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَكَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ
قُلْتُ لَقِيْتُ عُمَرَ فَأَخْبَرْتُهُ بِالَّذِيْ
بَعَثْتَنِيْ بِهِ فَضَرَبَ بَيْنَ ثَدْيَيَّ ضَرْبَةً
خَرَرْتُ لِاسْتِيْ قَالَ ارْجِعْ فَقَالَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عُمَرُ
مَا حَمَلَكَ عَلٰى مَا فَعَلْتَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

کیا حال ہے تیرا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہم لوگوں میں
تشریف رکھتے تھے۔ پھر آپ تشریف لے گئے اور آپ نے آنے میں دیر
لگائی تو ہم کو ڈر ہوا کہ کہیں دشمن آپ کو ہم سے جدا دیکھ کر نہ ستائیں۔
ہم گھبرا گئے اور سب سے پہلے میں گھبرا کر اٹھا اور اس باغ کے پاس آیا
(دروازہ نہ ملا) تو اس طرح سمٹ کر گھس آیا جیسے لومڑی اپنے بدن کو
سمیٹ کر گھس جاتی ہے اور سب لوگ میرے پیچھے آتے ہیں۔ آپ نے کہا
اے ابوہریرہ اور عنایت کیں مجھ کو اپنی جوتیاں (نشانی کے لئے تاکہ
اور لوگ ابوہریرہ کی بات کو سچ سمجھیں) اور فرمایا میری یہ دونوں
جوتیاں لیکر جا اور جو کوئی تجھے اس باغ کے پیچھے ملے اور وہ اس
بات کی گواہی دیتا ہو کہ خدا کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور اس بات
پر دل سے یقین رکھتا ہو تو اس کو یہ سنا کر خوش کر دے کہ اس کیلئے
جنت ہے (ابوہریرہ نے کہا میں جوتیاں لیکر چلا) تو سب سے پہلے میں عمر
رضی اللہ عنہ سے ملا۔ انہوں نے پوچھا اے ابوہریرہ یہ جوتیاں کیسی ہیں
میں نے کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتیاں ہیں۔ آپ نے مجھ کو
یہ دیکر بھیجا ہے کہ میں جس سے ملوں اور وہ گواہی دیتا ہو لا الہ الا اللہ
کی دل سے یقین کر کے تو اس کو جنت کی خوشخبری دوں۔ یہ سن کر
حضرت عمر نے ایک ہاتھ میری چھاتیوں کے بیچ میں مارا تو میں سرین
کے بل گرا۔ پھر کہا اے ابوہریرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
لوٹ جا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوٹ کر چلا گیا اور
رونے والا ہی تھا کہ میرے ساتھ پیچھے سے عمر بھی آ پہنچے۔ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوہریرہ! تجھے کیا ہوا میں نے کہا میں عمرؓ
سے ملا اور جو پیغام آپ نے مجھے دیکر بھیجا تھا پہنچایا۔ انہوں نے
میری چھاتیوں کے بیچ میں ایسا مارا کہ میں سرین کے بل گر پڑا اور کہا
لوٹ جا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر سے کہا تو نے
ایسا کیوں کیا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ
قربان ہوں۔ ابوہریرہ کو آپ نے اپنی جوتیاں دیکر بھیجا تھا کہ جو شخص
ملے اور وہ گواہی دیتا ہو لا الہ الا اللہ کی دل سے یقین رکھ کر تو
خوشخبری دو اسکو جنت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
فرمایا ہاں۔ حضرت عمر نے کہا آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں

بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ اَبَعَثْتَ اَبَاهُرَیْرَۃَ بِنَعْلَیْكَ مَنْ لَّقِیَ یَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُسْتَیْقِنًا بِهَا قَلْبُهٗ بَشَّرَهٗ بِالْجَنَّةِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَلَا تَفْعَلْ فَاِنِّیْ اَخْشٰی اَنْ یَّتَّكِلَ النَّاسُ عَلَیْهَا فَخَلِّهِمْ یَعْمَلُوْنَ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَخَلِّهِمْ

ایسا نہ کیجیے کیونکہ میں ڈرتا ہوں لوگ اس پر تکیہ کر بیٹھیں گے۔ ان کو عمل کرنے دیجیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اچھا ان کو عمل کرنے دو۔
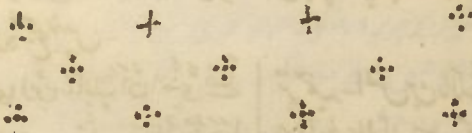
فائدہ ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک نالی بیر خارجہ یعنی باہر کنویں سے باغ کے اندر جارہی ہے تو خارجہ کنویں کی صفت ہے اور بعضوں نے کہا کہ خارجہ ایک شخص کا نام ہے تو ترجمہ یہ ہوگا خارجہ کے کنویں سے یعنی پانی کی وہ نالی خارجہ کے کنویں سے آتی تھی ۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خوشخبری کا پیغام عمر کو سنایا تو حضرت عمرؓ نے میری چھاتیوں کے بیچ میں ایک ہاتھ مارا جس سے میں سرین کے بل گر پڑا۔ اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قصد نہ تھا کہ ابوہریرہ رضؓ کو گرادیں یا ایذا پہنچائیں بلکہ انکو اس کلام سے باز رکھنا مقصود تھا۔ اور ہاتھ سینہ پر اس لئے مارا کہ انکو تنبیہ ہو اور وہ یہ کہنے سے باز رہیں ۔ قاضی عیاض وغیرہ نے کہا کہ حضرت عمرؓ کا یہ فعل بطور اعتراض کے نہ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیونکہ ابوہریرہؓ کے پیام میں سوا امت کے خوش کرنے کے اور کوئی بری بات نہ تھی مگر حضرت عمرؓ نے ایسے پیام کو فاش کردینا خلاف مصلحت کے جانا کیونکہ وہ وقت سعی اور کوشش کا تھا دین میں اور تمام احکام الٰہی بجالانا علی الخصوص جہاد وغیرہ کا ترقی دین کیلئے اس وقت نہایت ضروری تھا۔ اور اگر یہ خوشخبری سب کو پہنچ جاتی تو احتمال تھا کہ بہت لوگ تن آسانی کرتے اور اس پر بھروسا کرکے سست ہوجاتے اور اسی وجہ سے حضرت عمرؓ ابوہریرہ کے ساتھ آئے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مصلحت بیان کی۔ آپ نے انکی رائے کو ٹھیک سمجھا اور اسی پر عمل کیا۔ اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رعیت کو امام کے حکم پر اعتراض کرنا پہنچتا ہے اور امام کو چاہیئے کہ یا تو اس اعتراض کا معقول جواب دیکر رعیت کو خاموش کرے یا اپنے حکم کو موقوف رکھے (نووی)

نووی نے کہا یہ حدیث بہت سے فائدوں پر مشتمل ہے۔ ایک عالم کا بیٹھنا لوگوں کو سمجھانے اور دین کی باتیں بتانے کیلئے۔ دوسرے غیر کے ملک کے اندر جانا بغیر اس کی اجازت کے درست ہے جب یقین ہو اس بات کا کہ وہ ناراض نہ ہوگا کیونکہ ابوہریرہ باغ کے اندر چلے گئے اور حضرت نے بھی منع نہیں کیا بلکہ جائز ہے دوسرے کے ہتھیار سے فائدہ اٹھانا اور دوسرے کا کھانا کھالینا اور اس کے جانور پر سواری کرنا اور کھانا اپنے گھر لے جانا اور اس کے مثل اور باتیں جو اس کو ناگوار نہ ہوں لیکن روپیہ پیسہ لینا درست نہیں بالاجماع۔ نووی نے کہا روپیہ پیسہ بہت لینا درست نہیں جو ناگوار ہو

یہ سب اس صورت میں ہے کہ اس کی رضامندی کا یقین ہو اور جو شک ہو تو بغیر اذن کے تصرف درست نہیں۔ تیسرے امام کو نشانی دیکر کسی کو بھیجنا۔ چوتھے بعض دین کی باتیں چھپانا بنظر مصلحت یا خوف فساد۔ پانچویں تابع کا اعتراض کرنا متبوع پر اور تابع کی رائے قبول کرنا جب رائے ٹھیک ہو۔ چھٹے یہ قول درست ہونا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں اور بعض سلف نے اسکو مکروہ رکھا ہے مگر وہ صحیح نہیں۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رَدِيفُهُ عَلَى الرَّحْلِ فَقَالَ يَا مُعَاذُ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ يَا مُعَاذُ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ يَا مُعَاذُ قَالَ لَبَّيْكَ رَسُولَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ مَا مِنْ عَبْدٍ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَفَلَا أُخْبِرُ بِهَا فَيَسْتَبْشِرُوا قَالَ إِذًا يَتَّكِلُوا فَأَخْبَرَ بِهَا مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِهِ تَأَثُّمًا

ترجمہ۔ انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ معاذ بن جبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بیٹھے تھے سواری پر۔ آپؐ نے فرمایا اے معاذ! انہوں نے کہا میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں اور فرمانبردار ہوں آپ کا یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا اے معاذ انہوں نے کہا حاضر ہوں یا رسول اللہ اور فرمانبردار ہوں پھر آپ نے فرمایا اے معاذ! انہوں نے کہا حاضر ہوں یا رسول اللہ اور فرماں بردار ہوں آپ کا۔ آپ نے فرمایا جو بندہ گواہی دے اس بات کی کہ سوا خدا کے کوئی سچا معبود نہیں اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اسکے بندے اور رسول ہیں تو اللہ حرام کریگا اس کو جہنم پر۔ معاذ رضؓ نے کہا یا رسول اللہ میں اس کی لوگوں کو خبر کردوں وہ خوش ہو جاویں۔ آپ نے فرمایا تب تو وہ تکیہ کرلیں گے اس پر۔ پھر معاذ رضی اللہ عنہ نے گناہ سے بچنے کے لئے مرتے وقت یہ حدیث بیان کردی۔

فائدہ:- کیونکہ علم کا چھپانا اس طرح کہ وہ ضائع ہو جائے منع ہے۔ معاذ جب تک زندہ تھے تو یہ حدیث ضائع نہیں ہو سکتی تھی اور جب مرنے لگے تو ڈر ہوا کہ یہ حدیث بالکل تلف ہو جائیگی اسلئے انہوں نے بیان کر دیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو بیان کرنے سے منع کیا تھا وہ بطور تحریم کے نہ تھا بلکہ بطور مصلحت کے تھا یا ممانعت مشہور کرنے سے تھی نہ خاص لوگوں سے بیان کرنے کی ورنہ آپ معاذ کو کیوں بتلاتے۔ شیخ ابن الصلاح نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ کو عام خوشخبری دینے سے منع کیا تھا اس ڈر سے کہ کہیں جاہل اور بے خبر آدمی سنکر دھوکہ نہ کھاوے اور تکیہ کر بیٹھے اور خود آپ نے یہ حدیث ان لوگوں کو بتلائی جن کے دھوکہ میں پڑنے کا ڈر نہ تھا اور وہ صاحب علم اور معرفت تھے جیسے معاذ بن جبل رضؓ تو معاذ بھی اسی راہ پر چلے۔ انہوں نے بھی خاص آدمیوں کو جنکو اس لائق پایا یہ حدیث بتلائی اور ابو ہریرہؓ کی روایت میں جو یہ منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو عام خوشخبری دینے کیلئے فرمایا تھا وہ پہلی رائے تھی جس کے بعد رائے بدل گئی۔ اور رائے دینا یعنی اجتہاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کو بھی درست تھا جیسے اور مجتہدوں کو درست ہے۔ پر آپ کو اور مجتہدوں پر یہ فضیلت ہے کہ آپ خطا پر قائم نہیں رہتے تھے۔ فی الفور وحی سے اس کی اصلاح ہو جاتی برخلاف اور مجتہدوں کے کہ وہ خطا پر قائم رہتے ہیں۔ اور جس شخص نے دین کی باتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے اجتہاد جائز نہیں رکھا وہ یہ کہتا ہے کہ شاید ابوہریرہ رضؓ کو عام خوشخبری دینے کا حکم پہلے اترا ہو پھر حضرت عمر رضؓ کے سوال کے وقت دوسرا حکم اترا ہو جس سے پہلا حکم منسوخ ہو گیا۔ نووی نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجتہاد میں تفصیل ہے جو مشہور ہے لیکن دنیاوی امور میں تو آپ بالاتفاق اجتہاد کرتے تھے۔ اور دین کی باتوں میں علماء کا اختلاف ہے اکثر جائز کہتے ہیں اجتہاد کو دین کی باتوں میں بھی کیونکہ آپ خدا سے پوچھ کر یقین حاصل کر سکتے تھے اور بعضوں نے کہا کہ لڑائی کے کاموں میں اجتہاد جائز تھا اور باتوں میں نہیں۔ پھر جن علماء نے اجتہاد دین کی باتوں میں جائز رکھا ہے انہوں نے اختلاف کیا ہے کہ آیا اجتہاد آپ نے کیا بھی یا نہیں۔ اکثر نے کہا کہ کیا ہے اور بعضوں نے کہا کہ نہیں کیا اور بعضوں نے توقف کیا اس مسئلہ میں۔ پھر جن لوگوں نے کہا کہ اجتہاد کیا ہے انہوں نے اختلاف کیا ہے کہ خطا آپ سے ہو سکتی تھی یا نہیں۔ محققین کا یہ قول ہے کہ خطا آپ سے نہیں ہو سکتی تھی اور اکثر لوگوں کا یہ قول ہے کہ خطا ہوتی تھی پر آپ اس خطا پر قائم نہیں رہتے تھے۔ اور یہ مقام اس کی تفصیل کا نہیں ہے۔

عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ مَحْمُوْدُ ابْنُ الرَّبِیْعِ عَنْ عِتْبَانَ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِیْنَةَ فَلَقِیْتُ عِتْبَانَ فَقُلْتُ حَدِیْثٌ بَلَغَنِیْ عَنْكَ قَالَ اَصَابَنِیْ فِیْ بَصَرِیْ بَعْضُ الشَّیْءِ فَبَعَثْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ تَاْتِیَنِیْ تُصَلِّیْ فِیْ مَنْزِلِیْ فَاَتَّخِذَهٗ مُصَلًّی قَالَ فَاَتَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَمَنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنْ اَصْحَابِهٖ فَدَخَلَ وَهُوَ یُصَلِّیْ فِیْ مَنْزِلِیْ وَاَصْحَابُهٗ یَتَحَدَّثُوْنَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ اَسْنَدُوْا اَعْظَمَ ذٰلِكَ وَكِبَرَهٗ اِلٰی مَالِكِ بْنِ دُخْشُمٍ قَالَ وَدُّوْا اَنَّهٗ دَعَا عَلَیْهِ

ترجمہ۔ انس بن مالک رضؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی محمود بن ربیع نے انہوں نے سنا عتبان بن مالک سے۔ محمود رضؓ نے کہا کہ میں مدینہ میں آیا تو عتبان سے ملا۔ اور میں نے کہا ایک حدیث ہے جو مجھے پہنچی ہے تم سے (تو بیان کرو اس کو) عتبان نے کہا میری نگاہ میں فتور ہو گیا (دوسری روایت میں ہے کہ وہ اندھے ہو گئے اور شاید ضعف بصارت مراد ہو) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کہلا بھیجا کہ میں چاہتا ہوں آپ میرے مکان پر تشریف لا کر کسی جگہ نماز پڑھیں تاکہ میں اس جگہ کو مصلے بنا لوں (یعنی ہمیشہ وہیں نماز پڑھا کروں اور یہ درخواست اسلئے کی کہ آنکھ میں فتور ہو جانے کی وجہ سے مسجد نبوی میں ان کا آنا دشوار تھا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور جن کو خدا نے چاہا اپنے اصحاب میں سے ساتھ لائے۔ آپ اندر آئے اور نماز پڑھنے لگے اور آپ کے اصحاب آپس میں باتیں کر رہے تھے (منافقوں کا ذکر چھڑ گیا تو اُن کا حال بیان کرنے لگے اور انکی بری باتیں اور بری عادتیں ذکر کرتے تھے) پھر انہوں نے بڑا منافق مالک بن دخشم

نَهْلِكَ وَدَّ دَا اَنَّهٗ اَصَابَهٗ شَيْءٌ فَقَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةَ وَقَالَ اَلَيْسَ يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالُوْا اِنَّهٗ يَقُوْلُ ذٰلِكَ وَمَا هُوَ فِيْ قَلْبِهٖ قَالَ لَا يَشْهَدُ اَحَدٌ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَيَدْخُلَ النَّارَ اَوْ تَطْعَمَهٗ قَالَ اَنَسٌ فَاَعْجَبَنِيْ هٰذَا الْحَدِيْثُ فَقُلْتُ لِابْنِيْ اُكْتُبْهُ فَكَتَبَهٗ

کو کہا یا مالک بن دیشم یا مالک بن دخشن یا دخیشن) اور چاہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کیلئے بددعا کریں وہ مرجائے اور اس پر کوئی آفت اُترے (تو معلوم ہوا کہ بدکاروں کے تباہ ہونے کی آرزو کرنا بُرا نہیں) اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے اور فرمایا کیا وہ (یعنی مالک بن دخشم) اس بات کی گواہی نہیں دیتا کہ سوا خدا کے کوئی سچا معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ صحابہ نے عرض کیا وہ تو اس بات کو زبان سے کہتا ہے لیکن دل میں اسکے یقین نہیں۔ آپ نے فرمایا جو گواہی دیوے لاالٰہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی پھر وہ جہنم میں نہ جائیگا یا اس کو انگارے نہ کھائیں گے۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا یہ حدیث مجھ کو بہت اچھی معلوم ہوئی تو میں نے اپنے بیٹے سے کہا اس کو لکھ لے، اُس نے لکھ لیا۔

فائدہ۔ نووی نے کہا اس حدیث کی اسناد میں دو عجیب باتیں ہیں ایک تو یہ کہ تین صحابی برابر ایک دوسرے سے روایت کرتے ہیں وہ انسؓ ہیں اور محمودؓ اور عتبانؓ۔ دوسرے یہ کہ بڑے نے چھوٹے سے روایت کی۔ انس بڑے ہیں محمود سے سن اور علم اور مرتبہ میں۔

(انہوں نے یعنی صحابہ نے مالک بن دخشم کو بڑا منافق کہا، صحابہ نے نفاق میں اول درجہ کا اس شخص کو قرار دیا حالانکہ یہ بدر میں شریک تھا اور اور لڑائیوں میں۔ اور نفاق اسکا ثابت نہیں ہوا بلکہ خود حضرت نے اسکو مومن قرار دیا۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ وہ لاالٰہ الا اللہ محض خدا کیواسطے کہتا ہے۔

عَنْ اَنَسٍ حَدَّثَنِيْ عِتْبَانُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّهٗ عَمِيَ فَاَرْسَلَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ تَعَالَ فَخُطَّ لِيْ مَسْجِدًا فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَجَاءَ قَوْمُهٗ وَنُعِتَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ يُقَالُ لَهٗ مَالِكُ بْنُ الدُّخْشُمِ ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِ سُلَيْمَانَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ

ترجمہ۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حدیث بیان کی مجھ سے عتبان بن مالک نے وہ اندھے ہو گئے تھے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کہلا بھیجا کہ میرے مکان پر تشریف لائیے اور مسجد کی ایک جگہ مقرر کر دیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے اور آپ کے لوگ آئے۔ پر ایک شخص غائب تھا جس کو مالک بن دخیشم کہتے تھے۔ پھر بیان کیا حدیث کو اسی طرح جیسے اوپر گذری۔

فائدہ۔ نووی نے کہا اس حدیث سے کئی باتیں معلوم ہوئیں۔ کچھ اوپر گذریں۔ ایک بات یہ ہے کہ آثار صالحین کے ساتھ تبرک کرنا درست ہے۔ دوسرے یہ کہ علماء اور فضلاء اور مشائخ کو اپنے مریدوں اور شاگردوں کے گھر جانا اور ان سے ملنا بہتر ہے۔ تیسرے مفضول کو فاضل سے کچھ درخواست

کرنا کسی مصلحت سے درست ہے۔ چوتھے نماز پڑھنے والے کے سامنے باتیں کرنا درست ہو اگر نمازی کو حرج نہ ہو۔ پانچویں جو شخص ملاقات کو جائے اس کو امامت درست ہے اگر صاحب خانہ رضامند ہو چھٹے حاکم اور امام سے کسی شخص کا حال بیان کر دینا جب اس سے ضرر کا خوف ہو درست ہے ساتویں حدیث کا لکھنا درست ہے کیونکہ انس نے اپنے بیٹے سے کہا لکھ لے اسکو، لکھ لینا مستحب ہے اور حدیث لکھنے سے ممانعت بھی آئی ہے اور اجازت بھی۔ ممانعت تو اس کیلئے ہے جو یاد نہ رکھ کر صرف لکھنے پر بھروسا رکھے حالانکہ اس کو یاد کرنے کی طاقت ہو اور اجازت اس کیلئے جو یاد نہ رکھ سکے اور بعضوں نے کہا ممانعت اس وقت تھی جب حدیث کے مل جانے کا ڈر تھا قرآن کے ساتھ۔ پھر اجازت ہوئی۔ اور پہلے سلف صحابہ اور تابعین میں اختلاف تھا حدیث کی کتابت میں لیکن بعد میں کتابت کے درست ہونے پر امت کا اجماع ہو گیا۔ آٹھویں امام یا عالم کو اپنے آدمی کے ساتھ لے جانا درست ہے ملاقات کے لئے یا دعوت میں۔ انتہیٰ باختصار۔

بَابُ الدَّلِيْلِ عَلٰى اَنَّ مَنْ رَّضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ رَسُوْلًا فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَّاِنِ ارْتَكَبَ الْمَعَاصِيَ الْكَبَائِرَ

بیان جو شخص اللہ کی خدائی، اسلام کے دین اور محمد صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی پیغمبری پر راضی ہو وہ مومن ہے اگرچہ کبیرہ گناہ کر بیٹھے

عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ذَاقَ طَعْمَ الْاِيْمَانِ مَنْ رَّضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ رَسُوْلًا

ترجمہ۔ عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے ایمان کا مزا چکھا اس نے جو راضی ہو گیا خدا کی خدائی پر اور اسلام کے دین پر اور محمد صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی پیغمبری پر۔

فائدہ۔ نووی نے نقل کیا صاحب تحریر سے راضی ہونا یعنی قناعت کرنا اور کافی جاننا اور کچھ نہ چاہنا۔ تو حدیث کا مطلب یہ ہے کہ سوا خدا کے اور کسیکو طلب نہ کرے اور سوا اسلام کی دوسرے کفر کے راستوں پر نہ چلے اور حضرت صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی شریعت کے موافق رہے۔ پھر جسمیں یہ صفات ہونگی بیشک ایمان کی حلاوت اُسکے دل میں معلوم ہو گی اور وہ اسکا مزا چکھے گا۔ قاضی عیاض نے کہا مزا چکھنے سے یہ مراد ہے کہ اسکا ایمان صحیح ہوگا اور اسکے دل کو اطمینان ہوگا اس واسطے کہ جب وہ ان چیزوں سے راضی ہوا تو یہ دلیل ہے اس کے کمال معرفت اور نفاذ بصیرت کی اور اسکے ساتھ اسکا دل بھی خوش ہوگا اسلئے کہ جو شخص کسی چیز سے راضی ہوتا ہے تو وہ اُسپر سہل ہوتی ہے اسی طرح جب مومن کے دل میں ایمان بیٹھ جاتا ہے تو تمام عبادتیں اور طاعتیں اسپر آسان ہو جاتی ہیں اور لذت دیتی ہیں۔ تحفۃ الاخیار میں ہے کہ خدا کی خدائی پر راضی ہونے کی یہ نشانی ہے کہ اسکی قضا اور

قدر پر راضی رہے، رنج اور تکلیف اور مصیبت میں اسکا گلہ شکوہ نہ کرے۔ اور دین اسلام پر راضی ہونے کی علامت یہ ہے کہ اسلام کے احکام پر مضبوط ہو جائے کفر کی رسومات کے گرد نہ پھٹکے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیغمبری پر راضی ہونے کی یہ پہچان ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت پر چلے اور بدعت سے عداوت رکھے۔ اور جس کو یہ بات حاصل نہیں اس کو ایمان کے مزے کی خبر نہیں۔ انتہی

مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک بڑے مرتبہ کی طرف اشارہ کیا جو عام مومنوں اور مسلمانوں کو حاصل نہیں پھر دنیا میں اُن کو ایمان کی حلاوت اور لذت کچھ نہیں ہے وہ تمام عبادتیں اور طاعتیں جو کرتے ہیں تو جہنم کے ڈر سے نفس پر زور ڈال کے کرتے ہیں اور دین کے احکام بجالانا اُن کے نزدیک ایسے ہی دشوار ہیں جیسے بھاری پتھر ڈھونا اور کوئی محنت شاقہ کرنا جس کو دل نہ چاہتا ہو پر پیٹ کی خاطر یا کسی سے ڈر کر انسان کرتا ہے قہر درویش بر جان درویش پہلے ہر مسلمان کو اسی طرح ریاضت اور محنت کر کے نفس کی بُری خواہشوں اور تن آسانی اور آرام طلبی کو توڑنا چاہیے پر ان باتوں کا مزا بہت آگے چل کر کتنے دنوں کے بعد حاصل ہوگا جب اسکا نفس تکرار عمل سے یعنی بار بار نیک کام کرنے سے ان کاموں کا عادی ہو جائیگا تو اس کو ان کاموں میں ایک لذت پیدا ہوگی اور ایک مزا حاصل ہوگا جیسے انسان پہلے کسرت کیا ڈنڈ پیلتا یا مگدر ہلاتا ہو تو چند روز تک کیسے ناگوار گذرتے ہیں پھر اُن میں ایسا مزا آنے لگتا ہے کہ اُنکا چھوڑنا دشوار گذرتا ہے اور بے کسرت کے چین نہیں پڑتا۔ یہ تو جسمانی قوٰی اور حرکات کی لذت ہے جو عادت ہونے کے بعد چھُٹ نہیں سکتی۔ ایمان جو روحانی لذت ہے اسکا مزا اور ذائقہ کس قدر ہوگا قیاس کرنا چاہیئے پر اسکا بیان کیونکر ہو سکتا ہے۔ اسکو تو وہی جانے جس نے اسکا مزا چکھا ہو۔ آدمی جب دنیا میں مدت تک بسر کرتا ہے اور دنیا کے انقلابات اور حرکات اور تغیرات میں غور کرتا رہتا ہے تو اس کو ایک خلجان اور اضطراب پیدا ہوتا ہے اور چونکہ وہ اسباب خیر اور راحت اور خوشی کو جمع کرنا چاہتا ہے پر اسباب کی تشخیص اور شناخت میں غلطی کرتا ہے تو ہر مرتبہ اس کی کوشش رائیگاں اور اس کی سعی برباد ہونے سے اسکو وحشت پیدا ہوتی جاتی ہے۔ اخیر میں ایک ایسا تشتت اور اضطراب اسکے دل کو ہو جاتا ہے کہ معاذ اللہ، اکثر دنیادار اسی عارضے میں گرفتار ہیں۔ انکو دم بھر چین نہیں اُنکی زندگی موت سے بدتر ہے ان کو دنیا ہی میں وہ عذاب الیم ہے کہ خدا کی پناہ۔ جب کسی شخص کا یہ حال ہو تو سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ برائے نام مومن ہے جو کلمات ایمان کو طوطے کی طرح کہتا ہے پر دل میں اسکے نور ایمان بالکل نہیں اور رضا بالقضاء کا مرتبہ اسکو حاصل نہیں جس نے خداوند کریم کو اپنا مالک پروردگار مربی سرپرست ہر طرح کی حاجتیں برلانے والا سب طرح کے کام نکالنے والا بُرے اور اچھے کی خبر لینے والا تمام ضروریات کا بندوبست کرنے والا تمام ایذاؤں اور تکلیفوں سے بچانے والا سمجھا اور دل سے اسپر یقین کیا اور سب مقاصد اور مطالب کو اسکی مرضی پر چھوڑ دیا وہ خدا کی خداوندی سے راضی اور خوش ہوا۔ اب کیا ممکن ہے کہ دنیا کے تغیرات سے اسکو رتی برابر

رنج یا اضطراب پیدا ہو وہ تو اپنے مالک کے ارادوں پر اور اس کے کاموں پر دل سے خوش ہے اور جو انتظام پروردگار قائم کرتا ہے وہی اسکا عین مطلب اور مقصد ہے پھر اس کو کیا تکلیف اور رنج کیسا اور خفقان کیسا ۔ کارساز ما بفکر کار ما ؛ فکر ما در کار ما آزار ما

بَابُ بَيَانِ عَدَدِ شُعَبِ الْإِيْمَانِ وَاَفْضَلِهَا وَ اَدْنَاهَا وَفَضِيْلَةِ الْحَيَاءِ وَكَوْنِهِ مِنَ الْإِيْمَانِ

بیان ایمان کی شاخوں کا اور کونسی شاخ افضل ہے اور کونسی ادنیٰ اور شرم و حیا کی فضیلت اور اسکا داخل ہونا ایمان میں

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ الْاِيْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ شُعْبَةً وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِيْمَانِ

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایمان کی ستر پر کئی شاخیں ہیں اور حیا ایمان کی ایک شاخ ہے۔

فائدہ۔ دوسری روایت میں ساٹھ پر کئی شاخیں ہیں مگر اس میں راوی کو شک ہے کہ ستر پر کئی شاخیں ہیں یا ساٹھ پر کئی شاخیں۔ اور بخاری نے بغیر شک کے ساٹھ پر کئی روایت کی۔ اور ابوداؤد اور ترمذی نے ستر پر کئی بغیر شک کے اور ایک روایت میں ترمذی کی ایمان کے چونسٹھ دروازے منقول ہیں۔ اور علماء نے اختلاف کیا ہے کہ صحیح کونسی روایت ہے۔ قاضی عیاض نے کہا کہ صحیح ساٹھ پر کئی شاخیں ہیں۔ شیخ ابن الصلاح نے کہا کہ یہ شک سہیل راوی کی طرف سے واقع ہوا۔ ایسا ہی کہا بیہقی نے۔ اور سہیل سے ستر پر کئی شاخیں بغیر شک کے بھی منقول ہیں اور راجح کونسی روایت ہے یہ مختلف فیہ ہے کسی نے کم کی روایت کو ترجیح دی کسی نے زیادہ کی روایت کو۔ حدیث میں بضع کا جو لفظ آیا ہے تو اس کے معنوں میں بھی علماء کا اختلاف ہے۔ کسی نے کہا بضع تین سے دس تک کو کہتے ہیں کسی نے کہا تین سے نو تک کو۔ خلیل نے کہا بضع سات کو کہتے ہیں۔ کسی نے کہا دو سے دس تک کو اور بارہ سے بیس تک کو۔ اور شعبہ سے مراد ایک ٹکڑا ہے تو معنی حدیث کے یہ ہیں کہ ایمان ستر پر کئی خصلتوں کا کام ہے۔ قاضی عیاض نے کہا اوپر یہ بات گذر چکی ہے کہ ایمان لغت میں یقین کرنے کو کہتے ہیں اور شرع میں دل سے یقین کرنے کو اور زبان سے اقرار کرنے کو۔ اور شرع کے دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان اعمال کو کہتے ہیں جیسے ایک حدیث میں ہے کہ سب سے افضل خصلت ایمان کی کلمہ توحید پر یقین کرنا ہے اور سب سے کمتر راہ میں سے ایذا دینے والی چیز ہٹا دینا۔ اور ہم اوپر کہہ چکے ہیں کہ کمال ایمان کا اعمال سے ہے اور اتمام ایمان کا عبادات سے ہے اور عبادات کا کرنا اور ان سب شاخوں کا ملانا تصدیق کا تتمہ ہے اور دلیل ہے تصدیق کی۔ اور یہ خصلتیں انہی کی ہیں جو تصدیق رکھتے ہیں تو وہ ایمان سے خارج نہیں ہیں نہ ایمان شرعی سے نہ لغوی سے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کو بتلایا کہ افضل ان سب خصلتوں میں توحید ہے جو ہر شخص پر واجب ہے اور کوئی شاخ بغیر اسکے قائم نہیں رہ سکتی گویا یہ جڑ ہے۔ اور سب سے کمتر خصلت یہ ہے کہ جس چیز سے مسلمانوں کو ضرر پہنچنے کا گمان ہو جیسے کانٹا وغیرہ وہ راہ سے ہٹا دینا۔ اور ان دونوں کے بیچ میں بہت سی خصلتیں ہیں جو

کوشش کرنے سے معلوم ہو سکتی ہیں۔ اور بعضوں نے اس میں کوشش کی ہو مگر اسپر یقین نہیں ہو سکتا کہ وہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں تھیں اور ان کا نہ پہچاننا ایمان میں کچھ نقصان نہیں کرتا اسواسطے کہ اصول اور فروع ایمان کی سب معلوم اور محقق ہو چکی ہیں البتہ اجمالاً یقین کرنا کہ ایمان کے خصائل اس قدر ہیں ضروری ہے۔ قاضی عیاض کا کلام ختم ہوا۔ حافظ ابن حبان نے کہا میں نے اس حدیث میں ایک مدت تک غور کیا اور عبادات اور اطاعات کا شمار کیا تو وہ ستر پر کئی سے بہت زیادہ ہیں پھر میں نے حدیثوں کی طرف رجوع کیا اور جن عبادتوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایمان میں شمار کیا ہے انکو جوڑا تو وہ ستر پر کئی سے کم ہوتی ہیں۔ آخر میں رجوع ہوا اللہ کی کتاب کی طرف اور اس کو غور سے پڑھا اور جن عبادتوں کو اللہ نے ایمان میں داخل کیا ہے انکو جوڑا تو وہ بھی ستر پر کئی سو کم ہوتی ہیں۔ پھر میں نے قرآن اور حدیث کو ملایا اور جو عبادتیں مکرر ملیں اُنکو نکال ڈالا تو اللہ اور اسکے رسول کی بیان کی ہوئی عبادتیں ملا کر ستر پر کئی ہوئیں نہ زیادہ نہ کم۔ جب میں نے یقین کیا کہ مراد آپ کی یہ عبادتیں ہیں۔ اور ابن حبان نے ان سب عبادتوں کو اپنی کتاب شعب الایمان میں بیان کیا ہے اور اس فن میں سب سے عمدہ کتاب منہاج ہے ابو عبداللہ حلیمی کی اور کتاب شعب الایمان ہے امام بیہقی کی۔ اور ابن حبان نے کہا کہ ساٹھ پر کئی کی روایت بھی صحیح ہے اس لئے کہ عرب کے لوگ گنتی بیان کرتے ہیں اور اس سے یہ غرض نہیں ہوتی کہ اس سے بڑھ کر اور نہیں ہیں (انتہیٰ کلام النووی) السراج الوہاج میں مولانا سید محمد صدیق حسن خاں صاحب بہادر فرماتے ہیں کہ شعب الایمان بیہقی کا خلاصہ امام قزوینی نے کیا ہے پھر میں نے قزوینی کے خلاصہ کا خلاصہ کیا ہے اور اسکا نام الروض الخصیب رکھا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ الْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّ سَبْعُوْنَ اَوْ بِضْعٌ وَّ سِتُّوْنَ شُعْبَةً فَاَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ وَالْحَیَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ

ترجمہ۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایمان کی ستر پر کئی یا ساٹھ پر کئی شاخیں ہیں۔ اُن سب میں افضل لا الٰہ الا اللہ کہنا ہے اور ادنیٰ اُن سب میں راہ میں سے موذی چیز کو ہٹانا ہے اور حیا ایمان کی ایک شاخ ہے۔

فائدہ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حیا ایمان میں ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ حیا سے نہیں ہوتی مگر بھلائی۔ ایک روایت میں ہے کہ حیا بالکل خیر ہے۔ واحدی نے کہا کہ حیا اور استحیاء دونوں حیات سے نکلے ہیں اور حیا انسان کی قوت حیات ہے تو جس شخص کا احساس لطیف ہو اور حیات قوی ہو اُسکو حیا ہوتی ہے۔ جنید بغدادی نے کہا کہ حیا نعمتوں کا دیکھنا اور اپنے قصوروں پر نظر کرنا ہے یعنی خدا کے احسانات اور اپنی تقصیرات پر غور کرنا۔ اس سے ایک حالت پیدا ہوتی ہے جسکو حیا کہتے ہیں۔ اخلاق میں فضائل نفس تین رکھے ہیں عفت اور شجاعت اور عدالت۔ پھر حیا عفت کا ایک شعبہ ہے ابو علی بن مسکویہ نے کتاب الطہارۃ میں کہا کہ حیا نفس کا بُری باتیں کرنے سے رُک جانا ہے اور بُرائی سے پرہیز کرنا ہے۔ قاضی عیاض نے کہا حیا تو ایک خلقی صفت ہے پھر اسکو ایمان میں داخل کیا اسلئے کہ

کبھی حیا پیدا ہوتی ہے ریاضت اور کسب سے جیسے اخلاق حسنہ ریاضت سے حاصل ہوتے ہیں اور کبھی خلقی ہوتی ہے لیکن حیا کا استعمال قانون شرع کے موافق محتاج ہوتا ہے کسب اور نیت اور علم کی طرف تو وہ ایمان میں ہے اور دوسرے یہ کہ حیا نیک کام کراتی ہے اور گناہوں سے باز رکھتی ہے لیکن یہ جو فرمایا کہ حیا بالکل خیر ہے اور نہیں ہوتی اس سے مگر خیر، تو اس میں یہ اشکال ہوتا ہے کہ بعض وقت حیا کی وجہ سے انسان حق بات کہنے سے رک جاتا ہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ترک کرتا ہے اور کبھی حیا کی وجہ سے اس کے حقوق تلف ہو جاتے ہیں تو خیر محض کیونکر ہوئی۔ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ حیا نہیں ہے۔ یہ تو عجز اور ناتوانی ہے۔ اس کو حیا بعضوں نے مجازاً کہا ہے لیکن حقیقتاً حیا اس خلق کا نام ہے جو بری بات سے روکتی ہے اور اچھی بات کی طرف بلاتی ہے اور کسی حقدار کے حق میں قصور کرنے سے منع کرتی ہے اور جنید کا قول اس پر دلالت کرتا ہے (نووی)

عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَعِظُ اَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ فَقَالَ الْحَيَاءُ مِنَ الْاِيْمَانِ

ترجمہ۔ سالم نے اپنے باپ عبداللہ بن عمر سے روایت کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ ایک شخص اپنے بھائی کو حیا کے باب میں نصیحت کر رہا تھا۔ فرمایا جانے دے یعنی حیا سے مت منع کر (بخاری) حیا ایمان میں داخل ہے۔

دوسری روایت میں ہے مَرَّ بِرَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ يَعِظُ اَخَاهُ یعنی آپ ایک انصاری پر گزرے جو اپنے بھائی کو نصیحت کر رہا تھا۔

عَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ الْحَيَاءُ لَا يَاْتِيْ اِلَّا بِخَيْرٍ فَقَالَ بُشَيْرُ ابْنُ كَعْبٍ اِنَّهُ مَكْتُوْبٌ فِي الْحِكْمَةِ اَنَّ مِنْهُ وَقَارًا وَّمِنْهُ سَكِيْنَةً فَقَالَ عِمْرَانُ اُحَدِّثُكَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَتُحَدِّثُنِيْ عَنْ صُحُفِكَ

ترجمہ۔ عمران بن حصین رضی حدیث بیان کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حیا سے نہیں ہوتی مگر بہتری۔ بُشیر بن کعب نے کہا حکمت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حیا ہی سے وقار ہوتا ہے اور حیا سے سکینہ ہوتا ہے۔ عمران نے کہا میں تو تجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تو اپنی کتابوں کی باتیں بیان کرتا ہے۔

فائدہ۔ وقار کہتے ہیں سوچ سمجھ کر ایک کام کرنے کو اور اس کے خلاف چھچھورا پن ہے کہ جلدی سے جو خیال میں آئے کرنے لگے اور اس کا انجام نہ سوچے، جیسے جانوروں کا حال ہے اور سکینہ بھی وہی وقار کو کہتے ہیں یعنی سکون نفس اور ثبات حرکات کے وقت اور اسکے خلاف میں ہے اضطراب اور عجلت (عمران بن حصین نے بُشیر بن کعب سے کہا کہ میں تو تجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تو اپنی کتابوں کی باتیں بیان کرتا ہے) یعنی قرآن و حدیث کے سامنے حکیموں کے اقوال بیان کرنا بے موقع ہے گو حکیم بڑے دانشمند اور عقیل تھے مگر پھر بھی اُن سے ہزاروں طرح کی غلطیاں ہوئی ہیں۔ حکیم کا رتبہ پیغمبر سے بہت کم ہے اسی طرح حکمت کا رتبہ نبوت سے بہت کمتر ہے

پھر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول جب مل جائے تو اب حکیموں کی بات ڈھونڈھنا بیکار ہے۔

عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ قَالَ کُنَّا عِنْدَ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَیْنٍ فِیْ رَھْطٍ مِّنَّا وَفِیْنَا بُشَیْرُ ابْنُ کَعْبٍ فَحَدَّثَنَا عِمْرَانُ یَوْمَئِذٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ الْحَیَاۗءُ خَیْرٌ کُلُّہٗ قَالَ اَوْقَالَ الْحَیَاۗءُ کُلُّہٗ خَیْرٌ فَقَالَ بُشَیْرُ ابْنُ کَعْبٍ اِنَّا لَنَجِدُ فِیْ بَعْضِ الْکُتُبِ اَوِ الْحِکْمَۃِ اَنَّ مِنْہُ سَکِیْنَۃً وَّوِقَارًا لِلّٰہِ تَعَالٰی وَمِنْہُ ضَعْفٌ قَالَ فَغَضِبَ عِمْرَانُ حَتّٰی احْمَرَّتَا عَیْنَاہُ وَقَالَ اَلَا اَرَانِیْ اُحَدِّثُکَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَتُعَارِضُ فِیْہِ قَالَ فَاَعَادَ عِمْرَانُ الْحَدِیْثَ قَالَ فَاَعَادَ بُشَیْرٌ فَغَضِبَ عِمْرَانُ قَالَ فَمَا زِلْنَا نَقُوْلُ اِنَّہٗ مِنَّا یَا اَبَا نُجَیْدٍ اِنَّہٗ لَا بَاْسَ بِہٖ

ترجمہ۔ ابوقتادہ سے روایت ہے ہم عمران بن حصین کے پاس ایک رہط میں تھے ہمارے لوگوں میں سے (رہط کہتے ہیں دس سے کم مردوں کی جماعت کو) اور ہمارے لوگوں میں بشیر بن کعب (ابن ابی الحمیری عدوی ابوایوب بصری بھی تھے۔ عمران نے ایک دن حدیث بیان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حیا خیر ہے بالکل یا حیا بالکل خیر ہے۔ بشیر بن کعب نے کہا ہم نے بعض کتابوں میں یا حکمت میں دیکھا ہے کہ حیا کی ایک قسم تو سکینہ اور وقار ہے اللہ تعالیٰ کے لئے اور ایک حیا ضعف نفس ہے یہ سنکر عمران کو غصہ آیا انکی آنکھیں لال ہوگئیں اور انہوں نے کہا میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تو اس کے خلاف بیان کرتا ہے۔ ابوقتادہ نے کہا عمران نے پھر دوبارہ اسی حدیث کو بیان کیا۔ بشیر نے پھر دوبارہ وہی بات کہی جب تو عمران غصے ہوئے (اور انہوں نے قصد کیا بشیر کو سزا دینے کا) ہم سب کہنے لگے اے ابانجید (یہ کنیت ہے عمران بن حصین کی) بشیر ہم میں سے ہے (یعنی مسلمان ہے) اس میں کوئی عیب نہیں (یعنی وہ منافق یا بے دین یا بدعتی نہیں ہے جیسے تم نے خیال کیا)۔

فائدہ۔ ایک حیا ضعف نفس ہے یعنی بوداپن اور ڈرپوک، پست حوصلہ جسکے دل میں طاقت نہیں ہوتی، خون اس میں کم ہوتا ہے اس کو یہ صفت اکثر لاحق ہوتی ہے اسکو عربی میں عجز اور خور اور مہانت بھی کہتے ہیں۔ اس صفت کی وجہ سے انسان میں دنائت اور لئامت پیدا ہو جاتی ہے وہ اپنے حقوق کو پورا پورا حاصل نہیں کر سکتا۔ ڈرتا ہے آخر جو مل جاتا ہے اسی پر قناعت کرتا ہے اور دم نہیں مارتا بلکہ اپنے حقوق کو حاصل کرنے میں کوشش بھی نہیں کرتا۔ اکثر ہندوستان کے لوگ اس بُری صفت میں مبتلا ہیں اور یہ اخلاق بہیمیہ میں سے ہے جس سے حکیم ہمیشہ منع کرتے چلے آئے ہیں اور درحقیقت یہ حیا نہیں ہے جو صفات حمیدہ اور اخلاق فاضلہ میں سے ہے پر بعضوں نے اسپر حیا کا اطلاق مغالطہ سے یا مجازاً کیا ہے۔ دیوجانس حکیم جو یونان میں تھا اس نے بھی کہا ہے کہ حیا ضعف نفس سے پیدا ہوتی ہے اور اس کو ترک کرنا چاہئے۔ مراد اس کی حیا سے بھی صفت رذیلہ ہے نہ وہ حیا جو انسان کو بری باتوں سے روکتی ہے وہ تو بالاتفاق عمدہ صفت ہے۔

(عمران بن حصین نے بشیر بن کعب سے کہا میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث

بیان کرتا ہوں اور تو اس کے خلاف بیان کرتا ہے) ہر چند حدیث میں جو مطلب ہے وہ بالکل صحیح ہے کیونکہ مراد حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیا سے وہی صفت ہے جو اخلاق فاضلہ میں سے ہے جسکا بیان ابھی ہوا۔ اور جو انسان کو قبائح اور معاصی سے روکتی ہے اور بالکل خیر ہے سراسر بہتری ہے اور حکمت کی رو سے جو امر ثابت ہے وہ بھی صحیح ہے اس لئے کہ حکیموں نے اس حیا کو برا نہیں کہا ہے بلکہ ضعف نفس کو جو درحقیقت حیا میں داخل نہیں ہے اور دونوں قولوں میں کسی قسم کا تعارض یا خلاف نہیں ہے پر چونکہ بشیر نے حیا کا اطلاق اس بری صفت پر بھی کیا اور حیا کو دو قسموں پر تقسیم کیا ایک عمدہ اور ایک بری اور حدیث سے یہ بات نکلتی ہے کہ حیا بالکل خیر ہے تو بظاہر گویا حدیث کے خلاف میں ایک بات کہی اور حکمت کی بات کو حدیث کے مقابلے میں بیان کیا اس لئے عمران غصے ہوئے۔ السراج الوہاج میں ہے کہ اکثر سلف بلکہ خلف کے صلحا نے ایسا ہی غصہ اور انکار کیا ہے اس شخص پر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ میں کسی اور کا قول بیان کرے اگرچہ وہ کیسے ہی بلند درجہ کا شخص ہو اسلئے کہ کسی صحابی یا ولی یا مجتہد کا درجہ اور مرتبہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر نہیں ہو سکتا پھر اسکی بات بھی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے خلاف میں محض بے وقعت اور بے اعتبار ہے اور حاصل یہ ہے کہ سوا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور جتنے لوگ ہیں سب کے اقوال میں سے کچھ لینے کے قابل ہیں اور کچھ چھوڑنے کے قابل بقول خذ ما صفا ودع ما کدر۔ اور مجھے تعجب ہوتا ہے اس شخص پر جو ایمان لاوے اللہ پر اور اسکے رسول پر اور قیامت پر کہ اسکا دل کیونکر مانتا ہے جب وہ حدیث سن لیوے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھر اور کسی کی امت میں سے بات مانے یا سنے اور اس کی بات کو مقدم کرے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات پر جن کی شان میں یہ آیت اتری وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ○ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ○

بَابُ جَامِعِ أَوْصَافِ الْإِسْلَامِ | جامع اوصاف اسلام کا بیان

عَنْ سُفْيَانَ ابْنِ عَبْدِ اللهِ الثَّقَفِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ قُلْ لِي فِي الْإِسْلَامِ قَوْلًا لَا أَسْأَلُ عَنْهُ أَحَدًا بَعْدَكَ وَفِي حَدِيثِ أَبِي أُسَامَةَ غَيْرَكَ قَالَ قُلْ آمَنْتُ بِاللهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ

ترجمہ۔ سفیان بن عبداللہ ثقفیؓ سے روایت ہے میں نے کہا یارسول اللہ مجھے اسلام میں ایک ایسی بات بتا دیجئے کہ پھر میں اسکو آپ کے بعد کسی سے نہ پوچھوں۔ آپ نے فرمایا کہہ میں اللہ پر ایمان لایا پھر اس پر جما رہ۔ ابو اسامہ کی روایت میں ہے آپ کے سوا کسی سے۔

فائدہ۔ قاضی عیاض نے کہا یہ حدیث جوامع الکلم میں ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے قول إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا کے مطابق ہے یعنی جن لوگوں نے کہا ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اسپر جمے رہے یعنی توحید کی اللہ جل جلالہ کی اور اسپر ایمان لائے اور جمے رہے یعنی توحید سے ڈگے نہیں اور شرک میں نہ پھنسے اور انہوں نے اللہ جلالہ کی اطاعت لازم کر لی یہاں تک کہ اسی حال

مرے۔ اور یہی تفسیر ہے اس آیت کی اکثر مفسرین صحابہ کرام فمن بعدہم کے مطابق اور یہی معنی ہیں اس حدیث کے۔ قاضی کا کلام تمام ہوا۔ ابن عباس نے کہا اللہ تعالیٰ کے اس قول میں فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سارے قرآن میں کوئی آیت اس سے زیادہ دشوار اور سخت نہیں اتری اور اسی واسطے جب صحابہ نے آپ سے کہا آپ جلد بوڑھے ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ مجھے سورہ ہود اور اس کے مانند اور سورتوں نے بوڑھا کر دیا۔ استاذ ابوالقاسم قشیری نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے استقامت وہ درجہ ہے جس سے سب کام پورے اور کامل ہوتے ہیں اور اسی صفت سے تمام بھلائیاں حاصل ہوتی ہیں اور ان کا انتظام ہوتا ہے اور جس شخص میں استقامت اور استقلال نہ ہو اس کی کوشش سب رائیگاں ہے اور اسکی سعی سب بے نتیجہ ہے۔ بعضوں نے کہا استقامت ایسی صفت ہے کہ اسکو بڑے بڑے ہی لوگ کر سکتے ہیں کیونکہ وہ رسومات کے ترک سے اور خلاف شریعت عادات کے چھوڑنے سے اور خلوص و صدق کے ساتھ خدا کے سامنے کھڑے ہونے سے حاصل ہوتی ہے اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا استقامت کرو اور تم ہرگز سب نیکیاں نہ کر سکو گے۔ واسطی نے کہا استقامت وہ خصلت ہے جس سے ساری نیکیاں پوری ہوتی ہیں اور اس کے نہ ہونے سے سب نیکیاں بری ہو جاتی ہیں اور مسلم نے اپنی صحیح میں سفیان بن عبداللہ ثقفی سے صرف یہی حدیث روایت کی ہے اور اس حدیث کو ترمذی نے بھی روایت کیا ہے اور اتنا زیادہ کیا ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ مجھے سب سے زیادہ کس چیز سے ڈرنا چاہئے آپ نے اپنی زبان پکڑ کر فرمایا اس سے (کیونکہ اکثر گناہ زبان ہی سے صادر ہوتے ہیں اور اکثر آفتیں اور بلائیں انسان پر زبان کی آتی ہیں۔ اور شروع تربیت کا حکما میں یہی ہے کہ پہلے انسان اپنی زبان کو قابو میں کرے اور دیکھتا رہے کہ اس کی زبان سے جو باتیں نکل رہی ہیں وہ مناسب ہیں یا غیر مناسب اور لازم ہے کہ مصلحت کے خلاف کوئی بات زبان سے نہ نکالے۔

بَابُ تَفَاضُلِ الْاِسْلَامِ وَاَیُّ اُمُوْرِہٖ اَفْضَلُ

خصائل اسلام کی فضیلت اور اسباب کا بیان کہ اسلام میں کونسے کام افضل ہیں

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَیُّ الْاِسْلَامِ خَيْرٌ قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ

ترجمہ۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ کونسا اسلام بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تو بھوکے اور مہمان کو کھانا کھلاوے اور ہر شخص سے السلام علیکم کرے خواہ تو اسکو پہچانتا ہو یا نہ پہچانتا ہو۔

فائدہ۔ کونسا اسلام بہتر ہے یعنی اسلام کی کونسی خصلت بہتر ہے اور سنت اسلام یہی ہے جو اس حدیث سے بیان ہوئی کہ ہر مسلمان سے السلام علیکم کرے خواہ اس سے پہچان ہو یا نہ ہو اور یہ عادت

جو بعض لوگوں نے اختیار کی ہے اسی شخص کو سلام کرتے ہیں جس سے پہچان ہو اچھی نہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ يَقُوْلُ اِنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَيُّ الْمُسْلِمِيْنَ خَيْرٌ قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ

ترجمہ۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص کہتے تھے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کونسا مسلمان بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا وہ مسلمان جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں (یعنی نہ زبان سے کسی مسلمان کی برائی کرے نہ ہاتھ سے کسیکو ایذا دیوے۔)

عَنْ جَابِرٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ

ترجمہ۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے مسلمان وہ ہے جسکی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان بچے رہیں

عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الْاِسْلَامِ اَفْضَلُ قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ

ترجمہ۔ ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے میں نے کہا یارسول اللہ کونسا اسلام افضل ہے۔ آپ نے فرمایا جسکی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

فائدہ۔ نووی نے کہا کبھی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے افضل اس مسلمان کو قرار دیا جو کھانا کھلائے اور ہر شخص کو سلام کرے اور کبھی اسکو جس کی زبان اور ہاتھ سے اور مسلمان بچے رہیں یہ اختلاف بوجہ اختلاف احوال سائلین اور حاضرین کے تھا تو ایک مقام میں سلام اور طعام یعنی کھانا کھلانے کی زیادہ ضرورت معلوم ہوئی آپ نے اسی کو بیان فرمایا۔ اور ایک موقع پر ایذا دہی سے روکنے کی ضرورت معلوم ہوئی تو اسی کو بیان فرمایا۔ اور یہ جو فرمایا مسلمان وہ ہے جسکی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان بچے رہیں تو مطلب یہ ہے کہ کامل مسلمان وہی ہے جسمیں یہ صفت ہو اور یہ غرض نہیں کہ جس میں یہ صفت نہ ہو وہ مسلمان ہی نہیں ہے۔ اور ان حدیثوں میں بہت سے فوائد ہیں۔ ایک تو یہ کہ کھانا کھلانا اور سخاوت کرنا اور مسلمانوں کو فائدہ پہنچانا دین کا بہت ضروری کام ہے۔ دوسرے یہ کہ مسلمانوں کو ایذا دینے سے بچنا چاہیئے خواہ زبان سے ایذا ہو یا کسی فعل سے کسی کی توہین یا حقارت نہ کرنا چاہیئے۔ تیسرے اس میں مسلمانوں کو یکدلی اور اتفاق کی اور باہم محبت اور دوستی اور الفت رکھنے کی ترغیب ہے۔ قاضی عیاض نے کہا باہم الفت رکھنا اور اتفاق کرنا دین کے فرضوں میں سے ایک فرض ہے اور شریعت کا بڑا رکن ہے اور اسی سے اسلام کا انتظام ہے۔ چوتھے حکم ہے سلام کا ہر مسلمان پر خواہ اس سے پہچان ہو یا نہ ہو اور مراد ہر شخص سے ہر مسلمان ہے تو یہ عام خاص کیا گیا ہے اور کافر کو سلام کرنا ضروری نہیں۔ پانچویں ہدایت ہے اخلاص عمل کے واسطے۔ چھٹے ارشاد ہے تواضع اور انکساری کی طرف جو شعار ہے اسلام کا۔

بَابُ بَيَانِ خِصَالٍ مَنِ اتَّصَفَ بِهِنَّ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ

اُن خصلتوں کا بیان جن سے ایمان کا مزہ ملتا ہے

عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ مَنْ كَانَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ أَنْ أَنْقَذَهُ اللَّهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ

ترجمہ۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تین باتیں ہیں جس میں ہونگی وہ انکی وجہ سے ایمان کی مٹھاس وحلاوت پائیگا ایک تو یہ کہ اللہ اور اس کے رسول سے دوسرے سب لوگوں سے زیادہ محبت رکھے۔ دوسرے یہ کسی آدمی سے صرف خدا کے واسطے دوستی رکھے (یعنی دنیا کی کوئی غرض نہو نہ اس سے ڈر ہو) تیسرے یہ کفر کو پھر اختیار کرنا بعد اس کے کہ خدا نے اسکو نجات دی اُسنے اتنا بُرا جانا جیسے آگ میں پڑنا۔

فائدہ۔ نووی نے کہا یہ حدیث بہت بڑی ہے اور اسلام کے اصول میں سے ایک اصل ہے۔ علماء نے کہا ہے حلاوت ایمان کے معنے یہ ہیں کہ عبادت میں اور تکلیف اٹھانے میں خدا اور رسول کی رضامندی کیلئے لذت اور مزہ پیدا ہو اور دنیا کے فوائد اور منافع پر خدا اور رسول کی رضامندی کو مقدم رکھے۔ اور خدا کی محبت یہ ہے کہ اس کا حکم مانے اور اسکی مخالفت کو ترک کرے ایسی ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہے۔ قاضی عیاض نے کہا یہ حدیث اسی مطلب کی ہے جیسے اوپر گذری۔ ایک حدیث کہ ایمان کا مزہ چکھا اس نے جو خدا کی خدائی کے ساتھ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیغمبری کے ساتھ اور اسلام کے دین کے ساتھ راضی ہوا اس لئے کہ خدا اور رسول کی محبت اسی طرح خالص خدا کے لئے دوسرے مسلمان سے محبت اسی طرح کفر کو پھر اختیار کرنے کی نفرت نہیں ہوگی مگر اس شخص کو جسکا ایمان اور یقین زوردار ہے اور اس کے دل کو اطمینان ہے اور اس کا سینہ کشادہ ہے۔ اور ایمان اسکے گوشت اور خون میں اثر کر گیا ہے یہی وہ شخص ہے کہ جس نے ایمان کی مٹھاس پائی۔ اور خدا کے لئے کسی سے محبت رکھنا پھل ہے خدا کی محبت کا۔ اور بعضوں نے کہا خدا کی محبت یہ ہے کہ اپنے دل کو موافق کر دیوے خدا کی مرضی کے تو جو خدا کو پسند ہے وہی اسکو بھی پسند ہو اور جو خدا کو ناپسند ہے وہ اسکو بھی ناپسند ہو۔ اور اس باب میں متکلمین کی عبارتیں مختلف ہیں لیکن مطلب ایک ہی ہے۔ اور حاصل یہ ہے کہ محبت ایک میل اور خواہش ہے۔ پھر یہ میل کبھی تو ان چیزوں کی طرف ہوتا ہے جو بالطبع انسان کو مرغوب ہیں جیسے خوب صورتی، خوش آوازی، کھانے کا ذائقہ۔ اور کبھی ان چیزوں کی طرف جنکا حُسن عقل سے معلوم ہوتا ہے جیسے محبت صالحین اور علماء اور اہل فضل کی۔ اور کبھی یہ میل اس وجہ سے ہوتا ہے کہ کسی نے اُس پر

احسان کیا ہو یا مصیبت سے بچایا ہو۔ اور یہ سب باتیں ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں موجود ہیں کیونکہ تمام کمالات ظاہری اور باطنی آپ میں جمع تھے اور تمام فضائل اور محاسن اخلاق آپ میں موجود تھے۔ اور آپ کا احسان اور فیض تو اتنا عام ہے کہ سب مسلمانوں کی گردن پر ہے ان کو ہمیشہ ہمیشہ کا آرام دلوایا، جہنم کے عذاب سے بچایا۔ پھر خداوند کریم کا احسان تو سب سے زیادہ ہے کیونکہ اسی نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا کیا۔ پھر پیغمبر بنا کر ہمارے پاس بھیجا۔ پس درحقیقت اصل الاصول محبت ہے اللہ جل جلالہ کی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام اور اہل بیت اور صالحین اور اولیاء اللہ اور ائمہ دین کی راجع ہے اللہ کی محبت کی طرف۔ تو اللہ کی محبت بالذات ہے باقی سب کی بالعرض یعنی خدا کی محبت کے ذیل ہیں۔ اور جو کوئی سوا خدا کے کسی اور شے سے بالذات محبت رکھے وہ اہل اللہ کے نزدیک مشرک ہے یُحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ یہ صفت ہے مشرکین کی۔ اور مومنوں کی یہ صفت ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (نووی مع زیادہ)

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ثَلٰثٌ مَّنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ طَعْمَ الْاِيْمَانِ مَنْ كَانَ يُحِبُّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهٗٓ اِلَّا لِلّٰهِ وَمَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَمَنْ كَانَ اَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ اَنْ يَّرْجِعَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ اَنْ اَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ

ترجمہ۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جسمیں تین باتیں ہونگی وہ ایمان کا مزہ پائیگا۔ جو شخص کسی سے دوستی رکھے پھر اس سے دوستی نہ رکھتا ہو مگر خدا کے لئے (خدا کا نیک بندہ سمجھ کر) اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول سے دوستی رکھے دوسرے اور سب لوگوں یا چیزوں سے زیادہ، جو آگ میں ڈالا جانا پسند کرے مگر پھر کفر اختیار کرنا پسند نہ کرے جب خدا نے اسکو کفر سے نجات دی

فائدہ۔ مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو پہلے کافر یا مشرک تھے پھر خدا نے ان کو اسلام سے مشرف فرمایا تو ان کا اسلام انکو جب ہی مزہ دیگا جب وہ کفر کے دین سے اس قدر بیزار ہوں کہ آگ میں گرنا قبول کریں پر کفر قبول نہ کریں۔

بَابُ وُجُوْبِ مَحَبَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَكْثَرَ مِنَ الْاَهْلِ وَالْوَلَدِ وَالْوَالِدِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ وَاِطْلَاقِ عَدَمِ الْاِيْمَانِ عَلٰى مَنْ لَّمْ يُحِبَّهٗ هٰذِهِ الْمَحَبَّةَ

بیان اس بات کا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بی بی، اولاد، ماں باپ اور سب لوگوں سے زیادہ محبت رکھنا واجب ہے اور جس کو ایسی محبت نہ ہو وہ مومن نہیں

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ وَّفِيْ حَدِيْثِ عَبْدِ الْوَارِثِ الرَّجُلُ حَتّٰٓى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ

ترجمہ۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کوئی بندہ یا کوئی آدمی مومن نہیں ہوتا جب تک اس کو میری محبت گھر والوں

مِنْ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ | اور مال اور سب لوگوں سے زیادہ نہ ہو۔

فائدہ۔ خطابی نے کہا مراد وہ محبت نہیں ہے جو طبعی ہوتی ہے اور غیر اختیاری بلکہ مقصود محبت اختیاری ہے تو مطلب یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اور آپ کے ارشاد کی تعمیل دنیا کی سب چیزوں پر مقدم رکھے۔ ماں باپ، بی بی، اولاد، دوست آشنا یہ سب اگر ناراض ہو جائیں ہو جائیں تو قبول کرے پر خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی ہرگز اختیار نہ کرے۔ یہی محبت صادقہ ہے جس پر ایمان کا مدار ہے۔ ابن بطال اور قاضی عیاض نے کہا محبت تین قسم کی ہوتی ہے ایک تو محبت بزرگی کی وجہ سے جیسے بیٹے کو باپ سے ہوتی ہے اور شاگرد کو اُستاد سے۔ دوسری محبت شفقت اور پیار کی جیسے ماں باپ کو اولاد سے ہوتی ہے۔ تیسری محبت ہم شکل اور ہم خیال ہونے کی جیسے دوست آشناؤں سے ہوتی ہے تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تمام محبتوں کو جمع کیا ہے۔ ابن بطال نے کہا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کا ایمان کامل ہو وہ اس بات کا یقین کرے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حق اس پر زیادہ ہے اسکے باپ اور بیٹے کے حق سے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل سے ہم کو جہنم سے نجات ملی ہے اور ہم نے گمراہی سے نکل کر ہدایت پائی ہے۔ قاضی عیاض نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں سے یہ بات بھی ہے کہ آپ کی سنت کی مدد کرنا اور آپ کی شریعت پر جو اعتراض کرے اسکا جواب دینا اور آپ سے ملنے کی آرزو کرنا اگرچہ جان اور مال سے تصدق ہو جائے۔ اور جب یہ بات معلوم ہوئی تو یہ بات ثابت ہوئی کہ ایمان کی حقیقت پوری نہیں ہوتی بغیر اس محبت کے اور ایمان صحیح نہیں ہوتا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدر و منزلت ماں باپ بزرگ محسن سب سے زیادہ دل میں نہ ہو اور جس کا یہ اعتقاد نہ ہو وہ مومن نہیں ہے۔ (نووی)

عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّلَدِهٖ وَوَالِدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ

ترجمہ۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کوئی تم میں سے مومن نہیں ہوتا جب تک کہ اسکو میری محبت اولاد، ماں باپ اور سب لوگوں سے زیادہ نہ ہو۔

بَابُ الدَّلِيْلِ عَلٰى اَنَّ مِنْ خِصَالِ الْاِيْمَانِ اَنْ يُّحِبَّ لِاَخِيْهِ الْمُسْلِمِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ مِنَ الْخَيْرِ

ایمان کی خصلت یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کیلئے بھی وہی چاہے جو اپنے لئے چاہتا ہے

عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ اَوْ قَالَ

ترجمہ۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کوئی تم میں سے مومن نہیں ہوتا جب تک وہ نہ چاہے بھائی

لِجَارِهٖ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ | یا ہمسایہ کے لئے جو اپنے لئے چاہتا ہے۔

فائدہ۔ علماء نے کہا مراد یہ ہے کہ مومن کامل نہیں ہوتا ورنہ اصل ایمان تو بغیر اس صفت کے بھی حاصل ہوتا ہے اور مطلب یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کیلئے بھی عبادات اور نیکیاں اور دنیا کی تمام وہ چیزیں جو اپنے لئے چاہتا ہے چاہے۔ نسائی کی روایت میں ہے بھلائی اور خوبی۔ ابن الصلاح نے کہا بعضوں نے اس صفت کے حاصل کرنے کو دشوار اور محال سمجھا ہے حالانکہ یہ بات صحیح نہیں ہے کیونکہ مراد یہ ہے تم میں سے کسی کا ایمان کامل نہیں ہوتا جب تک وہ اپنے مسلمان بھائی کیلئے وہی چاہے جو اپنے لئے چاہتا ہے یعنی اس کیلئے بھی نعمتوں کا حاصل ہونا اچھا جانے اگر خود کا کوئی نقصان نہ ہو اور یہ امر بہت آسان ہے قلب سلیم پر یعنی جسکا دل صاف ہو البتہ جسکے دل میں کینہ اور حسد بھرا ہوا ہو اسپر بہت دشوار ہے۔ خدا ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو ایسے خراب دل سے بچائے (نووی) حاصل یہ ہے کہ جب کسی مسلمان بھائی کی بھلائی ہوتی ہو اور اپنا اس میں کچھ ضرر نہ ہو تو اسپر خوش ہونا چاہیئے اور ہمیشہ عام خیر خواہی اور عام ہمدردی میں شریک رہنا چاہیئے۔

عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰى يُحِبَّ لِجَارِهٖ اَوْ قَالَ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ

ترجمہ۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اسکی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کوئی آدمی مومن نہیں ہوتا جب تک اپنے بھائی یا ہمسایئے کے لئے وہی نہ چاہے جو اپنے لئے چاہتا ہے۔

بَابُ تَحْرِيْمِ اِيْذَاءِ الْجَارِ | ہمسایہ کو ایذا دینا حرام ہے

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَّا يَاْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ شخص جنت میں نہ جائیگا جسکا ہمسایہ اُسکے مکر و فساد سے محفوظ نہیں ہے۔

فائدہ۔ یعنی اسکی بدی اور ظلم سے امن نہو اور وہ ہمیشہ ڈرتا ہو کہ کہیں مجھ کو صدمہ نہ پہنچے اس کی طرف سے۔ علماء نے کہا اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو ہمسایہ کو ستانا درست سمجھے حالانکہ وہ جانتا ہو کہ یہ فعل حرام ہے تو وہ کافر ہے کبھی جنت میں نہ جائیگا یا یہ غرض ہے کہ اسکو جنت کھلتے ہی جنت میں جانا نصیب نہو گا بلکہ روکا جائیگا یہاں تک کہ اس گناہ پر عذاب ہو یا معاف کیا جائے۔ اور ضرورت ان تاویلوں کی یہ ہے جو اوپر گذرا کہ اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص توحید پر مرے اگرچہ کبیرہ گناہ کرتا ہو وہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہیگا بلکہ چند روز عذاب دیا جائیگا یا معاف کیا جائیگا پھر جنت میں جائیگا بہرحال ہمسایہ کو رنج دینا اور ناحق اس کو ستانا ایسا حرام ہے کہ بہشت سے محروم رکھتا ہے۔

بَابُ الْحَثِّ عَلٰى اِكْرَامِ الْجَارِ وَالضَّيْفِ وَلُزُوْمِ الصَّمْتِ اِلَّا عَنِ الْخَيْرِ وَكَوْنِ ذٰلِكَ كُلِّهٖ مِنَ الْاِيْمَانِ

ہمسایہ اور مہمان کی خاطرداری کی ترغیب اور چپ رہنے کی فضیلت اور ان باتوں کا ایمان میں داخل ہونا

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَصْمُتْ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهٗ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ پر اور پچھلے دن (قیامت) پر یقین رکھتا ہے اسکو چاہئے یا تو اچھی بات کرے یا چپ رہے۔ اور جو شخص اللہ پر اور پچھلے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ اپنے ہمسایہ کی خاطرداری کرے۔ اور جو شخص اللہ پر اور پچھلے دن (قیامت) پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ اپنے مہمان کی خاطرداری کرے۔

فائدہ:- سبحان اللہ کیا عمدہ نصیحت ہے۔ نووی نے کہا غرض یہ ہے کہ جب بات کرنیکا ارادہ کرے تو سوچ لے کہ جو بات کہنا چاہتا ہے وہ بہتر ہے ثواب کی بات واجب ہے یا مستحب اس وقت کہے اور اگر معلوم ہو کہ اس بات کا کہنا کچھ ثواب نہیں تو چپ ہو رہے پھر چاہے وہ بات حرام ہو یا مکروہ ہو یا مباح ہو جسمیں نہ ثواب ہو نہ عذاب ہر حال میں خاموشی بہتر ہے تو مباح بات کا بھی نہ کہنا بہتر اور اولیٰ ہے کیونکہ مباح باتیں لیجاتی ہیں انسان کو حرام اور مکروہ کی طرف اور ایسا اتفاق اکثر ہوتا ہے اللہ جل جلالہ نے فرمایا مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ۝ یعنی جو بات انسان منہ سے نکالتا ہے اس کے پاس ایک شخص ہے جو راہ دیکھتا ہے تیار ہے اس کے لکھنے کو۔ اور اختلاف کیا ہے سلف اور خلف نے اس مسئلہ میں کہ انسان کی سب قسم کی باتیں اگرچہ مباح لکھی جاتی ہیں یا صرف وہی باتیں جن میں عذاب یا ثواب ہو۔ ابن عباسؓ کا یہ قول ہے کہ صرف وہی باتیں لکھی جاتی ہیں جنکا بدلہ ملے گا ثواب یا عذاب۔ اس صورت میں آیت کو خاص کرنا پڑیگا اور شرع نے ترغیب دی ہے اس طرف کہ مباح باتیں بہت کرنا اچھا نہیں کیونکہ انسان اکثر بہت باتیں کرنے سے گو مباح ہوں حرام یا مکروہ باتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ امام شافعیؒ نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ انسان کو بات کرنے سے پہلے فکر کرنا چاہئے۔ پھر اگر اسکو یہ متحقق ہو کہ اس بات سے کچھ نقصان نہیں تو اس بات کو کہے۔ اور اگر یہ امر متحقق ہو کہ اس سے ضرر ہوگا یا ضرر اور عدم ضرر میں شک ہو تو چپ رہے۔ امام ابن ابی زید مالکی نے کہا تمام آداب اور اخلاق حسنہ چار حدیثوں سے نکلتے ہیں۔ ایک تو یہی حدیث دوسری وہ حدیث کہ آدمی کا اچھا اسلام یہ ہے کہ اس بات کو چھوڑ دے جو کام نہ آئے (یعنی بیکار اور لغو سے پرہیز کرے) تیسری حدیث

لا تغضب یعنی غصہ مت کرو۔ چوتھی وہ حدیث جو اوپر گذری کہ انسان کو چاہیئے اپنے بھائی کیلئے وہی چاہے جو اپنے لئے خاص چاہتا ہے۔ اور استاد ابو القاسم قشیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ موقع پر چپ رہنا مردوں کی صفت ہے جیسے موقع پر بولنا نہایت عمدہ خصلت ہے۔ اور میں نے ابو علی دقاق سے سنا وہ کہتے تھے جو شخص چپ ہو رہے حق بات سے (یعنی جہاں حق بات بیان کرنے کا موقع ہو) تو وہ گونگا شیطان ہے۔ لیکن ارباب مجاہدہ اور ریاضت نے جو سکوت اختیار کیا ہے وہ اس لئے کہ باتیں کرنے میں طرح طرح کی آفتیں ہیں اور اس میں نفس کو حظ ہوتا ہے وہ اپنی تعریف کرتا ہے اور کبھی اپنی فصاحت اور شیریں بیانی لوگوں پر ظاہر کرنا چاہتا ہے اور یہ سکوت و خاموشی تہذیب و اخلاق کا ایک بڑا رکن ہے۔ فضیل بن عیاض نے یوں بیان کیا کہ جو شخص بات کو اپنے اعمال میں سے ایک عمل سمجھے گا وہ بے فائدہ بات کم کریگا۔ اور ذو النون مصری نے کہا کہ سب سے زیادہ اپنے نفس کی حفاظت کرنے والا وہ شخص ہے جو اپنی زبان کو زیادہ روکے۔

جو شخص اللہ پر اور پچھلے دن پر ایمان رکھتا ہے اسکو چاہیئے کہ ہمسایہ اور مہمان کی خاطر داری کرے۔ قاضی عیاض نے کہا مطلب حدیث کا یہ ہے کہ جو شخص شریعت اسلام پر چلنا چاہے اسکو ہمسایہ اور مہمان کے ساتھ سلوک کرنا ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ہمسایہ کے ساتھ سلوک کرنیکا حکم کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جبرئیل علیہ السلام ہمیشہ مجھ کو وصیت کرتے تھے ہمسایہ کے ساتھ سلوک کرنے کیلئے یہاں تک کہ میں سمجھا کہ جبرئیل علیہ السلام اس کو ترکہ بھی دلائیں گے۔ اسی طرح مہمانداری کرنا بھی اسلام کا طریقہ ہے اور پیغمبروں اور صالحوں کی خصلت ہے اور لیث نے کہا کہ ایک رات مہمانداری کرنا واجب ہے اور انکی دلیل وہ حدیث ہے کہ ایک رات مہمانی کرنا حق ہے ہر مسلمان پر واجب ہے۔ اور عقبہ کی حدیث کہ جب تم کسی قوم پر اترو پھر وہ بطور مہمانی تم کو کچھ دیں تو اسکو قبول کرو۔ اور جو نہ دیں تو ان سے اپنی مہمانی کا حق لے لو۔ اور اکثر فقہاء اس بات پر ہیں کہ مہمانی کرنا اخلاق میں داخل ہے پر واجب نہیں اور دلیل انکی وہ حدیث ہے کہ ضیافت کا جائزہ ایک رات ہے۔ اور جائزہ کہتے ہیں عطا اور صلہ اور احسان کو اور یہ اختیاری ہوتے ہیں نہ وجوبی۔ اور بھی حضرت نے فرمایا چاہیئے کہ احسان کرے اور سلوک کرے۔ اس سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ مہمانی واجب نہیں کیونکہ ایسے الفاظ کا استعمال واجب میں نہیں ہوتا۔ دوسرے یہ کہ مہمان اور ہمسایہ ایک ساتھ بیان کیا حالانکہ ہمسایہ کے ساتھ سلوک واجب نہیں۔ اور اگلی حدیثوں کی یہ تاویل کی ہے کہ وہ اوائل اسلام کی حدیثیں ہیں جب دل داری اور خاطر داری واجب تھی۔ پھر اختلاف کیا ہے علماء نے کہ مہمانداری بستی والوں پر اور جنگل والوں پر دونوں پر واجب ہے یا صرف جنگل میں رہنے والوں پر، تو شافعیؒ اور محمد بن حکم کا قول یہ ہے کہ دونوں پر واجب ہے، اور مالک اور سحنون نے کہا کہ صرف جنگل والوں پر واجب ہے اس لئے کہ بستی یا شہر میں مسافر کو ٹھیرنے کی جگہ مل جاتی ہے سرائے وغیرہ میں اور کھانے پینے کی چیزیں بھی سب بازار میں ملتی ہیں

اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ ضیافت جنگل کے رہنے والوں پر ہے نہ بستی والوں پر۔ لیکن یہ حدیث اہل معرفت کے نزدیک موضوع ہے (نووی)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا یُؤْذِ جَارَهٗ وَمَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُكْرِمْ ضَیْفَهٗ وَمَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْ لِیَسْكُتْ

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ پر اور پچھلے دن پر یقین رکھتا ہو وہ اپنے ہمسایہ کو نہ ستائے اور جو شخص اللہ پر اور پچھلے دن پر یقین رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی خاطر داری کرے اور جو شخص اللہ پر اور پچھلے دن پر یقین رکھتا ہو وہ اچھی بات کہے یا چپ رہے۔

عَنْ اَبِیْ شُرَیْحٍ الْخُزَاعِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُحْسِنْ اِلٰى جَارِهٖ وَ مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُكْرِمْ ضَیْفَهٗ وَمَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْ لِیَسْكُتْ

ترجمہ۔ ابوشریح خزاعی (خویلد بن عمرو یا عبدالرحمٰن یا عمرو بن خویلد یا ھانی بن عمرو یا کعب) سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ پر اور پچھلے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے ہمسایہ کے ساتھ نیکی کرے اور جو شخص اللہ پر اور پچھلے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے مہمان کے ساتھ احسان کرے اور جو شخص اللہ پر اور پچھلے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اچھی بات کہے (جسمیں بھلائی ہو یا ثواب ہو) یا چپ رہے۔

بَابُ كَوْنِ النَّهْیِ عَنِ الْمُنْكَرِ مِنَ الْاِیْمَانِ وَاَنَّ الْاِیْمَانَ یَزِیْدُ وَیَنْقُصُ

بری بات سے منع کرنا ایمان میں داخل ہے اور ایمان گھٹتا بڑھتا ہے

عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ اَوَّلُ مَنْ بَدَاَ بِالْخُطْبَةِ یَوْمَ الْعِیْدِ قَبْلَ الصَّلٰوةِ مَرْوَانُ فَقَامَ اِلَیْهِ رَجُلٌ فَقَالَ الصَّلٰوةُ قَبْلَ الْخُطْبَةِ فَقَالَ قَدْ تُرِكَ مَا هُنَالِكَ قَالَ اَبُوْ سَعِیْدٍ اَمَّا هٰذَا فَقَدْ قَضٰى مَا عَلَیْهِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ رَاٰى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْیُغَیِّرْهُ بِیَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ

ترجمہ۔ طارق بن شہاب سے روایت ہے سب سے پہلے جس نے عید کے دن نماز سے پہلے خطبہ شروع کیا وہ مروان تھا (حکم کا بیٹا جو خلفاء بنی امیہ میں سے پہلا خلیفہ ہے) اس وقت ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا خطبہ سے پہلے نماز پڑھنا چاہیے۔ مروان نے کہا یہ بات موقوف کردی گئی۔ ابوسعید نے کہا اس شخص نے تو اپنا حق ادا کر دیا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا جو شخص تم میں سے کسی منکر (خلاف شرع کام) کو دیکھے تو اس کو میٹ دیوے اپنے ہاتھ سے۔ اگر

فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ	اتنی طاقت نہ ہو تو زبان سے۔ اور اگر اتنی بھی طاقت نہو تو دل ہی سے سہی (یعنی دل میں اس کو بُرا جانے اور اس سے بیزار ہو) یہ سب سے کم درجہ کا ایمان ہے۔

فائدہ۔ عید کے دن سب سے پہلے جس نے نماز سے پہلے خطبہ شروع کیا وہ مروان تھا قاضی عیاض نے کہا اس بات میں اختلاف ہے۔ بعضوں نے کہا کہ سب سے پہلے خطبہ نماز سے پہلے حضرت عثمانؓ نے پڑھا ہے۔ اور بعضوں نے کہا حضرت عمرؓ نے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگ نماز ختم ہوتے ہی چلدیتے تھے اور خطبہ کے ختم ہونے کا انتظار نہ کرتے۔ اور بعضوں نے کہا اس میں یہ مصلحت تھی کہ دور رہنے والوں کو بھی نماز مل جائے اور جو لوگ دیر میں آئیں انکو بھی نماز ملے اور بعضوں نے کہا کہ یہ فعل سب سے پہلے معاویہؓ نے کیا اور بعضوں نے کہا عبداللہ بن زبیرؓ نے کیا (پر یہ سب روایتیں ثابت نہیں ہیں) اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکر وعمر اور عثمان وعلی رضی اللہ عنہم سے ثابت ہوا ہے وہ یہ ہے کہ پہلے نماز عید پڑھی پھر خطبہ شروع کیا۔ اور یہی قول ہے تمام ملکوں کے فقہار کا۔ اور بعضوں نے اس پر اجماع نقل کیا ہے اور یہ اجماع اختلاف کے بعد ہوا۔ یا یہ کہ التفات نہیں کیا گیا بنی امیہ کے اختلاف کی طرف کیونکہ تمام خلفائے راشدین اور صدر اول کا اتفاق ہو چکا تھا۔ اور اسی روایت میں ابو سعید نے جو کہا کہ اس شخص نے اپنا حق ادا کر دیا سب لوگوں کے سامنے یہ دلیل ہے اس بات کی کہ لوگوں کے نزدیک سنت ثابت ہو چکی تھی برخلاف اس کے جو مروان نے کیا تھا۔ اور بھی ابو سعید نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا جو شخص تم میں سے کوئی کام خلاف شرع دیکھے اس کو میٹے۔ اور خلاف شرع وہی کام ہوگا جو سنت کے خلاف ہوگا اور اس پر عمل نہ ہوا ہو گا زمانہ سابق میں۔ اور یہ اس امر کی دلیل ہے کہ سوا مروان کے اور کسی خلیفہ نے ایسا نہیں کیا تھا۔ اور عثمانؓ اور عمرؓ اور معاویہؓ سے جو منقول ہے وہ صحیح ہے (نووی)

ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ خطبہ سے پہلے نماز پڑھنا چاہیے۔ مروان نے کہا یہ بات موقوف کر دی گئی۔ اس مقام پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ابو سعید خدریؓ نے خود کیوں نہیں منع کیا اس بُرے کام سے یہاں تک کہ ایک دوسرا شخص اٹھا اور اس نے کہا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ شاید ابو سعید خطبہ شروع ہوتے وقت نہ ہونگے تو اس شخص نے اعتراض کیا پھر ابو سعید آگئے ہونگے اور احتمال ہے کہ ابو سعید پہلے سے موجود ہوں لیکن انہوں نے خوف کیا ہو ضرر کا اپنے لئے یا کسی اور کیلئے یا فتنے کا تو ساقط ہو گیا ان سے انکار جو واجب تھا۔ اور اس شخص نے خوف نہ کیا کسی قوت کی وجہ سے یا خوف کیا ہو صرف اپنے نفس پر اور یہ جائز ہے ایسی صورت میں بلکہ مستحب ہے اور احتمال ہے کہ ابو سعید نے انکار کا قصد کیا ہو اتنے میں اس شخص نے جلدی سے کہدیا پھر ابو سعید نے اسکی تائید کی اور دوسری روایت میں جسکو بخاری اور مسلم دونوں نے نکالا باب صلوٰۃ العید میں یہ ہے کہ ابو سعید نے خود

مروان کا ہاتھ کھینچا جب اس کو منبر پر جاتے دیکھا اور مروان اور ابو سعید ساتھ آئے تھے پھر مروان نے ابو سعید کی بات کو نہ مانا تو احتمال ہے کہ یہ موقع دوبارہ ہوا ہو۔

اگر زبان سے منع یعنی روکنے کی طاقت نہو تو دل سے بُرا جانے۔ یہ سب سے کم درجہ کا ایمان ہے اگر یہ بھی نہ ہو اور دل میں بھی خلاف شرع کام سے نفرت نہ آئے تو سمجھنا چاہئیے کہ ایمان رخصت ہو گیا اور کفر جم گیا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ نووی نے کہا کہ یہ جو حضرت نے فرمایا برے اور خلاف شرع کام کو مٹائے اور بگاڑے ہاتھ یا زبان سے۔ یہ امر باجماع امت وجوب کے لئے ہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے واجب ہونے پر کتاب وسنت اور اجماع امت سے دلیل ہے اور یہ نصیحت میں داخل ہے جو خود دین ہے۔ اور اس میں سوا چند رافضیوں کے کسی نے خلاف نہیں کیا اور ان کے خلاف کا کوئی اعتبار نہیں۔ امام الحرمین نے بھی کہا کہ ان کے خلاف کا اس مسئلہ میں اعتبار نہ کرنا چاہئیے اس لئے کہ مسلمانوں کا اس کے وجوب پر رافضیوں کے پیدا ہونے سے پہلے اتفاق ہو چکا تھا اور وجوب اسکا شرع سے ہے نہ عقل سے۔ اور معتزلہ کے نزدیک عقل سے ہے اور یہ جو فرمایا اللہ تعالیٰ نے لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ یعنی اے ایمان والو تم اپنے تئیں سنبھالو تم کو دوسرے کے گمراہ ہونے سے کچھ نقصان نہ ہوگا جب تم ہدایت پاؤ گے۔ یہ ہمارے مذہب کے خلاف میں نہیں کیونکہ آیت کے معنے مذہب صحیح پر یہ ہیں کہ جب تم سب احکام کو جو تم پر واجب ہیں بجالاؤ گے تو دوسروں کی تقصیر سے تم کو ضرر نہ ہوگا جیسے دوسری جگہ فرمایا کہ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ یعنی ایک کا بوجھ دوسرا نہ اُٹھائے گا۔ پھر جب کسی نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کر دیا تو اس پر سے مواخذہ جاتا رہا۔ اب گناہ اسی پر رہے گا جس نے بُرا کام کیا۔ یہ بھی جاننا چاہئیے کہ اچھی بات کا حکم کرنا اور بُری بات سے منع کرنا فرض کفایہ ہے۔ اگر بعضوں نے کر دیا تو سب کے ذمہ سے یہ فرض ادا ہو گیا ورنہ سب گنہگار ہونگے۔ اور بعض مقاموں میں یہ فرض ہوتا ہے کسی خاص شخص پر جیسے اس مقام میں کوئی نہ ہو سوا اس کے یا اُسی کے حکم سے وہ کام مٹتا ہو یا جیسے کوئی اپنی بی بی یا بچے یا غلام کو کوئی برا کام کرتے یا فرض کو ترک کرتے دیکھے۔ علماء نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص کو گمان ہو کہ میرے منع کرنے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا جب بھی منع کرنا چاہے اسلئے کہ نصیحت سے مسلمانوں کو کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور ہوگا۔ اور اوپر یہ ہم کہہ چکے ہیں کہ اس شخص کا کام حکم کر دینا ہے اچھے کام کا اور منع کر دینا ہے بُرے کام سے اب چاہے وہ مانے یا نہ مانے۔ منوانا اسکا فرض نہیں ہے جیسے اللہ جلالہ نے فرمایا رسول پر کچھ نہیں مگر پہنچا دینا۔ علماء نے کہا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں یہ شرط نہیں ہے کہ حکم کرنے والا خود تمام شریعت کے احکام پر چلتا ہو اور بُری باتوں سے بچتا ہو بلکہ اگر وہ خود تقصیر وار ہو جب بھی امر اور نہی کرنا چاہئیے کیونکہ دوسرا فرض ہے پھر ایک میں خلل ہونے سے دوسرے کو بھی ضائع کرنا ضروری نہیں۔ اور یہ کام کچھ حاکموں سے خاص نہیں ہے بلکہ ہر ایک مسلمان اسکو کر سکتا ہے۔ امام الحرمین نے کہا اسپر مسلمانوں کا اجماع دلیل ہے اس لئے کہ صدر اول میں اور اس کے قریب زمانہ

ہیں ادنیٰ ادنیٰ مسلمان خود حاکموں کو بُری باتوں سے منع کرتے اور اچھے کاموں کا حکم کرتے حالانکہ اور مسلمان انکو اس کام سے نہ روکتے اور اس پر زجر نہ کرتے۔ پھر اگر حکومت شرط ہوتی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے تو البتہ اور مسلمان اسکو سمجھا دیتے کہ تمھارا یہ عہدہ نہیں ہے۔ یہ بات ضروری ہے کہ جو شخص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے وہ خود اس مسئلہ کو جانتا ہو۔ اگر وہ بات مشہور واجبات یا محرمات سے ہو جیسے نماز، روزہ، زنا، شرب خمر، تو ہر ایک مسلمان کو ان باتوں کا علم ہے وہ حکم اور منع کر سکتا ہے اور جو کوئی دقیق مسئلہ ہو تو عوام کو اس میں مداخلت نہیں پہنچتی اور نہ انکو انکار پہنچتا ہے بلکہ یہ منصب علماء کا ہے۔ پھر علماء کو بھی اس کام کا انکار کرنا یا حکم کرنا چاہیئے جو اجماعی ہو اور جو کام اختلافی ہو اسمیں کسی فریق کو دوسرے فریق سے جھگڑا کرنا درست نہیں اس لئے کہ ہر مجتہد مصیب ہے بعضوں کے نزدیک اور [illegible] بھی ہے اور بعضوں کے نزدیک ایک مصیب ہے اور باقی مخطی لیکن مخطی معین نہیں ہو سکتا۔ اور جو معین بھی ہو تو بوجہ خطائے اجتہادی کے اسپر گناہ نہیں۔ پر اگر نصیحت کے طور پر اسکو نرمی سے سمجھائے تو وہ بہتر ہے اس لئے کہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اختلاف سے نکل جانا چاہیئے حتی المقدور جب کسی سنت میں خلل نہ آئے یا کسی اور دوسرے اختلاف میں نہ پڑ جائے قاضی القضاۃ ابو الحسن ماوردی بصری شافعی نے اپنی کتاب احکام سلطانیہ میں لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ اگر بادشاہ کسی کو محتسب بنائے اور وہ مجتہد ہو تو وہ لوگوں کو اپنے مذہب کی طرف لا سکتا ہے اختلافی مسائل میں جس فقیہ کا چاہے مذہب اختیار کرے اور ہمیشہ فروعات میں صحابہ اور تابعین اور من بعدہم کا اختلاف رہا تو نہ محتسب پر کوئی انکار کرے نہ محتسب دوسرے پر نہ اور کوئی دوسرے پر۔ اسی طرح علماء نے کہا ہے کہ مفتی اور قاضی کو نہیں پہنچتا کہ اپنے مخالف پر اعتراض کرے جب وہ نص یا اجماع یا قیاس جلی کی مخالفت نہ کرے اور جان تو کہ یہ باب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بہت ضائع ہو گیا بہت مدت دراز سے اور اس زمانہ میں جو کچھ باقی ہے وہ نہایت کم ہے حالانکہ یہ ایک بڑا باب تھا جسپر دین کا مدار تھا۔ اور جب برائیاں بہت پھیلیں گی تو عذاب الٰہی عام ہوگا نیک و بد پر۔ اور جب لوگ ظالم کو ظلم سے نہ روکیں گے تو خدا تعالیٰ سب کو عذاب میں مبتلا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ الآية یعنی بچیں وہ لوگ جو مخالفت کرتے ہیں اللہ کے حکم سے پہنچے گا انکو فتنہ یا دکھ کا عذاب۔ تو جو شخص آخرت کا طالب ہو اور اللہ جل جلالہ کی رضامندی حاصل کرنا چاہتا ہو اسکو چاہیئے کہ اس بات کا خیال رکھے یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اسلئے کہ اسکا بڑا فائدہ ہے خاص کر اس حالت میں کہ جب وہ موقوف ہو گیا ہے اور اپنی نیت خالص رکھے اور جس شخص کو حکم کرے یا منع اس سے خوف نہ کرے اس خیال سے کہ وہ بڑا آدمی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا البتہ خدا مدد کریگا اس کی جس نے خدا کی مدد کی۔ اور فرمایا جو شخص بھروسا کرے اللہ پر اسکو سیدھی راہ ملی۔ اور فرمایا جن لوگوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ہم اُن کو اپنی راہ بتلائیں گے۔ اور فرمایا لوگ خیال کرتے ہیں کہ وہ چھوڑ دیئے جائینگے اتنی بات پر کہ ہم ایمان لائے اور اُنکی آزمائش نہ ہوگی۔ ان سے پہلے جو لوگ گذر گئے انکو بھی ہم نے آزمایا

تو البتہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جانے گا جو سچے ہیں اور ان لوگوں کو جو جھوٹے ہیں۔ اور یہ بات خیال کر لینا چاہیئے کہ ہمیشہ ثواب اتنا ہی زیادہ ملتا ہے جتنی تکلیف زیادہ ہو اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جیسے خوف سے ترک نہ کرنا چاہیئے ویسے ہی دوستی اور محبت اور سُستی کی وجہ سے ترک نہ کرنا چاہیئے اور اپنی سُرخروئی اور مرتبہ بڑھانے کے لئے بھی نہیں اس لئے کہ دوستی اور محبت سے تو اسکا حق اُسپر ہو گیا۔ اور وہ حق یہ ہے کہ اسکو نصیحت کرے اور آخرت کی بھلائی بتلائے اور مضر اور مہلک باتوں سے بچائے اور آدمی کا دوست اور عزیز وہی ہے جو اس کی آخرت کی بھلائی میں کوشش کرے اگرچہ دنیا میں اسکی وجہ سے نقصان واقع ہو۔ اور دشمن وہ ہے جو اس کی آخرت کو تباہ کرے اگرچہ دنیا کا فائدہ اس سے حاصل ہو اور شیطان جو ہم لوگوں کا دشمن گنا جاتا ہے وہ اسی وجہ سے، اور پیغمبر جو مومنوں کے دوست سمجھے جاتے ہیں وہ اسی سبب سے کہ وہ انکی آخرت کے درست کرنے میں کوشش کرتے ہیں۔ یا اللہ تُو ہم کو اور ہمارے دوستوں کو اور سب مسلمانوں کو توفیق دے کہ وہ تیری خوشی حاصل کرنے میں کوشش کریں اور اپنی رحمت و عنایت ہم سب پر عام کر دے۔ اور جو شخص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے اسکو چاہیئے کہ نرمی کرے تاکہ اس پر لوگ جلدی عمل کریں۔ امام شافعی نے فرمایا جس شخص نے اپنے بھائی کو پوشیدہ نصیحت کی اس نے اسکو درست کیا اور آراستہ کیا اور جس نے کھلم کھلا نصیحت کی اس نے اپنے بھائی کو رسوا کیا۔ اور اس باب میں سے ایک کام وہ ہے جسمیں اکثر لوگ سُستی کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ ایک آدمی کو عیب دار چیز بیچتے ہوئے دیکھتے ہیں پھر اسکو منع نہیں کرتے اس عیب سے اور یہ ایک بڑی خطا ہے اور علماء نے صاف تصریح کر دی ہے کہ جو شخص اس امر کو جانتا ہے کہ اس چیز میں یہ عیب ہے تو اس پر واجب ہے کہ بیچنے والے کو منع کرے اور خریدار کو اس عیب سے آگاہ کر دے۔ لیکن طریقہ منع کرنے کا تو وہ خود حضرت نے بتا دیا کہ اس کو (یعنی بُرے کام کو) ہاتھ سے بگاڑے۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو زبان سے، اگر یہ نہ ہو سکے تو دل سے، دل سے بگاڑنے کا مطلب یہ ہے کہ اُسکو بُرا جانے، اور اگرچہ بُرا جاننا اسکا بگاڑنا نہیں ہو سکتا پر کیا کرنا چاہیئے اسکا اختیار اسی قدر ہے۔ اور یہ جو آپ نے فرمایا سب سے کم درجہ کا ایمان یہ ہے یعنی یہ ایک ادنیٰ ثمرہ ہے ایمان کا کہ دل سے بُرے کام کو بُرا جانے اور اس سے نفرت کرے۔ قاضی عیاض نے کہا کہ یہ حدیث اصل ہے بُرے کام کے بگاڑنے میں، تو بگاڑنے والے پر واجب ہے کہ جسطرح سے ہو سکے بگاڑے قول سے یا فعل سے تو جو حرام کام کے آلات اور اسباب ہوں انکو ہاتھ سے توڑے اور شراب اور مسکرات کو بہا دیوے یا دوسرے سے کہے وہ بہا دے اور زبردستی سے چھینی ہوئی چیز چھین کر خود اس کے مالک کو واپس کر دیوے یا دوسرے کو حکم کرے اور چاہیئے کہ بگاڑنے میں نرمی کرے جاہل پر اور اس ظالم پر جس سے شر کا خوف ہو مگر یہ جب ہے کہ اس کو اپنی بات چلنے کا خیال ہو جیسے مستحب ہے یہ بات کہ بگاڑنے والا خود صالح اور صاحب فضیلت ہو اور جو شخص انتہا درجہ پر گمراہ ہو یا اپنے کام میں اصرار کرتا ہو اسپر سختی بھی کرے جب یہ معلوم ہو کہ اس کی سختی سے فائدہ ہو گا اور خوف نہ ہو

دوسرے مفسدی کا اگر اسکو گمان غالب ہو کہ ہاتھ سے بگاڑنے میں اور کوئی بڑا فساد ہو گا یعنی کسی کا خون ہو گا خود بگاڑنے والے کا یا اور کسی کا تو باز رہے اور صرف زبان سے نصیحت کرے اور خدا کے عذاب سے ڈرائے۔ اور اگر گمان غالب ہو کہ زبان سے کہنے میں بھی اس قسم کا شر ہو گا تو صرف دل سے اس کو برا سمجھے اور چپ ہو رہے اور یہی مقصود ہے حدیث سے۔ اگر خدا نے چاہا اور جو اسکو کوئی مددگار ملے تو اس سے مدد لیوے پر ہتھیار نہ اٹھائے اور لڑائی شروع نہ کرے اور چاہیئے کہ اطلاع کرے اسکی حاکم کو۔ اگر یہ کام سوا حاکم کے اور کوئی کرتا ہو یا صرف دل سے اسکو برا سمجھے یہی مسئلہ ہے اور یہی محققین علماء کے نزدیک صواب ہے اور بعضوں نے کہا کہ ہر حال میں زبان سے کہدے پھر اگر قتل کیا جائے یا ایذا دیا جائے تو صبر کرے قاضی عیاض کا کلام تمام ہوا۔ امام الحرمین نے کہا کہ رعیت میں سے ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ کبیرہ گناہ کرنے والے کو روکے اس گناہ سے پر لڑائی شروع نہ کرے اور ہتھیار نہ اٹھائے اگر وہ نہ مانے تو بادشاہ وقت کو اطلاع کرے۔ پھر اگر بادشاہ بھی ظلم پر مستعد ہو اور شریعت کی مخالفت سے باز نہ آئے اور سمجھائے نہ سمجھے تو سب مسلمان جو صاحب الرائے ہوں ملکر اس بادشاہ کو تخت سے اتار دیں اگرچہ اس میں ہتھیار اٹھانے کی ضرورت پڑے اور خونریزی اور لڑائی ہو۔ یہ کلام ہے امام الحرمین کا اور اتارنا بادشاہ کا عجیب ہے۔ اور محمول ہے اس صورت پر جب بادشاہ کے اتارنے سے دوسرے کسی فساد کا ڈر نہ ہو جو اس سے بھی بڑا ہو اور امر بالمعروف کرنے والے کو تجسس اور خانہ تلاشی کا اختیار نہیں بلکہ جب وہ کوئی بری بات دیکھے تو اسکو بگاڑ دے۔ یہ کلام ہے امام الحرمین کا۔ اور قاضی القضاۃ ماوردی نے کہا محتسب کو بحث کرنا نہیں چاہیئے اُن گناہوں سے جو ظاہر نہ ہوں۔ پھر اگر گمان غالب ہو کہ بعض لوگ ایسے کاموں کو پوشیدہ کیا کرتے ہیں تو اس میں دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم تو یہ کہ جس کا تدارک بعد وقوع کے دشوار ہو جیسے کوئی شخص محتسب کو خبر کرے کہ فلاں شخص فلاں عورت کے ساتھ تنہائی میں زنا کرنا چاہتا ہے یا فلاں کو قتل کرنا چاہتا ہے تو فوراً محتسب کو تجسس کرنا چاہیئے اور اس واقعہ کا بند و بست کرنا چاہیئے۔ اسی طرح اگر محتسب کے سوا اور لوگوں کو خبر ہو اُن کو بھی بند و بست کرنا چاہیئے۔ دوسری قسم وہ جو اس سے کم ہے اسمیں تجسس اور کھوج جائز نہیں جیسے کسی مکان سے باجے بجانے کی آواز آئے تو باہر سے پکار کر منع کر دے اور گھر کے اندر نہ گھسے۔ اور ماوردی نے احکام سلطانیہ کے آخر میں ایک عمدہ باب احتساب کے باب میں لکھا ہے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے قاعدوں پر مشتمل ہے۔ اور ہم نے اس مقام پر اس کے مطالب بیان کر دیئے اور کلام کو طول دیا اس لئے کہ مفید ہے۔ اور یہ باب اسلام کا ایک بڑا باب ہے اور اس کی بہت حاجت پڑتی ہے (نووی)

السراج الوہاج میں ہے کہ مسلمانوں نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی

عن المنکر واجب ہے اور کہا ہے کہ یہ دونوں دین کے بڑے ستون ہیں اور یہ واجب ہیں ہر مسلمان پر۔ قول الجمیل میں ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ادب یہ ہے کہ نرمی اور ملایمت لیسانی ہو اور سختی اور شرارت بادشاہوں کو زیبا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ بحث کر ان سے اچھے طور سے۔ وضو اور نماز میں امر بالمعروف کا یہ طریقہ ہے مثلاً کسی کو دیکھے وہ پاؤں اچھی طرح نہیں دھوتا تو یہ حدیث سنائے خرابی ہے کوچوں کی جہنم کے عذاب سے یا نماز اچھی طرح نہیں پڑھتا تو یہ حدیث سنائے پھر نماز پڑھ کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ اور لباس اور کلام وغیرہ میں اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ یعنی تم میں سے ہونے چاہئیں کچھ لوگ جو نیکی کی طرف بلائیں۔ اچھی بات کا حکم کریں اور بری بات سے منع کریں اور وہی لوگ ہیں چھٹکارا پانے والے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ فِيْ اُمَّةٍ قَبْلِيْ اِلَّا كَانَ لَهٗ مِنْ اُمَّتِهٖ حَوَارِيُّوْنَ وَاَصْحَابٌ يَاْخُذُوْنَ بِسُنَّتِهٖ وَيَقْتَدُوْنَ بِاَمْرِهٖ ثُمَّ اِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوْفٌ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ وَيَفْعَلُوْنَ مَا لَا يُؤْمَرُوْنَ فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَيْسَ وَرَاءَ ذٰلِكَ مِنَ الْاِيْمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ قَالَ اَبُوْ رَافِعٍ فَحَدَّثْتُ بِهٖ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عُمَرَ فَاَنْكَرَهٗ عَلَيَّ فَقَدِمَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَنَزَلَ بِقَنَاةٍ فَاسْتَتْبَعَنِيْ اِلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ يَعُوْدُهٗ فَانْطَلَقْتُ مَعَهٗ فَلَمَّا جَلَسْنَا سَاَلْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ

ترجمہ۔ عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا کہ جسکے اس کی امت میں سے حواری نہ ہوں اور اصحاب نہ ہوں جو اس کے طریقہ پر چلتے ہیں اور اس کے حکم کی پیروی کرتے ہیں پھر ان لوگوں کے بعد ایسے نالائق لوگ پیدا ہوتے ہیں جو زبان سے کہتے ہیں اور کرتے نہیں اور اُن کاموں کو کرتے ہیں جن کا حکم نہیں۔ پھر جو کوئی ان نالائقوں سے لڑے ہاتھ سے وہ مومن ہے اور جو کوئی لڑے زبان سے (ان کو برا کہے ان کی باتوں کا رد کرے) وہ بھی مومن ہے اور جو کوئی لڑے ان سے دل سے (انکو برا جانے) وہ بھی مومن ہے اور اس کے بعد رائی کے دانے برابر بھی ایمان نہیں (یعنی اگر دل سے بھی برا نہ جانے تو اس میں ذرہ برابر بھی ایمان نہیں) ابو رافع (جنہوں نے اس حدیث کو ابن مسعود سے روایت کیا اور نام ان کا اسلم یا ابراہیم یا ہرمز یا ثابت یا یزید تھا مولیٰ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے) نے کہا میں نے یہ حدیث عبد اللہ بن عمر سے بیان کی۔ انہوں نے نہ مانا اور انکار کیا۔ اتفاق سے میرے پاس عبد اللہ بن مسعود آئے اور قناۃ (مدینہ کی وادیوں میں سے ایک وادی کا نام ہے) میں اترے تو عبد اللہ بن عمر مجھ اپنے ساتھ لے گئے عبد اللہ بن مسعود کی عیادت کو۔ میں اُن کے ساتھ گیا۔ جب ہم بیٹھے تو میں نے

وَحَدَّثَنِيهِ كَمَا حَدَّثْتُهُ ابْنَ عُمَرَ قَالَ صَالِحٌ فَقَدْ تُحُدِّثَ بِنَحْوِ ذٰلِكَ عَنْ أَبِي رَافِعٍ

عبداللہ بن مسعود سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اسی طرح بیان کیا جیسے میں نے ابن عمر سے بیان کیا تھا۔ صالح بن کیسان نے کہا، حدیث ابورافع سے اسی طرح بیان کی گئی ہے۔

فائدہ ۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس کے اسکی امت میں سے حواری نہوں۔ حواری کے معنے مخلص اور برگزیدہ لوگ جو ہر ایک قسم کے عیب سے پاک ہوں یا مددگار یا جہاد کرنے والے یا جو پیغمبر کے بعد خلافت کے مستحق ہوں۔

عبداللہ بن مسعود آئے اور قناۃ میں اترے۔ نووی نے کہا قناۃ بفتح قاف ایسا ہی ذکر کیا اسکو حمیدی نے کتاب الجمع بین الصحیحین میں اور اکثر نسخوں میں بھی یہی ہے اور مسلم کی اکثر روایت کرنے والوں نے بفناء روایت کیا ہے فا موحدہ سے۔ اور فنا کہتے ہیں اس میدان کو جو گھر کے سامنے ہوتا ہے۔ ایسا ہی روایت کیا ابو عوانہ اسفرائنی نے۔ قاضی عیاض نے کہا سمرقندی کی روایت قناۃ قاف سے ٹھیک ہے اور جمہور کی روایت بفنائہ خطا ہے اور تصحیف

صالح بن کیسان نے کہا اسی طرح یہ حدیث ابو رافع سے روایت کی گئی ہے یعنی صالح بن کیسان نے کہا کہ یہ حدیث ابورافع سے ہے اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہو اور اسمیں عبداللہ بن مسعود کا ذکر نہیں۔ بخاری نے اپنی تاریخ میں اسی طرح باختصار ابو رافع سے۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ ابو علی جیانی نے کہا امام احمد بن حنبل نے کہا یہ حدیث محفوظ نہیں ہے اور یہ کلام بن مسعود کے کلام سے نہیں ملتا۔ وہ تو یہ روایت کرتے ہیں کہ ایسے وقت صبر کرو یہاں تک کہ مجھ سے ملو۔ یہ کلام ہے قاضی عیاض کا اور شیخ ابو عمرو نے کہا کہ اس حدیث کا انکار کیا ہے امام احمد نے اور اسکی اسناد میں حارث بن فضیل انصاری ہے۔ ابو عبداللہ مدنی یحییٰ بن معین نے کہا وہ ثقہ ہے اور روایت کیا اس سے ایک جماعت ثقات نے اور ہم نے اسکا ذکر ضعفاء کی کتابوں میں نہیں پایا۔ اس کے علاوہ حارث متفرد نہیں ہے اس حدیث کے ساتھ بلکہ متابعت کی ہے اسکی دوسرے نے جیسا کہ صالح بن کیسان کے کلام سے معلوم ہوتا ہے۔ دارقطنی نے کتاب العلل میں کہا کہ یہ حدیث اور طریقوں سے بھی مروی ہے۔ اُن میں سے ایک روایت ہے ابو واقد لیثی کی ابن مسعود سے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔ اور یہ جو ابن مسعود سے مروی ہے کہ تم صبر کرو یہاں تک کہ مجھ سے ملو۔ یہ تو اس موقع پہ ہے جہاں قتل اور خون ریزی اور فتنوں کا ڈر ہو۔ اور اس حدیث میں جو حکم ہے نالائقوں سے جہاد کرنیکا ہاتھ سے اور زبان سے وہ اس موقع پر ہے جہاں کسی فتنہ کے اُٹھ کھڑے ہونے کا ڈر نہو۔ علاوہ اس کے اس حدیث میں اگلی امتوں کا بیان ہے اور اس امت کا ذکر نہیں ہے۔ تمام ہوا کلام ابو عمرو کا اور وہی ظاہر ہے اور امام احمد کا قدح اس حدیث میں بہت عجیب ہے (انتہیٰ ما قال النووی)

السراج الوہاج میں ہے کہ اگرچہ حدیث میں اس امت کا ذکر نہیں لیکن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ کیا کہ یہ ایسا ہی آپ کی امت میں بھی ہوگا اس قول سے فَمَنْ جَاهَدَهُمْ یعنی جو کوئی اُن سے جہاد کرے تو کوئی وجہ نہیں کہ یہ امت شامل نہ ہو۔ اور اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ مطلب اس حدیث کا دوسری حدیثوں میں بھی منقول ہے۔ آپ نے فرمایا خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِيْ اخیر حدیث تک۔ نووی نے کہا اس حدیث کی اسناد میں چار تابعی ہیں ایک دوسرے سے روایت کرتا ہے صالح اور حارث اور جعفر اور عبدالرحمٰن اور ایسے ہی ایک اسناد پہلے گذر چکی ہے اور میں نے ایک رسالہ بنایا ہے اسی قسم کی رباعی اسنادوں میں۔ ان میں سے بعض اسناد ایسی ہیں جن میں چار صحابی ایک دوسرے سے روایت کرتے ہیں اور چار تابعی ایک دوسرے سے

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ نَبِيٍّ اِلَّا وَكَانَ لَهٗ حَوَارِيُّوْنَ يَهْتَدُوْنَ بِهَدْيِهٖ وَيَسْتَنُّوْنَ بِسُنَّتِهٖ بِمِثْلِ حَدِيْثِ صَالِحٍ وَلَمْ يَذْكُرْ قُدُوْمَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَاجْتِمَاعَ ابْنِ عُمَرَ مَعَهٗ

ترجمہ۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جس کے حواری نہ ہوں وہ اس کی یعنی اپنے نبی کی راہ پر چلتے ہیں اور اس کی سنت پر عمل کرتے ہیں۔ پھر روایت کو اسی طرح بیان کیا جیسے اوپر گذری مگر اس میں ابن مسعود کے آنے کا اور ان سے ابن عمر کے ملنے کا ذکر نہیں۔

بَابُ تَفَاضُلِ اَهْلِ الْاِيْمَانِ فِيْهِ وَرُجْحَانِ اَهْلِ الْيَمَنِ فِيْهِ

ایمانداروں کا ایمان ایک دوسرے سے کم زیادہ ہونا اور یمن کے لوگوں کا ایمان زیادہ ہونا

عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ قَالَ اَشَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ نَحْوَ الْيَمَنِ فَقَالَ اَلَا اِنَّ الْاِيْمَانَ هٰهُنَا وَاِنَّ الْقَسْوَةَ وَغِلَظَ الْقُلُوْبِ فِي الْفَدَّادِيْنَ عِنْدَ اُصُوْلِ اَذْنَابِ الْاِبِلِ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنَا الشَّيْطٰنِ فِيْ رَبِيْعَةَ وَمُضَرَ

ترجمہ۔ ابو مسعود (عقبہ بن عمرو انصاری) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ کیا اپنے ہاتھ سے یمن کی طرف (جو ایک ملک ہے جزیرہ عرب میں جنوبی مشرقی جانب مدینہ سے۔ اس میں بہت سے شہر اور بستیاں ہیں، صنعا وہاں کا مشہور شہر ہے) اور فرمایا خبردار ہو ایمان ادھر ہے۔ اور گنوار پن اور دلوں کی سختی ان لوگوں میں ہے جو چلایا کرتے ہیں اور اونٹوں کی دم کی جڑ کے پاس جدھر سے شیطان کے دو سینگ نکلتے ہیں یعنی قوم ربیعہ اور مضر میں۔

فائدہ۔ غیاث اللغات میں ہے کہ یمن اقلیم اول اور دوم میں ایک مشہور ملک ہے اور یہ ملک مکہ معظمہ سے داہنی طرف واقع ہے اس واسطے اسکو یمن کہتے ہیں کیونکہ کعبہ کو عربوں نے ایک شخص قرار دیا ہے جسکا منہ پورب کی طرف ہے اور پیٹھ اسکی پچھم کی طرف، اول حضرت نے یمن

کی طرف اشارہ کر کے انکی تعریف کی اس واسطے کہ وہاں کے لوگ بہت جلد ایمان لائے اور پورب کی طرف اشارہ کیا اور انکی مذمت کی یعنی قوم ربیعہ اور مضر جن کے پاس اونٹ بہت تھے اسواسطے کہ وہ اسلام کے بہت مخالف رہے۔ شیطان کے دو سینگ سے مراد سورج ہے اس واسطے کہ جب آفتاب نکلتا ہے تو شیطان اپنے دونوں سینگ (یعنی سر کے دونوں کونے) اس پر رکھ دیتا ہے تاکہ کافروں کا سجدہ اسی کو ہو (تحفۃ الاخیار) نووی نے کہا شیطان کے دونوں قرن سے مراد اس کے سر کے دونوں کونے ہیں۔ اور بعضوں نے کہا اس کی دونوں جماعتیں جن کو وہ بھیجتا ہے لوگوں کے گمراہ کرنے کے لئے اور بعضوں نے کہا کہ اس کے دونوں گروہ کافروں میں سے اور مقصود اس سے یہ ہے کہ مشرق یعنی پورب کی طرف شیطان کا تسلط زیادہ ہے جیسے دوسری حدیث میں ہے کفر کا سر مشرق کی طرف ہے اور حضرت کے زمانہ میں یہی حال تھا کیونکہ اس وقت پورب کی جانب جو ملک واقع تھے جیسے ہند اور چین اور خود عرب کے ملک میں سے نجد وغیرہ وہاں ایمان بالکل نہ تھا اور راس الکفر یہی کفر تھا اور جس وقت دجال نکلے گا تو وہ بھی مشرق سے نکلے گا اس وقت بھی کفر کا زور مشرق ہی کی طرف ہوگا اور بڑے بڑے فتنے اور فساد اسی طرف سے واقع ہوئے اور یہی جانب ہے جاہل وحشی ترکوں کا جو انتہا درجہ کے جنگی اور فسادی ہوتے ہیں اور فتنہ ان ترکوں کا ہلاکو کے زمانہ میں اور غارت کرنا ان کا بغداد کو اور میٹ دینا خلافت عباسی کو اور قتل ہونا لاکھوں مسلمانوں کا ان کے ہاتھ سے تاریخ میں مشہور ہے اور یہ ایک ایسا بڑا فتنہ تھا جس کے مثل اسلام میں بہت کم ہوا ہے۔ پھر فتنہ تیمور لنگ کا۔ اور ان فتنوں کی دوسری حدیثوں میں بھی حضرت نے ہے۔

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ جَآءَ اَهْلُ الْیَمَنِ هُمْ اَرَقُّ اَفْئِدَةً اَلْاِیْمَانُ یَمَانٍ وَّالْفِقْهُ یَمَانٍ وَّالْحِکْمَةُ یَمَانِیَةٌ

ترجمہ۔ ابوہریرہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یمن کے لوگ آئے (خود مسلمان ہونے کو) وہ لوگ نرم دل ہیں۔ ایمان بھی یمن کا اور فقہ بھی یمن کی اور حکمت بھی یمن کی۔

فائدہ۔ نووی نے کہا یہ جو فرمایا ایمان یمن کا ہے۔ اس کو علماء نے ظاہر سے پھیرا ہے اس لئے کہ ایمان کا شروع مکہ سے ہوا پھر مدینہ سے۔ ابوعبید مغرب کے امام نے اس باب میں چند قول بیان کئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ یمن سے مراد مکہ ہے کیونکہ تہامہ میں ہے اور تہامہ ملک یمن میں داخل ہے۔ دوسرے یہ کہ یمن سے مراد مکہ اور مدینہ دونوں ہیں اس لئے کہ یہ حدیث آپ نے تبوک میں کہی اور مکہ اور مدینہ تبوک اور یمن کے درمیان ہیں تو اشارہ کیا آپ نے یمن کی طرف یعنی یمن کے سمت کی طرف اور مراد آپ کی مکہ اور مدینہ سے تھی اس لئے آپ نے فرمایا ایمان یمن کا ہے کیونکہ اس وقت مکہ اور مدینہ دونوں یمن کے سمت میں تھے اور اس کی نظیر یہ ہے کہ رکن یمانی مکہ میں واقع ہے اور اس کو یمانی کہتے ہیں اس لئے کہ وہ یمن کی جانب واقع ہے۔ تیسرے یہ کہ یمن سے مراد انصار

کے لوگ ہیں اس لئے کہ انصار اصل میں یمن کے رہنے والے تھے پھر ایمان نسبت دیا گیا انصار کی طرف کیونکہ وہ ایمان کے مددگار تھے اور یہ اختیار کیا بہت لوگوں نے اور سب میں یہی قول اچھا ہے شیخ ابو عمرو نے کہا کہ اگر ابو عبید اور جو اس کے تابع ہوئے حدیث کے الفاظ کو دیکھتے اور اس میں تامل کرتے تو یہ تاویل نہ کرتے اور ظاہر حدیث کو نہ چھوڑتے اور یہی کہتے کہ مراد یمن کے لوگ ہیں اسلئے کہ ایک روایت میں ہے تمھارے پاس یمن کے لوگ آئے اور یہ خطاب ہے انصار کی طرف تو ضرور یمن والوں سے انصار کے سوا اور لوگ مراد ہوں گے۔ اسی طرح پر اس روایت میں جو ہے کہ یمن کے لوگ آئے تو ظاہر ہے کہ اس وقت انصار نہیں آئے تھے۔ دوسرے یہ کہ حضرت نے پہلے انکے عمدہ صفات بیان کئے کہ وہ نرم دل ہیں پھر اس کے بعد بیان کیا کہ ایمان بھی یمن کا ہے تو یہ اشارہ ہے ان لوگوں کی طرف جو یمن سے آئے تھے مکہ اور مدینہ کی طرف اور حدیث کو ظاہر پر رکھنے سے کوئی مانع نہیں ہے اسواسطے کہ جو شخص کسی وصف سے موصوف ہوتا ہے اور اچھی طرح اسپر قائم ہوتا ہے اور اس کو نسبت دیتے ہیں اس شخص کی طرف اور یمن والوں کا ایسا ہی حال تھا اس وقت ایمان میں اور ان لوگوں کا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تھے یمن والوں میں سے۔ اور آپ کی وفات کے بعد بھی بعض یمن والے ایمان میں ایسے ہی کامل گزرے ہیں جیسے اویس قرنی اور ابو مسلم خولانی رضی اللہ عنہما اور ان کے مانند اور لوگ جن کے قلب سلیم تھے اور ایمان قوی تھا۔ تو ایمان کی نسبت انکی طرف اس وجہ سے ہے کہ وہ ایمان میں کامل تھے اور اس سے یہ غرض نہیں ہے کہ ان کے سوا اور لوگ مومن نہیں ہیں۔ اس صورت میں اس حدیث میں کہ ایمان حجاز میں ہے منافات میں نہ ہوگا۔ پھر مراد اس حدیث میں یمن والوں سے وہی یمن والے ہیں جو اس وقت موجود تھے نہ کہ ہر زمانہ کے یمن والے اس لئے کہ لفظ سے یہ نہیں نکلتا اور یہی حق ہے۔ اور ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہم کو سیدھی راہ بتلائی انتہی۔ السراج الوہاج میں ہے کہ لفظ سے نہ نکلنا کچھ یمن والوں سے خاص نہیں بلکہ یہ حکم ہر حدیث میں چل سکتا ہے جسمیں کسی ملک والوں کی فضیلت بیان ہوئی ہے لیکن صحیح صحیح روایتیں جو یمن والوں کی فضیلت یا اور کسی ملک کی فضیلت میں آئی ہیں۔ ان روایتوں سے اب تک لوگ اس ملک والوں کی فضیلت نکالتے ہیں اسلئے کہ اصول کی تاثیر فروع میں ضرور ہوتی ہے۔ پھر تجربہ سے بھی یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جیسے ایمان اور حکمت اور فقہ یمن میں ہر زمانہ میں رہا ہے ایسا اور کسی ملک میں نہیں رہا جیسے اس کی طرف آیندہ اشارہ ہوگا اور اس قدر کافی ہے حدیث کے مضمون کی صحت کے لئے اور اللہ خاص کرتا ہے اپنی رحمت سے جس کو چاہتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ حدیث کو خاص کریں ان لوگوں سے جو موجود تھے اس زمانہ میں اور اللہ کی رحمت اس سے زیادہ وسیع ہے انتہی۔

یہ جو فرمایا کہ فقہ بھی یمن کی ہے تو فقہ سے مراد یہاں دین کی سمجھ بوجھ ہے۔ پھر اصطلاح شرع میں اہل اصول نے فقہ کے یہ معنے قرار دیئے کہ وہ علم ہے احکام شرعیہ عملیہ کا انکے دلائل کے ساتھ۔

پھر فرمایا حکمت بھی یمن کی ہے۔ حکمت کے باب میں کئی قول ہیں لیکن عمدہ قول یہ ہے کہ حکمت عبارت ہے اس علم سے جو اللہ کی معرفت پر مشتمل ہے اور اس کی وجہ سے بصیرت کھل جاتی ہے اور نفس درست ہو جاتا ہے اور حق معلوم ہو جاتا ہے اور عمل کی توفیق ہوتی ہے اور خواہش نفسانی سے بچاؤ ہوتا ہے اور حکیم وہ ہے جس میں یہ سب باتیں موجود ہوں۔ ابوبکر بن درید نے کہا جو کلمہ نصیحت کا ہو یا زجر کا اور جو بات بہتری کی طرف لے جائے اور برائی سے بچائے وہ حکمت ہے اور وہ حکم ہے اور یہی مقصود ہے اس حدیث میں اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِكْمَةً یعنی بعض شعر حکمت ہوتا ہے کذا قال النووی۔ اور السراج الوہاج میں ہے کہ حکمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کو کہتے ہیں جو اللہ کے کلام کے بعد ہے اور ایک جماعت سلف نے آیۃ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ کی تفسیر یوں کی ہے۔ اسی طرح اس آیت اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ کی تو صاف حدیث کے معنوں میں بھی ہے حکمت سے حدیث نبوی مراد ہے جس پر حدیث کی کتابیں مشتمل ہیں اور یہ فرمایا کہ بعض شعر حکمت ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ بعض شعر حدیث کے موافق ہوتا ہے وہ اچھا اور حدیث کے خلاف ہو وہ قبیح ہے اور وہ جو ابن الصلاح وغیرہ نے حکمت کے معنے بیان کئے ہیں وہ فلاسفہ کی تعریف سے ملتی ہے اور اسی سے قریب ہیں۔ اور ایک دلیل اس بات کی کہ حکمت سے مراد حدیث شریف ہے یہ ہے کہ اس کے ساتھ فقہ کو بیان کیا اور یہ حدیث نبوت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے یمن اور اہل یمن پر شہادت ہے ان میں ایمان ہے اور حدیث ہے اور فقہ ہے۔ اور یہ اتنی بڑی فضیلت ہے کہ اس سے بڑھ کر دوسری فضیلت نہیں۔ اور کئی آیتیں اور حدیثیں ان کی شان میں اور ان کے ایمان کی صفت میں وارد ہوئی ہیں۔ ان کو علامہ شوکانی نے اپنی تصانیف میں بیان کیا ہے اور میں نے انکو سلسلۃ العسجد وغیرہ میں ذکر کیا ہے۔ اور یمن اور صنعاء کا بیان کئی کتابوں میں لکھا ہے کہ ان میں سے حظیرۃ المقدس اور ریاض المرتاض ہیں اور میں نے یمن والوں میں سے چند علماء کا حال جو کتاب اور سنت پر چلنے والے تھے کتاب اتحاف النبلاء اور التاج المکلل میں ذکر کیا ہے اور شکر ہے خدا کا اس بات پر جو قرآن اور حدیث اور فقہ کے علم میں ہم کو اہل یمن سے توسل ہے انتہیٰ۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَتَاكُمْ اَهْلُ الْيَمَنِ هُمْ اَضْعَفُ قُلُوْبًا وَّاَرَقُّ اَفْئِدَةً اَلْفِقْهُ يَمَانٍ وَّالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ“	ترجمہ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمھارے پاس یمن والے آئے انکے قلب ضعیف اور فواد نرم ہیں۔ فقہ بھی یمنی ہے اور حکمت بھی یمنی ہے۔

فائدہ۔ فواد اور قلب دونوں شہرت کی بنا پر ایک ہیں اور بعضوں نے کہا فواد مغائر ہے قلب کے اور عین ہے قلب کے اور بعضوں نے کہا کہ فواد باطن قلب ہے اور بعضوں نے کہا قلب کا پردہ ہے۔ اور قلب ضعیف ہونے سے یہ مراد ہے کہ اس میں خدا کا خوف اور تواضع

ہے اور وہ نصیحت پانے کے قابل ہے اور سختی اور قسوت سے سالم ہے جیسے اور لوگوں کے دل ہیں ہے اور وہ ضعف قلب مراد نہیں جو حکیموں کے نزدیک عیب ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَأْسُ الْكُفْرِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ وَالْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِي أَهْلِ الْخَيْلِ وَالْإِبِلِ الْفَدَّادِينَ أَهْلِ الْوَبَرِ وَالسَّكِينَةُ فِي أَهْلِ الْغَنَمِ

ترجمہ۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کفر کی چوٹی مشرق کی طرف ہے اور بڑائی و شیخی مارنا اور فخر و گھمنڈ کرنا گھوڑے والوں اور اونٹ والوں میں ہے جو چلاتے ہیں اور وبر والے ہیں اور غریبی اور نرمی بکری والوں میں ہے۔

فائدہ۔ حدیث میں فدادین کا لفظ ہے اسکے معنوں میں اختلاف ہے۔ ابو عمرو شیبانی نے کہا یہ فدّاد کی جمع ہے بتشدید دال۔ اور فدّاد گائے بیل کو کہتے ہیں جن سے کھیتی میں کام لیا جاتا ہے اس سے مراد کاشتکار اور زمیندار ملکی لوگ ہیں لیکن اوروں نے اسکا انکار کیا اور کہا فدادین فدید سے ہیں جس کے معنے ہیں چلانا اور شور کرنا۔ اور مراد وہی لوگ ہیں جو اونٹوں اور گھوڑوں اور کھیتوں میں چلایا کرتے اور حد درجہ کے بدخلق اور سخت ہوتے ہیں۔ ابو عبیدہ نے کہا فدادین سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے پاس بہت اونٹ ہیں دو سو سے لیکر ہزار تک (نووی) تحفۃ الاخیار میں ہے کہ جانوروں کی صحبت کی بھی تاثیر ہوتی ہے۔ سائیس اور شتربان اکثر بدخلق ہوتے ہیں اور بکری چرانے والے بیشتر مسکین ہوتے ہیں اسی واسطے پیغمبروں نے بکریوں کو چرایا۔

(اور وبر والے ہیں) وبر کہتے ہیں اونٹ کے بالوں کو اور یہ اونٹ والوں کے پاس ہونگے، نہ گھوڑے والوں کے پاس۔ اور شاید مراد وہ لوگ ہوں جنکے پاس گھوڑے اور اونٹ دونوں ہوں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْإِيمَانُ يَمَانٍ وَالْكُفْرُ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالسَّكِينَةُ فِي أَهْلِ الْغَنَمِ وَالْفَخْرُ وَالرِّيَاءُ فِي الْفَدَّادِينَ أَهْلِ الْخَيْلِ وَالْوَبَرِ

ترجمہ۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایمان یمن میں ہے اور کفر پورب کی طرف ہے اور غریبی اور اطمینان بکری والوں میں ہے اور گھمنڈ اور دکھاوا شور کرنے والوں میں ہے جو گھوڑے اور اونٹ رکھتے ہیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِي الْفَدَّادِينَ أَهْلِ الْوَبَرِ وَالسَّكِينَةُ فِي أَهْلِ الْغَنَمِ

ترجمہ۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا بڑائی اور گھمنڈ کرنا شور کرنے والوں میں ہے جو اونٹ رکھتے ہیں اور غریبی اور مسکینی بکری والوں میں ہے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ غِلَظُ الْقُلُوبِ وَالْجَفَاءُ فِي الْمَشْرِقِ وَالْإِيمَانُ فِي أَهْلِ الْحِجَازِ

ترجمہ۔ جابر بن عبداللہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دلوں کی سختی اور کمر کھراپن پورب والوں میں ہے اور ایمان حجاز والوں میں۔

فائدہ - مدینہ سے مشرق کی طرف مُضَرؔ کے کافر رہتے تھے جو نہایت سخت لوگ تھے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آنے والے لوگوں کو ستاتے تھے اور حجاز عرب کا ایک قطعہ ہے جس میں مکہ اور مدینہ اور طائف واقع ہے۔ السراج الوہاج میں ہے کہ اس حدیث میں مشرق کی مذمت اور حجاز کی تعریف ہے اور یمن حجاز میں داخل ہے۔ اور ہندوستان مشرق میں ہے اور یہ ایک گذشتہ زمانہ کی حکایت ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہندوستان پر اپنا فضل کیا اور اسمیں اسلام اور مسلمانوں کو پھیلایا اور ہند کے بہت سے لوگ اسلام سے مشرف ہوئے اور یہ اللہ کا فضل ہے وہ جس کو چاہے دیتا ہے اور ہندوستان میں بہت بڑے بڑے علماء اور فضلاء گزرے ہیں اور بہت سے محدث جو کتاب اور سنت پر عمل کرتے تھے۔ اور ہند کے رہنے والے وہ بعض بدعتی جو اس حدیث سے یہ بات نکالتے ہیں کہ مشرق سے مراد نجد کے لوگ ہیں اور یہ حدیث نجد والوں پر صادق آتی ہے اور اسی بنا پر تکفیر کرتے ہیں شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی کی جو نجد سے نکل کر حجاز میں آئے تھے اور انہوں نے توحید کو پھیلایا تھا اور شرک کو مٹایا تھا تو یہ مبتدعین ہند کا تعصب اور عناد ہے اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کفر کی چوٹی پورب میں ہے اور نجد کو خاص نہیں کیا اور مشرق عام ہے تمام ان ممالک کو شامل ہے جو مدینہ سے پورب کی جانب واقع ہیں ہند ہو یا سندھ۔ اور شیخ محمد بن عبد الوہاب مسلمان تھے عالم تھے حق بات کی دعوت کرتے تھے۔ وہ نہ کافر تھے نہ اسلام سے خارج تھے پھر وہ اس حدیث سے کیونکر مراد ہوں گے اس حال میں جب کہ بعض احادیث صحیحہ میں نجد والوں کی فضیلت موجود ہے۔ آپ نے ایک شخص کے باب میں جو نجد کا رہنے والا تھا فرمایا کہ اس نے نجات پائی اگر وہ سچا ہے۔ اور حدیث سے مراد وہی شخص ہے جو اس صفت کا ہو یعنی سخت دل اور کافر ہو۔ اور جس میں یہ صفت نہیں وہ حدیث میں داخل نہیں ہے خواہ شرقی نجدی یا ہندی ہو یا مغربی اندلسی ہو اور حدیث کا مفہوم یہی ہے۔

مترجم نے مولانا محمد بشیر الدین صاحب مرحوم قنوجی سے سنا فرماتے تھے کہ مشرق سے مراد بدایوں کا قصبہ ہے جو مدینہ منورہ سے پورب کی جانب واقع ہے اور وہاں سے شیطان کا قرن نکلا جس نے دنیا میں بدعت کا رواج دیا اور علماء نے موحدین کو کافر اور فاسق قرار دیا اللہ تعالیٰ اس کے شر سے تمام مسلمانوں کو بچائے آمین یارب العالمین۔

بَابُ بَيَانِ أَنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمُؤْمِنُونَ وَأَنَّ مَحَبَّةَ الْمُؤْمِنِينَ مِنَ الْإِيمَانِ وَأَنَّ إِفْشَاءَ السَّلَامِ سَبَبٌ لِحُصُولِهَا	جنت میں مومن ہی جائیں گے اور مومنوں سے محبت رکھنا ایمان میں داخل ہے اور سلام کا رواج دینا محبت کا سبب ہے
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ	ترجمہ - ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ لَا تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا اَوَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى شَيْءٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ اَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم بہشت میں نہ جاؤ گے جب تک ایمان نہ لاؤ گے اور ایماندار نہ ہو گے جب تک آپس میں ایک دوسرے سے محبت نہ رکھو گے اور میں تم کو وہ چیز نہ بتلا دوں جب تم اس کو کرو تو آپس میں محبت ہو جائے، سلام کو آپس میں رائج کرو۔

فائدہ۔ ایماندار نہ ہو گے یعنی پورے ایماندار نہ ہو گے جب تک محبت نہ رکھو گے آپس میں ایک دوسرے سے۔ اور سلام رائج کرنے کے یہ معنی ہیں کہ ہر ایک مومن کو سلام کرے خواہ اُس سے پہچان ہو یا نہ ہو۔ اور سلام الفت کا سبب ہے اور دوستی پیدا کرنے کی کنجی ہے اور سلام کے رائج کرنے میں مسلمانوں کے دلوں میں الفت جمتی ہے اور انکی علامت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ سلام مسلمانوں کی نشانی ہے جو انکو اور قوموں سے ممتاز کر دیتی ہے اور اس میں نفس کی ریاضت ہے اور تواضع ہے اور دوسرے مسلمانوں کی تعظیم ہے۔ بخاری نے اپنی صحیح میں عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ انہوں نے کہا تین باتیں ہیں جس نے ان کو حاصل کیا تو ایمان کو حاصل کیا ایک تو انصاف اپنے نفس سے، دوسرے سب کو سلام کرنا تیسرے تنگی کے وقت خرچ کرنا اور بخاری کے سوا اور لوگوں نے اس قول کو مرفوعاً روایت کیا ہے اور سلام میں ایک اور فائدہ ہے وہ یہ ہے کہ اس سے عداوت اور دشمنی دور ہوتی ہے اور آپس کا بغض رفع ہوتا ہے جو نیکیوں کا مٹنے والا ہے مگر سلام خالص خدا کے واسطے کرے نہ کسی خواہش نفسانی سے اور نہ اپنے دوستوں اور احباب کو خاص کرے کذا ذکرہ النواوی۔

تحفۃ الاخیار میں ہے کہ بہشت کا ملنا ایمان پر موقوف ہے اور ایمان محبت پر موقوف تو معلوم ہوا کہ بہشت محبت پر موقوف ہے۔ پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محبت حاصل کرنے کا آسان طریقہ السلام علیکم کرنا بتلایا۔ سلام سے اس واسطے محبت حاصل ہوتی ہے کہ وہ دعائے خیر ہے یعنی خدا تم کو ہر بلا سے سلامت رکھے اور معمول ہے کہ آدمی اپنے خیر خواہ دعا مانگنے والے کو اپنا دوست جانتا اور سمجھتا ہے تو آپ بھی اس سے محبت کرتا ہے۔ ہر چند سخاوت و احسان بھی محبت کا سبب ہے لیکن احسان اور سخاوت تمام عالم کے مسلمانوں سے نہیں ہو سکتی اور سلام آسان بات ہے کہ ہر ایک کو ہو سکتا ہے اس واسطے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی کو خاص کر کے بتلایا ہے لیکن افسوس عجب الٹا زمانہ ہو گیا ہے کہ جہالت اور غرور کے سبب سے اب بعض لوگ سلام علیک کرنے سے ناخوش ہوتے اور عداوت پر کمر باندھتے ہیں۔ محبت اور خیر خواہی کی چیز ان الٹوں کے نزدیک عداوت کا سبب ہو گئی ہے انتہی۔

مترجم کہتا ہے میں نے جن لوگوں کو سلام علیک کرنے سے ناراض ہوتے دیکھا وہ وہ لوگ ہیں جو انتہا درجہ کے جاہل اور وحشی ہیں جن کو یہ بھی معلوم نہیں کہ سلام علیک کے معنی کیا

کیا ہیں۔ اگر انہی لوگوں سے کوئی اردو زبان ہیں کہے خدا آپ کو سلامت رکھے جو بعینہ سلام علیک کے معنیٰ ہیں تو خوش ہوتے ہیں۔ پس ایسے جاہلوں کا علاج یہ ہے کہ انکو سلام علیک کے معنے بتلا دیئے جائیں اور یہ سمجھا دیا جائے کہ صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو دین و دنیا دونوں کے ہادی تھے سلام علیک کہا کرتے تھے اور یہ اسلام کا شعار ہے۔ پھر تمہاری حقیقت کیا ہے جو تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے ناراض ہوتے ہو اور تمہارا درجہ بھی کیا ہے اور تم کو کون پوچھتا ہے۔ اگر اس برے خیال کو ترک نہ کروگے تو اسلام سے خارج ہو جاؤ گے اور اس غرور اور جہالت کی بدولت دین اور دنیا دونوں تباہ ہوں گے۔

عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَا تَدْخُلُوْا الْجَنَّةَ حَتّٰی تُؤْمِنُوْا بِمِثْلِ حَدِیْثِ اَبِیْ مُعَاوِیَةَ وَوَكِیْعٍ

ترجمہ۔ دوسری روایت بھی ایسی ہے۔ اس میں یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ بہشت میں نہ جاؤ گے جب تک ایمان نہ لاؤ گے اخیر تک۔

بَابُ بَيَانِ اَنَّ الدِّيْنَ النَّصِيْحَةُ || دین خیرخواہی، سچائی اور خلوص کو کہتے ہیں:

عَنْ تَمِیْمٍ الدَّارِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ الدِّیْنُ النَّصِیْحَةُ قُلْنَا لِمَنْ قَالَ لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهٖ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِهِمْ

ترجمہ۔ تمیم داری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دین خلوص اور خیرخواہی کا نام ہے۔ ہم نے کہا کس کی خیرخواہی؟ آپ نے فرمایا اللہ کی اور اسکی کتاب کی اور اس کے رسول کی اور مسلمانوں کے حاکموں کی اور سب مسلمانوں کی۔

فائدہ۔ نووی نے کہا یہ حدیث عظیم الشان ہے اور اس پر اسلام کا دار و مدار ہے اور وہ جو بعضوں نے کہا ہے کہ یہ ان چار حدیثوں میں سے ایک حدیث ہے جو اسلام کی تمام باتوں کو جامع ہیں تو یہ صحیح نہیں بلکہ صرف اسی حدیث پر اسلام کا مدار ہے اور یہ حدیث مسلم کے افراد میں سے ہے اور تمیم داری سے صحیح بخاری میں کوئی روایت نہیں اور نہ مسلم میں اسکے سوا اور کوئی روایت ہے۔ اس روایت پر امام ابو سلیمان خطابی نے کہا نصیحت ایک جامع لفظ ہے جس کے مثل دوسرا لفظ زبان عرب میں بہت کم ہے اور معنے اس کے یہ ہیں کہ سب بھلائیوں کا اکٹھا کرنا جس کیلئے نصیحت کی جائے ایسے ہی فلاح کا لفظ ہے عربی زبان میں جو دنیا اور آخرت سب قسم کی بھلائیوں کو جامع ہے۔ بعضوں نے کہا نصیحت ماخوذ ہے نَصَحَ الرَّجُلُ ثَوْبَهٗ سے یعنی سیا فلانے نے کپڑا اپنا تو نصیحت کرنے والے کے فعل کو مشابہت دی سینے سے جیسے سینے

سے کپڑا درست ہوتا ہے ایسے ہی نصیحت سے دوسرے کے خلل رفع ہوتے ہیں اور وہ درست ہوتا ہے۔ اور بعضوں نے کہا وہ ماخوذ ہے نَصَحْتُ الْعَسَلَ سے یعنی صاف کیا میں نے شہد کو موم سے تو مشابہت دی صاف بات کو جس میں کھوٹا پن نہ ہو اس شہد کے ساتھ جو موم اور چرک سے صاف کیا جائے لیکن نصیحت کی تفسیر میں تو خطابی اور علماء نے اس باب میں ایک نفیس کلام کہا ہے اور میں سب کو ملا کر مختصر طور پر بیان کرتا ہوں۔ اللہ کے لئے نصیحت یہ ہے کہ اس پر ایمان لائے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔ اس کی صفات میں بے دینی اختیار نہ کرے جتنے صفات کمال اور جمال کے ہیں وہ سب اس کیلئے ثابت کرے اور اس کو پاک سمجھے تمام عیبوں اور نقصانات سے۔ اس کی عبادت کے لئے مستعد رہے اسکی نافرمانی سے بچتا رہے۔ اس کیلئے دوستی رکھے اور اسی کیلئے دشمنی رکھے۔ جو شخص خدا کا فرماں بردار ہو اس سے محبت رکھے اور جو شخص خدا کی نافرمانی کرے اس سے دشمنی رکھے۔ جو شخص خدا کا انکار کرے اس سے جہاد کرے اس کے احسان کا اقرار کرے اسکا شکر گذار رہے۔ تمام کاموں میں سچا اور مخلص رہے ان باتوں کی طرف لوگوں کو بلائے اور ان کی سب لوگوں کو یا جن پر اسے قدرت ہو ترغیب دے خطابی نے کہا ان صفات سے بندے کو نفع حاصل ہوتا ہے نہ اللہ تعالیٰ کو کیونکہ اللہ بے پرواہ ہے ہر ناصح کی نصح سے۔

دوم یہ کہ خدا کی کتاب کے لئے نصیحت یہ ہے کہ اس بات پر یقین کرے کہ وہ اللہ کا کلام ہے اسی نے اتارا ہے۔ کسی مخلوق کا کلام اس کے مثل نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی مخلوق اس کے مثل بنا سکتا ہے پھر اس کی بڑائی دل میں رکھے۔ اس کی تلاوت کرے جس طرح تلاوت کا حق ہے اس کو خوش آوازی سے پڑھے۔ درد اور رقت کے ساتھ اس کے حروف اچھی طرح سے ادا کرے۔ جو لوگ اس میں تحریف کرنا چاہتے ہیں تاویلات سے ان کا رد کرے۔ جو اس پر اعتراض اور طعنہ کرتے ہیں ان کا جواب دے۔ جو مضمون اس میں ہیں انکی تصدیق کرے اس کے احکام سے خبردار ہو اس کے علوم اور مثالوں کو سمجھے۔ اسکی نصیحتوں پر غور کرے۔ اس کے عجائب اور غرائب میں ذکر اور خوض کرے۔ اس میں جو آیتیں محکم ہیں انپر عمل کرے (یعنی حلال حرام کی آیتیں اور احکام کی آیتیں) اور جو آیتیں متشابہ ہیں (یعنی اعتقاد کی آیتیں) انکو تسلیم کرے (یعنی انکے ظاہری معنی پر یقین کرکے اس کی حقیقت کو خدا کے سپرد کرے اس میں تاویل یا تحریف یا انکار نہ کرے) اس کے عام اور خاص اور ناسخ اور منسوخ کو پہچانے۔ اس کے علوم کو پھیلائے۔ اس کی طرف دعوت کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے نصیحت یہ ہے کہ آپ کو خدا کا بھیجا ہوا سمجھے اور اس پر یقین رکھے اور جتنی باتیں آپ لیکر آئے ہیں اُن سب پر ایمان لائے۔ آپ کے حکم کو مانے آپ نے جس سے منع کیا اس سے باز رہے۔ آپ کی مدد کرے گو آپ وفات پا چکے ہیں (جیسے

زندگی میں آپ کی مدد کرتا اگر آپ دنیا میں تشریف رکھتے ہوتے) جو شخص آپؐ کا دشمن ہو اس سے دشمنی رکھے۔ جو شخص آپ کا دوست ہو اس سے دوستی رکھے۔ آپ کا درجہ بڑا سمجھے آپ کے حق کی توقیر کرے۔ آپ کے طریقے کو زندہ کرے۔ آپ کی سنت کو جلائے آپ کی دعوت کو پھیلائے۔ آپ کی شریعت کو مشہور کرے۔ آپ کی شریعت پر جو کوئی تہمت لگائے اس کی تہمت کو دور کرے۔ آپ کی شریعت کے علم کو پھیلائے۔ آپ کی شریعت کی مضامین میں غور کرے۔ اس طرف لوگوں کو بلائے۔ اس کے سیکھنے اور سکھانے میں کوشش اور نرمی کرے۔ اس کی عظمت اور بزرگی کرے اور اسکو پڑھتے وقت ادب سے پڑھے۔ لغو باتیں نہ کرے۔ بغیر جانے بوجھے اس میں گفتگو نہ کرے۔ جو لوگ شریعت کا علم رکھتے ہوں یعنی قرآن وحدیث کا انکی عظمت اور بزرگی کرے۔ آپ کے اخلاق و عادات کو اختیار کرے آپ کے آداب پر چلے۔ آپ کے اہل بیت اور اصحاب سے محبت رکھے۔ جو آپ کی شریعت میں بدعت نکالے اس سے علیحدہ رہے (یعنی اس کا شریک نہ ہو۔ اس کی مدد نہ کرے) جو شخص آپ کے آل یا اصحاب سے بغض رکھے اس سے جدا رہے۔

مسلمان حاکموں کے لئے نصیحت یہ ہے کہ حق بات میں انکی مدد کرے ان کی اطاعت کرے اور انکو حق بات کا حکم کرے اور یاد دلائے اور نرمی اور ملائمت سے نصیحت کرے اور جس بات سے وہ غافل ہوں انکو بتائے اور مسلمانوں کے کسی حق کی انکو خبر نہ ہو تو اس سے مطلع کریں اور ان سے بغاوت اور سرکشی نہ کرے اور لوگوں کا دل ان کی اطاعت کی طرف مائل کرے۔

خطابی نے کہا یہ بھی ان کیلئے نصیحت ہے کہ ان کے پیچھے نماز پڑھے۔ ان کے ساتھ کافروں سے جہاد کرے زکوٰۃ انکو ادا کرے۔ تلوار ان پر نہ اٹھائے جب وہ کچھ ظلم کریں یا بد خلقی کریں۔ اور جھوٹی خوشامد سے ان کو مغرور نہ کرے اور ان کے واسطے نیکی کی دعا کرے۔ اور یہ سب اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ مسلمانوں کے اماموں سے خلفاء وغیرہ مراد ہوں جو مسلمانوں کے کاموں کا انتظام کرتے ہیں حکومت والوں میں سے اور یہی مشہور ہے اور اور خطابی نے اسی کو نقل کیا۔ پھر کہا اماموں سے کبھی دین کے علماء مراد لئے جاتے ہیں اور ان کیلئے نصیحت یہ ہے کہ انکی باتوں کو مانیں جو قرآن اور حدیث کے مطابق ہوں لیکن عام مسلمانوں کیلئے نصیحت وہ ہے کہ انکو وہ بات بتلائے کہ جس میں انکی آخرت کا فائدہ ہو اور دنیا کا۔ اور اُن کو ایذا نہ دے اور ان کو دین کی وہ بات سکھلائے جو وہ نہیں جانتے اور زبان سے اور ہاتھ سے ان کی مدد کرے اور اُن کے عیبوں کو چھپائے اور ان کے ضرر کو دور کرے اور ان کی منفعت کے لئے کوشش کرے اور انکو نیک بات کا حکم کرے اور بُری بات سے نرمی اور ملائمت اور شفقت سے منع کرے۔ اور ان میں جو بزرگ بوڑھا ہو اس کی بزرگی کرے اور جو بچہ چھوٹا ہو اس پر شفقت اور انکو اچھی پند و نصیحت کرتا رہے اور ان سے فریب نہ کرے

نہ ان سے حسد کرے اور ان کے واسطے وہی چاہے جو اپنے لئے چاہتا ہے اور ان کے لئے برا جانے جو اپنے لئے برا جانتا ہے اور ان کے مال یا عزت کی محافظت کرے۔ اسی طرح جتنی باتیں ہم نے نصیحت کی بیان کیں ان سب کی انکو دعوت دے انکی ہمت کو عبادت کی طرف لگائے اور سلف صالحین میں بعض ایسے بزرگ تھے کہ وہ نصیحت کیلئے اپنی دنیا کا نقصان گوارا کرتے یہ خلاصہ ہے اس کا جو بیان کیا گیا نصیحت کی تفسیر میں۔ ابن بطال نے کہا اس حدیث سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ نصیحت کو دین اور اسلام کہتے ہیں اور دین کا اطلاق اعمال پر بھی ہوتا ہے جیسے اقوال پر ہوتا ہے اور نصیحت فرض کفایہ ہے۔ اگر بعض کریں گے تو کافی ہے باقی لوگوں کے اوپر مواخذہ نہ رہے گا اور نصیحت اپنی طاقت کے موافق لازم ہے جب یہ بات معلوم ہو کہ اسکی نصیحت قبول کی جائے گی اور اس کے حکم کی اطاعت کی جائے گی اور اس کی جان پر کوئی آفت نہ آئیگی۔ اگر کسی آفت یا مصیبت کا خوف ہو تو مختار ہے چاہے تو نصیحت چھوڑ دے۔

عَنْ جَرِيْرٍ قَالَ بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَلٰى إِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ

ترجمہ۔ جریر بن عبداللہ بجلی سے روایت ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نماز پڑھنے پر اور زکوٰۃ دینے پر اور ہر مسلمان کی خیر خواہی پر بیعت کی۔

فائدہ۔ خاص کیا نماز اور زکوٰۃ کو کیونکہ یہ دونوں شہادتین کے بعد دین کے بڑے رکن ہیں۔ اور روزہ کو ذکر نہیں کیا اس لئے کہ دوسری روایت میں ہے بیعت کے سننے اور ماں لینے پر اور روزہ اس میں داخل ہے بلکہ دین کے تمام احکام اس میں آ گئے۔

عَنْ جَرِيْرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَلَى النُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ

ترجمہ۔ جریر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہر مسلمان کی خیر خواہی کے لئے بیعت کی۔

عَنْ جَرِيْرٍ قَالَ بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فَلَقَّنَنِيْ فِيْمَا اسْتَطَعْتُ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ

ترجمہ۔ جریر سے روایت ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی سن لینے اور مان لینے کی (یعنی جو حکم آپ فرمائیں گے اسکو سنوں گا اور بجا لاؤں گا) پھر آپ نے مجھے سکھلا دیا اتنا اور کہہ جہاں تک مجھے قدرت ہے (یہ آپ کی کمال شفقت تھی اپنی امت پر کہ شاید کوئی حکم دشوار ہو اور نہ ہو سکے تو بیعت میں خلل آوے اس لئے اتنا اور بڑھا دیا کہ جہاں تک مجھ سے ہو سکے) اور اس بات پر میں نے بیعت کی کہ ہر مسلمان کا خیر خواہ رہوں گا۔

✣ ✣ ✣

فائدہ۔ پھر جریر نے اپنی بیعت پر ایسا عمل کیا کہ ایک بار اپنے غلام کو گھوڑا خریدنے

کیلئے بھیجا۔ وہ تین سو درہم میں ایک گھوڑا چکا لایا۔ اس کا مالک بھی دام لینے کیلئے ساتھ آیا۔ جریر نے گھوڑے کے مالک سے کہا تیرا گھوڑا تین سو درہم سے زیادہ کا مال ہے تو چار سو درہم کو بیچ۔ اُس نے کہا میں نے تم کو اختیار دیا جو دام مناسب ہے دیدو۔ جریر نے کہا وہ چار سو درہم سے بھی زیادہ کا مال ہے پانچ سو درہم کو بیچ۔ اسی طرح جریر سو سو درہم بڑھاتے گئے اور مالک کم پر راضی تھا یہاں تک کہ آٹھ سو درہم تک لگائے اور آٹھ سو درہم میں خرید لیا۔ لوگوں نے کہا تم نے یہ کیا کیا؟ جریر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہر مسلمان کے ساتھ خیرخواہی کرنے پر بیعت کی تھی تو گھوڑا بیچنے والا بھی مسلمان تھا اور یہ بات خیرخواہی کی نہ تھی کہ میں اس کا مال کم قیمت میں خرید لوں اور اسے نقصان دوں روایت کیا اسکو طبرانی نے

بَابُ بَيَانِ نُقْصَانِ الْإِيمَانِ بِالْمَعَاصِي وَنَفْيِهِ عَنِ الْمُتَلَبِّسِ بِالْمَعْصِيَةِ عَلَى إِرَادَةِ نَفْيِ كَمَالِهِ

گناہوں سے ایمان کے گھٹ جانے اور بوقت گناہ گناہگار سے ایمان کے جدا ہو جانے یعنی گناہ کرتے وقت ایمان کا کمال نہ رہنے کا بیان

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ ابْنُ أَبِي بَكْرِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَانَ يُحَدِّثُهُمْ هٰؤُلَاءِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ثُمَّ يَقُولُ وَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يُلْحِقُ مَعَهُنَّ وَلَا يَنْتَهِبُ نُهْبَةً ذَاتَ شَرَفٍ يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ فِيهَا أَبْصَارَهُمْ حِينَ يَنْتَهِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں زنا کرتا زنا کرنیوالا مگر زنا کرتے وقت وہ مومن نہیں ہوتا اور نہ چور چراتے وقت مومن ہوتا ہے اور نہ شراب پینے والا شراب پیتے وقت مومن ہوتا ہے۔ ابن شہاب نے کہا مجھ سے عبدالملک بن ابی بکر نے بیان کیا کہ ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث اس حدیث کو روایت کرتے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔ پھر کہتے تھے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس میں اتنا اور ملا دیتے تھے نہ لوٹنے والا ایسی لوٹ جو بڑی ہو (یعنی حقیر چیز نہو) جس طرف لوگوں کی نظر اٹھی لوٹتے وقت مومن ہوتا ہے۔

فائدہ۔ نووی نے کہا علمائے محققین نے اس حدیث کے معنی یوں بیان کئے ہیں کہ ان افعال کو کرتے وقت اس کا ایمان کامل نہیں ہوتا اور ایسا محاورہ بہت ہے کہ ایک شے کی نفی کرتے ہیں اور مراد اس کے کمال کی نفی ہوتی ہے جیسے یہ کہتے ہیں علم نہیں مگر وہ جو فائدہ دے، مال نہیں مگر اونٹ، عیش نہیں مگر آخرت کا عیش۔ اور ہم نے یہ تاویل اس لئے کی کہ ابوذر رضی اللہ عنہ وغیرہ کی حدیث یوں آئی ہے جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا وہ جنت میں جائیگا اگرچہ زنا یا

چوری کرے۔ اور عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بات پر بیعت کی کہ چوری نہ کریں گے نہ زنا کریں گے نہ اور کوئی گناہ۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کوئی تم میں سے اپنی بیعت کو پورا کرے اسکا ثواب اللہ پر ہے اور جس سے اُن خطاؤں میں سے کوئی خطا ہو جائے پھر اس کو دنیا ہی میں سزا مل جائے تو یہی اسکا کفارہ ہے اور جو دنیا میں سزا نہ ملے تو آخرت میں خدا کو اختیار ہے چاہے اس کو معاف کرے چاہے عذاب دے۔ تو یہ دونوں حدیثیں مع اپنے نظائر کے اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کے إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ یعنی اللہ تعالیٰ شرک کو نہیں بخشے گا اور سوا شرک کے جس کے چاہے گا گناہ بخش دیگا اور اہل حق کا اس بات پر اجماع ہے کہ زانی اور چور اور قاتل اور ان کے سوا اصحاب کبائر جو شرک اور کفر میں مبتلا نہوں مومن ہیں مگر ان کا ایمان ناقص ہے اگر توبہ کریں گے تو گناہ معاف ہو جائیگا اور جو گناہ کرتے کرتے مرجائیں گے تو خدا کے اختیار پر ہے چاہے انکو بخش دیوے اور جنت میں لیجائے اور چاہے گناہ کے برابر عذاب دیکر پھر جنت میں لیجائے ہم کو اس حدیث کی تاویل پر لاچار کرتی ہیں۔ اور جو حدیث اس کے مشابہ آئی ہے۔ پھر یہ تاویل ظاہر ہے لغت سے بعید نہیں نہ استعمال سے اور جب دو حدیثیں ایسی وارد ہوں کہ بظاہر ان میں اختلاف ہو تو انکی تاویل کرنا ضروری ہے اور جمع کرنا واجب ہے۔ اور بعض علماء نے اس حدیث کے معنی یوں بیان کئے ہیں کہ جو شخص زنا کرے اس کو حلال جان کر یا چوری کرے اس کو حلال جان کر تو وہ مومن نہیں کیونکہ شرعی حرام کو حلال جاننا باتفاق علماء کفر ہے۔ اور حسن اور ابوجعفر طبری نے کہا مومن نہونے سے یہ مراد ہے کہ وہ تعریف کے قابل نہیں رہتا کہ مومن اللہ کا دوست اسے کہیں۔ اور بُرے لقب کا مستحق ہوتا ہے جیسے زانی یا چور یا لٹیرا یا شرابی۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اس کے دل سے ایمان کا نور جاتا رہتا ہے۔ اور اس باب میں ایک مرفوع حدیث بھی آئی ہے اور مہلب نے کہا اس کی بصیرت اللہ کی عبادت میں جاتی رہتی ہے اور زہری نے کہا یہ حدیث اور جو حدیثیں اس کے مثل آئی ہیں انپر ایمان لانا چاہیئے اور جس مطلب پر آئی ہیں اس پر رواں کرنا چاہیئے۔ اور اس کے معنی میں زیادہ غور نہ کرنا چاہیئے کیونکہ ہمیں اس کے معنی معلوم نہیں ہو انہوں نے کہا کہ چلاؤ ان حدیثوں کو اسی طرح جیسے اگلے لوگوں نے انکو چلایا۔ اور بعضوں نے اس حدیث کے معنی ہیں اور اقوال بیان کئے ہیں جو ظاہر نہیں ہیں بلکہ بعض غلط ہیں اس لئے میں نے انکو نقل نہیں کیا۔ اور یہ اقوال جو بیان ہوئے سب محتمل ہیں اور صحیح وہی معنی ہیں جو ہم نے سب سے پہلے بیان کئے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں اس حدیث کے معنی یہی بیان کئے ہیں کہ وہ مومن کامل نہیں ہوتا اور اس میں ایمان کا نور نہیں رہتا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	ترجمہ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ

اٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَزْنِی الزَّانِیْ حِیْنَ یَزْنِیْ وَھُوَ مُؤْمِنٌ وَّلَا یَسْرِقُ السَّارِقُ حِیْنَ یَسْرِقُ وَھُوَ مُؤْمِنٌ وَّلَا یَشْرَبُ الْخَمْرَ حِیْنَ یَشْرَبُھَا وَھُوَ مُؤْمِنٌ وَّالتَّوْبَۃُ مَعْرُوْضَۃٌ بَعْدُ

صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا زنا کرنے والا جس وقت زنا کرتا ہے وہ مومن نہیں ہوتا۔ چور جب چوری کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا اور شرابی جب شراب پیتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا اور توبہ اس کے بعد قبول ہو گی۔

فائدہ۔ نووی نے کہا علماء نے اجماع کیا ہے کہ توبہ قبول ہوتی ہے جب تک جان کنی شروع نہ ہو۔ اور توبہ کے تین رکن ہیں۔ ایک تو یہ گناہ سے جدا ہو جائے۔ دوسرے اس کے کرنے پر شرمندہ ہو۔ تیسرے قصد کرے کہ پھر کبھی نہ کروں گا۔ پھر اگر توبہ کی ایک گناہ سے اور اس کو دوبارہ کیا تو توبہ باطل نہ ہو گی اور جو ایک گناہ سے توبہ کی پھر دوسری قسم کا کیا تو پہلی توبہ صحیح ہے۔ اہل حق کا یہی مذہب ہے۔ اور معتزلہ نے دونوں مسئلوں میں خلاف کیا ہے۔

قاضی عیاض نے کہا کہ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث میں اشارہ ہے تمام گناہوں کی طرف اور ڈرایا گیا ہے سب سے۔ تو زنا اشارہ ہے ان تمام گناہوں کی طرف جو خواہش نفسانی سے ہوتے ہیں اور حرام کی حرص سے۔ اور شراب اشارہ ہے ان تمام گناہوں کی طرف جو خدا کی یاد سے روکتے ہیں اور اس کے حقوق سے غافل کرتے ہیں۔ اور لوٹ اشارہ ہے ان تمام گناہوں کی طرف جس میں اللہ کے بندوں پر ظلم ہوتا ہے اور انکی بے عزتی ہوتی ہے اور دنیا ناجائز طریقوں سے اکٹھی کی جاتی ہے۔

بَابُ بَیَانِ خِصَالِ الْمُنَافِقِ ‖ منافق کی خصلتوں کا بیان

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَرْبَعٌ مَّنْ کُنَّ فِیْہِ کَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَّمَنْ کَانَتْ فِیْہِ خَلَّۃٌ مِّنْھُنَّ کَانَ فِیْہِ خَلَّۃٌ مِّنْ نِفَاقٍ حَتّٰی یَدَعَھَا اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ وَاِذَا عَاھَدَ غَدَرَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ غَیْرَ اَنَّ فِیْ حَدِیْثِ سُفْیَانَ وَاِنْ کَانَتْ فِیْہِ خَصْلَۃٌ مِّنْھُنَّ کَانَتْ فِیْہِ خَصْلَۃٌ مِّنَ النِّفَاقِ

ترجمہ۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا جس میں چار باتیں ہونگی وہ تو نرا منافق ہے اور جس میں ان چاروں میں سے ایک خصلت ہو گی تو اس میں نفاق کی ایک ہی خو ہے یہاں تک کہ اس کو چھوڑ دیوے۔ ایک تو یہ کہ جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ دوسرے یہ کہ جب اقرار کرے تو اسکے خلاف کرے تیسرے یہ کہ جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے۔ چوتھے یہ کہ جب جھگڑا کرے تو ناحق چلے اور طوفان جوڑے

فائدہ۔ اور بعض روایتوں میں یہ ہے جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو

خیانت کرے۔ نووی نے کہا علمار نے اس حدیث کو مشکل کہا ہے اس وجہ سے کہ کبھی یہ خصلتیں اس مسلمان میں پائی جاتی ہیں جو ارکان ایمان پر یقین رکھتا ہے اور علمار نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ جو شخص دل سے یقین رکھے اور زبان سے ایمان کے ارکان کا اقرار کرے پھر یہ چاروں کام کرتا ہو تو وہ کافر نہیں نہ منافق ہے جو ہمیشہ جہنم میں رہے گا کس لئے کہ حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے بھائیوں میں یہ چاروں خصلتیں موجود تھیں تو علمائے محققین نے یہ کہا ہے کہ وہی صحیح اور مختار ہے کہ یہ خصلتیں نفاق کی ہیں۔ اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص میں یہ خصلتیں ہوں وہ ان خصائل میں اور اخلاق میں منافقوں کے مشابہ ہے کیونکہ نفاق یہی ہے کہ ظاہر باطن کے خلاف ہو۔ اور جس شخص میں یہ خصلتیں ہونگی اس کا ظاہر باطن کے خلاف ہو اور نفاق ان ہی لوگوں کے حق میں اثر کریگا جن سے وہ وعدہ کریگا یا گفتگو کرے گا یا جھگڑیگا یا امانت لے گا۔ اور اسلام کے حق میں یہ نفاق اثر نہ کریگا کیونکہ اسلام میں اسکا ظاہر باطن کے خلاف میں نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مقصود نہیں ہے کہ ان خصلتوں کا رکھنے والا ایسا منافق ہے جو کافر ہوتا ہے جس کی سزا ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے۔

اور یہ جو فرمایا کہ وہ نرا منافق ہوگا، اس سے غرض یہ ہے کہ ان خصلتوں کے سبب سے منافق کے بہت مشابہ ہوگا۔ بعض علمار نے کہا ہے یہ حدیث اس شخص کے باب میں ہے جس سے ایسی خصلتیں وقوع میں آئی ہوں لیکن جس سے شاذ و نادر یہ باتیں ہو جائیں وہ اس میں داخل نہیں ہے اور حدیث کے معنے میں یہی مختار ہے اور امام ابو عیسیٰ ترمذی نے علمار سے اس کے یہ معنی نقل کئے ہیں کہ حدیث سے مراد عمل کا نفاق ہے نہ اعتقاد کا نفاق۔ اور علمار کی ایک جماعت نے کہا ہے اس حدیث سے وہ منافق مراد ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں تھے اور انہوں نے جھوٹ موٹ اپنا ایمان ظاہر کیا تھا اور دین کی امانت میں خیانت کی تھی۔ اور دین کی مدد کا وعدہ کیا تھا پھر وعدہ کا خلاف کیا اور لڑائی جھگڑے میں ناحق بیہودگی کی۔ اور یہی قول ہے سعید بن جبیر اور عطار بن ابی رباح کا اور رجوع کیا اسی طرف حسن بصری نے اگرچہ پہلے اس کے خلاف پر تھے اور یہی منقول ہے ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے روایت کیا اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔ قاضی عیاض نے کہا ہمارے بہت سے امام اسی قول کی طرف گئے ہیں اور خطابی نے ایک اور قول نقل کیا وہ یہ ہے کہ مقصود اس حدیث سے ڈرانا ہے مسلمانوں کو کہ وہ ان خصلتوں کی عادت نہ ڈالے ورنہ خوف ہے کہ حقیقتاً منافق ہو جائیگا اور خطابی نے حکایت کی کہ یہ حدیث وارد ہوئی ہے ایک خاص منافق کے باب میں اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاعدہ تھا کہ آپ صاف یوں نہ فرماتے کہ فلاں منافق ہے بلکہ اشارہ کرتے

جیسے آپ نے فرمایا کیا حال ہے لوگوں کا ایسا کرتے ہیں۔
مترجم کہتا ہے اللہ جل جلالہ نے مجھے الہام کیا کہ حدیث میں کوئی اشکال نہیں ہے اور نہ اس میں تاویل کی ضرورت ہے۔ بیشک جس شخص میں یہ چاروں باتیں جمع ہوں گی اور وہ ہمیشہ یہی کرتا ہو کہ بات کرتے وقت جھوٹ بولے، عہد کرکے توڑ ڈالے، لڑتے وقت ناحق چلے، امانت میں خیانت کرے، تو وہ پکا منافق ہوگا اس لئے کہ دین کی باتوں میں بھی وہی کرے گا زبان سے اقرار کرے گا پر دل میں خلاف ہوگا۔ دین کے احکام میں بھی خیانت کرے گا اسلئے کہ اسکا تو یہ قاعدہ ہوگیا ہے، یہ نہیں کہ کبھی کبھی اس سے یہ باتیں سرزد ہوں اور وہ انپر شرمندہ ہو۔ اس صورت میں اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ وغیرہ یہ سب قضایا کلیہ ہونگے نہ جزئیہ اور ظاہر ہے کہ ایسا شخص جس کا ہمیشہ یہ قاعدہ ہو مومن نہیں ہو سکتا۔
تحفۃ الاخیار میں ہے کہ منافق کی دو قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ دل میں کفر ہو صرف زبان سے اقرار کرے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت میں جو منافق تھے اسی طرح کے تھے۔ دوسرے یہ کہ دل میں کفر نہیں بلکہ اسلام ہے لیکن سست اعتقاد اور فسق وفجور میں گرفتار سو اس حدیث میں دوسری قسم کا نفاق مراد ہے یعنی ایمان کے لائق تو یہ تھا کہ آدمی ان بدکاموں سے بچتا۔ پھر جب ان بدکاموں میں گرفتار رہا تو اسلام کا لطف اس میں کچھ کچھ ظاہر نہ ہوا اس واسطے اسکو منافق فرمایا۔ انتہٰی

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اٰیَةُ الْمُنَافِقِ ثَلٰثٌ اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَ اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا منافق کی نشانیاں تین ہیں جب بات کرے تو جھوٹ جب وعدہ کرے تو خلاف جب امانت لیوے تو اس میں خیانت کرے۔

بَابُ بَیَانِ حَالِ اِیْمَانِ مَنْ قَالَ لِاَخِیْهِ الْمُسْلِمِ یَا کَافِرُ

مسلمان بھائی کو کافر کہنے والے کے ایمان کا بیان

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا اَکْفَرَ الرَّجُلُ اَخَاهُ فَقَدْ بَاءَ بِهَا اَحَدُهُمَا

ترجمہ۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب کسی مرد نے اپنے بھائی کو کافر کہا تو وہ کفر دونوں میں سے کسی پر ضرور پلٹے گا۔

فائدہ۔ یعنی اگر وہ جس کو کافر کہا حقیقت میں کافر ہے تو بجا ہوا اور اگر وہ کافر نہیں تو اس وقت کفر کہنے والے پر پلٹ پڑے گا۔
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آدمی اپنی زبان کو روکے رکھے۔ ہر ایک کو بے دلیل یقینی کافر

نہ کہے شاید اسی پر پلٹ پڑے اور خدا کے غضب میں گرفتار ہو۔ ہاں یوں کہنا مضائقہ نہیں کہ فلاں شخص کافروں کے سے کام کرتا ہے۔ اگر اس کے عمل دین کے خلاف ہوں اور اگر کسی کا کفر بدلیل قطعی ثابت ہو گیا ہو اور ضروریات کا وہ انکار کرتا ہو تو اسکو شوق سے کافر کہے تاکہ کوئی اس کی راہ پر نہ چلے اور شریعت محمدی میں خلل نہ پڑے جیسے کہ اس زمانہ میں ملحد فقیر ظاہر ہوتے ہیں کہ شریعت محمدی پر ہنستے ہیں بے شک وہ کافر ہیں۔ انتہیٰ۔

مترجم کہتا ہے ہمارے زمانہ میں ایک نیا فرقہ مسلمانوں میں پیدا ہوا ہے جنکو نیچری کہتے ہیں۔ وہ گو اپنے تئیں عقل کے تابع کہتے ہیں پر عقل سلیم سے بہرہ نہیں رکھتے۔ وہ تمام ضروریات دین جیسے فرشتوں کا، شیطان کا، وحی کا، معجزات کا انکار کرتے ہیں۔ نماز روزہ کو لغو اور بیکار خیال کرتے ہیں وہ بلاشبہ کافر ہیں اور کافر بھی کیسے سخت کہ اگر کوئی مسلمان ان کے کفر میں شبہ کرے تو میں ڈرتا ہوں کہیں وہ خود بھی کافر نہ ہو جاتے۔

امام نووی نے فرمایا کہ اس حدیث کو بھی بعض علمار نے مشکلات میں سے خیال کیا ہے اس لئے کہ ظاہری معنٰی مراد نہیں کیونکہ اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ مسلمان گناہ کرنے سے جیسے قتل یا زنا کرنے سے کافر نہیں ہوتا بس اسی طرح اپنے بھائی مسلمان کو کافر کہنے سے بھی کافر نہو گا جب تک دین اسلام کے بطلان کا اعتقاد نہ کرے۔ اور جب یہ معلوم ہوا تو حدیث کی تاویل کئی صورتوں سے کی گئی ہے ایک یہ کہ مراد وہ شخص ہے جو اس بات کو درست جانے۔ کفر پلٹنے سے یہ مراد ہو گا کہ وہ کہنے والا خود کافر ہو جائے گا کیونکہ مسلمان کو کافر کہنا درست جانتا ہے۔ دوسرے یہ کہ مراد کفر پلٹنے سے یہ ہو کہ اس کا گناہ اور عیب کہنے والے پر لوٹ جائے گا تیسرے یہ کہ حدیث ان خوارج پر محمول ہے جو مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں اور اس تاویل کو قاضی عیاض نے امام مالک سے نقل کیا ہے اور یہ ضعیف ہے اسلئے کہ اہل حق کے نزدیک خوارج بھی اور اہل بدعت کی طرح کافر نہیں ہیں۔ یہی مذہب صحیح اور مختار ہے۔ چوتھی تاویل یہ ہے کہ مراد پلٹنے سے یہ ہے کہ انجام اسکا کفر ہو گا اس لئے کہ گناہ گویا کفر کا قاصد ہے اور جو شخص گناہ بہت کرے تو ڈر ہے کہ گناہوں کی نحوست اسکو کفر تک لے جائے اور مؤید ہے اس تاویل کی وہ روایت جو ابو عوانہ اسفرائنی نے اپنی کتاب مخرج علی صحیح مسلم میں نکالی کہ پھر اگر وہ شخص جسکو اس نے کافر کہا حقیقت میں کافر ہو تو خیر ورنہ کفر لوٹ آئے گا اس پر۔ اور ایک روایت میں ہے جب اپنے بھائی کو کافر کہا تو دونوں میں سے ایک پر کفر واجب ہو گیا پانچویں تاویل یہ ہے کہ مراد پلٹنے سے اس کی تکفیر کا پلٹنا ہے یعنی اس نے جو ایک مسلمان کو کافر کہا اور وہ کافر نہیں تو گویا اس نے خود اپنی تکفیر کی اس لئے کہ کہنے والا بھی مثل اس کے ایک مسلمان ہے۔ انتہیٰ ما قال النووی۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ | ترجمہ۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا امْرِئٍ قَالَ لِأَخِيهِ يَا كَافِرُ فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا إِنْ كَانَ كَمَا قَالَ وَإِلَّا رَجَعَتْ عَلَيْهِ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے بھائی کو کافر کہہ کر پکارے تو دونوں میں سے ایک پر کفر آجائے گا اگر وہ شخص جسکو اس نے پکارا کافر ہے تو خیر (کفر اسپر رہے گا) ورنہ پکارنے والے پر لوٹ آئے گا۔

بَابُ مَنِ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ فَقَدْ كَفَرَ

اپنے باپ کے سوا اور کا بیٹا کہلانے والا کافر ہے

عَنْ أَبِي ذَرٍّ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَيْسَ مِنْ رَجُلٍ ادَّعَى لِغَيْرِ أَبِيهِ وَهُوَ يَعْلَمُهُ إِلَّا كَفَرَ وَمَنِ ادَّعَى مَا لَيْسَ لَهُ فَلَيْسَ مِنَّا وَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ وَمَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْكُفْرِ أَوْ قَالَ عَدُوَّ اللهِ وَلَيْسَ كَذَلِكَ إِلَّا حَارَ عَلَيْهِ

ترجمہ۔ ابوذر غفاری (جندب بن جنادہ یا بریر) سے روایت ہے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے تئیں کسی اور کا بیٹا کہے اور وہ جانتا ہو کہ اسکا بیٹا نہیں ہے (یعنی جان بوجھ کر اپنے باپ کے سوا کسی اور کو باپ بتلائے) تو وہ کافر ہوگیا اور جس شخص نے اس چیز کا دعویٰ کیا جو اسکی نہیں ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالیوے۔ اور جو شخص کسی کو کافر کہکر بلاوے یا خدا کا دشمن کہکر پھر وہ جس کو اس نام سے پکارے ایسا نہو (یعنی کافر نہو) تو وہ کفر پکارنے والے پر پلٹ آئیگا۔

فائدہ۔ جو شخص جان بوجھ کر اپنے باپ کے سوا دوسرے کو اپنا باپ بتائے تو وہ کافر ہوگیا۔ نووی نے کہا اس کی تاویل دو طرح پر ہے۔ ایک تو یہ کہ مراد وہ شخص ہے جو اس امر کو حلال اور جائز جانے۔ دوسرے یہ کہ کفر سے مراد کفر شرعی نہیں ہے جو اسلام کے مقابل ہے بلکہ کفر سے مقصود کفران ہے یعنی ناشکری اور احسان فراموشی اس لئے کہ باپ کا حق اس نے فراموش کردیا اور غیر کو باپ بنایا۔ اور اس کی نظیر دوسری حدیث میں ہے آپ نے فرمایا عورتوں کے بارہ میں کہ وہ کفر کرتی ہیں یعنی خاوند کی ناشکری کرتی ہیں انتہیٰ۔

جس شخص نے اس چیز کا دعویٰ کیا جو اس کی نہیں ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالیوے یعنی وہ جانتا ہے کہ یہ شئے میری نہیں ہے خواہ دوسرے کسی کی ہو یا نہو اسپر دعویٰ کرے کہ میری ہے تو وہ ہم میں سے نہیں ہے یعنی ہماری راہ اور طریقہ پر نہیں ہے کیونکہ اسلام کی شان سے جھوٹا دعویٰ کرنا بہت بعید ہے جیسے باپ بیٹے سے کہتا ہے تو میرا نہیں ہے یعنی میری وضع اور چال پر نہیں ہے۔ اور جہنم میں ٹھکانا بنانے سے یہ غرض ہو کہ اس قصور کی سزا

جہنم ہے پھر اگر خدا چاہے تو معاف کر دیوے اور توبہ سے بھی معاف ہو سکتا ہے (نووی)

بَابُ بَيَانِ حَالِ اِيْمَانِ مَنْ رَّغِبَ عَنْ اَبِيْهِ وَهُوَ يَعْلَمُ

اپنے باپ سے پھر جانے نفرت کرنے اور دانستہ دوسرے کو باپ بنانے والے کے ایمان کا بیان

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَرْغَبُوْا عَنْ اٰبَآئِكُمْ فَمَنْ رَّغِبَ عَنْ اَبِيْهِ فَقَدْ كَفَرَ

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنے باپوں سے نفرت مت کرو (یعنی اپنے باپ کو باپ کہو دوسرے کو باپ مت بناؤ۔ جو شخص اپنے باپ سے نفرت کرے وہ کافر ہو گیا (اسکے معنی اوپر گذر چکے ہیں)

عَنْ اَبِىْ عُثْمَانَ قَالَ لَمَّا ادُّعِىَ زِيَادٌ لَقِيْتُ اَبَا بَكْرَةَ فَقُلْتُ لَهٗ مَا هٰذَا الَّذِىْ صَنَعْتُمْ اِنِّىْ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ اَبِىْ وَقَّاصٍ يَقُوْلُ سَمِعَ اُذُنَىَّ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُوْلُ مَنِ ادَّعٰى اَبًا فِى الْاِسْلَامِ غَيْرَ اَبِيْهِ يَعْلَمُ اَنَّهٗ غَيْرُ اَبِيْهِ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرَةَ وَاَنَا سَمِعْتُهٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ ابو عثمان (نہدی عبد الرحمن بن مل) سے روایت ہے جب زیاد کا دعویٰ کیا گیا تو میں ابوبکرہ سے ملا، (زیاد ان کا مادری بھائی تھا) اور میں نے کہا تم نے یہ کیا کیا (یعنی تمہارے بھائی نے) میں نے سعد بن ابی وقاص سے سنا وہ کہتے تھے میرے کانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے جس نے اسلام میں آکر اپنے باپ کے سوا اور کسی کو باپ بنایا تو جنت اسپر حرام ہے۔ ابوبکرہ نے کہا میں نے یہ خود سنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔

فائدہ۔ جب زیاد کا دعویٰ کیا گیا۔ اصل میں زیاد عبید ثقفی کا بیٹا تھا اور حضرت علیؓ کے یاروں میں سے تھا۔ پھر معاویہ نے اس کو اپنے باپ ابوسفیان کا نطفہ قرار دیا اور زیاد نے قبول کر لیا اور معاویہ کا بھائی بن بیٹھا۔

فرمایا جس نے اسلام میں آن کر اپنے باپ کے سوا اور کسی کو باپ بنایا تو جنت اسپر حرام ہے اور وہ اس امر کو درست جان کر کرے یا اس فعل کی جزا یہ ہے کہ جنت اسپر اس وقت حرام ہوگی جب اچھے لوگ جنت میں داخل ہونگے پھر خدا چاہے تو یہ جزا اس کو دیوے یا معاف کر دے (نووی) ابوبکرہ نے کہا میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔ پھر ابوبکرہ نے اس گناہ کی وجہ سے زیاد سے ملنا چھوڑ دیا اور قسم کھائی کہ زیاد سے کبھی بات نہ کرونگا (نووی) سراج الوہاج میں ہے کہ لوگوں نے اس باب میں بڑی ڈھیل کی ہے یہاں تک کہ بعض لوگ دوسروں کی اولاد بن بیٹھے اور وہ جانتے ہیں کہ ہم انکی اولاد نہیں۔ اور بادشاہوں اور امیروں اور نوابوں میں حرام کی نسل بہت پھیلی ہے اور باوجود اس کے اپنے تئیں نسبت دیتے ہیں

باپوں کی طرف حالانکہ وہ اپنی ماؤں کی اولاد ہیں اور باپ کی اولاد نہیں ہیں اور بعضوں نے طمع کے سبب سے اپنے تئیں سید بنا لیا ہے حالانکہ وہ بنی فاطمہ نہیں ہیں اور وہ اس بات کو جانتے ہیں لیکن دنیا کی وجاہت اور عزت کے خیال سے یہ طوفان جوڑتے ہیں اور اکثر ایسے ہلاکت اور تباہی میں امیر اور مفلس پڑ جاتے ہیں امیر تو اپنی شان بڑھانے کے لئے اور مفلس پیسہ کمانے کے لئے۔ اور یہ نہیں ہے مگر شیطان کے تسلط سے جس نے انکی عقلوں کو میٹ دیا ہے اور گمراہ کر دیا ہے خدا نیک راہ کی ہدایت کرے۔

عَنْ سَعْدٍ وَّاَبِیْ بَکْرَۃَ کِلَاھُمَا یَقُوْلُ سَمِعَتْہُ اُذُنَایَ وَوَعَاہُ قَلْبِیْ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَیْرِ اَبِیْہِ وَھُوَ یَعْلَمُ اَنَّہٗ غَیْرُ اَبِیْہِ فَالْجَنَّۃُ عَلَیْہِ حَرَامٌ

ترجمہ۔ سعد اور ابوبکرہ دونوں سے روایت ہے ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کانوں نے سنا اور دل نے یاد رکھا۔ آپ فرماتے تھے جو شخص اپنے باپ کے سوا کسی اور کو باپ بنائے تو اسپر جنت حرام ہے (یعنی وہ جنت سے روکا جائیگا)

فائدہ۔ مراد یہ ہے کہ اپنا نسبی باپ کسی کو بتائے یعنی اپنے تئیں اس کے نطفے سے کہے۔ اور شفقت کی راہ سے دوسرے کو باپ کہہ سکتا ہے۔

بَابُ بَیَانِ قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَّقِتَالُہٗ کُفْرٌ

مسلمان کو گالی دینا برا کہنا گناہ ہے اور اس سے لڑنا کفر ہے

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَّقِتَالُہٗ کُفْرٌ قَالَ زُبَیْدٌ فَقُلْتُ لِاَبِیْ وَائِلٍ اَنْتَ سَمِعْتَہٗ مِنْ عَبْدِ اللّٰہِ یَرْوِیْہِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ وَلَیْسَ فِیْ حَدِیْثِ شُعْبَۃَ قَوْلُ زُبَیْدٍ لِاَبِیْ وَائِلٍ

ترجمہ۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مسلمان کو گالی دینا (یا اسکا عیب بیان کرنا) فسق ہے (یعنی گناہ ہے اور ایسا کرنے والا فاسق ہو جاتا ہے) اور اس سے لڑنا کفر ہے۔

فائدہ۔ نووی نے کہا مسلمانوں کو ناحق برا کہنا باجماع امت حرام ہے اور اسکا مرتکب فاسق ہے لیکن مسلمان سے لڑنا کفر نہیں ہے اہل حق کے نزدیک جیسے ہم اوپر کئی جگہ بیان کر چکے ہیں تو حدیث کی تاویل کئی طرح پر ہے ایک یہ ہے کہ حلال جان کر لڑے۔ دوسرے یہ کہ کفر سے مراد ناشکری ہے نہ کفر شرعی۔ تیسرے یہ کہ انجام اس کا کفر ہے۔ چوتھے یہ کہ یہ کافروں کا فعل ہے۔ السراج الوہاج میں ہے کہ حدیث دلیل ہے روافض کے فسق کی اور جو انکے مثل اہل بدعت اور شرک اور تقلید میں سے ہیں جو صحابہ اور علماء سلف اور اہلحدیث کو برا

کہتے ہیں اور دلیل ہے ان لوگوں کے کفر کی جو مسلمانوں سے لڑتے ہیں جیسے خوارج اور نواصب اور شیعہ اور مقلدین اپنے اپنے مذہب کی حمایت میں۔

مترجم کہتا ہے اس حدیث پر مسلمان کو التفات کرنا چاہئے اور ذرا ذرا سی بات پر جو وہ مسلمانوں سے لڑائی پر مستعد ہو جاتے ہیں تو دیکھنا چاہئے کہ یہ لڑائی انکا درجہ کہاں تک پہنچاتی ہے ایک امر مستحب یا سنت کیلئے لڑکر اپنے تئیں کافر بنانا انتہا درجہ کا جہل اور غلو ہے خدا بچائے۔

عَنْ جَرِيرٍ قَالَ قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ اسْتَنْصِتِ النَّاسَ ثُمَّ قَالَ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ

ترجمہ۔ جریر بن عبداللہ بجلی سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا حجۃ الوداع میں (یعنی آخری حج میں۔ وداع کا حج اس کو اس لئے کہتے ہیں کہ آپ نے لوگوں کو رخصت کیا۔ اس حج میں دین کے احکام بتلائے اور دوسرے سال آپ کی وفات ہوئی) چپ کرو لوگوں کو تاکہ وہ اس ضروری بات کو سنیں، پھر فرمایا میرے بعد (میرے اس موقف کے بعد یا وفات کے بعد) ایک دوسرے کی گردنیں مار کر کافر نہ بن جانا۔

فائدہ۔ یعنی اتفاق سے رہنا اور سب مل کر کافروں سے لڑنا تاکہ اسلام کی ترقی ہو۔ اور جو پھوٹ ڈالو گے اور آپس ہی میں ایک دوسرے کو مارو گے تو خود کافر ہو جاؤ گے۔ امام نووی نے کہا اس حدیث کی تفسیر میں سات قول ہیں۔ ایک یہ کہ مراد وہ لوگ ہیں جو آپس میں لڑنا درست جانیں ناحق وہ تو بلاشبہ کافر ہیں۔ دوسرے یہ کہ مراد کفر سے اسلام کے حق کی ناشکری ہے۔ تیسرے یہ کہ وہ کفر سے قریب ہو جائیں گے۔ اور یہ فعل ان کو کفر تک پہنچا دیگا۔ چوتھے یہ کہ یہ فعل کافروں کا سا ہے۔ پانچویں یہ کہ مراد کفر ہے حقیقۃً اور غرض آپ کی یہ ہے کہ میرے بعد کافر نہ ہو جانا۔ اسلام پر قائم رہنا۔ چھٹے وہ جو حکایت کیا خطابی وغیرہ نے کہ مراد کفار سے سلح پوش ہیں یعنی ہتھیار بند ہو کر ایک دوسرے کی گردن نہ مارنا۔ اور کافر سلاح پوش کو بھی کہتے ہیں۔ ساتویں یہ کہ ایک دوسرے کو کافر مت کہنا پھر کفر کے بہانے سے گردنیں مارو۔ اور سب میں ظاہر چوتھی تاویل ہے۔ اور قاضی عیاض نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَيْحَكُمْ أَوْ قَالَ وَيْلَكُمْ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ

ترجمہ۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع میں وَیْحَکُمْ یا وَیْلَکُمْ فرمایا میرے بعد کافر مت ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔

فائدہ۔ وَیْحَکُمْ یا وَیْلَکُمْ قاضی عیاض نے کہا یہ دونوں کلمے عرب کے لوگ تعجب اور درد

میں استعمال کرتے ہیں۔ سیبویہ نے کہا وَیل اس کے لئے کہتے ہیں جو تباہی میں پڑ جائے اور ویح رحم کیلئے۔ اور منقول ہے ان سے کہ ویح زجر ہے اس شخص کے لئے جو ہلاکت کے قریب ہو اور ان کلموں سے بددعا مقصود نہیں ہے فقط رحم اور تعجب مقصود ہے اور حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ ویح رحمت کا کلمہ ہے اور ہروی نے کہا کہ ویح اس شخص کیلئے کہتے ہیں جو آفت میں پڑ جائے اور اُسکے سزاوار نہو اور ویل اس کیلئے جو سزاوار ہو۔ تو ویح سے رحم مقصود ہوتا ہے اور ویل سے نہیں (نووی)

بَابُ اِطْلَاقِ اسْمِ الْكُفْرِ عَلَى الطَّعْنِ فِي النَّسَبِ وَالنِّيَاحَةِ

نسب میں طعن کرنے والے اور میّت پر چلا کر رونے والے پر کفر کا اطلاق

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ اَلطَّعْنُ فِي النَّسَبِ وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لوگوں میں دو باتیں موجود ہیں اور وہ کفر ہیں۔ ایک نسب میں طعنہ کرنا، دوسری میت پر چلا کر رونا (اس کے اوصاف بیان کرکے جسکو نوحہ کہتے ہیں)

فائدہ۔ نسب میں طعن کرنا یعنی کسی کی ذات پر دھبہ لگانا کہ وہ شریف نہیں ہیں یا ان کا خاندان بُرا ہے یا لونڈی کے جنے ہیں یہ سب کافروں کی تقلید ہے کیونکہ عرب کے کفار زمانہ جاہلیت میں اپنے حسب نسب پر بڑا فخر کیا کرتے تھے اور دوسروں کے نسب پر طعن تشنیع کرتے تھے۔ مسلمانوں کو یہ بات ہرگز سزاوار نہیں اس لئے کہ سب بنی آدم ہیں اور فضیلت و بزرگی علم اور اعمال صالحہ سے ہے اور قیامت میں ہر شخص کو اس کے عمل کام آئیں گے، ذات اور نسب کچھ کام نہ آئے گا جیسے دوسری حدیث میں صاف مصرح ہے۔

میّت پر چلا کر رونا یعنی اسکے اوصاف بیان کرکے رونا جسے نوحہ کہتے ہیں۔ نووی نے کہا ان دونوں کے کفر ہونے سے یہ مراد ہے کہ وہ کافروں کے فعل ہیں اور جاہلیت کی عادات ہیں یا وہ کفر کی طرف مؤدی ہوتے ہیں یا مراد کفران نعمت ہے اور ان کاموں کو حلال یا ناشکری جان کر کرنا وہ تو بلاشبہ کفر ہے اور اس حدیث سے نوحہ کی اور نسب میں طعنہ کرنے کی بڑی برائی نکلی اور ہر ایک کے باب میں مشہور حدیثیں آئی ہیں۔

بَابُ تَسْمِيَةِ الْعَبْدِ الْاٰبِقِ كَافِرًا

اپنے مولیٰ کے پاس سے بھاگے ہوئے غلام کو کافر کہنے کا بیان

عَنْ مَنْصُوْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

ترجمہ۔ منصور بن عبدالرحمٰن داشل غدانی بصری اسکو احمد بن

عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَرِيْرٍ اَنَّهٗ سَمِعَهٗ يَقُوْلُ اَيُّمَا عَبْدٍ اَبَقَ مِنْ مَّوَالِيْهِ فَقَدْ كَفَرَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْهِمْ فَقَالَ مَنْصُوْرٌ قَدْ وَاللّٰهِ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَلٰكِنِّيْ اَكْرَهُ اَنْ يُّرْوٰى عَنِّيْ هٰهُنَا بِالْبَصْرَةِ

حنبل اور یحییٰ بن معین نے ثقہ کہا اور اسکو ابوحاتم نے ضعیف کیا) شعبی سے سنا، انہوں نے جریر سے سنا وہ کہتے تھے جو غلام اپنے مالکوں سے بھاگ جائے وہ کافر ہوگیا (یہاں کفر سے مراد ناشکری ہے کیونکہ اس نے مالک کا حق ادا نہ کیا) جب تک لوٹ کر ان کے پاس نہ آئے۔ منصور نے کہا قسم خدا کی یہ حدیث تو مرفوعاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے (پر میں نے یہاں مرفوعاً بیان نہیں کی جریر کا قول) لیکن مجھے برا معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث مجھ سے بیان کی جائے اس جگہ بصرہ میں۔

فائدہ۔ یہ منصور نے خاص لوگوں سے کہدیا اور مرفوعاً روایت کرنا انہوں نے اس لئے برا جانا کہ اس زمانہ میں بصرہ میں خوارج کا زور تھا جو کبیرہ کرنے والے کو کافر کہتے اور ہمیشہ کیلئے جہنم کا مستحق کرتے تو منصور کو ڈر ہوا کہیں خوارج اس حدیث سے سند نہ پکڑیں اور اوپر ہم خوارج کا مذہب اور اس کا بطلان بیان کر چکے ہیں۔ (نووی)

عَنْ جَرِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَيُّمَا عَبْدٍ اَبَقَ فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ

ترجمہ۔ جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو غلام بھاگ جائے اس سے ذمہ اتر گیا (یعنی اسلام کی پناہ جاتی رہی یا پہلے جو اس کی رعایت ہوتی تھی وہ نہ ہوگی اور مالک کو اختیار دیا جائے گا اس کی ضرب اور حبس کا)

عَنْ جَرِيْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَبَقَ الْعَبْدُ لَمْ تُقْبَلْ لَهٗ صَلٰوةٌ

ترجمہ۔ جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب غلام بھاگ جائے تو اس کی نماز قبول نہ ہوگی۔

فائدہ۔ امام مازری نے اس کی تاویل کی ہے اور قاضی عیاض نے انکی پیروی کی ہے وہ یہ ہے کہ حدیث محمول ہے اس غلام پر جو بھاگنے کو حلال سمجھے وہ تو کافر ہے اسکی توبہ قبول نہیں اور شیخ ابوعمرو نے اسکا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ خواہ وہ حلال سمجھے یا نہ سمجھے اس کی نماز قبول نہیں۔ اور قبول نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ نماز درست نہ ہو کیونکہ قبول نہ ہونا سقوط ثواب کا باعث ہے اور صحیح نہ ہونا وجوب قضا کا باعث ہے۔ نووی نے کہا یہ کلام بیشک عمدہ ہے۔ اور ہمارے جمہور علماء نے کہا ہے کہ مغصوبہ گھر میں نماز صحیح ہے مگر ثواب نہ ہوگا۔ اور فتاویٰ ابی نصر میں میں نے دیکھا کہ عراق کے اصحاب کا یہ قول محفوظ ہے کہ مغصوبہ گھر

میں نماز صحیح ہے اور فرض ذمہ سے ساقط ہو جائیگی پر ثواب نہ ہوگا۔ ابومنصور نے کہا کہ خراسان کے علماء نے اس میں اختلاف کیا۔ بعضوں نے کہا کہ نماز ہی صحیح نہ ہوگی۔ انتہی۔

بَابُ بَيَانِ كُفْرِ مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِالنَّوْءِ

اُس شخص کا کافر ہونا جو کہے کہ پانی تاروں کی گردش سے پڑا

عَنْ زَيْدِ ابْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَةِ فِي اِثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَلَمَّا انْصَرَفَ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ قَالَ اَصْبَحَ مِنْ عِبَادِيْ مُؤْمِنٌ بِيْ وَكَافِرٌ فَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهٖ فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِيْ وَكَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ وَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا فَذٰلِكَ كَافِرٌ بِيْ مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ

ترجمہ۔ زید بن خالد جُہنی سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھائی صبح کی ہمارے ساتھ حدیبیہ میں (جو ایک مقام کا نام ہے قریب مکہ کے) اور رات کو پانی پڑ چکا تھا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا تم جانتے ہو تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا؟ انہوں نے کہا اللہ اور اُس کا رسول خوب جانتا ہے۔ آپ نے کہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے بندوں میں سے بعضوں کی صبح ایمان پر ہوئی اور بعضوں کی کفر پر، تو جس نے کہا پانی پڑا اللہ کے فضل اور رحمت سے وہ ایمان لایا مجھ پر اور کافر ہوا تاروں سے اور جس نے کہا پانی پڑا تاروں کی گردش سے وہ کافر ہوا میرے ساتھ اور ایمان لایا تاروں پر۔

فائدہ۔ نووی نے کہا اختلاف کیا علماء نے اس شخص کے باب میں جو کہے پانی پڑا تاروں کی حرکت سے، بعضوں نے کہا وہ درحقیقت کافر ہو گیا اور اسلام سے نکل گیا اور یہ اس صورت میں ہے جب کہنے والا تاروں کو فاعل اور مؤثر سمجھتا ہو پانی برسانے کے لئے جیسے جاہلیت کے لوگوں کا اعتقاد تھا۔ اور جو شخص ایسا اعتقاد رکھے اس کے کفر میں کچھ شک نہیں اور اسی قول کی طرف جمہور علماء گئے ہیں ان میں سے ہیں امام شافعیؒ اور یہی ظاہر ہے حدیث سے اور ان لوگوں نے کہا ہے کہ اگر کوئی کہے تاروں کی گردش سے پانی پڑا لیکن اسکا اعتقاد یہ ہو کہ پانی برسانے والا اللہ ہے اور اُسی کی رحمت سے پانی پڑتا ہے اور تارہ اگر کچھ ہے تو ایک نشانی ہے پانی پڑنے کی تو وہ کافر نہ ہوگا۔ گو ایسا کہنا مکروہ تنزیہی ہے پر گناہ نہیں ہے اس میں۔ اور سبب کراہت کا یہ ہے کہ یہ کلمہ مشابہ ہے کافروں کے کلمہ کے اور شعار ہے جاہلیت کا اور بعضوں نے کہا کہ کفر سے مراد ناشکری ہے اور مطلب یہ ہے کہ اس نے ناشکری کی

خدا کی لیکن یہ اسی صورت میں ہے جب کہنے والا تاروں کو فاعل مؤثر نہ جانتا ہو اور مؤید ہے
اس تاویل کی وہ جو دوسری روایت میں ہے کہ صبح کی بعضوں نے شکر پر اور بعضوں نے کفر پر اور
ایک روایت میں ہے کہ میں نے کوئی نعمت اپنے بندوں کو نہیں دی پر بعضے اُن میں کے صبح کو
کافر ہوئے اور ایک روایت میں ہے کہ آسمان سے کوئی برکت اللہ نے نہیں اتاری پر بعضے
کافر ہوئے اُسکے ساتھ تو مراد اس سے کفرانِ نعمت ہی ہے۔ اور نور کا لفظ جو حدیث میں آیا ہے
اس میں بڑی گفتگو ہے۔ خلاصہ بیان کیا ہے اسکا شیخ ابو عمرو بن الصلاح نے۔ انہوں نے کہا
نور تارے کو نہیں کہتے بلکہ نور کے معنی ڈوبنا یا نکلنا ہے۔ اور اصل یہ ہے کہ اٹھائیس تارے
ایسے ہیں جنکا نکلنا تمام سال میں معین اور معروف ہے اور وہی اٹھائیس منازل ہیں قمر کی یعنی
چاند کی۔ ہر تیرہ رات کے بعد ایک تارہ ان میں سے مغرب کی طرف ڈوب جاتا ہے اور دوسرا
مقابل اسکے اسی وقت مشرق میں نکلتا ہے تو جاہلیت کے لوگ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ جب
پانی پڑتا تو اُس تارے کی طرف نسبت دیتے جو ڈوب جاتا اور اصمعی نے کہا کہ اس تارے کی
طرف جو نکلتا ہے مشرق سے۔ ابو عبید نے کہا نور سے ڈوبنا اسی مقام پر مراد ہے پھر کبھی نور
خود تارے کو کہتے ہیں۔ زجاج نے کہا جو تارے مغرب کی طرف ڈوبیں اُن کو نور کہتے ہیں اور
جو مشرق کی طرف نکلیں اُن کو بارح کہتے ہیں انتہیٰ ما قال النووی۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَلَمْ تَرَوْا اِلٰی مَا قَالَ رَبُّکُمْ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ مَا اَنْعَمْتُ عَلٰی عِبَادِیْ مِنْ نِّعْمَةٍ اِلَّا اَصْبَحَ فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ بِهَا کَافِرِیْنَ یَقُوْلُوْنَ الْکَوْکَبُ وَبِالْکَوْکَبِ

ترجمہ۔ ابو ہریرہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم نہیں دیکھتے جو فرمایا تمھارے رب نے فرمایا اس نے میں نے کوئی نعمت نہیں دی اپنے بندوں کو مگر ایک فرقے نے اُن میں سے صبح کو اسکا انکار کیا اور کہنے لگے تارے تارے۔

فائدہ۔ یعنی تاروں کے پھرنے کو اس نعمت کی علت قرار دی۔ اب تک دنیا میں ایسے
ضعیف الاعتقاد ناسمجھ لوگ موجود ہیں جو ہر شخص کی بھلائی بُرائی کو اسکے ستارے کی طرف منسوب
کرتے ہیں اور قمر اور شمس اور سبعہ سیارہ کی حرکات کو خاص خاص انسان اور آدمیوں کے لئے
مفید اور مضر سمجھتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُن بڑے بڑے جسموں کو بیکار
پیدا نہیں کیا اور چاند اور سورج کی وجہ سے منجملہ ہزاروں فائدوں کے ایک فائدہ یہ بھی ہے
کہ اُن سے نباتات اور حیوانات کی پرورش ہوتی ہے۔ پر یہ تاثیر سب نباتات حیوانات پر بطور
عموم ہے جیسے انگار یا پانی کی تاثیر، انگار اور پانی کی طرح آفتاب اور چاند کو بھی سمجھنا چاہیئے۔ کچھ
آفتاب یا چاند انسان کی طرح عقل نہیں رکھتے نہ جان کر بعضوں کو نفع پہنچاویں اور بعضوں
کو نقصان اور جو اجرام علویہ کو طاقت دار اور صاحب قوت خیال کرتے ہو تو زمین بیچاری نے
کیا قصور کیا ہے کہ وہ کسی کو نفع اور ضرر نہیں پہنچا سکتی حالانکہ بنا بر ہیئت جدیدہ کے زمین اور

سیاروں میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔ اصل یہ ہے کہ زمانہ سابق میں جب آلات اور دوربینیں ایسی دقیق نہیں تو لوگوں نے صرف آنکھوں سے کام لیا تھا اور جہاں تک انکی آنکھوں نے کام کیا وہ یہ تھا کہ انہوں نے سات تارے سیارے نکالے اور باقی ثوابت اور چاند اور سورج کو بھی ایک ایک سیارہ خیال کیا اسی طرح پانچ سیارے یعنی عطارد اور زہرہ، مشتری، مریخ اور زحل۔ اور چونکہ یہ اجسام نہایت بلند اور اونچے اور چمکتے ہوئے نظر آئے اور ان کے دورات ہمیشہ مختلف منازل میں زمین کے گرد پائے گئے اس لئے عوام کیا بہت سے خواص فلاسفہ اور حکماء کو بھی یہ خیال گذرا کہ یہ اجسام عقل اور نفس رکھتے ہیں۔ انہوں نے زمین کی مختلف واقعات اور حادثات کو جن کے اسباب پوشیدہ تھے ان سیاروں کی طرف منسوب کیا پھر یہ خیال بڑھتے بڑھتے یہاں تک بڑھا کہ صابئین اور کلدانی اور مصری لوگوں نے چاند اور سورج اور اور سیاروں کی پرستش شروع کر دی اور شرک میں گرفتار ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے جب اسلام کی روشنی دنیا میں پھیلائی اور یہ اعتقاد مٹنا شروع ہوا اور حضرت ؐ نے صاف فرمایا منجمین جھوٹے ہیں۔ بعد اس کے جب ہیئت کی زیادہ تحقیقات ہوئی اور بڑے بڑے آلات اور دوربینیں ایجاد ہوئیں تب سے تو اس اعتقاد کی جڑ اکھڑ گئی کیونکہ سوا ان سیاروں کے اور کئی سیارے نظام شمسی میں معلوم ہوئے جیسے سیریز، پالس، جونو، دسٹا اور یورانس، اور آفتاب مرکز عالم ٹھہرا۔ اور زمین بھی ان سیاروں کی طرح ایک سیارہ قرار پائی اور چاند زمین کے تابع قرار پایا۔ پھر سارا کارخانہ جو ہزاروں برس سے منجمین نے قائم کیا تھا الٹ پلٹ اور چوپٹ ہو گیا۔ اور محال ہے کہ مشتری، مریخ اور زحل وغیرہ کی تاثیر تو خاص خاص آدمیوں پر ہوتی ہو اور سیریز، پالس اور یورانس وغیرہ کی نہ ہوتی ہو حالانکہ وہ بھی انکی طرح سیارے ہیں۔ پھر محال ہے کہ زمین جس پر ہم سب بستے ہیں اور وہ بھی ایک سیارہ ہے اس کی تاثیر ہم پر نہ ہو اور ان سیاروں کی باوصف اس قدر بعد کے ہمارے اوپر یہ قدرت اور طاقت ہو، دور کے ڈھول سہانے۔ زمین بیچاری گھر کی مرغی ہے اس کی کوئی قدر اور منزلت نہیں، اس کو کھودتے ہیں کوٹتے ہیں، مارتے ہیں، اسپر چلتے ہیں، پاؤں سے روندتے ہیں پھر دور کے تارے چمکتے اور اونچے دیکھ کر مقدس اور پاکیزہ خیال کئے جاتے ہیں حالانکہ اُن سیاروں پر اگر جانا ہو سکے تو صاف معلوم ہو جاوے کہ بعضے ان میں سے زمین سے بھی میلے اور کچیلے اور پہاڑ دار ہیں۔ خود چاند میں دوربین سے اتنے بڑے بڑے غار معلوم ہوتے ہیں ہزارہا صدہا میل کی انکی گہرائی ہے معاذ اللہ۔ وہ کیسے مہیب اور تاریک ہونگے۔ اور دور سے چاند کا وہ حسن ہے کہ معشوقوں کے منہ کو اس سے تشبیہ دیتے ہیں۔ یہی حال ہے انسان کا وہ بغیر غور اور فکر کئے ہوئے اور بغیر اپنے فکر کو میزان مقررہ سے جانچے ہوئے ایک خیال کو جما لیتا ہے اور اس کا پیرو ہو جاتا ہے۔ خیر یہ تارے تو بڑے بڑے اجسام

ہیں اور چمکتے اور روشن ہیں۔ خدا کی مار ان لوگوں کی عقل پر جو پتھروں اور دریاؤں اور پہاڑوں
اور درختوں اور جانوروں کو پوجتے ہیں اور انکو اپنا معبود، مالک اور متصرف خیال کرتے
ہیں بلکہ اپنے ہاتھ سے ایک بے جان پتلہ مٹی یا تانبے یا چاندی یا سونے کا بنا کر اسکو پوجتے
ہیں، خدا کو اپنی خواہش کے موافق گھڑا کرتے ہیں اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ اور
بعضے جو اُن کی نسبت ذرا عاقل ہیں وہ آدمیوں اور جنوں کو پوجتے ہیں اور آدمی کی سی بے ثبات
اور ناپائیدار ہستی کو معاذ اللہ خدا بنا دیتے ہیں۔ آدمی کو خدا کا بیٹا یا محبوب خیال کرکے
اس کو مقدس اور لائق عبادت کے جانتے ہیں حالانکہ وہ آدمی جب زندہ تھے تو دنیا
کی کسی بات میں اور آدمیوں سے ممتاز نہ تھے۔ کھاتے وہ تھے۔ پیتے وہ تھے، ہگتے موتتے
وہ تھے۔ جیسے اور آدمی مرے وہ بھی مر گئے یا مرنے والے ہیں، پھر ان کو خدائی سے کیا علاقہ
وہ ہماری طرح خدا کی ایک مخلوق ہیں۔ اور اصل یہ ہے کہ ان لوگوں نے اب تک سچے خدا کو
نہیں پہچانا اور اس کی عظمت اور بڑائی اور تقدس پر غور نہیں کیا۔ ورنہ ایسی ناپاک بات
کہتے ہوئے انکو شرم آتی اور وہ سچے مقدس خداوند کی درگاہ میں ایسی بے ادبی نہ کرتے
خداوند کریم کی عظمت اس کی مخلوقات میں غور کرنے سے معلوم ہوتی ہے۔ زمین اس کی
ایک ادنیٰ مخلوق ہے جسکا محیط چوبیس ہزار میل اور قطر قریب آٹھ ہزار میل کے ہے
پھر مشتری جو ہمارے نظام شمسی میں ایک سیارہ ہے۔ وہ ہماری اس زمین سے ہزار حصے
بڑا ہے اور اسکا قطر نو لاکھ میل ہے۔ اسی طرح زحل زمین سے قریب چھ سو درجے کے
بڑا ہے اسکا قطر اُناسی ہزار میل ہے۔ اسی طرح اور سیارے کچھ زمین سے بڑے کچھ
چھوٹے کچھ زمین کے برابر ہیں۔ ہماری زمین کو ایک چاند روشنی کے لئے عنایت ہوا ہے
وہ بھی اس قدر بڑا ہے کہ اسکا قطر دو ہزار میل سے زیادہ ہے اور مشتری کو چار چاند اور
زحل کو سات چاند اور یورانس کو چھ چاند بوجہ اس کے کہ آفتاب سے بہت دور ہیں عنایت
ہوئے ہیں پھر آفتاب جو ان سب سیاروں کا مرکز ہے اس کی بڑائی اس قدر ہے کہ وہ
اکیلا ہماری زمین سے تیرہ لاکھ حصے بڑا ہے اور زمین سے نو کروڑ پچیس لاکھ میل بُعد
رکھتا ہے۔ اگر آفتاب کی قدر کو برابر ایک گھڑے کے سمجھو تو زمین کی قدر ایک مٹر کے برابر
ہوگی۔ اگر آفتاب کے قریب سے توپ چھوڑی جاوے تو زمین تک اسکا گولہ انیس برس میں بھی
نہیں پہنچے گا۔ اب یہ سب سیارے اس آفتاب کے گرد پھرتے ہیں اور اس سے گرمی اور
روشنی حاصل کرتے ہیں۔ زمین کی حرکت اس قدر تیز ہے کہ ایک سو بیس گنا جلد توپ کے
گولے سے پھر رہی ہے اور اٹھاون ہزار میل ایک گھنٹے میں طے کرتی ہے۔ اسی طرح اور
تارے بھی اپنے اپنے مدار پر بڑی سرعت اور تیزی سے گھوم رہے ہیں، پھر آفتاب ان سب
بڑے بڑے جسموں کو لئے ہوئے معلوم نہیں کس کے گرد گھوم رہا ہے۔ اب سوا ان سیاروں

کے خود ہمارے نظام میں بڑے بڑے دمدار تارے ہیں جن کی عظمت پر خیال کرنے سے خدا کا خوف دل میں آجاتا ہے۔ ایک دُم دار تارے کی دُم دس کروڑ میل سے بھی زیادہ لمبی حساب کی گئی ہے۔ اور یہ دمدار تارے ایسے تیز رو ہیں کہ انکی تیز روی خیال سے باہر ہے۔ یہ آفتاب کے پاس آتے ہیں اور چکر کھاتے ہیں۔ پھر اپنے کج رو راستوں میں نہایت جلد چلے جاتے ہیں ۱۸۵۴ء میں ایک دمدار تارہ ایسا زمین کے نزدیک آگیا تھا کہ چاند اور زمین کے بیچ میں ہو گیا تھا اور چاند کو نظر سے چھپا دیا تھا، وہ دمدار تارہ جو ۱۸۶۱ء میں نمودار ہوا تھا زمین کے ایسا نزدیک آیا کہ زمین کی قوت جاذبہ نے اس کے چلنے پر اثر کیا تھا۔ اگر وہ دمدار ہماری اس زمین سے رگڑ کھا کر ایک صدمہ پہنچاتا تو زمین مع تمام سمندروں اور پہاڑوں کے پانی کی ایک بوند کی طرح یا پتھر کے ایک ٹکڑے کی طرح کسی زبردست اور بڑے تارے پر جا پڑتی لیکن وہ اپنی تیز روی سے مشتری کے چاندوں کے بیچ میں سے ہو کر نکل گیا۔ اگر ان چاندوں میں سے کہ وہ آپ نہایت تیز رو ہیں کسی کو اس تیز رو دمدار سے ٹکر لگ جاتی تو ایک یا دونوں ٹوٹ جاتے پر خدا کی نظر اپنی سب مخلوقات پر ہے اور وہ سب کی نگہبانی اور حفاظت کرتا ہے۔ اب یہ سارا ہمارا نظام شمسی مع اپنے سب سیاروں اور دمدار ستاروں وغیرہ کے خدا کی اُن مصنوعات کے مقابلے میں جو آسمان پر بکثرت معلوم ہوتی ہیں بے قدر ہے اس لئے کہ یہ جو سب تارے صدہا ہزارہا آسمان پر چمکتے نظر آتے ہیں۔ ہر ایک ان میں سے بمنزلہ ایک آفتاب کے ہے اور اسی طور پر ہر ایک کو اُن میں سے سیارے عنایت ہوئے ہیں پس کیا کیا عجب قدرت خدا کی ہے رات کو آسمان کی طرف دیکھ کر غور کرو کہ جتنے ستارے دوربین سے نظر آتے ہیں وہ آٹھ کروڑ ہیں۔ اُن میں سے ایک ایک اس آفتاب کی مانند روشن ہے اور خیال میں یوں آتا ہے کہ ایک ایک ان میں سے اس آفتاب کے موافق اپنے اپنے جلو میں سیاروں کو رکھتا ہے اور اُن کو گرمی اور روشنی دیتا ہے اسی لئے شہنشاہ بے پرواہ قادر مطلق سچے خداوند کی قدرت انسان کے فہم اور ادراک اور قیاس کو پریشان کرتی ہے کہ وہ ہر وقت اور ہر لحظہ زمین اور دُمدار ستاروں اور سیاروں اور لاکھوں کروڑوں آفتابوں سیاروں کی حفاظت کرتا ہے اور اپنی بے انتہا قدرت اور اختیار سے ان بے شمار عالموں کو اپنے مقررہ راہوں پر چلاتا ہے اور ایک سے دوسرے کو لڑنے اور ٹکر کھانے نہیں دیتا۔ پھر ان ثوابت کا بُعد زمین سے اس قدر دور ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا۔ کوئی آدمی اُنکے بُعد کا حساب نہیں کرسکتا۔ ستر لاکھ برس میں جتنی دور توپ کا گولہ جاوے گا، نزدیک ترین ستارہ اس سے بھی زیادہ دور ہے پھر کون جستجو کر کے اللہ کی قدرت کو پا سکتا ہے اور کون خدا کے کمالات کو دریافت کرسکتا ہے۔ اب ایسے خداوند عظیم الشان کے جلال اور بزرگی کے سامنے انسان کا کیا رتبہ ہے جو اس کی ایک ادنیٰ

مخلوق یعنی زمین کا کیڑا ہے اور وہ کس منہ سے خدائی کا دعویٰ کرتا ہے یا جھاڑ پہاڑ یا دریا یا چاند یا سورج یا آدمی یا جن یا قبر یا ولی یا نبی کی پرستش کرتا ہے اور اپنے ایسے خداوند عظیم الشان کی طرف اپنے دل کو متوجہ نہیں کرتا اور اس کو چھوڑ کر اوروں سے مدد چاہتا ہے اور اوروں سے اپنی حاجتیں مانگتا ہے لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ بَرَكَةٍ اِلَّا اَصْبَحَ فَرِیْقٌ مِّنَ النَّاسِ بِهَا كٰفِرِیْنَ یُنْزِلُ اللّٰهُ الْغَیْثَ فَیَقُوْلُوْنَ الْكَوْكَبُ كَذَا وَكَذَا وَفِیْ حَدِیْثِ الْمُرَادِیِّ بِكَوْكَبِ كَذَا وَكَذَا

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ نے آسمان سے کوئی برکت نہیں اتاری مگر صبح کو ایک فرقہ اسکا انکار کرنے لگا۔ اللہ پانی برساتا ہے یہ لوگ کہتے ہیں فلاں فلاں تارہ (نکلا یا ڈوبا اس کی وجہ سے پانی برسا) یا فلاں تارے کے سبب سے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مُطِرَ النَّاسُ عَلٰى عَهْدِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَصْبَحَ مِنَ النَّاسِ شَاكِرٌ وَّمِنْهُمْ كَافِرٌ قَالُوْا هٰذِهٖ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَقَدْ صَدَقَ نَوْءُ كَذَا وَكَذَا قَالَ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ فَلَاۤ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ○ حَتّٰى بَلَغَ وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ○

ترجمہ۔ ابن عباس رضؓ سے روایت ہے پانی پڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں تو آپ نے فرمایا صبح کی لوگوں نے بعضوں نے شکر پر اور بعضوں نے کفر پر تو جنہوں نے شکر پر کی انہوں نے کہا یہ اللہ کی رحمت ہے اور جنہوں نے کفر کیا انہوں نے کہا فلانے نور فلانے نور سچ ہوئے پھر یہ آیت اتری فَلَاۤ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ اخیر تک۔

فائدہ۔ یعنی میں قسم کھاتا ہوں تارے ڈوبنے کی یا نکلنے کی۔ اور یہ قسم اگر سمجھو تو بڑی قسم ہے اخیر تک یہاں تک کہ فرمایا کہ تم اپنا حصہ بھی لیتے ہو کہ جھٹلاتے ہو۔ شیخ ابوعمرو نے کہا یہ مقصود نہیں کہ سب آیتیں نور کے باب میں اتریں کیونکہ تفسیر اس کا انکار کرتی ہے بلکہ یہ آیت وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ○ نور کے باب میں اتری اور باقی اور باب میں۔ اور ابن عباس رضؓ سے ایک روایت میں صرف یہی آیت مذکور ہے اور اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ تم اپنا شکر یا اپنے رزق کا شکر یا اپنا حصہ بھی لیتے ہو کہ جھٹلاتے ہو خدا کی رحمت کو، اور نسبت کرتے ہو روزی کی تاروں کی طرف۔

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ حُبَّ الْأَنْصَارِ وَعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ مِنَ الْإِيمَانِ وَعَلَامَاتِهِ وَبُغْضَهُمْ مِنْ عَلَامَاتِ النِّفَاقِ

انصار اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے محبت رکھنا ایمان میں داخل ہے اور ان سے بغض رکھنا نفاق کی نشانی ہے

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ آيَةُ الْمُنَافِقِ بُغْضُ الْأَنْصَارِ وَآيَةُ الْمُؤْمِنِ حُبُّ الْأَنْصَارِ

ترجمہ۔ انسؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا منافق کی نشانی یہ ہے کہ انصار سے دشمنی رکھے اور مومن کی نشانی یہ ہے کہ انصار سے محبت رکھے۔

فائدہ۔ کیونکہ انصار وہ لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینہ میں بلوایا پھر ہر طرح سے آپ کی مدد کی گویا اسلام کو جمانے والے اور قائم کرنے والے انصار ہی ہیں تو ان سے محبت رکھنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ حُبُّ الْأَنْصَارِ آيَةُ الْإِيمَانِ وَبُغْضُهُمْ آيَةُ النِّفَاقِ

ترجمہ۔ انسؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انصار سے محبت رکھنا ایمان کی نشانی ہے اور ان سے دشمنی رکھنا نفاق کی نشانی ہے

عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْأَنْصَارِ لَا يُحِبُّهُمْ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يُبْغِضُهُمْ إِلَّا مُنَافِقٌ مَنْ أَحَبَّهُمْ أَحَبَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ أَبْغَضَهُ اللّٰهُ قَالَ شُعْبَةُ قُلْتُ لِعَدِيٍّ سَمِعْتَهُ مِنَ الْبَرَاءِ قَالَ إِيَّايَ حَدَّثَ

ترجمہ۔ عدی بن ثابت سے روایت ہے میں نے براء بن عازب سے سنا وہ حدیث بیان کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ فرماتے تھے انصار کے باب میں کہ ان کا دوست مومن ہے اور ان کا دشمن منافق ہے اور جس نے ان سے محبت کی اللہ اس سے محبت کریگا اور جس نے ان سے دشمنی کی اللہ اس سے دشمنی کرے گا۔ شعبہ نے کہا میں نے عدی سے پوچھا تم نے یہ حدیث براء سے سنی۔ انہوں نے کہا براء نے مجھی سے یہ حدیث بیان کی۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُبْغِضُ الْأَنْصَارَ رَجُلٌ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

ترجمہ۔ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انصار سے کبھی دشمنی نہ کرے گا وہ شخص جو ایمان رکھتا ہے اللہ پر اور قیامت پر۔

عَنْ اَبِی سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُبْغِضُ الْاَنْصَارَ رَجُلٌ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ

ترجمہ۔ وہی ہے جو اوپر گذرا۔ پر یہ روایت ابو سعیدؓ سے ہے۔

عَنْ زِرٍّ قَالَ قَالَ عَلِیٌّ رض وَالَّذِیْ فَلَقَ الْحَبَّۃَ وَبَرَءَ النَّسَمَۃَ اِنَّہٗ لَعَھْدُ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِلَیَّ اَنْ لَّا یُحِبَّنِیْ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَّلَا یُبْغِضَنِیْ اِلَّا مُنَافِقٌ

ترجمہ۔ زر بن حبیش اسدی کوفی جو ایک سو بیس[120] یا تیس[130] یا ستائیس[127] برس کا ہو کر مرا اور اس نے جاہلیت کا زمانہ دیکھا تھا) نے کہا حضرت علیؓ نے فرمایا قسم ہے اس کی جس نے دانہ چیرا (پھر اس سے گھاس اُگائی) اور جان بنائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے عہد کیا تھا کہ نہیں محبت رکھے گا مجھ سے مگر مومن۔ اور نہیں دشمنی رکھے گا مجھ سے مگر منافق۔

فائدہ۔ حضرت علی رضہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی اور آپ کے داماد تھے اور بچپن ہی سے ایمان لائے تھے اور آپ ان سے بہت محبت رکھتے تھے جب بڑے ہوئے تو بہت مدد کی انہوں نے آپ کی اور لڑائیوں میں بڑی بہادری اور جاں بازی کی اور سخت کافروں کو مارا تو اُن کا احسان ہر ایک مسلمان پر ہے اور ہر ایک مسلمان کو اُن سے محبت رکھنا ضروری ہے۔

بَابُ بَیَانِ نُقْصَانِ الْاِیْمَانِ بِنَقْصِ الطَّاعَاتِ وَبَیَانِ اِطْلَاقِ لَفْظِ الْکُفْرِ عَلٰی غَیْرِ الْکُفْرِ بِاللّٰہِ تَعَالٰی کَکُفْرِ النِّعْمَۃِ وَالْحُقُوْقِ

عبادت کی کمی سے ایمان کا گھٹنا اور ناشکری اور احسان فراموشی کو کفر کہنا

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ یَا مَعْشَرَ النِّسَآءِ تَصَدَّقْنَ وَاَکْثِرْنَ الْاِسْتِغْفَارَ فَاِنِّیْ رَاَیْتُکُنَّ اَکْثَرَ اَھْلِ النَّارِ فَقَالَتِ امْرَاَۃٌ مِّنْھُنَّ جَزْلَۃٌ وَّمَا لَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَکْثَرَ اَھْلِ النَّارِ قَالَ تُکْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَکْفُرْنَ الْعَشِیْرَ مَا رَاَیْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَّدِیْنٍ اَغْلَبَ لِذِیْ

ترجمہ۔ عبداللہ بن عمر رضہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے عورتوں کی جماعت تم صدقہ دو اور استغفار کرو کیونکہ میں نے دیکھا اکثر جہنم میں عورتیں ہیں۔ ایک عقل مند عورت بولی یا رسول اللہ! کیا سبب؟ عورتیں کیوں زیادہ ہیں جہنم میں؟ آپ نے فرمایا وہ لعنت بہت کرتی ہیں اور خاوند کی ناشکری کرتی ہیں میں نے عقل اور دین میں کم اور عقل مند کو بے عقل کرنے والی تم سے زیادہ

لُبِّ مِنْكُنَّ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا نُقْصَانُ الْعَقْلِ وَالدِّيْنِ قَالَ أَمَّا نُقْصَانُ الْعَقْلِ فَشَهَادَةُ امْرَأَتَيْنِ تَعْدِلُ شَهَادَةَ رَجُلٍ فَهٰذَا النُّقْصَانُ الْعَقْلِ وَتَمْكُثُ اللَّيَالِيَ مَا تُصَلِّيْ وَتُفْطِرُ فِيْ رَمَضَانَ فَهٰذَا النُّقْصَانُ الدِّيْنِ

کسی کو نہ دیکھا۔ وہ عورت بولی ہماری عقل اور دین میں کیا کمی ہے؟ آپ نے فرمایا عقل کی کمی تو اس سے معلوم ہوتی ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے اور دین کمی یہ ہے کہ عورت کئی دن تک (ہر مہینے میں) نماز نہیں پڑھتی (حیض کی وجہ سے) اور رمضان میں روزے نہیں رکھتی (حیض کے دنوں میں)۔

فائدہ۔ نووی نے کہا اس حدیث سے بہت سی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایک تو ترغیب صدقہ اور نیک کاموں کی اور استغفار بہت کرنے کی۔ دوسرے یہ کہ نیکیوں سے گناہ مٹ جاتے ہیں جیسے قرآن سے ثابت ہے۔ تیسری یہ کہ خاوند کی ناشکری اور احسان فراموشی بڑا گناہ ہے اور جہنم کا وعدہ اسی گناہ میں ہوتا ہے جو کبیرہ ہو۔ چوتھی یہ کہ لعنت کرنا بھی ایک گناہ ہے مگر کبیرہ نہیں کیونکہ آپ نے فرمایا وہ لعنت بہت کرتی ہیں اور صغیرہ کو بہت کرنا کبیرہ ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مسلمان پر لعنت کرنا اسکو قتل کرنے کے برابر ہے۔ اور اتفاق کیا ہے علماء نے لعنت کے حرام ہونے پر۔ اور لعنت کہتے ہیں لغت میں دُور کر دینے اور نکال دینے کو اور شرع میں اللہ کی رحمت سے دور کرنے کو، تو درست نہیں ہے یہ بات کہ دور کریں اللہ کی رحمت سے کسی کو جب تک اسکا حال اور اُس کے خاتمہ کا حال یقیناً معلوم نہ ہو اس لئے علماء نے کہا ہے کہ کسی شخص خاص پر لعنت کرنا خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر درست نہیں یہاں تک کہ جانور پر بھی جب تک دلیل شرعی سے یہ بات معلوم نہ ہو کہ وہ کفر پر مرا ہے یا کفر پر مرے گا جیسے ابوجہل یا ابلیس، لیکن لعنت کرنا اوصاف کے ساتھ تو حرام نہیں ہے خود حدیث میں لعنت آئی ہے اُس عورت پر جو بال جوڑے یا جوڑواوے گودنا گودے یا گدواوے، سُود کھانے والے پر، کھلانے والے پر، تصویر بنانے والوں پر، ظالموں پر، فاسقوں پر، کافروں پر، جو زمین کی نشانی میٹے، اُس پر جو غلام اپنے مالک کے سوا اور کسی کو مالک بناوے جو اپنے باپ کے سوا اور کسی کو باپ بناوے جو اسلام میں بدعت نکالے یا بدعتی کی مدد کرے وغیرہ وغیرہ بہت لوگوں پر۔ پانچویں یہ کہ کفر کا اطلاق سوا کفر شرعی کے ناشکری و احسان فراموشی پر بھی ہوتا ہے چھٹی یہ کہ ایمان میں زیادتی اور کمی ہوتی ہے۔ ساتویں یہ کہ امام اور حاکم کو نصیحت کرنا اپنی رعایا کو اور اُن کو ڈرانا گناہوں سے، رغبت دلانا عبادتوں کی درست ہے۔ آٹھویں یہ کہ شاگرد کو اُستاد اور رعیت کو امام سے پوچھنا اور سوال کرنا درست ہے جب اس کی سمجھ میں کوئی بات نہ آوے۔ نویں یہ کہ صرف رمضان کا لفظ کہنا درست ہے، ماہ رمضان یا شہر رمضان کہنا ضروری نہیں۔ امام عبداللہ مازری نے کہا یہ جو عورتوں کی عقل کی کمی انکی گواہی

سے نکالی۔ یہ اشارہ ہے اس آیت کی طرف اَنۡ تَضِلَّ اِحۡدٰىهُمَا آخیر تک یعنی اگر ایک عورت بھول جاوے تو دوسری اس کو یاد دلاوے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں میں ضبط اور حفظ کم ہے۔ اور اختلاف کیا ہے لوگوں نے عقل میں۔ بعضوں نے کہا عقل علم کو کہتے ہیں اور بعضوں نے کہا علم ضروریہ کو اور بعضوں نے کہا عقل ایک قوت ہے جس کی وجہ سے تمیز ہوتی ہے معلومات کی حقائق میں۔ اور عقل کی حقیقت اور اس کے اقسام میں بہت اختلاف ہے جو مشہور ہے اور کوئی حاجت اُس کے بیان کرنے کی اس مقام پر نہیں ہے پھر اختلاف کیا ہے لوگوں نے عقل کی جگہ میں۔ متکلمین نے کہا کہ عقل کی جگہ دل ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ عقل کی جگہ دماغ ہے۔

مترجم کہتا ہے کہ حال کے حکیموں نے بہت دلائل سے یہ بات ثابت کی ہے کہ عقل اور تمام قوائے مدرکہ کا ظرف دماغ ہے۔ اور جس شخص کو یہ دلائل دیکھنا ہو وہ حکمت کی کتابوں کی طرف رجوع کرے اور عمدہ معنی عقل کا یہ ہے کہ بوجہ مختلف تجارب اور واقعات کے جو قوت مدرکہ کو ایک حالت حاصل ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ تمیز کر لیتا ہے بُرے اور بھلے صحیح اور فاسد میں۔

پھر امام نووی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو عورتوں کے دین کی کمی حیض کے دنوں میں نماز نہ پڑھنی اور روزہ نہ رکھنے سے بیان کی۔ اس کو بعض لوگوں نے مشکل سمجھا ہے حالانکہ یہ مشکل نہیں کیونکہ دین اور اسلام اور ایمان کا ایک ہی معنی ہے اور عبادات کو ایمان اور دین کہتے ہیں۔ اور جب یہ ثابت ہوا تو جس کی عبادات زیادہ ہیں اسکا ایمان اور دین بھی زیادہ ہے اور جس کی عبادات کم ہیں اسکا دین اور ایمان بھی کم ہے پھر نقصان دین کا کبھی تو اس طرح ہوتا ہے کہ انسان اس کی وجہ سے گنہگار ہوتا ہے جیسے کوئی نماز یا روزہ ترک کرے بغیر عذر کے اور کبھی اس طرح ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے گنہگار ہو جیسے کوئی جہاد یا جمعہ ترک کرے کسی عذر سے اور کبھی اس طرح ہوتا ہے کہ وہ مکلف ہو اس کے ساتھ جیسے حائضہ روزہ یا نماز ترک کرے۔ اگر کوئی کہے حائضہ جب معذور ہے تو چاہئے کہ حیض کی حالت میں اس کو نماز کا ثواب ہو اگرچہ وہ اس کو قضا نہیں کرتی جیسے مریض یا مسافر کو نوافل کا جن کو وہ حالت صحت اور اقامت میں ادا کرتے تھے ثواب ہوتا ہے تو جواب اسکا یہ ہے کہ ظاہر حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حائضہ کو ثواب نہ ہوگا۔ اور فرق یہ ہے کہ مریض اور مسافر نوافل کو بہ نیت دوام ادا کرتے تھے اور انکے لائق ہیں برخلاف حائضہ کے اس کی تو نیت بھی یہی ہے کہ حیض کی حالت میں نماز ترک کریگی بلکہ نماز کی نیت حیض کی حالت میں حرام ہے تو حائضہ کی نظیر وہ مریض یا مسافر ہے جو بعض وقت نوافل ادا کرتا تھا اور بعض وقت نہیں ایسے مریض یا مسافر کو نوافل کا ثواب نہ ملے گا اپنے مرض یا سفر میں جب وہ اُن کو ادا نہ کرے

انتہیٰ ما قال النووی۔

بَابُ بَيَانِ إِطْلَاقِ اسْمِ الْكُفْرِ عَلٰى مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ

جو شخص نماز ترک کرے اس کے کفر کا بیان

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ إِذَا قَرَأَ ابْنُ اٰدَمَ السَّجْدَةَ فَسَجَدَ اعْتَزَلَ الشَّيْطَانُ يَبْكِيْ يَقُوْلُ يَا وَيْلَهٗ وَفِيْ رِوَايَةِ أَبِيْ كُرَيْبٍ يَا وَيْلِيْ أُمِرَ ابْنُ اٰدَمَ بِالسُّجُوْدِ فَسَجَدَ فَلَهُ الْجَنَّةُ وَأُمِرْتُ بِالسُّجُوْدِ فَأَبَيْتُ فَلِيَ النَّارُ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَعَصَيْتُ فَلِيَ النَّارُ

ترجمہ۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب آدمی سجدہ کی آیت پڑھتا ہے پھر سجدہ کرتا ہے تو شیطان روتا ہوا ایک طرف چلا جاتا ہے اور کہتا ہے خرابی ہو اسکی یا خرابی ہو میری، آدمی کو سجدہ کا حکم ہوا اس نے سجدہ کیا اب اسکو جنت ملے گی اور مجھے سجدہ کا حکم ہوا میں نے انکار کیا یا نافرمانی کی میرے لئے جہنم ہے۔

فائدہ۔ نووی نے کہا امام مسلم کا مقصود اس حدیث کے ذکر کرنے سے یہ ہے کہ بعضے افعال کے ترک سے کفر ہو جاتا ہے یا حقیقتاً یا برائے نام اور شیطان کا کفر سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے ماخوذ ہے اس آیت سے وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا إِلَّآ إِبْلِيْسَ أَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ○ یعنی یاد کر اس وقت کو جب ہم نے کہا فرشتوں سے سجدہ کرو آدم کو پھر سجدہ کیا انہوں نے۔ پھر ابلیس نے نہ مانا اور غرور کیا اور وہ تھا کافروں سے۔ جمہور علماء نے یہ کہا ہے اسکا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں وہ کافر تھا۔ اور بعض نے کہا کَانَ بمعنی صار ہے یعنی ہو گیا کافروں میں سے وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ○

عَنْ جَابِرٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ

ترجمہ۔ جابرؓ سے روایت ہے میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ فرماتے تھے آدمی اور شرک اور کفر کے بیچ میں نماز کا ترک ہے۔[1]

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ

ترجمہ وہی ہے جو اوپر گذرا۔

فائدہ۔ نووی نے کہا حدیث کا معنے یہ ہے کہ کفر سے مانع نماز کا ترک نہ کرنا ہے پھر جب نماز کو ترک کیا تو بندہ اور شرک اور کفر کے بیچ میں کوئی روک نہ رہی اور شرک و کفر ایک ہی

[1] تفصیل کے لئے رسالہ بے نماز مصنفہ حضرت مولانا الحافظ الحاج ابو محمد عبدالستار صاحب امام جماعت

اور کبھی شرک خاص کی جاتی ہے۔ بت پرستوں سے تو کفر عام ہوگا شرک سے اور جو شخص نماز کو ترک کرے اس کی فرضیت کا انکار کر کے وہ تو کافر ہے باجماع اہل اسلام اور ملت اسلام سے خارج ہے لیکن اُس صورت میں جب وہ نومسلم ہو اور ارکان اسلام سے واقف نہو تو کافر نہ ہوگا۔ اور جو شخص نماز کو ترک نہ کرے سُستی اور کاہلی سے اس کو فرض جان کر تو اس کے باب میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام مالک اور شافعی اور جمہور سلف اور خلف کا یہ قول ہے کہ وہ کافر نہ ہوگا بلکہ فاسق ہوگا، اس سے توبہ کرائی جاوے گی۔ پھر اگر وہ توبہ کرے اور نماز پڑھنے لگے تو خیر ورنہ اس کو قتل کر دیں گے حدًّا جیسے زانی محصن کو سنگسار کرتے ہیں پر تارک الصلوٰۃ کو تلوار سے قتل کریں گے اور ایک جماعت سلف کا یہ قول ہے کہ وہ کافر ہو جاوے گا۔ اور یہی منقول ہے حضرت علیؓ سے اور یہی مروی ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے اور اسی طرف گئے ہیں عبداللہ بن مبارک اور اسحاق بن راہویہ۔ السراج الوہاج میں ہے کہ ظاہر حدیث اس مذہب کی تائید کرتی ہے اور اسی کو ثابت کیا ہے علمائے حدیث نے اور علامہ ابن قیم کی ایک جدا کتاب ہے اس باب میں جس میں انہوں نے مخالفوں کی سب دلیلوں کا جواب دیا ہے اور امام شوکانی نے السیل الجرار میں اسی کو اختیار کیا ہے اور حاصل یہ ہے کہ جو کوئی قصدًا نماز ترک کرے وہ قتل کے لائق ہو گیا۔ اور مسلمانوں کے حاکم پر واجب ہے اسکو قتل کرنا۔ اور اس سے کہا جاوے گا نماز پڑھ۔ پھر اگر اس نے انکار کیا تو فورًا قتل کیا جاویگا اور کوئی ضرورت نہیں کہ مہلت دی جاوے اس کو تین روز کی بلکہ انکار کرتے ہیں اس کو قتل کرینگے اور میں نے اس کو تفصیل سے بیان کیا ہدایۃ السائل میں انتہی۔ نووی نے کہا ابو حنیفہؒ اور ایک جماعت کا اہل کوفہ میں سے یہ قول ہے کہ وہ کافر نہ ہوگا اور نہ قتل کیا جاویگا بلکہ اس کو سزا دیں گے اور قید کریں گے یہاں تک کہ نماز پڑھے۔ اور جو شخص کفر کا قائل ہوا ہے اس کی دلیل ظاہر حدیث ہے اور جس نے کہا کہ اس کو قتل نہ کریں اس کی دلیل وہ حدیث ہے کہ نہیں حلال ہے مسلمان کا خون مگر ایک بات سے تین باتوں میں سے اور اس میں نماز کا ترک نہیں ہے اور جمہور نے جو کہا وہ کافر نہ ہوگا تو دلیل لاتے ہیں اس آیت سے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ یعنی اللہ نہیں بخشے گا مشرک کو اور بخش دے گا اُس کے سوا جسکو چاہے اور اس حدیث سے کہ جس نے لا الہ الا اللہ کہا وہ جنت میں جاوے گا۔ اور جو شخص مر جاوے لا الہ الا اللہ پر یقین رکھ کر وہ جنت میں جاویگا اور اسکو قتل کرنا چاہیئے اس کی دلیل یہ آیت ہے فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ یعنی اگر وہ توبہ کریں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں تو انکو چھوڑ دو یعنی جان بخشی کرو اور یہ حدیث ہے کہ مجھے حکم ہوا لوگوں سے لڑنے کا یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں۔ پھر جب وہ ایسا کریں تو بچا لیا انہوں نے اپنا خون اور مال اور اس حدیث سے

کی تاویل یہ کی ہے کہ بندہ نماز کے ترک سے مستحق ہوگا اس سزا کا جو کافر کو ہوتی ہے یعنی قتل کا یا حدیث محمول ہے اس پر کہ جو نماز کو ترک کرنا درست سمجھے یا اس کا انجام کفر ہے یا اس کا فعل کافروں کا سا ہے انتہیٰ۔

بَابُ بَيَانِ كَوْنِ الْإِيْمَانِ بِاللّٰهِ تَعَالٰى أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ

اللہ پر ایمان لانا سب کاموں سے بڑھ کر ہے

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ قَالَ إِيْمَانٌ بِاللّٰهِ قِيْلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قِيْلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ حَجٌّ مَّبْرُوْرٌ

ترجمہ۔ ابوہریرہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کون سا کام افضل ہے (یعنی سب سے بڑھ کر) آپ نے فرمایا اللہ پر ایمان لانا۔ پھر پوچھا گیا اس کے بعد کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جہاد کرنا اللہ کی راہ میں۔ پھر پوچھا گیا اس کے بعد کیا ہے؟ آپ نے فرمایا حج مبرور۔

فائدہ۔ نووی نے کہا حج مبرور وہ ہے جس میں کوئی گناہ نہ ہوا اور بعضوں نے کہا جو حج قبول ہو جاوے خدا کو یا جو صادق ہو خالصاً للہ ہو۔ پھر قبول ہونے کی نشانی یہ ہے کہ حج کے بعد نیک کام زیادہ کرے اور گناہوں سے بچتا رہے۔

عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ قَالَ الْإِيْمَانُ بِاللّٰهِ وَالْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِهِ قَالَ قُلْتُ أَيُّ الرِّقَابِ أَفْضَلُ قَالَ أَنْفَسُهَا عِنْدَ أَهْلِهَا وَأَكْثَرُهَا ثَمَنًا قَالَ قُلْتُ فَإِنْ لَّمْ أَفْعَلْ قَالَ تُعِيْنُ صَانِعًا أَوْ تَصْنَعُ لِأَخْرَقَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ إِنْ ضَعُفْتُ عَنْ بَعْضِ الْعَمَلِ قَالَ تَكُفُّ شَرَّكَ عَنِ النَّاسِ فَإِنَّهَا صَدَقَةٌ مِّنْكَ عَلٰى نَفْسِكَ

ترجمہ۔ ابوذر رض سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میں نے پوچھا کہ کونسا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ پر ایمان لانا اور جہاد کرنا اس کی راہ۔ میں نے کہا کونسا بردہ آزاد کرنا افضل ہے؟ آپ نے فرمایا جو بردہ اس کے مالک کو عمدہ معلوم ہو اور جس کی قیمت بھاری ہو۔ میں نے کہا اگر میں یہ نہ کر سکوں۔ آپ نے فرمایا تو مدد کر کسی صانع کی یا مزدوری کر اس کے لئے جو بے ہنر ہو۔ (یعنی کوئی کام اور پیشہ نہ جانتا ہو اور روٹی کا محتاج ہو) میں نے کہا یا رسول اللہ اگر خود میں ناتواں ہوں یعنی کام نہ کر سکوں یا کوئی کسب نہ کر سکوں۔ آپ نے فرمایا تو کسی سے برائی نہ کر یہی تیرا صدقہ ہے اپنے نفس پر۔

فائدہ۔ میں نے پوچھا کونسا عمل افضل ہے۔ آپ نے فرمایا ایمان لانا اللہ پر۔ اس سے

معلوم ہوا کہ عمل کا اطلاق ایمان پر بھی ہوتا ہے اور مراد اس سے وہ ایمان ہے جس کے سبب سے آدمی مسلمان ہوتا ہے اور وہ دل سے یقین کرتا ہے اور زبان سے کہتا ہے شہادتین کا تو یقین دل کا عمل ہے اور کہنا زبان کا عمل اور یہاں ایمان میں اور اعمال داخل نہیں ہیں جیسے نماز روزہ، حج، جہاد وغیرہ کیونکہ ان کو آگے بیان کیا ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان اعمال کو ایمان نہ کہیں (السراج الوہاج)

پوچھا گیا کون سا بردہ آزاد کرنا افضل ہے۔ فرمایا جو بردہ اس کے مالک کو عمدہ معلوم ہو یہ جب ہے کہ ایک ہی بردہ آزاد کرنا چاہے اور جو اس کے پاس کچھ روپیہ ہوں اور ان کے بدلے دو بُردے اُسے مل سکتے ہوں پر اعلیٰ بردہ ایک ہی آتا ہو تو دو گھٹیا کو لے کر آزاد کرنا افضل ہے ایک عمدہ کے آزاد کرنے سے۔ اور یہ قربانی کے خلاف ہے قربانی میں ایک موٹی تازی بکری دو دبلی بکریوں سے بہتر ہے (السراج الوہاج)

کہا گیا اگر میں یہ نہ کر سکوں؟ فرمایا تو مدد کر کسی صانع کی۔ السراج الوہاج میں ہے کہ بعضے نسخوں میں بجائے صانع کے صائغ ہے یعنی گلانے والا اور بعضے نسخوں میں ضائع ہے مگر صحیح صانع ہے صاد مہملہ سے، جس صورت میں صانع ہو صاد مہملہ اور نون سے تو معنی یہ ہوں گے کہ مدد کر کسی کاریگر کی جو ہاتھ سے محنت اور مزدوری کرتا ہو جیسے بڑھئی یا لوہار یا درزی وغیرہ کیونکہ یہ کمائیاں حلال ہیں اور مراد وہ پیشہ والا ہے جس کو اس کی کمائی بس نہ ہوتی ہو اور اس کے بال بچے بہت ہوں جن کی پرورش اس کی کمائی میں دشوار ہو تو اس کی مدد کرنا بڑا ثواب ہے۔ اور جس صورت میں ضائع ہو ضاد معجمہ سے تو وہ ضیاع سے جس کے معنے عیال کے ہیں یعنی جو عیال دار ہو اور مفلس ہو اس کی مدد کر اور جس صورت میں صائغ ہو صاد مہملہ اور غین معجمہ سے تو معنی نہیں بنتے کیونکہ صائغ سونے چاندی کے گلانے والے کو کہیں گے۔ پھر اس کی خصوصیت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اور امام نووی نے اس مقام پر دو ہی لفظوں کو نقل کیا ہے ایک صانع صاد مہملہ اور نون سے اور دوسرے ضائع ضاد معجمہ اور عین مہملہ سے۔ پھر یہ کہا کہ صحیح علماء کے نزدیک صانع صاد مہملہ اور نون سے اور قرینہ اس پر یہ ہے کہ مقابلہ کیا اس کا اخرق سے۔ اور اخرق اسے کہتے ہیں جیسے کوئی ہنر اور پیشہ نہ آتا ہو اور ابن طاہر نے مجمع البحار میں بھی صرف دو لفظوں کو نقل کیا ہے۔ پھر یہ کہا ہے کہ بعضوں نے صانع صاد مہملہ اور نون سے صحیح کہا ہے تو معلوم نہیں کہ السراج الوہاج میں تیسرا لفظ صائغ صاد مہملہ اور غین معجمہ سے کہاں سے نقل کیا ہے اور شاید یہ سہو ہو واللہ اعلم۔

یہ جو فرمایا کسی سے برائی نہ کر یہی تیرا صدقہ ہے اپنے نفس پر یعنی جیسے صدقہ دینے سے دوسرے کو فائدہ حاصل ہوتا ہے اسی طرح برائی نہ کرنے سے نفس کو فائدہ حاصل ہوتا ہے دنیا میں آرام ملتا ہے اور آخرت میں ثواب ملے گا۔

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بِنَحْوِہٖ غَیْرَ اَنَّہٗ قَالَ فَتُعِیْنُ الصَّانِعَ اَوْ تَصْنَعُ لِاَخْرَقَ

ترجمہ۔ ابوذرؓ سے دوسری روایت بھی ایسی ہی ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ قَالَ الصَّلٰوۃُ لِوَقْتِہَا قَالَ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ بِرُّ الْوَالِدَیْنِ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ الْجِہَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَمَا تَرَکْتُ اَسْتَزِیْدُہٗ اِلَّا اِرْعَاءً عَلَیْہِ

ترجمہ۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کونسا کام افضل ہے (یعنی سب سے بڑھ کر ہے ثواب میں) آپ نے فرمایا نماز پڑھنا اپنے وقت پر۔ میں نے کہا پھر کونسا؟ آپ نے فرمایا نیکی کرنا ماں باپ سے (یعنی ان کو خوش اور راضی رکھنا اور ان کے ساتھ احسان کرنا اور ان کے دوستوں کے ساتھ بھی سلوک کرنا) میں نے کہا پھر کونسا؟ آپ نے فرمایا جہاد کرنا اللہ کی راہ میں۔ پھر میں نے زیادہ پوچھنا چھوڑ دیا آپ کی رعایت کر کے (تاکہ آپ پر بار نہ گذرے)

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قُلْتُ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَقْرَبُ اِلَی الْجَنَّۃِ قَالَ الصَّلٰوۃُ عَلٰی مَوَاقِیْتِہَا قُلْتُ وَمَاذَا یَا نَبِیَّ اللّٰہِ قَالَ بِرُّ الْوَالِدَیْنِ قُلْتُ وَمَاذَا یَا نَبِیَّ اللّٰہِ قَالَ الْجِہَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ

ترجمہ۔ عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے میں نے کہا اے نبی اللہ کے کونسا کام زیادہ نزدیک کرتا ہے جنت سے۔ آپ نے فرمایا نماز پڑھنا اپنے وقت پر یعنی اول وقت۔ میں نے کہا اور کیا اے نبی اللہ کے آپ نے فرمایا نیکی کرنا ماں باپ سے۔ میں نے اور کیا اے نبی اللہ کے؟ آپ نے فرمایا جہاد کرنا اللہ کی راہ میں

عَنْ اَبِیْ عَمْرٍو الشَّیْبَانِیِّ قَالَ حَدَّثَنِیْ صَاحِبُ ہٰذِہِ الدَّارِ وَاَشَارَ اِلٰی دَارِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ قَالَ الصَّلٰوۃُ عَلٰی وَقْتِہَا قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَیْنِ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ ثُمَّ الْجِہَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ قَالَ حَدَّثَنِیْ بِہِنَّ وَلَوِ اسْتَزَدْتُّہٗ لَزَادَنِیْ

ترجمہ۔ ابو عمرو شیبانی سے روایت ہے۔ مجھ سے بیان کیا اس گھر والے نے اور اشارہ کیا عبداللہ بن مسعودؓ کے گھر کی طرف۔ کہا پوچھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کونسا کام بہت پسند ہے اللہ تعالےٰ کو آپ نے فرمایا نماز پڑھنا اپنے وقت پر۔ میں نے کہا پھر کونسا؟ آپ نے فرمایا نیکی کرنا ماں باپ سے۔ میں نے کہا پھر کونسا؟ آپ نے فرمایا جہاد کرنا اللہ کی راہ میں۔ بیان کیا آپ نے ان کاموں کو اور جو میں زیادہ پوچھتا تو آپ اور زیادہ بتلاتے۔

عَنْ شُعْبَۃَ بِہٰذَا الْاِسْنَادِ وَمِثْلَہٗ وَ

ترجمہ۔ دوسری روایت بھی ایسی ہے اس میں یہ ہے کہ

وَزَادَ وَاَشَارَ اِلٰی دَارِ عَبْدِ اللّٰہِ وَمَا سَمَّاہُ لَنَا

ابو عمرو شیبانی نے اشارہ کیا عبداللہ بن مسعود کے گھر کی طرف اور ان کا نام نہ لیا۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ اَوِ الْعَمَلِ الصَّلٰوۃُ لِوَقْتِہَا وَبِرُّ الْوَالِدَیْنِ

ترجمہ۔ عبداللہ بن مسعود رضؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سب کاموں سے بڑھ کر یا سب سے بڑھ کر کام نماز پڑھنا ہے اپنے وقت پر اور نیکی کرنا ہے ماں باپ سے۔

فائدہ۔ نووی نے کہا اس مقام پر ایک اشکال ہے وہ یہ ہے کہ بعضی روایتوں میں سب سے افضل ایمان کو قرار دیا پھر جہاد کو پھر حج کو اور بعض میں ایمان اور جہاد کو اور نماز کو پھر ماں باپ سے سلوک کرنے کو پھر جہاد کو اور بعض میں کھانا کھلانے اور ہر ایک کو سلام کرنے اور بعض میں اپنی زبان اور ہاتھ سے مسلمانوں کو بچانے کو اور بعض میں قرآن سیکھنے اور سکھانے کو اور اس کے مثل بہت ہی صحیح حدیثوں میں مذکور ہے تو اختلاف کیا ہے علماء نے کہ کیونکر جمع ہوگا ان اختلافوں کا۔ حلیمی نے قفال شاشی کبیر سے نقل کیا کہ دو طرح سے جمع ہو سکتا ہے، ایک تو یہ کہ یہ اختلاف باعتبار اختلاف احوال اور اشخاص کے سبب ہے۔ اور کبھی کہتے ہیں یہ بات سب سے بہتر ہے اور یہ مراد نہیں ہوتی کہ ہر طرح یا ہر شخص کیلئے بہتر ہے۔ اور دلیل اس کی یہ ہے کہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے حج نہیں کیا اس کیلئے حج چالیس جہاد سے بہتر ہے اور جس نے جہاد نہیں کیا اس کے لئے ایک جہاد چالیس حج سے بہتر ہے۔ دوسری یہ کہ افضل الاعمال کے پہلے مِنْ کا لفظ محذوف ہو تو ترجمہ یہ ہوگا کہ افضل کاموں میں سے ایمان ہے اور جہاد ہے اس صورت میں کوئی اشکال نہیں جیسے کہتے ہیں فلاں شخص اُن میں کا عاقل ہے یا افضل ہے اور مراد یہ ہوتی ہے کہ ان کے عاقلوں یا افضلوں میں سے ہے اور ایسے ہی قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بہتر تم میں کا وہ ہے جو بہتر ہو اپنے گھر کے لوگوں کے لئے اور معلوم ہے یہ بات کہ گھر والوں کے لئے بہتر ہونے سے سب لوگوں سے بہتر نہیں ہو سکتا اور ایسے ہی لوگ کہتے ہیں سب سے زیادہ عالم سے نفرت کرنیوالے اس کے ہمسائے ہوتے ہیں حالانکہ ممکن ہے کہ اور کوئی شخص اس کے ہمسایوں سے بھی زیادہ اس کی پرواہ نہ رکھتا ہو، یہ کلام ہے قفال کا اس صورت میں ایمان سب سے افضل ہوگا اور باقی اعمال برابر ہونگے فضیلت میں۔ پر بعضے خاص صورتوں میں یا خاص شخصوں میں ایک عمل دوسرے سے فضیلت رکھے گا اور ثُمَّ کا لفظ جو بعضی روایتوں میں ہے اُس سے کسی ایک عمل کی دوسرے سے فضیلت میں مقصود نہیں بلکہ محض ترتیب ذکری کے لئے ہے جیسے ثُمَّ کَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ اور قاضی عیاض نے جمع کے لئے دو وجہیں بیان کی ہیں ایک تو وہی وجہ جو پہلے مذکور ہوئی انہوں نے کہا کہ جواب میں اختلاف بوجہ اختلاف احوال کے ہے تو بتلایا آپ نے

ہر ایک قوم کو وہ کام جو بہت ضروری تھا ان کے لئے یا جس کو انہوں نے حاصل نہیں کیا تھا یا پہچانا نہ تھا۔ دوسرے یہ کہ آپ نے مقدم کیا جہاد کو حج پر اس لئے کہ جہاد کی بہت ضرورت تھی اس زمانہ میں بوجہ شروع زمانہ اسلام کے اور صاحب تحریر نے ایک تیسری وجہ بیان کی ہے اور دوسری یہ کہ ثم کلام عرب میں ترتیب کو مقتضی نہیں اور یہ قول شاذ ہے اہل عربیت اور اصول کے نزدیک۔ پھر صاحب تحریر نے کہا صحیح یہ ہے کہ جہاد کو آپ نے مقدم کیا اس واسطے کہ مراد آپ کی وہ زمانہ ہے جب جہاد کی بہت ضرورت ہو اور کافروں کا ہجوم ہو جاوے اس وقت تو جہاد سب پر فرض ہو جاتا ہے۔ اور جہاد میں فائدہ ہے تمام مسلمانوں کا اور حج تو دوسرے وقت میں بھی ادا ہو سکتا۔ انتہیٰ ما قال النووی ملخصاً۔

بَابُ بَيَانِ كَوْنِ الشِّرْكِ أَقْبَحَ الذُّنُوبِ وَبَيَانِ أَعْظَمِهَا بَعْدَهُ

شرک سب گناہوں سے بڑا گناہ ہے اور اُس کے بعد کونسا گناہ ہے اسکا بیان

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الذَّنْبِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ قَالَ أَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَّهُوَ خَلَقَكَ قَالَ قُلْتُ لَهُ إِنَّ ذٰلِكَ لَعَظِيْمٌ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ ثُمَّ أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ مَخَافَةَ أَنْ يَّطْعَمَ مَعَكَ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ ثُمَّ أَنْ تُزَانِيَ حَلِيْلَةَ جَارِكَ

ترجمہ۔ عبد اللہ بن مسعود رضؓ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کونسا گناہ اللہ کے نزدیک بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تو اللہ کا شریک یا برابر والا کسی اور کو بنا دے حالانکہ تجھے اللہ نے پیدا کیا (دیکھ تو اپنے صاحب پیدا کرنے والے کو چھوڑ کر دوسرے کو مالک بناوے یہ کتنا بڑا اندھیر ہے اور مالک اس کام سے کیسا ناراض ہوگا) میں نے کہا یہ تو بڑا گناہ ہے۔ اب اسکے بعد کونسا گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا تو اپنی اولاد (لڑکا یا لڑکی) کو مار ڈالے اس ڈر سے کہ تیرے ساتھ روٹی کھائیگا میں نے کہا پھر کونسا گناہ؟ آپ نے فرمایا تو زنا کرے اپنے ہمسائے کی عورت سے۔

فائدہ۔ یعنی مفلس ہو اور تجھے خود اپنی اور اپنی بی بی کے کھانے کی تکلیف ہو تو یہ خیال کر کے کہ اولاد کو کہاں سے کھلاؤں گا انکو مار ڈالے تو یہ بڑا گناہ ہے جو شرک کے بعد ہے بد اور سب گناہوں سے بڑھ کر ہے کس لئے کہ یہ گناہ کیا ہے مجموعہ ہے گناہوں کا، اول تو ناحق خون کرنا دوسرے خدا کی نسبت بد اعتقاد ہو وہ جسکو پیدا کرتا ہے اسکا رزق بھی اُتارتا ہے تیسرے حرص کھانے کی۔ چوتھے بخیلی، پانچویں بے رحمی، چھٹے کمینہ پن اور پاجی پن اور بے ہمتی خدا بچاوے ایسے خیالوں سے، اس کی بی بی یا لونڈی سے ہر چند زنا کرنا مطلقاً کسی عورت سے

ہو بڑا گناہ ہے، پر ہمسائے کی بی بی کے ساتھ بڑا اور بھی گناہ ہے کیونکہ ہمسایہ کو توقع ہوتی ہے کہ اُس کا ہمسایہ اس کی مدد کرے گا، اس کے بال بچوں کی ضرورت کے وقت حفاظت کریگا پھر ایسے موقع میں اسی کی بی بی کے ساتھ زنا کرنا کتنی بڑی بے حیائی اور خیانت ہے خدا بچاوے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الذَّنْبِ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ قَالَ اَنْ تَدْعُوَ لِلّٰهِ نِدًّا وَّهُوَ خَلَقَكَ قَالَ ثُمَّ اَيٌّ قَالَ اَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ مَخَافَةَ اَنْ يَّطْعَمَ مَعَكَ قَالَ ثُمَّ اَيٌّ قَالَ اَنْ تُزَانِيَ حَلِيْلَةَ جَارِكَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَصْدِيْقَهَا وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ○

ترجمہ۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے ایک شخص نے کہا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کونسا بڑا گناہ ہے اللہ کے نزدیک؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تو اللہ کا شریک کرے کسی کو حالانکہ پیدا کیا تجھے اللہ نے۔ اُس نے کہا پھر کیا؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تو قتل کرے اپنی اولاد کو اس ڈر سے کہ وہ کھاوے گی تیرے ساتھ۔ اُس نے کہا پھر کیا؟ آپ نے فرمایا کہ تو زنا کرے اپنے ہمسایہ کی عورت سے، پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اسی کے موافق اُتارا وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ اخیر تک یعنی اللہ کے خاص بندے وہ ہیں جو نہیں پکارتے اللہ کے ساتھ کسی دوسرے خدا کو اور نہیں قتل کرتے اُس جان کو جس کا قتل کرنا اللہ نے حرام کیا مگر کسی حق کے بدلے اور نہیں زنا کرتے۔ اور جو کوئی یہ کام کرے وہ اس کی سزا پاوے گا۔

بَابُ الْكَبَائِرِ وَاَكْبَرِهَا

باب بیان میں اُن گناہوں کے جو کبیرہ ہیں پھر اُن میں بڑے کون کون گناہ ہیں اُن کا بیان

عَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِاَكْبَرِ الْكَبَائِرِ ثَلٰثًا اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ اَوْ قَوْلُ الزُّوْرِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى

ترجمہ۔ ابوبکرہؓ سے روایت ہے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھے، آپ نے فرمایا کیا نہ بتلاؤں میں تم کو بڑا کبیرہ گناہ، تین بار آپ نے یہ فرمایا، شرک کرنا اللہ کے ساتھ (یہ تو ظاہر ہے کہ سب سے بڑا کبیرہ گناہ ہے) دوسرے نافرمانی کرنا ماں باپ کی، تیسرے جھوٹی گواہی دینا یا جھوٹ بولنا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکیہ لگائے تھے آپ بیٹھ گئے اور بار بار یہ فرمانے لگے (تاکہ لوگ خوب آگاہ ہو جاویں اور ان کاموں سے باز رہیں) ہم نے اپنے دل میں کہا کاش آپ چپ رہیں (تاکہ آپ کو زیادہ رنج نہ ہو ان گناہوں کا خیال کر کے

کبیرہ گناہوں کا مفصل بیان

قُلْنَا لَيْتَهُ سَكَتَ	کہ لوگ ان کو کیا کرتے ہیں،

فائدہ - نووی نے کہا علماء نے اختلاف کیا ہے کبیرہ گناہ کی تعریف میں - ابن عباسؓ سے مروی ہے جس چیز سے اللہ نے منع کیا ہے اس کا کرنا کبیرہ ہے - اور یہی اختیار کیا ہے استاد ابو اسحٰق نے اور قاضی عیاض نے یہ مذہب محققین کا لکھا ہے - اور دلیل انکی یہ ہے کہ ہر ایک مخالفت اللہ جل جلالہ کی طرف نظر کرتے کو کبیرہ ہے - اور جمہور سلف اور خلف اس طرف گئے ہیں کہ گناہ دو قسم کے ہیں ایک کبیرہ، ایک صغیرہ اور یہی ابن عباس سے مروی ہے اور کتاب اور سنت اور سلف اور خلف کے اقوال سے اس پر بہت دلیلیں ہیں امام غزالی نے بسیط میں لکھا ہے کہ صغیرہ اور کبیرہ میں جو فرق ہے اس کا انکار کرنا فقہ سے بعید ہے کیونکہ شرع کے مضامین سے یہ امر ثابت ہے اور اور لوگوں نے بھی ایسا ہی کہا ہے - اور بیشک اللہ جل جلالہ کی مخالفت خواہ کیسی چھوٹی ہو نہایت بری ہے بہ نسبت اللہ کے جلال اور بزرگی کے، پر بعضی مخالفت بعض سے بڑھ کر ہے - اور اسی وجہ سے بعضے گناہ ایسے ہیں جو معاف ہو جاتے ہیں نماز اور روزے اور حج اور عمرے اور وضو وغیرہ عبادات سے جیسے احادیث صحیحہ میں وارد ہے اور بعض ایسے ہیں جو معاف نہیں ہوتے - پھر اول قسم کے گناہ صغائر ہیں اور دوسری قسم کے کبائر - اب جب یہ ثابت ہوا کہ گناہ دو قسم کے ہیں ایک صغائر اور ایک کبائر تو اختلاف کیا علماء نے ان کے ضبط میں بڑا اختلاف ہے - ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ کبیرہ وہ گناہ ہے جس پر اللہ نے جہنم یا غضب یا لعنت یا عذاب یا اور کوئی لفظ مانند اس کے فرمایا ہے - اور حسن بصری سے بھی ایسا ہی منقول ہے اور بعضوں نے کہا کبیرہ وہ گناہ ہے جس پر اللہ نے آخرت میں جہنم کا وعدہ کیا یا دنیا میں کسی سزا (حد) کا - امام غزالی نے بسیط میں کہا کہ عمدہ تعریف یہ ہے کہ جو گناہ انسان کرتا ہے اس کو ہلکا سمجھ کر اور اس سے ڈرتا نہیں نہ شرمندہ ہوتا ہے وہ کبیرہ ہے اور جس سے اس کو ندامت ہوتی ہے اور آیندہ بچنے کا خیال ہوتا ہے وہ کبیرہ نہیں - ابن الصلاح نے کہا کبیرہ کہتے ہیں بڑے گناہ کو اور اس کی کئی نشانیاں ہیں - ایک یہ اس میں حد ہو (جیسے زنا یا چوری یا شراب خوری یا تہمت زنا یا راہزنی) دوسری یہ کہ اسپر وعدہ ہو جہنم کے عذاب کا تیسرے یہ کہ اس کے کرنے والے کو فاسق کہا ہو - چوتھے یہ کہ اس پر لعنت کی ہو جیسے لعنت کی ہے اللہ نے اس پر جو زمین کی نشانی مٹا دے - امام ابو محمد بن عبدالسلام نے کہا جب تو صغیرہ اور کبیرہ کو پہچاننا چاہیے تو اس گناہ کی برائی میں غور کر - اگر اس کی برائی ان گناہوں کی برائی سے جن کو حدیث میں کبیرہ کہا ہے برابر یا زیادہ ہو تو وہ کبیرہ ہے ورنہ وہ صغیرہ ہے تو جس نے خداوند کریم کو برا کہا ہے یا اس کے رسولؐ کو برا کہا یا توہین کی کسی پیغمبر کی یا جھٹلایا کسی پیغمبر کو یا کعبے میں نجاست لگائی یا قرآن کو اٹھا کر نجس جگہ میں پھینک دیا تو اس نے بڑا

کبیرہ گناہ کیا حالانکہ شرع نے ان افعال کو کبیرہ نہیں کہا۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے ایک پاکدامن عورت کو پکڑا زنا کرنے کے لئے یا کسی مسلمان کو پکڑا خون کرنے کیلئے تو کچھ شک نہیں کہ اس کی برائی یتیم کا مال کھا جانے سے بڑھ گئی اور وہ کبیرہ ہے۔ پس یہ بھی کبیرہ ہوئے اسی طرح اگر کافروں کو مسلمانوں کے بال بچے عورتیں بتلا دیں اور وہ جانتا ہے کہ کافر ان کو ستاویں گے اور عورتوں کو بے عزت کریں گے تو اس کی برائی میدان جنگ میں بھاگنے سے زیادہ ہے۔ پس یہ بھی کبیرہ ہوا۔ اسی طرح اگر کسی آدمی پر ایسا جھوٹ باندھا جس کی وجہ سے جانتا ہے کہ وہ مارا جاوے گا تو یہ ایک کبیرہ ہوا۔ البتہ اس کی وجہ سے ایک کھجور اسکی جاتی رہے گی تو وہ کبیرہ نہیں ہے اور شرع نے تصریح کر دی کہ جھوٹی گواہی اور یتیم کا مال کھا جانا دونوں کبیرہ گناہ ہیں۔ پھر اگر ان دونوں کاموں سے بڑا نقصان ہو تو ظاہر ہے کہ وہ کبیرہ ہیں اور جو نقصان بہت قلیل ہو جب بھی وہ کبیرہ ہیں تاکہ اُن گناہوں کی جڑ مٹ جاوے اور لوگ باز آویں جیسے شراب کا ایک قطرہ پینا کبیرہ ہے اگرچہ اس سے کوئی فساد نہیں ہوتا۔ اسی طرح ناحق فیصلہ کرنا بھی کبیرہ ہے کیونکہ جھوٹی گواہی سبب ہے ناحق فیصلہ کی۔ پھر جب جھوٹی گواہی کبیرہ گناہ ہے تو فیصلہ اور حکم ناحق کرنا ضرور کبیرہ ہوگا۔ اور بعضے علماء نے یہ تعریف کی ہے کہ کبیرہ وہ گناہ ہے جس کے ساتھ کوئی وعید یا حد یا لعنت مذکور ہو پھر جو گناہ برائی میں ایسے گناہ کے برابر ہو تو وہ بھی کبیرہ ہوگا۔ امام ابوالحسن واحدی نے کہا صحیح یہ ہے کہ کبیرہ کی کوئی تعریف نہیں بلکہ بعض گناہوں کو شرع نے کبیرہ کہا اور بعضوں کو صغیرہ اور بعض گناہوں کا ذکر شرع نے نہیں کیا ان میں کبیرہ بھی ہیں اور صغیرہ بھی۔ اور حکمت بیان نہ کرنے کی یہ ہے کہ آدمی ان سب گناہوں سے اس ڈر سے کہ کہیں کبیرہ نہ ہو اور یہ ایسا ہے جیسے شرع نے شب قدر کو اور ساعت جمعہ کو چھپایا۔ علماء نے کہا ہے کہ صغیرہ گناہ بار بار کرنے سے کبیرہ ہو جاتا ہے اور حضرت عمرؓ اور ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ توبہ اور استغفار کے ساتھ کوئی گناہ نہیں رہتا اور اصرار (یعنی بار بار کرنا) کے ساتھ کوئی گناہ صغیرہ نہیں۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ کبیرہ گناہ توبہ اور استغفار سے معاف ہو جاتا ہے اور صغیرہ اصرار سے کبیرہ ہو جاتا ہے ابن عبدالسلام نے کہا کہ اصرار کی حد یہ ہے کہ اتنی بار اس گناہ کو کرے جس سے اس کی بے پرواہی معلوم ہو اسی طرح جب کئی صغیرہ گناہ ہوں کہ وہ سب ملا کر کبیرہ کی برائی کو پہنچ جاویں۔ ابن الصلاح نے کہا اصرار یہ ہے کہ گناہ کو کرکے اس سے باز آنے کا قصد نہ کرے بلکہ پھر کرنے کا یا ہمیشہ اس کو کرتا رہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اصرار کی تعریف یہی صحیح ہے ورنہ بار بار کرنا اصرار نہیں اگر بار بار توبہ یا ندامت ہو۔ ایک حدیث میں ہے کہ جس نے استغفار کیا اس نے اصرار نہیں کیا اگرچہ دن میں ستر بار وہی گناہ کرے۔ حدیث میں عقوق کا لفظ ہے جس کے معنٰے کاٹنا نہ ماننا۔ اور عاق اس کو کہتے ہیں جو اپنے باپ کی اطاعت چھوڑ دے۔ نووی نے کہا جو

عقوق شرع میں حرام ہے اس کی تعریف کم لوگوں نے کی ہے۔ شیخ امام عبدالسلام نے کہا میں نے عقوق والدین اور ان کے حقوق میں کوئی عمدہ قاعدہ نہیں پایا مگر اتنا ہے کہ باتفاق علماء ہر ایک امر اور نواہی میں والدین کی اطاعت ضرور اور واجب نہیں البتہ جہاد بغیر اجازت ماں باپ کے درست نہیں کیونکہ ماں باپ پر جہاد بہت گراں گذرتا ہے وہ ڈرتے ہیں لڑکے کے زخمی ہونے یا مارے جانے سے۔ اور اس سے انکو بہت رنج ہوتا ہے۔ اسی پر ہر ایک سفر کو قیاس کرلینا چاہیئے جس میں جانے کا یا کسی اور صدمے کا خوف ہو۔ ابن الصلاح نے کہا جو عقوق حرام ہے وہ یہ ہے کہ کوئی کام ایسا کرے جس سے والدین کو رنج ہو۔ اور رنج بھی کیسا سخت بشرطیکہ وہ کام اُس پر شرع کی رو سے واجب اور فرض نہ ہو۔ اور بعضوں نے کہا کہ والدین کی اطاعت ہر ایک امر میں واجب ہے بشرطیکہ وہ امر گناہ نہ ہو اور اُن کا خلاف کرنا عقوق ہے اور مشتبہ کاموں میں بھی اُن کی اطاعت بعضے علماء نے واجب کی ہے۔ اور ہمارے علماء نے جو طلب علم یا تجارت کے لئے سفر جائز رکھا ہے بغیر ماں باپ کی اجازت کے وہ ہمارے اس کلام کے خلاف نہیں ہے جو ہم نے بیان کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ والدین کی اطاعت فرض مثل اور فرائض کے مگر خدا کی اطاعت ان کی اطاعت پر مقدم ہے تو نہ ترک کیا جاوے فرض خدا کا اُن کے کہنے سے۔ اور ترک کیا جاوے مباح اور مسنون اور مستحب کیونکہ فرض کا کرنا مقدم ہے اور جہاد کو جانا فرض عین نہیں ہے اسلئے بے ماں باپ کی اجازت کے جانا حرام ہے اور طلب علم فرض عین ہے۔ اسی طرح کسب معیشت واسطے پرورش اہل وعیال کے تو اُس میں اجازت انکی ضروری نہیں پر جہاں تک ہوسکے اگر ان کی خوشی کے ساتھ علم حاصل کرے اور روٹی کماوے تو بہتر ہے۔ نووی نے کہا ہر چند والدین کی نافرمانی اور جھوٹی گواہی دونوں کبیرہ گناہ ہیں پر وہ شرک کے برابر نہیں ہوسکتے۔ اس صورت میں تاویل کرنا ہوگی کہ مراد وہ جھوٹا گواہ ہے جو کافر بھی ہو یا مراد وہ شخص ہے جو اس کام کو درست سمجھ کر کرے یا مِن کا لفظ محذوف ہے یعنی یہ چیزیں کبیرہ گناہوں میں سے ہیں۔ اور یہی تیسری تاویل ٹھیک ہے اس لئے کہ جھوٹی گواہی کو بیان کرنے سے یہ مقصود ہے کہ لوگ اس سے باز رہیں۔ اور کفر کی برائی تو ہر ایک شخص کو معلوم تھی پھر حدیث کے اطلاق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹی گواہی ہر طرح سے کبیرہ گناہ ہے خواہ بڑے حق کے لئے ہو یا چھوٹے حق کے لئے انتہیٰ۔

عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِي الْكَبَائِرِ قَالَ الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَقَوْلُ الزُّوْرِ۔

ترجمہ۔ انسؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے فرمایا کبیرہ گناہوں کے بارے میں وہ شرک کرنا ہے اللہ کے ساتھ اور نافرمانی کرنا ماں باپ کی اور خون کرنا ناحق اور جھوٹ بولنا۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ ذَكَرَ رَسُوْلُ

ترجمہ۔ انس بن مالکؓ سے روایت ہے رسول اللہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ الْكَبَائِرَ اَوْ سُئِلَ عَنِ الْكَبَائِرِ فَقَالَ الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَالَ اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِاَكْبَرِ الْكَبَائِرِ قَالَ قَوْلُ الزُّوْرِ اَوْ شَهَادَةُ الزُّوْرِ قَالَ شُعْبَةُ وَاَكْبَرُ ظَنِّيْ اَنَّهٗ قَالَ شَهَادَةُ الزُّوْرِ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا کبیرہ گناہوں کا یا آپ سے پوچھا کسی نے کبیرہ گناہوں کو، آپ نے فرمایا شرک کرنا اللہ کے ساتھ اور ناحق خون کرنا اور نافرمانی ماں باپ کی۔ اور آپ نے فرمایا میں تم کو بتلاؤں سب کبائر میں کبیرہ، وہ جھوٹ بولنا ہے یا جھوٹی گواہی دینا شعبہ نے کہا میرا گمان غالب یہ ہے کہ جھوٹی گواہی کو فرمایا۔

فائدہ۔ امام نووی سے جو فائدہ اوپر نقل ہوا وہ اس مقام سے متعلق ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے جھوٹی گواہی کو شرک سے کیونکر بڑھایا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اس محل پر جھوٹی گواہی سے ڈرانا منظور تھا کیونکہ خوف ہو گا لوگوں کے پڑ جانے کا اس گناہ میں اگرچہ جھوٹی گواہی یا جھوٹ بولنا شرک کے برابر نہیں کیونکہ شرک سب گناہوں سے بڑا گناہ ہے اور ایک بھید یہ بھی ہے کہ شرک درحقیقت ایک قسم ہے جھوٹ کی یا جھوٹی گواہی کی کیونکہ شرک جھوٹی گواہی ہے اللہ پر یا جھوٹ ہے جیسے ایک جھوٹ ہوتا ہے بندوں پر ویسے ہی شرک ایک جھوٹ ہے اللہ پر پھر جس شخص نے جھوٹ بولنا روا رکھا یا جھوٹی گواہی دی وہ شرک کرنے میں بھی باک نہ کریگا اور اکثر ایسا معلوم ہوا ہے کہ جھوٹی گواہی وہی لوگ دیتے ہیں جن کے دل میں اللہ کی عظمت مطلق نہیں ہوتی تب تو اسکا نام لیکر معاذ اللہ جھوٹ بولتے ہیں اور جھوٹی قسم کھاتے ہیں، روپیسے کے طمع میں ایمان کھوتے ہیں پس ایسے شخص شرک کرنے میں یا شرک کی بات کرنے میں کب رکیں گے اگر ان کو ایک ذرا سی بھی طمع دی جاوے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا هُنَّ قَالَ الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ وَاَكْلُ الرِّبَا وَالتَّوَلِّيْ يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنٰتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ

ترجمہ۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بچو سات گناہوں سے جو ایمان کو ہلاک کر ڈالتے ہیں۔ اصحابؓ نے کہا یا رسول اللہ! وہ کونسے گناہ ہیں؟ آپؐ نے فرمایا خدا کے ساتھ شرک کرنا اور جادو، اس جان کو مارنا جسکا مارنا خدا نے حرام کیا ہے لیکن حق پر مارنا درست ہے اور بیاج کھانا اور یتیم کا مال کھا جانا اور لڑائی کے دن کافروں کے سامنے سے بھاگنا اور خاوند والی ایماندار پاکدامن عورتوں کو جو بدکاری سے واقف نہیں عیب لگانا۔

فائدہ۔ نووی نے کہا یہ دلیل ہے اس ہمارے مذہب کی جو صحیح اور مشہور ہے کہ جادو حرام ہے اور کبیرہ گناہ ہے یعنی جادو کا کرنا اور چلانا اور سیکھنا اور سکھانا سب حرام ہے اور

ہمارے بعض علماء نے کہا کہ جادو کا سیکھنا حرام نہیں ہے بلکہ جائز ہے تاکہ جادوگر کی شناخت ہو اور جادو کو توڑنے کے لئے اور جادوگر کو اولیاء اللہ سے تمیز دینے کے لئے اور اُن لوگوں کے نزدیک حدیث محمول ہے جادو کے چلانے پر یعنی اُنپر تہمت کرنا زنا کی۔ نووی نے کہا اس روایت میں سات گناہ مذکور ہیں۔ اور ایک روایت میں تین اور ایک روایت میں چار اس لئے کہ یہ بڑے سخت گناہ ہیں اور اکثر واقع ہوتے ہیں خاص کر جاہلیت کے زمانے میں یہ گناہ بہت واقع ہوتے تھے اور اس کے بعد کی حدیث میں ایک اور گناہ مذکور ہے اپنے ماں باپ کو گالی دینا اور ایک حدیث میں چغل خوری اور پیشاب سے پاکی نہ کرنا مذکور ہے اور مسلم کے سوا اور کتابوں میں جھوٹی قسم کھانا اور بیت اللہ کی حرمت توڑنا بھی آیا ہے اور علماء نے کہا ہے کہ کبیرہ گناہ ان میں منحصر نہیں ہیں بلکہ اور بہت گناہ کبیرہ ہیں۔ ابن عباسؓ سے منقول ہے اُن سے کسی نے پوچھا کبیرہ گناہ سات ہیں؟ انہوں نے کہا سات سے ستر تک ہیں بلکہ سات سو تک اور اوپر تحقیق کبیرہ کی گذر چکی۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ مِنَ الْكَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَيْهِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَهَلْ يَشْتِمُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قَالَ نَعَمْ يَسُبُّ الرَّجُلُ أَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ أَبَاهُ وَيَسُبُّ أُمَّهُ فَيَسُبُّ أُمَّهُ

ترجمہ۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کبیرہ گناہوں میں سے ہے گالی دینا اپنے ماں باپ کو۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ کیا کوئی گالی دیتا ہے اپنے ماں باپ کو؟ آپ نے فرمایا ہاں دیتا ہے کوئی گالی دیتا ہے دوسرے کے باپ کو پھر وہ گالی دیتا ہے اُس کے باپ کو، اور یہ گالی دیتا ہے اس کی ماں کو وہ گالی دیتا ہے اسکی ماں کو۔

فائدہ۔ تو جس نے پہلے گالی دی وہی سبب ہوا اپنے ماں باپ کو گالی کھلانے کا تو گویا اس نے خود گالی دی اپنے ماں باپ کو۔ انسان کی حرمت اور عزت خود اس کے ہاتھ میں ہے۔ کسی کو گالی دینا پھر آپ گالی کھانا کتنی بڑی حماقت ہے۔ نووی نے کہا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص سبب ہو کسی کام کا تو وہ کام اس کی طرف منسوب ہو سکتا ہے اور بد کام کا جو ذریعہ ہو وہ بھی بد ہے تو شیرہ انگور کا بیچنا اس شخص کے ہاتھ جو اس کی شراب بناتا ہے یا ہتھیار بیچنا اس شخص کے ہاتھ جو ڈاکہ مارتا ہے ناجائز ہوگا۔

بَابُ تَحْرِيْمِ الْكِبْرِ وَبَيَانِهٖ

کبر یعنی غرور اور خودپسندی کی حرمت اور اُس کا بیان

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہ جاوے گا وہ شخص

قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَنْ يَكُونَ ثَوْبُهُ حَسَنًا وَنَعْلُهُ حَسَنَةً قَالَ إِنَّ اللّٰهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ

جس کے دل میں رتی برابر بھی غرور اور گھمنڈ ہوگا۔ ایک شخص بولا ہر ایک آدمی چاہتا ہے اسکا کپڑا اچھا ہو اور اسکا جوتا اچھا ہو (اوروں سے تو کیا یہ بھی غرور اور گھمنڈ ہے) آپ نے فرمایا اللہ جمیل ہے دوست رکھتا ہے جمال کو۔ غرور اور گھمنڈ یہ ہے کہ انسان حق کو ناحق کرے (یعنی اپنی بات کی پچ یا نفسانیت سے ایک بات واجبی ہو اور صحیح ہو اسکو رد کرے اور نہ مانے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔

فائدہ۔ یعنی اللہ جل جلالہ سب سے زیادہ پاکیزہ اور خوش اور خوب صورت ہے تو وہ پسند کرتا ہے خوبصورتی اور پاکیزگی اور ستھرائی کو عمدہ کپڑے عمدہ جوتی جس قدر حلال ہیں وہ پہننا اور زینت کرنا اور خوشبو لگانا یہ امر سب شرع کی رو سے حلال بلکہ بہتر ہیں اور یہ چیزیں کبر اور غرور میں داخل نہیں۔ اگر کسی آدمی کو شوق ہو لباس کا وہ دوسروں سے بہتر کپڑا پہننا چاہے یا جوتا پہننا تو یہ برا نہیں بلکہ بہتر اور عمدہ ہے کیونکہ صفائی اور ستھرائی اور پاکیزگی اور حسن و جمال یہ سب صفات ہیں اللہ جل جلالہ کی اور انسان کو بالطبع یہ امر مرغوب ہیں پس ان کا حاصل کرنا یا ان کا شوق رکھنا کسی طرح برا نہیں ہو سکتا اور ان کا شوق کبر اور غرور نہیں ہو سکتا بلکہ کبر کے وہ معنی ہیں جو آگے بیان ہوں گے نووی نے کہا یہ جو آپ نے فرمایا اللہ جمیل ہے پسند کرتا ہے جمال کو، تو علماء نے اس کے معنوں میں اختلاف کیا ہے۔ بعضوں نے کہا اس کے معنی یہ ہے کہ اللہ کی ہر ایک صفت جمیل ہے اور ہر ایک کام جمیل ہے یعنی عمدہ اور بہتر ہے اور اس کے تمام نام بہتر ہیں اور تمام صفات جمال اور کمال اس میں موجود ہیں۔ ابوالقاسم قشیری نے کہا جمیل کے معنی جلیل یعنی بزرگ اور خطابی نے نقل کیا کہ جمیل کے معنی نورانی اور روشن یعنی وہ مالک ہے روشنی اور تازگی کا اور بعضوں نے کہا اس کے افعال جمیل ہیں کہ وہ نظر کرتا ہے اپنے بندوں پر رحمت کے ساتھ اور تکلیف دیتا ہے تھوڑے آسان کاموں کی اور ثواب دیتا ہے بہت اور جمیل ایسا اسم ہے جو صحیح حدیث میں خدا کے لئے آیا ہے پر یہ حدیث خبر واحد ہے اور اسماء حسنی کی حدیث میں بھی یہ اسم موجود ہے لیکن اس کی اسناد میں گفتگو ہے اور مختار یہ ہے کہ اللہ کو جمیل بول سکتے اور بعضے علماء نے اس سے منع کیا ہے۔ امام الحرمین نے کہا کہ اللہ جل جلالہ کے جو اسماء اور صفات شرع میں وارد ہوئے ہیں ہم ان کا اطلاق کریں گے اور جن سے شرع نے منع کیا ہے ان کے اطلاق سے باز رہیں گے اور جو اسماء اور صفات شرع میں نہیں آئے ان کے جواز یا عدم جواز کسی کا ہم حکم نہ کریں گے اسلئے کہ شرع کے احکام نص سے معلوم ہوتے ہیں اور اگر ہم جواز یا عدم جواز کا حکم کر دیں تو ہم نے ایک حکم کیا

بغیر حکم شرع کے پھر اطلاق کے جائز ہونے کے لئے یہ ضرور نہیں کہ وہ دلیل یقینی ہو (یعنی آیت یا حدیث متواتر) بلکہ وہ دلیل کافی ہے جو موجب ہوتی ہے عمل کو اگرچہ علم کو موجب نہ ہو۔ (یعنی خبر واحد کافی ہے) البتہ قیاس کو اس میں دخل نہیں ہو سکتا تمام ہوا کلام امام الحرمین کا اور ان کا درجہ اور رتبہ ہر ایک علم میں خصوصاً اس فن میں یعنی علم کلام میں تو انتہا درجہ کا ہے اور یہ جو انہوں نے کہا کہ ہم جواز اور عدم جواز کسی کا علم نہیں کریں گے جب تک دلیل شرعی نہ ہو تو بنا اس کی اس مذہب پر ہے جو مختار ہے اور صحیح ہے محققین کے نزدیک کہ اصل اشیاء میں یہ ہے کہ کوئی حکم نہ کیا جاوے جب تک شرع وارد نہ ہو نہ حلت نہ حرمت نہ اباحت کا کیونکہ اہل سنت کے نزدیک حاکم شرع ہے اور ہمارے بعض علماء نے کہا کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے اور بعضوں نے کہا کہ اصل حرمت ہے اور بعضوں نے کہا کہ اصل توقف ہے اور مختار یہی ہے جو پہلے مذکور ہوا۔ اور اہل سنت نے اختلاف کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر اُن اسماء اور صفات جو شرع میں وارد نہیں ہوئے اطلاق کیا جاوے یا نہ کیا جاوے بشرطیکہ وہ اسماء اور صفات جمال اور جلال اور کمال اور مدح کے ہوں تو بعضوں نے ان کا اطلاق جائز رکھا ہے اور بعضوں نے منع کیا ہے جب تک کوئی دلیل قطعی جیسے آیت یا حدیث متواتر یا اجماع نہ ہو اور خبر واحد سے جو اسم یا صفت ثابت ہو اس کے اطلاق میں اختلاف ہے۔ قاضی نے کہا صحیح یہ ہے کہ اسکا اطلاق جائز ہے انتہیٰ ما قال النووی۔ السراج الوہاج میں ہے کہ اللہ جل جلالہ کے اسماء اور صفات میں وقوف صحیح ہے یعنی جو اسماء اور صفات شرع میں وارد ہوئے ہیں ان ہی کا اطلاق کرنا چاہیئے اور اپنی طرف سے نئے نام اور صفات تراشنا بہتر نہیں گو ان کے معنے عمدہ ہوں۔ امام بیہقی کی کتاب الاسماء والصفات اس باب میں نہایت عمدہ اور جامع کتاب ہے اور اپنے تئیں عالی اور بلند اور معزز خیال کرے یعنی نفس پروری کرے۔ یہ صفت ایسی بری ہے کہ انسان کو بہت ذلیل کرتی ہے اور لوگ اس سے ناراض ہو جاتے ہیں اور اس کو دشمن جانتے ہیں اس کمبخت صفت کی وجہ سے کچھ صرف یہی عذاب نہیں کہ جنت سے محروم ہوگا بلکہ دنیا میں بھی بڑی تکلیف اور مصیبت ہو گی۔ جو شخص گھمنڈ کرتا ہے اور خود سرے لوگ اس کی فکر میں رہتے ہیں اور کسی موقع پر اس کو ذلیل کرتے ہیں کہ اُس کا سارا غرور ناک کی راہ نکل جاتا ہے۔ حدیث میں غمط الناس طاء مہملہ سے مروی ہے جس کے معنے لوگوں کو حقیر جاننا۔ اور صحیح مسلم کے سب نسخوں میں یہ لفظ یوں ہی ہے اور ابو داؤد نے بھی اس کو اسی طرح نقل کیا ہے لیکن ترمذی نے غمص صاد مہملہ سے نقل کیا ہے اور معنیٰ اس کا بھی یہی ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةِ خَرْدَلٍ مِّنْ اِيْمَانٍ وَّ

ترجمہ۔ عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جہنم میں نہ جاوے گا (یعنی ہمیشہ کے لئے) وہ شخص جس کے دل میں رائی

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةِ خَرْدَلٍ مِنْ كِبْرٍ

کے دانے کے برابر ایمان ہو۔ اور جنت میں نہ جاویگا وہ شخص جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر گھمنڈ اور غرور ہو۔

فائدہ۔ نووی نے کہا اس کی تاویل میں علماء کا اختلاف ہے۔ خطابی نے دو وجہیں بیان کی ہیں ایک یہ کہ مراد وہ شخص ہے جو ایمان لانے میں اتنا ذرا سا بھی غرور کرے اور ایمان نہ لاوے تو وہ جنت میں ہرگز نہ جاوے گا جب اسی حالت میں مرے۔ دوسرے یہ کہ جب لوگ جنت میں جاویں گے تو ان کے دلوں میں رائی کے دانے کے برابر بھی غرور نہ ہوگا اسلئے کہ اللہ نے فرمایا ہم نے نکال لیا بہشتیوں کے دلوں میں سے جو کچھ کھٹک تھی ان میں۔ اور یہ دونوں تاویلیں بعید ہیں اس لئے کہ حدیث وارد ہوئی ہے کبر کی ممانعت میں لوگوں کو اس بری بات سے بچانے کے لئے۔ اور ان دونوں تاویلوں کی وجہ سے وہ مطلب فوت ہو جاتا ہے تو ظاہر وہ ہے جو قاضی عیاض اور اور محققین نے اختیار کیا ہے یعنی مطلب یہ ہے کہ وہ جنت میں نہ جائے گا جب تک اسکو اس کبر کا بدلہ نہ ملے یا اگر اسکو بدلہ ملے تو یہی بدلہ ہے کہ وہ جنت میں نہ جاوے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ وہ پرہیزگاروں کے ساتھ پہلی بار جنت میں نہ جاوے گا۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ

ترجمہ۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جنت میں نہ جاویگا وہ شخص جس کے دل میں رتی برابر غرور ہو۔

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَإِنْ مَاتَ مُشْرِكًا دَخَلَ النَّارَ

جو شخص شرک سے پاک ہو اور مرے تو وہ جنت میں جاوے گا۔ اور جو شرک کی حالت میں مرے وہ جہنم میں جاوے گا

عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ وَكِيعٌ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ وَقُلْتُ أَنَا مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ

ترجمہ۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اور ایک روایت میں ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے جو شخص مر جاوے اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہو تو وہ جہنم میں جاوے گا۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا میں کہتا ہوں جو شخص مر جاوے اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو تو وہ جنت میں جاویگا

فائدہ۔ ایساہی ہے صحیح مسلم کے اکثر نسخوں میں اور صحیح بخاری میں اور قاضی عیاض نے بھی ایسا ہی نقل کیا ہے اور بعض نسخوں میں اس کے برعکس ہے یعنی پہلے جملہ کو ابن مسعود کا کلام نقل کیا ہے اور دوسرے جملہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور حمیدی نے کتاب الجمع بین الصحیحین میں ایسا ہی نقل کیا ہے اور ابوعوانہ نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے اور یہ دونوں جملے مرفوعاً جابرؓ سے ثابت ہیں۔ پھر ابن مسعودؓ نے جو ایک جملہ حضرتؐ کی طرف نسبت کیا اور ایک اپنی طرف تو اس کی وجہ یہ ہوگی کہ انہوں نے حضرت سے ایک ہی جملہ سنا ہوگا اور دوسرا جملہ قرآن وحدیث سے انہوں نے خود نکالا مگر اس میں یہ خرابی ہوتی ہے کہ ابن مسعودؓ نے جو دوسری روایت میں دونوں جملوں کو حضرتؐ سے نقل کیا تو شاید ابن مسعودؓ کو اس روایت کے وقت ایک جملہ یاد رہا ہوگا اس لئے انہوں نے اپنی طرف نسبت دیا واللہ اعلم۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْمُوْجِبَتَانِ فَقَالَ مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ

ترجمہ۔ جابرؓ سے روایت ہے ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ وہ دو باتیں کونسی ہیں جو واجب کرتی ہیں جنت کو اور جہنم کو؟ آپ نے فرمایا جو شخص مرجاوے اور وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو تو وہ جنت میں جاویگا اور جو شخص مرجاوے اور وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہو تو وہ جہنم میں جاوے گا۔

فائدہ۔ نووی نے کہا اس پر اجماع ہے مسلمانوں کا لیکن مشرک کا جہنم میں جانا وہ عموماً ہے وہ جہنم میں جاویگا اور ہمیشہ اس میں ہی رہے گا اور یہودی اور نصرانی اور بت پرست اور سب قسم کے کافروں کا یہی حکم ہے ان میں کوئی فرق نہیں یعنی وہ سب ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اسی طرح جو کافر ہو عناد سے یا بغیر عناد کے یا جو مخالف ہو ملت اسلام کے یا جو اسلام کی طرف منسوب ہو یعنی مسلمان کہلاوے پھر حکم کیا جاوے اس کے کفر کا کسی امر کے انکار سے اور جو مشرک نہ ہو موحد ہو اس کا جنت میں جانا بھی یقینی ہے۔ پھر اگر اس سے کبیرہ گناہ پر اصرار نہیں ہوا وہ تو پہلے ہی دفعہ میں جنت میں جاوے گا اور جو کبیرہ پر اصرار ہوا ہے تو وہ خدا کی مشیت پر ہے چاہے اسے معاف کرے اور سیدھا جنت میں لیجاوے یا اور چاہے چند روز عذاب کر کے پھر جنت میں لے جاوے لیکن وہ ہمیشہ جہنم میں نہ رہے گا۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ لَقِيَ [illegible]

ترجمہ۔ جابر بن عبداللہ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے جو شخص اللہ سے ملے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو

لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ لَقِيَهُ يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ

وہ جنت میں جاوے گا اور جو اس سے ملے اور کسی کو اس کے ساتھ شریک کرتا ہو وہ جہنم میں جاویگا۔

عَنْ أَبِي ذَرٍّ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ أَتَانِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَبَشَّرَنِي أَنَّهُ مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِكَ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ

ترجمہ۔ ابوذر غفاری ؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حضرت جبرئیل میرے پاس آئے اور مجھ کو خوشخبری دی کہ جو شخص تمھاری امت میں سے مرے گا اور وہ کسی کو اللہ کے ساتھ شریک نہ کرتا ہوگا تو جنت میں جاویگا۔ میں نے کہا اگرچہ وہ زنا کرے یا چوری کرے۔ انہوں نے کہا اگرچہ وہ زنا کرے یا چوری کرے۔

فائدہ:- نووی نے کہا یہ حدیث دلیل ہے اہل سنت کے مذہب کی کہ کبیرہ گناہ کرنے والا ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا بلکہ جہنم میں یا تو بالکل نہ جاویگا یا جاویگا تو چند روز کے بعد وہاں سے نکل کر پھر جنت میں جاویگا اور اوپر اسکا بیان مفصل گذر چکا ہے انتہے۔ زنا اور چوری کو اس لئے خاص کیا کہ یہ دونوں بڑے کبیرہ گناہ ہیں۔ اور زنا حق اللہ ہے اور چوری حق العباد تو معلوم ہوا کہ جو شخص موحد ہو اور اس گناہ میں مبتلا ہو جو حق العباد ہو تب بھی وہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا بلکہ کبھی نہ کبھی وہاں سے نکل کر آخر کو جنت میں ضرور جاویگا۔

عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ نَائِمٌ عَلَيْهِ ثَوْبٌ أَبْيَضُ ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَإِذَا هُوَ نَائِمٌ ثُمَّ أَتَيْتُهُ وَقَدِ اسْتَيْقَظَ فَجَلَسْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ثُمَّ مَاتَ عَلَى ذَلِكَ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قُلْتُ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ فِي الرَّابِعَةِ عَلَى رَغْمِ أَنْفِ أَبِي ذَرٍّ قَالَ فَخَرَجَ أَبُو ذَرٍّ وَهُوَ يَقُولُ وَإِنْ رَغِمَ أَنْفُ أَبِي ذَرٍّ

ترجمہ ابوذرؓ سے روایت ہے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ سو رہے تھے ایک سفید کپڑا اوڑھے ہوئے پھر میں آیا تو آپ سو رہے تھے پھر میں آیا تو آپ جاگتے تھے۔ میں بیٹھا آپ کے پاس آپ نے فرمایا جو بندہ لا الہ الا اللہ کہے پھر مر جاوے اسی اعتقاد پر (یعنی اللہ کی توحید پر) تو وہ جنت میں جاوے گا میں نے کہا اگرچہ وہ زنا اور چوری کرے آپ نے فرمایا اگرچہ وہ زنا اور چوری کرے۔ تین بار ایسا ہی فرمایا۔ چوتھی بار میں آپ نے فرمایا اگرچہ ابوذر کی ناک میں خاک لگے۔ پھر نکلے ابوذرؓ اور وہ کہتے تھے اگرچہ ابوذرؓ کی ناک میں خاک لگے۔

فائدہ۔ یعنی ابوذرؓ کی ذلت ہو اس لئے کہ یہ امر انکی رائے اور مرضی کے خلاف تھا وہ گناہوں سے بڑی نفرت کرتے تھے اور گنہگاروں کو اللہ کی رحمت سے دور سمجھتے تھے اور یہ

امران کے بار بار پوچھنے سے معلوم ہوا کہ زنا اور چوری کرنے پر بھی وہ جنت میں جاویگا گویا انکو بڑا تعجب ہوا کہ اتنے بڑے بڑے گناہ کرنے پر بھی اس کو جنت ملے گی۔ یعنی جو لفظ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا اسی کو کہتے جاتے تھے اور یہ انتہا محبت تھی ابوذر کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ۔

بَابُ تَحْرِيمِ قَتْلِ الْكَافِرِ بَعْدَ قَوْلِهِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

کافر کو لا الٰہ الا اللہ کہنے کے بعد قتل کرنا حرام ہے

عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ لَقِيْتُ رَجُلًا مِّنَ الْكُفَّارِ فَقَاتَلَنِيْ فَضَرَبَ اِحْدٰى يَدَيَّ بِالسَّيْفِ فَقَطَعَهَا ثُمَّ لَاذَ مِنِّيْ بِشَجَرَةٍ فَقَالَ اَسْلَمْتُ لِلّٰهِ اَفَاَقْتُلُهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بَعْدَ اَنْ قَالَهَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْتُلْهُ قَالَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهٗ قَدْ قَطَعَ يَدِيْ ثُمَّ قَالَ ذٰلِكَ بَعْدَ اَنْ قَطَعَهَا اَفَاَقْتُلُهٗ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا تَقْتُلْهُ فَاِنْ قَتَلْتَهٗ فَاِنَّهٗ بِمَنْزِلَتِكَ قَبْلَ اَنْ تَقْتُلَهٗ وَاِنَّكَ بِمَنْزِلَتِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّقُوْلَ كَلِمَتَهُ الَّتِيْ قَالَ

ترجمہ۔ مقداد رضی اللہ عنہ بن اسود سے روایت ہے انہوں نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اگر میں ایک کافر سے بھڑوں وہ مجھ سے لڑے اور میرا ایک ہاتھ تلوار سے کاٹ ڈالے پھر مجھ سے بچ کر ایک درخت کی آڑ لیوے اور کہنے لگے میں تابع ہوگیا اللہ کا کیا میں اس کو قتل کروں جب وہ کہہ چکے آپ نے فرمایا مت قتل کر اس کو۔ میں نے کہا یا رسول اللہ اس نے میرا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر ایسا کہنے لگا کیا میں اس کو قتل کروں؟ آپ نے فرمایا مت قتل کر اس کو (اگرچہ تجھ کو اس سے صدمہ پہنچا اور زخم لگا) اگر تو اس کو قتل کریگا تو اس کا حال تیرا سا ہوگا قتل سے پہلے اور تیرا حال اس کا سا ہوگا جب تک اس نے یہ کلمہ نہیں کہا تھا۔

فائدہ۔ ظاہر حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اگر تو اس کو قتل کرے گا تو وہ تیری مثل ہو جائیگا یعنی وہ مسلمان ہوگا اور تو اس کے مثل ہو جائیگا یعنی جیسے وہ تھا اسلام لانے سے پہلے یعنی کافر ہو جاوے گا۔ اس میں یہ اشکال ہے کہ مسلمان جہاد کرنے والا اس گناہ سے کافر نہیں ہو سکتا خصوصاً اس صورت میں جب اس کو احتمال ہو کہ یہ دل سے مسلمان نہیں ہوا ہے بلکہ جان بچانے کے لئے بہانہ کرتا ہے اور اس نے مسلمان کو زخمی بھی کیا ہو۔ نووی نے کہا اس حدیث کے مطلب میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ سب سے عمدہ معنی یہ ہے جو امام شافعیؒ اور ابن قصار سے منقول ہے کہ جب اس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور اسلام قبول کیا تو وہ تیری مثل ہو گیا

یعنی جان کی حرمت اور حفاظت میں جیسے تو تھا اس کے قتل سے پہلے اور تو نے جب اسکو قتل کیا تو تو اس کے مثل ہو گیا یعنی تیری جان کی حرمت نہ رہی اور تیرا خون حلال ہو گیا جیسے اُس کا حال تھا اسلام لانے سے پہلے۔ قاضی عیاض نے کہا اسکا یہ معنیٰ ہے کہ تو اس کے مثل ہو گیا حق کی مخالفت میں اور گناہ کے ارتکاب میں، اگرچہ تیری مخالفت اور گناہ اور اس کی مخالفت اور گناہ میں فرق ہے۔ اس کا گناہ کفر تک پہنچا تھا اور تیرا گناہ فسق تک پہنچے گا۔ پھر علماء نے اختلاف کیا ہے کہ اگر کوئی مسلمان جہاد میں ایسا کرے یعنی کسی کافر کو لا الٰہ الا اللہ کہنے کے بعد مار ڈالے تو اس کا کیا حکم ہے۔ بعضوں نے کہا اس پر کچھ نہیں نہ قصاص ہے نہ دیت نہ کفارہ، کیونکہ آگے کی حدیث میں آویگا کہ اُسامہؓ نے یہ فعل کیا تھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ انکو قتل کیا نہ دیت لی ان سے نہ کفارہ انپر واجب کیا اور بعضوں کے نزدیک کفارہ واجب ہے لیکن قصاص ساقط ہے بوجہ شبہ کے کیونکہ اس کو کافر سمجھ کر مارا اور یہ خیال کیا کہ وہ کلمہ توحید پڑھنے سے مسلمان نہیں ہو سکتا۔ ایسی حالت میں اور دیت کے واجب ہونے میں امام شافعی کے دو قول ہیں۔ پھر یہ لوگ اسامہؓ کی حدیث کا جواب دیتے ہیں کہ کفارہ فوراً واجب نہیں اور دیت بھی اس واسطے نہ لی گئی کہ اسامہؓ مفلس ہونگے۔

عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ اَمَّا الْاَوْزَاعِيُّ وَابْنُ جُرَيْجٍ فِي حَدِيْثِهِمَا قَالَ اَسْلَمْتُ لِلّٰهِ كَمَا قَالَ اللَّيْثُ وَاَمَّا مَعْمَرٌ فَفِي حَدِيْثِهِ فَلَمَّا اَهْوَيْتُ لِاَقْتُلَهُ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

ترجمہ۔ دوسری روایت بھی ایسی ہی ہے اُس میں یہ ہے کہ وہ کہے اسلام لایا میں اللہ کے لئے اور معمر کی روایت میں ہے کہ جب میں جھکوں اُسکے قتل کے لئے تو وہ کہے لا الٰہ الا اللہ۔

عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْاَسْوَدِ الْكِنْدِيِّ وَكَانَ حَلِيْفًا لِبَنِيْ زُهْرَةَ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ لَقِيْتُ رَجُلًا مِنَ الْكُفَّارِ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ اللَّيْثِ

ترجمہ۔ مقداد بن عمرو بن اسود کندیؓ سے روایت ہے، وہ حلیف تھے بنی زہرہ کے (یعنی ان کی امان میں آگئے تھے اور ان سے عہد کر چکے تھے) اور بدر کی لڑائی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے انہوں نے کہا یا رسول اللہ آپ کیا سمجھتے ہیں اگر میں بھڑوں ایک کافر سے۔ پھر بیان کیا حدیث کو اسی طرح جیسے اوپر گذری۔

عَنْ اُسَامَةَ ابْنِ زَيْدٍ وَّهٰذَا حَدِيْثُ ابْنِ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِيْ سَرِيَّةٍ فَصَبَّحْنَا الْحُرَقَاتِ مِنْ جُهَيْنَةَ فَاَدْرَكْتُ رَجُلًا فَقَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَطَعَنْتُهُ

ترجمہ۔ اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو ایک سریہ میں بھیجا (سریہ کہتے ہیں لشکر کے ایک ٹکڑے کو جس میں چار سو آدمی تک ہوتے ہیں) ہم صبح کو لڑتے حرقات سے جو جہینہ میں سے ہے (حُرقات بضم حا اور

فَوَقَعَ فِي نَفْسِي مِنْ ذٰلِكَ فَذَكَرْتُهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَقَتَلْتَهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّمَا قَالَهَا خَوْفًا مِنَ السِّلَاحِ قَالَ أَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهِ حَتَّى تَعْلَمَ أَقَالَهَا أَمْ لَا فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا عَلَيَّ حَتَّى تَمَنَّيْتُ أَنِّي أَسْلَمْتُ يَوْمَئِذٍ قَالَ فَقَالَ سَعْدٌ وَأَنَا وَاللهِ لَا أَقْتُلُ مُسْلِمًا حَتَّى يَقْتُلَهُ ذُو الْبُطَيْنِ يَعْنِي أُسَامَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ أَلَمْ يَقُلِ اللهُ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلّٰهِ فَقَالَ سَعْدٌ قَدْ قَاتَلْنَا حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَأَنْتَ وَأَصْحَابُكَ تُرِيدُونَ أَنْ تُقَاتِلُوا حَتَّى تَكُونَ فِتْنَةٌ

فتح را ایک قبیلہ ہے) پھر میں نے ایک شخص کو پایا اُس نے لاالٰہ الا اللہ کہا۔ میں نے برچھی سے اس کو مار دیا بعد اس کے میرے دل میں وہم ہوا (کہ لاالٰہ الا اللہ کہنے پر مارنا درست نہ تھا) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کیا اس نے لاالٰہ الا اللہ کہا تھا اور تو نے اس کو مار ڈالا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ اُس نے ہتھیار سے ڈر کر کہا تھا۔ آپ نے فرمایا تو نے اُس کا دل چیر کر دیکھا تھا تاکہ تجھے معلوم ہوتا کہ اس کے دل نے یہ کلمہ کہا تھا یا نہیں (مطلب یہ ہے کہ دل کا حال تجھے کہاں سے معلوم ہوا) پھر آپ بار بار یہی فرماتے رہے یہاں تک کہ میں نے آرزو کی کاش میں اُسی دن مسلمان ہوا ہوتا (تو اسلام لانے کے بعد ایسے گناہ میں مبتلا نہ ہوتا کیونکہ اسلام لانے سے کفر کے اگلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں) سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا قسم خدا کی میں کسی مسلمان کو نہ ماروں گا جب تک اس کو ذوالبطین یعنی اسامہ رضی اللہ عنہ نہ مارے (بطین تصغیر ہے بطن کی۔ اور بطن کہتے ہیں پیٹ کو۔ اسامہ رضی اللہ عنہ کو ذوالبطین اس لئے کہتے ہیں کہ ان کا پیٹ بڑا تھا۔ ایک شخص بولا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لڑو اُن سے جب تک کہ فساد نہ رہے اور دین سب اللہ کے لئے ہو جائے۔ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا ہم تو لڑے (کافروں سے) اس لئے کہ فساد نہ ہو اور تو اور تیرے ساتھی اس لئے لڑتے ہیں کہ فساد ہو۔

فائدہ۔ اللہ نے فرمایا سورۂ انفال میں وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلّٰهِ۔ لڑو کافروں سے یہاں تک کہ فساد نہ رہے یعنی ان کا زور ٹوٹ جاوے اور وہ ایمان میں خلل نہ ڈال سکیں، اور ہو جاوے سب دین اللہ کا اس شخص کا مطلب اس آیت کے پڑھنے سے یہ تھا کہ مسلمان بھی اگر فساد کریں تو ان سے لڑنا جائز ہے سعد نے اُسکو الزام دیا کہ یہ تو اور فساد بڑھانا ہے آپس میں لڑنا اور ہماری لڑائیاں فساد مٹنے کیلئے تھیں۔

عَنْ أُسَامَةَ ابْنِ زَيْدِ ابْنِ حَارِثَةَ يُحَدِّثُ قَالَ بَعَثَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ

ترجمہ۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمکو حرقہ کی طرف بھیجا جو ایک

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِلَی الْحُرَقَۃِ مِنْ جُھَیْنَۃَ فَصَبَّحْنَا الْقَوْمَ فَھَزَمْنٰھُمْ قَالَ وَلَحِقْتُ اَنَا وَرَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ رَجُلًا مِّنْھُمْ فَلَمَّا غَشِیْنَاہُ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قَالَ فَکَفَّ عَنْہُ الْاَنْصَارِیُّ وَطَعَنْتُہٗ بِرُمْحِیْ حَتّٰی قَتَلْتُہٗ قَالَ فَلَمَّا قَدِمْنَا بَلَغَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِیْ یَا اُسَامَۃُ اَقَتَلْتَہٗ بَعْدَ مَا قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّمَا کَانَ مُتَعَوِّذًا قَالَ فَقَالَ اَقَتَلْتَہٗ بَعْدَ مَا قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قَالَ فَمَا زَالَ یُکَرِّرُھَا عَلَیَّ حَتّٰی تَمَنَّیْتُ اَنِّیْ لَمْ اَکُنْ اَسْلَمْتُ قَبْلَ ذٰلِکَ الْیَوْمِ

عَنْ صَفْوَانَ ابْنِ مُحْرِزٍ اَنَّہٗ حَدَّثَ اَنَّ جُنْدُبَ ابْنَ عَبْدِ اللّٰہِ الْبَجَلِیَّ بَعَثَ اِلٰی عَسْعَسِ بْنِ سَلَامَۃَ زَمَنَ فِتْنَۃِ ابْنِ الزُّبَیْرِ فَقَالَ اجْمَعْ لِیْ نَفَرًا مِّنْ اِخْوَانِکَ حَتّٰی اُحَدِّثَھُمْ فَبَعَثَ رَسُوْلًا اِلَیْھِمْ فَلَمَّا اجْتَمَعُوْا جَاءَ جُنْدُبٌ وَعَلَیْہِ بُرْنُسٌ اَصْفَرُ فَقَالَ تَحَدَّثُوْا بِمَا کُنْتُمْ تَحَدَّثُوْنَ بِہٖ حَتّٰی دَارَ الْحَدِیْثُ فَلَمَّا دَارَ الْحَدِیْثُ اِلَیْہِ حَسَرَ الْبُرْنُسَ عَنْ رَاْسِہٖ فَقَالَ اِنِّیْ اَتَیْتُکُمْ وَلَا اُرِیْدُ اَنْ اُخْبِرَکُمْ عَنْ نَبِیِّکُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ اِلٰی قَوْمٍ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَاَنَّھُمُ الْتَقَوْا فَکَانَ رَجُلٌ مِّنَ

قبیلہ ہے جہینہ میں سے پھر ہم صبح کو وہاں پہنچے اور انکو شکست دی ہم نے اور ایک انصاری آدمی نے ملکر ایک شخص کو پکڑا۔ جب اسکو گھیرا تو وہ لا الہ الا اللہ کہنے لگا انصاری تو یہ سنکر اس سے ہٹ گیا اور میں نے اُسے مارا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ جب ہم لوٹ کر آئے تو یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی (اور پہلی روایت میں ہے کہ اسامہ رضؓ نے خود ذکر کیا تو شاید آپ کو پہلے خبر پہنچ گئی ہوگی پھر اُسامہ رضؓ نے بھی ذکر کیا ہوگا) اُس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے اُسامہ تو نے اسکو مار ڈالا لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد۔ میں نے کہا یارسول اللہ اُس نے اپنے تئیں بچانے کے کہا۔ آپ نے فرمایا تو نے اُس کو مار ڈالا لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد پھر آپ بار بار یہی فرماتے رہے یہاں تک کہ میں نے آرزو کی کاش میں مسلمان نہوا ہوتا اس دن سے پہلے (تو یہ گناہ مجھ پر نہ ہوتا)

ترجمہ۔ صفوان بن محرز سے روایت ہے کہ جندب بن عبداللہ بجلی رضؓ نے عسعس بن سلامہ کو کہلا بھیجا۔ جب عبداللہ بن زبیر کا فتنہ ہوا کہ تم اکٹھا کرو میرے لئے اپنے چند بھائیوں کو تاکہ میں ان سے باتیں کروں عسعس نے لوگوں کو کہلا بھیجا وہ اکٹھے ہوئے تو جندب رضؓ آئے ایک زرد برنس اوڑھے تھے (صراح میں ہے برنس وہ ٹوپی جس کو لوگ شروع زمانہ اسلام میں پہنتے تھے اور اودی نے کہا اور برنس وہ کپڑا ہے جس کا سر اسی میں لگا ہوا ہو کرتہ یا جبہ۔ جوہری نے کہا برنس ایک لمبی ٹوپی تھی جس کو لوگ ابتدائے اسلام میں پہنتے تھے) انہوں نے کہا تم باتیں کرو جو کرتے تھے یہاں تک کہ جندب رضؓ کی باری آئی (یعنی ان کو بات ضرور کرنا پڑی) تو انہوں نے برنس اپنے سر سے ہٹا دیا اور کہا میں تمہارے پاس آیا اس ارادے سے کہ بیان کروں تم سے حدیث تمہارے پیغمبر کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کا ایک

الْمُشْرِكِينَ إِذَا شَاءَ أَنْ يَقْصِدَ إِلَى
إِلَى رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ قَصَدَ لَهُ
فَقَتَلَهُ وَإِنَّ رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ
قَصَدَ غَفْلَتَهُ قَالَ وَكُنَّا نُحَدَّثُ
أَنَّهُ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ فَلَمَّا رَفَعَ عَلَيْهِ
السَّيْفَ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَقَتَلَهُ
فَجَاءَ الْبَشِيرُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ وَأَخْبَرَهُ
حَتَّى أَخْبَرَهُ خَبَرَ الرَّجُلِ كَيْفَ صَنَعَ
فَدَعَاهُ فَسَأَلَهُ فَقَالَ لِمَ قَتَلْتَهُ
قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَوْجَعَ فِي
الْمُسْلِمِينَ وَقَتَلَ فُلَانًا وَفُلَانًا
وَسَمَّى لَهُ نَفَرًا وَإِنِّي حَمَلْتُ عَلَيْهِ
فَلَمَّا رَأَى السَّيْفَ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا
اللّٰهُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَقَتَلْتَهُ قَالَ نَعَمْ
قَالَ فَكَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ
إِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ يَا
رَسُولَ اللّٰهِ اسْتَغْفِرْ لِي قَالَ وَكَيْفَ
تَصْنَعُ بِلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ إِذَا جَاءَتْ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ فَجَعَلَ لَا يَزِيدُهُ عَلَى
أَنْ يَقُولَ كَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا إِلٰهَ إِلَّا
اللّٰهُ إِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

لشکر مشرکوں کی ایک قوم پر بھیجا اور وہ دونوں ملے (یعنی
آمنا سامنا ہوا میدان جنگ میں)، تو مشرکوں میں ایک
شخص تھا وہ جس مسلمان پر چاہتا اس پر حملہ کرتا اور مار لیتا
آخر ایک مسلمان نے اس کی غفلت کو تاکا اور لوگوں
نے ہم سے کہا وہ مسلمان اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر جب
انہوں نے تلوار اس پر سیدھی کی تو اس نے کہا لا الہ الا اللہ
لیکن انہوں نے مار ڈالا اس کو بعد اس کے قاصد خوشخبری
لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ
نے اس سے حال پوچھا۔ اس نے سب حال بیان کیا
یہاں تک کہ اس شخص کا بھی حال کہا (یعنی اسامہ رضی اللہ عنہ بن زید کا)
آپ نے ان کو بلایا اور پوچھا تم نے کیوں اسکو مارا؟ اسامہ رضی اللہ عنہ
نے کہا یا رسول اللہ اس نے بہت تکلیف دی مسلمانوں
کو تو مارا فلانے اور فلانے کو اور نام لیا کئی آدمیوں کا
پھر میں اس پر غالب ہوا جب اس نے تلوار کو دیکھا
تو لا الہ الا اللہ کہنے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
فرمایا تم نے اس کو قتل کیا۔ انہوں نے کہا ہاں۔ آپ
نے فرمایا تم کیا جواب دو گے لا الہ الا اللہ کا جب وہ
آوے گا دن قیامت کے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ
دعا کیجیے میرے لیے بخشش کی۔ آپ نے فرمایا تم کیا جواب
دو گے لا الہ الا اللہ کا جب وہ آوے گا قیامت کے دن
پھر آپ نے اس سے زیادہ کچھ نہ کہا اور یہی کہتے رہے
تم کیا جواب دو گے لا الہ الا اللہ کا جب وہ آوے گا
قیامت کے روز۔

فائدہ۔ حدیث میں یوں ہے وَلَا أُرِيدُ أَنْ أُخْبِرَكُمْ عَنْ نَبِيِّكُمْ جس کا لفظی
ترجمہ یہ ہوتا ہے کہ میرا ارادہ نہ تھا تم سے حدیث بیان کرنے کا تمہارے پیغمبر کی اور یہ بنتا نہیں
نووی نے کہا تمام نسخوں میں یہ عبارت اسی طرح ہے اور میں نے بھی جہاں تک نسخے میرے
پاس موجود تھے ان میں یہی پایا نسخہ مطبوعہ مصر اور مطبوعہ دہلی اور کلکتہ سب میں ایسا ہی
ہے۔ پر مطبوعہ کلکتہ کے حاشیہ میں یہ لکھا ہے کہ بعض نسخوں میں إِلَّا کا لفظ اوپر لکھا ہوا ہے
یعنی یوں ہے وَلَا أُرِيدُ إِلَّا أَنْ أُخْبِرَكُمْ عَنْ نَبِيِّكُمْ اس صورت میں تو مطلب صاف

ہے یعنی میرا ارادہ کچھ نہ تھا سوا اس کے کہ حدیث بیان کروں تم سے تمہارے پیغمبر کی اور نووی کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی نسخے میں اِلَّا کا لفظ نہیں ہے تو شاید مراد اُنکی وہ نسخے ہیں جو ان کو دمشق میں دستیاب ہوئے۔ نووی نے کہا یہاں پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ جندب نے خود عسعس سے کہلا بھیجا کہ تم لوگوں کو جمع کر دیں ان سے حدیث بیان کروں گا۔ پھر جب آئے تو خود کیسے کہنے لگے کہ میرا ارادہ حدیث بیان کرنے کا نہ تھا اور اس کا رفع دو طرح سے ہو سکتا ہے۔ ایک تو یہ کہ لَا کا لفظ زائد ہو۔ اس صورت میں ترجمہ وہ ہوگا جو اوپر مذکور ہوا یعنی میں تمہارے پاس آیا اس ارادے سے کہ بیان کروں تم سے حدیث تمہارے پیغمبر کی اور مطلب صاف ہو جاوے گا جیسے قرآن میں لَا کا لفظ لِئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتَابِ اور مَا مَنَعَكَ اَنْ لَّا تَسْجُدَ میں زائد ہے۔ دوسرے یہ کہ لَا کا لفظ زائد نہ ہو اور مطلب یہ ہو کہ میں تمہارے پاس آیا اور میرا ارادہ حدیث بیان کرنے کا نہ تھا بلکہ اپنی طرف سے باتیں کرنے کا، پر میں اب اپنے ارادہ سے زیادہ حدیث بھی بیان کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا اخیر تک خیر جاری میں ہے کہ شاید لَا سے پہلے ہمزہ استفہام محذوف ہو یعنی میں تمہارے پاس آیا اور یہ ہو سکتا ہے کہ میرا ارادہ حدیث بیان کرنے کا نہ ہو (یعنی میرا ارادہ ہے) واللہ اعلم۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا

جو شخص مسلمانوں پر ہتھیار اٹھاوے وہ مسلمان نہیں ہے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا

ترجمہ۔ عبداللہ بن عمر رضؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہم پر ہتھیار اٹھاوے وہ ہم میں سے نہیں ہے

فائدہ۔ نووی نے کہا جو شخص مسلمانوں پر ہتھیار اٹھاوے ناحق بغیر کسی قسم کی تاویل کے لیکن اس فعل کو حلال نہ جانے وہ تو گنہگار ہے اور کافر نہ ہوگا۔ اور جو حلال جانے وہ کافر ہے۔ اور یہ حدیث محمول ہے حلال جاننے والے پر یا مراد یہ ہے کہ وہ ہمارے عمدہ طریقے پر نہیں ہے۔ انتہی۔

عَنْ سَلَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ سَلَّ عَلَيْنَا السَّيْفَ فَلَيْسَ مِنَّا

ترجمہ۔ سلمہ بن اکوع رضؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہم پر تلوار کھینچے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَمَلَ عَلَیْنَا السِّلَاحَ فَلَیْسَ مِنَّا

ترجمہ۔ ابوموسیٰ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہم پر ہتھیار اٹھاوے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَنْ غَشَّنَا فَلَیْسَ مِنَّا

جو شخص مسلمانوں کو فریب دیوے وہ ہم سے نہیں

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَمَلَ عَلَیْنَا السِّلَاحَ فَلَیْسَ مِنَّا وَمَنْ غَشَّنَا فَلَیْسَ مِنَّا۔

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہم پر ہتھیار اٹھاوے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور جو شخص ہم کو دھوکا دیوے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰی صُبْرَۃِ طَعَامٍ فَاَدْخَلَ یَدَہٗ فِیْھَا فَنَالَتْ اَصَابِعُہٗ بَلَلًا فَقَالَ مَا ھٰذَا یَا صَاحِبَ الطَّعَامِ فَقَالَ اَصَابَتْہُ السَّمَآءُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اَفَلَا جَعَلْتَہٗ فَوْقَ الطَّعَامِ کَیْ یَرَاہُ النَّاسُ مَنْ غَشَّ فَلَیْسَ مِنِّیْ

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا ایک ڈھیر اناج کا راہ میں۔ آپ نے اپنا ہاتھ اسکے اندر ڈالا تو انگلیوں پر تری آگئی۔ آپ نے پوچھا اے اناج کے مالک یہ کیا ہے؟ وہ بولا پانی پڑ گیا تھا یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا پھر تو نے اس بھیگے ہوئے اناج کو اوپر کیوں نہ رکھا کہ لوگ دیکھ لیتے۔ جو شخص فریب کرے دھوکہ دیوے وہ مجھ سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا۔

بَابُ تَحْرِیْمِ ضَرْبِ الْخُدُوْدِ وَشَقِّ الْجُیُوْبِ وَالدُّعَاءِ بِدَعْوَی الْجَاھِلِیَّۃِ

رخسار پر مارنا، گریبان پھاڑنا اور جاہلیت کی سی باتیں کرنا حرام ہے

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لَیْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ اَوْ شَقَّ الْجُیُوْبَ اَوْ دَعَا بِدَعْوَی الْجَاھِلِیَّۃِ ھٰذَا حَدِیْثُ یَحْیٰی وَاَمَّا ابْنُ نُمَیْرٍ وَاَبُوْبَکْرٍ فَقَالَا وَشَقَّ وَدَعَا

ترجمہ۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہم میں سے نہیں ہے وہ شخص جو گالوں کو پیٹے اور گریبانوں کو پھاڑے یا جاہلیت (کفر) کے زمانے کی باتیں کرے اور دوسری روایت میں او کے بدلے و ہے۔

بِغَيْرِ أَلِفٍ

فائدہ - یعنی یوں ہے جو شخص گالوں کو پیٹے، گریبانوں کو پھاڑے اور جاہلیت کی سی باتیں کرے (یعنی مصیبت کے وقت ہماری شریعت میں یہ سب کام حرام ہیں إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ○ کہنا چاہیئے اور صبر کرنا۔ اگر آنسو بے اختیار نکل آویں تو مضائقہ نہیں۔ جاہلیت کی سی باتیں یہ ہیں کہ خدا کی ناشکری کرے، پکارے، چلاوے، نوحہ کرے، واویلا کرے، زبان سے اور کوئی بے صبری یا بے ادبی کی بات نکالے۔

عَنْ أَبِي بُرْدَةَ ابْنِ أَبِي مُوسَى قَالَ وَجِعَ فَغُشِيَ عَلَيْهِ وَرَأْسُهُ فِي حَجْرِ امْرَأَةٍ مِّنْ أَهْلِهِ فَصَاحَتِ امْرَأَةٌ مِّنْ أَهْلِهِ فَلَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يَّرُدَّ عَلَيْهَا شَيْئًا فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ أَنَا بَرِيءٌ مِّمَّا بَرِئَ مِنْهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بَرِئَ مِنَ الصَّالِقَةِ وَالْحَالِقَةِ وَالشَّاقَّةِ

ترجمہ - ابو بردہ بن ابی موسیٰ رضہ سے روایت ہے۔ ابو موسےٰ اشعری بیمار ہوئے، ان کو غش آ گیا۔ ان کا سر ایک عورت کی گود میں تھا اُن کے گھر والوں میں سے تو ایک عورت چلائی ان کے گھر والوں میں سے۔ ابو موسیٰ کو طاقت نہ ہوئی اسکو منع کرنے کی۔ جب ہوش آیا تو کہا میں بیزار ہوں اس سے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیزار ہیں۔ آپ بیزار ہوئے ہیں چلانے والی سے (یعنی جو عورت مصیبت میں چلا کر رووے) اور بال منڈانے والی سے (یعنی جو عورت غمی میں بال منڈا دے)، اور کپڑا پھاڑنے والی سے۔

فائدہ - نووی نے کہا ظاہر اور مشہور معنیٰ یہی ہے۔ اور قاضی عیاض نے ابن اعرابی سے نقل کیا کہ صالقہ منہ پیٹنے والی کو کہتے ہیں۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ يَزِيدَ وَأَبِي بُرْدَةَ ابْنِ أَبِي مُوسَى قَالَا أُغْمِيَ عَلٰى أَبِي مُوسٰى فَأَقْبَلَتِ امْرَأَتُهُ أُمُّ عَبْدِ اللّٰهِ تَصِيحُ بِرَنَّةٍ قَالَا ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ أَلَمْ تَعْلَمِي وَكَانَ يُحَدِّثُهَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ أَنَا بَرِيءٌ مِّمَّنْ حَلَقَ وَسَلَقَ وَخَرَقَ

ترجمہ - عبد الرحمٰن بن یزید اور ابی بردہ سے روایت ہے ابو موسیٰ اشعری رضہ بیہوش ہو گئے تو ان کی عورت ام عبد اللہ آئی چلا رہی تھی رو رو کر۔ پھر ان کو ہوش ہوا تو کہا کیا تو نہیں جانتی اور حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں بیزار ہوں اس شخص سے جو بال منڈواۓ اور چلا کر روۓ اور کپڑے پھاڑے (مصیبت میں کیونکہ یہ کافروں کی رسمیں ہیں)

عَنْ أَبِي مُوسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ غَيْرَ

ترجمہ - ابو موسیٰ سے دوسری روایت بھی ایسی ہی ہے اس میں یوں ہے ہم میں سے نہیں ہے وہ شخص جو

أَنَّ فِي حَدِيثِ عِيَاضٍ الْأَشْعَرِيِّ قَالَ لَيْسَ مِنَّا وَلَمْ يَقُلْ بَرِيءٌ

یہ کام کرے۔

بَابُ بَيَانِ غِلَظِ تَحْرِيمِ النَّمِيمَةِ

چغل خوری سخت حرام ہے

عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ رَجُلًا يَنُمُّ الْحَدِيثَ فَقَالَ حُذَيْفَةُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ نَمَّامٌ

ترجمہ۔ حذیفہ کو خبر پہنچی کہ فلاں شخص بات لگا دیتا ہے (یعنی چغلی کھاتا ہے) انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے تھے چغل خور جنت میں نہ جاوے گا۔

فائدہ۔ نووی نے کہا چغلی کہتے ہیں لوگوں کی بات دوسروں کو پہنچانا لڑانے اور فساد کرانے کے لئے۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں کہا اکثر چغلی اس کو کہتے ہیں کہ ایک کی بات دوسرے سے لگا دینا یعنی اس شخص سے کہنا کہ فلاں نے تجھے ایسا کہا تھا اور حالانکہ چغلی کچھ بھی امر نہیں بلکہ ہر بُری بات کا بیان کرنا چغلی ہے خواہ اس سے اُس بات کہنے والے کو رنج ہو یا جس کے لئے کہی جاوے اس کو رنج ہو یا اور کسی تیسرے کو رنج ہو۔ اور یہ بیان خواہ زبان سے ہو یا اشارے اور کنایہ سے سب چغلی میں داخل ہے تو حقیقت چغلی کی راز کا کھولنا ہے اور پردہ فاش کرنا جو کسی کو ناگوار ہو۔ پھر اگر کسی شخص کو دیکھا اپنا روپیہ گاڑتے ہوئے اور ذکر کیا اسکا دوسروں سے تو چغلی کی۔ پھر امام غزالی نے کہا اب جس شخص کے پاس کوئی چغلی کھاوے اس کو چھ باتیں ضروری ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس کی بات سچ نہ جانے کیوں کہ چغل خور فاسق ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کام سے اس کو منع کرے اور برا کہے اس کو، تیسرے یہ کہ اس شخص کو بُرا جانے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بُرا ہے (یعنی چغلی کھانیوالا) چوتھے یہ کہ اپنے بھائی پر جس کی چغلی اس نے کھائی ہے بدگمانی نہ کرے۔ پانچویں یہ کہ اس بات کا زیادہ تجسس نہ کرے اور اس کو دریافت نہ کرے۔ چھٹے یہ کہ خود چغلی خور نہ بنے یعنی اس بات کو کسی اور سے نقل نہ کرے ورنہ خود اسی گناہ میں پھنسے گا جس سے چغل خور کو منع کرتا تھا انتہےٰ۔ امام نووی نے کہا یہ سب اس صورت میں ہے جب اس بات میں کوئی مصلحت شرعی نہ ہو لیکن اس کے فاش کرنے میں کوئی مصلحت ہو تو منع نہیں مثلاً کوئی کسی کے قتل یا عزت ریزی کا ارادہ رکھتا ہو تو اس کو مطلع کر دیوے یا امام یا حاکم سے کسی شخص کے فساد یا ظلم کو بیان کرے جس میں اور لوگوں کا فائدہ ہو تو یہ حرام نہیں ہے بلکہ بعض صورت میں واجب ہے یا مستحب ہے۔

مترجم کہتا ہے اس بات کو دیکھنا چاہئے کہ اگر اس کے فاش کرنے میں یا امام یا حاکم سو

کہتے ہیں عام کی بھلائی اور منفعت ہے تو بیشک کہنا چاہئے اور جو کسی کا فائدہ نہیں صرف اس شخص کا ضرر ہے تو اس کا کہنا ضرور نہیں۔ پھر نووی نے کہا یہ جو فرمایا چغل خور جنت میں نہ جاوے گا تو اس میں وہی دونا ویلیں ہیں ایک یہ کہ مراد وہ شخص ہے جو چغلی کو حرام نہ سمجھے دوسرے یہ کہ مراد یہ ہے کہ چغل خور اور اچھے جنتیوں کے ساتھ جنت میں نہ جاوے گا۔

عَنْ هَمَّامِ ابْنِ الْحَارِثِ قَالَ كَانَ رَجُلٌ يَنْقُلُ الْحَدِيْثَ إِلَى الْأَمِيْرِ قَالَ وَكُنَّا جُلُوْسًا فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ هٰذَا مِمَّنْ يَنْقُلُ الْحَدِيْثَ إِلَى الْأَمِيْرِ قَالَ فَجَاءَ حَتّٰى جَلَسَ إِلَيْنَا فَقَالَ حُذَيْفَةُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ

ترجمہ۔ ہمام بن حارث۔ سے روایت ہے ایک شخص لوگوں کی باتیں حاکم سے بیان کیا کرتا۔ ایک بار ہم مسجد میں بیٹھے تھے۔ لوگوں نے کہا یہ شخص حاکم تک بات کو پہنچاتا ہے۔ پھر وہ آیا بیٹھا ہمارے پاس حذیفہ رضؓ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا۔ آپ فرماتے تھے جنت میں نہ جاویگا چغل خور۔

عَنْ هَمَّامِ ابْنِ الْحَارِثِ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا مَعَ حُذَيْفَةَ فِي الْمَسْجِدِ فَجَاءَ رَجُلٌ حَتّٰى جَلَسَ إِلَيْنَا فَقِيْلَ لِحُذَيْفَةَ إِنَّ هٰذَا يَرْفَعُ إِلَى السُّلْطَانِ أَشْيَاءَ فَقَالَ حُذَيْفَةُ إِرَادَةَ أَنْ يُسْمِعَهُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ

ترجمہ۔ ہمام بن حارث سے روایت ہے ہم مسجد میں حذیفہ رض کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں ایک شخص آیا اور ہمارے پاس آکر بیٹھ گیا۔ لوگوں نے حذیفہ رض سے کہا یہ بادشاہ تک بات لگاتا ہے۔ حذیفہ نے اس کو سنانے کی نیت سے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے جنت میں نہ جاویگا چغل خور

بَابُ بَيَانِ غِلَظِ تَحْرِيْمِ إِسْبَالِ الْإِزَارِ وَالْمَنِّ بِالْعَطِيَّةِ وَتَنْفِيْقِ السِّلْعَةِ بِالْحَلِفِ وَبَيَانِ الثَّلَاثَةِ الَّذِيْنَ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ

تہبند ٹخنوں سے زیادہ نیچے رکھنے کی اور احسان کرکے جتانے کی اور مال کو جھوٹی قسم کھاکر بیچنے کی سخت حرمت کا بیان اور اُن تین آدمیوں کا بیان جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہ کریگا اور نہ دیکھیگا طرف انکے، نہ انکو پاک کریگا بلکہ ان کو دکھ کا عذاب ہوگا

عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ

ترجمہ۔ ابوذر رضؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ بات نہ کرے گا قیامت کے دن نہ انکی

وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ قَالَ فَقَرَأَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ مِرَارٍ قَالَ أَبُو ذَرٍّ خَابُوا وَخَسِرُوا وَمَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ الْمُسْبِلُ وَالْمَنَّانُ وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ

طرف دیکھے گا (رحمت کی نگاہ سے) نہ انکو پاک کریگا (گناہوں سے) اور اُن کو دکھ کا عذاب ہوگا۔ آپ نے تین بار یہ فرمایا تو ابوذرؓ نے کہا برباد ہو گئے وہ لوگ اور نقصان میں پڑے وہ کون ہیں یارسول اللہ۔ آپ نے فرمایا ایک تو لٹکانے والا دوسرے احسان کرکے اسکو جتانے والا، تیسرے جھوٹی قسم کھاکر اپنے مال کی نکاسی کرنے والا۔

فائدہ۔ یعنی تہبند یا پاجامے کو یا کرتے کو ٹخنوں سے نیچے غرور اور تکبر کی راہ سے جیسے دوسری حدیث میں صاف آیا کہ اللہ تعالیٰ نہ دیکھے گا اس شخص کی طرف جو کپڑا اپنا لٹکاوے غرور سے۔ اور یہ غرور کی قید خاص کرتی ہے ازار لٹکانے والے کے عموم کو اور اس سے یہ بات نکلی ہے کہ وعید اُسی کیلئے ہے جو غرور سے لٹکاوے اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رخصت دی ہے حضرت ابوبکر کو کپڑا لٹکانے کی کیونکہ ان کا یہ فعل غرور کی راہ سے نہ تھا۔ امام محمد بن جریر طبری نے کہا، دوسری روایت میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف ازار لٹکانے والے کو بیان کیا اس لئے کہ اکثر لباس اس وقت کا ازار ہی تھا اور قمیص کا بھی یہی حکم ہے اور یہ ایک حدیث میں صاف آگیا ہے جس کو ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ نے بسند حسن سالم سے روایت کیا۔ انہوں نے اپنے باپ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لٹکانا ازار میں ہے اور قمیص میں اور عمامے میں اور جو کوئی ان میں کسی کو لٹکاوے غرور سے تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کی طرف نہ دیکھے گا (نووی)۔

یہ جو فرمایا احسان کرکے اس کو جتانے والا یعنی اوچھا مثل مشہور ہے خدا اوچھے کا احسان نہ کراوے۔ جب کسی شخص سے کسی قسم کا سلوک کرے یا احسان تو تہذیب یہ ہے کہ اس کا ذکر نہ کرے کسی جلسے میں اپنا احسان اس پر نہ جتاوے ورنہ نیکی برباد گناہ لازم ہوگا جیسے بے ایمان تاجروں کی عادت ہوتی ہے کہ اپنے مال کی خواہ مخواہ تعریف کرتے ہیں۔ اگر خریدار کو اس کی قیمت میں یا خریدمیں تردد ہو تو قسم کھا بیٹھتے ہیں اور خریدار دھوکے میں آکر خرید لیتا ہے۔

عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الْمَنَّانُ الَّذِي لَا يُعْطِي شَيْئًا إِلَّا مَنَّهُ وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْفَاجِرِ وَالْمُسْبِلُ إِزَارَهُ

ترجمہ۔ ابوذرؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ بات نہ کرے گا قیامت کے روز، ایک احسان جتانیوالا جو دیکر احسان جتاوے دوسرے اپنا مال چلانیوالا جھوٹی قسم کھاکر، تیسرے ازار لٹکانے والا۔

عَنْ سُلَيْمَانَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ قَالَ ثَلَاثَةٌ

ترجمہ اس روایت میں ہے کہ تین آدمیوں سے

لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

اللہ بات نہ کریگا، نہ انکی طرف دیکھے گا نہ انکو پاک کریگا اور ان کو دکھ کا عذاب ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ قَالَ اَبُوْ مُعَاوِيَةَ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ شَيْخٌ زَانٍ وَمَلِكٌ كَذَّابٌ وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ

ترجمہ۔ ابوہریرہ رض سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تین آدمیوں سے خدا بات نہ کرے گا قیامت کے روز نہ ان کو پاک کرے گا نہ ان کی طرف دیکھے گا اور ان کو دکھ کا عذاب ہے ایک تو بوڑھا زنا کرنے والا دوسرے بادشاہ جھوٹا تیسرے محتاج مغرور۔

فائدہ۔ ہر چند حرام کاری اور جھوٹ اور غرور سب کے حق میں بُرا ہے لیکن ان تینوں شخصوں کے حق میں نہایت بے موقع ہے کہ باوجود بڑھاپے کے جب عقل کامل ہوتی ہے اور شہوت کم ہو جاتی ہے زنا اور حرام کاری کرنا سراسر شقاوت ہے اور باوجود بادشاہی اور حکومت کے جب کسی کا خوف اور ڈر نہیں مثلاً جھوٹ بولنا بالکل بدبختی ہے اور باوجود کنگالی اور محتاجی کے گھمنڈ کرنا اور فرعون بے سامان بننا نہایت نامناسب ہے۔ قاضی عیاض نے کہا وجہ ان کی تخصیص کی یہ ہے کہ ان لوگوں کو ان گناہوں کی کوئی ضرورت اور احتیاج نہیں اگرچہ کرنے میں کوئی معذور نہیں پر ان لوگوں کو تو بالکل کسی طرح کا عذر نہیں ہو سکتا تو اب گناہ کرنا گویا عمداً خدا کی نافرمانی کرنا ہے اور ضد اور ہٹ دھرمی ہے اور ذلیل سمجھنا ہے خدا کے احکام کو۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ رَجُلٌ عَلٰى فَضْلِ مَاءٍ بِالْفَلَاةِ يَمْنَعُهُ مِنَ ابْنِ السَّبِيْلِ وَرَجُلٌ بَايَعَ رَجُلًا بِسِلْعَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ فَحَلَفَ لَهُ بِاللّٰهِ لَاَخَذَهَا بِكَذَا وَكَذَا فَصَدَّقَهُ وَهُوَ عَلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ وَرَجُلٌ بَايَعَ

ترجمہ۔ ابوہریرہ رض سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تین شخص ہیں جن سے خدا قیامت میں نہ بولے گا نہ ان کو دیکھے گا نہ انکو گناہ سے پاک کریگا اور اُن کے لئے بڑے درد کا عذاب ہے ایک تو وہ جو جنگل میں حاجت سے زیادہ پانی رکھتا ہو پھر مسافر کو اس پانی سے روکے دوسرے وہ جس نے کسی کے ہاتھ کوئی مال بیچا عصر کے بعد اور خدا کی قسم کھائی کہ میں نے اتنے کو مول لیا ہے اور خریدار نے سچ سمجھا اس کی بات کو حالانکہ اتنے کو اس نے نہیں لیا تھا (یعنی جھوٹی قسم کھائی اور عصر کے بعد کی تخصیص اس وجہ سے ہے کہ وہ متبرک وقت ہے فرشتوں کے جمع ہونے کا

إِمَامًا لَا يُبَايِعُهُ إِلَّا لِدُنْيَا فَإِنْ أَعْطَاهُ مِنْهَا وَفَى وَإِنْ لَمْ يُعْطِهِ مِنْهَا لَمْ يَفِ

یا وہ اصل وقت خرید اور فروخت کا، تیسرے وہ جس نے بیعت کی امام سے دنیا کے طمع سے پھر اگر امام نے اس کو کچھ دیا دنیا کا مال تو اس نے اپنی بیعت پوری کی اور جو نہ دیا تو پوری نہ کی (تو اس شخص نے دھوکا دیا مسلمانوں کو بیعت کر کے کہ وہ اس کے عہد کے بھروسے رہے اور یہ دنیا کی فکر میں تھا عہد کی پرواہ نہ تھی۔)

فائدہ:- اور اور کہیں پانی نہ ہو کہ مسافر کے کام آوے۔ نووی نے کہا اس فعل کی حرمت نہایت سخت اور بہت بُرا کام ہے اس لئے کہ جانوروں کو اس پانی سے نہ روکنا چاہیئے جو ضرورت سے زیادہ ہو۔ پھر آدمیوں کو روکنا کیونکر درست ہوگا۔ البتہ اگر کافر مسافر حربی یا مرتد ہو تو اس کو پانی دینا واجب نہیں (انتہیٰ)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أُرَاهُ مَرْفُوعًا قَالَ ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ رَجُلٌ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ بَعْدَ صَلَاةِ الْعَصْرِ عَلَى مَالِ مُسْلِمٍ فَاقْتَطَعَهُ وَبَاقِي حَدِيثِهِ نَحْوُ حَدِيثِ الْأَعْمَشِ

ترجمہ۔ یہ روایت بھی ایسی ہی ہے۔ اس میں یہ ہے جس نے قسم کھائی عصر کی نماز کے بعد ایک مسلمان کے مال پر پھر مار لیا اس کو (یعنی جھوٹی قسم کھا کر)

بَابُ بَيَانِ غِلَظِ تَحْرِيمِ قَتْلِ الْإِنْسَانِ نَفْسَهُ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ عُذِّبَ بِهِ فِي النَّارِ وَأَنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ

خودکشی کی سخت حرمت اور خودکشی کرنیوالے کا عذاب جہنم میں اور نہ جانا جنت میں سوا مسلمان کے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيدَةٍ فَحَدِيدَتُهُ فِي يَدِهِ يَتَوَجَّأُ بِهَا فِي بَطْنِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا وَمَنْ شَرِبَ سَمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا وَمَنْ

ترجمہ۔ ابوہریرہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے تئیں آپ لوہے کے ہتھیار سے مار لیوے تو وہ ہتھیار اس کے ہاتھ میں ہوگا۔ بھونکتا رہے گا اسکو اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اس میں اور جو شخص زہر پی کر اپنی جان لیوے تو وہ چوسا کرے گا اسی زہر کو جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہے گا اور جو شخص

تَرَدّٰى مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَهُوَ يَتَرَدّٰى فِىْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُّخَلَّدًا فِيْهَا اَبَدًا

پہاڑ سے گر اگر اپنے تئیں مار ڈالے تو وہ ہمیشہ گر اگر بگا جہنم کی آگ میں۔ سدا اس کا یہی حال رہے گا (کہ اونچے مقام سے نیچے گرے گا)

فائدہ:- نووی نے کہا اس مقام پر کئی قول ہیں ایک یہ کہ مراد وہ شخص ہے جو خودکشی کو حلال جان کر ایسے کاموں سے اپنی جان دیوے وہ تو کافر ہے بیشک ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ دوسرے یہ کہ ہمیشہ رہنے سے مراد بہت مدت تک رہنا ہے۔ تیسرے یہ کہ اس کے فعل کا بدلہ یہی تھا کہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے۔ پر خدا نے احسان کیا اور حکم دیا کہ جس کا خاتمہ اسلام پر ہو گا وہ ہمیشہ جہنم میں نہ رہے گا۔

عَنْ ثَابِتِ ابْنِ الضَّحَّاكِ اَنَّهٗ بَايَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ وَاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ بِمِلَّةٍ غَيْرِ الْاِسْلَامِ كَاذِبًا فَهُوَ كَمَا قَالَ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهٗ بِشَىْءٍ عُذِّبَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَيْسَ عَلٰى رَجُلٍ نَذْرٌ فِىْ شَىْءٍ لَّا يَمْلِكُهٗ

ترجمہ۔ ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیعت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شجرۂ رضوان کے تلے اور آپ نے فرمایا جو شخص قسم کھاوے کسی بات پر اسلام کے سوا اور دین کی (یعنی یوں کہے اگر میں ایسا کام کروں تو نصرانی ہوں یا یہودی ہوں یا ہندو ہوں) جھوٹی قسم تو وہ ایسا ہی ہو گیا جیسا اس نے کہا۔ اور جس نے قتل کیا اپنے تئیں کسی چیز سے وہ اسی عذاب میں دیا جائیگا قیامت کے دن اور کسی آدمی پر وہ نذر پوری کرنا واجب نہیں جو اس کے اختیار میں نہیں یا اس کے ملک میں نہیں (جیسے نذر کرے اور کسی کا بردہ آزاد کرنے کی)

فائدہ۔ یعنی کافر ہو گیا، یہ زجر اور تغلیظ کے طور پر ہے۔ نووی نے کہا اگر اس کے دل میں اسلام کے سوا اور دین کی عظمت ہے تو وہ بلاشبہ کافر ہے اور جو اور دین کی عظمت نہیں بلکہ اسلام اس کے دل میں راسخ ہے تو وہ کافر نہ ہو گا۔ اس صورت میں کفر سے مراد ناشکری ہے کیونکہ اسلام کا مقتضٰی یہ تھا کہ ایسی بد قسم نہ کھاتا۔

عَنْ ثَابِتِ ابْنِ الضَّحَّاكِ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ عَلٰى رَجُلٍ نَذْرٌ فِيْمَا لَا يَمْلِكُ وَلَعْنُ الْمُؤْمِنِ كَقَتْلِهٖ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهٗ بِشَىْءٍ فِى الدُّنْيَا عُذِّبَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمَنِ ادَّعٰى دَعْوٰى

ترجمہ۔ ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کسی آدمی پر وہ نذر پورا کرنا واجب نہیں جو اس کے ملک میں نہیں اور مسلمان پر لعنت کرنا ایسا ہے جیسے اسکو قتل کرنا۔ اور جو شخص اپنی جان لیوے دنیا میں کسی چیز سے وہ اسی سے عذاب دیا جاویگا قیامت کے دن اور جو شخص جھوٹا دعویٰ کرے اپنا

كَاذِبَةً لِيَتَكَثَّرَ بِهَا لَمْ يَزِدْهُ اللّٰهُ اِلَّا قِلَّةً وَمَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنِ صَبْرٍ فَاجِرَةٍ

مال بڑھانے کیلئے تو خدا اس کا مال اور کم کر دیگا۔ اور جو شخص قسم کھاوے حاکم کے حکم سے جھوٹی۔

فائدہ:۔ نووی نے کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان پر لعنت کرنا بڑا سخت گناہ ہے۔ امام غزالی رح نے کہا کسی جانور پر لعنت کرنا درست نہیں۔ اسی طرح اس مسلمان پر جو فاسق ہو اسی طرح کسی معین کافر پر خواہ وہ زندہ ہو یا مر گیا ہو مگر اس کافر پر جسکا کفر پر مرنا نص سے ثابت ہو لعنت کرنا درست ہے جیسے ابولہب اور ابوجہل وغیرہ، اور لعنت کرنا کافروں کے گروہ پر درست ہے جیسے لعنت اللہ کی کافروں پر یا یہودیوں پر یا نصاریٰ پر۔ اور ظاہر حدیث یہ ہے کہ لعنت اور قتل دونوں حرمت میں برابر ہیں اگرچہ قتل بہت سخت ہے، یہی اختیار کیا ہے مازری نے اسکا مال بھی اللہ تعالیٰ کم کر دے گا۔ نووی نے کہا یہاں یہ عبارت محذوف ہے یا وہ عطف ہے پہلے جملے کے مبتدا پر۔ اور مطلب دوسری روایت میں پورا آیا ہے جو شخص قسم کھاوے حاکم کے حکم سے کسی مسلمان کا مال دبالینے کو تو وہ اللہ سے ملے گا اور وہ اُس پر غصے ہوگا۔

عَنْ ثَابِتِ ابْنِ الضَّحَّاكِ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ سِوَى الْاِسْلَامِ كَاذِبًا مُّتَعَمِّدًا فَهُوَ كَمَا قَالَ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهٗ بِشَيْءٍ عَذَّبَهُ اللّٰهُ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ وَهٰذَا حَدِيْثُ سُفْيَانَ وَاَمَّا شُعْبَةُ فَحَدِيْثُهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ سِوَى الْاِسْلَامِ كَاذِبًا فَهُوَ كَمَا قَالَ وَمَنْ ذَبَحَ نَفْسَهٗ بِشَيْءٍ ذُبِحَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

ترجمہ۔ ثابت بن ضحاک انصاری رضؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص قسم کھاوے کسی اور دین کی سوائے اسلام کے جھوٹ قصداً تو وہ ایسا ہی ہوگیا اور جو شخص قتل کرے اپنے تئیں کسی چیز سے تو خدا عذاب کرے گا اس کو اسی چیز سے جہنم کی آگ میں یہ روایت ہے سفیان کی اور شعبہ کی روایت میں ہے جو شخص قسم کھاوے کسی دین کی سوائے اسلام کی جھوٹ تو وہ ایسا ہی ہوگیا جیسے اس نے کہا اور جو شخص ذبح کرے اپنے تئیں کسی چیز سے تو وہ اسی چیز سے ذبح کیا جاویگا قیامت کے دن۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ شَهِدْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ حُنَيْنًا فَقَالَ لِرَجُلٍ مِّمَّنْ يُّدْعٰى بِالْاِسْلَامِ هٰذَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَلَمَّا حَضَرْنَا الْقِتَالَ قَاتَلَ الرَّجُلُ قِتَالًا شَدِيْدًا فَاَصَابَتْهُ جِرَاحَةٌ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

ترجمہ۔ ابوہریرہ سے روایت ہے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے جنگ حنین میں (قاضی عیاض نے کہا صحیح خیبر ہے بجائے حنین کے) آپ نے فرمایا ایک شخص کو جو دعویٰ کرتا تھا اسلام کا (یعنی اپنے تئیں مسلمان کہتا تھا) یہ جہنم والوں میں سے ہے۔ جب لڑائی کا وقت آیا

الرَّجُلُ الَّذِي قُلْتَ لَهُ آنِفًا إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَإِنَّهُ قَاتَلَ الْيَوْمَ قِتَالًا شَدِيدًا وَقَدْ مَاتَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِلَى النَّارِ فَكَادَ بَعْضُ الْمُسْلِمِينَ أَنْ يَرْتَابَ فَبَيْنَمَا هُمْ عَلَى ذٰلِكَ إِذْ قِيلَ فَإِنَّهُ لَمْ يَمُتْ وَلٰكِنَّ بِهِ جِرَاحًا شَدِيدًا فَلَمَّا كَانَ مِنَ اللَّيْلِ لَمْ يَصْبِرْ عَلَى الْجِرَاحِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَأُخْبِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ فَقَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنِّي عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ ثُمَّ أَمَرَ بِلَالًا فَنَادَى بِالنَّاسِ إِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ إِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّينَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ

تو یہ شخص خوب لڑا اور زخمی ہوا۔ لوگوں نے کہا یارسول اللہ آپ نے جس شخص کو جہنمی فرمایا وہ آج خوب لڑا اور مر گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جہنم میں گیا۔ بعض مسلمانوں کو اس میں شک ہونے کو تھا (کیونکہ ظاہر حال سے اس کا جنتی ہونا پایا جاتا تھا) اتنے میں خبر آئی کہ وہ مرا نہیں زندہ ہے لیکن بہت سخت زخمی ہے۔ جب رات ہوئی تو وہ زخموں کی تکلیف برداشت نہ کرسکا اور اس نے اپنے تئیں مار لیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا اللہ بڑا ہے میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا بھیجا ہوا ہوں، (اس لیے کہ اللہ نے جو بات آپ کو بتلادی تھی وہ سچ نکلی) پھر آپ نے حکم کیا بلال رضؓ کو اس نے منادی کردی لوگوں میں کہ جنت میں نہ جاوے گا کوئی شخص مگر وہی جو مسلمان ہو۔ اور اللہ مدد کرتا ہے اس دین کی برے آدمی سے۔

فائدہ:۔ یہ شخص منافق تھا، ظاہر میں مسلمان دل میں کافر، اگرچہ اس نے اسلام کیلئے بہت کوشش کی، لڑا، زخمی ہوا۔ پھر ایمان نہ ہونے سے کوئی کوشش اس کی کام نہ آئی معلوم ہوا کہ بغیر ایمان کے انسان کتنی ہی نیک باتیں کرے مسلمانوں کی مدد کرے اسلام کو فائدہ پہنچاوے پر وہ جنتی نہیں ہوسکتا۔

عَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ الْتَقَى هُوَ وَالْمُشْرِكُونَ فَاقْتَتَلُوا فَلَمَّا مَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِلَى عَسْكَرِهِ وَمَالَ الْآخَرُونَ إِلَى عَسْكَرِهِمْ وَفِي أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ لَا يَدَعُ لَهُمْ شَاذَّةً وَلَا فَاذَّةً

ترجمہ۔ سہل بن سعد ساعدیؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مشرکوں کا سامنا ہوا جنگ میں تو لڑے۔ پھر جب آپ اپنے لشکر کی طرف جھکے اور وہ لوگ اپنے لشکر کی طرف گئے تو آپ کے اصحاب میں ایک شخص تھا (اس کا نام قزمان تھا اور وہ منافقوں میں سے تھا) اکا دکا کو نہ چھوڑتا بلکہ اس کا پیچھا کرکے تلوار سے مار ڈالتا (یعنی جس کافر سے بھڑتا اس کو قتل کرتا) تو صحابہ نے

إِلَّا اتَّبَعَهَا يَضْرِبُهَا بِسَيْفِهِ فَقَالُوا مَا أَجْزَءَ مِنَّا الْيَوْمَ أَحَدٌ كَمَا أَجْزَءَ فُلَانٌ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَمَا إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ أَنَا صَاحِبُهُ أَبَدًا قَالَ فَخَرَجَ مَعَهُ كُلَّمَا وَقَفَ وَقَفَ مَعَهُ وَإِذَا أَسْرَعَ أَسْرَعَ مَعَهُ قَالَ فَجُرِحَ الرَّجُلُ جُرْحًا شَدِيدًا فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ نَصْلَ سَيْفِهِ بِالْأَرْضِ وَذُبَابَهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَى سَيْفِهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَخَرَجَ الرَّجُلُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالَ الرَّجُلُ الَّذِي ذَكَرْتَ آنِفًا أَنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَأَعْظَمَ النَّاسُ ذٰلِكَ فَقُلْتُ أَنَا لَكُمْ بِهِ فَخَرَجْتُ فِي طَلَبِهِ حَتّٰى جُرِحَ جُرْحًا شَدِيدًا فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ نَصْلَ سَيْفِهِ بِالْأَرْضِ وَذُبَابَهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَيْهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ النَّارِ فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ

کہا آج ہمارے کام جیسے یہ شخص آیا ایسا کوئی نہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ تو جہنمی ہے۔ ایک شخص ہم میں سے بولا میں اس کے ساتھ رہوں گا (اور اس کی خبر رکھوں گا کہ وہ کونسا کام کرتا ہے جہنم میں جانے کا کیونکہ ظاہر میں تو وہ بہت عمدہ کام کر رہا تھا) پھر وہ شخص اس کے ساتھ نکلا جہاں وہ ٹھیرتا یہ بھی ٹھیر جاتا اور جہاں وہ دوڑ کر چلتا یہ بھی اس کے ساتھ دوڑ کر جاتا آخر وہ شخص (یعنی قزمان) سخت زخمی ہوا اور (زخموں کی تکلیف پر صبر نہ کر سکا) جلدی مرجانا چاہا اور تلوار کا قبضہ زمین پر رکھا اور نوک اسکی دونوں چھاتیوں کے بیچ میں پھر اس پر زور دیا اور اپنے تئیں مار ڈالا۔ تب وہ شخص (جو اسکے ساتھ گیا تھا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ آپ اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا ہوا وہ شخص بولا۔ آپ نے ابھی جس شخص کو جہنمی فرمایا تھا اور لوگوں نے اس پر تعجب کیا تھا تو میں نے کہا تھا میں تمہارے واسطے اس کی خبر رکھوں گا پھر میں اس کی تلاش میں نکلا وہ سخت زخمی ہوا اور جلدی مرنے کے لئے اس نے تلوار کا قبضہ زمین پر رکھا اور نوک اس کی اپنی دونوں چھاتیوں کے بیچ میں، پھر زور دیا اس پر یہاں تک کہ مار ڈالا اپنے تئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ آدمی جنتیوں کے سے کام کرتا ہے لوگوں کے نزدیک اور وہ جہنمی ہوتا ہے اور جہنمیوں کے سے کام کرتا ہے لوگوں کے نزدیک اور وہ جنتی ہوتا ہے۔

فائدہ:۔ تو انسان کو چاہیئے کہ اپنے اعمال پر غرہ نہ کرے اور بھروسہ نہ رکھے بلکہ خدا سے

ڈرتا رہے اور حسن خاتمہ کے لئے دعا کرتا رہے۔ اسی طرح گنہگار کو ناامید نہ ہونا چاہئے اللہ کی رحمت سے شاید اس کا خاتمہ عمدہ کر دے۔

عَنِ الْحَسَنِ يَقُوْلُ اِنَّ رَجُلًا مِّمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ خَرَجَتْ بِهٖ قُرْحَةٌ فَلَمَّا اٰذَتْهُ انْتَزَعَ سَهْمًا مِّنْ كِنَانَتِهٖ فَنَكَأَهَا فَلَمْ يَرْقَأِ الدَّمُ حَتّٰى مَاتَ قَالَ رَبُّكُمْ قَدْ حَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ ثُمَّ مَدَّ يَدَهٗ اِلَى الْمَسْجِدِ فَقَالَ اِىْ وَاللّٰهِ لَقَدْ حَدَّثَنِىْ بِهٰذَا جُنْدُبٌ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِىْ هٰذَا الْمَسْجِدِ

ترجمہ۔ حسن سے روایت ہے وہ کہتے تھے اگلے لوگوں میں ایک شخص کے پھوڑا نکلا۔ اسکو جب بہت تکلیف ہوئی تو اپنے ترکش میں سے ایک تیر نکالا اور پھوڑے کو چیر دیا۔ اس سے پھر خون بند نہ ہوا یہاں تک کہ وہ مر گیا، تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ میں نے حرام کیا اس پر جنت کو پھر اپنا ہاتھ حسن نے مسجد کی طرف بڑھایا اور کہا قسم خدا کی یہہ حدیث مجھ سے جندب رضی نے بیان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس مسجد میں۔

فائدہ:۔ قاضی عیاض نے کہا شاید یہ شخص خودکشی کو حلال جانتا ہوگا یا مراد یہ ہی کہ اس پر جنت حرام ہی اس وقت جب اچھے اور نیک لوگ جاویں گے یا اس کے حساب میں طول ہوگا یا وہ رکا رہیگا اعراف میں۔ نووی نے کہا احتمال ہے کہ اُسوقت کی شرع میں کبیرہ گناہ کرنیوالا کافر ہو جاتا ہو۔ اور یہ حدیث محمول ہو اسپر کہ اس نے جلد مرنے کیلئے یا بغیر کسی مصلحت کے ایسی حرکت کی اسلئے کہ دوا اور علاج کیلئے پھوڑا چیرنا درست ہے جب گمان غالب ہو فائدے کا۔

عَنِ الْحَسَنِ يَقُوْلُ حَدَّثَنَا جُنْدُبُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِىُّ فِىْ هٰذَا الْمَسْجِدِ فَمَا نَسِيْنَا وَمَا نَخْشٰى اَنْ يَّكُوْنَ كَذَبَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ خَرَجَ بِرَجُلٍ فِيْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ خُرَاجٌ فَذَكَرَ نَحْوَهٗ

ترجمہ۔ حسن سے روایت ہے ہم سے جندب بن عبداللہ بجلی رضی نے اس مسجد میں حدیث بیان کی پھر ہم اس کو نہیں بھولے اور نہ ہم کو ڈر ہے کہ جندب نے جھوٹ باندھا ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر۔ انہوں نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم سے پہلے ایک شخص کے پھوڑا نکلا پھر بیان کیا قصہ اسی طرح جیسے اوپر گذرا۔

بَابُ غِلَظِ تَحْرِيْمِ الْغُلُوْلِ وَاَنَّهٗ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا الْمُؤْمِنُوْنَ

مال غنیمت چوری کرنا سخت حرام ہے اور جنت میں صرف ایماندار ہی جائینگے

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ خَيْبَرَ اَقْبَلَ نَفَرٌ مِّنْ صَحَابَةِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ

ترجمہ۔ حضرت عمر بن خطاب رضی سے روایت ہے جب خیبر کا دن ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عليه وآله وسلم فقالوا فلان شهيد
وفلان شهيد حتى مروا على رجل
فقالوا فلان شهيد فقال رسول الله
صلى الله عليه وآله وسلم كلا إني
رأيته في النار في بردة غلها أو
عباءة ثم قال رسول الله صلى الله
عليه وآله وسلم يا ابن الخطاب
اذهب فناد في الناس إنه لا يدخل
الجنة إلا المؤمنون قال فخرجت
فناديت ألا إنه لا يدخل
الجنة إلا المؤمنون

عن أبي هريرة قال خرجنا مع النبي
صلى الله عليه وآله وسلم إلى خيبر ففتح
الله علينا فلم نغنم ذهبا ولا ورقا
غنمنا المتاع والطعام والثياب ثم
انطلقنا إلى الوادي ومع رسول الله
صلى الله عليه وآله وسلم عبد له
وهبه له رجل من جذام يدعى
رفاعة ابن زيد من بني الضبيب
فلما نزلنا الوادي قام عبد رسول
الله صلى الله عليه وآله وسلم يحل
رحله فرمي بسهم فكان فيه حتفه
فقلنا هنيئا له الشهادة يا رسول
الله قال رسول الله صلى الله عليه و
آله وسلم كلا والذي نفس محمد
بيده إن الشملة لتلتهب عليه نارا
أخذها من الغنائم يوم خيبر
لم تصبها المقاسم قال ففزع
الناس فجاء رجل بشراك

کے کئی صحابہ آئے اور کہنے لگے فلاں شہید ہے اور
فلاں شہید ہے یہاں تک گذرے ایک شخص پر
تو کہا یہ شہید ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے فرمایا ہرگز نہیں، میں اس کو جہنم میں دیکھا ایک
چادر یا عبا کی چوری میں (یعنی چوری کی وجہ سے) پھر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے خطاب
کے بیٹے اٹھ اور پکار دے لوگوں میں کہ جنت میں
وہی جائیں گے جو ایمان دار ہیں (اور چور نہ
جاویں گے) حضرت عمرؓ نے کہا میں نکلا اور
میں نے پکار دیا لوگوں میں خبردار ہو جاؤ جنت
میں وہی جائیں گے جو ایمان دار ہیں۔

ترجمہ۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے ہم رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکلے خیبر کی طرف
پھر اللہ نے فتح دی ہم کو تو نہیں لوٹا ہم نے چاندی
اور سونا (یعنی چاندی اور سونا ہاتھ نہیں آیا) بلکہ لوٹا
ہم نے اسباب اور اناج اور کپڑے پھر ہم چلے وادی
کی طرف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
ساتھ آپ کا ایک غلام تھا (جس کا نام مدعم تھا) جو
بخشا تھا آپ کو ایک شخص نے جذام میں سے جس کا
نام رفاعہ بن زید تھا بنی ضبیب میں سے۔ جب
ہم وادی میں اترے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کا غلام کھڑا ہوا آپ کا کجاوہ کھول رہا تھا اتنے
میں ایک (غیبی) تیر اس کو لگا جس میں اس کی موت
تھی۔ ہم لوگوں نے کہا مبارک ہو وہ شہید ہے
یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا ہرگز نہیں قسم اُس
ذات کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے وہ
شملہ اس پر انگار کی طرح سلگ رہا ہے جو اُس نے
مال غنیمت میں سے خیبر کے دن لے لیا تھا اور
اس وقت تک غنیمت تقسیم نہیں ہوئی تھی یہ سُنکر

اَدۡشِرَاکَیۡنِ فَقَالَ یَارَسُوۡلَ اللّٰہِ اَصَبۡتُ ھٰذَا یَوۡمَ خَیۡبَرَ فَقَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ شِرَاکٌ مِّنۡ نَّارٍ اَوۡ شِرَاکَانِ مِنۡ نَّارٍ

لوگ ڈر گئے اور ایک شخص ایک تسمہ یا تسمے لیکر آیا اور کہنے لگا یارسول اللہ میں نے خیبر کے دن انکو پایا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ تسمہ یا تسمے انگارے ہیں (یعنی اگر توان کو داخل نہ کرتا تو یہ تسمہ انگارہ ہو کر قیامت کے دن تجھ پر لپٹتا یا تجھے عذاب ہوتا ان تسموں کی وجہ سے)

فائدہ۔ نووی نے کہا ان دونوں حدیثوں سے یہ احکام نکلتے ہیں ایک تو غلول یعنی چوری کا حرام ہونا مال غنیمت میں دوسرے کوئی فرق نہ ہونا قلیل اور کثیر میں یہاں تک کہ ایک تسمہ کی چوری بھی حرام ہے تیسرے یہ کہ جس نے غلول کیا اسکو شہید نہ کہیں گے چوتھے یہ کہ جو کفر پر مرے وہ جنت میں نہ جاوے گا اور اس پر اجماع ہے مسلمانوں کا۔ پانچویں کہ بغیر ضرورت کے قسم کھانا درست ہے کیونکہ حضرتؐ نے خود قسم کھائی۔ چھٹے یہ کہ جس نے کچھ چوری کی غنیمت کے مال میں تو اسکو وہ چیز پھیر دینا اور داخل کر دینا واجب ہے اور جب وہ پھیر دے تو اسکو لیلیں اور اس کا مال نہ جلاویں خواہ وہ پھیرے یا نہ پھیرے کیونکہ حضرتؐ نے تسمے کے چور کا اور تسمے کے چور کا مال نہ جلایا اور جو یہ واجب ہوتا تو آپ ایسا کرتے اور وہ جو حدیث منقول ہے کہ جو شخص غنیمت کے مال میں چوری کرے اسکا اسباب جلا دو اور اسکو مارو یا اس کی گردن مارو تو ضعیف ہے اس کے ضعف کو ابن عبدالبر نے بیان کیا ہے طحاوی نے کہا اگر وہ حدیث صحیح بھی ہو تو منسوخ ہوگی اور یہ اُس وقت کا حکم ہے جب مالی سزا جائز تھی (یعنی اب شریعت میں مال کی سزا دینا جیسے جرمانہ ضبطی جائداد وغیرہ نہیں رہی)

بَابُ الدَّلِیۡلِ عَلٰی اَنَّ قَاتِلَ نَفۡسَہٗ لَا یَکۡفُرُ | خودکشی کرنے والا کافر نہ ہوگا؛

عَنۡ جَابِرٍ اَنَّ الطُّفَیۡلَ بۡنَ عَمۡرٍو الدَّوۡسِیَّ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَارَسُوۡلَ اللّٰہِ ھَلۡ لَّکَ فِیۡ حِصۡنٍ حَصِیۡنٍ وَّمَنۡعَۃٍ قَالَ حِصۡنٌ کَانَ لِدَوۡسٍ فِی الۡجَاھِلِیَّۃِ فَاَبٰی ذٰلِکَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لِلَّذِیۡ ذَخَرَ اللّٰہُ لِلۡاَنۡصَارِ فَلَمَّا ھَاجَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِلَی الۡمَدِیۡنَۃِ ھَاجَرَ اِلَیۡہِ الطُّفَیۡلُ ابۡنُ عَمۡرٍو وَّھَاجَرَ مَعَہٗ رَجُلٌ

ترجمہ۔ جابرؓ سے روایت ہے کہ طفیل بن عمرو دوسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا یارسول اللہ آپ ایک مضبوط قلعہ اور لشکر چاہتے ہیں (اس قلعہ کیلئے کہا جو دوس کا تھا جاہلیت کے زمانے میں) آپ نے قبول نہ کیا اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے انصار کے حصے میں یہ بات لکھدی تھی (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس رہیں انکی حمایت اور حفاظت میں)، تو جب رسول اللہ صلی اللہ

مِّنْ قَوْمِهٖ فَاجْتَوَوُا الْمَدِيْنَةَ فَمَرِضَ فَجَزِعَ فَاَخَذَ مَشَاقِصَ لَهٗ فَقَطَعَ بِهَا بَرَاجِمَهٗ فَشَخَبَتْ يَدَاهُ حَتّٰى مَاتَ فَرَاٰهُ الطُّفَيْلُ ابْنُ عَمْرٍو فِيْ مَنَامِهٖ فَرَاٰهُ وَ هَيْئَتُهٗ حَسَنَةٌ وَرَاٰهُ مُغَطِّيًا يَدَيْهِ فَقَالَ لَهٗ مَا صَنَعَ بِكَ رَبُّكَ فَقَالَ غَفَرَ لِيْ بِهِجْرَتِيْ اِلٰى نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ مَالِيْ اَرَاكَ مُغَطِّيًا يَدَيْكَ قَالَ قِيْلَ لِيْ لَنْ نُّصْلِحَ مِنْكَ مَا اَفْسَدْتَ فَقَصَّهَا الطُّفَيْلُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ وَ لِيَدَيْهِ فَاغْفِرْ

علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو طفیل بن عمرو ؓ نے بھی ہجرت کی اور ان کے ساتھ انکی قوم کے ایک شخص نے بھی ہجرت کی۔ پھر مدینہ کی ہوا ان کو ناموافق ہوئی (اور انکے پیٹ میں عارضہ پیدا ہوا) وہ شخص جو طفیل کے ساتھ آیا تھا بیمار ہوا اور تکلیف کے مارے اس نے چوڑی گانسیاں لیکر اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے اور خون بہنا شروع ہوا دونوں ہاتھوں سے یہاں تک کہ وہ مرگیا۔ پھر طفیل بن عمرو نے اسکو خواب میں دیکھا اور اسکی شکل اچھی تھی مگر اپنے دونوں ہاتھوں کو چھپائے ہوئے تھا طفیل نے پوچھا تیرے رب نے تیرے ساتھ کیا سلوک کیا؟ اس نے کہا بخش دیا مجھ کو اس لئے کہ میں نے ہجرت کی تھی اس کے پیغمبر کی طرف۔ طفیل نے کہا کیا وجہ ہے میں دیکھتا ہوں تو دونوں ہاتھ اپنے چھپائے ہوئے ہے۔ وہ شخص بولا کہ مجھے حکم ہوا ہم اس کو نہیں سنواریں گے جس کو تو نے خود بخود بگاڑا۔ پھر یہ خواب طفیل رضؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کیا آپ نے فرمایا اللہ اسکے دونوں ہاتھوں کو بھی بخشدے یعنی جیسے تو نے اسکے سارے بدن پر کرم کیا ہے اس کے دونوں ہاتھوں کو بھی درست کردے۔

فائدہ۔ نووی نے کہا اس حدیث میں دلیل ہے اس بڑے قاعدے کی جو اہل سنت نے قرار دیا ہے کہ جو شخص اپنے تئیں مار ڈالے یا اور کوئی گناہ کرے پھر بغیر توبہ کے مرجائے تو وہ کافر نہیں ہے اور نہ یہ ضرور ہے کہ وہ جہنم میں جائے بلکہ وہ خدا کی مشیت پر ہے۔ اور اوپر یہ قاعدہ بیان ہوچکا ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ گنہگاروں کو عذاب ہوگا اور گناہوں سے نقصان پہنچتا ہے۔ اور رد ہے مرجیہ کا جو کہتے ہیں ایمان کے ساتھ گناہوں سے ضرر نہ ہوگا۔ تحفۃ الاخیار میں ہے کہ اس حدیث سے بڑی فضیلت ہجرت کی ثابت ہوئی اس شخص کو اپنے مارنے کی نیت نہ ہوگی کہ حرام موت ہوتی اضطراب سے یہ حرکت ہوئی ہوگی یا شاید ہلاکی کی نیت ہو مگر ہجرت کی برکت اور حضرتؐ کی دعا سے اس کی مغفرت ہوگئی۔

بَابٌ فِی الرِّيْحِ الَّتِيْ تَكُوْنُ فِيْ قُرْبِ الْقِيَامَةِ تَقْبِضُ مَنْ فِيْ قَلْبِهٖ شَيْءٌ مِّنَ الْاِيْمَانِ

اُس ہوا کا بیان جو قیامت کے قریب چلے گی اور لیجاویگی ہر ایک شخص کو جسکے دل میں رتی برابر بھی ایمان ہوگا

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

ترجمہ۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ

عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ رِيْحًا مِّنَ الْيَمَنِ اَلْيَنَ مِنَ الْحَرِيْرِ فَلَا تَدَعُ اَحَدًا فِيْ قَلْبِهٖ قَالَ اَبُوْ عَلْقَمَةَ مِثْقَالُ حَبَّةٍ وَقَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ اِيْمَانٍ اِلَّا قَبَضَتْهُ

علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا البتہ خدا چلا ویگا ایک ہوا یمن کے ملک سے جو ریشم سے بھی زیادہ ملائم ہوگی پھر یہ ہوا نہ چھوڑے گی اس شخص کو جس کے دل میں دانے برابر یا رتی برابر بھی ایمان ہوگا یعنی مار ڈالے گی اس کو۔

فائدہ۔ تو کوئی ایماندار دنیا میں باقی نہ رہے گا اس وقت قیامت ہوگی۔ نووی نے کہا اس مضمون کی حدیثیں اوربھی آئی ہیں جیسے قیامت قائم نہ ہوگی مگر اس وقت جب کوئی اللہ اللہ کہنے والا بھی نہ رہے گا یا قیامت قائم نہ ہوگی مگر بدترین خلق پر اور یہ سب حدیثیں اپنے ظاہر پر محمول ہیں اور وہ جو دوسری حدیث میں آیا ہے کہ ایک گروہ میری امت کا حق پر قائم رہے گا قیامت کے دن تک اس کے مخالف نہیں کیونکہ مراد اس سے یہ ہے کہ وہ گروہ قائم رہے گا یہاں تک کہ یہ ہوا اس کو تمام کر دے گی پھر قیامت قائم ہوگی۔ اور یہ جو فرمایا جس کے دل میں دانے برابر یا رتی برابر بھی ایمان ہوگا تو اس سے وہ مذہب ثابت ہوا جو صحیح ہے کہ ایمان گھٹتا اور بڑھتا ہے۔ اور ریشم سے زیادہ ملائم ہونے سے یہ غرض ہے کہ وہ ہوا نرم اور لطیف ہوگی اور ایک دوسری حدیث میں یوں ہے کہ وہ ہوا شام کی طرف سے چلے گی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شاید اس وقت دو ہوائیں چلیں ایک یمن کی طرف سے اور دوسری شام کی طرف سے یا ایک ہی ہوا شروع ہو یمن سے پھر پھیل جاوے شام تک واللہ اعلم۔

بَابُ الْحَثِّ عَلَى الْمُبَادَرَةِ بِالْاَعْمَالِ قَبْلَ تَظَاهُرِ الْفِتَنِ

فتنے اور فساد پھیلنے سے پہلے نیک اعمال کو جلد بجا لانے کی ترغیب

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَيُمْسِيْ كَافِرًا اَوْ يُمْسِيْ مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا يَبِيْعُ دِيْنَهٗ بِعَرَضٍ مِّنَ الدُّنْيَا

ترجمہ۔ ابو ہریرہ رض سے روایت ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جلدی جلدی نیک کام کر لو ان فتنوں سے پہلے جو اندھیری رات کے حصوں کی طرح ہوں گے، صبح کو آدمی ایماندار ہوگا اور شام کو کافر یا شام کو ایماندار ہوگا اور صبح کو کافر ہوگا اور اپنے دین کو بیچ ڈالے گا دنیا کے مال کے بدلے۔

فائدہ۔ یعنی دنیا کی طمع اس وقت ایسی غالب ہوگی کہ ایمان کی محبت دل میں نہ رہے گی ذرا سے دنیاوی فائدے کے لئے انسان ایمان کو چھوڑ دے گا اور کفر اختیار کریگا۔ یہ بات ہمارے زمانے میں بہت پھیل گئی ہے کہ ایمان کی قدر اور منزلت بالکل نہ رہی اور جسکو دیکھو دنیا کا

طلب گار ہے۔ بہت لوگوں کو دیکھا جو پہلے مسلمان دیندار تھے پھر دنیا کے طمع سے بے ایمان ہو گئے اور کفر اختیار کیا کوئی نصرانی بن گیا کوئی دہریہ خدا محفوظ رکھے۔ نووی نے کہا مراد یہ ہے کہ اس زمانے میں ایسے فتنے پے درپے ہونگے کہ ایمان کا بچانا مشکل ہوگا، ایک ہی دن میں ایسا انقلاب ہوگا کہ صبح کو آدمی مومن ہو تو شام کو کافر ہوگا۔ تحفۃ الاخیار میں ہے کہ اس حدیث میں ان فسادوں کی خبر ہے جو یزید اور سلطنت مروانیہ کے زمانے میں واقع ہوئے۔ اس حدیث میں ارشاد ہے کہ فرصت کو آدمی غنیمت جانے اور پریشانی سے پہلے جو نیک عمل ہو سکیں سو کر لیوے۔

بَابُ مَخَافَةِ الْمُؤْمِنِ اَنْ يَّحْبَطَ عَمَلُهٗ

مومن کو اپنے اعمال مٹ جانے سے ڈرنا چاہیئے

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهٗ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ جَلَسَ ثَابِتٌ فِيْ بَيْتِهٖ وَقَالَ اَنَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ وَاحْتَبَسَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَسَاَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ فَقَالَ يَا اَبَا عَمْرٍو مَا شَاْنُ ثَابِتٍ اِشْتَكٰى فَقَالَ سَعْدٌ اِنَّهٗ لَجَارِيْ وَمَا عَلِمْتُ لَهٗ بِشَكْوٰى قَالَ فَاَتَاهُ سَعْدٌ فَذَكَرَ لَهٗ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ ثَابِتٌ اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَلَقَدْ عَلِمْتُمْ اَنِّيْ مِنْ اَرْفَعِكُمْ صَوْتًا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَاَنَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَذَكَرَ ذٰلِكَ سَعْدٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بَلْ هُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ

ترجمہ۔ انس بن مالکؓ سے روایت ہے جب یہ آیت اتری يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ اخیر تک تو ثابت بن قیس بن شماس اپنے گھر میں بیٹھ رہے اور کہنے لگے میں جہنمی ہوں (کیونکہ ان کی آواز بہت بلند تھی اور وہ خطیب تھے انصار کے اس لئے وہ ڈر گئے) اور نہ آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس۔ آپ نے سعد بن معاذ سے پوچھا کہ اے ابا عمرو ثابت کا کیا حال ہے کچھ بیمار ہو گیا ہے سعد نے کہا وہ میرا ہمسایہ ہے میں نہیں جانتا کہ وہ بیمار ہے۔ پھر سعدؓ ثابتؓ کے پاس آئے اور ان سے یہ بیان کیا کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔ ثابت نے کہا یہ آیت اتری اور تم جانتے ہو کہ تم سب میں میری آواز اونچی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تو میں جہنمی ہوں۔ پھر سعدرضؓ نے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا، نہیں، وہ جنتی ہے۔

فائدہ۔ یعنی اے ایمان والو! اونچی نہ کرو اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اوپر اور نہ بولو اس سے زور سے جیسے بولتے ہو ایک دوسرے سے، کہیں اکارت نہ ہو جائیں تمہارے عمل اور تم کو خبر نہ ہو۔ تو ڈرایا مومنوں کو بے ادبی سے، حضرتؐ کی صحبت میں ایسا نہ ہو کہ بے ادبی تمام نیک عملوں کو مٹا دے کیونکہ آواز بلند ہونا کچھ برا نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بلند آواز سے باتیں کرنا اور چلانا منع ہے۔ نووی نے کہا اس حدیث سے ثابت بن قیسؓ کی بڑی فضیلت معلوم ہوئی کیونکہ ان کا جنتی ہونا ثابت ہوا اور اس سے یہ بات بھی نکلی کہ امام یا سردار کو اپنے لوگوں کا حال پوچھنا چاہیئے جو غائب ہو جاویں۔

عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ ثَابِتُ ابْنُ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ خَطِيْبَ الْاَنْصَارِ فَلَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ بِنَحْوِ حَدِيْثِ حَمَّادٍ وَلَيْسَ فِيْ حَدِيْثِهٖ ذِكْرُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ

ترجمہ۔ دوسری روایت میں یوں ہے کہ ثابت بن قیس بن شماس انصار کے خطیب تھے۔ پھر جب یہ آیت اتری اخیر تک اور اس میں سعد بن معاذ کا ذکر نہیں ہے۔

عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَمْ يَذْكُرْ سَعْدَ ابْنَ مُعَاذٍ فِي الْحَدِيْثِ

ترجمہ وہی ہے جو اوپر گذرا۔

عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَاقْتَصَّ الْحَدِيْثَ وَلَمْ يَذْكُرْ سَعْدَ ابْنَ مُعَاذٍ وَزَادَ قَالَ فَكُنَّا نَرَاهُ يَمْشِيْ بَيْنَ اَظْهُرِنَا رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ

ترجمہ۔ اس روایت میں بھی سعد بن معاذ کا ذکر نہیں۔ اتنا زیادہ ہے کہ انس نے کہا ثابت ہم لوگوں کے بیچ میں چلتے تھے ہم ان کو دیکھتے تھے ایک شخص جنتی ہم میں جا رہا ہے۔

بَابُ هَلْ يُؤَاخَذُ بِاَعْمَالِ الْجَاهِلِيَّةِ

جب کوئی مسلمان ہو جائے تو کفر کے وقت کے اعمال کا مواخذہ نہ ہوگا۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ اُنَاسٌ لِّرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنُؤَاخَذُ بِمَا عَمِلْنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ قَالَ اَمَّا مَنْ اَحْسَنَ مِنْكُمْ

ترجمہ۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کچھ لوگوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یا رسول اللہ! کیا ہم سے پوچھ ہو گی ان کاموں کی جو ہم نے جاہلیت کے زمانے میں کئے ہیں؟۔

فِي الْإِسْلَامِ فَلَا يُؤَاخَذُ بِهَا وَمَنْ أَسَاءَ أُخِذَ بِعَمَلِهِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَالْإِسْلَامِ

آپ نے فرمایا تم میں سے جو اچھی طرح اسلام لایا (یعنی سچا مسلمان ہوا دل سے) اس سے تو پوچھ نہ ہوگی جاہلیت کے کاموں کی اور جو برا ہے (یعنی صرف ظاہر میں مسلمان ہوا اور دل میں اس کے کفر رہا) اس سے پوچھ ہوگی جاہلیت اور اسلام دونوں وقت کے کاموں کی۔

فائدہ۔ کیونکہ وہ کفر پر قائم رہا اور درحقیقت وہ مسلمان ہی نہیں ہوا بلکہ منافق رہا۔ نووی نے کہا دوسری حدیث صحیح میں ہے کہ اسلام گرا دیتا ہے پیشتر کے گناہوں کو یعنی کفر کے زمانے کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں اسلام لانے سے اور اس پر اجماع ہے مسلمانوں کا

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَنُؤَاخَذُ بِمَا عَمِلْنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ مَنْ أَحْسَنَ فِي الْإِسْلَامِ لَمْ يُؤَاخَذْ بِمَا عَمِلَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَمَنْ أَسَاءَ فِي الْإِسْلَامِ أُخِذَ بِالْأَوَّلِ وَالْآخِرِ

ترجمہ۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم سے مواخذہ ہوگا ان کاموں کا جو جاہلیت کے وقت میں کئے ہیں۔ آپ نے فرمایا جس نے نیکی کی اسلام میں اس سے جاہلیت کے کاموں کا مواخذہ نہ ہوگا اور جس نے برائی کی اسلام میں اس سے مواخذہ ہوگا اگلے (یعنی کفر) اور پچھلے (یعنی اسلام) دونوں وقت کے کاموں کا۔

بَابُ كَوْنِ الْإِسْلَامِ يَهْدِمُ مَا قَبْلَهُ وَكَذَا الْحَجُّ وَالْهِجْرَةُ

اسلام، حج اور ہجرت سے اگلے گناہوں کا معاف ہو جانا

عَنْ ابْنِ شُمَاسَةَ الْمَهْرِيِّ قَالَ حَضَرْنَا عَمْرَو ابْنَ الْعَاصِ وَهُوَ فِي سِيَاقَةِ الْمَوْتِ يَبْكِي طَوِيلًا وَحَوَّلَ وَجْهَهُ إِلَى الْجِدَارِ فَجَعَلَ ابْنُهُ يَقُولُ لَهُ مَا يُبْكِيكَ يَا أَبَتَاهُ أَمَا بَشَّرَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِكَذَا أَمَا بَشَّرَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِكَذَا قَالَ فَأَقْبَلَ بِوَجْهِهِ فَقَالَ إِنَّ أَفْضَلَ مَا نُعِدُّ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ

ترجمہ۔ ابن شماسہ (عبدالرحمن بن شماسہ بن ذئب) مہری سے روایت ہے ہم عمرو بن عاصؓ کے پاس گئے اور وہ مرنے کے قریب تھے تو روئے بہت دیر تک اور منہ پھیر لیا اپنا دیوار کی طرف۔ ان کے بیٹے کہنے لگے باوا تم کو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خوشخبری نہیں دی، یہ خوشخبری نہیں دی تب انہوں نے اپنا منہ سامنے کیا اور کہا کہ سب باتوں میں افضل ہم سمجھتے ہیں اس بات کی گواہی دینے کو کہ کوئی سچا معبود نہیں سوا خدا کے اور محمد اس کے

مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اِنِّیْ قَدْ کُنْتُ
عَلٰٓی اَطْبَاقٍ ثَلَاثٍ لَقَدْ رَاَیْتُنِیْ
وَمَا اَحَدٌ اَشَدَّ بُغْضًا لِّرَسُوْلِ اللّٰهِ
صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مِنِّیْ وَلَا
اَحَبَّ اِلَیَّ اَنْ اَکُوْنَ قَدِ اسْتَمْکَنْتُ
مِنْهُ فَقَتَلْتُهٗ فَلَوْ مُتُّ عَلٰی تِلْکَ الْحَالِ
لَکُنْتُ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَلَمَّا جَعَلَ اللّٰهُ
عَزَّ وَجَلَّ الْاِسْلَامَ فِیْ قَلْبِیْ اَتَیْتُ
النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ
فَقُلْتُ ابْسُطْ یَمِیْنَکَ فَلِاُبَایِعَکَ
فَبَسَطَ یَمِیْنَهٗ قَالَ فَقَبَضْتُ یَدِیْ
قَالَ مَا لَکَ یَا عَمْرُو قَالَ قُلْتُ اَرَدْتُّ
اَنْ اَشْتَرِطَ قَالَ تَشْتَرِطُ مَاذَا قُلْتُ
اَنْ یُّغْفَرَ لِیْ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ
الْاِسْلَامَ یَهْدِمُ مَا کَانَ قَبْلَهٗ وَاَنَّ
الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا کَانَ قَبْلَهَا وَاَنَّ
الْحَجَّ یَهْدِمُ مَا کَانَ قَبْلَهٗ وَمَا کَانَ
اَحَدٌ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ
عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَلَا اَجَلَّ فِیْ عَیْنِیْ
مِنْهُ مَا کُنْتُ اُطِیْقُ اَنْ اَمْلَاَ عَیْنَیَّ
مِنْهُ اِجْلَالًا لَّهٗ وَلَوْ سُئِلْتُ اَنْ اَصِفَهٗ
مَا اَطَقْتُ لِاَنِّیْ لَمْ اَکُنْ اَمْلَاُ عَیْنَیَّ مِنْهُ
وَلَوْ مُتُّ عَلٰی تِلْکَ الْحَالِ لَرَجَوْتُ
اَنْ اَکُوْنَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ ثُمَّ وَلِیْنَا
اَشْیَآءَ مَا اَدْرِیْ مَا حَالِیْ فِیْهَا فَاِذَا اَنَا
مُتُّ فَلَا تَصْحَبْنِیْ نَائِحَةٌ وَّلَا نَارٌ فَاِذَا
دَفَنْتُمُوْنِیْ فَشُنُّوْا عَلَیَّ التُّرَابَ شَنًّا
ثُمَّ اَقِیْمُوْا حَوْلَ قَبْرِیْ قَدْرَ مَا
تُنْحَرُ جَزُوْرٌ وَیُقْسَمُ لَحْمُهَا حَتّٰی

بیٹھے ہوئے ہیں اور میرے اوپر تین حال گذرے
ہیں۔ ایک حال یہ تھا جو تونے دیکھا کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ میں کسی کو برا نہیں جانتا تھا
اور مجھے آرزو تھی کہ کسی طرح میں قابو پاؤں اور آپ کو
قتل کروں (معاذ اللہ) پھر اگر میں مرجاتا اس حال
میں تو جہنمی ہوتا۔ دوسرے حال یہ تھا کہ اللہ نے اسلام
کی محبت میرے دل میں ڈالی اور میں رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔ میں نے کہا اپنا داہنا
ہاتھ بڑھائیے تاکہ میں بیعت کروں آپ سے۔ آپ
نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ میں نے اس وقت اپنا ہاتھ
کھینچ لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
کیا ہوا تجھ کو اے عمرو! میں نے کہا میں شرط کرنا چاہتا ہوں
آپ نے فرمایا کیا شرط؟ میں نے کہا یہ شرط کہ میرے
گناہ معاف ہوں جو اب تک کئے ہیں، آپ نے فرمایا
اے عمرو! تو نہیں جانتا کہ اسلام گرا دیتا ہے پیشتر کے
گناہوں کو۔ اسی طرح ہجرت گرا دیتی ہے پیشتر کے
گناہوں کو، اسی طرح حج گرا دیتا ہے پیشتر کے گناہوں
کو، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ مجھ کو
کسی کی محبت نہ تھی اور نہ میری نگاہ میں آپ سے زیادہ
کسی کی شان تھی اور میں آنکھ بھر کر آپ کو نہ دیکھ سکتا
تھا آپ کے جلال کی وجہ سے۔ اور اگر کوئی مجھ سے
آپ کی صورت کو پوچھے تو میں بیان نہیں کرسکتا
کیونکہ میں آنکھ بھر کر آپ کو دیکھ نہیں سکتا تھا اور اگر
میں مرجاتا اس حال میں تو امید تھی کہ جنتی ہوتا۔ بعد
اس کے چند اور چیزوں میں ہم کو پھنسنا پڑا میں نہیں
جانتا میرا کیا حال ہوگا انکی وجہ سے، تو جب میں
مرجاؤں میرے جنازے کے ساتھ کوئی رونے چلانے والی
نہ ہو اور نہ آگ ہو۔ اور جب مجھے دفن کرنا تو مٹی ڈال دینا
مجھ پر اچھی طرح اور میری قبر کے گرد کھڑے رہنا اتنی دیر

أَسْتَأْنِسَ بِكُمْ وَأَنْظُرَ مَاذَا أُرَاجِعُ بِهِ رُسُلَ رَبِّي۔

تک جتنی دیر میں اونٹ کاٹا جاتا ہے اور اسکا گوشت بانٹا جاتا ہے تاکہ میرا دل بہلے تم سے (اور میں تنہائی میں گھبرا نہ جاؤں) اور دیکھ لوں پروردگار کے وکیلوں کو میں کیا جواب دیتا ہوں۔

فائدہ ۔ یعنی منکر نکیر کو۔ نووی نے کہا اس حدیث سے کئی باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک تو یہ جو مرنے کے قریب ہو اسکو تسلی اور تشفی دینا چاہیئے اور امید اور عفو اور خوشی کی آیتیں اور حدیثیں سنانا چاہیئے جیسے عمرو بن عاص کے بیٹے نے کہا اور یہ مستحب ہے بالاتفاق، دوسرے یہ کہ صحابہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کس قدر عزت اور حرمت کرتے تھے تیسرے یہ کہ جنازے کے ساتھ رونے والی اور آگ لیجانا منع ہے اور علماء نے اسکو مکروہ رکھا ہے لیکن نوحہ کرنا وہ تو حرام ہے اور آگ لے جانا مکروہ ہے بوجہ دوسری حدیث کے اور سبب کراہت کا یہ ہے کہ وہ عادت ہے جاہلیت کے زمانے کی اور ابن حبیب مالکی نے کہا کہ آگ رکھنے میں شگون بد ہے مردے کیلئے۔ چوتھے یہ کہ مٹی ڈالنا قبر پر مستحب ہے۔ پانچویں یہ کہ قبر پر بیٹھنا نہیں چاہیئے جیسے بعض ملکوں میں دستور ہے چھٹے یہ کہ قبر میں مردے کا امتحان ہوتا ہے اور فرشتے اس سے سوال کرتے ہیں، اور یہی مذہب ہے اہل حق کا۔ ساتویں یہ کہ دفن کے بعد تھوڑی دیر تک قبر پر ٹھیرنا چاہیئے اور یہ مستحب ہے۔ آٹھویں یہ کہ مردہ اپنی قبر پر حاضر ہونیوالوں کی آواز سنتا ہے۔ نویں یہ کہ مشترک گوشت کا بانٹ لینا درست ہے اسی طرح ترمیووں کا جیسے انگور وغیرہ اور اس میں ہمارے اصحاب کا اختلاف ہے جو مشہور ہے۔ انتہیٰ مختصراً

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ أُنَاسًا مِنْ أَهْلِ الشِّرْكِ قَتَلُوا فَأَكْثَرُوا وَزَنَوْا فَأَكْثَرُوا ثُمَّ أَتَوْا مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا إِنَّ الَّذِي تَقُولُ وَتَدْعُوا إِلَيْهِ لَحَسَنٌ وَلَوْ تُخْبِرُنَا أَنَّ لِمَا عَمِلْنَا كَفَّارَةً فَنَزَلَ وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللهِ إِلٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ○ وَنَزَلَ

ترجمہ ۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے مشرکوں میں چند لوگوں نے (شرک کی حالت میں) بہت خون کیے تھے اور بہت زنا کیا تھا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا آپ جو فرماتے ہیں اور جس راہ کی طرف بلاتے ہیں وہ خوب ہے اور جو آپ ہمکو بتلاویں ہمارے گناہوں کا کفارہ تو ہم اسلام لاویں تب یہ آیت اتری وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللهِ إِلٰهًا آخَرَ اخیر تک یعنی جو لوگ خدا تعالیٰ کے ساتھ اور دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور جس جان کا مارنا خدا نے حرام کیا ہے اسکو نہیں مارتے مگر کسی حق کے بدلے اور زنا نہیں کرتے اور جو کوئی ان کاموں کو (یعنی خون اور زنا اور شرک) کرے تو وہ بدلہ پاوے گا اور اس کو دردناک عذاب ہوگا قیامت کے روز اور ہمیشہ رہیگا عذاب میں ذلت سے، پر جو کوئی ایمان لایا اور اس نے توبہ کی اور نیک کام کیے تو اس کی برائیاں مٹ کر نیکیاں ہو جاویں گی اور

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ الْاٰيَة

اللہ تعالیٰ مہربان ہے بخشنے والا اور خدا نے اُن لوگوں کو بتلا دیا کہ تم اسلام لاؤ۔ تمہارے اگلے سب گناہ شرک کے زمانے کے معاف ہو جاویں گے) اور یہ آیت اتری یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ اخیر تک یعنی اے بندو میرے جنہوں نے گناہ کئے ہیں مت ناامید ہو اللہ کی رحمت سے۔

بَابُ بَيَانِ حُكْمِ عَمَلِ الْكَافِرِ اِذَا اَسْلَمَ بَعْدَهٗ

کافر اگر کفر کی حالت میں نیک کام کرے پھر مسلمان ہو جائے

عَنْ حَكِيْمِ ابْنِ حِزَامٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَرَاَيْتَ اُمُوْرًا كُنْتُ اَتَحَنَّثُ بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ هَلْ لِيْ فِيْهَا مِنْ شَيْءٍ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَسْلَمْتَ عَلٰى مَا اَسْلَفْتَ مِنْ خَيْرٍ وَالتَّحَنُّثُ التَّعَبُّدُ

ترجمہ۔ حکیم بن حزام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے عرض کیا کیا آپ سمجھتے ہیں جاہلیت کے زمانے میں جو میں نے عبادت کے کام کئے (یعنی نیک سمجھ کر گناہ سے نکلنے کے لئے) اُن کا کچھ ثواب مجھ کو ملے گا (یعنی کفر کے زمانے کے نیک کام بیکار نہ جاوینگے) آپ نے فرمایا تو اسلام لایا اگلی ان سب نیکیوں پر جو کر چکا ہے۔

فائدہ۔ یعنی جب تو مسلمان ہو گیا تو تیرے کفر کے زمانے کی نیکیاں بھی بیکار نہ جاوینگی بلکہ ان سب کا ثواب ملے گا البتہ اگر تو مسلمان نہ ہوتا اور کفر ہی پر مر جاتا تو تیری سب نیکیاں مٹ جاتیں۔ یہی مطلب حدیث سے نکلتا ہی اور یہی قول ہے ابن بطال اور محققین کا کہ کافر اگر مسلمان ہو جاوے تو اس کے وہ نیک کام جو کفر کے زمانے میں کئے ہیں لغو نہ ہوں گے اور خدا اُن پر ثواب دیگا بدلیل اس حدیث کے جس کو دارقطنی نے ابو سعید خدریؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب کافر مسلمان ہو جاوے پھر اسکا اسلام اچھا ہو اللہ تعالیٰ اس کی ہر نیکی کو لکھے گا جو کر چکا ہے اور ہر برائی کو میٹ دیگا جو کر چکا ہے اور اسلام کے بعد جو نیکی کریگا تو ایک کے بدلے دس کا سات سو تک ثواب ملے گا اور برائی کے بدلے ایک ہی برائی لکھی جاویگی، پر جب خدا اسکو بھی معاف کر دے تو ایک بھی نہ لکھی جاویگی امام عبداللہ مازری نے کہا ظاہر حدیث خلاف ہے اُس قاعدے کے جو مقرر ہو چکا ہے کہ کافر کا تقرب صحیح نہیں پھر اُس کو نیکی پر ثواب بھی نہ ہوگا۔ اور ایمان لانا اس کا اطاعت ہے نہ تقرب، اس لئے کہ تقرب شرط ہے کہ جس سے تقرب کرتا ہے اسکو پہچانے اور وہ کفر کی

حالت میں خدا کو برابر پہچانتا نہ تھا۔ اس صورت میں حدیث کی تاویل کرنا ضروری ہے یعنی مطلب یہ ہے کہ کفر کے زمانے میں جو تو نے نیکیاں کی تھیں ان کی وجہ سے تیری طبیعت نیک ہو گئی اور تجھے نیک کام کرنے کی عادت پیدا ہوئی پھر تو اس عادت اور طبیعت اسلام میں بھی مدد اٹھاوے گا کیونکہ وہ لیجاوے گی تجھ کو نیک کاموں کی طرف یا یہ مطلب ہے کہ ان نیکیوں کی وجہ سے تو مستحق ہوا تعریف کا جو اسلام کی حالت میں بھی باقی ہے یا یہ مطلب ہے کہ اسلام کی حالت میں تجھ کو نیکیوں کا ثواب اوروں سے زیادہ ملے گا کیونکہ تو پہلے بھی نیک کام کر چکا ہے اور جب کافر کو نیک اعمال کی وجہ سے عذاب میں تخفیف ہو گی تو ثواب کا زیادہ ہونا بعید نہیں، تمام ہوا کلام مازری کا۔ قاضی عیاض نے کہا بعضوں نے کہا مطلب حدیث کا یہ ہے کہ اگلی نیکیوں ہی کی برکت سے خدا نے تجھے اسلام کی ہدایت کی۔ اور نیکیاں داخل میں دلیل ہیں حسن خاتمہ اور سعادت کے انجام میں انتہے۔ لیکن صحیح وہی ہے جو ابن بطال وغیرہ نے کہا کہ حدیث محمول ہے ظاہر پر۔ ابن بطال نے کہا اللہ کو اختیار ہے کہ اپنے بندوں پر جتنی چاہے اور جس طرح چاہے عنایت کرے اور کسی کو اس میں اعتراض کی مجال نہیں۔ اور فقہاء نے جو کہا ہے کہ کافر کی عبادت صحیح نہیں اور اگر وہ اسلام لاوے تو اس عبادت کا اعتبار نہ ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کے احکام کی رو سے اس کی عبادت صحیح نہیں اور آخرت کا ثواب اللہ کے اختیار میں ہے۔ اب اگر کوئی یوں کہنے لگے کہ آخرت میں بھی اسپر ثواب نہ ہوگا تو اسکا قول رد کیا جاویگا اس صحیح حدیث سے اور کفار کے بعض افعال کا تو دنیا میں بھی اعتبار ہوتا ہے۔ خود فقہاء نے کہا ہے کہ اگر کافر پر حالت کفر میں کوئی کفارہ جیسے ظہار وغیرہ کا کفارہ واجب ہو پھر وہ اس کو ادا کر دے کفر کی حالت میں تو کافی ہو جاویگا اور اسلام لانے کے بعد دوبارہ کفارہ دینا لازم نہ ہوگا۔ اور اختلاف کیا ہے شافعیہ نے کہ اگر حالت کفر میں جنبی ہوا پھر غسل کر لیا کفر کی حالت میں، بعد اس کے مسلمان ہوا تو دوبارہ غسل کرنا ضروری ہے یا نہیں۔ اور ہمارے بعض اصحاب نے اس میں مبالغہ کیا ہے اور کہا ہے کہ کافر کی ہر ایک طہارت صحیح ہے غسل ہو یا وضو ہو یا تیمم ہو، اور اسلام لانے کے بعد اسی طہارت سے نماز پڑھنا درست ہے انتہٰی ما قال النووی۔

مترجم کہتا ہے کہ اسلام لانا ایک ایسی بڑی نعمت ہے خدا کی جس کے مقابلے میں اور کوئی نعمت نہیں، تو جہاں تک اس نعمت کی وجہ سے فوائد حاصل ہوں بعید نہیں اور کافر کے نیک اعمال جو مٹ جاتے ہیں تو وہ اسی وجہ سے کہ اس کی موت کفر پر ہوتی ہے اور اعتبار خاتمہ کا ہے۔ پھر جب خاتمہ نیک ہو اور انسان کفر کو چھوڑ کر مسلمان ہو گیا تو اللہ تعالیٰ اسکی محنت کو ضائع نہ کریگا اور اس کے نیک کاموں پر ضرور ہی ثواب دیگا۔ دوسرے یہ کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کفر کی نیکیوں کو اسلام لانے کے بعد لغو کر دیتے تو لوگوں کو رنج

ہوتا اور اسلام کی طرف رغبت گھٹ جاتی حالانکہ اصلی مقصد آپ کا یہ تھا کہ لوگوں کو اسلام کا شوق پیدا ہو، اسی وجہ سے آپ نے فرمایا کہ اسلام لانے سے کفر کے گناہ تو سب مٹ گئے اور نیکیاں باقی ہیں، وہ ہرگز تلف نہ ہونگی۔ سبحان اللہ خداوند کریم کی عنایت اور محبت اپنے بندوں کے ساتھ کیسی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک بندے کو ایمان کی ہدایت دیوے اور ہمارا اور سب مسلمانوں کا خاتمہ بخیر کرے۔ اے میرے رب تو میرا خاتمہ بھی اچھا کیجیو، آمین۔

عَنْ حَكِيْمِ ابْنِ حِزَامٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ أَيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ أُمُوْرًا كُنْتُ أَتَحَنَّثُ بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ صَدَقَةٍ أَوْ عَتَاقَةٍ أَوْ صِلَةِ رَحِمٍ أَفِيْهَا أَجْرٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ أَسْلَمْتَ عَلٰى مَا أَسْلَفْتَ مِنْ خَيْرٍ

ترجمہ۔ حکیم بن حزام سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یا رسول اللہ آپ کیا سمجھتے ہیں جو نیک کام میں نے جاہلیت کے زمانے میں کئے ہیں جیسے صدقہ یا غلام کا آزاد کرنا یا ناتا ملانا اُن کا ثواب مجھ کو ہوگا؟ آپ نے فرمایا تو اسلام لایا اسی نیکی پر جو پہلے کر چکا ہے (یعنی وہ نیکی قائم ہے، اب اُس پر اسلام زیادہ ہوا۔

عَنْ حَكِيْمِ ابْنِ حِزَامٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَشْيَاءُ كُنْتُ أَفْعَلُهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ قَالَ هِشَامٌ يَعْنِي كُنْتُ أَتَبَرَّرُ بِهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ أَسْلَمْتَ عَلٰى مَا أَسْلَفْتَ لَكَ مِنَ الْخَيْرِ فَقُلْتُ فَوَاللّٰهِ لَا أَدَعُ شَيْئًا صَنَعْتُهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ إِلَّا فَعَلْتُ فِي الْإِسْلَامِ مِثْلَهُ

ترجمہ۔ حکیم بن حزام نے کہا یا رسول اللہ کئی کام ہیں جن کو میں جاہلیت کے زمانے میں کیا کرتا تھا ہشام نے کہا یعنی نیک کام۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسلام لایا تو اُن نیکیوں پر جو تو نے کیں۔ میں نے کہا یا رسول اللہ تو قسم خدا کی پھر جتنے نیک کام میں نے جاہلیت کے زمانے میں کئے ہیں اُن میں سے کوئی نہ چھوڑونگا اُن سب کو اتنا ہی اسلام کی حالت میں بجا لاؤں گا (تاکہ جاہلیت کا زمانہ اسلام سے بڑھ کر نہ رہے نیکیوں کی کثرت میں)

عَنْ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ حَكِيْمَ ابْنَ حِزَامٍ أَعْتَقَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِائَةَ رَقَبَةٍ وَحَمَلَ عَلٰى مِائَةِ بَعِيْرٍ ثُمَّ أَعْتَقَ فِي الْإِسْلَامِ مِائَةَ رَقَبَةٍ وَحَمَلَ عَلٰى مِائَةِ بَعِيْرٍ ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِهِمْ

ترجمہ۔ عروہ بن زبیر سے روایت ہے حکیم بن حزام نے جاہلیت کے زمانے میں سو غلام آزاد کئے تھے اور سو اونٹ سواری کیلئے خدا کی راہ میں دیئے تھے پھر انہوں نے اسلام کی حالت میں بھی سو غلام آزاد کئے اور سو اونٹ خدا کی راہ میں سواری کیلئے دیئے۔ بعد اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے پھر بیان کیا حدیث کو اسی طرح جیسے اوپر گذری۔

فائدہ - نووی نے کہا حکیم بن حزام مشہور صحابی ہیں، وہ کعبے کے اندر پیدا ہوئے یہ فضیلت اور کسی کو نہیں ملی اور ایک عجیب بات یہ ہے کہ وہ ساٹھ برس تک جاہلیت کی حالت میں جئے پھر ساٹھ برس تک اسلام کی حالت میں زندہ رہے اور وہ مسلمان ہوئے جس سال مکہ فتح ہوا اور مرے مدینہ میں سنہ ۵۴ھ میں۔ تو اسلام کی حالت میں ساٹھ برس جینے سے یہ غرض ہے کہ اسلام کے زمانے میں ساٹھ برس جئے۔

بَابُ صِدْقِ الْإِيْمَانِ وَاِخْلَاصِهٖ | ایمان کی سچائی اور خلوص کا بیان

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ شَقَّ ذٰلِكَ عَلٰٓى اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَقَالُوْٓا اَيُّنَا لَا يَظْلِمُ نَفْسَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَيْسَ هُوَ كَمَا تَظُنُّوْنَ اِنَّمَا هُوَ كَمَا قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ○

ترجمہ - عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے جب یہ آیت اتری اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اخیر تک یعنی جو لوگ ایمان لائے پھر انہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم نہیں کیا (یعنی گناہ میں نہ پھنسے) انکو امن ہے اور وہی ہیں راہ پانے والے، تو بہت گراں گذری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب پر۔ انہوں نے کہا یارسول اللہ ہم میں سے کونسا ایسا ہے جو ظلم نہیں کرتا اپنے نفس پر (یعنی گناہ نہیں کرتا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس آیت کا یہ مطلب نہیں جیسا تم خیال کرتے ہو بلکہ ظلم سے مراد وہ ہے جو حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا اے بیٹے میرے مت شرک کر اللہ کے ساتھ بیشک شرک بڑا ظلم ہے

فائدہ - تو ظلم سے مراد شرک ہے۔ اس صورت میں آیت کا یہ مطلب ہوگا کہ جو لوگ ایمان لائے پھر انہوں نے شرک نہیں کیا تو ان کو امن ہے اگرچہ وہ اور گناہوں میں جو شرک سے کم ہیں پھنس گئے ہوں۔ صحیح بخاری کی روایت میں یوں ہے کہ جب یہ آیت اتری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے کہا ہم میں سے کون ایسا ہے جس نے اپنے نفس پر ظلم نہ کیا ہو تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ شرک بڑا ظلم ہے۔ تو اصحاب نے ظلم سے مراد ہر ایک گناہ کو سمجھا تھا اس وجہ سے وہ آیت ان پر بھاری ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا کہ مراد ظلم سے مطلق نہیں ہے بلکہ خاص ایک ظلم جو سب سے بڑا ہے یعنی شرک جیسے لقمان نے اپنے بیٹے کو کہا کہ شرک بڑا ظلم ہے۔ خطابی نے کہا صحابہ پر یہ آیت اس وجہ سے گراں گزری کہ ظلم کے ظاہری معنے یہی ہیں کہ لوگوں کے حق دبا لینا اور گناہوں میں مبتلا ہونا، انہوں نے خیال کیا کہ یہی ظاہری معنے مراد ہیں اور اصلی معنے ظلم کا یہ ہے کہ ایک چیز کو اس کی جگہ سے ہٹا کر

دوسری جائے میں رکھنا۔ پھر جس شخص نے اللہ کے سوا دوسرے کسی کی پرستش کی تو وہ بڑھ گیا ظلم میں سب ظالموں سے۔ اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ سوا شرک کے اور گناہ کرنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا۔ اور لقمان ایک بہت بڑے حکیم گزرے ہیں۔ اور اختلاف کیا علماء نے کہ وہ نبی تھے یا نہیں۔ امام ابو اسحاق ثعلبی نے کہا وہ بالاتفاق حکیم تھے مگر عکرمہ نے کہا کہ وہ نبی بھی تھے۔ اور کسی نے ان کو نبی نہیں کہا۔ اور لقمان کے بیٹے کا نام جن کو انہوں نے یہہ نصیحت کی تھی انعم تھا اور بعضوں نے کہا مشکم واللہ اعلم (نووی)

بَابُ بَيَانِ تَجَاوُزِ اللهِ تَعَالٰى عَنْ حَدِيْثِ النَّفْسِ وَالْخَوَاطِرِ بِالْقَلْبِ إِذَا لَمْ تَسْتَقِرَّ وَبَيَانِ أَنَّهُ سُبْحَانَهُ تَعَالٰى لَمْ يُكَلِّفْ إِلَّا مَا يُطَاقُ وَبَيَانِ حُكْمِ الْهَمِّ بِالْحَسَنَةِ وَبِالسَّيِّئَةِ

دل میں جو وسوسے آتے ہیں جب تک وہ جم نہ جاویں اُن پر مواخذہ نہ ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اتنی ہی تکلیف دی ہے جتنی طاقت ہے اور نیکی اور گناہ کا قصد کرنا کیا حکم رکھتا ہے؟

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا أُنْزِلَتْ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَإِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْ أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاءُ وَاللهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ قَالَ فَاشْتَدَّ ذٰلِكَ عَلٰى أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَأَتَوْا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ بَرَكُوْا عَلَى الرُّكَبِ فَقَالُوْا أَيْ رَسُوْلَ اللهِ كُلِّفْنَا مِنَ الْأَعْمَالِ مَا نُطِيْقُ الصَّلٰوةَ وَالصِّيَامَ وَالْجِهَادَ وَالصَّدَقَةَ وَقَدْ أُنْزِلَتْ عَلَيْكَ هٰذِهِ الْآيَةُ وَلَا نُطِيْقُهَا قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَ

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت اتری لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ اخیر تک یعنی اللہ ہی کا ہے جو کچھ کہ ہے آسمانوں اور زمین میں اور اگر تم کھول دو اپنے دل کی بات کو یا چھپاؤ اسکو اللہ تعالیٰ حساب کرے گا اس کا تم سے پھر بخش دیگا جس کو چاہے گا اور عذاب کریگا جس کو چاہے گا اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے تو گراں گذری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب پر۔ اور وہ آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پھر بیٹھ گئے گھٹنوں پر اور کہنے لگے یا رسول اللہ ہم کو حکم ہوا اُن کاموں کے کرنے کا جن کی طاقت ہے جیسے نماز، روزہ، جہاد، صدقہ، اب آپ پر یہ آیت اتری اور اس پر عمل کرنے کی ہم میں طاقت نہیں (یعنی اپنے دل پر ہمارا زور نہیں چلتا کہ بُرے شیطانی وسوسے بالکل نہ آنے پاویں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم کیا چاہتے ہو ایسا کہو جیسے پہلے دونوں کتاب والوں

سَلَّمَ أَتُرِيدُونَ أَنْ تَقُولُوا كَمَا
قَالَ أَهْلُ الْكِتَابَيْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ
سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا بَلْ قُولُوا سَمِعْنَا
وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ
الْمَصِيرُ قَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ
رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ فَلَمَّا اقْتَرَأَهَا
الْقَوْمُ ذَلَّتْ بِهَا أَلْسِنَتُهُمْ أَنْزَلَ
اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي أَثَرِهَا آمَنَ
الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ
رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ
بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ
لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ
وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ
رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ○ فَلَمَّا
فَعَلُوا ذٰلِكَ نَسَخَهَا اللّٰهُ فَأَنْزَلَ
اللّٰهُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا
وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا
اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا
إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا قَالَ نَعَمْ
رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا
إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ
مِنْ قَبْلِنَا قَالَ نَعَمْ رَبَّنَا وَلَا
تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ
قَالَ نَعَمْ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا
وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا
فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ
الْكَافِرِينَ ○
قَالَ نَعَمْ

(یہود و نصاریٰ) نے کہا (جب اللہ کا حکم سنا) سنا ہم نے اور نافرمانی کی (یعنی ہم نے تیرا حکم سنا پر ہم اس پر عمل نہیں کریں گے) بلکہ یوں کہو سنا ہم نے اور مان لیا۔ بخشدے ہم کو اے ہمارے مالک تیری ہی طرف ہم کو جانا ہے۔ یہ سنکر صحابہ نے کہا سنا ہم نے اور مان لیا بخشدے ہمکو مالک ہمارے تیری ہی طرف ہم کو جانا ہے۔ جب لوگوں نے یہ کہا اور اپنی زبانوں سے نکالا، اس کے بعد ہی یہ آیت اتری آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ اخیر تک یعنی ایمان لایا رسول اُسپر جو اُترا اس کی طرف اس کے مالک کے پاس سے اور ایمان لائے مؤمن بھی سب ایمان لائے اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اسکی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ہم ایسا نہیں کرتے کہ ایک رسول کو مانیں اور ایک کو نہ مانیں (جیسے یہود اور نصاریٰ نے کیا) اور کہا انہوں نے ہم نے سُنا اور مان لیا بخش دے ہم کو اے ہمارے مالک تیرے ہی پاس ہم کو جانا ہے۔ جب انہوں نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ نے (اپنے فضل اور کرم سے) اس آیت کو (یعنی وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ کو منسوخ کر دیا اور یہ آیت اُتاری اللہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اسکی طاقت کے موافق ہر کسی کو اسی کی نیکیاں کام آویں گی اور اس پر اس کی برائیوں کا بوجھ ہوگا۔ اے مالک ہمارے مت پکڑ ہم کو اگر ہم بھول یا چوک جاویں۔ مالک نے فرمایا اچھا اے مالک ہمارے مت لاد ہم پر ایسا بوجھ جیسے لادا تھا تو نے اگلوں پر (یہود پر پھر ان سے نہ ہو سکا۔ انہوں نے نافرمانی کی) مالک نے فرمایا اچھا۔ اے مالک ہمارے مت لاد ہم پر وہ بوجھ جس کے اٹھانے کی ہم کو طاقت نہیں مالک نے فرمایا اچھا۔ اور معاف کر دے ہماری خطائیں اور بخش دے ہم کو اور رحم کر ہم پر تو ہمارا مالک ہے مدد کر ہماری ان لوگوں پر جو کافر ہیں۔ پروردگار نے فرمایا اچھا۔

فائدہ۔ امام ابو عبد اللہ مازری نے کہا یہ آیت اُن پر گراں گذری کیونکہ وہ سمجھے ہم سے مواخذہ ہوگا اُن وسوسوں پر جو خود بخود دل میں گذرتے ہیں اور ہم کو ان کے دور کرنے کی طاقت نہیں۔ پھر یہ تکلیف مالایطاق ٹھیری اور وہ جائز ہے عقلاً لیکن اختلاف ہے کہ آیا شریعت میں اس کا حکم ہوا یا نہیں، یعنی خداوند کریم نے اپنے فضل سے اپنے عاجز بندوں کی سب دعائیں قبول کیں اور سخت سے سخت احکام جو اُن سے نہ ہو سکتے اسلام میں اٹھا دیئے اور دین کو آسان کر دیا اور وہ حکم بھی اٹھا دیا جو پہلے دیا تھا کہ دل کے خیال پر مواخذہ ہوگا۔ اب اگر کسی کے دل میں گناہ کا خیال آوے تو جب تک اس گناہ کو کرے نہیں وہ لکھا نہ جاویگا۔ امام مازری نے کہا وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ الآية کے منسوخ ہونے میں یہ اعتراض ہے کہ نسخ وہاں ہوتا ہے جب دوسرے حکم میں اور پہلے حکم جمع نہ ہو سکے اور یہاں جمع ممکن ہے اس طرح سے کہ پہلی آیت عام ہو ہر ایک قسم کے وسوسوں اور خیالوں کو جو اختیار میں ہوں یا نہ ہوں اور دوسری آیت سے وہ آیت خاص ہو گئی اُن خیالوں سے جو اختیار میں ہیں مگر جس صورت میں صحابہ پہلی آیت سے وہی خیال سمجھے ہیں جو اختیار میں نہیں اس صورت میں البتہ دوسری آیت اس کی ناسخ ہوئی۔ قاضی عیاض نے کہا نسخ سے کوئی امر مانع نہیں جب راوی نے خود نسخ کو نقل کیا ہے۔ بعضوں نے کہا نسخ سے یہاں مراد انکے شبہ کا دور کرنا ہے جو انکو ہوا تھا پہلی آیت سے اور گراں گذری تھی وہ انپر، اب دوسری آیت سے انکو اطمینان ہو گیا کہ مواخذہ طاقت سے زیادہ نہ ہوگا۔ امام واحدی نے کہا آیت کے منسوخ ہونے میں اختلاف ہے۔ اور محققین کا قول یہ ہے کہ وہ محکم ہے منسوخ نہیں ہے (النووی مختصراً)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ قَالَ دَخَلَ قُلُوبَهُمْ مِنْهَا شَيْءٌ لَمْ يَدْخُلْ قُلُوبَهُمْ مِنْ شَيْءٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَسَلَّمْنَا قَالَ فَأَلْقَى اللّٰهُ تَعَالٰى الْاِيمَانَ فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا قَالَ قَدْ فَعَلْتُ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ

ترجمہ۔ عبد اللہ بن عباس رضؓ سے روایت ہے جب یہ آیت اتری وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ تو لوگوں کے دلوں میں وہ بات سما گئی جو کسی چیز سے نہ سمائی تھی (یعنی بہت ڈر پیدا ہوا) تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہو ہم نے سُنا اور مان لیا اور اطاعت کی۔ پھر اللہ نے ایمان انکے دلوں میں ڈال دیا اور اُتارا اس آیت کو لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا اخیر تک یعنی اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی کو مگر اس کی طاقت کے موافق جو وہ کریگا اپنے لئے نیک کام اس کا ثواب اسی کو ہے اور جو گناہ کرے گا اسکا پاپ اسی پر ہوگا۔ اے مالک ہمارے مت پکڑ ہم کو بھول چوک میں (مالک نے فرمایا میں ایسا ہی کروں گا)

عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا قَالَ قَدْ فَعَلْتُ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا قَالَ قَدْ فَعَلْتُ

اے مالک ہمارے مت لاد ہم پر بوجھ جیسے تو نے لادا تھا اگلوں پر (مالک نے فرمایا ایسا ہی میں کروں گا)۔ اور بخش دے ہم کو اور رحم کر ہم پر تو ہمارا مالک ہے۔ (مالک نے فرمایا میں نے ایسا ہی کیا)

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ لِاُمَّتِيْ مَا حَدَّثَتْ بِهٖ اَنْفُسَهَا مَا لَمْ يَتَكَلَّمُوْا اَوْ يَعْمَلُوْا بِهٖ

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ نے درگذر کی میری امت سے ان خیالوں پر (گناہ کے) جو دل میں آویں جب تک انکو زبان سے نہ نکالیں یا انپر عمل نہ کریں۔

فائدہ۔ السراج الوہاج میں ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک قسم کا برا خیال اور ارادہ جو دل میں پیدا ہو وہ معاف ہو کیونکہ ما کا حرف حدیث میں عام ہے ہر ایک خیال اور ارادے کو برابر ہے کہ وہ خیال اور ارادہ دل میں جم گیا ہو یا نہ جما ہو اور تھوڑی دیر تک رہا یا بہت مدت تک ہر طرح سے وہ معاف کیا گیا ہے اس امت کے لئے۔ اور یہ شرف خاص کیا اللہ نے اس امت پر، برخلاف اور اگلی امتوں کے کہ ان سے دل کے خیال پر بھی مواخذہ ہوتا تو جس قسم کا خیال ہو اور وہ دل ہی میں ہے وہ معاف ہے، اس خیال کی وجہ سے نہ انسان مرتد ہوگا نہ گنہگار ہوگا نہ کوئی عبادت اس کی وجہ سے باطل ہوگی نہ کوئی طلاق یا عتاق اس سے پڑے گا نہ اور کسی قسم کا کوئی معاملہ نافذ ہوگا۔ اور دلالت کرتی ہیں اس پر وہ حدیثیں جو اس باب میں آئیں اور ان کے الفاظ بہت ہیں۔ اب جو بعضے علماء سے منقول ہے کہ خیال دو طرح کے ہیں، ایک تو وہ جو دل میں آیا اور چلا گیا اس پر مواخذہ نہیں اور یہی خیال اس حدیث سے مقصود ہے اور ایک وہ خیال جو دل میں جم گیا اور مضبوط ہو گیا اور عقیدہ کے طور پر ہو گیا اس پر مواخذہ ہوگا اور وہ مقصود نہیں اس حدیث سے تو اس فرق کی کوئی دلیل نہیں، نہ ایسی تاویل کی ضرورت ہے کیونکہ حدیث عام ہر شامل ہے دونوں قسم کے خیالوں کو اور اگرچہ خیال دل میں جم جاوے پر آخر وہ خیال ہی رہے گا خارج میں اس کا وجود اعمال کی طرح نہ ہوگا پھر اس کا مواخذہ کس وجہ سے ہوگا تو اس تاویل اور تکلف کی کوئی وجہ نہیں اور کلام نبوی کے خاص کرنے کی کوئی علت نہیں اور کوئی ضرورت نہیں کہ اللہ پر وہ بات جوڑیں جو اس نے نہیں فرمائی اور بندوں پر گناہ لازم کریں اور انپر مواخذہ رکھیں اس امر سے جو شریعت کی رو سے معاف ہے اور بعض فرق کرنے والوں نے یہ کہا کہ جو خیال دل میں جم جائے اس پر تو عمل کیا گیا۔ اب وہ عمل کئے گئے ہیں کیونکہ داخل ہوگا جو مقصود ہے اس حدیث سے۔ اور یہ قول عقل سے بہت بعید ہے کیونکہ عمل اور تکلم تو خیال نفسی کے مقابل ہیں اور یہ دونوں حد ہیں عفو کی اور کوئی عرب کا رہنے والا یہ مطلب اس حدیث سے

اس کتاب کے ملنے کا پتہ مکتبہ سعودیہ۔ حدیث منزل کراچی ۱ (پاکستان) فون نمبر ۳۶۰۸۹

نہ سمجھے گا جو ان لوگوں نے سمجھا۔ اور اس سے معلوم ہو گیا کہ جن لوگوں نے یہ فرق کیا ہے ان کا
قول باطل ہے اور انکے پاس کوئی دلیل نہیں بلکہ صرف رائے ہے جسکی کوئی ضرورت نہیں اور جب
سچے رسول نے ہم سے بیان کر دیا کہ اللہ جل جلالہ کسی خیال پر مواخذہ نہ کریگا جب تک اسپر عمل
نہ کرے تو قصد اور عزم اور اعتقاد اور نیت اگر فرض کیا جاوے کہ خیال سے زیادہ ہیں جب
بھی انپر مواخذہ نہ ہوگا کیونکہ یہ چیزیں عمل نہیں اور مواخذہ عمل ہی سے ہوتا ہے اس میں
کوئی اہل لسان یا اہل شرع میں سے خلاف نہ کرے گا اور ان حدیثوں سے یہ بات ثابت
ہے کہ مواخذہ نہیں ہوتا مگر عمل سے۔ اور بڑی دلیل وہ ہے جو ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے
کہ اگر قصد کرے ایک بُرائی کا پھر اس کو نہ کرے تو اللہ اس کیلئے ایک نیکی لکھے گا۔ اور ابو ہریرہؓ
کی روایت ہے کہ اگر بُرائی کو نہ کرے تو اس کیلئے ایک نیکی لکھو کیونکہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ
اگر برائی کا قصد کرے اور اسپر عمل نہ کرے تو ایک نیکی کا ثواب ملے گا۔ اور یہ امر معلوم ہے کہ
جس نے قصد کیا برائی کا یا عزم کیا یا نیت کی یا ارادہ کیا تو اُس نے اس برائی پر عمل نہیں کیا
پھر اس کو ایک نیکی کا ثواب ملے گا چہ جائے کہ بُرائی کا مواخذہ ہو۔ اس صورت میں جن لوگوں
نے ارادہ اور عزم اور نیت وغیرہ میں فرق کیا ہے اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ اور بعضے
اہل کلام نے یہ کہا ہے کہ عزم پر مواخذہ اور عتاب ہوگا مثلاً کوئی عزم کرے کسی پیغمبر کی
توہین کا یا کسی کتاب آسمانی کی تحقیر کا تو وہ عزم کرتے ہی کافر ہو جاوے گا اگرچہ کوئی فعل
نہ کرے اور کوئی بات زبان سے نہ نکالے۔ اور یہ گمان اُن کا غلط ہے اس پر کوئی دلیل عقلی
یا نقلی نہیں کیونکہ وہ غایت جو مواخذہ کے لئے قرار دی گئی ہے عمل یا تکلم ہے اور ایسا عزم
کرنے والے نے نہ عمل کیا نہ تکلم تو یہ کہنا کہ اس سے مواخذہ ہوگا بلا دلیل ہے بلکہ مخالف ہے
دلیل صریح اور واضح کے۔ اور ان لوگوں نے جو ایسا کہا تو انکو ایک شبہ ہوا وہ یہ کہ اُس
شخص نے عزم کیا اس امر کا جو جائز نہیں اور یہ سبب ہے مواخذہ کا حالانکہ یہی انکی غلطی ہے
اس لیئے کہ اس نے بیشک عزم کیا اس کا جو جائز نہیں لیکن جو جائز نہیں وہ وہ کام ہے
جسکا اس نے عزم کیا تھا نہ خود یہ عزم جو ایک شیطانی وسوسہ ہے اس لیئے کہ وہ شریعت کی رو
سے معاف ہے جب تک اسپر عمل یا تکلم نہ ہو اور صرف عزم نہ عمل ہے نہ تکلم باتفاق اہل لغت
اور اہل شرع اور یہی معنے سمجھے ہیں سلف صالحین اس حدیث کے۔ اور رحم کرے اللہ امام شافعی
پر کیونکہ انہوں نے اپنی کتاب میں جس کا نام ام ہے لکھا ہے کہ جس خیال کو زبان بیان نہ کرے
وہ دل کا وسوسہ ہے جو معاف کیا گیا ہے آدمیوں سے۔ اور جس نے تاویل کی ہے اس میں
وہ صواب پر نہیں جیسے احادیث میں تاویل کرنے والا صواب پر نہیں تو اس سب تقریر
سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اس امت کو وہ حرج ہے جو اگلی امتوں پر تھا یعنی دل کے
عزم پر انکو مواخذہ ہوتا تھا اور دل کے خیالوں پر خواہ وہ جم گئے ہوں یا نہ جمے ہوں اور

مدت تک رہیں یا تھوڑی دیر رہیں، یہ سب قسم کے خیالات ہم کو معاف کیے گئے اور انگلوں پر انکی وجہ سے عذاب ہوگا۔ اس مسئلہ میں ہماری تقریر طویل ہوگئی اور پوری بحث اس کی کتاب دلیل الطالب علی ارجح المطالب میں ہے اور ویسے کسی دوسرے کی کتابوں میں تجھ کو نہ ملے گی انتہی نووی نے کہا امام مازری نے کہا قاضی ابوبکر بن الطیب، کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص گناہ کا ارادہ دل سے کرے اور اپنے نفس کو اس پہ مضبوط اور مستعد کردے تو گنہگار ہوگا۔ اور یہ حدیث اور اس قسم کی دوسری حدیثیں محمول ہیں ان ہی خیالوں پہ جو دل میں گذریں اور چلے جاویں اور جمیں نہیں اسی کو ھم کہتے ہیں۔ اور ہم اور عزم میں فرق ہے۔ اور حدیثیں ہم کا لفظ وارد ہے۔ یہ مذہب ہے قاضی ابوبکر کا اور مخالف ہیں اس کے اکثر فقہاء اور محدثین اور انکی دلیل ظاہر حدیث ہے۔ قاضی عیاض نے کہا اکثر سلف اور اہل علم فقہاء اور محدثین قاضی ابوبکر کے مذہب کی طرف گئے ہیں کیونکہ دوسری حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اعمال قلب پر مواخذہ ہوگا لیکن انہوں نے کہا ہے کہ یہ مواخذہ اس بُرائی پر نہ ہوگا جس کا قصد کیا تھا کیونکہ وہ برائی تو اس نے کی ہی نہیں بلکہ خود اس پر ہوگا، اس لئے کہ یہ عزم خود ایک بُرائی ہے۔ پھر اگر وہ اس بُرائی کو کرتا تو دوسرا گناہ اور لکھا جاتا۔ اب اگر برائی کو چھوڑ دیا تو ایک نیکی لکھی جائیگی جیسے حدیث میں وارد ہے کیونکہ اس نے چھوڑ دیا اللہ کے ڈر سے اور مجاہدہ کیا نفس امارہ سے اور یہ نیکی ہے لیکن وہ ہم جو معاف ہے اور جس میں برائی نہیں لکھی جاتی ہے وہ وسوسہ ہے جو بے اختیار دل میں گذرتا ہے نہ اس کا عزم ہوتا ہے نہ نفس میں جمتا ہے۔ اور بعض متکلمین نے اس میں اختلاف لکھا ہے کہ اگر اس نے بُرائی کو چھوڑ دیا لوگوں سے شرم کرکے نہ خدا کے خوف سے تو اس کو نیکی کا ثواب نہیں ملے گا کیونکہ اس نے بُرائی کو چھوڑا حیا سے نہ خوف خدا سے۔ اور یہ ضعیف ہے اس کی کوئی دلیل نہیں، تمام ہوا کلام قاضی عیاض کا۔ امام نووی نے کہا قاضی عیاض کا کلام بہت اچھا ہے کیونکہ شرع کے اور نصوص دلالت کرتی ہیں اس پر کہ جو عزم دل میں جم جاوے اس پر مواخذہ ہوگا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو لوگ چاہتے ہیں بُرائی پھیلانا مسلمانوں میں انکو دُکھ کی مار ہے اور فرماتا ہے بچو تم گمان سے کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتا ہے۔ اور اس باب میں بہت سی آیات ہیں اور نصوص شرعیہ اور اجماع علماء سے یہ امر مسلم ہے کہ حسد کرنا اور مسلمانوں کو حقیر جاننا اور انکی بُرائی کا خواہاں ہونا حرام ہے حالانکہ یہ سب قلب کے اعمال ہیں۔

مترجم کہتا ہے مولانا ابوالطیب کی تحقیق بہت عمدہ ہے اور موافق ہے ظاہر حدیث کے اور ایک جماعت سلف کی اسی طرف گئی ہے۔ اور امام نووی اور اکثر متاخرین نے اس کا خلاف کیا ہے بدلیل دوسری آیات اور احادیث کے۔ اور میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی غلط اور باطل خیال سے اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل توفیق دیوے اس مسئلہ میں صواب بیان کرنے کی میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ خیال دو قسم کے ہیں۔ ایک تو خیال اس بُرائی کا جس کا کہنا زبان سے

یا کرنا ہاتھ پاؤں سے شرع میں منع ہوا ہے جیسے غیبت، چوری یا زنا یا شراب خمر، ان گناہوں کا اگر کوئی قصد کرے پھر خواہ وہ قصد دل میں جم جاوے یا نہ جمے ہر طرح اس سے مواخذہ نہ ہوگا جب تک وہ گناہ نہ کرے۔ اور جو نہ کرے گا اللہ کے ڈر سے اس سے باز رہے گا تو اس کیلئے ایک نیکی لکھی جاویگی۔ اور یہی منطوق ہے ابوہریرہؓ کی حدیث کا جو آگے آتی ہے اور ایک وہ خیال جو خود شرع میں ایک گناہ قائم کیا گیا ہے جیسے شرک کا اعتقاد، حسد، بغض، مسلمانوں کی بدخواہی، کبر، نخوت، حرص، طمع، اس قسم کے خیال جب دل میں جم جاویں اور عقیدہ کی طرح ہو جائیں تو وہ گناہ ہیں اُن پر مواخذہ ہوگا۔ البتہ اگر دل میں گذریں اور گذر کر چلے جاویں تو خداوند کریم سے امید ہے کہ وہ مواخذہ نہ کرے گا۔ اور اگر یہ خیال گناہ نہ ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن سے پناہ نہ مانگتے اور نفس کے پاک کرنے کی دعا نہ فرماتے۔ اور ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ اگر اس قسم کے خیال گناہ نہ ہوں اور اُنپر مواخذہ نہ ہو تو شرک کا اعتقاد رکھنے والا یا صفات اللہ کا انکار کرنے والا یا منافق جب سے زبان سے کوئی بات نہیں نکالی مواخذہ دار نہ ہوگا اگرچہ اس کا خاتمہ بھی شرک اور کفر اور نفاق پر ہو حالانکہ اس کا کوئی مسلمان قائل نہیں ہوا اور بھید اس میں یہ ہے کہ ایک تو وسوسہ ہے جو دل میں گذرے اور چلا جاوے، یہ ایسا ہی جیسے بہتے پانی پر نجاست پڑی اور بہہ گئی اس سے پانی کی صفت نہیں بدلی اور وہ پاک کا پاک اور صاف کا صاف ہے اور ایک اعتقاد ہے کہ ایک خیال دل میں آئے اور مضبوط ہو جاوے اور جم جاوے خواہ انسان اسکو منہ سے نکالے یا نہ نکالے، پھر یہ خیال نفس کی صفت ہو جاتا ہے اور اعمال قلبیہ میں گنا جاتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے ٹھہرے پانی میں نجاست گرے اور اس کو ناپاک بدبودار کردے اور یہ خیال درحقیقت جوارح اور اعمال کی طرح خارج میں موجود ہے کیونکہ وہ صفت ہے نفس کی اور نفس خارج میں موجود ہے اور آخر قلب بھی زبان کی طرح ایک عضو ہے پھر زبان سے نکلی ہوئی بات تو خارج میں موجود ہو اور قلب کی صفت موجود نہ ہو یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ پس حدیث میں جو وَلَمْ يَعْمَلْ کا لفظ وارد ہوا ہے اس سے یہ خیال نکل گیا کیونکہ یہ عمل قلب ہے۔ اب اگر کوئی اعتراض کرے کہ اس صورت میں چوری یا زنا کا بھی خیال اگر جم جاوے تو وہ بھی نفس کی صفت ہو جاوے گا پھر چاہیئے کہ اس پر بھی مواخذہ ہو حالانکہ اوپر تم کہہ چکے ہو کہ ان گناہوں کے خیال پر مواخذہ نہیں تو ہم یہ جواب دیں گے کہ بیشک اگر یہ خیال جم جاوے تو نفس کی ایک صفت ہوگا پر شرع نے زنا اور چوری کا مفہوم یہ خیال نہیں رکھا بلکہ جوارح سے جو افعال کئے جاتے ہیں اُن کو زنا اور چوری کہا برخلاف بداعتقادی اور بے دینی اور غرور اور نفاق اور حسد اور بخل کے کہ ان کا مفہوم نفس کی صفات کو قائم کیا اور جب زنا اور چوری کا مفہوم عمل جارح ہوا اس صورت میں اس عمل کا انتساب نفس کی طرف نہ ہوگا کیونکہ ایک عمل دو عاملوں کے ساتھ قائم نہیں ہو سکتا نہ ایک عرض دو موضوع (محل) میں پائی جا سکتی

ہے. پس ان گناہوں میں مَا لَمْ يَعْمَلْ سے ان کا عمل مراد ہو گا یعنی عمل جارحہ اور جب تک وہ گناہ جارح سے نہ کرے گا ان کے خیال پر خواہ وہ کسی طرح کا ہو مواخذہ نہ ہو گا۔ اب اگر فرض کیا جاوے کہ ایک شخص اسلام لانے کے بعد گونگا ہو گیا اور اس نے اپنا دل اسلام کے عقیدوں سے پھیر کر کفر کے عقیدوں پر جما دیا لیکن کوئی عمل کفر کا نہ کیا اور زبان تو کام ہی کی نہ رہی کہ اس سے کفر کا کلمہ نکالتا تو کیا اس سے مواخذہ نہ ہو گا اور اس کو کفر کے اعتقاد پر عذاب نہ ہو گا حالانکہ ظاہر حدیث سے جو معنے نکلتے ہیں اس کے بموجب چاہئے مواخذہ نہ ہو مگر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خود حدیث ہی اس بات پر ناطق ہے کہ اس سے مواخذہ ہو گا کیونکہ اُسس کا کلام نہ کرنا خوف کی وجہ سے نہیں بلکہ اس وجہ سے کہ زبان اس کی گونگی ہو گئی اور جو وہ بولتا ہوتا تو کفر کی بات زبان سے نکالتا۔ اللہ تعالیٰ بچاوے ہم کو ہر قسم کے باطل وسوسوں اور خیالوں سے اور پاک کردے ہمارے نفس کو بُرے اعتقاد اور بُری صفات سے آمین یارب العالمین۔

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ تَجَاوَزَ لِاُمَّتِي عَمَّا حَدَّثَتْ بِهٖ اَنْفُسُهَا مَا لَمْ تَعْمَلْ اَوْ تَتَكَلَّمْ بِهٖ

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ جل جلالہ نے بخش دیا میری امت کو دل کی باتوں کو جب تک ان پر عمل نہ کرے یا زبان سے نہ نکالے۔

عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ

ترجمہ۔ قتادہ سے دوسری روایت بھی ایسی ہی ہے

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِذَا هَمَّ عَبْدِيْ بِسَيِّئَةٍ فَلَا تَكْتُبُوْهَا عَلَيْهِ فَاِنْ عَمِلَهَا فَاكْتُبُوْهَا وَاِذَا هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا فَاكْتُبُوْهَا حَسَنَةً فَاِنْ عَمِلَهَا فَاكْتُبُوْهَا عَشْرًا

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ جل جلالہ نے فرمایا جب میرا بندہ برائی کا قصد کرے (دل میں) تو مت لکھو اسکو پھر اگر وہ بُرائی کرے تو ایک بُرائی لکھ لو۔ اور جو نیکی کا قصد کرے لیکن کرے نہیں تو ایک نیکی اس کیلئے لکھ لو۔ اور اگر کرے تو دس نیکیاں لکھو۔

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِذَا هَمَّ عَبْدِيْ بِحَسَنَةٍ وَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبْتُهَا لَهٗ حَسَنَةً فَاِنْ عَمِلَهَا كَتَبْتُهَا عَشْرَ حَسَنَاتٍ اِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ وَاِذَا هَمَّ

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ جل جلالہ نے فرمایا جب میرا بندہ قصد کرتا ہے نیکی کرنے کا پھر کرتا نہیں اس کو تو میں اس کے لئے ایک نیکی لکھتا ہوں اور جو کرتا ہے اس نیکی کو تو ایک کے بدلے دس نیکیوں سے سات سو نیکیوں تک

بِسَيِّئَةٍ وَلَمْ يَعْمَلْهَا لَمْ أَكْتُبْهَا عَلَيْهِ فَإِنْ عَمِلَهَا كَتَبْتُهَا سَيِّئَةً وَاحِدَةً

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِذَا تَحَدَّثَ عَبْدِي بِأَنْ يَعْمَلَ حَسَنَةً فَأَنَا أَكْتُبُهَا لَهُ مَا لَمْ يَعْمَلْ فَإِذَا عَمِلَهَا فَأَنَا أَكْتُبُهَا حَسَنَةً بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا فَإِذَا تَحَدَّثَ بِأَنْ يَعْمَلَ سَيِّئَةً فَأَنَا أَغْفِرُهَا لَهُ مَا لَمْ يَعْمَلْهَا فَإِذَا عَمِلَهَا فَأَنَا أَكْتُبُهَا لَهُ بِمِثْلِهَا وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ رَبِّ ذَاكَ عَبْدُكَ يُرِيدُ أَنْ يَعْمَلَ سَيِّئَةً وَهُوَ أَبْصَرُ بِهِ فَقَالَ ارْقُبُوهُ فَإِنْ عَمِلَهَا فَاكْتُبُوهَا لَهُ بِمِثْلِهَا وَإِنْ تَرَكَهَا فَاكْتُبُوهَا لَهُ حَسَنَةً إِنَّمَا تَرَكَهَا مِنْ جَرَّايَ وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَحْسَنَ أَحَدُكُمْ إِسْلَامَهُ فَكُلُّ حَسَنَةٍ يَعْمَلُهَا تُكْتَبُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ وَكُلُّ سَيِّئَةٍ يَعْمَلُهَا تُكْتَبُ لَهُ بِمِثْلِهَا حَتَّى يَلْقَى

لکھتا ہوں اور جب قصد کرتا ہے برائی کا لیکن کرتا نہیں اس کو تو وہ برائی میں نہیں لکھتا۔ اگر کرتا ہے تو ایک بُرائی لکھتا ہوں۔

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضا نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کئی حدیثیں بیان کیں ان میں سے ایک یہ بھی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، اللہ جل جلالہ نے فرمایا جب میرا بندہ دل میں نیت کرتا ہے نیک کام کرنے کی تو میں اس کے لئے ایک نیکی لکھ لیتا ہوں جب تک اس نے وہ نیکی کی نہیں۔ پھر اگر کیا اس کو تو میں اس کے لئے دس نیکیاں (ایک کے بدلے) لکھتا ہوں۔ اور جب دل میں نیت کرتا ہے برائی کرنے کی تو میں اسکو بخش دیتا ہوں جب تک وہ برائی نہ کرے جب کرے تو ایک ہی بُرائی لکھتا ہوں اور فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرشتے کہتے ہیں اے پروردگار یہ تیرا بندہ ہے بُرائی کرنا چاہتا ہے (حالانکہ پروردگار اُن سے زیادہ دیکھ رہا ہے اپنے بندے کو) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دیکھتے رہو اس کو اگر وہ بُرائی کرے تو ایک بُرائی ویسی ہی لکھ لو۔ اور اگر نہ کرے (اور باز آوے اس ارادے سے) تو اس کے لئے ایک نیکی لکھو کیونکہ اس نے چھوڑ دیا بُرائی کو میرے ڈر سے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب تم میں کسی کا اسلام بہتر ہوتا ہے (یعنی خالص اور سچا، نفاق سے خالی) پھر وہ جو نیکی کرتا ہے اُس کے لئے ایک بدلے دس نیکیاں سات سو (تک لکھی جاتی ہیں اور جو برائی کرتا ہے تو ایک ہی

اللّٰہ عَزَّ وَجَلَّ

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ یَعْمَلْهَا كُتِبَتْ لَهٗ حَسَنَةً وَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَعَمِلَهَا كُتِبَتْ لَهٗ إِلٰى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ وَمَنْ هَمَّ بِسَیِّئَةٍ فَلَمْ یَعْمَلْهَا لَمْ تُكْتَبْ وَإِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ

بُرائی لکھی جاتی ہے یہاں تک کہ مل جاتا ہے اللہ جل جلالہ سے۔

ترجمہ۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص قصد کرے نیکی کا اور نہ کرے اس کو تو اس کے لئے ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔ اور جو شخص قصد کرے نیکی کا اور کرے اس کو تو اس کے لئے دس سے سات سو نیکیوں تک لکھی جاتی ہیں۔ اور جو شخص قصد کرے برائی کا پھر نہ کرے اس کو تو وہ نہیں لکھی جاتی اور جو کرے تو لکھی جاتی ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِیْمَا یَرْوِیْ عَنْ رَبِّهٖ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى كَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّیِّئَاتِ ثُمَّ بَیَّنَ ذٰلِكَ فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ یَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ عِنْدَهٗ حَسَنَةً كَامِلَةً فَإِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ عِنْدَهٗ عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلٰى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ إِلٰى أَضْعَافٍ كَثِیْرَةٍ وَإِنْ هَمَّ بِسَیِّئَةٍ فَلَمْ یَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عِنْدَهٗ حَسَنَةً كَامِلَةً وَإِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ سَیِّئَةً وَّاحِدَةً

ترجمہ۔ عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روایت کی ہر اپنے پروردگار سے فرمایا تحقیق اللہ نے لکھ لیا نیکیوں اور برائیوں کو پھر بیان کیا اسکو۔ جو کوئی قصد کرے نیکی کا پھر کرے نہیں اس کو تو اللہ اس کے لئے پوری ایک نیکی لکھے گا۔ اگر قصد کرے نیکی کا اور کرے اس کو تو اس کے لئے دس نیکیوں سے سات سو تک اور زیادہ لکھی جاویگی اور اگر قصد کرے برائی کا پھر اس کو نہ کرے تو اللہ اس کے لئے ایک پوری نیکی لکھے گا۔ اور جو کرے تو اللہ اس کے لئے ایک ہی برائی لکھے گا۔

فائدہ۔ اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ نیکی کے دو چند ہونے کی کوئی انتہا نہیں سات سو تک اور اس سے زیادہ بھی دو چند ہوتی ہے اور یہی مذہب صحیح اور مختار ہے اور ماوردی نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ یہ دو چند ہونا سات سو سے زیادہ نہیں ہوتا۔ اس حدیث سے اس قول کی غلطی ثابت ہوئی (نووی)

عَنِ الْجَعْدِ أَبِیْ عُثْمَانَ فِیْ هٰذَا الْإِسْنَادِ بِمَعْنٰى حَدِیْثِ عَبْدِ الْوَارِثِ وَزَادَ أَوْ مَحَاهَا اللّٰهُ وَلَا یَهْلِكُ عَلَى اللّٰهِ إِلَّا

ترجمہ۔ دوسری روایت بھی ایسی ہی ہے جیسے اوپر گذری۔ اتنا زیادہ ہے کہ اگر اس برائی کو کرے تو ایک برائی لکھی جاویگی یا اسکو بھی اللہ

هالِکٌ

تعالیٰ میٹ دیگا اور کوئی تباہ نہ ہوگا خدا کے پاس مگر جس کی قسمت میں تباہی ہے۔

بَابُ بَيَانِ الْوَسْوَسَةِ فِي الْإِيْمَانِ وَمَا يَقُوْلُهُ مَنْ وَجَدَهَا

وسوسے کا بیان اور جب وسوسہ آوے تو کیا کہے؟

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ نَاسٌ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلُوْهُ إِنَّا نَجِدُ فِي أَنْفُسِنَا مَا يَتَعَاظَمُ أَحَدُنَا أَنْ يَتَكَلَّمَ بِهٖ قَالَ أَوَقَدْ وَجَدْتُمُوْهُ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ ذَاكَ صَرِيْحُ الْإِيْمَانِ

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے، کچھ لوگ صحابہ میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے پوچھا کہ ہمارے دلوں میں وہ وہ خیال گذرتے ہیں جن کا بیان کرنا ہم میں سے ہر ایک کو بڑا گناہ معلوم ہوتا ہے (یعنی اس خیال کو کہہ نہیں سکتے کیونکہ معاذاللہ وہ خیال کفر یا فسق کا خیال ہے یا جس کا منہ سے نکالنا مشکل معلوم ہوتا ہے) آپ نے فرمایا تم کو ایسے وسوسے ہوتے ہیں؟ لوگوں نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا یہ تو عین ایمان ہے۔

فائدہ۔ یعنی جب تم اس وسوسے کو برا جانتے ہو اور ایسا برا کہ زبان سے اس کا نکالنا پسند نہیں کرتے تو معلوم ہوا کہ تمہارا ایمان کامل ہے اور شیطان کا زور تم پر نہیں چلتا ورنہ اس وسوسے کو دل میں جما دیتا اور رفتہ رفتہ زبان سے بھی اس کو نکالنے لگتے اور شیطان وسوسے اسی کے دل میں ڈالتا ہے جس کے گمراہ کرنے سے ناامید ہو جاتا ہے اور کافر کے دل میں وسوسے ڈالنے کی کیا ضرورت ہے وہ تو اس کے قابو میں ہے جس طرح چاہتا ہو اس سے کھیلتا ہے تو مطلب حدیث کا یہ ہے کہ وسوسے کا سبب ایمان ہے یا وسوسہ نشانی ہے خالص ایمان کی اور اسی قول کو اختیار کیا ہے قاضی عیاض نے (نووی)

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوَسْوَسَةِ فَقَالَ تِلْكَ مَحْضُ الْإِيْمَانِ

ترجمہ۔ عبداللہ بن مسعود رضؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا وسوسے کو، آپ نے فرمایا یہ تو نرا ایمان ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ النَّاسُ يَتَسَاءَلُوْنَ حَتّٰى يُقَالَ هٰذَا خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ فَمَنْ خَلَقَ اللّٰهَ فَمَنْ

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہمیشہ لوگ پوچھتے رہیں گے یہاں تک کہ کہے کوئی اللہ نے تو سب کو پیدا کیا پھر اللہ کو کس نے پیدا کیا۔ پھر جو کوئی اس قسم کا شبہ

وَجَدَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَلْيَقُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ	دل میں پاوے تو کہے ایمان لایا میں اللہ پر۔

فائدہ۔ اور دوسری روایت میں ہے پناہ مانگے اللہ سے اور باز رہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس وسواس اور شبہ کو دل سے نکال ڈالے اور اسکا خیال چھوڑ دے اور اللہ سے دعا کرے اس کے دور ہونے کے لئے۔ امام مازری نے کہا ظاہر حدیث سے یہ بات نکلتی ہے کہ ایسے وسوسوں کو دور کر دیوے، انکی طرف خیال چھوڑ کر اور اللہ سے پناہ مانگ کر، اور یہ ضرور نہیں کہ اس وسوسے کو غور اور فکر اور دلیلوں سے باطل کرے۔ اصل یہ ہے کہ خیالات دو قسم کے ہیں۔ ایک تو وہ جو دل میں جمے نہیں، یوں ہی یکایک آگئے ان کا علاج تو یہی ہے جو حدیث میں مذکور ہوا، اور ایسے ہی خیال کو وسوسہ کہتے ہیں۔ اور ایک وہ جو دل میں جم جاویں وہ تو دفع نہیں ہوتے بغیر غور اور فکر اور نظر اور استدلال کے (نووی) مترجم کہتا ہے کہ جو علاج حدیث میں مذکور ہوا وہی دونوں قسم کے وسوسوں کا علاج ہے اور اگر نظر اور استدلال میں پڑیں تو اور زیادہ وسوسے پیدا ہوجاتے ہیں جنکا دور کرنا اخیر میں محال ہوجاتا ہے۔ اور اس کلام کی وہ شخص تصدیق کرے گا جس نے فلسفہ الٰہی اور حکمت اور کلام کا ذائقہ اچھی طرح سے چکھا ہو اور اس کے دقائق اور حقائق میں ایک مدت تک نظر اور فکر اور غور اور خوض کیا ہو۔ میں نے اپنی عمر کے ایک حصہ کو اس میں صرف کیا اور بعد اس کے معلوم ہوا کہ جس قدر نظر اور استدلال کو وسعت دو اسی قدر حیرانی اور پریشانی زیادہ ہوتی جاتی ہے اور کوئی دلیل کسی دعوے پر نقض یا معارضہ سے خالی نہیں ہوتی الا ماشاء اللہ۔ اسی واسطے بڑے بڑے متکلمین کے اماموں نے جیسے امام غزالی، امام آمدی، ابن خورک امام فخر الدین رازی وغیرہم نے اپنی آخر عمر میں رجوع کیا طرف کتاب وسنت کے اور اعراض کیا ان وساوس اور خیالات عقلی سے جن میں شیطان نے پھنسا دیا تھا پھر بچا دیا خدا نے جس کو چاہا اپنے بندوں میں سے اور اللہ قادر ہے ہر شے پر اور اسی کی پناہ مانگنا چاہیئے شیطان کے شر سے۔ امام فخر الدین رازی نے کہا کہ انتہا عقل دوڑانے کی یہ ہے کہ اخیر میں عقل رک جاتی ہے اور اسکو حیرت ہوجاتی ہے اور بہت لوگوں نے جو اس میں کوشش کی وہ آخر گمراہ ہوگئے، اب اسی شبہ کو دیکھو جو حدیث میں مذکور ہوا کہ اللہ نے سب کو پیدا کیا، پھر اللہ کو معاذ اللہ کس نے پیدا کیا۔ یہ کتنا بڑا شبہ شیطان کا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ واجب ہے یا ممکن ہے۔ اگر ممکن ہے تو اس کے واسطے بھی ایک خالق ضرور ہے اور جو واجب ہے تو اس کے وجوب کو ثابت کرنا چاہیئے۔ اب حکماء اور متکلمین کو جو دقتیں خدا کے وجوب اور وحدت کے ثابت کرنے میں پیش آئی ہیں وہ حکمت اور کلام کی کتابوں کو دیکھنے سے معلوم ہوسکتی ہیں اور جب ان کو دیکھو اور

اُن میں خوب غور کرو تو یہی نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ کوئی بات دل میں نہیں جمتی اور چاروں طرف سے شبہات اور شکوک گھیر لیتے ہیں۔ آخر پھر عمدہ طریقہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ خداوند کریم کے وجوب اور وجود اور وحدت کو ان فطری دلائل سے ثابت کریں جو خدا نے اپنی عنایت سے ہر آدمی کے دل میں رکھی ہیں اور ان بے بنیاد دلائل کو جو متکلمین اور حکماء نے قائم کی ہیں یک قلم چھوڑ دیں۔ حکماء اور متکلمین کے دلائل ایسے ہیں جیسے مصنوعی پھول کہ ظاہر میں خوشنما پر تاثیر پھول کی نہیں بعوض اس تفریح اور بے انتہا خوشی کے جو پھول سونگھنے سے حاصل ہوتی ہے اس مصنوعی پھول سے ایک طرح کی تشویش اور حیرت پیدا ہوتی ہے۔ بہت فطری دلائل خدا کے پہچاننے کے ہیں جن میں ذرا سے غور کرنے کے بعد خدا کا یقین ہو جاتا ہے اور اس کے تمام صفات کا ثبوت بھی اچھی طرح سے حاصل ہوتا ہے اور ان دلائل مخدوشہ عقلیہ کی احتیاج باقی نہیں رہتی جن کو فلاسفر اور متکلمین نے قائم کیا ہے۔ اور ہم نے ان دلائل میں سے کچھ دلیلوں کا بیان اوپر کیا ہے۔ اور خدا چاہے تو ہم اس باب میں ایک جداگانہ مفصل رسالہ لکھیں گے۔ بڑی عمدہ دلیل خدا کے پہچاننے کی یہ ہے کہ کسی کارخانے یا باغ یا مکان کا عمدہ کیا، خراب انتظام بھی بدوں ایک منتظم کے نہیں ہوتا۔ پھر اتنی بڑی دنیا کا انتظام جس میں ہزاروں عالم مثل ہماری زمین کے ہیں اور اُن سب کی حرکات اور سکنات اور پیداوار اور لیل و نہار کا بدوں ایک حاکم زبردست منتظم کے جو کسی کا محتاج نہ ہو کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ یہ انتظام خود بخود ہو رہا ہے وہ اپنی عقل اور بصیرت سے کام نہیں لیتا وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝

عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ يَاْتِي الشَّيْطٰنُ اَحَدَكُمْ فَيَقُوْلُ مَنْ خَلَقَ السَّمَاءَ مَنْ خَلَقَ الْاَرْضَ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِهٖ وَزَادَ وَرُسُلِهٖ

ترجمہ۔ ہشام بن عروہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا شیطان تم میں سے ہر ایک کے پاس آتا ہے پھر کہتا ہے کس نے آسمان پیدا کیا کس نے زمین پیدا کی، تو وہ کہتا ہے اللہ نے پیدا کیا۔ پھر شیطان کہتا ہے اللہ کو کس نے پیدا کیا جب ایسا شبہ تم میں سے کسی کو ہو تو کہے میں ایمان لایا اللہ پر اور اس کے رسولوں پر۔

فائدہ۔ اس کہنے سے شیطان مایوس ہو کر چلا جاوے گا کیونکہ اس کے بہکانے سے کچھ نقصان نہیں ہوا۔ اگر یہ شبہ دل میں آوے تو اس کا ایک علاج اور ہے وہ یہ ہے کہ اس مردود شیطان سے کہے کہ خدا تو سب کا پیدا کرنے والا ہے اور خدا اسی کو کہتے ہیں جس کا پیدا کرنے والا اور کوئی نہ ہو۔ پھر تیرا یہ پوچھنا کہ خدا کو کس نے پیدا کیا بڑی نادانی اور حماقت ہے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَاْتِي الشَّيْطٰنُ اَحَدَكُمْ فَيَقُوْلُ مَنْ خَلَقَ كَذَا وَكَذَا حَتّٰى يَقُوْلَ لَهٗ مَنْ خَلَقَ رَبَّكَ فَاِذَا بَلَغَ ذٰلِكَ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ وَلْيَنْتَهِ

علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا شیطان تم میں سے ایک کے پاس آتا ہے ۔ پھر کہتا ہے کس نے یہ پیدا کیا یہاں تک کہ یوں کہتا ہے کہ اچھا تیرے خدا کو کس نے پیدا کیا جب تم میں سے کسی کو ایسا شبہ ہو تو پناہ مانگے اللہ کی شیطان سے اور باز رہے ایسے خیال سے۔

فائدہ - یعنی یہ خیال چھوڑ دے اور کسی کام میں مصروف ہو جائے اور سمجھ لے کہ یہ شیطان کا وسوسہ ہے اور وہ گمراہ کرنا چاہتا ہے (نووی)

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَاْتِي الْعَبْدَ الشَّيْطٰنُ فَيَقُوْلُ مَنْ خَلَقَ كَذَا وَكَذَا بِمِثْلِ حَدِيْثِ ابْنِ اَخِي ابْنِ شِهَابٍ

ترجمہ - ابوہریرہ رض سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا شیطان بندے کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے یہ کس نے پیدا کیا ، یہ کس نے پیدا کیا - پھر بیان کیا حدیث کو اسی طرح جس طرح اوپر گذری۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ النَّاسُ يَسْاَلُوْنَكُمْ عَنِ الْعِلْمِ حَتّٰى يَقُوْلُوْا هٰذَا اللّٰهُ خَلَقَنَا فَمَنْ خَلَقَ اللّٰهَ قَالَ وَهُوَ اٰخِذٌ بِيَدِ رَجُلٍ فَقَالَ صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ قَدْ سَاَلَنِي اثْنَانِ وَهٰذَا الثَّالِثُ اَوْ قَالَ سَاَلَنِيْ وَاحِدٌ وَهٰذَا الثَّانِيْ

ترجمہ - ابوہریرہ رض سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لوگ تم سے علم کی باتیں پوچھتے رہیں گے یہاں تک کہ یہ کہیں گے اللہ نے تو ہم کو پیدا کیا پھر اللہ کو کس نے پیدا کیا - راوی نے کہا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کو بیان کرتے وقت ایک کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے - انہوں نے کہا سچ کہا اللہ اور اس کے رسول نے مجھ سے دو آدمی ہی پوچھ چکے ہیں اور یہ تیسرا ہے یا یوں کہا ایک آدمی پوچھ چکا ہے اور یہ دوسرا ہے۔

عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ لَا يَزَالُ النَّاسُ بِمِثْلِ حَدِيْثِ عَبْدِ الْوَارِثِ غَيْرَ اَنَّهٗ لَمْ يَذْكُرِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِي الْاِسْنَادِ وَلٰكِنْ قَالَ فِيْ اٰخِرِ الْحَدِيْثِ صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ

ترجمہ - محمد سے یہ حدیث موقوفاً ابوہریرہ رض پر مروی ہے اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر اسناد میں نہیں ہے لیکن اخیر حدیث میں یوں ہے، کہ سچ کہا اللہ اور اس کے رسول نے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

ترجمہ - ابوہریرہ رض سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا اے ابا ہریرہ رض لوگ

لَا يَزَالُوْنَ يَسْأَلُوْنَكَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا هٰذَا اللّٰهُ فَمَنْ خَلَقَ اللّٰهَ قَالَ فَبَيْنَا اَنَا فِي الْمَسْجِدِ اِذَا جَاءَنِي نَاسٌ مِّنَ الْاَعْرَابِ فَقَالُوْا يَا اَبَا هُرَيْرَةَ هٰذَا اللّٰهُ فَمَنْ خَلَقَ اللّٰهَ قَالَ فَاَخَذَ حَصًى بِكَفِّهِ فَرَمَاهُمْ بِهٖ ثُمَّ قَالَ قُوْمُوْا قُوْمُوْا صَدَقَ خَلِيْلِيْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

تجھ سے پوچھتے رہیں گے (دین کی باتیں) یہاں تک کہ یوں کہیں گے بھلا اللہ تو یہ ہے اب اللہ کو کس نے پیدا کیا۔ ایک بار ہم مسجد میں بیٹھے تھے اتنے میں کچھ لوگ گنوار آئے اور کہنے لگے اے ابوہریرہ بھلا اللہ تو یہ ہے اب اللہ کو کس نے پیدا کیا۔ یہ سن کر ابوہریرہؓ ایک مٹھی بھر کنکریاں ان کو ماریں اور کہا اٹھو اٹھو سچ کہا تھا میرے دوست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَيَسْاَلَنَّكُمُ النَّاسُ عَنْ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى يَقُوْلُوا اللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَمَنْ خَلَقَهٗ

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم سے لوگ ہر ایک بات پوچھیں گے یہاں تک کہ یوں کہیں گے کہ اللہ نے تو ہر چیز کو پیدا کیا پھر اللہ کو کس نے پیدا کیا۔

عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِنَّ اُمَّتَكَ لَا يَزَالُوْنَ يَقُوْلُوْنَ مَا كَذَا مَا كَذَا حَتّٰى يَقُوْلُوْا هٰذَا اللّٰهُ خَلَقَ الْخَلْقَ فَمَنْ خَلَقَ اللّٰهَ تَعَالٰى

ترجمہ۔ انسؓ بن مالک سے روایت ہے انہوں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تیری امت کے لوگ کہتے رہیں گے یہ کیا ہے یہ کیا ہے آخر یہ کہیں گے اللہ نے تو خلق کو پیدا کیا پھر اللہ کو کس نے پیدا کیا۔

عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ غَيْرَ اَنَّ اِسْحٰقَ لَمْ يَذْكُرْ قَالَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِنَّ اُمَّتَكَ

ترجمہ۔ انس رضؓ سے روایت ہے اسی طرح جیسے اوپر گذری مگر اس میں یہ نہیں ہے کہ اللہ نے فرمایا تیری امت کے لوگ۔

بَابُ وَعِيدِ مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ مُسْلِمٍ بِيَمِينٍ فَاجِرَةٍ بِالنَّارِ

جو شخص جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان کا حق مار لیوے اس کی سزا جہنم ہے

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ بِيَمِينِهِ فَقَدْ أَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ النَّارَ وَحَرَّمَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ وَإِنْ كَانَ شَيْئًا يَسِيرًا يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ وَإِنْ قَضِيبًا مِنْ أَرَاكٍ

ترجمہ۔ ابو امامہؓ (ایاس بن ثعلبہ انصاری حارثی یا عبداللہ بن ثعلبہ یا ثعلبہ بن عبداللہ) سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان کا حق (مال ہو یا غیر مال جیسے مردے کی کھال گوبر وغیرہ یا اور قسم کے حقوق جیسے حق شفعہ، حق شرب حد قذف بیوی کے پاس رہنے کی باری) مار لیوے، قسم کھا کر تو اللہ نے اس کے لئے واجب کر دیا جہنم کو اور حرام کر دیا اُس پر جنت کو۔ ایک شخص بولا یا رسول اللہ اگر وہ ذرا سی چیز ہو۔ آپ نے فرمایا اگرچہ ایک ٹہنی ہو پیلو کی۔

فائدہ۔ مسلمانوں کی حق تلفی کتنا بڑا گناہ ہے۔ اور دوسرے جھوٹی قسم کھا کر معاذاللہ۔ اس کی سزا یہی ہے کہ جنت سے محروم ہوئے اور جہنم میں جاوے۔ اب چاہے یہ حق ذرا سا ہو یا بہت ہر حال میں یہی سزا ہے کیونکہ اس نے اسلام کے حق کو نہ پہچانا اور خدا کے نام کی عظمت بھی نہ کی۔ نووی نے کہا اس حدیث میں اسی دو طرح سے تاویل کرنا چاہئے جو اوپر گذریں۔ ایک تو یہ کہ حدیث محمول ہے اس شخص پر جو اس کام کو حلال جان کر کرے پھر مر جاوے اسی اعتقاد پر وہ تو کافر ہے ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ دوسرے یہ جہنم واجب ہونے سے یہ مراد ہے کہ وہ مستحق ہے جہنم کا پر خدا اس کو معاف کر سکتا ہے اور جنت حرام ہونے یہ غرض ہے کہ اول وہلہ میں جب اور جنتی جنت میں جائیں گے تو اس کو جانا نہ ملے گا۔ اور یہ جو قید لگائی کہ مسلمان کا حق مار لیوے تو اس سے یہ غرض نہیں کہ کافر ذمی کا مار لینا حرام نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایسی سخت وعید اسی کے حق میں ہے جو مسلمان کا حق مارے اور کافر ذمی کا حق مارنا بھی حرام ہے لیکن یہ ضرور نہیں کہ اس میں اتنا سخت عذاب ہو۔ یہ تفسیر اس شخص کے مذہب پر ہے جو مفہوم مخالف کا قائل ہے لیکن جو مفہوم مخالف کا قائل نہیں اس کو تاویل کی احتیاج نہیں اور قاضی عیاض نے کہا مسلمان کی قید اس لئے لگائی کہ اکثر معاملے مسلمانوں کے مسلمانوں سے ہی ہوا کرتی ہیں

نہ اس لئے کہ کافر کا حق مارنا درست ہے بلکہ کافر اور مسلمان دونوں کے حق کا ایک حکم ہے پھر یہ عذاب اس شخص کے لئے ہے جو مسلمان کا حق مارے اور توبہ سے پہلے مرجاوے لیکن جو توبہ کرے اور شرمندہ ہو اپنے کئے ہوئے پر، اور وہ حق جو اس نے مار لیا تھا پھیر دیوے تو اس سے گناہ ساقط ہو جاویگا اور اس حدیث سے تائید ہوتی ہے مالکؒ اور شافعیؒ اور جمہور علماء کے مذہب کی کہ حاکم کا حکم مباح نہیں کرتا اس حق کو جو اس کا نہیں ہے مگر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مباح کر دیتا ہے (نووی)

نووی نے کہا جن لوگوں نے صحابہ کے حال میں کتابیں لکھی ہیں وہ اکثر کہتے ہیں کہ ابو امامہؓ حارثی یعنی اس حدیث کے راوی نے وفات پائی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ احد سے لوٹے پھر آپ نے انپر نماز پڑھی۔ اس صورت میں مسلم کی روایت منقطع ہو کیونکہ عبداللہ بن کعب تابعی ہے اور وہ کیوں کر سن سکتا ہے اس شخص سے جس نے وفات پائی ۳ھ میں لیکن یہ نقل ابو امامہؓ کی وفات کی صحیح نہیں کیونکہ عبداللہ بن کعب سے بہ صحت منقول ہے کہ حدیث بیان کی مجھ سے ابو امامہؓ نے جیسے خود مسلم نے دوسری روایت میں کیا ہے۔ پھر یہ تصریح ہے عبداللہ بن کعب کے سماع کی ابو امامہؓ سے اور اس سے باطل ہوا وہ جو کہا گیا کہ ابو امامہ نے وفات پائی ۳ھ میں اور اگر یہ تاریخ وفات صحیح ہوتی تو مسلم اس سند کو نقل نہ کرتے۔ امام ابن الاثیر نے اپنی کتاب معرفۃ الصحابہ میں انکار کیا ہے اس تاریخ وفات کا انتہیٰ۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنِ صَبْرٍ يَّقْتَطِعُ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ هُوَ فِيْهَا فَاجِرٌ لَقِيَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ قَالَ فَدَخَلَ الْاَشْعَثُ ابْنُ قَيْسٍ فَقَالَ مَا يُحَدِّثُكُمْ اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالُوْا كَذَا وَكَذَا قَالَ صَدَقَ اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فِيَّ نَزَلَتْ كَانَتْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ رَجُلٍ اَرْضٌ بِالْيَمَنِ فَخَاصَمْتُهٗ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلْ لَكَ بَيِّنَةٌ فَقُلْتُ لَا قَالَ فَيَمِيْنُهٗ قُلْتُ اِذَنْ يَحْلِفُ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

ترجمہ۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص قسم کھاوے حاکم کے حکم سے ایک مسلمان کا مال مارنے کے لئے اور وہ جھوٹا ہو تو ملے گا اللہ سے اور وہ اس پر غصے ہوگا۔ جب عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ حدیث بیان کی تو اشعث بن قیسؓ آئے اور کہا ابو عبدالرحمٰن (کنیت ہے ابن مسعودؓ کی) کیا حدیث بیان کرتے ہیں تم سے لوگوں نے کہا ایسی ایسی حدیث۔ اشعثؓ نے کہا وہ سچ کہتے ہیں، یہ میرے باب میں اتری، میری اور ایک شخص کی شرکت میں زمین تھی یمن میں تو جھگڑا ہوا مجھ سے اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کیا تیرے پاس گواہ ہیں۔ میں نے عرض کیا، نہیں۔ آپ نے فرمایا

عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنِ صَبْرٍ يَّقْتَطِعُ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ هُوَ فِيْهَا فَاجِرٌ لَّقِيَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ فَنَزَلَتْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ

اچھا تو پھر اس سے قسم لے لے۔ میں نے کہا وہ تو قسم کھالے گا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص مجبور ہو کر قسم کھالے مسلمان کا مال مارنی کیلئے اور وہ جھوٹا ہو تو وہ اللہ سے ملے گا اور وہ غصے ہوگا اسپر۔ پھر یہ آیت اتری اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اخیر تک۔ یعنی جو لوگ اللہ کا عہد اور قسم دے کر ذرا سا مال خریدتے ہیں انکو آخرت میں کچھ حصہ نہیں اور خدا ان سی بات نکریگا اور انکو پاک نہ کرے گا اور انکی طرف نہ دیکھے گا اور انکو دکھ کا عذاب ہوگا۔

فائدہ۔ نووی نے کہا علماء نے کہا غصے سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکو اپنی رحمت سی دور کرنا چاہے گا اور اسکو عذاب کریگا اور اس کے کام کو برا جانے گا۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ تاویل ہے ایک صفت الٰہی یعنی غضب کی۔ علماء سلف نے صفات اللہ میں تاویل نہیں کی، جاری کیا انکو ظاہر پر اور باز رہے ان کی کیفیت بیان کرنے سے، اور یہی راہ سلامتی اور احتیاط کی ہے اور تاویل میں بہت خطرے ہیں۔ پر نووی نے اس مقام پر متاخرین متکلمین کی پیروی کی ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ يَسْتَحِقُّ بِهَا مَالًا هُوَ فِيْهَا فَاجِرٌ لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِ الْاَعْمَشِ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ كَانَتْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ رَجُلٍ خُصُوْمَةٌ فِيْ بِئْرٍ فَاخْتَصَمْنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ شَاهِدَاكَ اَوْ يَمِيْنُهٗ

ترجمہ۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے جو شخص قسم کھاوے ایک مال مارنے کے لئے اور وہ جھوٹا ہو اس میں تو اللہ جل جلالہ سے ملے گا غصے کی حالت میں (یعنی خدا اس پر غصے ہوگا) پھر بیان کیا اسی طرح جیسے اوپر گذرا۔ اس میں یوں ہے کہ میرے اور ایک شخص کے بیچ میں تکرار تھی ایک کنویں میں ہم دونوں نے جھگڑا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس۔ آپ نے فرمایا تیرے واسطے تیرے دو گواہ ہیں یا اس کی قسم ہے۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ حَلَفَ عَلٰى مَالِ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ بِغَيْرِ حَقِّهٖ لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ثُمَّ قَرَءَ

ترجمہ۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ فرماتے تھے جو شخص قسم کھاوے کسی مسلمان کے مال پر ناحق تو ملے گا اللہ سے اور وہ اس پر غصے ہوگا۔ عبداللہ نے کہا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکی

عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مِصْدَاقَهُ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ

تصدیق میں یہ آیت پڑھی اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اخیر تک

عَنْ وَائِلِ ابْنِ حُجْرٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِنْ حَضْرَمَوْتَ وَرَجُلٌ مِنْ كِنْدَةَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ الْحَضْرَمِيُّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ هٰذَا قَدْ غَلَبَنِيْ عَلٰى اَرْضٍ لِيْ كَانَتْ لِاَبِيْ فَقَالَ الْكِنْدِيُّ هِيَ اَرْضِيْ فِيْ يَدِيْ اَزْرَعُهَا لَيْسَ لَهٗ فِيْهَا حَقٌّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لِلْحَضْرَمِيِّ اَلَكَ بَيِّنَةٌ قَالَ لَا قَالَ فَلَكَ يَمِيْنُهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الرَّجُلَ فَاجِرٌ لَا يُبَالِيْ عَلٰى مَا حَلَفَ عَلَيْهِ وَلَيْسَ يَتَوَرَّعُ مِنْ شَيْءٍ فَقَالَ لَيْسَ لَكَ مِنْهُ اِلَّا ذٰلِكَ فَانْطَلَقَ لِيَحْلِفَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا اَدْبَرَ اَمَا لَئِنْ حَلَفَ عَلٰى مَالِهٖ لِيَاْكُلَهٗ ظُلْمًا لَيَلْقَيَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ عَنْهُ مُعْرِضٌ

ترجمہ۔ وائل بن حجرؓ سے روایت ہے ایک شخص حضرموت (ایک ملک کا نام عرب میں) کا اور ایک شخص کندہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔ حضرموت والے نے کہا یا رسول اللہ اس شخص نے میری زمین دبالی ہے جو میرے باپ کی تھی۔ کندہ والے نے کہا وہ میری زمین ہے میرے قبضہ میں ہے میں اس میں کھیتی کرتا ہوں اس کا کچھ حق نہیں اس میں، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرموت والے سے کہا تیرے پاس گواہ ہیں؟ وہ بولا نہیں۔ آپ نے فرمایا تو پھر اس سے قسم لے۔ وہ بولا یا رسول اللہ وہ تو فاجر ہے قسم کھانے میں اس کو باک نہیں اور وہ پرہیز نہیں کرتا کسی بات سے۔ آپ نے فرمایا تیرا اب کچھ بس اس پر نہیں چلتا سوا قسم کے۔ پھر وہ چلا قسم کھانے کو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب اس نے پیٹھ موڑی۔ دیکھو اگر اس نے قسم کھائی دوسرے کا مال اڑا لینے کو ناحق تو وہ خدا سے ملے گا اور خدا اس کی طرف سے منہ پھیر لیگا۔

عَنْ وَائِلِ ابْنِ حُجْرٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَاَتَاهُ رَجُلَانِ يَخْتَصِمَانِ فِيْ اَرْضٍ فَقَالَ اَحَدُهُمَا اِنَّ هٰذَا انْتَزٰى عَلٰى اَرْضِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَهُوَ امْرُؤُ الْقَيْسِ بْنُ عَابِسٍ الْكِنْدِيُّ وَخَصْمُهٗ رَبِيْعَةُ ابْنُ عَبْدَانَ قَالَ

ترجمہ۔ وائل بن حجرؓ سے روایت ہے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھا۔ اتنے میں دو شخص آئے لڑتے ہوئے ایک زمین کیلئے۔ ایک بولا اس نے میری زمین چھین لی ہے۔ جاہلیت کے زمانے میں اور وہ امرء القیس بن عابس کندی تھا اور اس کا حریف ربیعہ بن عبدان تھا۔ آپ نے فرمایا تیرے پاس گواہ ہیں۔ وہ بولا نہیں۔ آپ نے

بَيِّنَتُكَ قَالَ لَيْسَ لِي بَيِّنَةٌ قَالَ يَمِينُهُ قَالَ إِذًا يَذْهَبُ بِهَا قَالَ لَيْسَ لَكَ إِلَّا ذَاكَ قَالَ فَلَمَّا قَامَ لِيَحْلِفَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنِ اقْتَطَعَ أَرْضًا ظَالِمًا لَقِيَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ قَالَ إِسْحٰقُ فِي رِوَايَتِهِ رَبِيعَةُ بْنُ عَيْدَانَ

فرمایا تو پھر اس پر قسم ہے۔ وہ بولا یا رسول اللہ جب تو وہ میرا مال اڑا لیگا (قسم کھاکر) آپ نے فرمایا بس یہی ہو سکتا ہے تیرے لئے۔ جب وہ اٹھا قسم کھانے کو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی کی زمین ظلم سے ماریگا تو خدا اس پر غصے ہوگا جب وہ اس سے ملے گا اسحاق کی روایت میں عیدان ہے۔

فائدہ۔ یا رمثناۃ سے اور زہیر کی روایت میں بار موحدہ ہے۔ قاضی عیاض نے کہا صحیح اسحٰق کی روایت ہے یعنی عیدان یار مثناۃ سے اور یہی قول ہے دار قطنی اور عبدالغنی بن سعید اور ابونصر بن ماکولا کا اور ابن یونس نے تاریخ میں ایسا ہی لکھا ہے لیکن ایک جماعت حفاظ نے ان میں سے ہیں حافظ ابوالقاسم بن عساکر دمشقی اسکو عِبِدّان بکسر بائے موحدہ اور عین و تشدید دال روایت کیا ہے۔ نووی نے کہا ان حدیثوں سے کئی مسائل معلوم ہوئے ایک تو یہ کہ قابض زیادہ حقدار ہے بہ نسبت غیر قابض کے۔ دوسرے یہ کہ جب مدعیٰ علیہ منکر اور مدعی کے پاس گواہ نہوں تو مدعیٰ علیہ پر قسم ہے۔ تیسرے یہ کہ گواہ مقدم ہیں قبضے پر۔ اور جس کے پاس گواہ ہوں چیز اس کو دلادی جاویگی بغیر قسم کے۔ چوتھے یہ کہ مدعیٰ علیہ اگر فاسق ہو تب بھی اس کی قسم مقبول ہے اور مطالبہ اس سے ساقط ہو جاویگا۔ پانچویں یہ کہ اگر مدعی یا مدعیٰ علیہ ایک دوسرے کو خصومت کے وقت ظالم یا فاجر کہیں تو مواخذہ نہ ہوگا۔ چھٹے یہ کہ اگر وارث کسی چیز کا دعوی کرے اپنے مورث کی طرف سے اور حاکم کو یہ بات معلوم ہو کہ اسکا مورث مر گیا ہے اور سوائے مدعی کے اور کوئی اسکا وارث نہیں ہے تو اسکو فیصلہ کرنا درست ہے اور اس پر کہ مدعی کا وارث ہے اور مورث مر گیا ہے گواہ لینا ضروری نہیں اور جو حاکم کو یہ امر معلوم نہ ہو تو پہلے وراثت کے ثبوت پر گواہ لینا چاہیئے پھر دعوے کے ثبوت پر۔ انتہٰی مختصرًا۔

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مَنْ قَصَدَ أَخْذَ مَالِ غَيْرِهِ بِغَيْرِ حَقٍّ كَانَ الْقَاصِدُ مُهْدَرَ الدَّمِ فِي حَقِّهِ وَإِنْ قُتِلَ كَانَ فِي النَّارِ وَأَنَّ مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ

جو شخص پرایا مال ناحق چھیننا چاہے تو اس کا خون لغو ہے اور جو مارا جاوے تو جہنم میں جاویگا اور مال والا اگر اپنا مال بچانے میں مارا جاوے تو وہ شہید ہے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ إِنْ جَاءَ

ترجمہ۔ ابوہریرہ رض سے روایت ہے ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ کیا فرماتے ہیں اگر کوئی

رَجُلٌ يُرِيدُ اَخْذَ مَالِي قَالَ فَلَا تُعْطِهِ مَالَكَ قَالَ اَرَاَيْتَ اِنْ قَاتَلَنِي قَالَ قَاتِلْهُ قَالَ اَرَاَيْتَ اِنْ قَتَلَنِي قَالَ فَاَنْتَ شَهِيْدٌ قَالَ اَرَاَيْتَ اِنْ قَتَلْتُهُ قَالَ فَهُوَ فِي النَّارِ

شخص آوے میرا مال (ناحق) لینے کو۔ آپ نے فرمایا مت دے اپنا مال اسکو۔ پھر اس نے کہا اگر وہ لڑے مجھ سے۔ آپ نے فرمایا تو بھی اس سے لڑ۔ پھر اُس نے کہا اگر وہ مجھ کو مار ڈالے آپ نے فرمایا تو شہید ہے۔ پھر اس نے کہا کہ اگر میں اس کو مار ڈالوں۔ آپ نے فرمایا وہ جہنم میں جاوے گا۔

فائدہ۔ یعنی وہ مستحق ہوا جہنم کا کیونکہ وہ ظالم تھا پھر یا اس کو بدلہ ملے گا اس ظلم کا اور جہنم میں جاویگا یا اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا۔ اور جو اس فعل کو حلال جانتا ہوگا تو وہ کافر ہے وہ تو بیشک جہنم ہی میں جاوے گا۔ اور یہ جو آپ نے فرمایا اگر تو مارا جاوے تو تو شہید ہے یعنی تجھ کو ثواب شہیدوں کا سا ملے گا اگرچہ دنیا کے احکام میں شہید نہ ہوگا کیونکہ شہید تین قسم کے ہیں۔ ایک تو وہ جو کافروں کے ساتھ جہاد میں مارا جاوے کسی سبب سے وہ تو شہید ہے دنیا اور آخرت دونوں کے احکام کے رو سے یعنی دنیا میں یہ حکم ہے کہ اس کو غسل نہ دیں گے نہ اس پر نماز پڑھیں گے اور آخرت میں اسکو درجہ شہیدوں کا ملے گا۔ دوسرے وہ جو آخرت کے ثواب کی رو سے شہید ہے پر دنیا کے احکام میں شہید نہیں جیسے طاعون سے مرنے والا یا پیٹ کی بیماری سے یا مکان گر کر یا جو اپنے مال کے بچانے میں مارا جاوے جن پر شہید کا لفظ احادیث میں وارد ہوا ہے تو ایسے شہید کو غسل دیں گے اور اسپر نماز پڑھیں گے اور آخرت میں اس کو ثواب شہیدوں کا سا ملے گا۔ پر یہ ضرور نہیں کہ پہلی قسم کے شہیدوں کے برابر ملے۔ تیسرے وہ جو دنیا کے احکام کی رو سے شہید ہے پر اس کو شہادت کا ثواب یا پورا ثواب نہ ملے گا جیسے وہ شہید جو غنیمت کے مال میں خیانت کرے اور مثل اس کے جن کو کہا کہ وہ شہید نہیں ہیں۔ پھر چونکہ اس قسم کا شہید کافروں کی جنگ میں مارا گیا اسکا حکم دنیا میں شہیدوں کا سا ہوگا نہ اس کو غسل دیں گے نہ اسپر نماز پڑھیں گے پر آخرت میں اس کو پورا ثواب نہ ملے گا۔ شہید کو شہید اس لئے کہتے ہیں کہ وہ زندہ ہے اور اسکی روح جنت میں حاضر ہے برخلاف اور اموات کے وہ قیامت کے دن جنت میں جاویں گے۔ یہ قول نضر بن شمیل کا ہے۔ اور ابن الانباری نے کہا اس لئے کہ شہید کیلئے اللہ تعالیٰ اور فرشتوں نے شہادت یعنی گواہی دی ہے جنت کی اور بعضوں نے کہا اس لئے کہ شہید جان نکلتے وقت اپنے درجے اور مرتبے کو دیکھ لیتا ہے۔ اور بعضوں نے کہا اس لئے کہ فرشتے حاضر ہوتے ہیں اس کی روح لیجانے کو اور بعضوں نے کہا اس لئے کہ اسکے ایمان اور حسن خاتمہ پر لوگ گواہ ہیں ظاہر کی رو سے

شہداء کی تفصیل

اور بعضوں نے کہا اس لئے کہ اسکا خون اور زخم اسپر گواہ ہیں کیونکہ وہ اٹھے گا قیامت کے دن اور اسکا زخم تازہ ہوگا خون بہتا ہوگا۔ اور زہری وغیرہ نے ایک اور قول نقل کیا کہ اس کو شہید اسلئے کہتے ہیں کہ وہ گواہ ہوگا قیامت کے دن اور امتوں پر۔ اس صورت میں اسکی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ ہمارے پیغمبر صلعم کی امت گواہ اور امتوں پر انتہیٰ ما قال النووی علیہ الرحمۃ۔

عَنْ ثَابِتٍ مَّوْلٰى عَمْرِو ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ لَمَّا كَانَ بَيْنَ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو وَبَيْنَ عَنْبَسَةَ بْنِ اَبِيْ سُفْيَانَ مَا كَانَ تَيَسَّرُوْا لِلْقِتَالِ فَرَكِبَ خَالِدُ بْنُ الْعَاصِ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو فَوَعَظَهٗ خَالِدٌ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ

ترجمہ۔ ثابت سے روایت ہے جو مولیٰ تھے عمرو بن عبد الرحمٰن کے جب عبد اللہ بن عمرو اور عنبسہ بن ابی سفیان میں فساد ہوا، تو دونوں مستعد ہوئے لڑنے کو خالد بن العاص یہ سنکر سوار ہوئے اور عبد اللہ بن عمرو کے پاس گئے اور انکو سمجھایا۔ عبد اللہ بن عمرو نے کہا تجھے معلوم نہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص مارا جاوے اپنا مال بچانے کے لئے وہ شہید ہے۔

فائدہ۔ یعنی کوئی ظالم ظلم سے اُس کا مال ناحق چھیننا چاہے پھر وہ لڑے اس سے اور مارا جاوے تو وہ شہید ہے اور اگر اس ظالم کو مار ڈالے تو وہ جہنم میں جاویگا جیسے اگلی روایت میں گذرا۔ نووی نے کہا ان حدیثوں سے اس شخص کا قتل کرنا درست ہوتا ہے جو ناحق مال چھیننا چاہے۔ اب چاہے یہ مال تھوڑا ہو یا بہت کیونکہ حدیث عام ہے اور بعضے مالکیہ نے یہ کہا ہے کہ تھوڑے مال کے چھیننے میں جیسے کپڑا یا کھانا قتل درست نہیں، پر یہ مذہب کچھ نہیں کیونکہ حدیث کے خلاف ہے۔ اور ٹھیک وہی ہے جو حدیث سے ثابت ہوتا ہے اور اسی کو اختیار کیا ہے جمہور علماء نے۔ اور اپنے مال کو بچانے کے لئے لڑنا جائز ہے، واجب نہیں اگر چاہے تو نہ لڑے مال لٹنا گوارا کر لیوے لیکن اپنی بیوی کی عزت بچانا واجب ہے اور اس کے لئے لڑنا ضروری ہے اور اپنی جان بچانے کیلئے لڑنا اور دوسرے کو مار ڈالنا اسمیں اختلاف ہے۔

بَابُ اِسْتِحْقَاقِ الْوَالِي الْغَاشِّ لِرَعِيَّتِهِ النَّارَ

جو حاکم اپنی رعیّت کے حقوق میں خیانت کرے اُس کیلئے جہنم ہے

عَنِ الْحَسَنِ قَالَ عَادَ عُبَيْدُ اللّٰهِ ابْنُ زِيَادٍ مَّعْقِلَ ابْنَ يَسَارِ الْمُزَنِيَّ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ فَقَالَ مَعْقِلٌ اِنِّيْ

ترجمہ۔ حسن سے روایت ہے عبید اللہ بن زیاد معقل بن یسار کے پوچھنے کو آیا جس بیماری میں وہ مر گئے تو معقل نے کہا میں ایک حدیث بیان کرتا ہوں

مُحَدِّثُكَ حَدِيثًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَوْ عَلِمْتُ اَنَّ لِیْ حَیٰوۃً مَّا حَدَّثْتُكَ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ عَبْدٍ يَّسْتَرْعِيْهِ اللّٰهُ رَعِيَّةً يَمُوْتُ يَوْمَ يَمُوْتُ وَهُوَ غَاشٌّ لِّرَعِيَّتِهٖ اِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ

جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہے اور اگر میں جانتا کہ ابھی زندہ رہوں گا تو تجھ سے بیان نہ کرتا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کوئی بندہ ایسا نہیں جسکو اللہ تعالیٰ رعیت دیوے پھر وہ مرے وہ خیانت کرتا ہوا اپنی رعیت کے حقوق میں مگر خدا حرام کر دے گا اس پر جنت کو۔

فائدہ۔ یہ حدیث معقل نے عبید اللہ بن زیاد سے مرتے وقت بیان کی کیونکہ انکو معلوم تھا کہ عبید اللہ بن زیاد کو یہ حدیث فائدہ نہ دیگی پھر انہوں نے خیال کیا کہ حدیث کا چھپانا بہتر نہیں اور نیک بات کو بتلا دینا ضروری ہے اگرچہ وہ مانے یا نہ مانے اس وجہ سے انہوں نے اپنی زندگی میں بیان نہ کی کہ ایسا نہ ہو اس حدیث سے ایک فساد پھیلے لوگ عبید اللہ بن زیاد کو بُرا جان کر اس کی اطاعت سے پھر جاویں یا عبید اللہ بن زیاد معقل کو ایذا پہنچاوے کیونکہ وہ مردود ظالم اور جابر تھا اور اس نے اہل بیت نبوی کی حرمت نہیں کی تو اور کسی کو اس سے کیا توقع تھی رعیت کے حقوق میں خیانت کرنے سے یہ مراد ہے کہ حاکم پر اپنی رعیت کے دین اور دنیا دونوں کی اصلاح ضرور ہے پھر اگر اس نے لوگوں کا دین خراب کیا اور حدود شرعیہ کو ترک کیا یا انکی جان اور مال پر ناحق زیادتی کی یا اور کسی قسم کی ناانصافی کی یا انکی حق تلفی کی تو اس نے اپنے فرض منصبی میں خیانت کی، اب وہ جہنمی ہوا اگر اس کام کو حلال جانتا تھا تو ہمیشہ کے لئے جنت سے محروم ہوا ورنہ اول وہلہ میں جب اور جنتی جنت میں جاویں گے یہ جانے سے محروم رہے گا (نووی)

عَنِ الْحَسَنِ قَالَ دَخَلَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ زِيَادٍ عَلٰى مَعْقِلِ ابْنِ يَسَارٍ وَهُوَ وَجِعٌ فَسَاَلَهٗ فَقَالَ اِنِّیْ مُحَدِّثُكَ حَدِيْثًا لَمْ اَكُنْ حَدَّثْتُكَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَسْتَرْعِی اللّٰهُ عَبْدًا رَعِيَّةً يَمُوْتُ حِيْنَ يَمُوْتُ وَهُوَ غَاشٌّ لَهَا اِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ قَالَ اَلَا كُنْتَ حَدَّثْتَنِیْ بِهٰذَا قَبْلَ الْيَوْمِ قَالَ مَا حَدَّثْتُكَ

ترجمہ۔ حسن سے روایت ہے عبید اللہ بن زیاد معقل بن یسار کے پاس گیا اور وہ بیمار تھے انکو پوچھا معقل نے کہا میں تجھ سے ایک حدیث بیان کرتا ہوں جو میں نے بیان نہیں کی تھی تجھ سے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ کسی بندے کو رعیت نہیں دیتا پھر وہ مرتے وقت ان کی حقوق میں خیانت کرتا ہوا مرتا ہے مگر اللہ حرام کر دیتا ہے اس پر جنت کو۔ ابن زیاد نے کہا کیا تم نے مجھ سے بیان نہیں کی اس سے پہلے معقل نے کہا میں نے بیان نہیں کی تجھ سے یا میں کاہے کو بھلا تجھ سے

اَوَلَمْ اَكُنْ لِاُحَدِّثَكَ

عَنْ هِشَامٍ قَالَ قَالَ الْحَسَنُ كُنَّا عِنْدَ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ نَعُوْدُهُ فَجَاءَهُ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ زِيَادٍ فَقَالَ لَهُ مَعْقِلٌ اِنِّيْ سَاُحَدِّثُكَ حَدِيْثًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ثُمَّ ذَكَرَ بِمَعْنٰى حَدِيْثِهِمَا

عَنْ اَبِي الْمَلِيْحِ اَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ ابْنَ زِيَادٍ عَادَ مَعْقِلَ بْنَ يَسَارٍ فِيْ مَرَضِهٖ فَقَالَ لَهُ مَعْقِلٌ اِنِّيْ مُحَدِّثُكَ بِحَدِيْثٍ لَوْلَا اَنِّيْ فِي الْمَوْتِ لَمْ اُحَدِّثْكَ بِهٖ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ اَمِيْرٍ يَلِيْ اَمْرَ الْمُسْلِمِيْنَ ثُمَّ لَا يَجْهَدُ لَهُمْ وَيَنْصَحُ اِلَّا لَمْ يَدْخُلْ مَعَهُمُ الْجَنَّةَ

بیان کرتا اور اپنی جان پر مصیبت لیتا، اب تو مرتا ہوں اب مجھے تیرا ڈر نہیں اسواسطے بیان کردی)

ترجمہ۔ ہشام سے روایت ہے حسن نے کہا ہم معقل بن یسار کے پاس تھے انکی بیمار پرسی کیلئے اتنے میں عبید اللہ بن زیاد آیا۔ معقل نے اس سے کہا میں تجھ سے ایک حدیث بیان کرتا ہوں جو میں نے سنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پھر بیان کیا حدیث کو اسی طرح جیسے اوپر گذری۔

ترجمہ۔ ابو الملیح (عامر یا زید بن اسامہ ہذلی بصری) سے روایت ہے عبید اللہ بن زیاد نے بیمار پرسی کی معقل کی ان کی بیماری میں تو معقل نے کہا میں تجھ سے ایک حدیث بیان کرتا ہوں مرنے والا نہوتا تو تجھ سے بیان نہ کرتا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے جو حاکم ہو مسلمانوں کا پھر اُن کی بھلائی میں کوشش نہ کرے اور خالص نیت سے انکی بہتری نہ چاہے تو وہ ان کے ساتھ جنت میں نہ جاوے گا (بلکہ پیچھے رہ جاویگا اور اپنی ناانصافی کا عذاب بھگتے گا۔)

بَابُ رَفْعِ الْاَمَانَةِ وَالْاِيْمَانِ مِنْ بَعْضِ الْقُلُوْبِ وَعَرْضِ الْفِتَنِ عَلَى الْقُلُوْبِ

بعضے دلوں سے امانت اٹھ جانے کا بیان اور فتنوں کا آنا دلوں میں

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ حَدِيْثَيْنِ قَدْ رَاَيْتُ اَحَدَهُمَا وَاَنَا اَنْتَظِرُ الْاٰخَرَ حَدَّثَنَا اَنَّ الْاَمَانَةَ نَزَلَتْ فِيْ جَذْرِ قُلُوْبِ الرِّجَالِ ثُمَّ نَزَلَ الْقُرْاٰنُ فَعَلِمُوْا مِنَ الْقُرْاٰنِ وَعَلِمُوْا مِنَ السُّنَّةِ ثُمَّ حَدَّثَنَا عَنْ رَفْعِ

ترجمہ۔ حذیفہ بن یمانؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے (امانت کے باب میں) دو حدیثیں بیان کیں ایک تو میں نے دیکھ لی اور دوسری کا انتظار کر رہا ہوں۔ حدیث بیان کی ہم سے (یہ پہلی حدیث ہے) کہ امانت لوگوں کے دلوں کی جڑ پر اتری۔ پھر انہوں نے حاصل کیا قرآن کو اور حاصل کیا حدیث کو۔ پھر حدیث بیان کی آپ نے

الْاَمَانَةِ قَالَ يَنَامُ الرَّجُلُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ الْاَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهٖ فَيَظَلُّ اَثَرُهَا مِثْلَ الْوَكْتِ ثُمَّ يَنَامُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ الْاَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهٖ فَيَظَلُّ اَثَرُهَا مِثْلَ الْمَجْلِ كَجَمْرَةٍ دَحْرَجْتَهٗ عَلٰى رِجْلِكَ فَنَفِطَ فَتَرَاهُ مُنْتَبِرًا وَلَيْسَ فِيْهِ شَيْءٌ ثُمَّ اَخَذَ حَصَاةً فَدَحْرَجَهٗ عَلٰى رِجْلِهٖ فَيُصْبِحُ النَّاسُ يَتَبَايَعُوْنَ لَا يَكَادُ اَحَدٌ يُؤَدِّي الْاَمَانَةَ حَتّٰى يُقَالَ اِنَّ فِيْ بَنِيْ فُلَانٍ رَجُلًا اَمِيْنًا حَتّٰى يُقَالَ لِلرَّجُلِ مَا اَجْلَدَهٗ مَا اَظْرَفَهٗ مَا اَعْقَلَهٗ وَمَا فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِيْمَانٍ وَلَقَدْ اَتٰى عَلَيَّ زَمَانٌ وَّمَا اُبَالِيْ اَيَّكُمْ بَايَعْتُ لَئِنْ كَانَ مُسْلِمًا لَيَرُدَّنَّهٗ عَلَيَّ دِيْنُهٗ وَلَئِنْ كَانَ نَصْرَانِيًّا اَوْ يَهُوْدِيًّا لَيَرُدَّنَّهٗ عَلَيَّ سَاعِيْهِ وَاَمَّا الْيَوْمَ فَمَا كُنْتُ لِاُبَايِعَ مِنْكُمْ اِلَّا فُلَانًا وَّفُلَانًا

ہم سے (یہ دوسری حدیث ہے) یہ امانت اُٹھ جاویگی تو فرمایا ایک شخص تھوڑی دیر سو وے گا پھر اسکے دل سے امانت اٹھالی جاویگی اور اس کا نشان ایک پھیکے رنگ کی طرح رہ جاوے گا۔ پھر ایک نیند لے گا تو امانت دل سے اٹھ جاویگی اور اسکا نشان ایک چھالے کی طرح رہ جائے گا جیسے تو ایک انگارہ اپنے پاؤں پر لڑھکا وے پھر کھال پھول کر ایک چھالہ (آبلہ) نکل آوے اس کے اندر کچھ نہیں۔ پھر آپ نے ایک کنکری لے کر اپنے پاؤں پر لڑھکائی اور فرمایا بیچ کھوچ کرینگے اور ان میں سے کوئی ایسا نہ ہوگا جو امانت کو ادا کرے یہاں تک کہ لوگ کہیں گے کہ فلاں قوم میں ایک شخص امانت دار ہے اور یہاں تک کہ ایک شخص کو کہیں گے وہ کیسا ہوشیار اور خوش مزاج اور عقلمند ہے (یعنی اس کی تعریف کریں گے) اور اس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہ ہوگا۔ پھر حذیفہ رضؓ نے کہا میرے اوپر ایک زمانہ گذر چکا ہے جب میں بے کھٹکے ہر ایک سے معاملہ کرتا (یعنی لین دین)، اس لئے کہ اگر وہ مسلمان ہوتا تو اسکا دین اس کو بے ایمانی سے باز رکھتا اور جو نصرانی یا یہودی ہوتا تو حاکم اس کو بے ایمانی سے باز رکھتا لیکن آج کے دن تو میں تم لوگوں سے کبھی معاملہ نہ کروں گا البتہ فلاں اور فلاں شخص سے کروں گا۔

فائدہ۔ نووی نے کہا ظاہر یہ ہے کہ امانت سے وہ تکلیف مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو دی اور وہ اقرار جو ان سے لیا امام ابوالحسن واحدی نے اس آیت اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ کی تفسیر میں کہا ابن عباسؓ نے کہا امانت اللہ تعالیٰ کے وہ فرائض ہیں جو اس نے فرض کئے اپنے بندوں پر اور حسن نے کہا امانت سے مراد دین ہے اور دین سب امانت ہے۔ اور ابوالعالیہ نے کہا

امانت سے اوامر اور نواہی مراد ہیں اور مقاتل نے کہا امانت سے عبادات مراد ہیں
واحدی نے کہا اکثر مفسرین کا یہی قول ہے تو امانت ان سب کے نزدیک عبادات اور
فرائض ہیں جن کے ادا کرنے سے ثواب ہوتا ہے اور نہ کرنے سے عذاب ہوتا ہے اور
صاحب تحریر نے کہا کہ حدیث میں امانت سے مراد وہی ہے جو اس آیت میں ہے
اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ اور وہ عین ایمان ہے تو جب ایمان انسان کے دل میں خواب جما ہوگا
اسی وقت وہ تکالیف کو پورا کرے گا اور ان کے ادا کرنے میں کوشش کرے گا۔ انتہٰی۔
مترجم کہتا ہے کہ امانت اور ایمان کا مادہ ایک ہے اور شرع میں ایمان اور امانت
لازم ملزوم ہیں جس کے دل میں ایمان ہے اس کے دل میں امانت بھی ہے اور جس کے
دل میں ایمان نہیں امانت بھی نہیں۔ اور مراد امانت سے یہ ہے کہ دل میں ایک طرح کی
پاکیزگی اور صفائی اور سچائی ہو اور انصاف و راستی کوٹ کوٹ کر بھری گئی ہو۔ جو دل زمانہ
جاہلیت میں ایسے تھے انہوں نے ہی اسلام کو سمجھ کر قبول کیا اور شرک و کفر کو چھوڑا۔
پھر قرآن و حدیث کے حاصل کرنے سے اُن پر اور زیادہ نور چڑھ گیا۔ آئینہ صاف تھا اس پر
اور صیقل ہوئی۔ اور جن دلوں میں امانت نہ تھی مکر اور خیانت سے اُن کا خمیر ہوا تھا اوپر سے
شرک اور کفر کی تاریکی چھائی ہوئی تھی جیسے ابوجہل کا دل، ایسے دلوں کو قرآن اور حدیث
سے کچھ فائدہ نہ ہوا وہ ہرگز مسلمان نہ ہوئے بلکہ اپنی شیطنت اور مکر اور خیانت کی
وجہ سے اور زیادہ کفر میں مضبوط ہو گئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انکو ہلاک کیا اس کے سوا
اور کچھ اُن کا علاج نہ تھا۔ سونے سے یا یہی ظاہری معنےٰ مراد ہیں یا سونے سے یہ مقصود
ہے کہ تھوڑی دیر خدا کی یاد سے غافل ہوگا اور بُری صحبت میں بیٹھے گا بے ایمانوں کے
ساتھ یا تھوڑی دیر تک دنیا کے کام کاج بیچ کھوچ میں مصروف ہوگا یعنی نور اڑ جاویگا
اور تاریکی رہ جاوے گی جیسے ایک عمدہ رنگ کو دھو ڈالو تو سیاہ سا دھبہ
رہ جاتا ہے۔ حدیث میں وکت کا لفظ ہے جسکے معنے ہلکا داغ اور بعضوں نے کہا پھیکی
سیاہی۔ اور بعضوں نے کہا وہ رنگ جو پہلے رنگ کے خلاف ہو۔ نووی نے
صاحب تحریر سے نقل کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ امانت ذرا ذرا دل سے اٹھنا شروع
ہوگی جب پہلا حصہ اس کا اٹھ جاوے گا تو اسکا نور جاتا رہے گا اور ایک سیاہ دھبہ سا جائیگا
پھیکے رنگ کا گویا پہلے رنگ کے خلاف یہ رنگ پیدا ہوگا پھر جب اور ایک حصہ اٹھے گا تو
چھالے کی طرح نشان ہو جاوے گا اور یہ ایک مضبوط داغ ہے جو مدت میں جاتا ہے۔ اس
میں سیاہی اول سے زیادہ ہوگی تو امانت کے نور جانے کو اور بے ایمانی کی تاریکی چھانے
کو مشابہت دی ایک انگارہ پاؤں پر چلانے سے کہ آگ کا نور تو جٹ چلا جاتا ہے
اور ایک سیاہی کا داغ کھال پر چھوڑ جاتا ہے اور کنکری چلا کر آپ نے اس تشبیہ کو اور واضح

کر دیا تاکہ لوگ بخوبی سمجھ جاویں۔ حاصل یہ ہے کہ ایمان کا نور آہستہ آہستہ دل سے اٹھتا جاویگا اور کفر کی سیاہی چھاتی جاوے گی۔ پہلے ایک ہلکا سا دھبہ ہوگا پھر اور زیادہ پھر اور یہاں تک کہ بالکل دل کالا ہو جاوے گا اور ایمان کے بدلے کفر چھا جاوے گا۔ خدا کی پناہ۔ یعنی اس زمانے میں جیسے ہر شخص امانت دار ہے کوئی کسی کا حق نہیں مارتا ہر ایک کو دوسرے پر بھروسہ ہے۔ یہ بات بالکل جاتی رہے گی اور امانت کا نام و نشان دنیا سے اٹھ جاویگا۔ مگر کہیں کہیں ہزاروں لاکھوں میں ایک آدھ شخص ایمان دار خدا ترس رہ جاوے گا۔ جو امانت دار ہوگا لوگ اس کو مشہور کریں گے کہ ایک وہ شخص امانت دار ہے۔ ایسا زمانہ اب موجود ہے کہ کوئی کسی پر بھروسہ نہیں کرتا جس کو روپیہ دو وہ ہضم کر جاتا ہے۔ امانت کا ادا کرنا تو کیا۔ بلکہ ساری دنیا میں بے ایمانی پھیل جاوے گی تو ایمان کی قدر اور منزلت بھی دل سے نکل جاویگی۔ تعریف بھی کریں گے تو بے ایمانوں کی۔ میں نے اپنی آنکھوں سے یہ حال حیدرآباد دکن میں دیکھا ہے وہ لوگ جو مومن مسلمان کہلاتے ہیں ذرا ذرا سے فائدے کے واسطے بے دین، بے ایمان لوگوں کی تعریف کرتے ہیں ان کی خوشامد کرتے ہیں اور جو شخص دین کی تائید کرے اُس کو اُن بے ایمانوں کے خوش کرنے کیلئے بُرا کہتے ہیں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ جبھی تو خدا کی مار ایسے نام کے مسلمانوں پر پڑی ہے کہ وہ علاوہ کافر کی حکومت میں رہنے کے اُس کی نگاہ میں ایسے ذلیل اور خوار ہو گئے ہیں کہ سوا باورچی گری، خدمت گاری خانسامانی کے اور کوئی کام ان سے نہیں لیا جاتا۔ اور ایک زمانے میں مسلمان تمام قوموں کے سرتاج تھے۔ اُن کا رعب اور دھاک ایسی تھی کہ کافر اُن کے نام سے لرزتے تھے۔ ہر ایک مسلمان خدا کے احکام پر اپنی جان نثار کرنے کو فخر جانتا تھا، ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بکجا، چونکہ امانت اور ایمان داری کا زمانہ تھا اسلئے مسلمان تو سب امانت دار تھے اُن سے بے خوف و خطر معاملہ اور لین دین کرتا، مار لینے کا تو ڈر تھا ہی نہیں اور یہودی اور نصرانی بھی بے ایمانی نہ کرتے ڈر کے مارے اور جو کرتے تو ایماندار حاکم موجود تھے جو ان کو سزا دیتے اور بے ایمانی سے باز رکھتے اور میرا پیسہ مجھ کو دلا دیتے وہ ہرگز نہ ڈوبتا۔ چند لوگوں کا نام لیا جو ایمان دار ہوں گے، باقی لوگوں کا بھروسہ نہیں۔ اور جب لوگ بے ایمان ہوئے تو حاکم بھی ویسے ہی ہوتے ہیں وہ رشوت خور اور ظالم ہونے کے علاوہ حق کو ناحق کرتے ہیں اور غریب رعایا کو ستاتے اور ان کا حق تلف کرتے ہیں اس وجہ سے حاکم سے بھی امید نہیں رہتی کہ وہ بے ایمان کو بھی سزا دیگا اور حق نہ ڈوبنے دیگا۔ قاضی عیاض نے کہا بعضوں نے مبایعت سے جو حذیفہؓ کے قول میں ہے خلافت کی بیعت مراد لی اور یہ خطا ہے کیونکہ یہودی اور نصرانی سے خلافت کی بیعت نہیں ہو سکتی تو مبایعت سے وہی بیچ کھوچ اور معاملہ اور لین دین مراد ہے۔

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ عُمَرَ فَقَالَ أَيُّكُمْ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ الْفِتَنَ فَقَالَ قَوْمٌ نَحْنُ سَمِعْنَا فَقَالَ لَعَلَّكُمْ تَعْنُونَ فِتْنَةَ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهٖ وَمَالِهٖ وَجَارِهٖ قَالُوْا أَجَلْ قَالَ تِلْكَ تُكَفِّرُهَا الصَّلٰوةُ وَالصِّيَامُ وَالصَّدَقَةُ وَلٰكِنْ أَيُّكُمْ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ الَّتِي تَمُوجُ مَوْجَ الْبَحْرِ قَالَ حُذَيْفَةُ فَأَسْكَتَ الْقَوْمُ فَقُلْتُ أَنَا قَالَ أَنْتَ لِلّٰهِ أَبُوكَ قَالَ حُذَيْفَةُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُولُ تُعْرَضُ الْفِتَنُ عَلَى الْقُلُوبِ كَالْحَصِيرِ عُودًا عُودًا فَأَيُّ قَلْبٍ أُشْرِبَهَا نُكِتَ فِيهِ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ وَأَيُّ قَلْبٍ أَنْكَرَهَا نُكِتَ فِيهِ نُكْتَةٌ بَيْضَاءُ حَتّٰى تَصِيرَ عَلٰى قَلْبَيْنِ عَلٰى أَبْيَضَ مِثْلِ الصَّفَا فَلَا تَضُرُّهُ فِتْنَةٌ مَا دَامَتِ السَّمٰوَاتُ وَالْأَرْضُ وَالْاٰخَرُ أَسْوَدُ مُرْبَادًّا كَالْكُوزِ مُجَخِّيًا لَا يَعْرِفُ مَعْرُوفًا وَلَا يُنْكِرُ مُنْكَرًا إِلَّا مَا أُشْرِبَ مِنْ هَوَاهُ قَالَ حُذَيْفَةُ وَحَدَّثْتُهُ أَنَّ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا بَابًا

ترجمہ - حذیفہ رضؓ سے روایت ہے - ہم امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے - انہوں نے کہا تم میں سے کس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فتنوں کا ذکر کرتے ہوئے سُنا - بعض لوگوں نے کہا ہاں ہم نے سنا ہے حضرت عمر رضؓ نے کہا شاید تم فتنوں سے وہ فتنے سمجھے ہو جو آدمی کو اس کے گھر بار اور مال اور ہمسائے میں ہوتے ہیں - انہوں نے کہا ہاں - حضرت عمر رضؓ نے کہا، ان فتنوں کا کفارہ تو نماز اور روزے اور زکوٰۃ سے ہو جاتا ہے لیکن تم میں سے کس نے سنا ہے - اُن فتنوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو دریا کی موجوں کی طرح امنڈ کر آویں گے - حذیفہ رضؓ نے کہا یہہ سُن کر سب لوگ چپ ہو رہے - میں نے کہا میں نے سنا ہے حضرت عمر رضؓ نے کہا تو نے سنا ہے تیرا باپ بہت اچھا تھا حذیفہ رضؓ نے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا ہے - آپ فرماتے تھے فتنے دلوں پر ایسے آوینگے ایک کے بعد ایک، ایک کے بعد ایک جیسے بوریئے کی تیلیاں ایک کے بعد ایک ہوتی ہیں - حذیفہ رضؓ نے کہا پھر میں نے حضرت عمر رضؓ سے حدیث بیان کی کہ تمہارے اور اس فتنے کے بیچ میں ایک دروازہ ہے جو بند ہے مگر نزدیک ہے کہ وہ ٹوٹ جاوے - حضرت عمر رضؓ نے کہا کہ ٹوٹ جاوے گا تیرا باپ نہیں اگر کھل جاتا تو شاید پھر بند ہو جاتا - میں نے

مُغْلَقًا يُوشِكُ اَنْ يُكْسَرَ قَالَ عُمَرُ كَسْرًا لَا اَبَا لَكَ فَلَوْ اَنَّهُ فُتِحَ لَعَلَّهُ كَانَ يُعَادُ قُلْتُ لَا بَلْ يُكْسَرُ وَحَدَّثْتُهُ اَنَّ ذٰلِكَ الْبَابَ رَجُلٌ يُقْتَلُ اَوْ يَمُوْتُ حَدِيْثًا لَيْسَ بِالْاَغَالِيْطِ قَالَ اَبُوْ خَالِدٍ فَقُلْتُ لِسَعْدٍ يَا اَبَا مَالِكٍ مَا اَسْوَدُ مُرْبَادًّا قَالَ شِدَّةُ الْبَيَاضِ فِيْ سَوَادٍ قَالَ قُلْتُ فَمَا الْكُوْزُ مُجَخِّيًا قَالَ مَنْكُوْسًا

نہیں ٹوٹ جاوے گا اور میں نے ان سے حدیث بیان کی کہ یہ دروازہ ایک شخص ہے جو مارا جاوے گا یا مر جاوے گا۔ پھر یہ حدیث کوئی غلط (دل سے بنائی ہوئی بات) نہ تھی۔ ابو خالد نے کہا میں سعد بن طارق سے پوچھا (جو اس حدیث کے راوی ہیں) اسود مرباداً سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے کہا سفیدی کی شدت سیاہی میں۔ میں نے کہا کالکوز مخجیا سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے کہا کوزا اوندھا ہوا۔

فائدہ۔ فتنہ کے اصل معنی آزمایش اور امتحان ہے پھر عرف میں اس کو کہنے لگے جس سے ایک قسم کی برائی پیدا ہو۔ ابو زید نے کہا یوں کہتے ہیں وہ شخص فتنہ میں پڑ گیا جب اس کا حال بدل جاوے اور اچھے سے بُرا ہو جاوے۔ اور فتنہ اہل اور مال میں یہ ہے کہ ان کی محبت بہت غالب ہو جاوے اور خدا کے احکام کو فراموش کرے انکو بجا نہ لاوے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہارے مال اور اولاد فتنہ ہیں یا اولاد کا فتنہ یہ ہے کہ اُن کی تعلیم اور تربیت نہ کرے اور وہ آوارہ ہو جاویں۔ ایسا ہی فتنہ ہمسایہ کا یہ ہے کہ اسکا حق ادا نہ کرے۔ تو یہ سب فتنے ایک قسم کے گناہ ہیں جنکا کفارہ نیکیوں سے ہو جاتا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے نیکیاں میٹ دیتی ہیں برائیوں کو حضرت عمر رض کی مراد فتنوں سے وہ فسادات تھے جو آیندہ آپ کی امت میں ظاہر ہونگے۔ اُن میں آپس میں مسلمانوں کا کشت وخون ہو گا یا گمراہی پھیلے گی۔ حضرت عمر رض نے کہا تو نے سنا ہے تیرا باپ بہت اچھا تھا یعنی جس کے نطفے سے تجھ سا لڑکا پیدا ہوا حدیث للہ ابوک ہے۔ اور یہ ایک کلمہ ہے مدح کا، عرب کے لوگوں کی عادت ہے جب کسی کی تعریف کرتے ہیں تو اس کو کہتے ہیں کیونکہ باپ کی نسبت کرنا خدا کی طرف اسکی بزرگی بیان کرنا ہے جیسے کہتے ہیں بیت اللہ اور ناقۃ اللہ۔ صاحب تحریر نے کہا جب لڑکے کی کوئی اچھی بات دیکھتے ہیں تو یہ کلمہ کہتے ہیں یعنی تیرا باپ بڑا عمدہ تھا جس نے ایسا لڑکا پایا (نووی) حدیث میں کالحصیر عوداً عوداً ہے۔ اس کو تین طرح پڑھا ہے ایک عُوداً عُوداً بضم عین دال مہملہ سے، دوسرے عَوداً عَوداً بفتح عین دال مہملہ سے، تیسرے عَوذاً عَوذاً بفتح عین ذال معجمہ سے۔ صاحب تحریر نے صرف اول وجہ کو بیان کیا ہے۔ اور قاضی عیاض نے تینوں وجہوں کا ذکر کیا ہے لیکن اول وجہ کو اختیار

کیا ہے کہا کہ ہمارے شیخ ابوالحسین بن سراج نے دوسری وجہ کو اختیار کیا ہے۔ اب
تینوں وجہوں کا ترجمہ الگ الگ مذکور ہوتا ہے۔ پہلی وجہ کا ترجمہ یہ ہے کہ فتنے دلوں
میں ایک کے بعد ایک آتے جاویں گے جیسے بوریئے کی تیلیاں (یعنی کاڑیاں) ایک
کے بعد ایک لگائی جاتی ہیں یعنی بوریا بُننے والا جیسے پہلے ایک تیلی لیتا ہے اس کو بن کر
پھر دوسری تیلی بنتا ہے۔ اسی طرح یہ فتنے بھی ہونگے کہ پہلے ایک دل میں جمے گا پھر دوسرا
قاضی عیاض نے کہا کہ میرے نزدیک حدیث کا مطلب یہی ہے اور سیاق اور تشبیہ
اس پر دلالت کرتی ہے۔ دوسری وجہ کا ترجمہ یہ ہے کہ فتنے دلوں کی ایک جانب میں
آن کر چپک جاویں گے جیسے بوریا سونے والے کے پہلو سے چپک جاتا ہے اور
عَوْدًا عَوْدًا کے یہ معنی ہونگے کہ بار بار وہی فتنے آویں گے۔ تیسری وجہ کا ترجمہ یہ ہے
کہ فتنے دلوں پر آویں گے اور چپکیں گے بوریئے کی طرح خدا کی پناہ، خدا کی پناہ اُن فتنوں سے
یعنی خدا بچاوے ہم کو ان فتنوں سے (نووی) پھر جس دل میں وہ فتنہ رچ جاوے گا (یعنی
سما جاوے گا اور بیٹھ جاوے گا) تو اس میں ایک کالا داغ پیدا ہوگا۔ اور جو دل اس کو
نہ مانے گا (اور قرآن اور حدیث پر قائم رہے گا) اس میں ایک سفید نورانی دھبہ ہوگا
یہاں تک کہ اسی طرح کالے اور سفید دھبے ہوتے ہوتے دو قسم کے دل ہو جاویں گے
ایک تو خالص سفید دل چکنے پتھر کی طرح (جس میں کوئی چیز لگ نہیں سکتی۔ یہ تشبیہ ہے
اس دل کی صاف چکنے پتھر سے یعنی جیسے اس قسم کا پتھر صاف داغوں سے پاک ہوتا ہے
ویسے ہی یہ دل بھی ان فتنوں کی آلایش سے پاک اور صاف ہوگا) دوسرے کالا سفیدی
مائل (یعنی بھورا) اوندھے کوزے کی طرح جو نہ کسی اچھی بات کو اچھا سمجھے گا نہ بُری کو بُرا، اپنی
خواہش کے تابع ہوگا۔ حدیث میں مربادًّا کا لفظ ہے اور بعضوں نے اسکو مربئدا
پڑھا ہے۔ راوی نے خود اس کی تفسیر آگے بیان کی ہے اور کہا ہے کہ اسود مربادًّا
سے یہ مراد ہے کہ سفیدی کا غالب ہونا سیاہی میں۔ قاضی عیاض نے کہا ہمارے بعض
مشائخ کہتے تھے کہ اس میں غلطی ہوئی ہے یعنی شدۃ البیاض فی سواد میں اور بجائے شدت
کے شبہ کا لفظ صحیح ہے یعنی سیاہی مائل سفیدی کے کیونکہ جس سیاہی میں سفیدی غالب ہو
اس کو ربدہ نہیں کہتے بلکہ بلق کہتے ہیں۔ اگر بدن میں ہو اور آنکھ میں ہو تو حور کہتے ہیں اور
ربدہ تو وہ ذراسی سفیدی ہے جو سیاہی میں ملی ہوتی ہے جیسے شتر مرغ کا رنگ ہوتا ہے
اسی واسطے اس کو ربدہ کہتے ہیں۔ ابو عبیدہ نے ابو عمرو سے نقل کیا کہ ربدہ وہ رنگ ہے
جو سیاہی اور خاکی کے بیچ میں ہوتا ہے۔ ابن درید نے کہا ربدہ تیرہ رنگ کو کہتے ہیں اور
بعضوں نے کہا کہ جس سیاہی میں تیرگی مل جاوے اور مجخیا کے معنے اوندھا۔ اس کی
تفسیر بھی آگے آتی ہے۔ قاضی عیاض نے کہا مجھ سے ابن سراج نے کہا کالکوز مجخیا

یہ اس کی سیاہی کی تشبیہ نہیں ہے بلکہ ایک دوسرے وصف کا بیان ہے اس کے اوصاف میں سے یعنی وہ دل اوندھا ہو گیا ہے جیسے کوزا اوندھا ہو جاتا ہے پھر اس میں پانی نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح اس دل میں کوئی بہتری اور بھلائی اور حکمت کی بات نہ رہے گی اور اس کا بیان کیا یہ کہہ کر نہ وہ بھلی بات کو بھلی سمجھے گا نہ بُری کو بُری۔ قاضی عیاض نے کہا جو دل بھلی بات کو نہ جمنے دے اس کو مشابہت دی اوندھے کوزے سے جس میں پانی نہیں ٹھیرتا۔ صاحب تحریر نے کہا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب آدمی اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے یا گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے تو ہر ایک گناہ کرنے سے اس کے دل میں تاریکی آتی جاتی ہے پھر وہ فتنے میں پڑ جاتا ہے اور اسلام کا نور بالکل اسکے دل سے رخصت ہو جاتا ہے اور دل مثل اوندھے کوزے کے الٹ جاتا ہے یعنی جیسے کوزے کو اوندھا دو تو اسمیں جو کچھ ہوتا ہے نکل جاتا ہے پھر کچھ نہیں سماتا اسی طرح اس کے دل سے اسلام کا سارا نور نکل جاتا ہے اور پھر بالکل نہیں آتا (نووی) یہ جو فرمایا فتنے دریا کے موجوں کی طرح امنڈ کر آویں گے تو اب فتنوں کا روکنا ممکن نہ ہوگا اور وہ امنڈ امنڈ کر موجوں کی طرح آنے لگیں گے۔ یہ جو حضرت عمر رضؓ نے حذیفہ رضؓ سے کہا تیرا باپ نہیں، یہ ایک کلمہ ہے جو عرب کی زبان میں کسی کام پر مستعد کرنے کو کہتے ہیں یعنی تجھے کوئی بچانے والا نہیں، اگر خیر تیرا باپ زندہ ہوتا تو وہ مصیبت میں تیرا شریک ہوتا اور تجھے اتنی تکلیف نہ اٹھانی پڑتی پر اب تو تو اکیلا ہے پھر کوشش کر اور مستعدی کر اپنے بچانے میں (نووی) فرمایا تمھارے اور اس فتنے کے بیچ میں ایک دروازہ ہے یعنی یہ دروازہ جو ابھی بند ہے اور فتنوں کو روکے ہوئے ہے ایک شخص کی ذات ہے جس کے سبب سے تمام فساد رُکے ہوئے ہیں پھر جب وہ مارا جاوے گا یا مر جاویگا تو گویا دروازہ ٹوٹ گیا اور فتنوں کی روک جاتی رہی اب دھڑا دھڑ فتنوں کی موجیں اُمنڈ اُمنڈ کر آوینگی اور سب لوگ تلاطم میں پڑ جاوینگے دوسری روایت میں ہے کہ وہ ذات حضرت عمر رضؓ کی ہے اور شاید حذیفہ رضؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یونہی سنا ہو، شک کے طور پر کہ وہ مارے جاوینگے یا مر جاویں گے یا حذیفہؓ یہ جانتے ہوں گے کہ حضرت عمر رضؓ مارے جاوینگے لیکن انہوں نے اسکا صاف بیان کرنا انکے روبرو بُرا سمجھا۔ دوسری روایت میں ہے کہ عمر رضؓ خود بھی اس دروازے کو جانتے تھے جیسے یہ بات جانتے تھے کہ آج کی رات کل کے دن سے پہلے ہے۔ اور یہ جو حذیفہ رضؓ نے کہا یہ حدیث غلط نہ تھی یعنی دل کی تراشی ہوئی نہ تھی نہ اہل کتاب کی کتابوں سے نکالی گئی تھی بلکہ خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے۔ پھر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ویسا ہی ہوا اور حضرت عمر رضؓ جو فتنوں کی روک تھے شہید ہوئے اور اُن کے بعد سے برابر فتنوں کا دروازہ کھل گیا۔ حضرت عمر رضؓ کی شہادت، حضرت عثمانؓ

کی شہادت، جنگ جمل، جنگ صفین، قتل خوارج، حضرت علی رضؓ کی شہادت، حضرت امام حسنؓ کی شہادت، واقعۂ ہائلہ کربلا امام حسین علیہ السلام کی شہادت، اہل بیت نبوی کی بے حرمتی، مختار بن عبید ثقفی کی جنگ مصعب کی جنگ مختار سے عبداللہ بن زبیر کا قتل مکہ معظمہ میں اہل مدینہ کی بربادی یزید پلید کے ہاتھ سے، اسی طرح سے ہزاروں خرابیاں اور فتنے جواب تک اہل اسلام کے آپس میں واقع ہوئے۔ سبحان اللہ حضرت عمر رضؓ کی فضیلت اور بزرگی کے لئے عقلمند آدمی کے نزدیک ایک یہی حدیث کافی ہے، دوسری حدیثوں کی ضرورت نہیں جن کی ذات مقدس آفتوں اور بلاؤں کی روک، اور اسلام کی پشت پناہ، کافروں پر دھاک، مسلمانوں میں اتفاق تھی، اُس ذات کو بعضے بدذات شریر کس منہ سے بُرا کہتے ہیں اور خدا اور اس کے رسول سے نہیں شرماتے۔

عَنْ رِبْعِيٍّ قَالَ لَمَّا قَدِمَ حُذَيْفَةُ مِنْ عِنْدِ عُمَرَ جَلَسَ يُحَدِّثُنَا فَقَالَ إِنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَمْسِ لَمَّا جَلَسْتُ إِلَيْهِ سَأَلَ أَصْحَابَهُ أَيُّكُمْ يَحْفَظُ قَوْلَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتَنِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي خَالِدٍ وَلَمْ يَذْكُرْ تَفْسِيرَ أَبِي مَالِكٍ لِقَوْلِهِ مُرْبَدًّا مُجَخِّيًا

ترجمہ۔ ربعی بن حراش سے روایت ہے جب حذیفہ رضؓ حضرت عمر رضؓ کے پاس سے آئے تو بیٹھے ہم سے حدیثیں بیان کرتے انہوں نے کہا کل امیر المؤمنین نے جب میں ان کے پاس بیٹھا آپ نے لوگوں سے پوچھا تم میں کس کو یاد ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد فتنوں کے باب میں، پھر بیان کیا حدیث کو اسی طرح جیسے اوپر گذری اس میں مربادا اور مجخیا کی تفسیر نہیں ہے (جیسے اوپر کی روایت میں ہے۔)

عَنْ رِبْعِيِّ ابْنِ حِرَاشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّ عُمَرَ قَالَ مَنْ يُحَدِّثُنَا أَوْ قَالَ أَيُّكُمْ يُحَدِّثُنَا وَفِيهِمْ حُذَيْفَةُ مَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتْنَةِ قَالَ حُذَيْفَةُ أَنَا وَسَاقَ الْحَدِيثَ كَنَحْوِ حَدِيثِ أَبِي مَالِكٍ عَنْ رِبْعِيٍّ وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ قَالَ حُذَيْفَةُ حَدَّثْتُهُ حَدِيثًا لَيْسَ بِالْأَغَالِيطِ وَقَالَ يَعْنِي أَنَّهُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

ترجمہ۔ ربعی بن حراش سے روایت ہے انہوں نے سُنا حذیفہ رضؓ سے کہ حضرت عمر رضؓ نے کہا تم میں سے کون ہم سے حدیث بیان کرتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فتنوں میں وہاں حذیفہ رضؓ بھی تھے۔ انہوں نے کہا میں بیان کرتا ہوں پھر بیان کیا حدیث کو اسی طرح جیسے اوپر گذری۔ اس روایت میں یہ ہے کہ حذیفہ رضؓ نے کہا میں نے ان سے ایک حدیث بیان کی جو غلط نہ تھی (یعنی سنی سنائی ادھر ادھر کی بات نہ تھی)، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ

وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ	علیہ وآلہ وسلم سے سنی تھی۔
بَابُ بَيَانِ اَنَّ الْاِسْلَامَ بَدَأَ غَرِيْبًا وَّسَيَعُوْدُ غَرِيْبًا وَّاَنَّهٗ يَاْرِزُ بَيْنَ الْمَسْجِدَيْنِ	اسلام شروع ہوا غربت کے ساتھ اور پھر غریب ہو جاویگا اور سمٹ آویگا دونوں مسجدوں کے بیچ میں

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بَدَأَ الْاِسْلَامُ غَرِيْبًا وَّسَيَعُوْدُ كَمَا بَدَأَ غَرِيْبًا فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَاءِ

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضی سے روایت ہے، اسلام شروع ہوا غربت سے (مدینے میں) اور پھر ایسے ہی لوٹ آوے گا جیسے شروع ہوا تھا (مدینہ میں)، تو خوشی ہو غریبوں کے لئے۔

فائدہ۔ اسلام شروع ہوا مدینہ سے یعنی پہلے ان لوگوں سے شروع ہوا جو مدینہ منورہ میں مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے آئے تھے اور وہ غریب مسافر تھے اپنے وطن چھوڑ کر آئے تھے اور پھر ایسا ہی ہو جائے گا یعنی اخیر زمانہ میں اسلام سمٹتے سمٹتے پھر مدینے میں آجاوے گا اور ساری دنیا میں کفر کا زور ہوگا۔ جو مسلمان ہونگے وہ کافروں کے ڈر سے مدینہ میں بھاگ کر آجائیں گے۔ قاضی عیاض نے کہا مطلب حدیث کا یہ ہے کہ پہلے اسلام شروع ہوا چند معدود لوگوں سے۔ پھر آخر زمانہ میں بھی اسی طرح گھٹ کر تھوڑے لوگوں میں رہ جاوے گا۔ اب یہ جو فرمایا طُوبیٰ ہو غرباء کے لئے تو طُوبیٰ کے معنی خوشی اور سرور۔ اور بعضوں نے طُوبیٰ سے جنت کو مراد لیا ہے۔ بعضوں نے اس درخت کو جو جنت میں ہے اور یہ سب معنے بن سکتے ہیں (نووی)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ الْاِسْلَامَ بَدَأَ غَرِيْبًا وَّسَيَعُوْدُ غَرِيْبًا كَمَا بَدَأَ وَهُوَ يَاْرِزُ بَيْنَ الْمَسْجِدَيْنِ كَمَا تَاْرِزُ الْحَيَّةُ فِيْ جُحْرِهَا

ترجمہ۔ عبداللہ بن عمر رضی سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسلام شروع ہوا غربت میں اور پھر غریب ہو جاوے گا جیسے شروع ہوا تھا اور وہ سمٹ کر دونوں مسجدوں (مکے اور مدینے) کے بیچ میں آجاویگا جیسے سانپ سمٹ کر اپنے سوراخ میں (بل میں) چلا جاتا ہے۔

فائدہ۔ قاضی عیاض نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان اول اور آخر دونوں زمانوں میں اسی حال پر ہوگا کیونکہ اول زمانہ میں جو سچا ایماندار تھا وہ مدینے میں چلا آیا تو ہجرت کر کے اسکو وطن بنانے کو، یا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کو اور آپ سے علم حاصل کرنے کو، ایسا ہی خلفاء کے زمانے میں رہا اور ایسا ہی اس کے بعد جو جو عالم اپنے وقت کے پیشوا اور امام گذرے ہیں وہ حدیث حاصل کرنے کے لئے مدینہ میں آئے

اور ہمارے زمانے تک بھی لوگ وہیں جاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت کے لئے اور وہاں کے اور مشاہد اور آثار سے برکت حاصل کرنے کے لئے تو مدینہ میں نہ آوے گا مگر وہی جو مومن ہوگا انتہیٰ۔ السراج الوہاج میں ہے کہ شاید یہ واقعہ قیامت کے قریب ہوگا۔ اور اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اسلام اخیر زمانہ تک رہے گا اور وہ غریب ہوجاویگا اور حرمین میں سمٹ کر آجاویگا۔ اور یہ وقت ابھی تک نہیں آیا باوجود اس کے اسلام غریب ہوگیا ہے۔ اور کیسی غربت، دوسری روایت میں ہے عمرو بن عوف سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دین سمٹ کر حجاز میں آجاویگا جیسے سانپ اپنے بل میں سما جاتا ہے اور دین حجاز سے اس طرح بندھا جاویگا جیسے بکری پہاڑ کی چوٹی سے۔ اور دین شروع ہوا ہے غربت سے اور پھر ایسا ہی ہوجاویگا جیسے شروع ہوا تھا تو خوشی ہو غرباء کے لئے اور غرباء وہ ہیں جو سُدھاریں گے میری سنت کو جب لوگ بگاڑینگے اسکو روایت کیا اسکو ترمذی نے۔ مرقات میں ہے کہ حجاز عرب کے اس ٹکڑے کا نام ہے جسمیں مکہ اور مدینہ ہیں اور اسکے گرد بستیاں، اور یہ بات تو بعضوں نے کہا کہ پائی جاتی ہے اس زمانہ میں اس لئے کہ تمام دنیا کے شہر بھر گئے ہیں بے دینی سے اور اس وقت میں دین سمٹ گیا ہے حجاز کی طرف اور حجاز سے اس مبارک ٹکڑے کی طرف جسکو یمن کہتے ہیں کیونکہ یمن سے ایک جماعت پیدا ہوئی اہل حدیث کی جنہوں نے سُدھارا اُن سنتوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جنکو لوگوں نے بگاڑ دیا تھا اور اب تک بعضے لوگ ان میں کے یمن میں باقی ہیں۔ یا اللہ تو ہم کو ان میں سے کر اور ہمارا حشر اُن کے ساتھ کر۔ مترجم کہتا ہے کہ مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث سے یہ معلوم ہے کہ اخیر زمانہ میں اسلام کا تنزل شروع ہوگا اور جابجا کافر مسلمانوں کے اوپر غالب ہوتے جاوینگے یہاں تک کہ تمام ممالک اور بلاد کافروں کی حکومت میں آجاوینگے اور سب جگہ کافروں کا زور ہوجاویگا اور آخر پھر وہی شہر یعنی مکہ اور مدینہ جہاں سے اسلام شروع ہوا تھا مسلمانوں کی پناہ کی جگہ ہوگی اور یہ امر کچھ ظاہر ہوچکا ہے اور کچھ باقی ہے۔ سب سے پہلے جو ملک مسلمانوں کے قبضہ سے گیا وہ اندلس کا ملک تھا جہاں کی مسجدیں اور مدرسے مسلمانوں کے بنوائے ہوئے اب تک یادگار ہیں اور ایک مسجد قرطبہ میں اتنی بڑی ہے کہ ویسی مسجد دنیا میں اور کہیں نہیں، پر افسوس ہے کہ نصاریٰ نے غالب اگر اس مسجد کو گرجا کر دیا ہے اور گذشتہ پچاس سال سے تو اس قدر جلد جلد مسلمانوں کا تنزل ہو رہا ہے اور انکی حکومتیں برباد ہوتی جاتی ہیں کہ اگر ایسا ہی رہا خدانخواستہ تو بہت قریب زمانے میں مسلمانوں کی حکومت صرف مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں رہ جاویگی۔ وہ ملک جہاں صدہا برس سے مسلمان بستے اور رہتے تھے اور کافروں کا نام و نشان تک نہ تھا اب وہاں پر کافر بادشاہ ہیں اور مسلمان ذلیل و خوار۔ پہلے ہندوستان کی سی بڑی وسیع اور زرخیز ولایت مسلمانوں کے قبضے سے نکل کر نصاریٰ کے قبضے

میں آئی پھر ابھی چند ہی روز گذرے کہ کاشغر کو چین کے بُت پرستوں نے چھین لیا اور بخارا اور خیوا اور وسط ایشیا کے ملک کو روس کے نصاریٰ نے دبالیا اور بلقان اور البوسینیا اور سرویا اور جبل اسود جو روم کے سلطان کے زیر نگیں تھے وہ خود مختار ہو گئے۔ اسی طرح یونان کا حاکم نصرانی بادشاہ خود مختار ہو گیا۔ اب اس وقت میں جب میں اس حدیث کی تفسیر لکھ رہا ہوں مَرو اور ترکمانوں کا ملک روس کے نصاریٰ نے دبالیا ہے اور اس کی نظر افغانستان پر بھی ہے اور ادھر سے ہندوستان کے نصاریٰ افغانستان پر دعوی کر رہے ہیں اور ولایت مصر کو سلطان روم کے اختیار سے نکال کر وہاں اپنا اقتدار جما رہے ہیں اور جزیرہ عرب کے کئی بنادر مثل عدن اور سواکن وغیرہ کے اپنے قبضے میں کئے ہیں۔ اب جو دو سلطنتیں نام کے لئے باقی ہیں یعنی روم اور ایران کی، وہ بھی نصاریٰ سے خائف اور لرزاں ہیں۔ اور ان ہی کی مرضی کے موافق انتظام کرتے ہیں۔ حدود شرعیہ کا نام و نشان نہیں۔ فسق و فجور کا علی الاعلان بازار گرم ہے۔ اب وہ زمانہ بہت قریب معلوم ہوتا ہے جب نام کے لئے بھی مسلمانوں کی سلطنت اور حکومت نہ رہے گی اور وہ سب نصاریٰ کی رعایا بن کر رہیں گے اور جو سچے مسلمان ہوں گے وہ ان کی حکومت سے بھاگ کر مکہ اور مدینہ میں دم لیں گے اس وقت اس حدیث کا پورے طور سے ظہور ہو جائے گا۔ اگر کوئی کہے کہ مکہ اور مدینہ میں تو اس وقت خود بدعات کا زور ہے اور قرآن و حدیث کی نشر سے وہاں کچھ شیاطین ہیں جو مانع ہوتے ہیں، پھر اسلام کے سمٹنے سے مکہ اور مدینہ کی طرف کیا مراد ہو گا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان شیاطین کا زور مکہ اور مدینہ میں فی الحال ہے جب کہ سچے اور پکے مسلمان ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ پھر جب یہ سب سچے مسلمان کافروں سے ڈر کر مکہ اور مدینہ میں جا کر جمیں گے تو ان شیاطین کی اچھی طرح خبر لیں گے اور اس وقت میں بڑی آزادی کے ساتھ کتاب اور سنت کی پیروی حرمین میں رائج ہو گی اور بدعاتؔ[1] کی سرکوبی بخوبی ہو جاوے گی۔ جو کوئی زندہ رہے گا وہ اس کو دیکھے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْاِیْمَانَ لَیَاْرِزُ اِلَی الْمَدِیْنَةِ کَمَا تَاْرِزُ الْحَیَّةُ اِلٰی جُحْرِهَا

ترجمہ۔ ابوہریرہ رض سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایمان سمٹ کر مدینہ میں اس طرح سے آ جاوے گا جیسے سانپ سمٹ کر اپنے بل میں سما جاتا ہے۔

---

[1] آج کل واقعی حرمین شریفین میں جلالۃ الملک امام المسلمین سعود بن عبد العزیز حفظہ اللہ الودود کا دم غنیمت ہے۔ اعلیحضرت کتاب و سنت کی پیروی اور اشاعت میں مصروف و مشغول ہیں۔ وہاں قرآن و حدیث کا قانون رائج ہے اور شرک و بدعات کی خوب سرکوبی کی جا رہی ہے۔ آگے کا بھی خدا حافظ ہے۔ یہ میرا اپنا مشاہدہ ہے فقط
عبد الغفار سلفی۔ ٢٦ شعبان ١٣٧٥ھ مطابق ٩ اپریل ١٩٥٦ء

بَابُ ذِهَابِ الْاِیْمَانِ اٰخِرَ الزَّمَانِ | آخیر زمانے میں ایمان کا مِٹ جانا

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی لَا یُقَالَ فِی الْاَرْضِ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

ترجمہ۔ انسؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی جب تک زمین میں اللہ اللہ کہا جاتا ہے۔

فائدہ۔ پھر جب کوئی اللہ کا نام لینے والا نہ رہے گا اُس وقت قیامت قائم ہوگی نووی نے کہا مراد یہ ہے کہ قیامت اسی وقت ہوگی جب سب لوگ بدترین رہ جاوینگے جیسے دوسری روایت میں ہے اور یمن کی طرف سے ایک ہوا آوے گی قیامت کے قریب تو سب مومن مر جاویں گے اس ہوا سے۔ یہ بات کہ زمین میں کوئی اللہ کا نام لینے والا نہ رہے۔ پہلے مجھ کو قیاس سے بعید معلوم ہوتی تھی، پر اس زمانے میں تصدیق ہوگئی اور حدیث پر کامل یقین ہوگیا۔ ہمارے زمانے میں اللہ کے منکر بہت پھیلتے جاتے ہیں اور کوئی اللہ کا نام لیوے تو اس پر ہنستے ہیں۔ پھر قیامت کے قریب کمبخت اسی قسم کے منکرین یعنی دہری یا نیچری رہ جاوینگے اور اللہ کو ماننے والے سب اُٹھ جاوینگے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ عَلٰٓی اَحَدٍ یَّقُوْلُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

ترجمہ۔ انسؓ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی اس شخص پر جو اللہ اللہ کہتا ہوگا (بلکہ جب وہ مریگا اُس وقت قیامت ہوگی)

بَابُ جَوَازِ الْاِسْتِسْرَارِ بِالْاِیْمَانِ لِلْخَائِفِ | جو شخص ڈرتا ہو اپنی عزّت یا جان جانے سے تو وہ اپنے ایمان کو چھپا سکتا ہے

عَنْ حُذَیْفَۃَ قَالَ کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَحْصُوْا لِیْ کَمْ یَلْفِظُ الْاِسْلَامَ قَالَ فَقُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَتَخَافُ عَلَیْنَا وَنَحْنُ مَا بَیْنَ السِّتِّ مِائَۃٍ اِلَی السَّبْعِ مِائَۃٍ فَقَالَ اِنَّکُمْ لَا تَدْرُوْنَ لَعَلَّکُمْ اَنْ تُبْتَلَوْا قَالَ فَابْتُلِیْنَا حَتّٰی جَعَلَ الرَّجُلُ مِنَّا

ترجمہ۔ حذیفہؓ سے روایت ہے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے آپ نے فرمایا گنو کتنے آدمی اسلام کے قائل ہیں پھر ہم نے کہا یا رسول اللہ کیا آپ ڈرتے ہیں ہم پر (کوئی آفت آنے سے دشمنوں کی وجہ سے) اور ہم چھ سو آدمیوں سے لیکر سات سو تک ہیں۔ آپ نے فرمایا تم نہیں جانتے شاید بلا میں پڑ جاؤ۔ حذیفہؓ نے کہا پھر ایسا ہی ہوا ہم بلا میں پڑ گئے یہاں تک

لَا يُصَلِّي إِلَّا سِرًّا | کہ بعضے ہم میں سے نماز بھی چپکے سے پڑھتے۔

فائدہ - یعنی ہماری تعداد اس قدر ہے پھر ہم کو دشمنوں سے کیا خوف ہے آپ کیوں ڈرتے ہیں۔ بخاری کی روایت میں ایک ہزار پانچ سو ہیں۔ اور ایک روایت میں پانچ سو ہیں اور اس اختلاف کو یوں رفع کیا ہے کہ عورتیں بچے سب ملا کر ایک ہزار پانچ سو ہونگے۔ اور مرد چھ سو سات سو ہونگے اور لڑنے کے قابل پانچ سو ہونگے۔ سبحان اللہ صحابہ کرام کے دل ایسے مضبوط تھے کہ صرف چھ سو سات سو آدمیوں پر انکو دشمنوں کا ڈر نہ تھا اور ایک یہ زمانہ ہے کہ صرف ہندوستان میں سات کروڑ مسلمان ہیں اور ساری دنیا میں بیس کروڑ سے کم نہ ہونگے پھر بھی اپنے دشمنوں سے ایسا ڈرتے ہیں جس کی انتہا نہیں۔ فرمایا تم نہیں جانتے شاید بلا میں پڑ جاؤ یعنی یہ ان فتنوں میں ہوا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ظاہر ہوئے اور مسلمان آپس میں لڑنے لگے۔ پھر ایسی مصیبت آئی کہ نماز پڑھنا دشوار ہو گیا ایک کی ایک فکر میں تھا، آخر گھر ہی میں پڑھنے لگے اور مسجد میں جماعت موقوف ہو گئی۔ ہمارے زمانہ میں بھی مسلمان ایک دوسرے کے ایسے دشمن ہو گئے ہیں کہ ایک جماعت کی مسجد میں دوسری جماعت والا نماز نہیں پڑھ سکتا حالانکہ نماز ایسی عبادت ہے کہ یہود اور نصاریٰ بھی اُس سے منع نہیں کرتے۔ اور میں نے ایک یہودی سے پوچھا کہ ہم تمہارے گرجا میں نماز پڑھیں۔ اس نے کہا شوق سے پڑھو کیونکہ گرجا خدا کا گھر ہے، کسی کی ملک نہیں پھر جو چاہے اس میں خدا کو یاد کرے اور اس کی بندگی کرے۔ افسوس ہے کہ یہودیوں کا تو یہ خیال ہو اور مسلمانوں کی یہ کیفیت کہ اگر ایک مسئلہ میں کوئی اُن سے خلاف کرے تو پھر اس کو اپنی مسجد میں آنے نہیں دیتے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کی یاد سے کسی کو روکے۔ تمام اہل قبلہ کو لازم ہے کہ کسی شخص کو خواہ کتنا ہی مخالف ہو مسجد میں آنے سے اور اس میں نماز پڑھنے سے منع نہ کریں یہاں تک کہ شیعہ اور خوارج اور معتزلہ کو بھی منع کرنا اور نماز سے روکنا نادرست ہے۔

بَابُ تَأَلُّفِ قَلْبِ مَنْ يَخَافُ عَلَى إِيْمَانِهِ لِضُعْفِهِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْقَطْعِ بِالْإِيْمَانِ مِنْ غَيْرِ دَلِيْلٍ قَاطِعٍ

جو شخص ضعیف الایمان ہو اُس کا دل ملانا اور جب تک ایمان کا یقین نہ ہو کسی شخص کو مومن نہ کہنا

عَنْ سَعْدِ ابْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ قَسَمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قِسْمًا فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَعْطِ فُلَانًا

ترجمہ۔ سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ مال بانٹا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ فلانے کو دیجئے

فَاِنَّهٗ مُؤْمِنٌ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَوْمُسْلِمٌ اَقُوْلُهَا ثَلَاثًا وَیُرَدِّدُهَا عَلَیَّ ثَلَاثًا اَوْمُسْلِمٌ ثُمَّ قَالَ اِنِّیْ لَاُعْطِی الرَّجُلَ وَغَیْرُهٗ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْهُ مَخَافَةَ اَنْ یَّکُبَّهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فِی النَّارِ

وہ مومن ہے۔ آپ نے فرمایا مسلمان ہے۔ میں نے تین بار یہی کہا کہ وہ مومن ہے۔ آپ نے ہر بار یہی فرمایا یا مسلمان ہے۔ پھر آپ نے فرمایا میں ایک شخص کو دیتا ہوں حالانکہ دوسرے کو اس سے زیادہ چاہتا ہوں اس ڈر سے کہ کہیں خدا اس کو اوندھے منہ جہنم میں نہ گرا دے۔

فائدہ۔ یعنی تو اُسکو یقیناً مومن کیسے کہتا ہے شاید مسلم ہو تو یوں کہہ وہ مومن ہے یا مسلم ہے تو اس سے اس کے ایمان کا انکار نہیں نکلتا بلکہ منع کیا آپ نے اُس کو یقیناً مومن کہنے سے اس وجہ سے کہ اس کا ایمان دلیل یقینی سے ثابت نہ ہوا ہوگا۔ دوسرے یہ کہ ایمان ایک فعل قلبی ہے اس کا حال اللہ ہی خوب جانتا ہے برخلاف اسلام کے کہ وہ ظاہر ہے زبان سے اقرار کرنے سے۔ صاحب تحریر نے کہا کہ اس میں اشارہ ہے اس شخص کے مومن نہ ہونے کا، حالانکہ اس میں اشارہ ہے اس کے مومن ہونے کا کیونکہ آگے آپ نے فرمایا کہ بعضے شخص کو میں زیادہ چاہتا ہوں پر دیتا اور کو ہوں، ایسا نہ ہو وہ جہنم میں اوندھا گرایا جاوے اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ایمان اور اسلام میں فرق ہے اور اس مسئلہ میں بڑا اختلاف ہے اور کچھ بیان اس کا اوپر گذر چکا ہے۔ اور اس میں اشارہ ہے اس مذہب کی طرف جو حق ہے کہ فقط زبان سے اقرار کر لینا کافی نہیں جب تک دل سے یقین نہ ہو اور کرامیہ اور بعضے مرجیہ یہ کہتے ہیں کہ صرف زبان سے اقرار کر لینا کافی ہے حالانکہ یہ صاف غلطی ہے اور خلاف ہے مسلمانوں کے اجماع کے اور خلاف ہے ان آیات اور احادیث کے جن سے منافقوں کا کفر ثابت ہوتا ہے حالانکہ منافقوں کا بھی یہی حال تھا کہ وہ دل سے یقین نہ رکھتے تھے پر زبان سے اقرار کرتے تھے (نووی) آپ نے فرمایا میں ایک شخص کو دیتا ہوں حالانکہ دوسرے کو اس سے زیادہ چاہتا ہوں یعنی بعض آدمی ضعیف الایمان ہوتا ہے اور میں اس کو دنیا کا مال دیتا ہوں تو اس وجہ سے نہیں دیتا کہ میں اس کو زیادہ چاہتا ہوں، چاہتا تو میں دوسرے کو ہوں جسکا ایمان قوی ہے پر ضعیف الایمان کو اسکا ایمان بچانے کیلئے دیتا ہوں ایسا نہ ہو کہ وہ دنیا کا مال نہ ملنے سے خفا ہو جاوے اور اسلام سے پھر جاوے پھر جہنم میں اوندھے منہ گرے اور جس کا ایمان قوی ہے اس کو اتنی ضرورت مال دینے کی نہیں کیونکہ وہ ایمان سے پھرنے والا نہیں۔ نووی نے کہا اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ حاکم سے سفارش کرنا درست ہے جائز کام میں اور بار بار وہی بات کہنا بھی جائز ہے اور مفضول فاضل کو وہ بات بتا سکتا ہے جسمیں کوئی مصلحت ہو اور فاضل کو ضرور نہیں کہ ہر مشورہ قبول کرے بلکہ اس میں غور اور فکر کرے اگر مصلحت کے خلاف ہو تو

اسکو رد کرسکتا ہے۔ اور کسی کو یقیناً مومن کہنا نہیں چاہئے جب تک دلیل یقینی نہ ہو اور امام اپنی رائے کے موافق مال کو صرف کرسکتا ہے ضروری کام میں پھر جو اس کے بعد ضرور ہو۔ اسی طرح اور کسی کے جنت میں جانے کا یقین نہیں مگر جن کے لئے نص آگئی جیسے عشرہ مبشرہ وغیرہم اور اس پر اجماع ہے اہل سنت کا۔

عَنْ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَعْطٰى رَهْطًا وَسَعْدٌ جَالِسٌ فِيْهِمْ قَالَ سَعْدٌ فَتَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ مَنْ لَمْ يُعْطِهٖ وَهُوَ اَعْجَبُهُمْ اِلَيَّ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ فَوَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَرَاهُ مُؤْمِنًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَوْ مُسْلِمًا قَالَ فَسَكَتُّ قَلِيْلًا ثُمَّ غَلَبَنِيْ مَا اَعْلَمُ مِنْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ فَوَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَرَاهُ مُؤْمِنًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَوْ مُسْلِمًا قَالَ فَسَكَتُّ قَلِيْلًا ثُمَّ غَلَبَنِيْ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ فَوَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَرَاهُ مُؤْمِنًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَوْ مُسْلِمًا اِنِّيْ لَاُعْطِي الرَّجُلَ وَغَيْرُهٗ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْهُ خَشْيَةَ اَنْ يُّكَبَّ فِي النَّارِ عَلٰى وَجْهِهٖ

ترجمہ۔ سعد بن ابی وقاص رضؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ لوگوں کو مال دیا اور میں وہاں بیٹھا تھا تو آپ نے بعضوں کو نہیں دیا حالانکہ وہ میرے نزدیک اُن سب میں بہتر تھے۔ میں نے کہا یارسول اللہ آپ نے فلانے کو نہیں دیا، میں تو قسم خدا کی اسکو مومن جانتا ہوں۔ آپ نے فرمایا یا مسلم۔ پھر تھوڑی دیر تک میں چپکا رہا۔ بعد اس کے اسی خیال نے زور کیا اور میں نے کہا یارسول اللہ آپ نے فلانے کو کیوں نہیں دیا؟ قسم خدا کی میں اس کو مومن جانتا ہوں۔ آپ نے فرمایا یا مسلم۔ پھر تھوڑی دیر میں چپ ہو رہا۔ بعد اس کے اسی خیال نے زور کیا اور میں نے کہا یارسول اللہ آپ نے فلانے کو کیوں نہیں دیا؟ قسم خدا کی میں تو اس کو مومن جانتا ہوں۔ آپ نے فرمایا یا مسلم۔ میں دیتا ہوں ایک شخص کو اور مجھے دوسرے سے زیادہ محبت ہوتی ہے اس ڈر سے کہ کہیں اوندھے منہ جہنم میں نہ گرے۔

عَنْ سَعْدٍ اَنَّهٗ قَالَ اَعْطٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ رَهْطًا وَاَنَا جَالِسٌ فِيْهِمْ بِمِثْلِ حَدِيْثِ ابْنِ اَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهٖ وَزَادَ فَقُمْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ سعد رضؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ لوگوں کو دیا۔ میں بیٹھا تھا۔ پھر بیان کیا حدیث کو اُسی طرح جیسے اوپر گذری۔ اتنا زیادہ ہے آخر میں، اٹھا اور میں نے چپکے سے کہا یارسول اللہ آپ نے فلانے کو کیوں چھوڑ دیا

فَسَارَرْتُهُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَالَكَ عَنْ فُلَانٍ
عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ سَعْدٍ يُحَدِّثُ هٰذَا الْحَدِيْثَ فَقَالَ فِيْ حَدِيْثِهٖ فَضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ بَيْنَ عُنُقِيْ وَكَتِفِيْ ثُمَّ قَالَ اَقِتَالًا اَيْ سَعْدُ اِنِّيْ لَاُعْطِي الرَّجُلَ

ترجمہ۔ محمد بن سعد سے یہی حدیث روایت کی گئی ہے۔ اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے اپنا ہاتھ میری گردن اور مونڈھے کے بیچ میں مارا اور فرمایا کیا لڑتا ہے اے سعد! میں دیتا ہوں ایک آدمی کو آخر تک۔

بَابُ زِيَادَةِ طُمَانِيْنَةِ الْقَلْبِ بِتَظَاهُرِ الْاَدِلَّةِ

جب دلیلیں خوب پہنچ جاویں تو دل کو زیادہ اطمینان حاصل ہوتا ہے

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ نَحْنُ اَحَقُّ بِالشَّكِّ مِنْ اِبْرَاهِيْمَ اِذْ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ قَالَ وَيَرْحَمُ اللّٰهُ لُوْطًا لَقَدْ كَانَ يَاْوِيْ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ وَلَوْ لَبِثْتُ طُوْلَ لُبْثِ يُوْسُفَ لَاَجَبْتُ الدَّاعِيَ

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا ہم کو شک کیوں نہ ہو جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو شک ہوا۔ انہوں نے کہا اے پروردگار مجھ کو دکھلا دے تو کس طرح جلاوے گا مردوں کو۔ پروردگار نے فرمایا کیا تجھے یقین نہیں اس بات کا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کیوں نہیں مجھ کو یقین ہے پر میں چاہتا ہوں کہ میرے دل کو اور زیادہ اطمینان ہو جاوے۔ اور رحم کرے اللہ تعالیٰ حضرت لوطؑ پر وہ پناہ چاہتے تھے مضبوط سخت کی۔ اور اگر میں قید خانے میں اتنے دنوں رہتا جتنے دن حضرت یوسف علیہ السلام رہے، میں تو فوراً بلانے والے کے ساتھ چلا جاتا۔

فائدہ۔ نووی نے کہا علماء نے اختلاف کیا ہے اس عبارت کے مطلب میں کہ ہم کو شک کیوں نہ ہو کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہوا کئی اقوال پر سب سے بہتر اور

صحیح وہ ہے جو امام ابو ابراہیم مزنی اور ایک جماعت علماء نے بیان کیا ہے یعنی مطلب اس کا یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو شک ہونا محال تھا۔ اور جو اُن کو شک ہوتا باوجود پیغمبر ہونے کے تو اور پیغمبروں کو بھی شک ہوتا حالانکہ تم جانتے ہو کہ مجھ کو شک نہیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی شک نہ تھا۔ اور یہ آپ نے اس لئے فرمایا کہ جب یہ آیت اتری وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتَىٰ الآیۃ تو بعض لوگوں نے حضرت ابراہیم پر غلط گمان کیا اور یہ کہا کہ اُن کو شک ہوا مردوں کے جی اُٹھنے میں اور ہمارے پیغمبر کو شک نہیں ہوا۔ تب آپ نے اُن کا گمان غلط کرنے کے لئے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پیغمبر تھے اور پیغمبر بھی کیسے خلیل اللہ، پھر اگر انکو شک ہوتا تو مجھ کو بھی ضرور شک ہوتا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آپ نے اپنے اوپر مقدم کیا بطریق تواضع اور ادب کے۔ اور شاید اس وقت تک آپ کو معلوم نہ ہوا ہوگا کہ آپ سب پیغمبروں سے درجے میں زیادہ ہیں۔ پھر اختلاف کیا ہے علماء نے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو شک نہ تھا تو انہوں نے خدا سے درخواست کیوں کی کہ مجھ کو دکھلا دے تو کیوں کر جلاوے گا مُردوں کو بیان کیا ہے کئی وجہوں کو لیکن ظاہر یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مُردوں کے جی اُٹھنے پر یقین تھا پر انہوں نے چاہا کہ اور زیادہ دل کو اطمینان ہو جاوے۔ اور یہ اس طرح ہے کہ پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دلائل سے علم حاصل ہو چکا تھا کہ اللہ مردوں کو جلاوے گا لیکن انہوں نے اپنی آنکھوں سے اس امر کو نہ دیکھا تھا اس واسطے انہوں نے چاہا کہ علم استدلالی سے بڑھ کر یقین حاصل ہو اور وہ مشاہدہ سے ہوتا ہے کیونکہ علم استدلالی میں شکوک باقی رہتے ہیں پھر مشاہدہ سے وہ سب شکوک مٹ جاتے ہیں۔ یہ مذہب ہے امام ابو منصور ازہری کا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے آپ کو خدا کے پاس آزمانا چاہا کہ خدا ان کی درخواست قبول کرتا ہے یا نہیں اور اس صورت میں أَوَلَمْ تُؤْمِن کے یہ معنٰی ہوں گے کیا تجھ کو یقین نہیں اس بات کا کہ تو میرا دوست ہے اور تیرا مرتبہ اور درجہ میرے نزدیک بڑا ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے یقین کو بڑھانا چاہا اگرچہ پہلے بھی ان کو یقین تھا اور شک بالکل نہ تھا پر وہ علم الیقین تھا۔ انہوں نے چاہا کہ اس سے بڑھ کر عین الیقین کا درجہ حاصل ہو۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ جب انہوں نے مشرکوں پر دلیل قائم کی کہ میرا پروردگار جلاتا ہے اور مارتا ہے تو خدا سے چاہا کہ اس امر کو دکھلا دے تاکہ اُن کی دلیل صاف ثابت ہو جاوے

اور بعضوں نے اور وجہیں بیان کی ہیں پر وہ ظاہر نہیں ہیں۔ امام ابوالحسن واحدی نے کہا اختلاف کیا ہے لوگوں نے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ سوال کیوں کیا تو اکثر لوگوں نے کہا ہے کہ انہوں نے ایک مردار جانور دریا کے کنارے دیکھا جسکو درندے اور پرندے اور دریا کے جانور کھا رہے تھے اُن کو یہ خیال آیا کہ اس جانور کے ٹکڑے کیوں کر اکٹھے ہوں گے۔ اور اُن کے دل کو شوق ہوا کہ مُردے کا جی اٹھنا دیکھیں۔ اُن کو شک نہ تھا لیکن انہوں نے یہ بات چاہی کہ اس کو دیکھ لیں جیسے مؤمنین چاہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جنت کو دیکھیں اور خدا کے دیدار کے طالب ہیں حالانکہ ان کو یقین ہے ان سب کا اور شک نہیں ہے اُن میں انتھی۔ فرمایا رحم کرے اللہ تعالیٰ حضرت لوط پر وہ پناہ چاہتے تھے یعنی جب فرشتے اللہ کا عذاب لے کر حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے تو خوبصورت لڑکوں کے بھیس میں آئے تھے۔ حضرت لوط نے اُن کو مہمان سمجھ کر انکی مہمانی کرنا چاہی پر اُن کی قوم کے لوگ جو لواطت اور لونڈے بازی میں مبتلا تھے جمع ہو کر آئے اور ان مہمانوں کو ستانا چاہا۔ حضرت لوط نے کوئی دقیقہ اُن مہمانوں کی خاطرداری اور دل جوئی میں نہ چھوڑا اور اپنی قوم کے لوگوں سے کہا خدا سے ڈرو اور مجھ کو رسوا مت کرو مہمانوں کے روبرو اگر تم کو ایسی ہی خواہش ہے تو میری بیٹیاں حاضر ہیں۔ اس پر بھی انہوں نے نہ مانا تب حضرت لوط نے فرمایا کاش مجھے زور ہوتا تو تم کو روکتا یا پناہ لیتا کسی مضبوط سخت کی یعنی میرے کنبے والے ہوتے تو ان کی پناہ لیتا۔ اور یہ جو انہوں نے اپنی قوت کا اور اپنے کنبے والوں کی پناہ کا ذکر کیا تو اس وجہ سے نہ تھا کہ وہ خدا سے غافل تھے بلکہ انہوں نے اپنے مہمانوں کے دل کو خوش کرنا چاہا کہ میرا بس جہاں تک چلتا ہیں تم کو بچاتا۔ اور شاید اس وقت رنج میں اللہ تعالیٰ کی پناہ لینا بھول گئے تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خدا اُن پر رحم کرے۔ فرمایا اگر میں قید خانے میں اتنے دن رہتا جتنے دن حضرت یوسف علیہ السلام رہے ہیں تو فوراً بلانے والے کے ساتھ چلا جاتا یعنی جب زلیخا کی تہمت سے حضرت یوسف علیہ السلام قید ہوئے تو مدت تک یعنی کئی برس تک قید خانے میں رہے۔ آخر عزیز مصر کی طرف سے ایک بلانے والا آیا کہ چلکر اس کے خواب کی تعبیر بیان کریں مگر حضرت یوسفؑ نے نہ مانا اور فرمایا جب تک عورتوں کے مکر کی دریافت نہ ہوگی اور میری صفائی بالکل نہ ہو جاویگی اُس وقت تک میں نہ آؤں گا تو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت یوسفؑ کی فضیلت بیان کی کہ ان میں کس قدر صبر اور استقلال تھا کہ ایسا دوسرے میں ہونا مشکل ہے ورنہ انسان جب مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے تو جس طرح ہو سکے اس سے چھوٹنے میں جلدی کرتا ہے۔

بَابُ وُجُوْبِ الْاِيْمَانِ بِرِسَالَةِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِلٰى جَمِيْعِ النَّاسِ وَنَسْخِ الْمِلَلِ بِمِلَّتِهٖ

ہمارے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیغمبری کا یقین کرنا اور تمام شریعتوں کو آپ کی شریعت سے منسوخ سمجھنا واجب ہے

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنَ الْاَنْبِيَاءِ مِنْ نَّبِيٍّ اِلَّا قَدْ اُعْطِيَ مِنَ الْاٰيَاتِ مَا مِثْلُهٗ اٰمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ وَ اِنَّمَا كَانَ الَّذِيْ اُوْتِيْتُ وَحْيًا اَوْحَى اللّٰهُ اِلَيَّ عَزَّ وَجَلَّ وَ اَرْجُوْ اَنْ اَكُوْنَ اَكْثَرَهُمْ تَابِعًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

ترجمہ۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر ایک پیغمبر کو وہی معجزے ملے ہیں جو اس سے پہلے دوسرے پیغمبر کو مل چکے تھے پھر ایمان لائے اس پر آدمی لیکن مجھ کو جو معجزہ ملا وہ قرآن ہے جو اللہ نے بھیجا میرے پاس (ایسا معجزہ کسی پیغمبر کو نہیں ملا) اس لئے میں امید کرتا ہوں کہ میری پیروی کرنے والے اور پیغمبروں کی پیروی کرنے والوں سے زیادہ ہونگے قیامت کے دن۔

فائدہ۔ یعنی میرا معجزہ قرآن ایسا کھلا معجزہ ہے جو پہلے کسی پیغمبر کو نہیں ملا اسلئے میرے تابع زیادہ ہونگے یا قرآن ایسا معجزہ ہے جس میں سحر وغیرہ کا شبہ نہیں ہو سکتا برخلاف اور معجزوں کے کہ ان میں سحر وغیرہ کا شبہ ہو سکتا تھا اس لئے میری پیروی کرنیوالے زیادہ ہونگے یا اور پیغمبروں کے معجزے گذر گئے جیسے ان کا زمانہ گذر گیا۔ اور میرا معجزہ جو قرآن ہے قیامت تک باقی ہے اور وہ معجزہ اس واسطے ہے کہ قرآن کے طرز بیان اور اس کی فصاحت اور بلاغت اور غیب کے حالات نے سب آدمیوں کو عاجز کر دیا کہ کوئی اس کی مثل ایک سورت بھی بنا سکے۔ اگر وہ سب جمع ہو تب بھی نہیں ہو سکتا اور آج تیرہ سو برس گذرے ہزاروں قرآن کے مخالفین ہوئے پر کسی سے یہ نہ ہو سکا کہ اس کے مقابلے کی ایک سورت بناتا۔ ہمارے زمانے میں بعض بے وقوف عقل کے دشمن ہندی بھائی ایسے نکلے ہیں جو قرآن کی عربیت کو فصیح نہیں جانتے اور اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ کوئی ان سے پوچھے کہ تم نے عربی زبان میں کیا لیاقت پیدا کی ہے اور صرف ونحو بھی جانتے ہو یا نہیں تو جواب ملتا ہے کہ نہیں۔ سبحان اللہ مینڈکی کو بھی زکام ہوا۔ بڑے بڑے عرب کے اہل زبان تو قرآن کو

سُن کر حیران ہوگئے اور ایمان لائے اور آج تک اس کی فصاحت اور بلاغت اور طرز بیان بے مثل ہونے کا اقرار کرتے ہیں پر یہ کل کے لونڈے اور ہندی بوڑھے کھوسٹ جن کو کوئی مسلمانوں کی حکومت میں ٹکے کو نہ پوچھے مسلمانوں کے مصلح بن کر بیٹھے ہیں اور یہ اصلاح کرتے ہیں کہ حدیث اور قرآن کو میٹتے ہیں لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ پھر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث میں فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ میری پیروی کرنیوالے زیادہ ہونگے قیامت کے دن، یہ بھی آپ کا ایک معجزہ ہے کیونکہ آپ کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسلام کو ایسی رونق بخشی کہ مغرب سے مشرق تک پھیل گیا اور بڑی بڑی ولایتیں مسلمانوں نے فتح کیں اور جیسی امید آپ نے کی تھی ویسے ہی اللہ تعالیٰ نے کر دکھایا خدا کا شکر ہے اس کی نعمتوں پر جو بے انتہا ہیں۔ اے خدا جیسے تو نے پہلے اسلام کو ترقی بخشی تھی اور مخالفین کو زیر کیا تھا ویسے ہی اس زمانے میں بھی اسلام کی مدد کر اور اپنے سچے دین اور اپنے فضل وکرم سے مسلمانوں کے دلوں کو مضبوط کر تاکہ وہ پھر تیرے دین کی ترقی میں مصروف ہوں اور دنیا میں نیک نامی اور عزت اور آخرت میں ثواب اور جنت حاصل کریں آمین یارب العالمین۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَا يَسْمَعُ بِیْ اَحَدٌ مِّنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ يَهُوْدِیٌّ وَّلَا نَصْرَانِیٌّ ثُمَّ يَمُوْتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِیْ اُرْسِلْتُ بِهٖ اِلَّا كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے اس زمانے کا (یعنی میرے وقت اور میرے بعد قیامت تک) کوئی یہودی یا نصرانی دیا اور کوئی دین والا میرا حال سُنے پھر ایمان نہ لاوے اس پر جس کو میں دیکر بھیجا گیا ہوں (یعنی قرآن پر) تو جہنم میں جاوے گا۔

فائدہ ۔ نووی نے کہا اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگلی شریعتیں سب منسوخ ہوگئیں ہمارے پیغمبرؐ کی شریعت سے، اور یہ بات نکلی کہ جس کو اسلام کی دعوت نہ پہنچی وہ معذور ہے کیونکہ یہ قاعدہ اصول میں ثابت ہو چکا ہے کہ شریعت آنے سے پیشتر کوئی حکم انسان پر نہیں ہوتا انتہے۔ اگرچہ اس زمانہ میں مسلمان ہر ایک ملک اور ولایت میں پھیل گئے ہیں پر وہ سب کے سب اپنے دنیا کے کاموں میں مصروف ہیں اور دین کو انہوں نے بالائے طاق رکھ دیا ہے الاماشاء اللہ۔ دین کی دعوت کافروں کو تو کیا وہ عام مسلمانوں کو بھی دین کے احکام نہیں بتلاتے یہاں تک کہ اکثر مسلمان شریعت کے احکام سے بالکل ناواقف ہوگئے ہیں اور صرف نام کیلئے مسلمان کہے جاتے ہیں۔ یہ دعوت دین کی

ایسی ضروری چیز ہے کہ ہر ایک پیغمبر نے اپنی ساری عمر اس میں صرف کی ہے اور اسکا فائدہ بیحد اور بے شمار ہے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدائے تعالیٰ کے پاس تشریف لے گئے تو ان کے حواریین نے دین کی دعوت پھیلانا شروع کی اور باوجودیکہ ان کے مخالف زورآور اور دنیا کے حاکم تھے پر آخر اس دعوت نے رفتہ رفتہ ایسا اثر کیا کہ مخالفین کی قوت ٹوٹ گئی اور ہزاروں لاکھوں ان میں کے عیسائی ہو گئے اور عیسویوں کی قوت یہاں تک بڑھی کہ ساری دنیا میں ان کا دین پھیل گیا، چنانچہ ہمارے زمانے تک اس دعوت کا اثر باقی ہے اور اب تک عیسوی عالم دعوت کو نہیں چھوڑتے اور رات دن تحریر اور تقریر سے عیسوی مذہب کو تائید اور مدد دیتے ہیں اور جس ملک کے لوگوں کو سنتے ہیں کہ وہ دین عیسوی سے ناواقف ہیں وہاں فوراً جیسے ہو سکتا ہے پہنچتے ہیں۔ اس کام میں چاہے جان جاوے چاہے عزت سب قبول ہے۔ وہ اپنا دین پھیلانے کے لئے سب گوارا کر لیتے ہیں۔ بڑا افسوس ہے کہ مسلمان اس سے بالکل غافل ہیں[1] اور ان کے ملا اور مولوی اور درویش سوائے آرام سے روٹیاں کھانے کے دین کا کوئی کام نہیں کرتے نہ سفر کرتے ہیں نہ اور ملک کی اقوام کی زبانیں سیکھتے ہیں نہ اور زبانوں میں اسلام کی کتابوں کا اور قرآن کا ترجمہ پھیلاتے ہیں۔ ہائے نصاریٰ نے اپنی واقفیت کے واسطے قرآن کا ترجمہ انگریزی اور فرانسیسی اور جرمنی زبانوں میں کیا، پر مسلمانوں کو یہ توفیق نہیں کہ وہ قرآن کا اور دین کی کتابوں کا ترجمہ غیر زبانوں میں خصوصاً کافروں کی زبانوں میں کر کے اس کے لاکھوں ہزاروں نسخے کافروں میں پھیلا دیں تاکہ وہ سچے دین شریعت سے واقف ہوں۔ نصاریٰ نے اپنا دین ایسا خراب کر لیا ہے کہ عاقل آدمی اگر ذرا بھی اپنی عقل سے کام لیوے تو اس کو یہ دین لغو معلوم ہوتا ہے، تین خدا کا ایک خدا اور ایک کے تین ایسی واہی بات ہے جو کسی کے ذہن میں نہیں آتی۔ پھر یہ کہنا کہ عیسیٰ خدا کے بیٹے ہیں باوجودیکہ عیسیٰ کھاتے تھے اور پیتے تھے اور ہگتے تھے اور موتتے تھے اس سے بھی زیادہ خلاف قیاس اور بعید از عقل ہے، تو وہ دعوت کے زور سے کم عقلوں اور بے وقوفوں میں سہی پھیلتا جاتا ہے اسلام کا تو دین ایسا صاف اور کھرا اور بے لوث ہے جس میں سوائے ایک سچے خدائے برحق کے جس نے ہم کو اور آسمان اور زمین اور سب مخلوقات کو پیدا کیا کسی اور کی پرستش نہیں اور اس دین میں کوئی بات عقل سلیم کے خلاف نہیں جیسے اور دینوں میں پائی جاتی ہے

---

[1] نہیں۔ الحمد للہ جماعت غرباء اہلحدیث غافل نہیں ہے۔ اس نے تو اشاعت دین کی خاطر ایک مستقل شعبہ بنام شعبہ تبلیغ قائم کر دیا ہے۔ یہ شعبہ آج تک ڈیڑھ لاکھ دینی کتابیں اردو، گجراتی اور بنگلہ زبان میں چھپوا کر مفت تقسیم کر چکا ہے۔ رب العزت مزید توفیق بخشے آمین۔ آپ بھی اس کے ممبر بنئے اور خدمت و اشاعت دین میں حصہ لیجئے فقط۔ عبدالغفار سلفی خادم جماعت غرباء اہلحدیث مدرسہ دار السلام، محمدی مسجد، بنس روڈ کراچی ۱

پھر یقین ہے کہ اگر مسلمان نصاریٰ کی نسبت اپنے پیارے دین کے پھیلانے میں عشر عشیر بھی کوشش کریں تو اس کا اثر نصاریٰ کی کوشش سے کہیں زیادہ ہوگا۔ اور چونکہ اس زمانہ میں لوگوں کا رجحان عقل کی طرف زیادہ ہے، پس اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ سب دینوں میں اسلام کو ترجیح دیں گے اور شرک و کفر کو چھوڑ کر خدائے برحق کی توحید کے قائل ہونگے جو سب سے اعلیٰ رکن اسلام کا ہے۔ اب یہ دعوت مختلف طور پر ہو سکتی ہے۔ کچھ لوگ قرآن اور حدیث کا ترجمہ کافروں کی زبانوں میں کریں۔ کچھ اسلام کی حقیقت کے دلائل بمقابلہ اور مذہب کے نہایت صاف طور سے لکھ کر ہر ایک قوم کے کافروں میں پھیلاویں۔ کچھ کافروں کی زبان سیکھ کر اُن کے ملک میں جا کر زبانی پند اور نصیحت اور دعوت کریں ہٰکذا

عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ رَأَيْتُ رَجُلًا مِّنْ اَهْلِ خُرَاسَانَ سَاَلَ الشَّعْبِيَّ فَقَالَ يَا اَبَا عَمْرٍو اِنَّ قِبَلَنَا مِنْ اَهْلِ خُرَاسَانَ يَقُوْلُوْنَ فِي الرَّجُلِ اِذَا اَعْتَقَ اَمَتَهٗ ثُمَّ تَزَوَّجَهَا فَهُوَ كَالرَّاكِبِ بَدَنَتَهٗ فَقَالَ الشَّعْبِيُّ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ بُرْدَةَ ابْنِ اَبِيْ مُوْسٰى عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثَةٌ يُّؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اٰمَنَ بِنَبِيِّهٖ وَاَدْرَكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَاٰمَنَ بِهٖ وَاتَّبَعَهٗ وَصَدَّقَهٗ فَلَهٗ اَجْرَانِ وَعَبْدٌ مَّمْلُوْكٌ اَدّٰى حَقَّ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَحَقَّ سَيِّدِهٖ فَلَهٗ اَجْرَانِ وَرَجُلٌ كَانَتْ لَهٗ اَمَةٌ فَغَذَاهَا فَاَحْسَنَ غِذَاءَهَا ثُمَّ اَدَّبَهَا فَاَحْسَنَ اَدَبَهَا ثُمَّ اَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا فَلَهٗ اَجْرَانِ ثُمَّ قَالَ الشَّعْبِيُّ لِلْخُرَاسَانِيِّ خُذْ هٰذَا الْحَدِيْثَ بِغَيْرِ شَيْءٍ فَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يَرْحَلُ فِيْمَا

ترجمہ۔ ایک شخص نے جو خراسان کا رہنے والا تھا شعبی سے پوچھا کہ ہمارے ملک کے لوگ کہتے ہیں جو شخص اپنی لونڈی کو آزاد کرے پھر اس سے نکاح کر لیوے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی ہدی کے جانور پر سواری کرے۔ شعبی نے کہا مجھ سے بیان کیا ابو بردہ بن ابی موسیٰ نے انہوں نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تین آدمیوں کو دوہرا ثواب ملے گا۔ ایک تو اس شخص کو جو اہل کتاب میں سے ہو (یعنی یہودی یا نصاریٰ سے) ایمان لایا ہو اپنے پیغمبر پر، پھر میرا زمانہ پاوے اور مجھ پر بھی ایمان لاوے اور میری پیروی کرے اور مجھ کو سچا جانے تو اس کو دوہرا ثواب ہے اور ایک اس غلام کو جو اللہ کا حق ادا کرے اور اپنے میاں کا بھی اُس کو دوہرا ثواب ہے اور ایک اس شخص کو جس کے پاس ایک لونڈی ہو پھر اچھی طرح اس کو کھلاوے اور پلاوے بعد اس کے اچھی طرح تعلیم اور تربیت کرے پھر اس کو آزاد کرے اور اس سے نکاح کر لیوے تو اس کو بھی دوہرا ثواب ہے۔ پھر شعبی نے خراسانی سے کہا تو یہ حدیث لے لے بے محنت کے، نہیں تو ایک

دُوْنَ هٰذَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ

شخص اس سے چھوٹی حدیث مدینے تک سفر کرتا۔

فائدہ - یہ شعبی نے اس واسطے کہا کہ خراسانی کو حدیث کی قدر ہو اور وہ اس کو یاد رکھے۔ سبحان اللہ اگلے لوگوں نے دین کے واسطے کیسی کیسی بے انتہا کوششیں کی ہیں کہ ایک ایک حدیث سننے کے واسطے منزلوں کا سفر اور تکلیفیں اٹھائیں۔ اللہ اُن کو جزائے خیر دیوے تمام مسلمانوں کی طرف سے اس لئے کہ اُن کا احسان سب مسلمانوں پر ہے۔ نووی نے کہا اس حدیث سے بڑی فضیلت نکلی اس اہل کتاب کی جو مسلمان ہو جاوے اور اس غلام کی جو خدا کے اور میاں کے دونوں کے حقوق ادا کرے اور اس شخص کی جو اپنی لونڈی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیوے۔

بَابُ بَيَانِ نُزُوْلِ عِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ حَاكِمًا بِشَرِيْعَةِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اُترنے اور شریعت محمدی کے موافق چلنے کا بیان

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَيُوْشِكَنَّ اَنْ يَّنْزِلَ فِيْكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ حَكَمًا مُّقْسِطًا فَيَكْسِرَ الصَّلِيْبَ وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيْرَ وَيَضَعَ الْجِزْيَةَ وَيَفِيْضَ الْمَالُ حَتّٰى لَا يَقْبَلَهٗ اَحَدٌ

ترجمہ - ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اُس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے البتہ قریب ہے جب اُتریں گے عیسیٰؑ مریم کے بیٹے تم لوگوں میں اور حکم کریں گے موافق اس شریعت کے اور انصاف کریں گے اور توڑ ڈالیں گے سولی کو (جو نصاریٰ نے بنا رکھی ہے اور اس کی پرستش کرتے ہیں اور مار ڈالیں گے سور کو اور موقوف کر دینگے جزیہ کو اور بہت دیں گے مال کو یہاں تک کہ کوئی نہ لے گا۔

فائدہ - نووی نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام توڑ ڈالیں گے سولی کو، اس سے یہ نکلتا ہے کہ منکرات اور لہو ولعب اور باطل کے آلات جیسے باجے اور تصاویر وغیرہ توڑ ڈالنا چاہیئے اور سور کا مار ڈالنا بھی اسی قسم میں سے ہے اور اسمیں دلیل ہے اس مذہب کی جو مختار ہے کہ سور کو ہم جہاں پاویں اگرچہ دار الکفر میں ہو اور ہم قادر ہوں اسکے قتل پر تو قتل کریں اسکو اور یہ قول شاذ ہے کہ اسکو چھوڑ دیں اور یہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ موقوف کر دیں گے جزیہ کو یہی صحیح معنے ہے حدیث کا یعنی اس زمانہ میں

کافروں کو حکم ہوگا یا مسلمان ہوں یا قتل کیے جائیں، جزیہ لینا موقوف کیا جاوے گا۔ ایسا ہی کہا ہے امام ابو سلیمان خطابی نے اور قاضی عیاض نے نقل کیا بعض علماء سے کہ حضرت عیسیٰؑ جزیہ مقرر کریں گے سب کافروں پر اور اسی وجہ سے مال کی زیادتی ہوگی، پر یہ صحیح نہیں ہے اور ٹھیک معنے وہی ہے جو خطابی نے کہا اور اسی طرف گئے ہیں جمہور علماء مگر اس صورت میں یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہ حکم تو خلاف شریعت محمدی ہے اور حدیث میں یہ آیا ہے کہ حضرت عیسیٰ موافق شریعت محمدی کے حکم کریں گے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم شریعت محمدی کے خلاف نہیں ہے اس لئے کہ جزیہ لینے کا حکم اسی وقت تک ہے جب تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں اور جب یہ امر حدیث میں مصرح ہے تو یہ حکم ہماری شریعت محمدی کا ہوا نہ عیسیٰ علیہ السلام کا اور یہ جو فرمایا بہت دیں گے مال کو تو مطلب یہ ہے کہ عدل اور انصاف کی وجہ سے برکت بہت ہوگی اور مال بڑھ جاوے گا یا زمین اپنے خزانے نکال دیگی جیسے دوسری حدیث میں آیا ہے یا لوگوں کی رغبت مال کی طرف ہوگی بوجہ قرب قیامت کے اس وجہ سے مال بہت پڑا رہے گا اور اللہ خوب جانتا ہے اصل حال کو

عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ عُيَيْنَةَ إِمَامًا مُقْسِطًا وَّحَكَمًا عَدْلًا وَّفِيْ رِوَايَةِ يُوْنُسَ حَكَمًا عَدْلًا وَلَمْ يَذْكُرْ إِمَامًا مُقْسِطًا وَفِيْ حَدِيْثِ صَالِحٍ حَكَمًا مُقْسِطًا كَمَا قَالَ اللَّيْثُ وَفِيْ حَدِيْثِهٖ مِنَ الزِّيَادَةِ وَحَتّٰى تَكُوْنَ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَيْرًا مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا ثُمَّ يَقُوْلُ اَبُوْ هُرَيْرَةَ اقْرَءُوْا إِنْ شِئْتُمْ وَإِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ

ترجمہ۔ زہری سے دوسری روایتیں بھی ایسی ہی ہیں ابن عیینہ کی روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام امام ہونگے انصاف کرنے والے اور حاکم ہوں گے عدل کرنے والے۔ اور یونس کی روایت میں ہے کہ حاکم ہونگے عدل کرنے والے۔ اور اس میں یہ نہیں ہے کہ امام ہوں گے انصاف کرنے والے جیسے لیث کی روایت میں ہے اس میں اتنا زیادہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتنا مال بہاویں گے کہ ایک سجدہ اُس زمانے میں ساری دنیا سے بہتر ہوگا۔ پھر ابو ہریرہ کہتے تھے کہ اگر تمہارا جی چاہے تو یہ آیت پڑھو کوئی ایسا نہیں اہل کتاب میں سے جو ایمان نہ لاوے عیسیٰؑ پر ان کے مرنے سے پہلے۔

فائدہ۔ یعنی لوگوں کی رغبت اس زمانے میں عبادت کی طرف زیادہ ہوگی بوجہ قرب قیامت کے اور مال سے نفرت ہوگی تو ایک سجدہ ان کے نزدیک دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا۔ اور قاضی عیاض نے کہا ایک سجدہ کا ثواب اس زمانے میں سارے دنیا کا مال تصدق کرنے سے زیادہ ہوگا کیونکہ مال کی اس وقت احتیاج نہ ہوگی بہ سبب کثرت کے اور سجدہ سے مراد یہی ظاہری معنٰی ہے سجدہ کا یا نماز مقصود ہے ——— یعنی عیسیٰ علیہ السلام

جب اُتریں گے تو اُن کے زمانہ میں جو اہل کتاب ہوں گے وہ ایمان لاویں گے اُن پر اور یقین کریں گے اپنی غلطی کا اور جانیں گے کہ وہ اللہ کے بندے ہیں اور اس کی لونڈی کے بیٹے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو ہریرہ رضؓ کا مذہب یہی تھا کہ قرآن میں جو قَبْلَ مَوْتِہٖ کی ضمیر ہے وہ حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھرتی ہے اور یہی قول ہے ایک جماعت مفسرین کا اور اکثر مفسرین کا یہ قول ہے کہ وہ ضمیر اہل کتاب کی طرف پھرتی ہے اور معنے آیت کا یہ ہے کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں جو اپنے مرنے سے پہلے عیسیٰؑ پر ایمان نہ لاوے یعنی جان نکلنے کے وقت اس کو حق بات کھل جاتی ہے کہ ہیں جو عیسیٰؑ کو معاذ اللہ خدا کا بیٹا جانتا تھا یہ غلط ہے پر اُس وقت کا ایمان فائدہ نہ دے گا اس واسطے کہ وہ حالت نزع اور سکرات ہے۔ اور ایسی حالت میں قول اور فعل کسی کا اعتبار نہیں۔ اور ایسی حالت میں نہ اسلام صحیح ہے نہ کفر نہ وصیت نہ بیع نہ عتاق نہ اور کسی قسم کا کوئی عقد کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں جو بُرائی کیا کرتے ہیں، جب موت آن پڑتی ہے تو کہتے ہیں اب ہم نے توبہ کی۔ اور یہ مذہب زیادہ ظاہر ہے کیونکہ پہلے مذہب کے موافق آیت خاص ہو جاتی ہے اس کتابی سے جو حضرت عیسیٰؑ کے زمانے میں ہوگا اور دوسرے مذہب کے موافق ہر ایک کتابی کے لئے عام رہتی ہے۔ اور مؤید ہے اس کی قرأت قَبْلَ مَوْتِهِمْ کی اور بعضوں نے یہ کہا کہ بِہٖ کی ضمیر ہمارے پیغمبر صلعم کی طرف پھرتی ہے اور مَوْتِہٖ کی کتابی کی طرف اور معنے آیت کا یہ ہے کہ ہر ایک کتابی ایمان لاوے گا ہمارے پیغمبرؐ پر اپنے مرنے سے پہلے واللہ اعلم (نووی)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ لَيَنْزِلَنَّ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَادِلًا فَلَيَكْسِرَنَّ الصَّلِيْبَ وَلَيَقْتُلَنَّ الْخِنْزِيْرَ وَلَيَضَعَنَّ الْجِزْيَةَ وَلَيُتْرَكَنَّ الْقِلَاصُ فَلَا يُسْعٰى عَلَيْهَا وَلَتَذْهَبَنَّ الشَّحْنَاءُ وَالتَّبَاغُضُ وَالتَّحَاسُدُ وَلَيَدْعُوَنَّ اِلَى الْمَالِ فَلَا يَقْبَلُهٗ اَحَدٌ

ترجمہ۔ ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا قسم خدا کی مریمؑ کے بیٹے اُتریں گے (آسمان سے) اور وہ حاکم ہوں گے عدل کریں گے تو توڑ ڈالیں گے صلیب کو اور مار ڈالیں گے سور کو اور موقوف کر دینگے جزیہ کو اور چھوڑ دیں گے جوان اونٹ کو۔ پھر کوئی محنت نہ کرے گا اس پر۔ اور لوگوں کے دلوں میں سے کپٹ اور دشمنی اور جلن جاتی رہے گی اور بلاویں گے وہ لوگوں کو مال دینے کے لئے لیکن کوئی قبول نہ کریگا (اس وجہ سے کہ حاجت نہ ہوگی اور مال کثرت سے ہر ایک کے پاس ہوگا۔

فائدہ۔ یعنی کوئی اس کی پرواہ نہ کرے گا نہ اس کی خدمت کرے گا اس وجہ سے

کہ دنیا کے مال بے حد بڑے ہوں گے۔ لوگوں کو حاجت نہ ہوگی اور دوسرے قیامت قریب ہوگی۔ لوگ جلدی جلدی اپنے عقبیٰ کی فکر کریں گے۔ قاضی عیاض نے اور صاحب مطالع نے کہا کہ لا یُسعیٰ علیہا کے معنے یہ ہیں کہ اس کی زکوٰۃ نہ مانگیں گے اس وجہ سے کہ زکوٰۃ لینے والا کوئی نہ ہوگا اور یہ تاویل باطل ہے کئی وجوہ سے اور جواب وہی ہے جو معنے ہم نے بیان کئے (نووی)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيكُمْ وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ

ترجمہ۔ ابوہریرہ رض سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیسے ہوگے تم جب مریم کا بیٹا اتریگا تم لوگوں میں اور تمہارا امام تم ہیں سے ہوگا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيكُمْ فَأَمَّكُمْ

ترجمہ۔ ابوہریرہ رض سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارا کیا حال ہوگا جب مریم ع کے بیٹے اُتریں گے تم میں اور امامت کریں گے تمہاری۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ فَأَمَّكُمْ مِنْكُمْ فَقُلْتُ لِابْنِ أَبِي ذِئْبٍ إِنَّ الْأَوْزَاعِيَّ حَدَّثَنَا عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ نَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ قَالَ ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ هَلْ تَدْرِي مَا أَمَّكُمْ مِنْكُمْ قُلْتُ تُخْبِرُنِي قَالَ فَأَمَّكُمْ بِكِتَابِ رَبِّكُمْ عَزَّ وَجَلَّ وَسُنَّةِ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ ابوہریرہ رض سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارا کیا حال ہوگا جب مریم کے بیٹے اتریں گے تم لوگوں میں پھر امامت کریں گے تمہاری تم ہی میں سے ولید بن مسلم نے کہا میں ابن ابی ذئب سے کہا مجھ سے اوزاعی نے حدیث بیان کی زہری سے انہوں نے نافع سے انہوں نے ابوہریرہ رض سے اُس میں یہ ہے کہ امام تمہارا تم ہی میں سے ہوگا ابن ابی ذئب نے کہا تو جانتا ہے اسکا مطلب کیا ہے امامت کریں گے تمہاری تم ہی میں سے میں نے کہا بتلاؤ۔ انہوں نے کہا امامت کرینگے حضرت عیسیٰ ع تمہاری تمہارے رب کی کتاب سے اور تمہارے پیغمبر ص کی سنت سے۔

فائدہ۔ یعنی تابع ہونگے شریعت محمدی کے اور پیروی کریں گے قرآن اور حدیث کی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگرچہ پیغمبر ہیں پر انکی پیغمبری کا زمانہ ہمارے پیغمبر ص کے ظہور پر ختم ہوگیا۔ اب جو وہ دنیا میں آویں گے تو ہمارے پیغمبر ص کی امت میں شریک ہوکر قرآن اور حدیث

کے موافق عمل کریں گے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود مجتہد مطلق ہونگے اور قرآن وحدیث سے احکام نکالیں گے اور کسی مجتہد کے تابع نہ ہوں گے اور یہ بات بعید از عقل ہے کہ پیغمبر ایک مجتہد کا مقلد ہو۔ اور باطل ہے وہ خیال حنفیہ کا کہ عیسیٰ علیہ السلام امام ابوحنیفہ کے مذہب پر چلیں گے، بلکہ ایسے خیال میں توہین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نکلتی ہے اور جن حنفیہ نے ایسا خیال کیا ہے ان کا علماء محققین نے رد کیا ہے اور خود حنفی مذہب کے علماء نے اسکو باطل قرار دیا ہے۔ اسی طرح یہ قول کہ امام مہدی علیہ السلام ابوحنیفہ کے مقلد ہونگے یا حضرت خضر علیہ السلام ابوحنیفہ رح کے شاگرد تھے۔ یہ سب خرافات ہیں جنپر ایک دلیل بھی کتاب وسنت یا عقل سلیم سے نہیں اور تعجب ہے اُن علماء سے جنہوں نے بے سمجھے بوجھے ایسی واہی باتوں کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور جاہل ان باتوں پر فریفتہ ہوجاتے ہیں اللہ جل جلالہ سے امید ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دونوں قرآن وحدیث کے پیرو اور تابع ہونگے اور اہل حدیث کے ممد اور معاون ہونگے اور مجتہدین کے اختلافات بالکل اُٹھادیں گے اور جو متعصب مقلد ان کا کہنا نہ مانیں گے وہ ذلیل اور خوار ہونگے اور انکی تلوار سے قتل کئے جاوینگے اور سب مسلمان ایک ہی راہ پر ہوجاویں گے جو زندہ رہے گا وہ انشاء اللہ تعالیٰ ہمارے اس کلام کی تصدیق کریگا اور ہمارا سلام ان دونوں حضرات کی خدمت میں پہنچاوے گا اور ہماری سعی اور کوشش ان کی دعاء خیر سے آخرت میں نیک ثمرہ دکھلاویگی اور ہمارا بھروسہ تو بالکل ہمارے خداوند پر ہے جو ہمارا مالک ہے زندگی اور موت کے بعد اور ہم کو اس کی غلامی اور بندگی پر فخر ہے دنیا اور آخرت میں۔ اے ہمارے صاحب مالک خداوند ہم کو اپنی غلامی میں قبول فرما اور ہمارا دل اپنی یاد میں لگادے اور ہم کو فنا کردے اپنے عشق اور محبت میں آمین یارب العالمین۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ یَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا تَزَالُ طَآئِفَۃٌ مِّنْ اُمَّتِیْ یُقَاتِلُوْنَ عَلَی الْحَقِّ ظَاھِرِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ قَالَ فَیَنْزِلُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ فَیَقُوْلُ اَمِیْرُھُمْ تَعَالَ صَلِّ لَنَا فَیَقُوْلُ لَا اِنَّ بَعْضَکُمْ عَلٰی بَعْضٍ اُمَرَآءُ تَکْرِمَۃَ اللّٰہِ ھٰذِہِ الْاُمَّۃَ

ترجمہ۔ جابر بن عبداللہ سے روایت ہے میں نے سُنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ فرماتے تھے ہمیشہ ایک گروہ میری امت کا لڑتا رہے گا (کافروں اور مخالفوں سے) حق پر قیامت کے دن تک وہ غالب رہے گا۔ پھر عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اتریں گے اور اس گروہ کا امام کہے گا آئیے نماز پڑھایئے (حضرت عیسیٰ سے کہیگا) وہ کہیں گے نہیں، تم میں سے ایک دوسروں پر حاکم رہیں۔ یہ وہ بزرگی ہے جو اللہ تعالیٰ عنایت فرماویگا اس امت کو۔

فائدہ۔ کہ اتنے بڑے پیغمبر روح اللہ مسلمانوں کے امام کی امامت قبول فرماوینگے اور اُنکے پیچھے نماز

پڑھیں گے۔ سبحان اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرینگے ہمارے پیغمبر نے بھی ایک بار عبد الرحمٰن بن عوف کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس زمانے کے امام مہدی علیہ السلام ہوں گے جو قائم مقام ہوں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور بڑی فضیلت اور بزرگی والے ہونگے (راضی ہو اللہ ان سے)

بَابُ بَيَانِ الزَّمَنِ الَّذِي لَا يُقْبَلُ فِيهِ الْإِيمَانُ

اُس زمانے کا بیان جب ایمان مقبول نہو گا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا فَإِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا آمَنَ النَّاسُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ فَيَوْمَئِذٍ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی جب تک آفتاب پچھم سے نہ نکلے پھر جب آفتاب پچھم سے نکلے اس وقت سب آدمی ایمان لاوینگے (خدا پر اتنی بڑی نشانی دیکھ کر) لیکن اس دن کا ایمان فائدہ نہ دے گا اس شخص کو جو پہلے ایمان نہیں لایا یا اس نے ایمان کے ساتھ نیکی نہیں کی۔

فائدہ۔ اس لئے کہ خدا تو اس ایمان کو منظور کرتا ہے جو غیب پر ہو اور جب نشانیاں کھل گئیں اور قیامت آگئی اس وقت تو کافر اور مومن سب ہی کو خدا پہ یقین ہو جاویگا قاضی عیاض نے کہا یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے اہل حدیث اور فقہاء اور متکلمین اہل سنت کے نزدیک مگر باطنیہ نے (باطنیہ ایک فرقہ ہے صوفیوں میں سے جو ساری آیتوں اور حدیثوں کو ظاہری معنے سے پھیر کر ایک دوسرا ہی مطلب نکالتا ہے اور مخالف ہے صحابہ اور تابعین اور ائمہ دین کی روش کا۔ اور یہ فرقہ چھوٹا بچہ ہے نیچری اور فلسفی اور دہری حکیموں کا) اس میں تاویل کی ہے انتہیٰ۔

مترجم کہتا ہے کہ میں نے اہل باطن کی تاویلات پر ایک مدت تک غور کیا اور ان کے علل اور اسباب کو دیکھا تو اکثر تاویلات کرنے والوں کے لئے مفید نہ ہوئیں بلکہ جو قبائح انہوں نے اپنے سوء فہم سے ظاہری معنے میں خیال کئے تھے اس سے وہ چند زیادہ مفاسد تاویلی معنیٰ میں پیدا ہو گئے باوجود اس کے وہ لوگ اپنی تاویل ہی پر اڑے رہے اور یہ ایک وسوسہ ہے شیطان کا۔ خدا اس سے پناہ میں رکھے۔ اسی قسم کی ہے تاویل استوار کے ساتھ استیلا کے اور تاویل نزول کی ساتھ نزول رحمت کے اور تاویل سمع اور بصر وغیرہ صفات اللہ کی اور بعض تاویلات ایسی دیکھیں کہ ان میں تاویل علت موافق

عقیدہ صاحب تاویل کے معلوم نہیں ہوتی۔ اب اس کا تاویل کرنا دو وجہ سے خالی نہیں یا تو وہ درحقیقت اس عقیدے پر نہیں جس کو ظاہر کرتا ہے بلکہ وہ عقیدہ اپنے تئیں ذلیل اور رسوا نہ کرنے کے لئے یا آفت سے بچنے کے لئے اس نے صرف زبان سے اپنی طرف منسوب کیا یا دیدہ و دانستہ حماقت اور سفاہت میں مبتلا ہو کہ تاویل ضرور نہ ہونے کی صورت میں بھی تاویل کرتا ہے۔

اس حدیث میں جو یہ آیا ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک آفتاب پچھم سے نہ نکلے تو اہل سنت نے اس کو اپنے ظاہری معنی پر محمول کیا ہے کیونکہ آفتاب کا پچھم سے نکلنا نہ محال ہے نہ خلاف عقل نہ خداوند کریم کی قدرت کاملہ سے کچھ بعید ہے اس لئے کہ جس نے زمین کو مغرب سے مشرق کی طرف متحرک رکھا وہ دنیا کے ختم کرتے وقت اگر اس کو مشرق سے مغرب کی طرف متحرک کر دیوے تو کیا مشکل ہے۔ اب باطنیہ نے جو اس حدیث میں تاویل کی تو دو حال سے خالی نہیں یا یہ تو وہ باطنیہ ہیں جو درحقیقت دہری اور طبعی اور نیچری اور خداوند کریم کے انکار کرنے والے۔ اس صورت میں تو البتہ تاویل کی ضرورت ہے پر جو معاذ اللہ اس قسم کا بد اعتقاد ہو کہ خداوند کریم یا اس کی صفاتِ کاملہ جیسے علم اور قدرت وغیرہ کا منکر ہو تو اس کو ضرورت ہی کیا ہے کہ پہلے قرآن اور حدیث کو تسلیم کرے اور بعد اُس کے تاویل کے درپے ہو۔ اس کے نزدیک تو دین اور ملت کوئی چیز ہی نہیں اور اس نے تو جڑ کاٹ دی (معاذ اللہ) خدائی اور پیغمبری کی پھر ایسے لوگوں سے جب آیات یا حدیث میں تاویلات مسموع ہوتی ہیں تو اور زیادہ ان کی حماقت اور نادانی کا ثبوت ہوتا ہے۔ اسی قبیل سے ہے وہ جو بعض باطنیہ اہل الحاد نے ہمارے زمانے میں معجزات اور وحی اور حشر و نشر وغیرہ میں تاویل کی ہے اور فرشتوں اور شیاطین اور جنوں کا انکار کیا ہے یا یہ وہ باطنیہ ہیں جو خداوند کریم اور اس کی صفات کاملہ اور اصول دین کے قائل اور معترف ہیں۔ پھر ایسے لوگوں کو کونسی ضرورت آن پڑی ہے جو اس حدیث میں تاویل کریں۔ اور یہ امر یعنی آفتاب کا پچھم سے نکلنا ایسا ہی ہے جیسے آفتاب کا پورب سے نکلنا۔ پھر جیسے آفتاب کے پورب سے نکلنے میں کسی قسم کا استبعاد نہیں اسی طرح سے پچھم سے نکلنے میں بھی کوئی استبعاد نہیں اور پورب اور پچھم اور شمال اور جنوب یہ چاروں جہتیں اعتباری ہیں اور ہر ایک ملک اور قطعہ زمین کے لحاظ سے ان میں تبدل اور تغیر ہوتا رہتا ہے غرض تسعین میں نہ مشرق ہے نہ مغرب بلکہ آفتاب چھ مہینے تک افق کے قریب اس کے اوپر رہتا ہے اور چھ مہینے تک اس کے نیچے۔ علاوہ اس کے طلوع اور غروب

آفتاب کو اگر موافق قواعد فلسفہ قدیم کے دیکھیں تو زمین کے ایک ذرا سی حرکت غیر معمولی سے جو فنائے عالم کے وقت قیاس سے بعید نہیں نقطہ مشرق مغرب اور نقطہ مغرب مشرق ہو سکتا ہے اور اگر موافق فلسفہ جدید کے دیکھیں تو زمین کی حرکت ذاتی جو اپنے محور پر ہے اور حرکت مداری جو گرد آفتاب کے ہے دونوں معلول ہیں جذب اور کشش آفتاب اور ثقل ذاتی زمین کی پھر جب فنائے عالم کے قریب اس نظام شمسی کے تمام نسبتوں اور حالتوں میں تغیر پیدا ہو تو بدلنا نقطہ مشرق اور مغرب کا کیا بعید ہے دوسرے یہ کہ اگر نظام شمسی اپنی حالت پر باقی رہے تب بھی حرکت ذاتی زمین کی دونوں طرف سے جائز الوقوع ہے جیسے ایک گولی کو ادھر سے اُدھر پھراویں یا اُدھر سے اِدھر وہ ہر حالت میں اپنے محور پر پھرے گی اور یہ کچھ بعید از عقل نہیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ثَلٰثٌ اِذَا خَرَجْنَ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُهَا لَمْ تَکُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ کَسَبَتْ فِیْۤ اِیْمَانِهَا خَیْرًا طُلُوْعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَالدَّجَّالُ وَ دَآبَّةُ الْاَرْضِ

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تین باتیں جب ظاہر ہو جاویں تو اُس وقت کسی کو ایمان لانے سے فائدہ نہ ہوگا اس کو جو پہلے سے ایمان نہ لایا ہو یا نیک کام نہیں کیا۔ ایک تو نکلنا آفتاب کا جدھر سے ڈوبتا ہے۔ دوسرے دجال کا نکلنا۔ تیسرے دابۃ الارض کا نکلنا۔

فائدہ۔ یعنی زمین میں سے ایک جانور پیدا ہوگا جو مومنوں اور کافروں میں تمیز کر دے گا۔

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ یَوْمًا اَتَدْرُوْنَ اَیْنَ تَذْهَبُ هٰذِهِ الشَّمْسُ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ اِنَّ هٰذِهٖ تَجْرِیْ حَتّٰی تَنْتَهِیَ اِلٰی مُسْتَقَرِّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَخِرُّ سَاجِدَةً فَلَا تَزَالُ کَذٰلِكَ حَتّٰی یُقَالَ لَهَا ارْتَفِعِیْ ارْجِعِیْ مِنْ حَیْثُ جِئْتِ فَتَرْجِعُ فَتُصْبِحُ طَالِعَةً مِّنْ مَطْلَعِهَا ثُمَّ تَجْرِیْ حَتّٰی

ترجمہ۔ ابوذرؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ سے ایک دن فرمایا تم جانتے ہو کہ یہ سورج کہاں جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ فرمایا، یہ چلا جاتا ہے یہاں تک کہ اپنے ٹھیرنے کی جگہ پر عرش کے تلے آتا ہے وہاں سجدہ میں گرتا ہے (اس سجدہ کا مفہوم اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے)، پھر اسی حال میں رہتا ہے یہاں تک کہ اس کو حکم ہوتا ہے اونچا ہو جا اور جا جہاں سے آیا ہے وہ لوٹ آتا ہے اور اپنے نکلنے کی جگہ سے نکلتا ہے۔ پھر چلتا رہتا ہے یہاں تک کہ اپنے

تَنْتَهِيَ إِلَى مُسْتَقَرِّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَخِرُّ سَاجِدَةً فَلَا تَزَالُ كَذَلِكَ حَتَّى يُقَالَ لَهَا ارْتَفِعِي ارْجِعِي مِنْ حَيْثُ جِئْتِ فَتَرْجِعُ فَتُصْبِحُ طَالِعَةً مِنْ مَطْلِعِهَا ثُمَّ تَجْرِي لَا يَسْتَنْكِرُ النَّاسُ مِنْهَا شَيْئًا حَتَّى تَنْتَهِيَ إِلَى مُسْتَقَرِّهَا ذَاكَ تَحْتَ الْعَرْشِ فَيُقَالُ لَهَا ارْتَفِعِي أَصْبِحِي طَالِعَةً مِنْ مَغْرِبِكِ فَتُصْبِحُ طَالِعَةً مِنْ مَغْرِبِهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَتَدْرُونَ مَتَى ذَاكُمْ ذَاكَ حِينَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا

ٹھیرنے کی جگہ پر عرش تلے آتا ہے اور سجدہ کرتا ہے پھر اُسی حال میں رہتا ہے یہاں تک کہ اس سے کہا جاتا ہے اونچا ہو جا اور لوٹ جا جہاں سے آیا ہے۔ وہ نکلتا ہے اپنے نکلنے کی جگہ سے پھر چلتا ہے اسی طرح، ایک بار اسی طرح چلے گا اور لوگوں کو کوئی فرق اس کی چال میں معلوم نہ ہوگا یہاں تک کہ اپنے ٹھیرنے کی جگہ پر آوے گا عرش کے تلے۔ اس وقت اس سے کہا جاوے گا اونچا ہو جا اور نکل جا پچھم کی طرف سے جدھر تو ڈوبتا ہے۔ وہ نکلے گا پچھم کی طرف سے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم جانتے ہو یہ کب ہوگا (یعنی آفتاب کا پچھم کی طرف سے نکلنا) یہ اس وقت ہوگا جب کسی کو ایمان لانا فائدہ نہ دے گا جو پہلے سے ایمان نہ لایا ہو یا اس نے نیک کام نہ کئے ہوں اپنے ایمان میں۔

فائدہ۔ ظاہر حدیث سے تائید ہوتی ہے فلسفہ قدیم کے خیال کی کہ زمین ساکن ہے اور آفتاب حرکت کرتا ہے مگر درحقیقت ایسا نہیں کیونکہ مراد یہاں آفتاب کے جانے سے روزمرہ کا طلوع اور غروب نہیں جو زمین کی حرکت سے پیدا ہوتا ہے بلکہ مقصود وہ حرکت ہے آفتاب کی جو اس کے منازل میں ہے جیسے کلبی سے منقول ہے اور قتادہ اور مقاتل نے کہا کہ آفتاب چلا جا رہا ہے ایک میعاد معین تک۔ واحدی نے کہا پھر اس کا ٹھیرنا اسی وقت ہوگا جب دنیا ختم ہوگی۔ پر اس صورت میں حدیث کا مطلب خوب ذہن نشین نہیں ہوتا کیونکہ حدیث سے روز تحت العرش جانا اور سجدہ کرنا ثابت ہوتا ہے۔ نووی نے کہا ایک جماعت مفسرین ظاہر حدیث کی طرف گئی ہے۔ واحدی نے کہا اس صورت میں ہر روز جب آفتاب ڈوبتا ہے تو تحت العرش ٹھیرتا ہے یہاں تک کہ وہ طلوع کرے گا مغرب سے مگر اس میں یہ اشکال ہے کہ آفتاب کا غروب تو ہر ساعت اور ہر لحظہ جاری ہے اس لئے کہ زمین بشکل کرہ ہے اور اس کے اطراف اور جوانب کے رہنے والوں کے لحاظ سے ہر ایک افق مختلف ہیں پھر غروب ہوتا ہے ایک قوم پر اور طلوع ہوتا ہے دوسری قوم پر اور ایک جگہ غروب ہوتا ہے اور دوسری جگہ نہیں ہوتا

اور اگر افق سے افق حقیقی مراد ہو جس کی وجہ سے زمین کے برابر دو حصے ہو جاتے ہیں ایک فوقانی اور ایک تحتانی تو یہ اشکال رفع ہو جاوے گا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمُرَادِ رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔

عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فَلَمَّا غَابَتِ الشَّمْسُ قَالَ يَا اَبَا ذَرٍّ هَلْ تَدْرِيْ اَيْنَ تَذْهَبُ هٰذِهِ الشَّمْسُ قَالَ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّهَا تَذْهَبُ فَتَسْتَاْذِنُ فِي السُّجُوْدِ فَيُؤْذَنُ لَهَا وَكَاَنَّهَا قَدْ قِيْلَ لَهَا ارْجِعِيْ مِنْ حَيْثُ جِئْتِ قَالَ فَتَطْلُعُ مِنْ مَغْرِبِهَا قَالَ ثُمَّ قَرَاَ فِيْ قِرَاءَةِ عَبْدِ اللّٰهِ وَذٰلِكَ مُسْتَقَرٌّ لَّهَا

ترجمہ۔ ابوذر رض سے روایت ہے میں مسجد میں گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے جب آفتاب ڈوب گیا تو آپ نے فرمایا اے ابوذر تو جانتا ہے یہ آفتاب کہاں جاتا ہے؟ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے آپ نے فرمایا وہ جاتا ہے اور اجازت مانگتا ہے سجدے کی پھر اس کو اجازت ملتی ہے۔ ایک بار اس سے کہا جاویگا لوٹ جا جہاں سے آیا ہے تو وہ نکل آوے گا مغرب کی طرف سے پھر عبداللہ کی قرأت کے موافق یوں پڑھا وَذٰلِكَ مُسْتَقَرٌّ لَّهَا یعنی مقام ٹھیرنے کا ہے آفتاب کے۔

عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا قَالَ مُسْتَقَرُّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ

ترجمہ۔ ابوذر رض سے روایت ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا اس آیت کو آفتاب چلا جا رہا ہے اپنے ٹھیرنے کی جگہ پر جانے کے لئے۔ آپ نے فرمایا اس کے ٹھیرنے کی جگہ عرش کے تلے ہے۔

فائدہ۔ یہ آفتاب کا چلا جانا ایک فضا میں جو بے حد وسیع ہے اور جس کی مقدار کو سوا خدا کے کوئی نہیں جانتا، فلسفہ جدید کے موافق ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ آفتاب جو ہمارے نظام کا مرکز ہے مع اپنے سب سیاروں کے ایک حرکت تدریجی کر رہا ہے ایک نقطے کی طرف جس کے بعد کو سوا اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ اور جب یہ حرکت ختم ہو گی تو ضرور ایک انقلاب عظیم اس نظام شمسی میں واقع ہو گا اور شاید وہی انقلاب لسان شرع میں قیامت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب؛

بَابُ بَدْءِ الْوَحْيِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

اس بات کا بیان کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی (یعنی اللہ کا پیام) اترنا کیوں کر شروع ہوا

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ أَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ فِي النَّوْمِ فَكَانَ لَا يَرَى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ ثُمَّ حُبِّبَ إِلَيْهِ الْخَلَاءُ فَكَانَ يَخْلُوا بِغَارِ حِرَاءٍ يَتَحَنَّثُ فِيهِ وَهُوَ التَّعَبُّدُ اللَّيَالِيَ أُولَاتِ الْعَدَدِ قَبْلَ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى أَهْلِهِ وَيَتَزَوَّدُ لِذٰلِكَ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى خَدِيجَةَ فَيَتَزَوَّدُ لِمِثْلِهَا حَتَّى فَجِئَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِي غَارِ حِرَاءٍ فَجَاءَهُ الْمَلَكُ فَقَالَ اقْرَأْ قَالَ مَا أَنَا بِقَارِئٍ قَالَ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجُهْدَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ قَالَ قُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ قَالَ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّانِيَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجُهْدَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ فَقُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ قَالَ

ترجمہ۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا پہلے پہل جو وحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شروع ہوئی وہ یہ تھی کہ آپ کا خواب سچا ہونے لگا۔ تو آپ جب کوئی خواب دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح نمودار ہوتا۔ پھر آپ کو تنہائی کا شوق ہوا۔ آپ حرا کے غار میں اکیلے تشریف رکھتے۔ وہاں عبادت کیا کرتے کئی کئی راتوں تک اور گھر میں نہ آتے۔ اپنا توشہ ساتھ لیجاتے۔ پھر حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس لوٹ کر آتے وہ اور توشہ اتنا ہی تیار کر دیتیں یہاں تک کہ اچانک آپ پر وحی اتری (اور آپ کو وحی کی توقع نہ تھی) آپ اسی حرا کے غار میں تھے کہ فرشتہ آپ کے پاس آیا اور اس نے کہا پڑھو۔ آپ نے فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں۔ آپ نے فرمایا اُس فرشتے نے مجھے پکڑ کر دبوچا اتنا کہ وہ تھک گیا یا میں تھک گیا۔ پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھ۔ میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں۔ اس نے پھر مجھے پکڑا اور دبوچا یہاں تک کہ تھک گیا۔ پھر چھوڑ دیا اور کہا پڑھ۔ میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں۔ اس نے پھر مجھ کو پکڑا اور دبوچا یہاں تک کہ تھک گیا۔ پھر چھوڑ دیا اور کہا اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ○ اخیر تک یعنی پڑھ اپنے مالک کا نام لے کر جس نے پیدا کیا۔ پیدا کیا آدمی کو خون کی پھٹکی سے۔ پڑھ اور تیرا مالک بڑی عزت والا ہے جس نے

فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّالِثَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ○ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ○ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ○ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ○ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ○ فَرَجَعَ بِهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ تَرْجُفُ بَوَادِرُهُ حَتَّى دَخَلَ عَلَى خَدِيجَةَ فَقَالَ زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي فَزَمَّلُوهُ حَتَّى ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ ثُمَّ قَالَ لِخَدِيجَةَ أَيْ خَدِيجَةُ مَا لِي وَأَخْبَرَهَا الْخَبَرَ قَالَ لَقَدْ خَشِيتُ عَلَى نَفْسِي قَالَتْ لَهُ خَدِيجَةُ كَلَّا أَبْشِرْ فَوَاللهِ لَا يُخْزِيكَ اللهُ أَبَدًا وَاللهِ إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَصْدُقُ الْحَدِيثَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ فَانْطَلَقَتْ بِهِ خَدِيجَةُ حَتَّى أَتَتْ بِهِ وَرَقَةَ ابْنَ نَوْفَلِ ابْنِ أَسَدِ بْنِ عَبْدِ الْعُزَّى وَهُوَ ابْنُ عَمِّ خَدِيجَةَ أَخِي أَبِيهَا وَكَانَ امْرَأً تَنَصَّرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ يَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعَرَبِيَّ وَيَكْتُبُ مِنَ الْإِنْجِيلِ بِالْعَرَبِيَّةِ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَكْتُبَ

سکھلایا قلم سے۔ سکھلایا آدمی کو وہ جو نہیں جانتا تھا یہ سُنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لوٹے۔ اور آپ کے مونڈھے اور گردن کے بیچ کا گوشت پھڑک رہا تھا (ڈر اور خوف سے، چونکہ یہ وحی کا پہلا مرتبہ تھا اور آپ کو عادت نہ تھی اس واسطے ہیبت چھاگئی) یہاں تک کہ پہنچے حضرت خدیجہ رضؓ کے پاس اور آپ نے فرمایا مجھے ڈھانپ دو، ڈھانپ دو (کپڑوں سے) انہوں نے ڈھانپ دیا یہاں تک کہ آپ کا ڈر جاتا رہا اس وقت اپنی بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اے خدیجہ رضؓ! مجھے کیا ہوگیا اور سب حال بیان کیا اور کہا مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔ خدیجہ رضؓ نے کہا ہرگز نہیں۔ آپ خوش ہو جئے قسم اللہ کی اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نکریگا یا کبھی رنجیدہ نہ کریگا۔ آپ تو اللہ کی قسم ناتے کو جوڑتے ہیں۔ سچ بولتے ہیں۔ بوجھ اُٹھاتے ہیں (یعنی عیال اور اطفال اور یتیم اور مسکین کے ساتھ سلوک کرتے ہیں اُن کا بار اُٹھاتے ہیں) اور نادار کے لئے کمائی کرتے ہیں۔ اور خاطرداری کرتے مہمان کی اور سچی آفتوں میں (جیسے کوئی قرضدار ہوگیا یا مفلس ہوگیا یا اور کوئی تباہی آئی) مدد کرتے ہو لوگوں کی۔ پھر خدیجہ رضؓ آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں اور وہ خدیجہ رضؓ کے چچازاد بھائی تھے (کیونکہ ورقہ نوفل کے بیٹے تھے اور نوفل اسد کے اور خدیجہؓ خویلد کی بیٹی تھیں اور خویلد اسد کے بیٹے تھے تو ورقہ اور خدیجہ رضؓ کے باپ بھائی بھائی تھے) اور جاہلیت کے زمانے میں وہ نصرانی ہوگئے تھے اور عربی لکھنا جانتے تھے تو انجیل کو عربی میں لکھتے تھے جتنا اللہ کو منظور تھا۔ اور بہت بوڑھے تھے۔ ان کی بینائی جاتی رہی تھی (بڑھاپے کی وجہ سے) خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اُن سے کہا اے چچا! (وہ چچا کے بیٹے تھے پر بزرگی کے لئے اُن کو چچا کہا

وَكَانَ شَيْخًا كَبِيْرًا قَدْ عَمِيَ فَقَالَتْ لَهُ خَدِيْجَةُ اَيْ عَمِّ اسْمَعْ مِنَ ابْنِ اَخِيْكَ قَالَ وَرَقَةُ ابْنُ نَوْفَلٍ يَا ابْنَ اَخِيْ مَاذَا تَرٰى فَاَخْبَرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ خَبَرَ مَا رَاٰى فَقَالَ لَهُ وَرَقَةُ هٰذَا النَّامُوْسُ الَّذِيْ اُنْزِلَ عَلٰى مُوْسٰى يَا لَيْتَنِيْ فِيْهَا جَذَعًا يَا لَيْتَنِيْ اَكُوْنُ حَيًّا حِيْنَ يُخْرِجُكَ قَوْمُكَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَوَمُخْرِجِيَّ هُمْ قَالَ وَرَقَةُ نَعَمْ لَمْ يَاْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمَا جِئْتَ بِهٖ اِلَّا عُوْدِيَ وَاِنْ يُدْرِكْنِيْ يَوْمُكَ اَنْصُرْكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا

اور ایک روایت میں چچا کے بیٹے ہیں۔) اپنے بھتیجے کی سنو۔ ورقہ نے کہا اے بھتیجے میرے تم کیا دیکھتے ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ کیفیت دیکھی تھی سب بیان کی۔ ورقہ نے کہا یہ تو وہ ناموس ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اتری تھی۔ کاش میں اس زمانہ میں جوان ہوتا کاش میں زندہ رہتا اس وقت تک جب تمہاری قوم تم کو نکالے گی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا وہ مجھے نکال دیں گے۔ ورقہ نے کہا ہاں جب کوئی شخص دنیا میں وہ لیکر آیا جسکو تم لائے ہو (یعنی شریعت اور دین) تو لوگ اس کے دشمن ہو گئے اور جو میں اس دن کو پاؤں گا تو اچھی طرح تمہاری مدد کروں گا۔

فائدہ ۔یعنی اس کی تعبیر سچی ہوتی صاف اور کھلی کھلی کسی قسم کا شبہ اس میں نہ رہتا۔ علماء نے کہا ہے کہ یہ حالت چھ مہینے تک رہی نبوت سے پہلے۔ اس کے بعد علانیہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس تشریف لائے۔ اور بھید اس میں یہ تھا کہ اگر دفعتہً پہلے ہی سے حضرت جبرئیل آپ کے پاس آجاتے تو شاید آپ گھبرا جاتے اور بشریت کی وجہ سے اچانک نبوت کا بار اٹھا نہ سکتا۔ یہ حدیث صحابہ کے مراسیل میں سے ہے کیونکہ حضرت رضی اللہ عنہا کی عمر اتنی نہ تھی کہ انہوں نے خود یہ قصہ دیکھا ہو بلکہ ضرور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا کسی صحابی سے سنا ہوگا۔ اور مرسل صحابی کی باتفاق علماء حجت ہے۔ اور نہیں خلاف کیا اس میں کسی نے سوا ابو اسحاق اسفرائنی کے۔ آپ کو تنہائی کا شوق ہوا یعنی خلوت اور عزلت کا۔ اور یہ وہ امر ہے جو مدار ہے انسانی ترقیات کا اور وظیفہ ہے ہر ایک ولی اور نبی اور صالح اور حکیم اور فیلسوف کا کوئی شخص دنیا میں اعلیٰ درجہ کا نہیں گزرا جس نے خلوت اور عزلت کو اختیار نہ کیا ہو اور ایک مدت تک تنہا رہ کر فکر اور مراقبہ نہ کیا ہو اور وجہ اسکی یہ ہے کہ تنہائی میں فکر خوب ہوتا ہے کیونکہ دل خالی ہوتا ہے مشاغل سے تو اس کو موقع ملتا ہے ایک مطلب کی طرف بخوبی متوجہ ہونے کا اور ایک مبتدی حالت استغراق پیدا کرنے کے لئے اول تنہائی ضروری ہے پھر جب یہ قوت حاصل ہو جاتی ہے اور اس کو ملکہ ہو جاتا ہے تو تنہائی کی ضرورت نہیں رہتی۔ وہ لوگوں میں بیٹھ کر بھی ایک ہی مطلب کی طرف اپنے

دل کو پوری طرح لگا سکتا ہے اسی لئے بعد از نبوت کے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تنہائی کی ضرورت نہ تھی۔ حری یا حراء بکسر حائے حطی ایک پہاڑ ہے مکہ سے تین میل پر جو شخص مکے سے منا کو جائے تو بائیں ہاتھ پڑتا ہے اب وہاں ایک قبہ بنا ہوا ہے اور اس پہاڑ کو جبل نور کہتے ہیں۔۔۔ یعنی خوب ہی دبوچا زور سے اور ظاہر یہ ہے کہ حضرت تھک گئے ہوں گے۔ کیونکہ فرشتوں کو خداوند تعالیٰ نے بہت طاقت دی ہے اور وہ تھکتے نہیں علماء نے اختلاف کیا ہے کہ یہ فرشتہ کون تھا اکثر یہ کہتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے کیونکہ وحی کا کام انہی کے سپرد ہے اور بعضوں نے کہا اسرافیل تھے اور یہ جو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں اس سے یہ غرض ہے کہ میں نے کوئی کتاب نہیں پڑھی یا میں اچھی طرح پڑھ نہیں سکتا کیوں کہ امی ہونا دوسرے کے پڑھانے سے پڑھنے کا مانع نہیں اور بعضوں نے کہا کہ اس فرشتے نے ایک صحیفہ حریر کا آپ کے ہاتھ میں دیا تھا جب آپ نے فرمایا۔۔۔۔ اس دبوچنے سے یہ مقصود تھا کہ نور ملکی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام جسم شریف میں سرایت کرے اور آپ کا دل خوب متوجہ ہو اور اسی وجہ سے بار بار یہ امر کیا۔۔۔۔۔ اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ سب سے پہلے جو سورت قرآن کی اتری وہ یہی سورت ہے اور یہی صحیح ہے اور اتفاق ہے اس پر جمہور سلف اور خلف کا اور بعضوں نے کہا کہ سب سے پہلے سورہ مدثر اتری ہے پر وہ قول صحیح نہیں ہے اور بعضوں نے اس حدیث سے یہ دلیل کی ہے کہ بسم اللہ سورۃ کا جزو نہیں کیونکہ یہاں بسم اللہ کو ذکر نہیں کیا اس کا جواب یہ ہے کہ شاید بسم اللہ بعد کو اتری ہو جیسے باقی سورۃ بعد میں اتری (نووی) قاضی نے کہا یہ فرمانا آپ کا اس وجہ سے نہ تھا کہ آپ کو شک تھا اللہ کے پیغام میں بلکہ آپ ڈرے کہ شاید اتنا بڑا بوجھ آپ سے اٹھ نہ سکے اور جان نکل جائے کیونکہ وحی کی سختی سے بہت مشقت ہوتی ہے یا یہ خیال اس وقت تک ہو جب تک خواب میں نبوت کی بشارتیں ہوئیں اور فرشتے کی آواز آپ نے سنی پر اس سے ملاقات نہیں کی تو آپ کو خوف ہوا شیطان کا پر جب فرشتے سے ملاقات ہوگئی اس وقت تو کسی طرح کا شک نہیں رہ سکتا اور نہ شیطان کے غلبے کا ڈر رہ سکتا ہے۔ نووی نے کہا دوسری تاویل ضعیف ہے کیونکہ حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے یہ فرشتے کی ملاقات کے بعد فرمایا۔ سچی آفتیں کہیں اس لئے کہ جو آفتیں ناحق کی وجہ سے آئیں جیسے کوئی فضول خرچی سے مفلس ہو جائے یا ظلم کرے اور بلا میں پھنس جائے تو اس کی مدد کرنا ضروری نہیں۔ سبحان اللہ بی بی ہو تو ایسی جیسے حضرت خدیجہ کبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں جو اپنے خاوند کو مصیبت کے وقت میں تسلی اور تشفی دے اور ہر ایک معاملہ میں صلاح نیک دے حضرت خدیجہ رض کی عقلمندی اور دانائی اور لیاقت اور استعداد کے ثبوت کے لئے صرف یہی ایک حدیث کافی ہے مطلب ان کی گفتگو کا یہ ہے کہ آپ کے اخلاق اور عادات اور خصائل تو نہایت عمدہ ہیں جن کی وجہ سے خدا بھی آپ سے خوش ہے اور خلق خدا بھی راضی ہے

پھر آپ پر آفت آنا عقل کے خلاف ہے۔ ظاہر ہے کہ ہماری شریعت میں اور نیز اگلی شریعتوں میں جب
غور اور خوض کرو تو معلوم ہوتا ہے کہ گناہ دو قسم کے ہیں ایک قسم تو وہ جو خلق سے تعلق نہیں رکھتی
صرف خدا سے تعلق رکھتے ہیں جیسے شرک کرنا۔ کفر کا اعتقاد رکھنا دوسرے وہ جو خلق سے تعلق
رکھتے ہیں جن کی وجہ سے خدا کی مخلوق کو تکلیف ہوتی ہے رنج پہنچتا ہے تقریباً اکثر گناہ بلکہ سارے
اسی قسم کے ہیں جیسے زنا اور چوری اور ظلم اور سود خواری۔ غیبت اور حسد اور نفاق بخیلی وغیرہ
پھر جو شخص دونوں قسم کے گناہوں سے پرہیز کرتا ہو۔ اور بعوض اس کے وہ نیکیاں کرتا ہو جن سے
خدا خوش ہوتا ہے اور خدا کی مخلوق بھی خوش ہوئی ہو وہ کاہے کو مصیبت میں پھنسنے لگا۔ اس
کو تو روز بروز خوشی بڑھتی جائے گی۔ اور وہ ہمیشہ اپنے اعمال کے اثر سے اور ان کے تصور سے
پھولا ہوا مگن بنا رہے گا تو درحقیقت ہر ایک گناہ ایک رنج ہے جو انسان کی زندگی کو خراب
کر دیتا ہے اور عیش کو کرکرا اور تلخ بنا دیتا ہے اسی وجہ سے تمام شریعتوں نے بالاتفاق گناہ
سے منع کیا ہے۔ مثلاً جو شخص بخیلی کرے گا۔ اور اپنے جورو بچوں اور ناتے والوں۔ دوستوں
کے حق اچھی طرح ادا نہ کرے گا تو سب کے سب اس کے دشمن بن جائیں گے اور جہاں تک
ہو سکے گا۔ اس کے جان اور مال کو نقصان پہونچائیں گے جو شخص حسد کرے گا وہ اپنے
ہاتھ سے اپنے تئیں نقصان پہنچائے گا۔ جو ظلم کرے گا۔ لوگ اس کے دشمن ہو کر اس سے
بدلہ لیں گے۔ اسی طرح سارے گناہوں کا حال ہے کہ انجام اُن کا اندوہ اور رنج ہے
پھر جو شخص گناہ کو لذت سمجھ کر کر بیٹھتا ہے وہ انجام بین اور باریک بین نہیں ہے۔ اگر وہ
خوب فکر کرے تو اس کو یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ یہ گھڑی بھر کی لذت اُس بے انتہا
تکلیف کے سامنے جو آگے آنے والی ہے کچھ حقیقت نہیں رکھتی زنا کے وقت جو ایک آدھ لحظہ لذت
ہوتی ہے۔ اس کی کیا بساط ہے معاذ اللہ ان آفتوں کے سامنے جو زنا کرنے والے کو آگے چل
کر پیش آتی ہیں کوئی شریف آدمی اُس کے آنے کا اپنے گھر میں روادار نہیں ہوتا کوئی اُس
کے ہمسایہ رہنے کو پسند نہیں کرتا جس سے زنا کیا اُس عورت کا اگر شوہر ہے تو وہ اس کے
خون کا پیاسا بن جاتا ہے۔ اور جب موقع پاتا ہے اُس کو قتل کرتا ہے اور جو شوہر نہیں تو
اس کے اور عزیز اور اقارب ناتے رشتے والے دشمن ہوتے ہیں اُس کے مارنے کی فکر
میں رہتے ہیں اور اگر فرض کریں کہ وہ عورت خود زانیہ ہو اور اس کے ناتے رشتے والے
ہی نہ ہوں یا ہوں پر برا نہ مانیں تب بھی یہ نقصان ہے کہ اُس شخص کو زنا کی عادت
پڑ جاتی ہے پھر ہر ایک عورت سے اس فعل کے کرنے پر مستعد ہوتا ہے اور نقصان
پاتا ہے دوسرے اس کی بی بی اور بی بی کے عزیز و اقارب سب اس کے دشمن بن جاتے
ہیں اور اکثر ایسے بدکردار خاوند اپنی بی بی کے ہاتھوں جان دیتے ہیں اور اگر یہ بھی نہ ہو
تو زانیہ عورتوں کے ساتھ برا کام کرنے سے انسان کو طرح طرح کی بیماریاں جیسے

آتشک، سوزاک، جذام وغیرہ امراض خبیثہ لاحق ہوتے ہیں جن کا اثر کئی پشت تک اولاد میں بھی چلا جاتا ہے اور جس کو یہ بیماریاں لاحق ہوتی ہیں اس کی تو زندگی سے موت بہتر معلوم ہوتی ہے معاذ اللہ ایک آن کے مزے کے لئے جو حلال طور سے بھی ممکن ہے ساری عمر کے لئے ایسی سخت تکلیف اٹھانا عاقل کا کام نہیں اب اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ گناہ سے بچنے کا فائدہ صرف دنیا کی زندگی ہی میں ہے نہیں بلکہ آخرت کے فائدے اس کے سوا ہیں اور جو بیان اوپر ہم نے کیا اس سے یہ غرض ہے کہ بعض لوگ جن کی پوری سمجھ نہیں وہ خیال کرتے ہیں کہ گناہوں سے بچنا دنیا میں کوئی مفید نہیں بلکہ اس میں صرف آخرت ہی کا فائدہ ہے حالانکہ یہ خیال نری حماقت اور سفاہت کا خیال ہے شریعت اور مذہب پر چلنا اور بری باتوں سے بچنا اور نیک کاموں کو کرنا دنیا اور آخرت دونوں کو درست کرتا ہے اور جیسے مذہب اور شریعت پر چلنے سے انسان آخرت کے عذابوں سے بچے گا۔ ویسے ہی دنیا کی آفتوں اور رنجوں سے بھی محفوظ رہے گا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ دنیا میں اچھے آدمیوں پر بڑی بڑی مصیبتیں اور تکلیفیں ہوئی ہیں اور بہت سے بدکاروں نے ساری عمر چین اڑایا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ چین اور مصیبت ظاہر بینوں کی نظر میں ہے درحقیقت بدکاروں کو کوئی چین نہیں اور نیکوں کو کوئی رنج نہیں۔ نیک شخص پر کیسی ہی آفت آئے پر اس کا دل اپنی بےقصوری اور پاکی تصور کر کے خوش ہے اور انجام اس آفت کا راحت ہے اور بدکار کا دل ہر وقت قلق میں ہے کیسے ہی عیش کے سامان اس کے پاس تیار ہوں پر جب دل میں اطمینان اور سکون نہیں گناہوں کی فکر مواخذہ کا خوف لگا ہوا ہے تو یہ سامان سب ہیچ ہے۔ هٰذَا مَا أَلْهَمَنِي رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ صحیح بخاری میں ہے کہ عبرانی لکھنا جانتے تھے اور انجیل کو عبرانی میں لکھتے تھے نووی نے کہا دونوں صحیح ہیں اور حاصل یہ ہے کہ وہ نصاریٰ کے دین سے خوب واقف تھے اور انجیل کو خوب سمجھتے تھے کبھی اس کو عبرانی میں لکھتے تھے کبھی عربی میں ناموس سے مراد جبرئیل علیہ السلام ہیں اور اصل معنی ناموس کے بھلی بات چھپانے والا جیسے جاسوس بری بات چھپانے والا۔ جبرئیلؑ کو ناموس اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راز.... وحی کو بندوں تک پہنچاتے ہیں.... پر افسوس ورقہ کی زندگی نے وفا نہ کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مشرکوں نے مکے سے نکال دیا جیسے ورقہ نے کہا تھا۔

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ أَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ حَدِيثِ يُونُسَ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَوَاللّٰهِ لَا يُحْزِنُكَ اللّٰهُ أَبَدًا وَقَالَ قَالَتْ خَدِيجَةُ أَيِ ابْنَ عَمِّ

ترجمہ، اُم المومنین عائشہ رضؓ سے دوسری روایت بھی ایسی ہی ہے اس میں اتنا فرق ہے کہ خدیجہؓ نے کہا قسم اللہ کی اللہ تم کو کبھی رنجیدہ نہ کرے گا۔ (اور اگلی روایت میں یوں تھا رسوا نہ کریگا) اور خدیجہ رضؓ نے ورقہ سے کہا اے چچا کے بیٹے سُن اپنے بھتیجے کی بات (اور اگلی روایت میں یوں

اِسْمَعْ مِنِ ابْنِ اَخِيكَ۔

عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ يَقُوْلُ قَالَتْ عَائِشَةُ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَرَجَعَ اِلٰى خَدِيْجَةَ يَرْجُفُ فُؤَادُهٗ وَاقْتَصَّ الْحَدِيْثَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ يُوْنُسَ وَمَعْمَرٍ وَلَمْ يَذْكُرْ اَوَّلَ حَدِيْثِهِمَا مِنْ قَوْلِهٖ اَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ وَتَابَعَ يُوْنُسَ عَلٰى قَوْلِهٖ فَوَاللّٰهِ لَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ اَبَدًا وَذَكَرَ قَوْلَ خَدِيْجَةَ اَيِ ابْنَ عَمِّ اسْمَعْ مِنِ ابْنِ اَخِيكَ۔

تھا اے چچا سن اپنے بھتیجے کی بات)

ترجمہ: اس روایت میں یوں ہے کہ آپ لوٹے خدیجہ رضؓ کی طرف اور آپ کا دل کانپ رہا تھا۔ اور اس میں یہ ذکر نہیں کہ سب سے پہلے جو وحی آپ پر شروع ہوئی وہ سچا خواب تھا۔ اور پہلی روایت کی طرح اس میں یہ ہے کہ قسم اللہ کی اللہ آپ کو کبھی رسوا نہ کریگا اور خدیجہؓ نے ورقہ سے کہا کہ اے چچا کے بیٹے سن اپنے بھتیجے کی۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيِّ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ كَانَ يُحَدِّثُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْيِ قَالَ فِي حَدِيْثِهٖ فَبَيْنَا اَنَا اَمْشِيْ سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّمَاءِ فَرَفَعْتُ رَاْسِيْ فَاِذَا الْمَلَكُ الَّذِيْ جَاءَنِيْ بِحِرَاءٍ جَالِسًا عَلٰى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَجُئِثْتُ مِنْهُ فَرَقًا فَرَجَعْتُ فَقُلْتُ زَمِّلُوْنِيْ زَمِّلُوْنِيْ فَدَثَّرُوْنِيْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ وَهِيَ الْاَوْثَانُ قَالَ ثُمَّ تَتَابَعَ الْوَحْيُ۔

ترجمہ: ۔ جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے اور وہ صحابہ میں سے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور آپ ذکر کرتے تھے وحی موقوف ہوجانے کا ایک بار میں جا رہا تھا میں نے آسمان سے آواز سنی تو میں نے سر اٹھایا دیکھا تو وہی فرشتہ جو حرا میں میرے پاس آیا ایک کرسی پر بیٹھا ہے آسمان اور زمین کے بیچ میں یہ دیکھ کر میں سہم گیا ڈر کے مارے اور لوٹ کر گھر میں آیا میں نے کہا مجھے کپڑا اوڑھا دو انھوں نے کپڑا اڑھا دیا تب اللہ تعالیٰ نے یہ سورت اتاری یایھا المدثر اخیر تک یعنے اے کپڑا اوڑھنے والے اٹھ اور ڈرا لوگوں کو اور اپنے مالک کی بڑائی کر اور اپنے کپڑوں کو پاک کر اور پلیدی کو چھوڑ دے پلیدی سے مراد بت ہیں پھر وحی برابر آنے لگی

فائدہ ۔ سب سے پہلے آپ پر وہ آئتیں اتریں جو اوپر کی حدیث میں بیان ہوئیں یعنے اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ

الاکرم الذی علّم بالقلم علم الانسان مالم یعلم بعد اس کے ایک مدت تک جس کی تعیین میں اختلاف ہے وحی موقوف رہی پھر یہ آیتیں اتریں سورہ مدثر کے شروع کی بعد اُس کے وحی کا سلسلہ بندھ گیا اور برابر آنے لگی نووی نے کہا اب جو بعض لوگ کہتے ہیں سب سے پہلے سورۂ مدثر اتری یہ ضعیف بلکہ باطل ہے اسی طرح جو لوگ کہتے ہیں سب سے پہلے سورۂ فاتحہ اتری۔

عَنْ يَحْيٰى يَقُوْلُ سَاَلْتُ اَبَا سَلَمَةَ اَیُّ الْقُرْاٰنِ اُنْزِلَ قَبْلُ قَالَ يَاۤيُّهَا الْمُدَّثِّرُ فَقُلْتُ اَوِ اقْرَاْ فَقَالَ سَاَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ اَیُّ الْقُرْاٰنِ اُنْزِلَ قَبْلُ قَالَ يَاۤ يُّهَا الْمُدَّثِّرُ فَقُلْتُ اَوِ اقْرَاْ قَالَ جَابِرٌ اُحَدِّثُكُمْ مَا حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ جَاوَرْتُ بِحِرَاءٍ شَهْرًا فَلَمَّا قَضَيْتُ جِوَارِیْ نَزَلْتُ فَاسْتَبْطَنْتُ بَطْنَ الْوَادِیْ فَنُوْدِيْتُ فَنَظَرْتُ اَمَامِیْ وَخَلْفِیْ وَعَنْ يَمِيْنِیْ وَعَنْ شِمَالِیْ فَلَمْ اَرَ اَحَدًا ثُمَّ نُوْدِيْتُ فَنَظَرْتُ فَلَمْ اَرَ اَحَدًا ثُمَّ نُوْدِيْتُ فَرَفَعْتُ رَاْسِیْ فَاِذَا هُوَ عَلَى الْعَرْشِ فِی الْهَوَاۤءِ يَعْنِیْ جِبْرِيْلَ فَاَخَذَتْنِیْ رَجْفَةٌ شَدِيْدَةٌ فَاَتَيْتُ خَدِيْجَةَ فَقُلْتُ دَثِّرُوْنِیْ فَدَثَّرُوْنِیْ فَصَبُّوْا عَلَیَّ مَاۤءً فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَاۤ اَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ——

ترجمہ: یحییٰ سے روایت ہے میں نے ابو سلمہ سے پوچھا سب سے پہلے قرآن میں سے کیا اترا انھوں نے کہا یایہا المدثر میں نے کہا یا اقرأ انھوں نے کہا میں نے جابر بن عبداللہ سے پوچھا قرآن میں سے پہلے کیا اترا انھوں نے کہا یایہا المدثر میں نے کہا یا اقراء جابر رضؓ نے کہا میں تم سے وہ حدیث بیان کرتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بیان کی تھی۔ آپ نے فرمایا میں حرا میں ایک مہینے تک رہا جب میری مدت رہنے کی پوری ہو گئی تو میں اترا اور وادی کے اندر چلا کسی نے مجھے آواز دی میں نے سامنے اور پیچھے اور داہنے اور بائیں دیکھا کوئی نظر نہ آیا پھر کسی نے مجھے آواز دی میں نے دیکھا کسی کو نہ پایا پھر کسی نے مجھے آواز دی تو میں نے سر اوپر اٹھایا دیکھا تو وہ ہوا میں ایک تخت پر ہیں یعنے جبرئیل علیہ السلام مجھے یہ دیکھ کر لرزہ چڑھ آیا سخت (ہیبت کے مارے) تب میں خدیجہؓ کے پاس آیا اور میں نے کہا مجھے کپڑا اڑھا دو انھوں نے کپڑا اڑھا دیا اور پانی اوپر میرے ڈالا (ہیبت دور کرنے کیلیے) تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں اتاریں۔ یا ایہا المدثر قم فانذر وربک فکبر وثیابک فطہر۔ (ان کا ترجمہ اوپر گذرا)

بَابُ الْاِسْرَاءِ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِلَی السَّمٰوٰتِ وَفَرْضِ الصَّلَوٰتِ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آسمانوں پر تشریف لیجانا (یعنی معراج) اور نمازوں کا فرض ہونا۔

فائدہ: نووی نے کہا یہ بہت بڑا باب ہے اور میں اس باب میں مختصر مختصر مطلب اپنے اپنے موقع پہ بیان کروں گا۔ اور قاضی عیاض نے معراج کے بارے میں چند فقرے بہت عمدہ لکھے ہیں انھوں نے کہا کہ لوگوں نے اختلاف کیا ہے کہ یہ معراج کس حالت میں تھی تو بعضوں نے کہا یہ سب خواب تھا۔ اور جو حق ہے اور اکثر سلف اور متاخرین نے اس کو اختیار کیا ہے فقہا اور محدثین اور متکلمین میں سے وہ یہ ہے کہ معراج بیداری کی حالت میں تھی اور آپ اپنے جسم کے ساتھ تشریف لے گئے تھے۔ اور حدیثیں اس امر پر دلالت کرتی ہیں۔ اور ظاہر سے عدول کرنے کے لئے کوئی وجہ نہیں اور نہ یہ محال ہے۔ تا کہ تاویل کی احتیاج ہو اور شریک نے معراج کی روایت میں کئی جگہ وہم کیا ہے جن پر انکار کیا ہے علماء نے اور امام مسلم نے اس پر تنبیہ کی ہے اور کہا کہ شریک نے اس روایت میں تقدیم اور تاخیر اور کمی اور بیشی کی ہے ایک اُن میں سے یہ ہے کہ وہ معراج کو نبوت سے پہلے نقل کرتا ہے حالانکہ یہ غلط ہے معراج کم از کم نبوت سے پندرہ مہینے کے بعد واقع ہوئی اور حربی نے کہا معراج ستائیسویں شب کو ربیع الثانی میں ہجرت سے ایک سال پہلے ہوا۔ اور زہری نے کہا معراج نبوت کے پانچ برس بعد ہوا اور ابن اسحاق نے کہا معراج اس وقت ہوا جب اسلام مکہ میں پھیل گیا تھا اور عرب کے قبیلوں میں اور ان سب قولوں میں زہری اور ابن اسحاق کا قول زیادہ ٹھیک ہے اس لئے کہ سب نے باتفاق کہا ہے کہ حضرت خدیجہؓ نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی نماز فرض ہونے کے بعد اور اس بات میں اختلاف نہیں کہ حضرت خدیجہؓ ہجرت سے تین سال پہلے گزر گئیں اور بعضوں نے کہا پانچ سال پہلے دوسرے یہ کہ علماء نے اتفاق کیا ہے اس امر پر کہ نماز معراج کی رات کو فرض ہوئی پھر معراج نبوت سے پہلے کیوں کر ہو سکتا ہے اور یہ جو شریک کی روایت میں ہے آپ سو رہے تھے اور دوسری روایت میں ہے کہ میں سونے اور جاگنے کے بیچ میں تھا خانہ کعبہ کے پاس تو اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ معراج خواب میں تھا کیوں کہ یہ حالت اس وقت کی ہے جب آپ کے پاس فرشتہ آیا اور حدیث میں اس کا کہاں ذکر ہے کہ سارا قصہ خواب میں گزرا تمام ہوا کلام قاضی عیاض کا۔ نووی نے کہا شریک کے سوا معراج کی حدیث کو اور حافظوں اور عالموں نے روایت کیا ہے جیسے ابن شہاب اور ثابت بنانی اور قتادہ نے انس رضؓ سے اور انھوں نے شریک کی باتیں بیان نہیں کیں اور شریک اہل حدیث کے نزدیک حافظ نہیں ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ

جن لوگوں نے معراج کا حالت بیداری میں جسم کے ساتھ انکار کیا ہے۔ اُن کا انکار دو وجہ سے ہے ایک تو یہ کہ اس قدر تیز حرکت قیاس میں نہیں آتی۔ کہ لاکھوں کروڑوں برس کا فاصلہ ایک جسم تھوڑے زمانے میں طے کرے اور پھر اس کے اجزا میں اتصال قائم رہے۔ دوسری یہ کہ آسمان مثل پیاز کے چھلکوں کے ایک پرت دوسرے پرت سے ملے ہوئے ہیں اور وہ پھٹنے اور جڑنے کے قابل نہیں ہیں۔ دوسرا شبہ تو صرف بطلیموس کی تقلید سے پیدا ہو گیا تھا کیونکہ اس نے تو آسمان ٹھوس اور سخت ایک سے ایک ملے ہوئے نکالے اور اسی کا نکالا ہوا نظام مسلمانوں نے عربی زبان میں نقل کیا اور وہی مسلمانوں میں شائع ہوا حالانکہ خود حکما ہی نے اس نظام کو باطل کر دیا۔ اور آسمانوں کا جسم ایسا سخت کہ جس میں کوئی چیز پھر نہ سکے غلط ہوا اور ثابت ہوا یہ امر کہ ہزار ہا تارے اور اجسام ان آسمانوں میں جو فضا کی طرح معلوم ہوتا ہے پھرا کرتے ہیں اور اگر یہ امر مان لیا جائے کہ آسمان ٹھوس اور سخت اجسام ہیں تو یہ کہاں سے معلوم کہ ان میں دروازے اور راستے نہیں ہیں اور جو یہ بھی فرض کیا جائے تو یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ وہ پھٹنے اور جڑنے کے لائق نہیں ہیں جو دلیل اگلے حکما نے آسمانوں کے نہ پھٹنے پر قائم کی ہے وہ کئی جگہ سے مخدوش ہے اور اُس کے مقدمات ممنوع ہیں اب رہا پہلا امر تو اُس کا جواب یہ ہے کہ صرف قیاس میں نہ آنے سے کوئی امر محال نہیں ہو سکتا۔ خود زمین کی حرکت کو دیکھو اٹھاون ہزار میل ایک گھنٹے میں طے کرتی ہے یعنی توپ کی گولی سے ایک سو بیس[۱۲۰] گنا جلد جا رہی ہے پر نہ زمین کے اجزا میں تفرق ہوتا ہے اور نہ ہم کو کسی قسم کی پریشانی ایسی تیز حرکت سے حاصل ہوتی ہے اور جن لوگوں کے نزدیک آفتاب متحرک ہے اور زمین ساکن ہے تو آفتاب زمین سے دس[۱۰] کروڑ میل کے فاصلہ پر ہونے سے اس کا مدار ساٹھ کروڑ میل کا ہوا اور ساٹھ کو ۲۴ پر تقسیم کرو تو ہر ایک ساعت میں اڑھائی کروڑ میل آفتاب کی حرکت ہوئی حالانکہ اس قدر تیز حرکت سے بھی نہ آفتاب کا جرم پھٹتا ہے نہ اس کے اجزا میں تفرق ہوتا ہے اب اس سے بھی زیادہ تیز حرکت کو دیکھو روشنی جو آفتاب سے ہم تک آ پہنچتی ہے اُس کی حرکت ایک دقیقہ یعنی منٹ میں ایک کروڑ بیس لاکھ میل ہے اگر کوئی کہے کہ روشنی ایک عرض ہے جو دوسرے جسم سے قائم ہے اور کلام جواہر کی حرکات میں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خیال ہی غلط ہے کہ روشنی عرض ہے بلکہ روشنی ایک جسم ہے جو چھوٹے چھوٹے اجزاء سے مرکب ہے اور وہ اجزاء نہایت تیزی کے ساتھ روشن جسم سے سب طرف پھینکے جاتے ہیں پھر جب حرکت کی تیزی کی کوئی انتہا نہ نکلی اور نہ جسم کی سختی کی اس صورت میں خداوند کریم قادر مطلق کی قدرت کاملہ سے کچھ بعید نہیں ہے کہ وہ ایک جسم کو جتنی چاہے اُسے تیز روی عنایت فرما دے گو ہمارے قیاس اور عادت سے بعید ہو ابوجہل نے اپنے ہی قیاس سے معراج کو بعید سمجھ کر اُس کا انکار کیا اور حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عقل سلیم سے کام لیا اور معراج

کی تصدیق کی وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۤءُ۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اُتِيْتُ بِالْبُرَاقِ وَهُوَ دَآبَّةٌ اَبْيَضُ طَوِيْلٌ فَوْقَ الْحِمَارِ وَدُوْنَ الْبَغْلِ يَضَعُ حَافِرَهٗ عِنْدَ مُنْتَهٰى طَرْفِهٖ قَالَ فَرَكِبْتُهٗ حَتّٰۤى اَتَيْتُ بَيْتَ الْمَقْدِسِ قَالَ فَرَبَطْتُهٗ بِالْحَلْقَةِ الَّتِيْ يَرْبِطُ بِهَا الْاَنْبِيَآءُ قَالَ ثُمَّ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَصَلَّيْتُ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجْتُ فَجَآءَنِيْ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِاِنَآءٍ مِّنْ خَمْرٍ وَّاِنَآءٍ مِّنْ لَّبَنٍ فَاخْتَرْتُ اللَّبَنَ فَقَالَ جِبْرِيْلُ اخْتَرْتَ الْفِطْرَةَ قَالَ ثُمَّ عَرَجَ بِنَآ اِلَى السَّمَآءِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقِيْلَ مَنْ اَنْتَ قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قِيْلَ وَقَدْ بُعِثَ اِلَيْهِ قَالَ قَدْ بُعِثَ اِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا فَاِذَآ اَنَا بِاٰدَمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

ترجمہ:۔ انس بن مالکؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے سامنے براق لایا گیا۔ اور وہ ایک جانور ہے سفید رنگ کا لمبا گدھے سے اونچا اور خچر سے چھوٹا اپنے سم وہاں رکھتا ہے جہاں تک اس کی نگاہ پہنچتی ہے (تو ایک لمحہ میں آسمان تک جا سکتا ہے) میں اس پر سوار ہوا اور بیت المقدس تک آیا۔ وہاں اس جانور کو حلقہ سے باندھ دیا، جس سے اور پیغمبر اپنے اپنے جانوروں کو باندھا کرتے تھے (یہ حلقہ مسجد کے دروازے پر ہے اور باندھ دینے سے یہ معلوم ہوا کہ انسان کو اپنی چیزوں کی احتیاط اور حفاظت ضرور ہے اور یہ توکل کے خلاف نہیں) پھر میں مسجد کے اندر گیا اور دو رکعتیں نماز کی پڑھیں بعد اس کے باہر نکلا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام دو برتن لے کر آئے ایک میں شراب تھا اور ایک میں دودھ میں نے دودھ پسند کیا۔ حضرت جبرئیل نے کہا تم نے فطرت کو اختیار کیا پھر جبرئیل علیہ السلام ہمارے ساتھ آسمان پر چڑھے (جب وہاں پہنچے) تو فرشتوں سے کہا دروازہ کھولنے کے انھوں نے پوچھا کون ہے جبرئیل نے کہا جبرئیل ہے انھوں نے کہا تمہارے دوسرا کون ہے جبرئیل نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ فرشتوں نے پوچھا کیا وہ بلائے گئے تھے جبرئیل نے کہا ہاں بلائے گئے ہیں پھر دروازہ کھولا گیا ہمارے لئے اور ہم نے آدم علیہ السلام کو دیکھا انھوں نے مرحبا کہا اور میرے لئے دعا کی بہتری کی۔ پھر

فَرَحَّبَ بِیْ وَدَعَا لِیْ بِخَیْرٍ
ثُمَّ عَرَجَ بِنَا اِلَی السَّمَآءِ
الثَّانِیَةِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِیْلُ
عَلَیْهِ السَّلَامُ فَقِیْلَ مَنْ
اَنْتَ قَالَ جِبْرِیْلُ قِیْلَ
وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّی
اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قِیْلَ
وَقَدْ بُعِثَ اِلَیْهِ قَالَ قَدْ
بُعِثَ اِلَیْهِ قَالَ فَفُتِحَ لَنَا
فَاِذَا اَنَا بِابْنَیِ الْخَالَةِ عِیْسَی
ابْنِ مَرْیَمَ وَیَحْیٰی بْنِ
زَکَرِیَّا صَلَوَاتُ اللّٰهِ
وَسَلَامُهٗ عَلَیْهِمَا فَرَحَّبَا
بِیْ وَدَعَوَا لِیْ بِخَیْرٍ ثُمَّ عَرَجَ
بِنَا اِلَی السَّمَآءِ الثَّالِثَةِ
فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ
السَّلَامُ فَقِیْلَ مَنْ اَنْتَ
قَالَ جِبْرِیْلُ قِیْلَ وَمَنْ
مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّی
اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ
قِیْلَ وَقَدْ بُعِثَ اِلَیْهِ
قَالَ قَدْ بُعِثَ اِلَیْهِ فَفُتِحَ
لَنَا فَاِذَا اَنَا بِیُوْسُفَ صَلَّی
اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ
وَاِذَا هُوَ قَدْ اُعْطِیَ شَطْرَ
الْحُسْنِ قَالَ فَرَحَّبَ بِیْ وَ
دَعَا لِیْ بِخَیْرٍ ثُمَّ عَرَجَ بِنَا
اِلَی السَّمَآءِ الرَّابِعَةِ فَاسْتَفْتَحَ
جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ

جبرئیل ہمارے ساتھ چڑھے دوسرے آسمان پر اور دروازہ کھلوایا فرشتوں نے پوچھا کون ہے انھوں نے کہا جبرئیل۔ فرشتوں نے پوچھا تمھارے ساتھ دوسرا کون شخص ہے! انھوں کہا محمدؐ ہیں فرشتوں نے کہا کیا اُن کو حکم ہوا تھا بلانے کا۔ جبریلؑ نے کہا ہاں اُن کو حکم ہوا ہے پھر دروازہ کھُلا تو میں نے دونوں خالہ زادہ بھائیوں کو دیکھا یعنے حضرت عیسٰی بن مریم اور یحیٰی بن زکریّا علیہما السلام کو ان دونوں نے مرحبا کہا اور میرے لئے بہتری کی دُعا کی پھر جبرئیلؑ ہمارے ساتھ تیسرے آسمان پر چڑھے اور دروازہ کھلوایا فرشتوں نے کہا کون ہے جبریلؑ نے کہا جبرئیل، فرشتوں نے کہا دوسرا تمھارے ساتھ کون ہے جبریل نے کہا محمدؐ ہیں۔ فرشتوں نے کہا کیا اُن کو پیغام کیا گیا تھا بلانے کے لئے؟ جبرئیلؑ نے کہا ہاں اُن کو پیغام کیا گیا تھا پھر دروازہ کھلا تو میں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا اللہ نے حسن (خوبصورتی) کا آدھا حصہ ان کو دیا تھا انھوں نے مرحبا کہا مجھ کو اور نیک دعا کی پھر جبرئیلؑ ہم کو لے کر چوتھے آسمان پر چڑھے اور دروازہ کھلوایا فرشتوں نے پوچھا کون ہے کہا جبرئیل۔ پوچھا تمھارے ساتھ دوسرا کون ہے۔ کہا محمدؐ ہیں فرشتوں نے کہا کیا بلوائے گئے ہیں۔ جبرئیل نے کہا ہاں بلوائے گئے ہیں پھر دروازہ کھلا تو میں نے ادریس علیہ السلام کو دیکھا انھوں نے مرحبا کہا اور اچھی دعا دی مجھ کو اللہ جل جلالہٗ نے فرمایا ہم نے اٹھا لیا

فَقِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ
قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ
قَالَ وَقَدْ بُعِثَ اِلَيْهِ قَالَ قَدْ
بُعِثَ اِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا فَاِذَا
اَنَا بِاِدْرِيْسَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
فَرَحَّبَ بِيْ وَدَعَا لِيْ بِخَيْرٍ
قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَرَفَعْنَاهُ
مَكَانًا عَلِيًّا ثُمَّ عَرَجَ بِنَا اِلَى
السَّمَآءِ الْخَامِسَةِ فَاسْتَفْتَحَ
جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قِيْلَ
مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ
وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ
قِيْلَ وَقَدْ بُعِثَ اِلَيْهِ قَالَ
قَدْ بُعِثَ اِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا فَاِذَا
اَنَا بِهٰرُوْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
فَرَحَّبَ بِيْ وَدَعَا لِيْ بِخَيْرٍ
عَرَجَ بِنَا اِلَى السَّمَآءِ السَّادِسَةِ
فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ
السَّلَامُ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ
جِبْرِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ
قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قِيْلَ وَقَدْ
بُعِثَ اِلَيْهِ قَالَ قَدْ بُعِثَ
اِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا فَاِذَا اَنَا
بِمُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ
فَرَحَّبَ وَدَعَا لِيْ بِخَيْرٍ
ثُمَّ عَرَجَ بِنَا اِلَى السَّمَآءِ

ادریس کو اونچی جگہ پر (تو اونچی جگہ سے
یہی چوتھا آسمان مراد ہے) پھر جبریل
ہمارے ساتھ پانچویں آسمان پر چڑھے
اُنھوں نے دروازہ کھلوایا۔ فرشتوں نے
پوچھا کون کہا جبریل پوچھا تمہارے ساتھ
کون ہے کہا محمدؐ ہیں فرشتوں نے
کہا کیا وہ بلائے گئے ہیں پھر دروازہ کھلا
تو میں نے حضرت ہارونؑ کو دیکھا
انھوں نے مرحبا کہا اور مجھے نیک دُعا
دی پھر جبریلؑ ہمارے ساتھ چھٹے
آسمان پر پہنچے۔ اور دروازہ کھلوایا
فرشتوں نے پوچھا کون ہے کہا جبریل
پوچھا اور کون ہے تمھارے ساتھ
انھوں نے کہا محمدؐ ہیں فرشتوں نے
کہا کیا خدا نے اُن کو پیام بھیجا آنے
کے لئے؟ جبریل نے کہا ہاں بھیجا پھر
دروازہ کھلا تو میں نے حضرت موسیٰ
علیہ السلام کو دیکھا انھوں نے کہا
مرحبا اور اچھی دعا دی مجھ کو پھر جبریلؑ
ہمارے ساتھ ساتویں آسمان پر
چڑھے اور دروازہ کھلوایا فرشتوں
نے پوچھا کون ہے۔ کہا جبریل، پوچھا
تمہارے ساتھ اور کون ہے کہا محمدؐ
ہیں۔ فرشتوں نے پوچھا کیا وہ بلوائے
گئے ہیں انھوں نے کہا ہاں بلوائے گئے
ہیں۔ پھر دروازہ کھلا تو میں نے حضرت
ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا وہ تکیہ
لگائے ہوئے تھے اپنی پیٹھ کا
بیت المعمور کی طرف (اس سے یہ

السَّابِعَةِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قِيْلَ وَقَدْ بُعِثَ اِلَيْهِ قَالَ قَدْ بُعِثَ اِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا فَاِذَا اَنَا بِاِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مُسْنِدًا ظَهْرَهٗ اِلَى الْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ وَاِذَا هُوَ يَدْخُلُهٗ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ لَا يَعُوْدُوْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ ذَهَبَ بِيْ اِلَى السِّدْرَةِ الْمُنْتَهٰى وَاِذَا وَرَقُهَا كَاٰذَانِ الْفِيَلَةِ وَاِذَا ثَمَرُهَا كَالْقِلَالِ قَالَ فَلَمَّا غَشِيَهَا مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ مَا غَشِيَ تَغَيَّرَتْ فَمَا اَحَدٌ مِّنْ خَلْقِ اللّٰهِ يَسْتَطِيْعُ اَنْ يَّنْعَتَهَا مِنْ حُسْنِهَا فَاَوْحٰى اِلَيَّ مَا اَوْحٰى فَفَرَضَ عَلَيَّ خَمْسِيْنَ صَلَاةً فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ فَنَزَلْتُ اِلٰى مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ مَا فَرَضَ رَبُّكَ عَلٰى اُمَّتِكَ قُلْتُ خَمْسِيْنَ صَلَاةً فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَاسْاَلْهُ التَّخْفِيْفَ فَاِنَّ اُمَّتَكَ لَا يُطِيْقُوْنَ ذٰلِكَ فَاِنِّيْ قَدْ بَلَوْتُ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ وَخَبَرْتُهُمْ قَالَ فَرَجَعْتُ اِلٰى رَبِّيْ فَقُلْتُ يَا رَبِّ خَفِّفْ عَلٰى اُمَّتِيْ فَحَطَّ عَنِّيْ خَمْسًا قَالَ اِنَّ

معلوم ہوا کہ قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھنا درست ہے) اور اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے جاتے ہیں جو پھر کبھی نہیں آتے پھر جبرئیل مجھ کو سدرۃ المنتہی کے پاس لے گئے۔ اس کے پتے اتنے اتنے بڑے تھے جیسے ہاتھی کے کان اور اس کے بیر جیسے قلے (ایک بڑا گھڑا جس میں دو مشک یا زیادہ پانی آتا ہے) پھر جب اس درخت کو اللہ کے حکم نے ڈھانکا تو اس کا حال ایسا ہو گیا۔ کہ کوئی مخلوق اس کی خوبصورتی بیان نہیں کر سکتا پھر اللہ جل جلالہ نے ڈالا میرے دل میں جو کچھ ڈالا اور پچاس نمازیں ہر رات اور دن میں مجھ پر فرض کیں جب میں وہاں سے اترا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا تو انھوں نے پوچھا تمہارے پروردگار نے کیا فرض کیا امت پر تمھاری۔ میں نے کہا پچاس نمازیں فرض کیں۔ انھوں نے کہا پھر لوٹ جاؤ اپنے پروردگار کے پاس۔ اور تخفیف چاہو کیونکہ تمہاری امت کو اتنی طاقت نہ ہو گی اور میں نے بنی اسرائیل کو آزمایا ہے اور اُن کا امتحان لیا ہے میں لوٹ گیا اپنے پروردگار کے پاس اور عرض کیا اے پروردگار تخفیف کر میری امت پر اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں گھٹا دیں۔ میں لوٹ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا کہ پانچ نمازیں اللہ تعالیٰ نے مجھے معاف کر دیں انھوں نے کہا تمھاری امت کو اتنی طاقت نہ ہو گی تم پھر جاؤ اپنے رب کے پاس اور تخفیف کراؤ۔ آپ نے فرمایا میں اس طرح برابر

أُمَّتَكَ لَا يُطِيقُونَ ذَلِكَ فَارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ قَالَ فَلَمْ أَزَلْ أَرْجِعُ بَيْنَ رَبِّي تَبَارَكَ وَتَعَالَى وَبَيْنَ مُوسَى حَتَّى قَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّهُنَّ خَمْسُ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ لِكُلِّ صَلَاةٍ عَشْرٌ فَذَلِكَ خَمْسُونَ صَلَاةً وَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كُتِبَتْ لَهُ عَشْرًا وَمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا لَمْ تُكْتَبْ شَيْئًا فَإِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ سَيِّئَةً وَاحِدَةً قَالَ فَنَزَلْتُ حَتَّى انْتَهَيْتُ إِلَى مُوسَى فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ ارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ قَدْ رَجَعْتُ إِلَى رَبِّي حَتَّى اسْتَحْيَيْتُ مِنْهُ.

اپنے پروردگار اور حضرت موسیٰ کے بیچ میں درمیان رہا یہاں تک کہ اللہ جل جلالہ نے فرمایا اے محمدؐ وہ پانچ نمازیں ہیں ہر دن اور ہر رات میں اور ہر ایک نماز میں دس نماز کا ثواب ہے تو وہی پچاس نمازیں ہوئیں (سبحان اللہ مالک کی کیسی عنایت اپنے غلاموں پر ہے کہ پڑھیں تو پانچ نمازیں اور ثواب ملے پچاس کا) اور جو کوئی شخص نیت کرے کام کرنے کی نیک پھر اس کو نہ کرے تو اس کو ایک نیکی کا ثواب ملے گا اور جو کرے تو دس نیکیوں کا اور جو شخص نیت کرے برائی کی پھر اس کو نہ کرے تو کچھ نہ لکھا جائے گا اور اگر کر بیٹھے تو ایک ہی برائی لکھی جائیگی آپ نے فرمایا پھر میں اترا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا۔ انھوں نے کہا پھر جاؤ اپنے پروردگار کے پاس اور تخفیف چاہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنے پروردگار کے پاس پھر پھر کر گیا یہاں تک کہ میں شرما گیا اُس سے۔

فائدہ۔ براق بضم یا اُس جانور کا نام ہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج کی رات کو سوار ہوئے تھے زبیدی اور صاحب تحریر نے کہا کہ براق وہ جانور ہے جس پر تمام پیغمبروں نے سواری کی ہے اور پیغمبروں کا سواری کرنا اس پر دلیل چاہتا ہے ابن درید نے کہا براق برق سے نکلا ہے برق کہتے ہیں بجلی کو اس جانور کا نام براق ہوا اس لئے کہ اُس کی چال بجلی کی طرح تیز تھی اور بعضوں نے کہا۔ اس لئے کہ وہ بجلی کی طرح صاف اور ستھرا اور چمکدار تھا اور بعضوں نے کہا اس لئے کہ وہ سفید تھا۔ قاضی عیاض نے کہا احتمال ہے کہ اس جانور میں دو رنگ ہوں کیونکہ برقا۔ اُس بکری کو کہتے ہیں جس کی سفیدی میں سیاہ دھاریاں ہوں اور حدیث میں خود موجود ہے کہ وہ جانور سفید رنگ کا تھا تو برقا بھی سفید رنگ میں داخل ہے (نووی) مَقدِس یا مُقَدَّس دونوں صحیح ہیں اور مشہور معنی اس کے یہ ہیں پاکی کا گھر کیونکہ وہاں انسان گناہوں سے پاک ہوتا ہے یا وہ مکان خود پاک ہے بتوں کی نجاست سے۔.. نووی نے کہا اس سولیت میں اختصار ہے اور مراد یہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو اختیار دیا کہ ان دونوں برتنوں میں سے جس کو چاہیں اختیار کریں آپ نے دودھ پسند کیا جیسے دوسری روایت میں

ابوہریرہ رضؓ کی صاف موجود ہے کہ آپ کو الہام ہوا دودھ کے اختیار کرنے کا اور فطرت سے مراد اسلام اور استقامت ہے اور مطلب یہ ہے کہ تم نے اسلام کی علامت کو اور اس پر استقامت کو اختیار کیا اور دودھ اسلام کی علامت اس وجہ سے ہوا کہ وہ پاکیزہ خوشگوار نیک انجام ہے اور شراب تو سب ناپاکیوں کی جڑ ہے اور حال اور مآل دونوں میں برائیاں پیدا کرنے والی ہے انتہی۔ مترجم کہتا ہے کہ ممکن ہے کہ فطرت سے مراد یہاں لغوی معنی فطرت کا ہو یعنی پیدائش اور آفرینش اور مقصود یہ ہے کہ دودھ فطری غذا ہے انسان کی جب آدمی پیدا ہوتا ہے تو اس کی پرورش بغیر دودھ کے مشکل ہے اور دودھ وہ غذا ہے جو نہایت مقوی سریع الہضم اعضاء کو بڑھانے والا جسم کو پرورش کرنے والا۔ اور اس میں غذائیت اور مائیت دونوں موجود ہیں اور وہ فطری یعنی پیدائشی ہے خداوند کریم نے اس کو بنایا انسان کی صنعت کو اس میں دخل نہیں برخلاف شراب کے کہ نہ اس میں غذائیت ہے جو انسان کے جسم کی پرورش کے لئے کافی ہو۔ نہ وہ فطری ہے بلکہ انسان کی ترکیب اور صنعت سے تیار ہوتا ہے اور جس قدر منفعت اس سے حاصل ہوتی ہے اس سے زیادہ ضرر اور نقصان پیدا ہوتا ہے.... نووی نے کہا یہاں سے کئی باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ جب مکان والا اندر سے پوچھے کون ہے تو اس کے جواب میں اپنا نام بیان کرے نہ یہ کہ "میں" کہے کیونکہ اس کی ممانعت آئی ہے اور میں کہنا بے فائدہ ہے دوسرے یہ کہ آسمان میں دروازے ہیں تیسرے یہ کہ دروازوں پر محافظ اور چوکیدار ہیں۔ .... مرحبا وہ لفظ ہے جس کو عرب کے لوگ مہمان کے آنے کے وقت بولتے ہیں یعنے تم اچھی فراخ اور کشادہ جگہ میں آئے اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص ملاقات کو آئے اس کی خاطر داری کرنا اور کشادہ پیشانی سے ملنا اور اس کی تعریف کرنا بشرطیکہ وہ مغرور نہ ہو درست ہے اور یہ طریقہ ہے انبیاء کا.... بیت المعمور ایک گھر ہے کعبے کی طرف آسمانوں کے اوپر اس کو معمور اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ آباد رہتا ہے ہر روز نئے ستر ہزار فرشتے وہاں عبادت کے لئے آتے ہیں جو پھر کبھی نہیں آتے اس سے معلوم کرنا چاہئے کہ فرشتے کتنے بے حساب ہیں۔ سدرۃ المنتہیٰ ایک درخت ہے بیر کا ساتوں آسمانوں کے اوپر وہ حد ہے فرشتوں کے جانے کی یا حد ہے ان کے علم کی اس سے آگے کا علم سوا خدا تعالیٰ کے کسی کو نہیں ہے ابن عباس رضؓ نے کہا اس کا نام سدرۃ المنتہیٰ اس لئے ہوا کہ ملائکہ کا علم وہاں تک ختم ہو گیا اور اس سے آگے کوئی نہیں بڑھا سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور عبداللہ بن مسعود سے منقول ہے کہ اس کو منتہیٰ اس لئے کہتے ہیں کہ جو اوپر سے اترتا ہے وہ وہاں آکر ٹھہر جاتا ہے اور جو نیچے سے چڑھتا ہے وہ بھی وہاں رک جاتا ہے یعنی خدا کا حکم.. یعنے جب اللہ جل جلالہ کی خاص تجلی اس درخت پر ہوئی تو اس کا رنگ روپ ہی بدل گیا اور حسن و جمال اس کا بے نظیر ہو گیا جس کی تعریف بیان نہیں ہو سکتی سچ ہے مخلوق کی کیا مجال جو اپنے خالق ذوالجلال کی تعریف کر سکے.... اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ عقیدہ سلف امت کا کہ خدا تعالیٰ اپنے عرش پر آسمانوں کے اوپر ہے ورنہ لوٹ جانے کے

کیا معنے ہوں گے ..... نووی نے اس مقام پر یہ تاویل کی ہے کہ میں لوٹ گیا اس مقام پر جہاں میں نے خداوند کریم سے باتیں کی تھیں اور پھر عرض کیا دوبارہ اور نقل کیا اس کو مولانا ابوالطیب نے السراج الوہاج میں اور نہیں رد کیا اس تاویل کو حالانکہ یہ تاویل مردود ہے اور نووی نے متاخرین متکلمین کی تقلید کر کے یہ تاویل کی جو خداوند کریم کو جہت اور مکان سے منزہ خیال کرتے ہیں اور علماء حدیث اور سلف صالحین کے مذہب پر اس حدیث میں کوئی تاویل کی ضرورت نہیں اس لئے کہ ان کے نزدیک خدا کا مکان عرش ہے اور وہ جہت فوق میں ہے پس مطلب حدیث کا صاف ہے کہ میں خداوند کریم کے پاس پھر گیا اور جن لوگوں نے یہ خیال کیا ہے۔ معاذ اللہ خدا کی ذات ہر جگہ ہے اور عرش سے ذات کو کوئی خصوصیت نہیں ان کے طریقہ پر معراج کی کوئی فضیلت نہیں نکلتی ہے اور نہ اتنی تکلیف کی کوئی ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ رات کے وقت ساتوں آسمانوں کا سفر آپ کو درپیش ہو کیونکہ ان کے نزدیک تو خدا زمین پر بھی ذات سے موجود ہے پھر ساتوں آسمانوں کے اوپر بلانے سے کیا مقصود تھا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ یہ کم بخت عقیدہ جہم بن صفوان سے پھیلا جس نے ہزاروں مسلمانوں کو گمراہ کیا اور اب تک یہ گمراہی اس کی قائم ہے اور نجات دی۔ اللہ جل جلالہٗ نے اس شیطان کے شر سے علماء حدیث اور سلف صالحین کو اور جنھوں نے ان کی راہ اختیار کی اللہ تعالیٰ ہم سلف کی پیروی نصیب کرے اور ہمارا حشر انھیں کے ساتھ کرے آمین یا رب العالمین۔ اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ جل جلالہٗ سے بلا واسطہ کلام کیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو جواب دیا اب وہ لوگ جو کہتے ہیں معاذ اللہ خدا بات نہیں کرتا نہ اس کی بات میں آواز اور حروف ہیں وہ گویا حدیثوں اور آیتوں کا رد کرتے ہیں جن سے صاف اللہ تعالیٰ کا بات کرنا اور اس میں آواز ہونا ثابت ہے۔ یعنی بار بار عرض کرنے سے اور تخفیف چاہنے سے اب مجھ کو شرم آگئی اب نہیں جا سکتا گو آپ کو یہ خیال ہو کہ میری امت ان پانچ نمازوں کو بھی ہر روز ادا نہ کر سکے گی پر جو منظور الٰہی تھا وہ ہوا۔ یہ جو بار بار تخفیف ہوئی تو علماء نے اختلاف کیا ہے اس میں کہ آیا پہلے پچاس نمازوں کا جو حکم ہوا تھا وہ وجوبی تھا یا غیر وجوبی خطابی نے کہا کہ وہ حکم غیر وجوبی تھا ورنہ تخفیف کیسے ہوتی اور صحیح یہ ہے کہ وہ حکم وجوبی تھا کیونکہ اگر غیر وجوبی ہوتا تو تخفیف چاہنے کی ضرورت نہ پڑتی اب یہ تخفیف نسخ ہے قبل عمل کے اور وہ جائز ہے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اُتِيْتُ فَانْطَلَقُوْا بِيْ اِلٰى زَمْزَمَ قَالَ فَشُرِحَ عَنْ صَدْرِيْ ثُمَّ غُسِلَ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ اُنْزِلْتُ۔

ترجمہ: انس بن مالک سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا میرے پاس فرشتے آئے۔ اور مجھے لے گئے زمزم کے پاس پھر چیرا گیا سینہ میرا اور دھویا گیا زمزم کے پانی سے پھر چھوڑ دیا گیا میں اپنی جگہ پر۔

فائدہ: یعنی اسی جگہ جہاں سے لے گئے تھے، یہ معنے اس صورت میں ہے۔ جب حدیث میں انزلت بضم تا صیغہ واحد متکلم مجہول ہو اور جو بسکون تا ہو صیغہ واحد مونث مجہول تو اس صورت میں اس کا مفعول مالم یسم فاعلہ محذوف ہوگا اور وہ مذکور ہے برقانی کی روایت میں اس طرح ثم انزلت علی طست من ذہب مملوءۃ حکمۃ یعنے پھر اتارا گیا مجھ پر ایک طشت سونے کا جس میں حکمت بھری ہوئی تھی۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ اَتَاہُ جِبْرَئِيْلُ وَھُوَ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ فَاَخَذَہٗ فَصَرَعَہٗ فَشَقَّ عَنْ قَلْبِہٖ فَاسْتَخْرَجَ الْقَلْبَ فَاسْتَخْرَجَ مِنْہُ عَلَقَۃً فَقَالَ ھٰذَا حَظُّ الشَّيْطَانِ مِنْكَ ثُمَّ غَسَلَہٗ فِيْ طَسْتٍ مِّنْ ذَھَبٍ بِمَآءِ زَمْزَمَ ثُمَّ لَاَمَہٗ ثُمَّ اَعَادَہٗ فِيْ مَكَانِہٖ وَجَاءَ الْغِلْمَانُ يَسْعَوْنَ اِلٰی اُمِّہٖ يَعْنِيْ ظِئْرَہٗ فَقَالُوْٓا اِنَّ مُحَمَّدًا ..... قُتِلَ فَاسْتَقْبَلُوْہُ وَھُوَ مُنْتَقِعُ اللَّوْنِ قَالَ اَنَسٌ وَقَدْ كُنْتُ اَرٰی اَثَرَ ذٰلِكَ الْمِخْيَطِ فِيْ صَدْرِہٖ۔

ترجمہ:- انس بن مالک سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور آپ لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے انھوں نے آپ کو پکڑا اور پچھاڑا اور دل کو چیر کر نکالا پھر اس میں سے ایک پھٹکی جدا کر ڈالی اور کہا کہ اتنا حصہ شیطان کا تھا تم میں پھر اس دل کو دھویا سونے کے طشت میں زم زم کے پانی سے (اس سے یہ نہیں نکلتا کہ ہم کو سونے کے برتن کا استعمال درست ہے کیونکہ یہ فرشتوں کا فعل تھا اور ممکن ہے کہ ان کی شریعت ہماری شریعت کے مغائر ہو دوسرے یہ کہ اس وقت تک سونے کا استعمال حرام نہیں ہوا تھا) پھر جوڑا اس کو اور اپنی جگہ میں رکھا اور لڑکے دوڑے ہوئے آپکی ماں کے پاس آئے یعنی آنحضرت کی انا کے پاس اور کہا کہ محمد مار ڈالے گئے یہ سن کر لوگ دوڑے دیکھا تو (آپ صحیح اور سالم ہیں اور) آپکا رنگ بدل گیا ہے (ڈر اور خوف سے) انس رض نے کہا میں اس سلائی کا (جو حضرت جبرئیل نے کی تھی) آپ کے سینہ پر نشان دیکھتا تھا۔

عَنْ شَرِيْكِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِيْ نَمِرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُنَا عَنْ لَيْلَۃِ اُسْرِيَ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مِنْ مَّسْجِدِ الْكَعْبَۃِ اَنَّہٗ جَآءَہٗ ثَلٰثَۃُ نَفَرٍ قَبْلَ اَنْ يُّوْحٰی اِلَيْہِ وَھُوَ نَآئِمٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ

ترجمہ:- شریک بن عبد اللہ سے روایت ہے، میں نے سنا انس بن مالک سے وہ بیان کرتے تھے اس رات کا جس میں معراج ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کعبہ کی مسجد سے آپ کے پاس تین فرشتے آئے وحی آنے سے پہلے اور مسجد میں سو رہے تھے پھر بیان کیا حدیث کو اسی طرح جیسے ثابت نے روایت کیا انس

بِقِصَّتِهٖ نَحْوَ حَدِيثِ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ وَقَدَّمَ فِيهِ شَيْئًا وَأَخَّرَ وَزَادَ وَنَقَصَ۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ أَبُو ذَرٍّ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ فُرِجَ سَقْفُ بَيْتِي وَأَنَا بِمَكَّةَ فَنَزَلَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَفَرَجَ صَدْرِي ثُمَّ غَسَلَهُ مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مُمْتَلِئٍ حِكْمَةً وَإِيمَانًا فَأَفْرَغَهَا فِي صَدْرِي ثُمَّ أَطْبَقَهُ ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِي فَعَرَجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ فَلَمَّا جِئْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا قَالَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِخَازِنِ السَّمَاءِ الدُّنْيَا افْتَحْ قَالَ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا جِبْرِيلُ قِيلَ هَلْ مَعَكَ أَحَدٌ قَالَ نَعَمْ مَعِيَ مُحَمَّدٌ قَالَ فَأُرْسِلَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ فَافْتَحْ فَفَتَحَ قَالَ فَلَمَّا عَلَوْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا فَإِذَا رَجُلٌ عَنْ يَمِينِهٖ أَسْوِدَةٌ وَعَنْ يَسَارِهٖ أَسْوِدَةٌ قَالَ فَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَمِينِهٖ ضَحِكَ وَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهٖ بَكَى قَالَ فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْاِبْنِ الصَّالِحِ قَالَ قُلْتُ يَا جِبْرِيلُ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا آدَمُ وَهٰذِهِ الْأَسْوِدَةُ عَنْ يَمِينِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ نَسَمُ بَنِيهِ فَأَهْلُ الْيَمِينِ أَهْلُ الْجَنَّةِ وَالْأَسْوِدَةُ الَّتِي عَنْ شِمَالِهٖ أَهْلُ النَّارِ فَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَمِينِهٖ ضَحِكَ وَ

سے لیکن آگے بیان کیا بعضی باتوں کو اور پیچھے بیان کیا بعضی باتوں کو اور زیادہ کیا اور کم کیا۔

ترجمہ :- انس بن مالک سے روایت ہے کہ ابوذر غفاری رضی حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا توڑا گیا چھت میرے مکان کا اور میں مکے میں تھا اور جبرئیل علیہ السلام اترے انھوں نے میرا سینہ چیرا پھر اس کو دھویا زم زم کے پانی سے پھر ایک طشت لائے سونے کا جس میں حکمت اور ایمان بھرا ہوا تھا اور انڈیل دیا اس کو میرے سینہ میں بعد اس کے ملا دیا سینے کو اور میرا ہاتھ پکڑا اور آسمان پر پہنچے تو جبرئیل علیہ السلام نے وہاں کے کلید بردار سے کہا کھول اس نے پوچھا کون ہے جبرئیل نے کہا جبرئیل پوچھا اور بھی کوئی تیرے ساتھ ہے جبرئیل نے کہا ہاں محمد ہیں۔ پوچھا کیا وہ بلائے گئے ہیں کہا ہاں۔ تب اس نے دروازہ کھولا جب ہم آسمان کے اوپر گئے تو ایک شخص کو دیکھا جس کی داہنی طرف بھی جھنڈ تھی (روحوں کی) اور بائیں طرف بھی جھنڈ تھی وہ جب داہنی طرف دیکھتے تو ہنستے اور جب بائیں طرف دیکھتے تو روتے اس نے مجھے دیکھ کر کہا مرحبا اے نیک بخت نبی اور نیک بخت بیٹے۔ میں نے جبرئیل سے پوچھا یہ کون ہے؟ انھوں نے کہا یہ آدم علیہ السلام ہے اور یہ جو لوگوں کے جھنڈ ان کے داہنے اور بائیں ہیں یہ ان کی اولاد ہے۔ تو داہنی طرف وہ لوگ ہیں جو جنت میں جائیں گے اور بائیں طرف وہ لوگ ہیں جو جہنم میں جائیں گے اس لئے جب وہ داہنی طرف دیکھتے ہیں تو (خوشی کے مارے) ہنس دیتے ہیں اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں تو (رنج کے مارے) رو دیتے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا۔ جبرئیل علیہ السلام مجھ کو لے کر چڑھے یہاں تک کہ دوسرے آسمان پر پہنچے اور اس کے چوکیدار سے کہا دروازہ کھول

إِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهِ بَكَى قَالَ ثُمَّ
عَرَجَ بِي جِبْرِيلُ حَتَّى أَتَى السَّمَاءَ
الثَّانِيَةَ فَقَالَ لِخَازِنِهَا افْتَحْ قَالَ فَقَالَ
لَهُ خَازِنُهَا مِثْلَ مَا قَالَ خَازِنُ السَّمَاءِ
الدُّنْيَا فَفَتَحَ قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ فَذَكَرَ
أَنَّهُ وَجَدَ فِي السَّمٰوٰتِ آدَمَ وَإِدْرِيسَ
وَعِيسٰى وَمُوسٰى وَإِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِمُ
الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَلَمْ يُثْبِتْ كَيْفَ
مَنَازِلُهُمْ غَيْرَ أَنَّهُ ذَكَرَ أَنَّهُ قَدْ وَجَدَ
آدَمَ فِي السَّمَاءِ الدُّنْيَا وَإِبْرَاهِيمَ فِي
السَّمَاءِ السَّادِسَةِ قَالَ فَلَمَّا مَرَّ جِبْرِيلُ
وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ بِإِدْرِيسَ قَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ
الصَّالِحِ وَالْأَخِ الصَّالِحِ قَالَ ثُمَّ مَرَّ
فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا إِدْرِيسُ
قَالَ ثُمَّ مَرَرْتُ بِمُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ
فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْأَخِ
الصَّالِحِ قَالَ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا
مُوسٰى قَالَ ثُمَّ مَرَرْتُ بِعِيسٰى فَقَالَ
مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْأَخِ الصَّالِحِ
قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا عِيسٰى بْنُ مَرْيَمَ
قَالَ ثُمَّ مَرَرْتُ بِإِبْرَاهِيمَ فَقَالَ مَرْحَبًا
بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالِابْنِ الصَّالِحِ قَالَ
قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا إِبْرَاهِيمُ
عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي
ابْنُ حَزْمٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَأَبَا حَبَّةَ
الْأَنْصَارِيَّ كَانَا يَقُولَانِ قَالَ رَسُولُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ
عُرِجَ بِي حَتّٰى ظَهَرْتُ لِمُسْتَوًى أَسْمَعُ

اُس نے بھی ایسا ہی کہا جیسے پہلے آسمان
کے چوکیدار نے کہا تھا پھر دروازہ کھولا انس
بن مالکؓ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
آلہٖ وسلم نے آسمانوں پر حضرت آدم اور
ادریس اور عیسیٰ اور موسیٰ اور ابراہیم علیہم
السلام سے ملاقات کی اور یہ بیان نہیں کیا
کہ اُن میں سے ہر ایک کو کسنے آسمان پر ملا پر
اتنا کہا کہ آدمؑ سے پہلے آسمان پر ملاقات
ہوئی جب جبرائیل اور آپ حضرت ادریس کے
پاس سے گزرے تو انھوں نے کہا مرحبا اے نبی صالح
اور بھائی صالح آپ نے پوچھا یہ کون ہیں جبریلؑ
نے کہا یہ ادریس علیہ السلام ہیں پھر میں حضرت
ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر سے گزرا انھوں
نے کہا مرحبا اے نبی صالح اور بھائی صالح
میں نے پوچھا یہ کون ہیں انھوں نے کہا یہ
موسیٰ علیہ السلام ہیں پھر میں حضرت عیسیٰؑ پر
سے گزرا انھوں نے کہا مرحبا اے نبی صالح
اور بھائی صالح میں نے پوچھا یہ کون ہیں انھوں نے
کہا یہ عیسیٰؑ ہیں مریمؑ کے بیٹے پھر میں .....
حضرت ابراہیمؑ پر سے گزرا انھوں نے کہا
مرحبا اے نبی صالح اور بیٹے صالح میں نے
پوچھا یہ کون ہیں انھوں نے کہا یہ حضرت
ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ ابن شہاب نے کہا
مجھ سے ابن حزم نے بیان کیا کہ ابن عباسؓ
اور ابو حبہ انصاری (عامر یا مالک یا ثابت)
دونوں کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا پھر میں چڑھایا
گیا ایک ہموار بلند مقام پر وہاں میں سنتا
تھا قلموں کی آواز۔ ابن حزم نے کہا

فِيهِ صَرِيفَ الْأَقْلَامِ قَالَ ابْنُ حَزْمٍ وَأَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَفَرَضَ اللّٰهُ عَلَى أُمَّتِي خَمْسِينَ صَلٰوةً قَالَ فَرَجَعْتُ بِذٰلِكَ حَتّٰى أَمُرَّ بِمُوسٰى فَقَالَ مُوسٰى مَاذَا فَرَضَ رَبُّكَ عَلٰى أُمَّتِكَ قَالَ قُلْتُ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسِينَ صَلٰوةً قَالَ لِي مُوسٰى فَرَاجِعْ رَبَّكَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ ذٰلِكَ قَالَ فَرَاجَعْتُ رَبِّي فَوَضَعَ شَطْرَهَا قَالَ فَرَجَعْتُ إِلٰى مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَخْبَرْتُهُ قَالَ رَاجِعْ رَبَّكَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ ذٰلِكَ قَالَ فَرَاجَعْتُ رَبِّي فَقَالَ هِيَ خَمْسٌ وَهِيَ خَمْسُونَ لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ قَالَ فَرَجَعْتُ إِلٰى مُوسٰى فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّكَ فَقُلْتُ قَدِ اسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَبِّي قَالَ ثُمَّ انْطَلَقَ بِي جِبْرِيلُ حَتّٰى نَأْتِيَ سِدْرَةَ الْمُنْتَهٰى فَغَشِيَهَا أَلْوَانٌ لَا أَدْرِي مَا هِيَ قَالَ ثُمَّ أُدْخِلْتُ الْجَنَّةَ فَإِذَا فِيهَا جَنَابِذُ اللُّؤْلُؤِ وَإِذَا تُرَابُهَا الْمِسْكُ :

اور انسؓ بن مالک نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کیں میں لوٹ کر آیا جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا تو انھوں نے پوچھا اللہ نے کیا فرض کیا تمہاری امت پر۔ میں نے کہا پچاس نمازیں اُن پر فرض کیں موسیٰؑ نے کہا تم پھر لوٹ جاؤ اپنے رب کے پاس کیوں کہ تمہاری امت میں اس قدر طاقت نہیں میں لوٹ کر گیا اپنے پروردگار کے پاس اس نے ایک حصّہ معاف کردیا۔ پھر میں لوٹ کر حضرت موسیٰ کے پاس آیا اور اُن سے بیان کیا۔ انھوں نے کہا۔ لوٹ جاؤ اپنے پروردگار کے پاس کیونکہ تمہاری امت کو اتنی طاقت نہیں میں پھر لوٹ گیا اپنے پروردگار کے پاس اُس نے فرمایا پانچ نمازیں ہیں اور وہ پچاس کے برابر ہیں میرے یہاں بات نہیں بدلتی آپ نے فرمایا میں پھر لوٹ کر آیا۔ موسیٰ علیہ السلام کے پاس انھوں نے کہا پھر جاؤ اپنے پروردگار کے پاس میں نے کہا مجھے شرم آئی اپنے پروردگار سے (بار بار عرض کرنے سے) پھر جبریلؑ مجھ کو لے کر چلے سدرہ المنتہے کے پاس اُس پر ایسے رنگ چڑھ گئے جن کو میں نہیں سمجھتا وہ کیا تھے پھر مجھے جنت میں لے گئے وہاں موتیوں کے گنبد تھے اور مٹی اُس کی مشک تھی۔

فائدہ: یہ سینہ چیرنا اور دل کو دھونا اور صاف کرنا کچھ خلاف قیاس نہیں نہ محال ہے خداوند کریم کی قدرت سے یہ امر بالکل بعید معلوم نہیں ہوتا بلکہ زمانہ حال میں خود انسان نے جراحی میں ایسی ترقی کی ہے کہ اگلے زمانے میں لوگ اس کو خلاف قیاس سمجھتے اور طشت میں ایمان اور حکمت بھرنے کے یہ معنی ہیں کہ اُس طشت میں کوئی ایسی چیز بھری تھی جس کے دل میں ڈالنے سے دل روشن ہو گیا۔ اور بھر گیا اور ایمان او حکمت سے یہ تاویل نووی نے کی ہے اور میرے نزدیک اس تاویل کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ طشت بھی جنت کا تھا اور جنت کے طشت میں ایمان اور حکمت کا بھر جانا بعید نہیں اس لیے کہ

جنت عالم آخرت میں سے ہے اور عالم آخرت کے احکام اور ہیں وہاں بہت سی چیزیں جن کو ہم یہاں جسمانی اور موجود بالذات خیال نہیں کر سکتے جسمانی اور موجود بالذات ہوں گے۔ اسی قبیل سے ہے اعمال کا تولا جانا موت کا ذبح کیا جانا قرآن کی سورتوں کا شفاعت کرنا واللہ اعلم۔ قاضی ایاز نے کہا اس مقام پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ کافروں کی روحیں تو سجّین میں رہتی ہیں جو ساتویں زمین میں ہے یا اس کے نیچے ہے یا قید میں رہتی ہیں اور مومنوں کی روحیں جنت میں آرام پاتی ہیں پھر یہ روحیں آدم علیہ السلام کے پاس کیونکر جمع تھیں اور اس کا جواب یہ ہے کہ شاید حضرت آدم علیہ السلام کے پاس ان روحوں کے پیش ہونے کا ایک وقت ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتفاق سے اسی وقت وہاں پہنچے تو اُن روحوں کو دیکھا اور یہ بھی احتمال ہے کہ کافر ارواح کا جہنم میں اور مومن ارواح کا جنت میں رہنا ہمیشہ نہ ہو بلکہ خاص ایک وقت میں ہوتا ہو۔ جیسے قرآن میں ہے کہ صبح اور شام جہنم کے سامنے وہ کئے جائیں گے اور حدیث میں ہے مومن کے سامنے اس کا ٹھکانا جنت میں پیش کیا جائے گا اور اس سے کہا جائیگا کہ تیرا یہ ٹھکانا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ پہنچائے تجھ کو اس جگہ اور یہ بھی احتمال ہے کہ جنت حضرت آدم علیہ السلام کی داہنی طرف ہو اور جہنم بائیں طرف واللہ تعالیٰ اعلم۔۔۔ نووی نے کہا اس روایت میں جو ابراہیم علیہ السلام کی ملاقات چھٹے آسمان پر مذکور ہے تو اگر معراج دوبارہ ہوا ہو اس صورت میں کوئی اشکال نہیں اس لئے کہ ایک بار چھٹے آسمان پر ملے ہوں اور دوسری بار ساتویں آسمان پر اور جو ایک ہی بار ہوا ہو تو شاید ابراہیم علیہ السلام چھٹے آسمان پر مل کر پھر ساتویں پر بھی آپ کے ساتھ چلے گئے ہوں واللہ اعلم۔۔۔ جو فرشتوں کے قلم لکھنے سے نکلتی تھی اور یہ لکھنا فرشتوں کا یا تو اللہ کے احکام اور وحی کو تھا یا وہ لوح محفوظ سے نقل کرتے تھے قاضی عیاض نے کہا یہ دلیل ہے اہل سنت کے مذہب کی کہ وحی اور مقادیر سب اللہ تعالیٰ کی کتاب لوح محفوظ میں لکھے ہیں اور لکھے جاتے ہیں قلموں سے اور وہی جانتا ہے اُس کی کیفیت کو جو آیات اور احادیث صحیحہ میں وارد ہے وہ اپنے ظاہر پر محمول ہے پر اس کی کیفیت اور صورت اور جنس کو خدا ہی خوب جانتا ہے یا وہ شخص جانتا ہے جس کو خدا بتلا دے اپنے فرشتوں اور پیغمبروں میں سے اور جو لوگ اس قسم کی آیتوں یا حدیثوں کی تاویل کرتے ہیں اور ظاہر سے اُن کو پھیرتے ہیں وہ ضعیف النظر ہیں۔ اور ضعیف الایمان اس لئے کہ جب شریعت مقدسہ میں یہ امور وارد ہیں اور عقلاً محال نہیں ہیں تو ان میں تاویل کی کیا ضرورت ہے اور اللہ تعالیٰ کرتا ہے جو چاہتا ہے اور حکم کرتا ہے جیسے چاہتا ہے اور یہ لکھنا ایک حکمت الٰہی ہے جس سے وہ غیب کی باتیں اپنے بندوں کو بتانا چاہتا ہے ورنہ وہ خود بے پروا ہے کتابوں سے اور اُن کو یاد رکھنے کے لئے لکھنے کی ضرورت نہیں۔ قاضی نے کہا ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا اس مقام تک جانا اور سارے پیغمبروں کے مقاموں سے آگے بڑھ جانا دلیل ہے ہمارے پیغمبر کی فضیلت کی اور پیغمبروں پر اور بزار نے ایک روایت حضرت علیؓ سے معراج میں

کی ہے اس میں یہ ہے کہ جبریل علیہ السلام آپ کے ساتھ چلے یہاں تک کہ پردے کے پاس پہونچے وہاں سے ایک فرشتہ نکلا جبریلؑ نے کہا قسم اس کی جس نے تجھے سچا پیغمبر کر کے بھیجا ہے میں جب سے پیدا ہوا میں نے اس فرشتے کو نہیں دیکھا۔ حالانکہ میں سب مخلوقات میں خدا سے زیادہ نزدیک ہوں۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ پھر جبریلؑ مجھ سے جدا ہو گئے اور آوازیں سب موقوف ہو گئیں تمام ہوا کلام قاضی عیاض کا... حدیث میں شطر کا لفظ وارد ہے جس کے معنے نصف کے ہیں یعنے پچیس نمازیں معاف کر دیں اس صورت میں یہ مخالف نہ ہوگا۔ پہلی روایت کے جن میں پانچ پانچ نمازوں کا معاف ہونا مذکور ہے کیونکہ شطر کے معاف ہونے سے یہ غرض نہیں کہ ایک ہی بار میں شطر معاف ہو گیا۔ بلکہ کئی بار میں معاف ہوا اور قاضی عیاض نے کہا کہ شطر سے ایک حصہ مراد ہے یعنی پانچ نمازیں اور نصف مراد نہیں ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے پر اس کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ حدیث مختصر ہے اس میں کئی بار لوٹنے کو بیان نہیں کیا واللہ اعلم۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ لَعَلَّهُ قَالَ عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ رَجُلٌ مِنْ قَوْمِهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بَيْنَا اَنَا عِنْدَ الْبَيْتِ بَيْنَ النَّائِمِ وَالْيَقْظَانِ اِذْ سَمِعْتُ قَائِلًا يَقُوْلُ اَحَدُ الثَّلَاثَةِ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ فَاُتِيْتُ فَانْطُلِقَ بِيْ فَاُتِيْتُ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ فِيْهَا مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ فَشُرِحَ صَدْرِيْ اِلٰى كَذَا وَكَذَا قَالَ قَتَادَةُ فَقُلْتُ لِلَّذِيْ مَعِيَ مَا يَعْنِيْ قَالَ اِلٰى اَسْفَلِ بَطْنِهٖ فَاسْتُخْرِجَ قَلْبِيْ فَغُسِلَ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ اُعِيْدَ مَكَانَهٗ ثُمَّ حُشِيَ اِيْمَانًا وَ

ترجمہ :- انس بن مالک سے روایت ہے انھوں نے شاید سنا مالک بن صعصعہ سے جو ایک شخص تھے انکی قوم میں سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میں خانہ کعبہ کے پاس تھا۔ اور میری حالت خواب اور بیداری کے بیچ میں تھی اتنے میں میں نے سنا ایک شخص کو جو کہتا تھا کہ ہم دونوں میں سے تیسرے یہ ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر میرے پاس آئے اور مجھ کو لے گئے پھر میرے پاس ایک طشت لایا گیا سونے کا اس میں پانی تھا زم زم کا اور میرا سینہ چیرا گیا یہاں تک اور یہاں تک قتادہ نے کہا۔ جو راوی ہے اس حدیث کا میں نے اپنے ساتھی سے پوچھا اس سے مراد کیا ہے انھوں نے کہا یعنی چیرا گیا پیٹ کے نیچے تک اور دل نکالا گیا اس میں سے پھر دھویا گیا زم زم کے پانی سے پھر رکھا گیا۔ اپنی جگہ پر پھر بھر دیا گیا۔ ایمان اور حکمت سے پھر

ف :- قولہ احد الثلاثۃ الخ رجلین سے مراد جبریل اور میکائیل ہیں اور ثالث سے رسول اللہ مراد ہیں کوئی شخص یہ خیال نہ کرے کہ یہ حدیث اوپر والی حدیث سے معارض ہے کیونکہ اس حدیث میں قبل نزول وحی کا ذکر ہے اور اس میں بعد نزول وحی کا لیکن بغور دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ اس روایت میں شریک (ایک راوی ہے اس حدیث کا) نے دو جگہ غلطی کی ہے (۱) یہ کہ معراج بعد نزول وحی کے ہوا ہے اور اس نے قبل وحی کے ذکر کیا ہے (۲) یہ کہ حضرتؐ کے پاس دو آدمی (فرشتے) آئے تھے اور اس نے تین آدمی بیان کیے ہیں۱۲

حَلْقَةً ثُمَّ أُتِيتُ بِدَابَّةٍ أَبْيَضَ يُقَالُ لَهُ الْبُرَاقُ فَوْقَ الْحِمَارِ وَدُونَ الْبَغْلِ يَقَعُ خَطْوُهُ عِنْدَ أَقْصَى طَرْفِهِ فَحُمِلْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ انْطَلَقْنَا حَتَّى أَتَيْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقِيلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قِيلَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَفُتِحَ لَنَا وَقَالَ مَرْحَبًا وَلَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ قَالَ فَأَتَيْنَا عَلَى اٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِقِصَّتِهِ وَذَكَرَ أَنَّهُ لَقِيَ فِي السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ عِيسٰى وَيَحْيٰى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَفِي الثَّالِثَةِ يُوسُفَ وَفِي الرَّابِعَةِ إِدْرِيسَ وَفِي الْخَامِسَةِ هَارُونَ قَالَ ثُمَّ انْطَلَقْنَا حَتّٰى انْتَهَيْنَا إِلَى السَّمَاءِ السَّادِسَةِ فَأَتَيْتُ عَلٰى مُوسٰى فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ فَلَمَّا جَاوَزْتُهُ بَكٰى فَنُودِيَ مَا يُبْكِيكَ قَالَ يَا رَبِّ هٰذَا غُلَامٌ بَعَثْتَهُ بَعْدِي يَدْخُلُ مِنْ أُمَّتِهِ الْجَنَّةَ أَكْثَرُ مِمَّا يَدْخُلُ مِنْ أُمَّتِي قَالَ ثُمَّ انْطَلَقْنَا حَتّٰى انْتَهَيْنَا إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ فَأَتَيْتُ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ وَحَدَّثَ نَبِيُّ اللّٰهِ

ایک جانور کو لائے جس کا رنگ سفید تھا اس کو براق کہتے تھے گدھے سے اونچا اور خچر سے نیچا وہ اپنا قدم وہاں رکھتا تھا جہاں تک اس کی نگاہ پہنچتی تھی مجھ کو اس پر سوار کیا پھر ہم چلے یہاں تک کہ پہلے آسمان پر آئے جبریلؑ نے دروازہ کھلوایا فرشتوں نے پوچھا کون ہے کہا جبریل۔ کہا تمہارے ساتھ کون ہے کہا محمدؐ۔ کہا انہوں نے کیا بلوائے گئے ہیں وہ جبریل نے کہا ہاں پھر دروازہ کھلا اور فرشتوں نے کہا مرحبا مبارک ہو آپ کا تشریف لانا پھر ہم آئے آدم علیہ السلام کے پاس اور بیان کیا حدیث کا پورا قصہ اور ذکر کیا کہ آپ نے دوسرے آسمان پر ملاقات کی عیسیٰ علیہ السلام سے اور یحییٰ علیہ السلام سے اور تیسرے آسمان پر یوسف علیہ السلام سے اور چوتھے آسمان پر ادریس علیہ السلام سے اور پانچویں آسمان پر ہارون علیہ السلام پھر کہا کہ ہم چلے یہاں تک کہ چھٹے آسمان پر پہنچے۔ وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملے ان کو میں نے سلام کیا۔ انھوں نے کہا مرحبا نیک بھائی اور نیک نبی۔ جب میں آگے بڑھا تو وہ رونے لگے آواز آئی اے موسیٰ کیوں روتے ہو انھوں نے کہا اے پروردگار اس لڑکے کو تو نے میرے بعد پیغمبر کیا اور اس کی امت میں سے جنت میں زیادہ لوگ جائیں گے میری امت سے (تو حضرت موسیٰ کو رنج ہوا اپنی قوم پر حالانکہ اُن کی تعداد بہت تھی پر جتنی اُن میں کم تھے ہمارے پیغمبرؐ کی امت سے) پھر آپ نے فرمایا ہم چلے یہاں تک کہ ساتویں آسمان پر پہنچے وہاں

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ أَنَّهُ رَأَى أَرْبَعَةَ أَنْهَارٍ يَخْرُجُ مِنْ أَصْلِهَا نَهْرَانِ ظَاهِرَانِ وَنَهْرَانِ بَاطِنَانِ فَقُلْتُ يَا جِبْرِيلُ مَا هٰذِهِ الْأَنْهَارُ قَالَ أَمَّا النَّهْرَانِ الْبَاطِنَانِ فَنَهْرَانِ فِي الْجَنَّةِ وَأَمَّا الظَّاهِرَانِ فَالنِّيلُ وَالْفُرَاتُ ثُمَّ رُفِعَ لِيَ الْبَيْتُ الْمَعْمُورُ فَقُلْتُ يَا جِبْرِيلُ مَا هٰذَا قَالَ هٰذَا الْبَيْتُ الْمَعْمُورُ يَدْخُلُهُ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ إِذَا خَرَجُوا مِنْهُ لَمْ يَعُودُوا فِيهِ آخِرَ مَا عَلَيْهِمْ ثُمَّ أُتِيتُ بِإِنَائَيْنِ أَحَدُهُمَا خَمْرٌ وَالْآخَرُ لَبَنٌ فَعُرِضَا عَلَيَّ فَاخْتَرْتُ اللَّبَنَ فَقِيلَ لِي أَصَبْتَ أَصَابَ اللّٰهُ بِكَ أُمَّتُكَ عَلَى الْفِطْرَةِ ثُمَّ فُرِضَتْ عَلَيَّ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسُونَ صَلٰوةً ثُمَّ ذَكَرَ قِصَّتَهَا إِلَى آخِرِ الْحَدِيثِ :-

میں نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا اور بیان کیا اس حدیث میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے چار نہریں دیکھیں جو سدرۃ کی جڑھ سے نکلتی تھیں دو نہریں کھلی تھیں اور دو نہریں ڈھپنی تھیں میں نے کہا اے جبریل یہ نہریں کیسی ہیں۔ انھوں نے کہا۔ ڈھپنی ہوئی دو نہریں تو جنت میں گئیں ہیں۔ اور کھلی ہوئیں نیل و فرات ہیں۔ پھر اٹھایا گیا میرے لئے بیت المعمور میں نے کہا اے جبریل یہ کیا ہے۔ انھوں نے کہا یہ بیت المعمور ہے۔ اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے جاتے ہیں جو پھر کبھی اُس میں نہیں آتے بس یہی اُن کا اخیر آنا ہے پھر میرے پاس دو برتن لائے گئے ایک میں شراب تھا اور ایک میں دودھ دونوں میرے سامنے کئے گئے۔ میں نے دودھ کو پسند کیا آواز آئی ٹھیک کیا تم نے خدا تمہیں ٹھیک راستے پر لایا اور تمہاری اُمت بھی تمہارے راستے پر چلے گی پھر میرے اوپر پچاس نمازیں فرض ہوئیں ہر روز پھر بیان کیا سارا قصہ اخیر تک

فائدہ - نیل ایک دریا ہے ملک افریقہ میں جس کا طول تین ہزار میل کے قریب ہے اور قاہرہ پائے تخت مصر اسی دریا کے کنارے واقعہ ہے ملک مصر کی شادابی اور سر سبزی اسی دریا سے ہے جب یہ دریا اُبلتا ہے اور پانی اُس کا چڑھتا ہے تو تمام ملک سیراب ہو جاتا ہے اور فرات وہ دریا ہے جو عراق عرب میں واقعہ ہے شہر کوفہ جو اب بالکل اجاڑ ہے اسی دریا کے کنارے واقعہ تھا اور واقعہ کربلا اسی دریا کے کنارے واقع ہوا تھا پانی اس کا نہایت شیریں اور صاف اور ہاضم ہے قاضی عیاض نے کہا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سدرۃ المنتہے کی جڑھ زمین میں ہے کیونکہ نیل اور فرات اُسکی جڑ سے نکلے ہیں نووی نے کہا یہ کچھ ضروری نہیں اس لئے کہ احتمال ہے کہ سدرۃ المنتہے کی جڑ سے یہ دونوں دریا نکلے ہوں۔ پھر چلے گئے ہوں جہاں تک اللہ نے چاہا اور زمین پر نمودار ہوئے ہوں اور یہ امر نہ خلاف شرع ہے نہ خلاف عقل ہے اور ظاہر حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے تو اسی کی طرف جانا چاہیئے۔

عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ
اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ فَذَكَرَ نَحْوَہٗ وَ
زَادَ فِیْہِ فَاُتِیْتُ بِطَسْتٍ مِّنْ
ذَھَبٍ مُّمْتَلِئٍ حِكْمَةً
وَّاِیْمَانًا فَشُقَّ مِنَ النَّحْرِ اِلٰی
مَرَاقِّ الْبَطْنِ فَغُسِلَ بِمَاءِ زَمْزَمَ
ثُمَّ مُلِئَ حِكْمَةً وَّاِیْمَانًا۔

عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ
اَبَا الْعَالِیَةِ یَقُوْلُ حَدَّثَنِیْ
ابْنُ عَمِّ نَبِیِّكُمْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَعْنِیْ ابْنَ عَبَّاسٍ
قَالَ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حِیْنَ
اُسْرِیَ بِہٖ فَقَالَ مُوْسٰی اٰدَمُ
طُوَالٌ كَاَنَّہٗ مِنْ رِّجَالِ شَنُوْءَةَ
وَقَالَ عِیْسٰی ..... جَعْدٌ مَّرْبُوْعٌ
وَذَكَرَ مَالِكًا خَازِنَ جَهَنَّمَ وَذَكَرَ
الدَّجَّالَ۔

عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِی الْعَالِیَةِ
قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَمِّ نَبِیِّكُمْ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ
ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ
اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ
مَرَرْتُ لَیْلَةَ اُسْرِیَ بِیْ عَلٰی مُوْسٰی
بْنِ عِمْرَانَ رَجُلٌ اٰدَمُ طُوَالٌ
جَعْدٌ كَاَنَّہٗ مِنْ رِّجَالِ شَنُوْءَةَ
وَرَاَیْتُ عِیْسَی بْنَ مَرْیَمَ مَرْبُوْعَ
الْخَلْقِ اِلَی الْحُمْرَةِ وَالْبَیَاضِ

ترجمہ :۔ مالک بن صعصعہ رضؓ سے روایت
ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم
نے فرمایا وہی حدیث جو اوپر گذری اتنا
زیادہ ہے کہ میرے پاس ایک طشت
لایا گیا سونے کا جو بھرا ہوا تھا حکمت
اور ایمان سے پھر چیرا گیا سینے سے
لے کر پیٹ کے نیچے تک اور دھویا گیا زم
زم کے پانی سے اور بھر آگیا حکمت اور ایمان سے

ترجمہ :۔ قتادہ سے روایت ہے میں
نے ابو عالیہ سے سنا وہ کہتے تھے۔
مجھے حدیث بیان کی تمہارے پیغمبر
کے چچا زاد بھائی نے یعنی عبد اللہ بن
عباس رضؓ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ذکر کیا معراج کا تو فرمایا موسیٰ
علیہ السلام ایک لمبے آدمی تھے۔ گویا
شنوءہ (ایک قبیلہ ہے عرب میں) کے
آدمی اور عیسیٰ علیہ السلام گھونگر بال
والے میانہ قد اور بیان کیا مالک کا جو
داروغہ ہے جہنم کا اور ذکر کیا دجّال کا۔

ترجمہ :۔ قتادہ سے روایت ہے
اُس نے سنا ابو العالیہ سے انہوں نے
کہا حدیث بیان کی ہم سے تمہارے
نبی ؐ کے چچا کے بیٹے نے ابن عباس رضؓ
نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
آلہ وسلم نے فرمایا جس رات مجھے معراج
ہوا میں موسیٰ بن عمران ؑ پر گزرا۔ وہ ایک
لمبے آدمی تھے گھونگر بال والے
جیسے شنوءہ کے آدمی ہوتے ہیں اور
میں نے دیکھا عیسیٰ بن مریم ؑ کو

سَبِطَ الرَّأْسِ وَأُرِيَ مَالِكًا خَازِنَ النَّارِ وَالدَّجَّالَ فِي آيَاتٍ أَرَاهُنَّ اللهُ إِيَّاهُ فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَائِهِ قَالَ كَانَ قَتَادَةُ يُفَسِّرُهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَدْ لَقِيَ مُوسَىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وہ میانہ قد تھے اور رنگ ان کا سرخ اور سفید تھا اور بال اُن کے سبط چھٹے ہوئے تھے اور دکھلائے گئے آپ کو مالک جہنم کے داروغہ اور دجال اُن نشانیوں میں جو اللہ نے دکھلائیں تو مت شک کر آپ کی ملاقات میں موسیٰ علیہ السلام سے۔

فائدہ۔ سبط کے معنے سیدھے اور صاف جس میں خمیدگی نہ ہو اور اوپر کی روایت میں ہے کہ اُن کے بال گھونگر تھے تو جواب اس کا یہ ہے کہ گھونگر دو قسم کے ہیں۔ ایک تو سخت گھونگر جیسے حبشیوں کے بال ہوتے ہیں اُس کو عربی میں قطط بولتے ہیں اور ایک ہلکے گھونگر جو سیدھے اور صاف ہوتے ہیں اور صرف کناروں سے ذرا خمیدہ۔ ایسے بالوں کو سبط کہہ سکتے ہیں اور بعضوں نے کہا کہ پہلی حدیث میں جعد کے لفظ سے گھونگر بال مراد نہیں ہیں بلکہ جعودت جسم سے مشتق ہے یعنے بدن کا گٹھا اور سخت اور ٹھوس ہونا اور دلیل اُس کی یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کی صف میں ایک روایت میں جعد کا لفظ آیا ہے حالانکہ دوسری روایت میں ہے کہ ان کے بال سیدھے صاف تھے.... یہ استشہاد ہے آیۃ کریمہ فلا تکن فی مریۃ من لقاءہ سے جس کی تفسیر قتادہ نے یہی کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت موسیٰؑ سے بے شک ملے ہیں اور یہی اختیار کیا ہے ایک جماعت نے جیسے مجاہد اور کلبی اور سدی وغیرہ نے تو آیت کے معنے اُن کے مذہب پر یہ ہوں گے کہ شک مت کر تو اپنی ملاقات میں موسیٰ علیہ السلام سے اور جمہور علماء کے نزدیک آیۃ کے یہ معنی ہیں کہ مت شک کر موسیٰ کو کتاب ملنے میں اور یہی مذہب ہے ابن عباسؓ اور مقاتل اور زجاج کا۔ یہ آیت سورۂ الم تنزیل السجدہ پارہ ۲۱ میں ہے اور شروع اس آیت کا یہ ہے ولقد اتینا موسیٰ الکتاب اخیر تک۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِوَادِي الْأَزْرَقِ فَقَالَ أَيُّ وَادٍ هٰذَا فَقَالُوْا هٰذَا وَادِي الْأَزْرَقِ قَالَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى مُوسَىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ هَابِطًا مِّنَ الثَّنِيَّةِ وَلَهٗ جُؤَارٌ إِلَى اللهِ

ترجمہ: عبداللہ بن عباس رضؓ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وادی ازرق میں گذرے تو پوچھا یہ کون سی وادی ہے۔ لوگوں نے کہا وادی ازرق۔ آپ نے فرمایا گویا میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں

بِالتَّلْبِيَةِ ثُمَّ اَتٰى عَلٰى ثَنِيَّةِ هَرْشٰى فَقَالَ اَىُّ ثَنِيَّةٍ هٰذِهٖ قَالُوْا ثَنِيَّةُ هَرْشٰى قَالَ كَاَنِّىْ اَنْظُرُ اِلٰى يُوْنُسَ بْنِ مَتّٰى عَلٰى نَاقَةٍ حَمْرَاءَ جَعْدَةٍ عَلَيْهِ جُبَّةٌ مِّنْ صُوْفٍ خِطَامُ نَاقَتِهٖ خُلْبَةٌ وَّهُوَ يُلَبِّىْ قَالَ ابْنُ حَنْبَلٍ فِىْ حَدِيْثِهٖ قَالَ هُشَيْمٌ يَعْنِىْ لِيْفًا۔

وہ اتر رہے ہیں چوٹی سے اور آواز سے لبیک پکار رہے ہیں پھر آپ ہرشا کی چوٹی ٹیکری پر آئے (وہ ایک پہاڑ ہے شام اور مدینہ کے راستہ پر جحفہ کے قریب) آپ نے پوچھا یہ کونسی ٹیکری ہے لوگوں نے کہا یہ ہرشا کی ٹیکری ہے آپ نے فرمایا گویا میں دیکھ رہا ہوں یونس علیہ السلام بن متی کو وہ ایک سرخ اونٹنی گٹھی ہوئی پر سوار ہیں اور ایک جبہ پہنے ہیں اون کا اونٹنی کی نکیل خلبہ کی ہے اور وہ لبیک کہہ رہے ہیں ہشیم نے کہا خلبہ سے مراد لیف ہے (یعنی کھجور کے درخت کی چھال)

فائدہ :۔ قاضی عیاض نے کہا اکثر روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پیغمبروں کو معراج کی رات دیکھا اور یہ امر تصریح کے ساتھ ابو العالیہ کی روایت میں ابن عباسؓ سے موجود ہے اور ابن مسیّب کی روایت میں ابوہریرہ رضؓ سے مگر اس میں لبیک کہنے کا ذکر نہیں ہے اب اگر کوئی کہے کہ یہ پیغمبر تو مر گئے اور وہ آخرت میں گئے۔ اب لبیک کیسے کہتے ہیں اور حج کیسے کرتے ہیں وہ تو عمل کرنے کا مقام نہیں تو ہمارے مشائخ اور ہم نے اس کے کئی جواب نکالے ہیں ایک تو یہ کہ پیغمبر شہیدوں کی مثل ہیں بلکہ اُن سے بھی افضل ہیں اور شہید زندہ ہیں اپنے پروردگار کے پاس تو کیا بعید ہے کہ وہ حج کریں یا نماز پڑھیں جیسے دوسری حدیث میں وارد ہے۔ اور جہاں تک ان سے ہو سکے خدا سے اور نزدیکی حاصل کریں اور گو وہ مر گئے پر ابھی تک دنیا ہی میں ہیں جو عمل کا مقام ہے البتہ جب قیامت ہو جائیگی اور دنیا کی معیاد ختم ہو جائیگی اُس وقت عمل میں ختم ہو جائے گا۔ دوسرے یہ کہ آخرت کا عمل ذکر اور دعا ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے دعوٰیہم فیہا سبحانک اللہم وتحیتہم فیہا سلام تیسرے یہ کہ شاید یہ خواب ہو کسی اور رات میں سوا معراج کی رات کے جیسے ابن عمرؓ کی روایت میں ہے میں سو رہا تھا کہ میں نے اپنے تیئں دیکھا کعبے کا طواف کرتے ہوئے اور بیان کیا قصہ عیسیٰ علیہ السلام کا۔ چوتھی یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان پیغمبروں کی زندگی کا حال دکھلایا گیا بطور تمثیل کے کہ اُن کا حج کیسا تھا اور لبیک کیونکر تھی اس لئے کہ خود آپ نے فرمایا کہ گویا میں دیکھ رہا ہوں موسیٰؑ کو اور گویا میں دیکھ رہا ہوں عیسیٰ علیہ السلام کو اور گویا میں دیکھ رہا ہوں یونس علیہ السلام کو پانچ یہ کہ آپ نے بیان کیا اس بات کو جو وحی کی گئی آپ کی طرف اُن پیغمبروں کی کیفیت اور حالت سے اگرچہ آپ نے اپنی آنکھ سے اُن کو نہ دیکھا ہو تمام ہوا کلام قاضی عیاض کا (نووی)

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سِرْنَا

ترجمہ :۔ عبداللہ بن عباس رضؓ سے

مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بَیْنَ مَکَّۃَ وَالْمَدِیْنَۃِ فَمَرَرْنَا بِوَادٍ فَقَالَ اَیُّ وَادٍ ھٰذَا فَقَالُوْا وَادِی الْاَزْرَقِ قَالَ فَقَالَ کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ فَذَکَرَ مِنْ لَوْنِہٖ وَشَعْرِہٖ شَیْئًا لَمْ یَحْفَظْہُ دَاوٗدُ وَاضِعًا اِصْبَعَیْہِ فِیْ اُذُنَیْہِ لَہٗ جُؤَارٌ اِلَی اللّٰہِ بِالتَّلْبِیَۃِ مَارًّا بِھٰذَا الْوَادِیْ قَالَ ثُمَّ سِرْنَا حَتّٰی اَتَیْنَا عَلٰی ثَنِیَّۃٍ فَقَالَ اَیُّ ثَنِیَّۃٍ ھٰذِہٖ قَالُوْا ھَرْشٰی اَوْ لِفْتٌ فَقَالَ کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی یُوْنُسَ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَلٰی نَاقَۃٍ حَمْرَآءَ عَلَیْہِ جُبَّۃُ صُوْفٍ خِطَامُ نَاقَتِہٖ لِیْفُ خُلْبَۃٍ مَارًّا بِھٰذَا الْوَادِیْ مُلَبِّیًا۔

عَنْ مُجَاھِدٍ قَالَ کُنَّا عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ فَذَکَرُوا الدَّجَّالَ فَقَالَ اِنَّہٗ مَکْتُوْبٌ بَیْنَ عَیْنَیْہِ کَافِرٌ قَالَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَمْ اَسْمَعْہُ قَالَ ذَاکَ وَلٰکِنَّہٗ قَالَ اَمَّا اِبْرَاھِیْمُ فَانْظُرُوْا اِلٰی صَاحِبِکُمْ وَاَمَّا مُوْسٰی فَرَجُلٌ اٰدَمُ جَعْدٌ عَلٰی جَمَلٍ اَحْمَرَ مَخْطُوْمٍ بِخُلْبَۃٍ کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلَیْہِ اِذَا انْحَدَرَ فِی الْوَادِیْ یُلَبِّیْ ۔

روایت ہے۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چلے مکہ اور مدینہ کے بیچ میں ایک وادی پر گزرے آپ نے پوچھا یہ کون سی وادی ہے لوگوں نے کہا وادی ازرق آپ نے فرمایا گویا میں دیکھ رہا ہوں موسیٰ علیہ السلام کو پھر بیان کیا اُن کا رنگ اور بالوں کا حال جو یاد نہ رہا داؤد بن ابی ہند کو (جو راوی ہے اس حدیث کا) اور انگلیاں اپنے کانوں میں رکھی ہیں اور خدا کو پکار رہے ہیں آواز سے لبیک کہہ کر اس وادی میں سے جا رہے ہیں۔ عبداللہ نے کہا پھر ہم چلے یہاں تک کہ ایک ٹیکری پر آئے آپ نے فرمایا یہ کون سا ٹیکرا ہے لوگوں نے کہا ہرشا کا یا لفت کا آپ نے فرمایا گویا میں دیکھ رہا ہوں یونس علیہ السلام کو ایک سرخ اونٹنی پر ایک جبۂ صوف کا پہنے ہوئے اور اُن کی اونٹنی کی نکیل کھجور کے چھال کی ہے اس وادی میں لبیک کہتے ہوئے جا رہے ہیں۔

ترجمہ:۔ مجاہد سے روایت ہے ہم عبداللہ بن عباس رضؓ کے پاس بیٹھے تھے لوگوں نے ذکر کیا دجال کا اور کہا کہ اُس کی دونوں آنکھوں کے بیچ میں کافر کا لفظ لکھا ہوگا ابن عباسؓ نے کہا یہ تو میں نے نہیں سنا لیکن آپ نے فرمایا ابراہیم تو ایسے ہیں جیسے تم اپنے صاحب کو دیکھتے ہو (یعنے میری مشابہ ہیں صورت میں) اور موسیٰؑ ایک شخص ہیں گندم رنگ گھونگر بال والے یا گھٹے ہوئے بدن کے سُرخ اونٹ پر سوار ہیں جس کی نکیل کھجور کی چھال کی ہے گویا میں اُن کو دیکھ رہا ہوں جب اترتے ہیں وادی میں تو لبیک کہتے ہیں۔

عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ عُرِضَ عَلَیَّ الْاَنْبِیَاءُ فَاِذَا مُوْسٰی ضَرْبٌ مِّنَ الرِّجَالِ كَاَنَّهٗ مِنْ رِّجَالِ شَنُوْءَةَ وَرَاَیْتُ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ فَاِذَا اَقْرَبُ مَنْ رَاَیْتُ بِهٖ شَبَهًا عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ وَرَاَیْتُ اِبْرَاهِیْمَ فَاِذَا اَقْرَبُ مَنْ رَاَیْتُ بِهٖ شَبَهًا صَاحِبُكُمْ یَعْنِیْ نَفْسَهٗ وَرَاَیْتُ جِبْرِیْلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَاِذَا اَقْرَبُ مَنْ رَاَیْتُ بِهٖ شَبَهًا دِحْیَةُ وَفِیْ رِوَایَةِ ابْنِ رُمْحٍ دِحْیَةُ بْنُ خَلِیْفَةَ۔

ترجمہ: جابر رضی سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے سامنے لائے گئے پیغمبر تو موسیٰ علیہ السلام تو بیچ بیچ کے آدمی تھے (یعنی نہ بہت موٹے نہ بہت دبلے گول بدن کے تھے) یا ہلکے بدن کے کم گوشت جیسے شنوءہ (ایک قبیلہ ہے) کے لوگ ہوتے ہیں اور میں نے دیکھا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو میں سب سے زیادہ ان کے مشابہ عروہ بن مسعود کو پاتا ہوں اور میں نے دیکھا ابراہیم علیہ السلام کو سب سے زیادہ ان کے مشابہ تمہارے صاحب ہیں (آپ نے اپنے تئیں فرمایا) اور میں نے دیکھا جبرئیل ع کو (آدمی کی صورت میں) سب سے زیادہ مشابہ ان کے دحیہ ہیں اور ابن رمح کی روایت میں ہے دحیہ بن خلیفہ۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ حِیْنَ اُسْرِیَ بِیْ لَقِیْتُ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ فَنَعَتَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَاِذَا رَجُلٌ حَسِبْتُهٗ قَالَ مُضْطَرِبٌ رَجِلُ الرَّاْسِ كَاَنَّهٗ مِنْ رِّجَالِ شَنُوْءَةَ قَالَ وَلَقِیْتُ عِیْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ فَنَعَتَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ فَاِذَا رَبْعَةٌ اَحْمَرُ كَاَنَّمَا خَرَجَ مِنْ دِیْمَاسٍ یَعْنِی الْحَمَّامَ قَالَ وَرَاَیْتُ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَاَنَا اَشْبَهُ وَلَدِهٖ بِهٖ قَالَ فَاُتِیْتُ بِاِنَاءَیْنِ فِیْ اَحَدِهِمَا لَبَنٌ وَفِی الْاٰخَرِ خَمْرٌ فَقِیْلَ لِیْ خُذْ اَیَّهُمَا شِئْتَ فَاَخَذْتُ اللَّبَنَ فَشَرِبْتُهٗ فَقَالَ هُدِیْتَ الْفِطْرَةَ اَمَا اِنَّكَ لَوْ اَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ اُمَّتُكَ۔

ترجمہ:- ابوہریرہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آپ کو معراج ہوا کہ میں موسیٰ ع سے ملا پھر آپ نے ان کی صورت بیان کی میں خیال کرتا ہوں آپ نے یوں فرمایا (یہ شک ہے راوی کو) وہ لمبے چھریرے بدن سیدھے بال والے جیسے شنوءہ کے لوگ ہوتے ہیں اور فرمایا کہ میں عیسیٰ سے ملا پھر آپ نے ان کی صورت بیان کی وہ میانہ قامت تھے سرخ رنگ جیسے ابھی کوئی حمام سے نکلا (یعنی ایسے تروتازہ اور خوش رنگ تھے) اور آپ نے فرمایا میں ابراہیم علیہ السلام سے ملا تو میں ان کی اولاد میں سب سے زیادہ ان سے مشابہ ہوں آپ نے فرمایا پھر میرے پاس دو برتن لائے گئے ایک میں دودھ تھا اور ایک میں شراب اور مجھ سے کہا گیا جس کو چاہو پسند کرو میں نے دودھ کا برتن لے لیا اور دودھ پیا اس نے کہا (یعنی اس فرشتے نے جو یہ دونوں برتن لیکر آیا تھا) تم کو راہ ملی فطرت کی یا تم پہنچ گئے فطرت کو (اسکی تفسیر اوپر گزر چکی ہے) اور اگر تم شراب کو اختیار کرتے تو تمہاری امت گمراہ ہو جاتی

فائدہ: ایک روایت میں موسیٰ علیہ السلام کی نسبت ضرب کا لفظ آیا ہے یعنے پر گوشت اور دوسری روایت میں مضطرب کا یعنے کم گوشت تو دونوں میں تعارض ہوا۔ قاضی عیاض نے کہا کہ مضطرب کی روایت میں راوی کو شک ہے تو صحیح وہی ضرب کی روایت ہے اور نووی نے کہا تعارض نہیں اس لئے کہ ضرب کے معنے لغت میں ہلکے کم گوشت کے بھی آئے ہیں ایسا ہی ابن سکیت اور صاحب مجمل اور زبیدی اور جوہری نے کہا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت اس روایت میں ہے کہ ان کا رنگ سرخ تھا اور ابن عمرؓ کی روایت میں ہے کہ وہ گندم گون تھے اور بخاری نے ابن عمرؓ سے نقل کیا کہ انھوں نے سرخ رنگ کا انکار کیا بلکہ قسم کھائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عیسیٰ کو سرخ رنگ نہیں فرمایا اور یہ راوی کا شبہ ہے تو شاید احمر کے لفظ سے آدم (گندم گون) مراد ہو اور گندمی صرف نہ ہو بلکہ گندمی اور سرخ کے بیچ میں ہو اور یہ جو حدیث میں ہے جیسے حمام سے ابھی کوئی نکلا تو یہ دیماس کے لفظ کا ترجمہ ہے اور دیماس دمس سے مشتق ہے جس کے معنے خاک میں چھپانا اور یہاں یا حمام مراد ہے یا غار اور تہ خانہ اور مطلب یہ ہے کہ ان کا رنگ روپ ایسا تھا جیسے ابھی کسی چیز کو اندر سے نکالیں جس پر دھوپ نہ پڑی ہو اور گرد و غبار نہ لگا ہو۔۔۔ یعنی ساری امت جیسے یہود اور نصاریٰ سب کے سب گمراہ ہو گئے اب نصاریٰ کا یہ حال ہے کہ ان میں بہت فرقے ہیں پر جو فرقہ سب میں اچھا خیال کیا جاتا ہے یعنے پروٹسٹینٹ وہ بھی حماقت میں گرفتار ہے اور دین کی پہلی اصل یعنے توحید ہی کو نہیں سمجھتا مسلمانوں میں اگرچہ بہت گمراہ فرقے ہیں اور ہزاروں لاکھوں ان میں نصاریٰ کی طرح سچی توحید پر قائم نہیں شرک میں گرفتار ہیں پر ایک فرقہ ان کا توحید اور اتباع سنت میں نہایت مضبوط ہے اور وہ ہمیشہ قائم ہے حق پر اگرچہ دین کے دشمن اس فرقہ کے بھی دشمن ہیں پر خدا ان کا مددگار ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اَرَانِيْ لَيْلَةً عِنْدَ الْكَعْبَةِ فَرَاَيْتُ رَجُلًا اٰدَمَ كَاَحْسَنِ مَا اَنْتَ رَاءٍ مِنَ الرِّجَالِ مِنْ اُدْمِ الرِّجَالِ لَهٗ لِمَّةٌ كَاَحْسَنِ مَا اَنْتَ رَاءٍ مِنَ اللِّمَمِ قَدْ رَجَّلَهَا فَهِيَ تَقْطُرُ مَاءً مُتَّكِئًا عَلٰى رَجُلَيْنِ اَوْ عَلٰى عَوَاتِقِ رَجُلَيْنِ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ فَسَاَلْتُ مَنْ هٰذَا فَقِيْلَ هٰذَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ثُمَّ اِذَا اَنَا بِرَجُلٍ جَعْدٍ قَطَطٍ اَعْوَرِ الْعَيْنِ الْيُمْنٰى كَاَنَّهَا

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھ کو ایک رات دکھلائی دیا کہ میں کعبے کے پاس ہوں میں نے ایک آدمی کو دیکھا گیہوں رنگ جیسے کہ تم نے بہت اچھے گیہوں رنگ کے آدمی کو دیکھے ہوں اس کے کندھوں تک بال ہیں جیسے تو نے بہت اچھے کندھوں تک کے بال دیکھے ہوں اور بالوں میں کنگھی کی ہے ان میں سے پانی ٹپک رہا (یعنے ان میں تری اور تازگی ایسی ہے جیسے ان بالوں میں ہوتی ہے جو پانی بھرے ہوں یا درحقیقت ان میں سے پانی ٹپکتا ہے) اور ٹیکہ دیئے ہے دو آدمیوں پر یا دو آدمیوں کے کندھوں پر اور طواف کر رہا ہے کعبہ کا میں نے پوچھا یہ کون ہے لوگوں نے کہا یہ مسیح ہیں بیٹے مریم کے علیہا السلام پھر میں نے ایک شخص کو دیکھا گھونگر بالوں والا بہت گھونگردار داہنی آنکھ کا کانا اس کی کانی

عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ فَسَالْتُ مَنْ هٰذَا ذَقِيْلَ هٰذَا الْمَسِيْحُ الدَّجَّالُ۔

آنکھ جیسے پھولا انگور میں نے پوچھا یہ کون ہے لوگوں نے کہا یہ مسیح دجال ہے (خدا اس کے شر سے ہر مسلمان کو بچائے)

فائدہ ۔ قاضی عیاض نے کہا اگر یہ قصہ بیداری کا ہے تو کوئی بھی اشکال نہیں اس لئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ اور سلامت ہیں پھر طواف کرنے میں کیا استبعاد ہے اور اگر یہ خواب کا قصہ ہے جیسے ابن عمرؓ کی دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے تو اس میں وہی تاویلات ہیں جو اوپر گزریں اور ظاہر یہی ہے کہ یہ خواب کا قصہ ہے اس لئے کہ اس میں دجال کا طواف کرنا بھی مذکور ہے حالانکہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ دجال مکے اور مدینے نہیں جائے گا اور مالک کی روایت میں دجال کے طواف کا ذکر نہیں اور شاید کہ حرمت مکہ اور مدینہ کی دجال کی اس زمانے کے ساتھ خاص ہو جب وہ فساد کرے گا اور مسیح حضرت عیسیٰ کو بھی کہتے ہیں اور دجال کو بھی لیکن حضرت عیسیٰ کو مسیح کہنے کی وجہ میں علماء کا اختلاف ہیں واحدی نے کہا ابو عبید اور لیث نے کہا کہ مسیح کی اصل عبرانی زبان میں مشیح ہے پھر عربوں نے اس کو بدل کر مسیح کر لیا جیسے موسیٰ کہ اصل اس کی عبرانی زبان میں موشی یا میشا ہے اس صورت میں یہ لفظ مشتق نہ ہوگا لیکن جمہور علماء کے نزدیک مشتق ہے ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ ان کو مسیح اس لئے کہتے تھے کہ جب وہ کسی بیمار پر مسح کرتے یعنی ہاتھ پھیرتے تو وہ تندرست ہو جاتا اور ابراہیم اور ابن اعرابی نے کہا مسیح کہتے ہیں صدیق کو اور بعضوں نے کہا اس لئے کہ ان کے تلوے دونوں پاؤں کے صاف اور برابر تھے بیچ میں گہرا نہ تھا اور بعضوں نے کہا اس لئے کہ وہ اپنی ماں کے پیٹ سے تیل لگے ہوئے پیدا ہوئے تھے اور بعضوں نے کہا کہ اس لئے کہ برکت ان پر پھیری گئی تھی جب وہ پیدا ہوئے اور بعضوں نے کہا کہ اس لئے کہ اللہ نے ان پر ہاتھ پھیرا تھا یعنی خوب صورت پیدا کیا تھا اور اس کے سوا اور وجہیں بھی بیان کی ہیں اور دجال کو اس لئے مسیح کہتے ہیں کہ اس کی آنکھیں میٹی گئی ہیں یا اس لئے کہ وہ کانا ہے اور کانے کو بھی مسیح کہتے ہیں یا اس لئے کہ وہ ساری زمین پر پھرے گا اپنے نکلنے کے وقت میں (نووی)

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ ذَكَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَوْمًا بَيْنَ ظَهْرَانَيِ النَّاسِ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى لَيْسَ بِاَعْوَرَ اَلَا إِنَّ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ اَعْوَرُ عَيْنِ الْيُمْنٰى كَاَنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ

ترجمہ:۔ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن لوگوں کے بیچ میں مسیح دجال کا ذکر کیا تو فرمایا اللہ جل جلالہ کانا نہیں ہے اور مسیح دجال کانا ہے داہنی آنکھ کا اس کی کانی آنکھ جیسے پھولا انگور (دیس یہی ایک کھلی نشانی ہے اس بات کی کہ وہ مردود جھوٹا ہے خدائی کے دعوی میں)

وَسَلَّمَ اَرَانِی اللَّیْلَةَ فِی الْمَنَامِ عِنْدَ الْكَعْبَةِ فَاِذَا رَجُلٌ اٰدَمُ كَاَحْسَنِ مَا تَرَای مِنْ اُدْمِ الرِّجَالِ تَضْرِبُ لِمَّتُهٗ بَیْنَ مَنْكِبَیْهِ رَجِلُ الشَّعْرِ یَقْطُرُ رَاْسُهٗ مَاءً وَّاضِعًا یَدَیْهِ عَلٰی مَنْكِبَیْ رَجُلَیْنِ وَ هُوَ بَیْنَهُمَا یَطُوْفُ بِالْبَیْتِ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوْا الْمَسِیْحُ بْنُ مَرْیَمَ وَرَاَیْتُ وَرَاءَهٗ رَجُلًا جَعْدًا قَطَطًا اَعْوَرَ عَیْنِ الْیُمْنٰی كَاَشْبَهِ مَنْ رَاَیْتُ مِنَ النَّاسِ بِابْنِ قَطَنٍ وَّاضِعًا یَدَیْهِ عَلٰی مَنْكِبَیْ رَجُلَیْنِ یَطُوْفُ بِالْبَیْتِ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوْا هٰذَا الْمَسِیْحُ الدَّجَّالُ ؛-

آپ نے فرمایا ایک رات خواب میں میں نے کعبے کے پاس دیکھا ایک شخص گیہوان رنگ جیسے بہت اچھا کوئی گیہواں رنگ کا آدمی اس کے پٹھے مونڈھوں تک تھے اور بالوں میں کنگھی کی ہوئی تھی سر میں سے پانی ٹپک رہا تھا اور اپنے دونوں ہاتھ دو آدمیوں کے مونڈھوں پر رکھے ہوئے طواف کر رہا تھا خانہ کعبہ کا میں نے پوچھا یہ شخص کون ہے لوگوں نے کہا یہ مسیح ہیں مریم کے بیٹے علیہما السلام اور ان کے پیچھے میں نے اور ایک شخص کو دیکھا جو سخت گھونگھر بال والا داہنی آنکھ کا کانا تھا میں نے جو لوگ دیکھے ہیں ان سب میں ابن قطن اس سے زیادہ مشابہ ہے وہ بھی اپنے دونوں ہاتھ دو آدمیوں کے مونڈھوں پر رکھے ہوئے طواف کر رہا تھا میں نے پوچھا یہ کون ہے لوگوں نے کہا کہ یہ مسیح دجال ہے۔

فائدہ:- معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کی تو آنکھیں صحیح اور سالم ہیں ہر طرح کے عیب اور نقص سے اور وہ پاک ہے ہر طرح کے خلل اور نقصان سے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَیْتُ عِنْدَ الْكَعْبَةِ رَجُلًا اٰدَمَ سَبِطَ الرَّاْسِ وَاضِعًا یَدَهٗ عَلٰی رَجُلَیْنِ یَسْكُبُ رَاْسُهٗ اَوْ یَقْطُرُ رَاْسُهٗ فَسَاَلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالُوْا عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ اَوِ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَا یَدْرِیْ اَیَّ ذٰلِكَ قَالَ قَالَ وَرَاَیْتُ وَرَاءَهٗ رَجُلًا اَحْمَرَ جَعْدَ الرَّاْسِ اَعْوَرَ لِعَیْنِ الْیُمْنٰی اَشْبَهُ مَنْ رَاَیْتُ

ترجمہ: عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے کعبہ کے پاس ایک شخص کو دیکھا جو گندم رنگ کا تھا اس کے بال لٹکے ہوئے تھے دونوں ہاتھ دو آدمیوں کے مونڈھوں پر رکھے تھا اور اس کے سر میں سے پانی بہہ رہا تھا میں نے پوچھا یہ کون ہے لوگوں نے کہا یہ عیسیٰ ہیں مریم کے بیٹے یا یوں کہا مسیح ہیں مریم کے بیٹے معلوم نہیں کون سا لفظ کہا پھر ان کے پیچھے میں نے ایک اور شخص دیکھا سرخ رنگ، گھونگھر بال والا داہنی آنکھ کا کانا سب سے زیادہ

بِهٖ ابْنُ قَطَنٍ فَسَأَلْتُ مَنْ هٰذَا
فَقَالُوْا الْمَسِيْحُ الدَّجَّالُ

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ اَنَّ
رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا كَذَّبَتْنِيْ
قُرَيْشٌ قُمْتُ فِي الْحِجْرِ فَجَلَّى اللهُ لِيْ
بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَطَفِقْتُ اُخْبِرُهُمْ
عَنْ اٰيَاتِهٖ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَيْهِ۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ
سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَمَا اَنَا نَائِمٌ
رَاَيْتُنِيْ اَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ فَاِذَا
رَجُلٌ اٰدَمُ سَبْطُ الشَّعْرِ بَيْنَ رَجُلَيْنِ
يَنْطِفُ رَاْسُهٗ مَاءً اَوْ يُهَرَاقُ رَاْسُهٗ
مَاءً قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوْا هٰذَا
ابْنُ مَرْيَمَ ثُمَّ ذَهَبْتُ اَلْتَفِتُ
فَاِذَا رَجُلٌ اَحْمَرُ جَسِيْمٌ جَعْدُ
الرَّاْسِ اَعْوَرُ الْعَيْنِ كَاَنَّ عَيْنَهٗ عِنَبَةٌ
طَافِئَةٌ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوْا
الدَّجَّالُ اَقْرَبُ النَّاسِ شَبَهًا ابْنُ قَطَنٍ

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ
اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ
لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ فِي الْحِجْرِ وَقُرَيْشٌ تَسْاَلُنِيْ
عَنْ مَسْرَايَ فَسَاَلَتْنِيْ عَنْ اَشْيَاءَ
مِنْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ لَمْ اُثْبِتْهَا
فَكُرِبْتُ كُرْبَةً مَا كُرِبْتُ مِثْلَهٗ
قَطُّ قَالَ فَرَفَعَهُ اللهُ لِيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ
مَا يَسْاَلُوْنِيْ عَنْ شَيْءٍ اِلَّا اَنْبَاْتُهُمْ
بِهٖ وَقَدْ رَاَيْتُنِيْ فِيْ جَمَاعَةٍ مِنَ

مشابہ اُس سے قطن کا بیٹا ہے میں نے پوچھا یہ کون ہے انھوں نے کہا یہ مسیح دجال ہے۔

ترجمہ: جابر بن عبداللہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب قریش کے لوگوں نے مجھے جھٹلایا تو میں حطیم میں کھڑا ہوا اور اللہ تعالیٰ میرے سامنے کر دیا بیت المقدس کو میں نے اس کی نشانیاں قریش کو تبلانی شروع کیں اور میں دیکھ رہا تھا اسکو (یعنے بیت المقدس کو)

ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضہ سے روایت ہے میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ فرماتے تھے میں سو رہا تھا اتنے میں میں نے اپنے تئیں دیکھا طواف کر رہا ہوں خانہ کعبہ کا اور ایک شخص کو دیکھا جو گندم رنگ تھا اُس کے بال چھٹے ہوئے تھے سر سے پانی ٹپک رہا تھا یا بہ رہا تھا میں نے پوچھا یہ کون ہے لوگوں نے کہا یہ مریمؑ کے بیٹے ہیں پھر میں چلا ادھر اُدھر دیکھنے لگا تو ایک شخص کو دیکھا سُرخ رنگ موٹا داہنی آنکھ کا کانا گویا اُس کی آنکھ پھولا انگور ہے میں نے کہا یہ کون ہے اُنہوں نے کہا یہ دجال ہے۔ سب لوگوں میں اُس سے زیادہ مشابہ ابن قطن ہے۔

ترجمہ: ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے اپنے تئیں دیکھا حطیم میں اور قریش مجھ سے میری سیر کا حال پوچھ رہے تھے (یعنے معراج کا) تو انھوں نے بیت المقدس کی کئی چیزیں پوچھیں جن کو میں بیان نہ کر سکا مجھے بڑا رنج ہوا ایسا رنج کبھی نہیں ہوا تھا پھر اللہ نے بیت المقدس کو اٹھا کر میرے سامنے کر دیا میں اس کو دیکھنے لگا اب جو بات وہ پوچھتے تھے میں بتا دیتا تھا اور میں نے اپنے تئیں پیغمبروں کی جماعت میں پایا دیکھا۔

الْأَنْبِيَاءِ فَإِذَا رَجُلٌ ضَرْبٌ جَعْدٌ كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوءَةَ وَإِذَا عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَائِمٌ يُصَلِّي أَقْرَبُ النَّاسِ بِهِ شَبَهًا عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُودٍ الثَّقَفِيُّ وَإِذَا إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَائِمٌ يُصَلِّي أَشْبَهُ النَّاسِ بِهِ صَاحِبُكُمْ يَعْنِي نَفْسَهُ فَحَانَتِ الصَّلَاةُ فَأَمَمْتُهُمْ فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنَ الصَّلَاةِ قَالَ لِي قَائِلٌ يَا مُحَمَّدُ هٰذَا مَالِكٌ صَاحِبُ النَّارِ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَالْتَفَتُّ إِلَيْهِ فَبَدَأَنِي بِالسَّلَامِ

تو موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں وہ ایک شخص ہیں میانہ تن و توش کے اور گھٹے ہوئے جسم کے جیسے شنوءہ کے لوگ ہوتے ہیں اور دیکھا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو وہ بھی کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں سب سے زیادہ مشابہ اُنکے میں عروہ بن مسعود ثقفی کو پاتا ہوں اور دیکھا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں سب سے زیادہ مشابہ اُن کے تمہارے صاحب ہیں آپ نے اپنے تئیں فرمایا پھر نماز کا وقت آیا تو میں نے امامت کی (اور سب پیغمبروں نے میرے پیچھے نماز پڑھی) جب میں نماز سے فارغ ہوا تو ایک بولنے والا بولا اے محمد یہ مالک ہے جہنم کا داروغہ اس کو سلام کرو۔ میں نے اس کی طرف دیکھا تو اُس نے خود پہلے سلام کیا۔

فائدہ:۔ قاضی عیاض نے کہا ان پیغمبروں کی نماز میں جو گفتگو تھی اُس کو اوپر ہم بیان کر چکے ہیں اور کبھی نماز سے ذکر اور دعا مراد ہوتی ہے یا اور کوئی آخرت کا عمل اب اگر کوئی کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت موسیٰؑ کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا پھر بیت المقدس میں ان کے ساتھ نماز پڑھی پھر آسمان پر اُن سے ملے یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ تو اُس کا جواب یہ ہے قبر میں جو آپ نے دیکھا یہ تو معراج سے پہلے تھا۔ اور بیت المقدس میں اُن کے ساتھ نماز پڑھی معراج کی رات میں پھر حضرت موسیٰؑ آپ سے پہلے آسمان پر چلے گئے یا یہ نماز آسمانوں سے لوٹنے کے بعد پڑھی واللہ اعلم۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَمَّا أُسْرِيَ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ انْتُهِيَ بِهِ إِلَى سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى وَهِيَ فِي السَّمَاءِ السَّادِسَةِ إِلَيْهَا يَنْتَهِي مَا يُعْرَجُ بِهِ مِنَ الْأَرْضِ فَيُقْبَضُ مِنْهَا وَإِلَيْهَا يَنْتَهِي مَا يُهْبَطُ بِهِ مِنْ فَوْقِهَا فَيُقْبَضُ مِنْهَا قَالَ إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَى قَالَ فَرَاشٌ مِنْ ذَهَبٍ قَالَ فَأُعْطِيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى

ترجمہ:۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج ہوا تو آپ سدرۃ المنتہٰی تک پہنچے اور وہ چھٹے آسمان میں ہے زمین سے جو چڑھتا ہے وہ یہیں آن کر ٹھہر جاتا ہے پھر لے لیا جاتا ہے اور جو اوپر سے اترتا ہے وہ بھی یہیں ٹھہر جاتا ہے پھر لے لیا جاتا ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جب سدرۃ المنتہٰی کو ڈھانپتی تھیں وہ چیزیں جو ڈھانپتی تھیں۔ عبداللہ نے کہا یعنی پتنگے سونے کے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا اُعْطِیَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ وَاُعْطِیَ خَوَاتِیْمَ سُوْرَۃِ الْبَقَرَۃِ وَغُفِرَ لِمَنْ لَمْ یُشْرِکْ بِاللّٰہِ مِنْ اُمَّتِہٖ شَیْئًا الْمُقْحِمَاتُ۔

وہاں تین چیزیں دی گئیں ایک تو پانچ نمازیں دوسری سورہ بقر کے آخر آیتیں تیسرے اللہ نے بخش دیا آپ کی امت میں سے اس شخص کو جو شرک کرے اللہ کے ساتھ باقی تمام تباہ کرنے والے گناہوں کو۔

فائدہ: نووی نے کہا سب نسخوں میں یوں ہی ہے کہ سدرۃ المنتہی چھٹے آسمان میں ہے لیکن اوپر گذرا انس رض کی روایات میں کہ سدرۃ المنتہی ساتویں آسمان کے اوپر ہے قاضی عیاض نے کہا یہی صحیح ہے اور اکثر کا قول یہی ہے اور ممکن ہے جمع کرنا ان دونوں روایتوں میں اس طرح کہ سدرۃ المنتہی کی جڑ چھٹے آسمان میں ہو اور ڈالیاں اس کی ساتویں آسمان کے اوپر ہوں اس لئے کہ وہ نہایت بڑا درخت ہے اور خلیل نے کہا سدرۃ المنتہے ایک درخت ہے ساتویں آسمان میں جو سایہ کیا ہوا ہے آسمانوں پر اور جنت پر لیجئے اور بڑے بڑے کبیرہ گناہوں کو اور مطلب یہ ہے کہ جو شخص اس امت میں سے مرے اور وہ شرک میں گرفتار نہ ہو تو وہ ہمیشہ جہنم میں نہ رہے گا۔ بلکہ کبھی نہ کبھی ضرور بخشا جائے گا اور یہ مراد نہیں ہے کہ اس کو عذاب نہ ہوگا کیونکہ اور نصوص شرعیہ اور اجماع امت سے یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ بعض موحدین کو جو گنہگار ہوں گے عذاب دیا جائے گا اور احتمال ہے کہ یہاں بعضے خاص لوگ مراد ہوں جن کے سب گناہ بخشدیئے جائیں گے اور ان کو بالکل عذاب نہ ہوگا۔ یا اللہ تو اپنے عنایت اور کرم سے ہم کو ان لوگوں میں کردے اور ہمارے گناہوں کو بخشدے اور جیسا تونے اب تک ہم کو شرک سے بچایا ہے ویسا ہی خاتمہ بھی ہمارا توحید پر کر اور مت مبتلا کر ہم کو شرک میں بے شک تو سب اختیار رکھتا ہے۔ اے رب العزت۔ احقر عبدالغفار سلفی کا بھی خاتمہ اچھا کر آمین

بَابُ مَعْنٰی قَوْلِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی وَھَلْ رَاَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ رَبَّہٗ لَیْلَۃَ الْاِسْرَاءِ

اس باب میں بیان ہے کہ ولقد راٰہ نزلۃ اخریٰ سے کیا مراد ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حق تعالیٰ جل شانہ کو معراج کی رات میں دیکھا تھا یا نہیں۔

فائدہ۔ قاضی عیاض نے کہا سلف اور خلف نے اختلاف کیا ہے اس امر میں کہ ہمارے پیغبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ جل شانہ کو معراج کی رات میں دیکھا تھا یا نہیں تو حضرت عائشہ رض نے انکار کیا ہے دیکھنے کا جیسے خود اس کتاب میں

اُن سے روایت ہے اور ایسا ہی منقول ہے ابو ہریرہ رضؓ اور ایک جماعت صحابہ سے اور
وہی مشہور ہے ابن مسعود رضؓ سے اور اسی طرف گئی ہے ایک جماعت محدثین کی اور متکلمین
اور ابن عباس رضؓ سے یوں روایت ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھ سے دیکھا
ایسا ہی منقول ہے ابوذر رضؓ اور کعب رضؓ سے اور حسن بصری اس بات کی قسم کھاتے تھے
اور ایسا ہی مروی ہے ، ابن مسعود رضؓ ابو ہریرہ رضؓ امام احمد بن جنبل رحؒ سے اور اصحاب
مقالات نے امام ابو الحسن اشعری اور اُن کے اصحاب سے نقل کیا ہے کہ آپ نے
اللہ تعالیٰ کو دیکھا اور ہمارے بعضے مشائخ اس مسئلہ میں توقف کیا ہے اور کہا ہے
کہ دیکھنے پر کوئی صاف دلیل نہیں لیکن دیکھنا جائز ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار
دنیا میں ممکن ہے اور حضرت موسیٰ کا درخواست کرنا دیدار کے لئے یہی دلیل ہے
امکان کی اس لئے کہ نبی ؑ اُس امر کی درخواست کیسے کرے گا جو اللہ تعالیٰ کی نسبت
محال ہو - اور اختلاف کیا ہے علماء نے کہ حضرت موسیٰ نے حق تعالیٰ کو دیکھا یا نہیں اور
قاضی ابو بکر نے کہا کہ حضرت موسیٰ اور ہمارے پیغمبر علیہما السلام دونوں نے حق تعالیٰ
کو دیکھا ہے اسی طرح علماء نے اختلاف کیا ہے اس مسئلے میں کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے حق تعالیٰ سے کلام ہے معراج کی رات کو بلا واسطہ یا نہیں سو
اشعری اور ایک جماعت متکلمین کے نزدیک کلام کیا ہے اور بعضوں نے اس قول کی
نسبت دی جعفر بن محمد رضؓ اور ابن مسعود رضؓ اور ابن عباس رضؓ کی طرف اسی طرح علماء نے
اختلاف کیا ہے اس آیت کے معنوں میں ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی یعنے پھر نزدیک ہوا اور
اتر آیا اور بعضوں نے کہا یہ نزدیک ہونا جبریل علیہ السلام سے ہے یا سدرۃ المنتہٰی سے
اور ابن عباس اور محمد بن کعب اور جعفر بن محمد وغیرہم سے منقول ہے کہ یہ نزدیک ہونا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خدائے عزوجل سے ہے اس صورت میں نزدیک ہونے
کی تاویل کرنا پڑے گی اور مراد قرب سے یہ ہو گی کہ خدا کی بزرگی آپ پر ظاہر ہوئی اور
انوار معرفت کھل گئے اور غیب کے اسرار معلوم ہو گئے اور قاب قوسین اَوْ اَدْنیٰ کی بھی تاویل کرنا ہو گی
اور ایسی ہی تاویل کی جائے گی۔ اُس حدیث میں کہ جو شخص ایک بالشت مجھ سے نزدیک ہوتا
ہے میں ایک ہاتھ اُس سے نزدیک ہوتا ہوں تمام ہوا کلام قاضی عیاض کا اور لیکن صاحب
تحریر نے تو یہی اختیار کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا عزوجل کو دیکھا
اور کہا کہ اس امر پر بہت سی دلیلیں ہیں پر ہم اُنہیں سے حجت لاتے ہیں جو قوی ہیں
ایک حدیث ہے ابن عباس رضؓ کی انہوں نے کہا کیا تم تعجب کرتے ہو اس بات سے کہ
خلت ابراہیم کو ملی ہو اور کلام موسیٰ کو اور دیدار محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور عکرمہ سے روایت
ہے ابن عباس رضؓ سے سوال ہوا کیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے

انھوں نے کہا ہاں اور شعبہ سے باسناد منقول ہے انھوں نے قتادہ سے انھوں نے انس رض
سے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا اور حسن قسم کھاتے تھے اس بات پر
کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے اور اصل اس بات میں حدیث
ہے ابن عباس رض کی اور ابن عباس رض عالم ہیں اس امت کے اور مشکل مسائل میں
لوگ ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ ابن عمر رض نے اس مسئلے میں انہی کی طرف رجوع کیا
اور ان سے پوچھوا بھیجا کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے انہوں
نے کہا ہاں دیکھا ہے۔ اور حدیث حضرت عائشہ رض کی ضرر نہیں کرتی کیوں کہ
حضرت عائشہ رض نے یوں نہیں کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے
سنا آپ فرماتے تھے میں نے نہیں دیکھا اپنے پروردگار کو بلکہ انھوں نے اپنی رائے
بیان کی ان آیتوں پر خیال کر کے وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا
اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا اور آیت لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ اور
صحابی جب کوئی بات کہے اور دوسرے صحابہ اُس کے مخالف ہوں تو اُس کا قول حجت
نہیں ہے اور جب صحیح ہو گئیں روائتیں ابن عباس رض سے دیدار کے اثبات میں
تو ضرور ہے ثابت کرنا اُس کا اس لئے کہ یہ امر عقل سے معلوم نہیں ہو سکتا بلکہ ضروری
ہے سننا شارع سے اور یہ کوئی نہ سمجھے کہ ابن عباس رض نے بھی اپنی رائے سے یا اجتہاد
سے دیدار کا ثبوت کیا معمر بن راشد نے کہا جب اختلاف بیان کیا گیا حضرت عائشہ رض اور ابن
عباس رض کا روایت الٰہی میں کہ ہمارے نزدیک حضرت عائشہ رض ابن عباس رض سے
علم میں زیادہ نہیں ہیں اور ابن عباس رض ثابت کرتے ہیں ایک امر کو جس کی نفی کی اوروں
نے اور ثابت کرنے والا مقدم ہے نفی کرنے والے پر تمام ہوا کلام صاحب تحریر کا۔ اور
حاصل یہ ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک ترجیح اسی کو ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے اپنے رب کو اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھا معراج کی رات کو اور دلیل اس کی وہی
حدیث ہے ابن عباس رض وغیرہ کی اور یہ ثابت ہے کہ ابن عباس رض نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم سے سن کر یہ کہا ہو گا اس میں کوئی شک نہیں پھر حضرت عائشہ رض نے جو
اس کی نفی کی تو وہ کسی حدیث سے نہیں کی اور اگر اُن کے پاس کوئی حدیث ہوتی تو وہ بیان
کرتیں بلکہ انہوں نے استنباط کیا آیات سے اور ان کا مطلب آگے ہم بیان کریں گے
یہ جو حضرت عائشہ رض دلیل لائیں اس آیت سے لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ
اس کا جواب تو ظاہر ہے کیوں کہ ادراک کہتے ہیں احاطہ کو اور اللہ تعالیٰ کا احاطہ
کوئی نہیں کر سکتا اور جب نص سے احاطہ کی نفی نکلی تو اس سے روایت کی نفی نہیں
نکلتی جو بغیر احاطہ کے ہو اور لوگوں نے اور بھی جواب دیئے ہیں اس آیت کے مگر

ان کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں یہ جواب مختصر اور عمدہ ہے جو ہم نے بیان کیا اور دوسری دلیل اُن کی اس آیت سے ہے وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اس کا جواب کئی طرح سے ہے ایک تو یہ کہ روایت کے وقت کلام کا ہونا ضروری نہیں تو جائز ہے رویت بغیر کلام کے دوسرے یہ کہ اس عام میں سے ہمارے پیغمبر خاص کئے گئے ہیں۔ تیسرے یہ کہ وحی سے مراد کلام ہے بغیر واسطے کے اگرچہ جمہور یوں کہتے ہیں کہ وحی سے اس جگہ الہام یا خواب مراد ہے اور حجاب کے یہ معنی ہیں کہ خدا تعالیٰ صاف کھلم کھلا بات نہیں کرتا بلکہ وہ خدا کا کلام سنتے ہیں اور اس کو دیکھتے نہیں۔ حجاب سے یہ غرض نہیں کہ وہاں کوئی پردہ ہے جو جُدا کرتا ہے ایک مقام کو دوسرے مقام سے انتہی ماقال النووی مختصراً مولانا ابو الطیب نے السراج الوہاج میں لکھا ہے کہ مجھے جو اس مقام میں معلوم ہوا وہ یہ ہے کہ اس مسئلے میں خاموشی بہتر ہے اور غور و خوض کرنا اچھا نہیں اس لئے کہ قرآن کی آیتیں محتمل ہیں اور جب احتمال ہو تو استدلال نہیں ہو سکتا اور جس نے رویت کو ثابت کیا ہے وہ قرآن سے ثابت کرتا ہے حالانکہ قرآن کا حال یہ ہے کہ وہ مجمل ہے اور ابن عباسؓ کوئی مرفوع حدیث اس باب میں نہیں لائے بلکہ انھوں نے استدلال کیا آیات سے تو یہ بھی اُن کا اجتہاد ہوا اور اجتہاد کسی کا حجت نہیں جب تک اُس پر دلیل نہ ہو اور حضرت عائشہ بھی دلیل لائیں اجتہاد سے اور اُن کا استدلال زیادہ واضح ہے اور ایک روایت میں صراحتاً یہ امر ثابت ہے مسروق سے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے سب سے پہلے اُس آیت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا آپ نے فرمایا۔ مراد اس سے جبریل ہیں اور اس سے صاف معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر کے ساتھ جبریل علیہ السلام کے تو اب اس سے پھرنے کے لئے کوئی دلیل چاہیئے اس لئے ٹھیک یہی ہے کہ توقف کیا جائے جب تک دلیل قائم نہ ہو اور میں یہ نہیں کہتا کہ دیدار الٰہی جائز نہیں بلکہ کلام اس میں ہے کہ آیا دیدار ہوا یا نہیں اور حدیث موقوف اس باب میں حجت نہیں ہو سکتی جب اُس کے خلاف دوسری حدیث موقوف ہو اور یہ مسئلہ عقل اور اجتہاد سے معلوم نہیں ہو سکتا بلکہ سماع چاہیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور یہاں پر کوئی سماع مرفوع نہیں ہے انتہے مختصراً۔

عَنِ الشَّيْبَانِيِّ قَالَ سَأَلْتُ زِرَّ بْنَ حُبَيْشٍ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ رَاٰى جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَهٗ سِتُّمِائَةِ جَنَاحٍ۔

ترجمہ: سلیمان شیبانی سے روایت ہے میں نے زر بن حبیش سے پوچھا اس آیت کو فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى یعنے پھر رہ گیا فرق دو کمان کا یا اس سے بھی نزدیک انہوں نے کہا مجھ سے عبداللہ بن مسعودؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبریل کو دیکھا اُن کے چھ سو بازو تھے۔

فائدہ: یعنی ان کی اصل صورت پر دیکھا ورنہ اور شکلوں سے تو ان کو اکثر آپ دیکھا کرتے تھے عبداللہ بن مسعودؓ بھی جو اس حدیث کے راوی ہیں بڑے عالم ہیں اس امت کے اور معارض ہے اُن کا قول عبداللہ بن عباسؓ کے قول کے نووی نے کہا عبداللہ بن مسعود کا یہی مذہب ہے کہ مراد اس آیت سے جبریلؑ ہیں لیکن اکثر مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ مراد دیکھنے سے دیکھنا حق سبحانہ تعالیٰ کا ہے پھر ان لوگوں نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا اپنے پروردگار کو اپنے دل کی آنکھ سے دیکھا اور بعضوں نے کہا ظاہر کی دونوں آنکھوں سے دیکھا امام ابوالحسن واحدی نے کہا یہ بیان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار الٰہی کا معراج کی رات میں ابن عباسؓ اور ابوذرؓ اور ابراہیم تیمی نے کہا کہ آپ نے خدائے تعالیٰ کو اپنے دل سے دیکھا اور یہ دیکھنا درحقیقت صحیح دیکھنا تھا اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے ایک آنکھ آپ کی دل میں پیدا کردی یا دیکھنے کی قوت دل میں ڈال دی اور آپ نے دیکھ لیا جیسے آنکھ سے دیکھتے ہیں اور ایک جماعت مفسرین کی اس طرف گئی ہے کہ آپ نے انھیں ظاہر کی آنکھوں سے خدائے تعالیٰ کو دیکھا اور یہی قول ہے انسؓ اور عکرمہ اور حسن اور ربیع کا (نووی)

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى قَالَ رَاٰى جِبْرِيْلَ لَهٗ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ۔

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا یہ جو حق تعالیٰ نے فرمایا مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى یعنی جھوٹ نہ دیکھا دل نے جو دیکھا مراد اس سے جبریلؑ کا دیکھنا ہے آپ نے دیکھا اُن کو اُن کے چھ سو (۶۰۰) پنکھ تھے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى قَالَ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ صُوْرَتِهٖ لَهٗ سِتُّمِائَةِ جَنَاحٍ۔

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود نے کہا جو یہ حق تعالیٰ نے فرمایا لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى بیشک دیکھیں اپنے رب کی بڑی نشانیاں مراد اس سے یہ ہے کہ آپ نے دیکھا جبریل علیہ السلام کو اُن کی اصلی صورت میں چھ سو (۶۰۰) بازو تھے اُن کے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضہ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى قَالَ رَاٰى جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

ترجمہ: ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے اس آیت کی تفسیر میں وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى یعنی دیکھا اُن کو دوسرے اتار میں کہ دیکھا آپ نے جبریل علیہ السلام کو۔

فائدہ: نووی نے کہا یہ جو عبداللہ بن مسعود رضہ اور ابو ہریرہ رضہ نے کہا ایسا ہی منقول ہے بہت سلف سے اور یہی روایت ہے ابن عباس رضہ اور ابن زید اور محمد بن کعب اور مقاتل بن حیان سے اور ضحاک نے کہا کہ مراد سدرۃ المنتہیٰ کا دیکھنا ہے اور بعضوں نے کہا کہ رف رف سبز کا اور واحدی نے کہا کہ اکثر علماء نے یوں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کو اُن کی اصلی صورت میں دیکھا اور یہی مراد ہے آیت سے۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى قَالَ رَاٰهُ بِفُؤَادِهٖ مَرَّتَيْنِ۔

ترجمہ۔ ابن عباس سے روایت ہے مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى کی تفسیر میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو اپنے دل سے دو بار دیکھا۔

فائدہ:۔ تو ابن عباسؓ کا یہی قول ہے کہ مراد ان آیتوں میں دیدار الٰہی ہے اور اوپر اس کی تفصیل گذر چکی

عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ كُنْتُ مُتَّكِئًا عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَتْ يَا اَبَا عَائِشَةَ ثَلٰثٌ مَنْ تَكَلَّمَ بِوَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ فَقَالَ وَنَظَمَ عَلَى اللّٰهِ الْفِرْيَةَ قُلْتُ مَا هُنَّ قَالَتْ مَنْ زَعَمَ اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ رَاٰى رَبَّهٗ فَقَدْ اَعْظَمَ عَلَى اللّٰهِ الْفِرْيَةَ قَالَ وَكُنْتُ مُتَّكِئًا فَجَلَسْتُ فَقُلْتُ يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْظِرِيْنِيْ وَلَا تُعْجِلِيْنِيْ اَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى فَقَالَتْ اَنَا اَوَّلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ سَاَلَ عَنْ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّمَا هُوَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ اَرَهُ عَلٰى صُوْرَتِهِ الَّتِيْ خُلِقَ عَلَيْهَا غَيْرَ هَاتَيْنِ الْمَرَّتَيْنِ رَاَيْتُهٗ مُنْهَبِطًا مِّنَ السَّمَاءِ سَادًّا عِظَمُ خَلْقِهٖ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ اِلَى الْاَرْضِ فَقَالَتْ اَوَلَمْ تَسْمَعْ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُوْلُ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ اَوَلَمْ تَسْمَعْ اَنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ

ترجمہ:۔ مسروق سے روایت ہے میں تکیہ لگائے ہوئے تھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس انھوں نے کہا اے ابو عائشہ (یہ کنیت ہے مسروق کی) کی تین باتیں ہیں جو کوئی ان کا قائل ہو اس نے بڑا جھوٹ باندھا خدا پر یعنے کہا۔ وہ تین باتیں کونسی ہیں انھوں نے کہا۔ (ایک یہ ہے) جو کوئی سمجھے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا اس نے بڑا جھوٹ باندھا مسروق نے کہا میں تکیہ لگائے تھا یہ سن کر میں بیٹھ گیا اور میں نے کہا اے ام المومنین ذرا مجھے بات کرنے دو اور جلد مت کرو کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا۔ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى حضرت عائشہ رضؓ نے کہا اس امت میں سب سے پہلے میں نے ان آیتوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا آپ نے فرمایا مراد ان آیتوں میں حضرت جبریلؑ ہیں۔ میں نے ان کو ان کی اصلی صورت پر نہیں دیکھا سوا دو بار کے جن کا ذکر ان آیتوں میں ہے میں نے دیکھا ان کو وہ اتر رہے تھے آسمان سے اور ان کے تن و توش کی بڑائی نے آسمان سے زمین تک روک دیا تھا۔ پھر حضرت عائشہؓ نے کہا کیا تو نے نہیں سنا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ کیا تو نے نہیں سنا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا

وَمَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّکَلِّمَہُ اللّٰہُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا اِلٰی قَوْلِہٖ اِنَّہٗ عَلِیٌّ حَکِیْمٌ قَالَتْ وَمَنْ زَعَمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کَتَمَ شَیْئًا مِّنْ کِتَابِ اللّٰہِ فَقَدْ اَعْظَمَ عَلَی اللّٰہِ الْفِرْیَۃَ وَاللّٰہُ یَقُوْلُ یٰۤاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ قَالَتْ وَمَنْ زَعَمَ اَنَّہٗ یُخْبِرُ بِمَا یَکُوْنُ فِیْ غَدٍ فَقَدْ اَعْظَمَ عَلَی اللّٰہِ الْفِرْیَۃَ وَاللّٰہُ یَقُوْلُ قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ۔

وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا عَلِیٌّ حَکِیْمٌ" تک (دوسری یہ ہے) جو کوئی خیال کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کی کتاب میں سے کچھ چھپا لیا تو اس نے بڑا جھوٹ باندھا خدا پر۔ اللہ فرماتا ہے یٰۤاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ یعنے اے پیغام پہنچانے والے پہنچا دے جو اترا تجھ پر تیرے رب کے پاس سے اور جو تو ایسا نہ کرے تو تو نے پیغام نہیں پہنچایا (تیسری یہ ہے) جو کوئی کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کل ہونے والی بات جانتے تھے (یعنی آئندہ کا حال)، تو اس نے بڑا جھوٹ باندھا اللہ پر... اللہ خود فرماتا ہے کہدو اے محمدؐ آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب کی بات نہیں جانتا سوائے اللہ کے۔

فائدہ:۔ پہلی آیت سورۂ انعام میں ہے (۱۲) رکوع میں۔ ترجمہ اس کا یہ ہے اس کو نہیں پا سکتی آنکھیں اور وہ پا سکتا ہے آنکھوں کو اور وہ بھید جانتا ہے خبردار اور دوسری آیت سورہ شوریٰ (۵) رکوع میں ہے ترجمہ پوری آیت کا یہ ہے اور کسی آدمی کی حد نہیں کہ اس سے باتیں کرے اللہ مگر اشارے یا پردے کے پیچھے سے یا بھیجے کوئی پیغام لانے والا پھر پہنچا دے وہ اس کے حکم سے جو چاہے وہ سب سے اوپر ہے حکمتوں والا۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یوں کہنا درست ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور مطرف بن عبداللہ نے ایسا کہنا مکروہ جانا ہے اور کہا ہے یوں کہو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور مت کہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے پر مطرف کا یہ قول مخالف ہے، صحابہ اور تابعین کے فعل کے اور صحیح اور مختار یہی ہے کہ دونوں طرح کہنا درست ہے۔ اور یہی قول ہے ائمہ سلف اور خلف کا اور خود قرآن میں موجود ہے۔ وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ اور صحیح مسلم میں ابوذرؓ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشْرُ اَمْثَالِھَا اور جس نے اس کا انکار کیا اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے (نووی)... اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غیب کا علم خدا ہی سے خاص ہے اور سوا خدا کے کسی اور کو غیب کا علم نہیں پیغمبر ہو یا فرشتہ یا ولی یا صالح یا سلطان یا عارف اور خود اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان بیان کیا۔

وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ یعنی اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں بڑی بھلائی حاصل کر لیتا اور مجھے دکھ نہ پہنچتا میں تو ایک ڈرانے والا ہوں اور جب اللہ اور رسول کے بیان سے معلوم ہو گیا کہ غیب[1] کا علم سوا خدا کے کسی کو نہیں اب دوسرے کے بیان کی کیا حاجت ہے اللہ تعالیٰ ہدایت کرے ان بدعتیوں کو جو غیب کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا اور اولیاء اور مشائخ کے لئے ثابت کرتے ہیں اور اس پر کوئی دلیل نہیں بلکہ دلیل اُس کے خلاف میں موجود ہے خدا جانے ان کی عقلوں پر کیا مار پڑی ہے اور شیطان اُن کو کہاں اوندھا گراتا ہے خدا تعالیٰ ہم کو اور ہمارے طریقہ کے لوگوں کو ایسے خیالوں سے بچائے (السراج الوہاج)

عَنْ دَاوُدَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيْثِ ابْنِ عُلَيَّةَ وَزَادَ قَالَتْ وَلَوْ كَانَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَاتِمًا شَيْئًا مِّمَّا اُنْزِلَ عَلَيْهِ لَكَتَمَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ - ترجمہ :۔ داؤد نے اسی حدیث کو روایت کیا جیسے اوپر گزری اتنا زیادہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھپانے والے ہوتے تو چھپاتے اس آیت کو وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ اخیر تک۔

فائدہ :۔ یہ آیت سورۂ احزاب کے پانچویں رکوع میں ہے ترجمہ اس کا یہ ہے اور جب تو کہنے لگا اُس شخص کو جس پر اللہ نے احسان کیا اور تو نے احسان کیا۔ رہنے دے اپنے پاس اپنی جورو اور ڈر اللہ سے اور تو چھپاتا تھا اپنے دل میں ایک چیز جو اللہ اس کو کھولنا چاہتا ہے اور ڈرتا تھا لوگوں سے اور چاہیئے اللہ سے ڈرنا پھر جب زید تمام کر چکا اس عورت سے اپنی غرض ہم نے وہ تیرے نکاح میں دی اس لئے کہ مسلمانوں پر حرج نہ ہو اپنی لے پالکوں کی جوروؤں سے نکاح کرنے میں جب وہ تمام کریں ان سے اپنی غرض اور ہے اللہ کا حکم کرنا۔ مراد اس شخص سے زید بن حارثہ ہے جو لے پالک تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُن کی بی بی زینب تھیں جو آپ کی پھوپھی کی بیٹی تھیں جب زید رضی اللہ عنہ سے اُن کی نہ بنی تو پہلے آپ نے زید کو نصیحت کی پر دل میں آپ کے یہ خیال تھا کہ اگر زید اُن کو چھوڑ دے گا تو میں اُن سے نکاح کر لوں گا۔ آپ نے یہ خیال اپنے دل میں رکھا اس لئے کافر اور منافق بدگوئی نہ کریں کہ محمدؐ اپنی بہو سے نکاح کرنے کی فکر میں ہیں اللہ تعالیٰ نے اس ارادے کو ظاہر کر دیا اور نکاح زینب کا آپ سے کر دایا اور کافروں کی طعن و تشنیع کو لغو کر دیا اور فرمایا کہ لے پالک در اصل بیٹا نہیں ہے جو اُس کی جورو پالنے والے پر حرام ہو۔ اس آیت میں جو نکہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے نصیحت کی اور الزام دیا کہ تو لوگوں سے ڈرتا ہے حالانکہ اللہ سے زیادہ ڈرنا چاہیئے اور آپ کے دل کی بات کو جسکو آپ چھپانا چاہتے تھے فاش کر دیا پس اگر آپ کوئی آیت چھپاتے معاذ اللہ تو اس کو چھپاتے۔

[1] تفصیل کے لئے رسالہ مناظرہ علم غیب منگوائیے۔ اس پتہ پر ملے گا۔ مکتبہ شعیب کراچی ۱۸ فون (36089)

عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ هَلْ رَأَى مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ رَبَّهٗ فَقَالَتْ سُبْحَانَ اللّٰهِ لَقَدْ قَفَّ شَعْرِيْ لِمَا قُلْتَ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِقِصَّتِهٖ وَحَدِيْثُ دَاوُدَ أَتَمُّ وَأَطْوَلُ۔

ترجمہ:۔ مسروق سے روایت ہے میں نے ام المومنین عائشہ رضؓ سے پوچھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے انھوں نے کہا سبحان اللہ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے (اس بات کے سننے سے) اور بیان کیا حدیث کو اسی طرح لیکن روایت داؤد کی (جو اوپر گذری) بڑی اور پوری ہے۔

عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ فَأَيْنَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهٖ مَا أَوْحٰى قَالَتْ إِنَّمَا ذَاكَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَأْتِيْهِ فِيْ صُوْرَةِ الرِّجَالِ وَإِنَّهٗ أَتَاهُ فِيْ هٰذِهِ الْمَرَّةِ فِيْ صُوْرَتِهِ الَّتِيْ هِيَ صُوْرَتُهٗ فَسَدَّ أُفُقَ السَّمَاءِ۔

ترجمہ:۔ مسروق سے روایت ہے میں نے حضرت عائشہ رضؓ سے کہا (تم تو کہتی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے رب کو نہیں دیکھا) پھر اللہ تعالیٰ کا یہ قول کیسے ہے ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهٖ مَا أَوْحٰى انھوں نے کہا اس آیت سے تو جبرئیلؑ مراد ہیں، وہ ہمیشہ آپ کے پاس مردوں کی صورت میں آتے تھے اور اس مرتبہ خاص اپنی اصلی صورت میں آئے تو سارا کنارہ آسمان کا بھر گیا تھا۔

فائدہ۔ اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ پھر نزدیک ہوا جبرئیلؑ اور قریب آگیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اور رہ گیا فاصلہ دو کمانوں کا یا اس سے بھی نزدیک اور بعضوں نے قوس سے ذراع مراد لیا ہے تو معنے یہ ہوگا رہ گیا فاصلہ دو ہاتھ کا یا اس سے بھی کم یعنے آپ میں اور جبرئیل میں اتنا قرب ہو گیا بعد اس کے اللہ نے اپنے بندے کی طرف وحی کی جو وحی کی۔

عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ قَالَ نُوْرٌ أَنّٰى أَرَاهُ۔

ترجمہ:۔ ابوذرؓ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پوچھا کیا آپ نے اپنے پروردگار کو دیکھا۔ آپ نے فرمایا وہ تو نور ہے میں اس کو کیسے دیکھتا۔

فائدہ:۔ نووی نے کہا یعنے حجاب اُس کا نور ہے۔ اور معنی یہ ہے کہ نور کی وجہ سے میں اُس کو دیکھ نہ سکا کیونکہ جب نور بہت ہوتا ہے تو آنکھ چکا چوندھ ہو جاتی ہے اور کچھ دکھلائی نہیں دیتا عرفا کے نزدیک اس حدیث کے یہ معنے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جلشانہ نور ہے اور ظہور ہے یعنی اسی کی وجہ سے سب کی ہستی اور نمایش ہے جیسے قرآن میں ہے اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اگر یہ نور نہ ہو تو نری نیستی نیستی ہو اور کسی چیز کا وجود نہ ہو پھر جیسے نور کی وجہ سے اور چیزیں کھلائی دیتی ہیں اسی طرح اللہ جل شانہٗ کی اور مخلوقات کو ہم دیکھتے ہیں پر اُس کا دیکھنا دشوار ہے اس لئے

ہم مادے اور جسم کی کثافت سے بھرے ہوئے ہیں البتہ اللہ تعالیٰ جب اپنے پاک بندوں کو ان علائق جسمانی سے صاف کر کے انکو نورانی کرے گا اس وقت اپنا نور ان کو دکھلائے گا۔ واللہ اعلم۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ قَالَ قُلْتُ لِاَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَوْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَسَاَلْتُهٗ فَقَالَ عَنْ اَيِّ شَيْءٍ كُنْتَ تَسْاَلُهٗ قَالَ كُنْتُ اَسْاَلُهٗ هَلْ رَاَيْتَ رَبَّكَ قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ قَدْ سَاَلْتُهٗ فَقَالَ رَاَيْتُ نُوْرًا۔

ترجمہ :۔ عبداللہ بن شفیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے ابوذر سے کہا اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتا تو آپ سے کچھ پوچھتا ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا تو کیا پوچھتا عبداللہ نے کہا میں یہ پوچھتا آپ نے اپنے پروردگار کو دیکھا یا نہیں ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے یہ پوچھا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ نے فرمایا میں نے ایک نور دیکھا۔

فائدہ ۔ یعنی صرف ایک نور مجھے دکھلائی دیا اور کچھ میں نے نہیں دیکھا قاضی نے کہا یہ بات محال ہے کہ اللہ کی ذات نور ہو کیونکہ نور ایک جسم ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ پاک ہے جسمیت سے یہی مذہب ہے تمام اماموں کا اور یہ جو اللہ نے فرمایا اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا اور حدیث میں نور کا اطلاق ذات الٰہی پر کیا ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ وہ نور کا خالق ہے اور صاحب ہے نور کا یا ہادی ہے تمام آسمان اور زمین کے لوگوں کا یا نورانی کرنے والا ہے مومنوں کے دلوں کو۔

مترجم کہتا ہے قاضی عیاض کی یہ تقریر مسلم نہیں اور نہ سلف کی یہ چال ہے بلکہ اللہ تعالیٰ حقیقۃً نور ہے اور نور کا لفظ متعدد نصوص میں اس پر وارد ہے۔ پھر اس میں تاویل کرنے کی ضرورت نہیں اب رہا جسم کا اطلاق تو وہ خدا پر نہ کیا جائیگا کس لئے کہ شریعت میں یہ لفظ خدا کے واسطے نہیں آیا۔ اسی طرح پر جسم سے تنزیہ اس کی بھی کوئی اصل نہیں۔

عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنَامُ وَلَا يَنْبَغِيْ لَهٗ اَنْ يَّنَامَ يَخْفِضُ الْقِسْطَ وَيَرْفَعُهٗ يُرْفَعُ اِلَيْهِ عَمَلُ اللَّيْلِ قَبْلَ عَمَلِ النَّهَارِ وَعَمَلُ النَّهَارِ قَبْلَ عَمَلِ اللَّيْلِ حِجَابُهُ النُّوْرُ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ بَكْرٍ

ترجمہ :۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو کھڑے ہو کر پانچ باتیں سنائیں آپ نے فرمایا اللہ جل جلالہ نہیں سوتا اور سونا اس کے لائق نہیں (کیونکہ سونا آلات اور اعضائے بدن کی تھکاوٹ سے ہوتا ہے اور خدائے تعالیٰ پاک ہے تھکن سے۔ دوسرے یہ کہ سونا غفلت ہے اور مثل موت کے ہے اور حق تعالیٰ پاک ہے اس سے) جھکاتا ہے ترازو کو اور اونچا کرتا ہے اسکو۔ اٹھایا جاتا ہے اس کی طرف

النَّارُ لَوْ كَشَفَهَا لَاَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهٖ مَا انْتَهٰى اِلَيْهِ بَصَرُهٗ مِنْ خَلْقِهٖ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ بَكْرٍ عَنِ الْاَعْمَشِ وَلَمْ يَقُلْ حَدَّثَنَا۔

رات کا عمل دن کے عمل سے پہلے اور دن کا عمل رات کے عمل سے پہلے اس کا پردہ نور ہے۔ ابوبکرؓ کی روایت میں ہے کہ پردہ اُس کا آگ ہے اگر وہ کھول دے اس پردے کو البتہ اس کے منہ کی شعاعیں جلائیں مخلوق کو جہاں تک اس کی نگاہ پہونچتی ہے۔

فائدہ:۔ بندوں کے اعمال اور ارزاق کے تولنے میں نوویؒ نے کہا یہ تمثیل ہے خدا کے ترازو سے تولنے کے ساتھ السراج الوہاج میں ہے کہ یہ تمثیل نہیں بلکہ حقیقۃً خدائے تعالیٰ ایسا ہی کرتا ہے اور یہی ہے مذہب سلف کا اس قسم کی آیات اور احادیث میں اور تمثیل کے قائل پچھلے لوگ ہوئے ہیں جن کی بات کا کچھ اعتبار نہیں ... یعنی رات میں جو اس کے بندے نیک کام کرتے ہیں وہ دوسرا دن گذرنے سے پہلے فرشتے اس کے پاس چڑھا لے جاتے ہیں اسی طرح دن میں جو کام کرتے ہیں وہ رات گذرنے سے پہلے شام ہی کو خدا کے پاس لے جاتے ہیں اس حدیث سے صاف یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ خدائے تعالیٰ جہت فوق میں ہے اور یہی مذہب ہے ائمہ سلف کا رضی اللہ تعالیٰ عنہم.... نوویؒ نے کہا پردہ لغت میں آڑ اور اوٹ کو کہتے ہیں اور یہ شان ہے اُن اجسام کی جو محدود ہیں اور خدائے تعالیٰ پاک ہے جسمیت اور تحدید سے اس صورت میں پردے سے مراد روکنے والا ہے۔ اس کے دیدار سے یعنی نور اس کے دیکھنے کا مانع ہے کس لئے کہ نور سے آنکھ چکاچوند ہو جاتی ہے السراج الوہاج میں ہے کہ اس تاویل کی ضرورت نہیں بلکہ سلف کا یہ قول ہے کہ جو کچھ شریعت میں آیا ہے اُس کو چلانا اُسی طرح جیسے آیا اور اس کی کیفیت بیان نہ کرنا اُس میں تاویل اور تعطیل اور تمثیل اور تشبیہ کرنا۔

مترجم کہتا ہے کہ متاخرین جیسے نوویؒ اور سیوطی اور ابن حجر عسقلانی اور ملا علی قاری اور شیخ عبدالحق دہلوی نے پچھلے متکلمین کی تقلید کر کے اس قسم کی آیات اور احادیث میں اکثر ایسی تاویلات کی ہیں جو سلف کے طریقے کے خلاف ہیں اسی حدیث میں دیکھئے حجاب کی جو تاویل کی ہے وہ اس بنا پر کہ حجاب شان ہے اجسام کی حالاں کہ ابھی تک یہ امر ہی شریعت سے ثابت نہیں ہوا کہ خدا تعالیٰ جسمیت سے پاک ہے پھر اور آثار اور لوازم جسمیت کا کیا ذکر ہے..... اس کی نگاہ تو تمام مخلوق تک پہنچتی ہے۔ پھر اگر وہ اپنا حجاب اٹھالے تو اس کے روئے مبارک کی تجلی کے سامنے کچھ نہ ٹھہرے اور سب جل کر خاک ہو جائیں نوویؒ نے اس مقام پر پچھلے متکلمین کی تقلید سے وجہ کی تاویل ذات سے کی ہے۔ اور یہ غلط ہے حق تعالیٰ کے لئے وجہ اور ید اور عین اور قدم وغیرہ حقیقۃً ثابت[1] ہیں آیات اور احادیث سے اور سلف نے ان میں کسی قسم کی تاویل نہیں کی نہ تحریف بلکہ تاویل طریقہ ہے جہمیہ اور مبتدعہ اور معتزلہ کا

[1]:۔ جیسا خدا ہے ویسا اس کا ہاتھ اور باقی سب اعضا بھی ایسے ہی ہیں جیسا وہ ہے۔ (عبدالغفار سلفی)

خذلہم اللہ تعالیٰ اور بعض علمائے اہل سنت خدا ان پر رحم کرے اس گمراہی میں پھنس گئے وہ بھی لگے تاویل کرنے اور سلف کے طریقہ کو بھول گئے اللہ تعالیٰ ان کی خطا معاف کرے۔

عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ قَالَ قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِاَرْبَعِ كَلِمَاتٍ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ اَبِيْ مُعَاوِيَةَ وَلَمْ يَذْكُرْ مِنْ خَلْقِهٖ وَقَالَ حِجَابُهُ النُّوْرُ۔

ترجمہ:۔ اعمش سے اسی طرح دوسری روایت ہے۔ مگر اس میں پانچ باتوں کے بدلے چار باتیں ہیں اور مخلوق کا ذکر نہیں اور کہا کہ حجاب اس کا نور ہے۔

عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِاَرْبَعٍ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَنَامُ وَلَا يَنْبَغِيْ لَهٗ اَنْ يَّنَامَ وَيَرْفَعُ الْقِسْطَ وَيَخْفِضُهٗ وَيُرْفَعُ اِلَيْهِ عَمَلُ النَّهَارِ بِاللَّيْلِ وَعَمَلُ اللَّيْلِ بِالنَّهَارِ۔

ترجمہ:۔ ابو موسیٰ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم میں کھڑے ہو کر چار باتیں بیان کیں یہ کہ اللہ تعالیٰ نہیں سوتا اور نہ اُس کے لائق ہے سونا اٹھاتا ہے ترازو کو اور جھکاتا ہے اٹھایا جاتا ہے اُس کی طرف دن کا عمل رات کو اور رات کا عمل دن کو۔

بَابُ اِثْبَاتِ رُؤْيَةِ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الْاٰخِرَةِ لِرَبِّهِمْ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى

اللہ تعالیٰ دیدار مومنوں کو آخرت میں ہوگا اس کا ثبوت

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ جَنَّتَانِ مِنْ فِضَّةٍ اٰنِيَتُهُمَا وَمَا فِيْهِمَا وَجَنَّتَانِ مِنْ ذَهَبٍ اٰنِيَتُهُمَا وَمَا فِيْهِمَا وَمَا بَيْنَ الْقَوْمِ وَبَيْنَ اَنْ يَّنْظُرُوْا اِلٰى رَبِّهِمْ اِلَّا رِدَاءُ الْكِبْرِيَاءِ عَلٰى وَجْهِهٖ فِيْ جَنَّةِ عَدْنٍ۔

ترجمہ:۔ عبداللہ بن قیس سے (ابو موسیٰ اشعری رض) روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دو جنتیں چاندی کی ہوں گی اُس کے برتن اور سب چیزیں چاندی کی ہوں گی۔ اور دو جنتیں سونے کی ہوں گی اس کے برتن اور سب چیزیں سونے کی ہوں گی اور لوگوں کو اپنے پروردگار کے دیکھنے میں کوئی آڑ نہ ہوگی جنت العدن میں سوا ایک بزرگی کی چادر کے جو خدا کے منہ پر ہوگی۔

فائدہ۔ پھر جب خدائے تعالیٰ اُس چادر کو اپنے منہ سے اٹھائے گا۔ تو سب مومن اس کے روئے مبارک کو دیکھیں گے اور اس دیدار سے ایسی خوشی حاصل ہو گی جس کی حد نہیں نہ اس کا بیان ہو سکتا ہے۔ نووی نے کہا تمام اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کا دیکھنا ممکن ہے محال نہیں ہے اور انہوں نے اتفاق کیا ہے اس پر کہ آخرت میں مومنین اس کو دیکھیں گے اور کافر اس نعمت سے محروم رہیں گے۔ اور معتزلہ اور خوارج اور بعض مرجیہ نے یہ گمان کیا ہے کہ خدا کو اس کی مخلوق میں سے کوئی نہ دیکھے گا۔ بلکہ خدا کا دیکھنا محال ہے عقلاً اور یہ ایک خطائے صریح اور جہل قبیح ہے کتاب اور سُنت اور اجماع صحابہ اور سلف امت سے یہ امر ثابت ہے کہ آخرت میں مومنوں کو خدا کا دیدار حاصل ہو گا اور اس حدیث کو قریب بیس صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے اور قرآن کی آیتیں اس باب میں مشہور ہیں اور بدعتیوں نے جو اُن پر اعتراض کئے ہیں وہ بھی اہل سنت کی کلام کی کتابوں میں اُن کے جواب سمیت مذکور ہیں اور ہم کو اُن کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی لیکن دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیکھنا تو ہم بیان کر چکے کہ وہ ممکن ہے پر جمہور سلف اور خلف کا یہ قول ہے کہ یہ دنیا میں واقع نہ ہو گا اور امام ابوالقاسم قیشری نے ابو بکر بن فورک سے نقل کیا ہے کہ اس مسئلے میں امام ابوالحسن اشعری کے دو قول ہیں ایک تو یہ کہ دنیا میں خدا کا دیدار واقع ہوا دوسرے یہ کہ اس کا وقوع نہیں ہوا۔ پھر اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ رویت الٰہی (خدا کا دیدار) ایک قوت ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں پیدا کر دے گا اور اس کے لئے اتصال اور مقابلہ وغیرہ ضروری نہیں اور ہمارے دیکھنے میں یہ باتیں اتفاقاً پائی جاتی ہیں نہ یہ کہ دیکھنے کی شرط ہیں اور متکلمین نے اُس کے کھلے دلائل خوب بیان کئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دیدار سے یہ لازم نہیں آتا کہ خدا تعالیٰ ایک جہت میں ہو بلکہ مومنین اُس کو دیکھیں گے۔ بغیر جہت کے جیسے اُس کو جانتے ہیں بے جہت انتہی مولانا ابوالطیب مسلمہ اللہ تعالیٰ نے السراج الوہاج میں لکھا ہے کہ بدعتیوں نے جو کچھ شبہے خدا کی رویت میں کئے ہیں اُن سب کے جوابات دونوں اماموں کی تصانیف میں موجود ہیں۔ (یعنی امام حافظ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور امام حافظ شیخ الاسلام ابن قیم قدس سرہما کی تصانیف میں) اور ہم نے بھی اُن کو اپنی بعض کتابوں میں بیان کیا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا دیدار دنیا میں تو وہ ممکن ہے پر واقع نہیں ہوا یعنی بیداری میں البتہ خواب میں واقع ہوا ہے جیسے ہم نے ریاض المرتاض اور تقصار میں ایک جماعت علماء اور ائمہ سے نقل کیا ہے یا اللہ تو ہم کو بھی مشرف کر اپنے دیدار سے اور یہ جو نووی نے کہا کہ خدا کا دیدار بغیر جہت کے ہو گا۔ جیسے اُس کا علم بے جہت

[1] ان دونوں اماموں کی تصانیف آپکو اس پتہ سے ملیں گی۔ مکتبہ شعیب بنس روڈ کراچی ۱ فون (۳۶۰۸۹)

گے ہے یہ متکلمین کا طریق ہے اور اہل حق کا یہ مسلک نہیں ان کے نزدیک، تو اس قسم کے نصوص کو ظاہر معنی پر رکھنا چاہئے بغیر تاویل اور تعطیل کے اور حدیث صحیح میں یہ امر موجود ہے کہ خدا کہاں ہے آپ نے پوچھا یہ لونڈی سے اور ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے اشارہ کیا انگلی سے آسمان کی طرف اسی طرح اس باب میں بہت آیات اور احادیث ہیں جن سے خدا کا علو اور فوقیت علی العرش اور آسمان میں ہونا پایا جاتا ہے پھر یہ قول نووی کا ان سے کیا مناسبت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے اُس آدمی پر جو انصاف کرے اور تاویل اور تکلف کے درپے نہ ہو۔

مترجم کہتا ہے کہ خدائے تعالیٰ کو بے جہت خیال کرنا یہ جہمیہ اور مبتدعہ اور معتزلہ کا عقیدہ ہے ورنہ سلف علماء اور اہل حدیث سب خدا کو جہت فوق میں سمجھتے رہے اور حنابلہ رحمہم اللہ کا یہی قول ہے پھر جب خدائے تعالیٰ ایک جہت میں ہوا تو اس کی رویت بھی ایک جہت میں ہو سکتی ہے اور متکلمین نے جو ایک رویت بلاجہت بلامکان نکالی ہے۔ یہ درحقیقت نفی رویت ہے اور ان کے عقیدے اور منکرین رویت کے عقیدے میں غور کرنے سے کچھ فرق نہیں نکلتا کیونکہ منکرین رویت نے اُسی رویت کی نفی کی ہے جو ظاہر متعارف ہے یعنی ایک چیز کا ایک چیز کے سامنے ہونا ایک مکان میں ہونا رائی اور مرئی میں ایک طرح کی نسبت مقابلہ ہونا مرئی کا ایک جہت میں ہونا رائی سے نہ اس رویت کی جس کو متکلمین نے اختراع کیا ہے اور ان متکلمین نے بہت سے مسائل میں اسی قسم کی تاویلات کی ہیں جو درحقیقت انکار ہیں نصوص کی خدا اُن لوگوں کی خطا معاف کرے اور ہم نے ان میں سے مسئلہ استوار کو بہت تفصیل سے اپنی کتاب انتہائی الاستوار میں بیان کیا ہے۔

عَنْ صُهَيْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ قَالَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى تُرِيْدُوْنَ شَيْئًا اَزِيْدُكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ اَلَمْ تُبَيِّضْ وُجُوْهَنَا اَلَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَتُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ قَالَ فَيَكْشِفُ الْحِجَابَ فَمَا اُعْطُوْا شَيْئًا اَحَبَّ اِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ اِلٰى رَبِّهِمْ عَزَّ وَجَلَّ۔

ترجمہ۔ صہیب رض سے روایت ہے رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب جنتی جنت میں جا چکیں گے اس وقت اللہ تعالیٰ فرما دے گا تم اور کچھ زیادہ چاہتے ہو وہ کہیں گے تو نے منہ ہمارے سفید کئے ہم کو جنت دی جہنم سے بچایا (اب اور کیا چاہیے) پھر پردہ اٹھ جائیگا۔ اس وقت جنتیوں کو کوئی چیز اس سے بھلی معلوم نہ ہوگی یعنے اپنے پروردگار کی طرف دیکھنے سے۔

عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَزَادَ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَخْبَرَهٗ اَنَّ نَاسًا قَالُوْا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ نَرٰى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ هَلْ تُضَارُّوْنَ فِي الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ قَالُوْا لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ هَلْ تُضَارُّوْنَ فِي الشَّمْسِ لَيْسَ دُوْنَهَا سَحَابٌ قَالُوْا لَا قَالَ فَاِنَّكُمْ تَرَوْنَهٗ كَذٰلِكَ يَجْمَعُ اللّٰهُ النَّاسَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَقُوْلُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ شَيْئًا فَلْيَتَّبِعْهُ فَيَتَّبِعُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ الشَّمْسَ الشَّمْسَ وَيَتَّبِعُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ الْقَمَرَ الْقَمَرَ وَيَتَّبِعُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ الطَّوَاغِيْتَ الطَّوَاغِيْتَ وَتَبْقٰى هٰذِهِ الْاُمَّةُ فِيْهَا مُنَافِقُوْهَا فَيَاْتِيْهِمُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِيْ صُوْرَةٍ غَيْرِ صُوْرَتِهِ الَّتِيْ يَعْرِفُوْنَ فَيَقُوْلُ اَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ هٰذَا مَكَانُنَا حَتّٰى يَاْتِيَنَا رَبُّنَا فَاِذَا جَآءَنَا رَبُّنَا عَرَفْنَاهُ فَيَاْتِيْهِمُ اللّٰهُ فِيْ صُوْرَتِهِ الَّتِيْ يَعْرِفُوْنَ

ترجمہ:۔ حماد بن سلمہ سے اسی اسناد سے یہی حدیث مروی ہے اتنا زیادہ ہے کہ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی یعنے نیکوں کے واسطے نیکی ہے اور زیادہ زیادہ سے مراد دیدار الہٰی ہے جو سب نعمتوں سے بڑھ کر لذت دیگا۔

ترجمہ:۔ ابوہریرۃ رضؓ سے روایت ہے کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کہا کیا ہم اپنے پروردگار کو دیکھیں گے قیامت کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کیا تم ایک دوسرے کو تکلیف دیتے ہو۔ چودھویں رات کا چاند دیکھنے میں (یعنے ازدحام اور ہجوم کی وجہ سے یا تم کو کچھ تکلیف ہوتی ہے چودھویں رات کے چاند دیکھنے میں۔ لوگوں نے کہا نہیں یارسول اللہ۔ آپ نے فرمایا بھلا تم کو کچھ مشقت، ہوتی ہے یا ایک، دوسرے کو صدمہ پہنچاتے ہو سورج کے دیکھنے میں جس وقت کہ بادل نہ ہو۔ (اور آسمان صاف ہو) لوگوں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا پھر اسی طرح (یعنے بغیر تکلیف اور مشقت اور زحمت اور ازدحام کے) تم اپنے پروردگار کو دیکھو گے۔ حق تعالیٰ لوگوں کو قیامت کے دن جمع کرے گا۔ تو فرمادے گا جو کوئی جس کو پوجتا تھا اس کے ساتھ ہو جائے پھر جو شخص آفتاب کو پوجتا تھا وہ سورج کے ساتھ ہوگا۔ اور جو چاند کو پوجتا تھا وہ چاند کے ساتھ اور

فَيَقُولُ أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُولُونَ أَنْتَ رَبُّنَا فَيَتَّبِعُونَهُ وَيُضْرَبُ الصِّرَاطُ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ جَهَنَّمَ فَأَكُونُ أَنَا وَأُمَّتِي أَوَّلَ مَنْ يُجِيزُ وَلَا يَتَكَلَّمُ يَوْمَئِذٍ إِلَّا الرُّسُلُ وَدَعْوَى الرُّسُلِ يَوْمَئِذٍ اللَّهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ وَفِي جَهَنَّمَ كَلَالِيبُ مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ هَلْ رَأَيْتُمُ السَّعْدَانَ قَالُوا نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ فَإِنَّهَا مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَعْلَمُ مَا قَدْرُ عِظَمِهَا إِلَّا اللَّهُ تَخْطَفُ النَّاسَ بِأَعْمَالِهِمْ فَمِنْهُمُ الْمُؤْمِنُ بَقِيَ بِعَمَلِهِ وَمِنْهُمُ الْمُجَازَى حَتَّى يُنَجَّى حَتَّى إِذَا فَرَغَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنَ الْقَضَاءِ بَيْنَ الْعِبَادِ وَأَرَادَ أَنْ يُخْرِجَ بِرَحْمَتِهِ مَنْ أَرَادَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ أَمَرَ الْمَلَائِكَةَ أَنْ يُخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا مِمَّنْ أَرَادَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يَرْحَمَهُ مِمَّنْ يَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَيَعْرِفُونَهُمْ فِي النَّارِ يَعْرِفُونَهُمْ بِأَثَرِ السُّجُودِ تَأْكُلُ النَّارُ مِنِ ابْنِ آدَمَ إِلَّا أَثَرَ السُّجُودِ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَى النَّارِ أَنْ تَأْكُلَ أَثَرَ السُّجُودِ فَيُخْرَجُونَ مِنَ النَّارِ قَدِ امْتَحَشُوا

جو طاغوت کو پوجتا تھا وہ طاغوت کے ساتھ اور یہ امت محمد باقی رہ جائے گی اس میں منافق لوگ بھی ہوں گے پھر اللہ تعالیٰ ان کے پاس آئے گا ایسی صورت میں جس کو وہ نہ پہچانیں گے اور کہے گا میں تمہارا پروردگار ہوں وہ کہیں گے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں ہم تجھ سے اور ہم اسی جگہ ٹھہرے ہیں یہاں تک کہ ہمارا پروردگار ہمارے پاس آئے اور جب ہمارا پروردگار آئے گا تو ہم اس کو پہچان لیں گے پھر اللہ تعالیٰ ان کے پاس آئے گا۔ اس صورت میں جس کو وہ پہچانتے ہوں گے۔ اور کہے گا۔ میں تمہارا رب ہوں وہ کہیں گے تو ہمارا رب ہے پھر اس کے ساتھ ہو جائیں گے۔ اور دوزخ کے پشت پر پل رکھا جائیگا۔ تو میں اور میری امت سب سے پہلے پار ہوں گے اور سوائے پیغمبروں کے اور کوئی اس دن بات نہ کر سکیگا۔ اور پیغمبروں کا بول اس وقت یہ ہوگا۔ یا اللہ بچائیو یا اللہ بچائیو (یہ شفقت کی راہ سے کہیں گے اور خلق پر) اور دوزخ میں آنکڑے ہیں (لوہے کے جن کا سر ٹیڑھا ہوتا ہے اور تنور میں گوشت جب ڈالتے ہیں تو آنکڑوں میں لگا کر ڈالتے ہیں) جیسے سعدان کے کانٹے (سعدان ایک جھاڑ ہے کانٹوں دار) حضرت ﷺ نے فرمایا۔

فیصب علیہم ماء الحیوۃ
فینبتون منہ کما تنبت الحبۃ
فی حمیل السیل ثم یفرغ اللہ
من القضاء بین العباد و یبقی
رجل مقبل بوجہہ علی النار
وھو آخر اھل الجنۃ دخولا
الجنۃ فیقول ای رب اصرف
وجھی عن النار فانہ قد قشبنی
ریحھا واحرقنی ذکاؤھا فیدعو
اللہ ما شاء اللہ ان یدعوہ
ثم یقول اللہ تبارک و تعالیٰ
ھل عسیت ان فعلت ذلک
بک ان تسال غیرہ فیقول
لا اسالک غیرہ و یعطی ربہ
عزوجل من عھود و مواثیق
ما شاء اللہ فیصرف اللہ وجھہ
عن النار فاذا اقبل علی الجنۃ
ورآھا سکت ما شاء اللہ ان
یسکت ثم یقول ای رب قدمنی
الی باب الجنۃ فیقول اللہ لہ الیس
قد اعطیت عھودک ومواثیقک
لا تسئلنی غیر الذی اعطیتک
ویلک یا ابن آدم ما اغدرک
فیقول ای رب یدعو اللہ حتی
یقول لہ فھل عسیت ان اعطیتک
ذلک ان تسال غیرہ فیقول لا و
عزتک فیعطی ربہ ما شاء اللہ
من عھود و مواثیق فیقدمہ
الی باب الجنۃ فاذا قام علی

صحابہ سے تم نے سعدان کو دیکھا ہے
انھوں نے کہا ہاں دیکھا ہے یا رسول
اللہ آپ نے فرمایا پس وہ آنکڑے سعدان
کے کانٹوں کے وضع پر ہوں گے۔
(یعنے سر خم) پر یہ کوئی نہیں جانتا
سوائے اللہ کے کہ وہ آنکڑے
کتنے بڑے بڑے ہوں گے وہ لوگوں
کو دوزخ میں دھر گھسیٹیں گے (یعنی
فرشتے اُن آنکڑوں سے گھسیٹ
لیں گے دوزخیوں کو) اُن کے بدعملوں
کی وجہ سے اب بعضے اُن میں مومن
ہوں گے۔ جو بچ جائیں گے۔ اپنے
عمل کے سبب سے اور بعضے ان
میں سے بدلہ دیئے جائیں گے اپنے عمل
کا یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ بندوں کے
فیصلے سے فراغت پائے گا۔ اور چاہے گا
کہ نکالے دوزخ والوں میں سے اپنی
رحمت سے جس کو چاہے تو فرشتوں
کو حکم کرے گا۔ نکالیں دوزخ سے
اُس کو جس نے خدا کے ساتھ کسی
چیز کو شریک نہ کیا ہو جس پر خدا نے
رحمت کرنا چاہا ہو جو کہ لآ الہ الا اللہ کہتا ہو
تو فرشتے دوزخ میں ایسے لوگوں کو
پہچان لیں گے اُن کو پہچانیں گے
سجدہ کے نشانوں سے آگ آدمی
کو جلا ڈالے گی مگر سجدے کے نشان
کو خدا تعالیٰ نے اُس کا جلانا آگ پر
حرام کیا ہے۔ پھر وہ دوزخ سے
نکالے جائیں گے جلے بھُنے جب اُن پر

بَابِ الْجَنَّةِ انْفَهَقَتْ لَهُ الْجَنَّةُ فَرَاٰى مَا فِيْهَا مِنَ الْخَيْرِ وَالسُّرُوْرِ فَيَسْكُتُ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَسْكُتَ ثُمَّ يَقُوْلُ اَیْ رَبِّ اَدْخِلْنِی الْجَنَّةَ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى لَهُ اَلَيْسَ قَدْ اَعْطَيْتَ عُهُوْدَكَ وَمَوَاثِيْقَكَ لَا تَسْاَلُ غَيْرَ مَا اُعْطِيْتَ وَيْلَكَ يَا ابْنَ اٰدَمَ مَا اَغْدَرَكَ فَيَقُوْلُ اَیْ رَبِّ لَا اَكُوْنَنَّ اَشْقٰى خَلْقِكَ قَالَ فَلَا يَزَالُ يَدْعُوْ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ حَتّٰى يَضْحَكَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى مِنْهُ فَاِذَا ضَحِكَ اللّٰهُ مِنْهُ قَالَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ فَاِذَا اَدْخَلَهَا قَالَ اللّٰهُ لَهُ تَمَنَّهْ فَيَسْاَلُ رَبَّهُ وَيَتَمَنّٰى حَتّٰى اَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَيُذَكِّرُهُ مِنْ كَذَا وَكَذَا حَتّٰى اِذَا انْقَطَعَتْ بِهِ الْاَمَانِیُّ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ذٰلِكَ لَكَ وَمِثْلُهُ مَعَهُ قَالَ عَطَاءُ بْنُ يَزِيْدَ وَاَبُوْ سَعِيْدِ الْخُدْرِیُّ مَعَ اَبِیْ هُرَيْرَةَ لَا يَرُدُّ عَلَيْهِ مِنْ حَدِيْثِهِ شَيْئًا حَتّٰى اِذَا حَدَّثَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ اَنَّ اللّٰهَ قَالَ لِذٰلِكَ الرَّجُلِ ذٰلِكَ لَكَ وَمِثْلُهُ مَعَهُ قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ وَعَشَرَةُ اَمْثَالِهِ مَعَهُ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ مَا حَفِظْتُ اِلَّا قَوْلَهُ ذٰلِكَ لَكَ وَمِثْلُهُ مَعَهُ قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ اَشْهَدُ اَنِّیْ حَفِظْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَوْلَهُ ذٰلِكَ لَكَ وَعَشَرَةُ اَمْثَالِهِ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ وَذٰلِكَ الرَّجُلُ اٰخِرُ اَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُوْلًا الْجَنَّةَ۔

آب حیات چھڑکا جائے گا وہ تازے ہو کر ایسے جم اٹھیں گے۔ جیسے دانہ کچرے کے بہاؤ میں جم اٹھتا ہے (یانی جہاں پر کوڑا کچرا مٹی بہا کر لاتا ہے وہاں دانہ خوب اگتا ہے اور جلد شاداب اور سرسبز ہو جاتا ہے اسی طرح وہ جہنمی بھی آب حیات ڈالتے ہی تازے ہو جائینگے اور جلن جھلسن کے نشان بالکل جاتے رہیں گے) بعد اُس کے اللہ تعالیٰ بندوں کے فیصلے سے فراغت کرے گا اور ایک مرد باقی رہ جائے گا جس کا منہ دوزخ کی طرف ہوگا اور یہ بہشت والوں میں سب سے پیچھے بہشت میں جائے گا۔ وہ کہے گا اے رب میرا منہ جہنم کی طرف سے پھیر دے اُس کی بُو نے مجھے مار ڈالا اور اُس کی لپٹ نے مجھے جلا ڈالا پھر خدا سے دعا کیا کرے گا۔ جب تک خدا تعالیٰ کو منظور ہوگا بعد اُس کے اللہ تعالیٰ فرمادے گا اگر میں یہ تیرا سوال پورا کردوں تو تُو اور سوال کریگا وہ کہے گا نہیں میں پھر کچھ سوال نہ کروں گا اور جیسے خدا کو منظور ہیں وہ قول قرار کرے گا۔ تب اللہ تعالیٰ اس کا منہ دوزخ کی طرف سے پھیر دے گا (جنت کی طرف) جب جنت کی طرف اُس کا منہ ہوگا تو چپ رہے گا۔ جب تک خدا کو منظور ہوگا۔ پھر کہے گا۔ اے رب مجھے جنت کے دروازے تک پہنچا دے اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔

تو کیا کیا قول اور اقرار کر چکا تھا کہ میں پھر دوسرا سوال نہ کروں گا۔ بُرا ہو تیرا اے آدمی کیسا دغا باز ہے وہ کہے گا اے رب اور دعا کرے گا یہاں تک کہ پروردگار فرما دے گا اچھا اگر میں تیرا یہ سوال پورا کردوں تو پھر تو اور کچھ نہ مانگے گا وہ کہے گا نہیں قسم تیری عزت کی اور کیا کیا قول اور قرار کرے گا۔ جیسے اللہ کو منظور ہوگا۔ آخر اللہ تعالیٰ اُس کو جنت کے دروازے تک پہنچا دے گا جب وہاں کھڑا ہوگا تو ساری بہشت اُس کو دکھلائی دے گی اور جو کچھ اس میں نعمت یا خوشی اور فرحت ہے وہ سب پھر ایک مدت تک جب تک خدا کو منظور ہوگا وہ چپ رہے گا۔ بعد اس کے عرض کرے گا۔ اے رب مجھے جنت کے اندر لے جا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے کیا اقرار کیا تھا تو بولا تھا کہ اب میں کچھ سوال نہ کروں گا۔ بُرا ہو تیرا اے آدم کے بیٹے کیسا مکار ہے وہ عرض کرے گا۔ اے میرے رب میں تیری مخلوق میں بدنصیب نہیں ہونے کا اور دعا کرتا رہے گا۔ یہاں تک کہ اللہ جل شانہ ہنس دے گا اور جب خدائے تعالیٰ کو ہنسی آجائے گی تو فرمائے گا۔ اچھا جا جنت میں۔ جب وہ جنت کے اندر جائے گا۔ تو خدائے تعالیٰ اُس سے فرمائے گا۔ اب تو کوئی آرزو کر وہ کرے گا اور مانگے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ خود اس کو یاد دلائے گا۔ فلانی چیز مانگ فلانی چیز مانگ۔ جب اس کی سب آرزوئیں ختم ہوجائیں گی تو حق تعالیٰ فرمائے گا ہم نے یہ سب تجھے دیں اور اُن کے ساتھ اتنی ہی اور دیں (یعنی تیری خواہشوں سے دو چند لے سبحان اللہ کیا کرم اور رحمت ہے اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر اور جو وہ کرم نہ کرے تو اور کون کرے وہی مالک ہے وہی خالق ہے وہی رازق ہے وہی پالنے والا ہے) عطا بن یزید نے کہا جو اس حدیث کا راوی ہے کہ ابو سعید خدری رضؓ بھی اس حدیث کی روایت کرنے میں ابو ہریرہ کے موافق تھے کہیں خلاف نہ تھے پر جب ابو ہریرہ نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا ہم نے یہ سب تجھے دیں اور اتنی ہی اور دیں تو ابو سعید رضؓ نے کہا دس حصے زیادہ دیں ابو ہریرہ نے کہا مجھے تو یہی یاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں فرمایا ہم نے یہ سب تجھے دیں اور اتنی ہی اور دیں ابو سعید رضؓ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں فرمایا ہم نے یہ سب تجھے دیں اور دس حصے زیادہ دیں۔ ابو ہریرہ نے کہا یہ وہ شخص ہے جو سب سے اخیر میں جنت میں جائے گا۔ (تو اور جنتیوں کو معلوم نہیں کیا کیا نعمتیں ملیں گی)

فائدہ: یہ تشبیہ ہے دیکھنے کی سورج کے خدا کے دیکھنے کے ساتھ نہ تشبیہ سورج کی خدا کے ساتھ کیونکہ سورج ایک مخلوق ہے خدا کی اور مخلوق کسی بات میں خالق کی مثل نہیں ہو سکتی فرمایا اللہ تعالیٰ نے لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ

اس کے جوڑ کی کوئی چیز نہیں اور وہ سنتا ہے دیکھتا اور مقصود یہ ہے کہ خدا کے دیدار میں کسی طرح کا ہجوم معلوم نہ ہوگا نہ دیکھنے والے ایک پر ایک گر کر صدمہ پہنچائیں گے بلکہ ہر ایک اپنی جگہ پر کمال فراغت اور راحت کے ساتھ خدا کو دیکھے گا جیسے دنیا میں چودھویں رات کے چاند کو دیکھنے میں یا سورج کے دیکھنے میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی طاغوت کہتے ہیں جس چیز کو جس کی پوجا کی جائے سوا خدا کے یہی قول ہے لیث اور ابو عبیدہ اور کسائی اور جمہور اہل لغت کا اور ابن عباس رضی اور مقاتل اور کلبی وغیرہم نے کہا۔ کہ طاغوت شیطان کو کہتے ہیں اور بعضوں نے کہا بت کو (نووی) السراج الوہاج میں ہے کہ پہلا معنی اچھا ہے اور وہ شامل ہے اولیاء اور انبیاء کی قبر پوجنے والوں کو اور درویشوں کو عالموں کی تقلید کرنے والوں کو (جو اُن کی تقلید خدا اور رسول کے ارشاد پر مقدم رکھیں) اور تمام مشرکین اور متبدعین کو... منافق مومنین میں شریک رہیں گے اس لئے کہ دنیا میں بھی بظاہر مومنوں میں شریک تھے اور اپنے تئیں ایمان کے قالب میں چھپائے ہوئے تو وہاں بھی مومنوں کے ساتھ ملے رہیں گے اور ان کے ساتھ چلیں گے اُن کی روشنی سے فائدہ اٹھائینگے یہاں تک کہ اُن کے اور مومنوں کے بیچ میں ایک روک ہو جائے گا اس کے اندر رحمت ہوگی اور سامنے سے عذاب معلوم ہوگا تب منافق علیحدہ ہو جائیں گے۔ اور مومنوں کی روشنی ان سے جاتی رہے گی اور بعضوں نے کہا یہ لوگ حوض پر ہانک دیئے جائیں گے اور اُن سے کہا جائے گا۔ دور ہو دور ہو (نووی) یہ معرفت حق سبحان تعالیٰ کی یا تو اس طرح سے ہوگی کہ خدائے تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے ہر مومن کے دل میں اپنا جمال اس طرح ذہن نشین کر دے گا کہ وہ پہلی صورت کو خدا کی صورت سے مغائر اور مبائن سمجھیں گے یا یہ معرفت اُن صفات کی وجہ سے ہوگی جو خدائے تعالیٰ نے اپنے لئے بیان کیں ہیں کہ وہ کسی کی مثل نہیں اس کے جوڑ کا کوئی نہیں وہ پاک ہے ہر عیب سے پھر جب پہلی صورت نمود ہوگی تو وہ اُن صفات سے خالی ہوگی۔ اس لئے مومنین اس کو خدا نہ کہیں گے۔ جب خدا اپنی اصلی صورت ظاہر ہوگا۔ تو وہ تمام صفات مقدسہ پر مشتمل ہوگی اور مومنین اس کو پہچان کر اپنا خدا مانیں گے۔ اور اُس کے ساتھ ہوں گے۔ اس حدیث میں خدا کے لئے کئی باتیں ثابت کی ہیں ایک تو صورت دوسرے آنا تیسرے ہنسنا چوتھے باتیں کرنا اور علماء اہلسنت کے اس قسم کی آیتوں اور حدیثوں میں دو مذہب ہیں ایک حق ہے اور ایک خطا حق وہ ہے جو اکثر سلف کا قول ہے بلکہ کل کا کہ اُن کے معنوں میں زیادہ گفتگو نہ کرنا چاہیے بلکہ اُن پر ایمان لانا چاہیئے اور اُن کے ظاہر معنے کو قبول کرنا چاہئے اور

جس طرح یہ آیتیں اور حدیثیں آئی ہیں اسی طرح ان کو چلانا چاہئے اور ایسا اعتقاد رکھنا چاہیئے جو خدا کی بزرگی اور جلال کے لائق ہے اور یہ سمجھنا چاہیئے کہ خدا کی مثل کوئی شے نہیں ہے اور یہی قول ہے ایک جماعت متکلمین کا بھی جو محققین ہیں اور اس میں سلامتی ہے ہر ایک آفت سے اور اسی پر چلتے رہے تمام امت کے سلف اور امام! اور اس باب میں بڑی عمدہ کتاب۔ کتاب الجوائز و الصلات ہے سید ابوالخیر طیب قنوجی کی۔ شیخ محمد بن محسن عطاس نے کتاب تنزیہ الذات والصفات میں خدا کے آنے کی بحث میں لکھا ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وہ منتظر ہیں خدا کے آنے کے ابر کے سائے میں اور فرمایا آیا تیرا رب۔ یا آئے تیرا رب اور صفات کے باب میں ہمارا قول یہ ہے کہ ہم ایمان لاتے ہیں اُن پر اور اُن کے وجود کو سمجھتے ہیں اور کسی قدر اُن کو جانتے ہیں پر نہ اُن کی کیفیت بیان کرتے ہیں نہ مثال نہ مشابہت دیتے ہیں نہ اُن کو بیکار کرتے ہیں اور سلف کی طرح یوں کہتے ہیں ایمان لائے ہم اللہ پر اللہ کی مراد کے موافق اور اُس کی مثل کوئی چیز نہیں پھر بیان کیا ہر ایک صفت کا جیسے استوار[1] اور علو[2] اور وجہ[3] اور ید[4] اور یمین[5] اور کف[6] اور اصبع[7] اور شمال[8] اور قدم[9] اور رجل[10] اور نزول[11] اور کلام[12] اور قول[13] اور رؤیت[14] اور کشف[15] ساق اور فوق[16] اور نفس[17] اور علین[18] اور حقو[19] کا اور دلیل لائے ان پر آیات اور احادیث سے اور قوی کیا سلف کے مذہب کو اور رد کیا اُس تاویل کو جو متکلمین نے کی ہے اور جس پر پچھلے لوگ چلے ہیں۔ اور خطا وہ ہے جو اکثر متکلمین کا مذہب ہے یعنے اُن کی تاویل کرنا چاہیئے پر ایک موقع کے موافق جیسے وہ اس حدیث میں کہتے ہیں کہ آنے سے مراد یہ ہے کہ مومنین اُس کو دیکھیں گے اور یہ آنے کے معنے مجازی ہیں یا اس سے فرشتوں کا آنا مقصود ہے قاضی عیاض نے کہا ہمارے نزدیک یہ معنی بہتر ہے حالانکہ یہ معنی غلط ہے اہل حق نے نزدیک اور حاصل یہ ہے کہ یہ مومنین کا اخیر امتحان ہو گا پھر جب وہ اُن سے کہے گا میں تمہارا رب ہوں تو یہ انکار کریں گے اور اُس سے پناہ مانگیں گے پھر اللہ جل جلالہ اپنی اس صورت پر تجلی کرے گا جس طرح سے مومنین اسکو جانتے ہیں اور جن صفات سے اُس کو پہچانتے ہیں اور مومنین نے اگرچہ بیشتر خدا کو نہیں دیکھا ہو گا پر اس کی صفات سے اس کو پہچان لیں گے کہ یہ ہمارا رب ہے اور کہیں گے تو ہمارا رب ہے خطابی نے کہا شاید پناہ مانگنا خاص منافقوں کا فعل ہو اور قاضی عیاض نے اُس کا انکار کیا نووی نے کہا۔ کہا قاضی عیاض کا قول صحیح ہے اور ظاہر حدیث سے یہی نکلتا ہے کہ یعنے یہ کہ انکار منافقین سے خاص نہیں ہو گا۔ اور اُن کے ساتھ ہو جانے سے یہ غرض ہے کہ اُس کے حکم کی پیروی کریں گے۔ اور

جنت میں جائیں گے یا اُس کے فرشتوں کے ساتھ ہو کر جنت میں جائیں گے اور یہ بھی
ایک قسم کی تاویل ہے جس کی کوئی ضرورت نہیں ہے (السراج الوہاج) جس کو لوگ پُل صراط
کہتے ہیں اور اہل حق نے اس کو ثابت کیا ہے اور سلف نے اس پر اجماع کیا ہے۔ اور
وہ ایک پل ہوگا۔ جہنم کی پشت پر سب لوگوں کو اس کے اوپر سے گذرنا ہوگا۔ تو مومن
اپنے اپنے درجہ کے موافق اس پر سے گذر کریں گے اور کافر اُس پر سے گر کر جہنم میں
چلے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بچائے اور ہمارے اصحاب سلف سے منقول
ہے کہ یہ پُل بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا۔ جیسے ابو سعید
خدری رض سے روایت ہے ..... یعنی پل سے گذرتے وقت بوجہ ہول اور خوف کے
لیکن قیامت کے دن اور وقت تو لوگ باتیں کریں گے اور ایک دوسرے سے
جھگڑینگے اور ایک دوسرے کو ملامت کریں گے۔ اور مرید اپنے مرشدوں سے لڑینگے (نووی)
حدیث میں یوں ہے فَمِنْهُمُ الْمُؤْمِنُ بَقِيَ بِعَمَلِهِ - اس کا ترجمہ یہی ہے جو
بیان ہوا۔ اور بعض نسخوں میں یوں ہے الْمُوْثَقُ یعنی بِعَمَلِهِ یعنے بعض
اُن میں کا جکڑا جائے گا۔ اپنے عمل کی وجہ سے اور بعض نسخوں میں یوں ہے
الْمُوبَقُ یعنی بِعَمَلِهِ یعنے بعض اُن میں کا تو ہلاک ہو جائے گا اپنے عمل سے
اور بعض نسخوں میں یوں ہے فَمِنْهُمُ الْمُؤْمِنُ بَقِيَ بِعَمَلِهِ یعنے بعض ان میں
سے مومن ہوں گے جو باقی رہ جائیں گے (دھر گھسیلنے سے) اپنے عمل کی وجہ سے
نووی نے کہا ہمارے شہر میں اکثر نسخوں میں ایسا ہی ہے ... یہ ترجمہ ہے حجازی
کا جیسے حدیث میں گزرا اور بعض نسخوں میں مخردل ہے یعنی کاٹا جائے گا اُس کا
گوشت یا گرایا جائے گا۔ اور بعض نسخوں میں مجردل ہے یعنی قریب ہلاکت کے۔
نووی نے کہا ظاہر حدیث سے یہ بات نکلتی ہے کہ جہنم کی آگ سجدہ کے ساتوں
اعضا کو نہ جلائے گی جن کو لگا کر آدمی سجدہ کرتا ہے یعنی منہ اور دونوں ہاتھ اور
دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں ایسا ہی کہا ہے بعض علما نے اور قاضی عیاض
نے اس کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ سجدے کے نشان سے صرف پیشانی
مراد ہے لیکن اول قول مختار ہے اب اگر کوئی کہے کہ مسلم نے آگے خود روایت
کی ہے کہ بعض لوگ جہنم سے نکلیں گے بالکل جلے ہوئے سوا منہ کے تو اُس کا جواب
یہ ہے کہ یہ کچھ خاص لوگ ہوں گے اور لیکن سوا ان کے اور لوگ اُن کے سب اعضا
سجدے کے سالم ہوں گے۔ بنظر عموم اس حدیث کے اور وہ حدیث خاص ہے انہی
لوگوں سے انتہی۔ .. نووی نے کہا خدا کی ہنسی سے اُس کا راضی ہونا مقصود ہے
اور اپنی نعمت کا ظاہر کرنا اور یہ تاویل غلط ہے اور نووی نے پچھلے متکلمین کی تقلید سے

اس کو لکھ دیا ہے اصل یہ ہے کہ جیسے سمع اور بصر اور کلام وغیرہ اللہ سبحانہ کی صفات ہیں اور وہ محمول ہیں اپنے حقیقی معنوں پر اسی طرح ضحک یعنے ہنسنا بھی اس کی ایک صفت ہے اور جیسے خدا کا سننا اور دیکھنا اور بات کرنا مخلوق کے دیکھنے اور سننے اور بات کرنے کی طرح نہیں ہے ویسے ہی اس کا ہنسنا بھی مخلوق کے ہنسنے کی طرح نہیں ہے اور وہ پاک ہے اپنی ذات اور صفات میں مخلوق کی مشابہت سے یہی اعتقاد ہے صحابہ اور تابعین اور سلف ائمہ اور علما کا جیسا کئی بار اوپر گذر چکا۔

عَنْ هَمَّامِ ابْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا بِهٖ اَبُوْهُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ اَدْنٰى مَقْعَدِ اَحَدِكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ تَمَنَّ فَيَتَمَنّٰى فَيَقُوْلُ لَهٗ هَلْ تَمَنَّيْتَ فَيَقُوْلُ نَعَمْ فَيَقُوْلُ لَهٗ فَاِنَّ لَكَ مَا تَمَنَّيْتَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ۔

ترجمہ۔ ہمام بن منبہ سے روایت ہے یہ وہ حدیثیں ہیں جو بیان کیں ہم سے ابو ہریرہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور بیان کیا کئی حدیثوں کو اُن میں سے ایک یہ بھی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے کم درجے کا جنتی تم میں سے جو ہوگا اس سے کہا جائیگا آرزو کر وہ آرزو کرے گا اور آرزو کریگا۔ پھر اُس سے کہا جائے گا تو آرزو کر چکا وہ کہیگا ہاں پھر اللہ تعالیٰ اُس سے فرمائے گا تجھے یہ سب آرزوئیں دیں اور اتنی ہی اور۔

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ نَاسًا فِيْ زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ نَرٰى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نَعَمْ قَالَ فَهَلْ تُضَارُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ الشَّمْسِ بِالظَّهِيْرَةِ صَحْوًا لَيْسَ مَعَهَا سَحَابٌ وَهَلْ تُضَارُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ صَحْوًا لَيْسَ فِيْهَا سَحَابٌ قَالُوْا لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا تُضَارُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلَّا

ترجمہ۔ ابو سعید خدری رض سے روایت ہے کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں کہا یا رسول اللہ کیا ہم دیکھیں گے اپنے پروردگار کو قیامت کے دن آپ نے فرمایا ہاں دیکھوگے۔ تم کو کچھ تکلیف ہوتی ہے سورج کے دیکھنے میں دوپہر کے وقت جب کھلا ہوا ہو اور ابر نہ ہو تم کو کچھ تکلیف ہوتی ہے چاند کے دیکھنے میں چودھویں رات کو جب کھلا ہوا ہو اور ابر نہ ہو انھوں نے کہا نہیں آپ نے فرمایا بس تم کو اتنی ہی تکلیف ہوگی اللہ تعالیٰ کے دیکھنے میں قیامت

كَمَا تُضَارُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ اَحَدِ
هِمَا اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ اَذَّنَ
مُؤَذِّنٌ لِيَتَّبِعْ كُلُّ اُمَّةٍ مَّا كَانَتْ
تَعْبُدُ فَلَا يَبْقٰى اَحَدٌ كَانَ يَعْبُدُ
غَيْرَ اللّٰهِ مِنَ الْاَصْنَامِ وَالْاَنْصَابِ
اِلَّا يَتَسَاقَطُوْنَ فِي النَّارِ حَتّٰى اِذَا
لَمْ يَبْقَ اِلَّا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ
مِنْ بَرٍّ وَّفَاجِرٍ وَّغُبَّرِ اَهْلِ الْكِتَابِ
فَيُدْعَى الْيَهُوْدُ فَيُقَالُ لَهُمْ مَّا
كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ قَالُوْا كُنَّا
نَعْبُدُ عُزَيْرًا بْنَ اللّٰهِ فَيُقَالُ
كَذَبْتُمْ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ صَاحِبَةٍ
وَّلَا وَلَدٍ فَمَاذَا تَبْغُوْنَ قَالُوْا
عَطِشْنَا يَا رَبَّنَا فَاسْقِنَا فَيُشَارُ
اِلَيْهِمْ اَلَا تَرِدُوْنَ فَيُحْشَرُوْنَ اِلَى
النَّارِ كَاَنَّهَا سَرَابٌ يَحْطِمُ
بَعْضُهَا بَعْضًا فَيَتَسَاقَطُوْنَ فِي
النَّارِ ثُمَّ يُدْعَى النَّصَارٰى
فَيُقَالُ لَهُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ
قَالُوْا كُنَّا نَعْبُدُ الْمَسِيْحَ بْنَ اللّٰهِ
فَيُقَالُ لَهُمْ كَذَبْتُمْ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ
مِنْ صَاحِبَةٍ وَّلَا وَلَدٍ فَيُقَالُ
لَهُمْ مَاذَا تَبْغُوْنَ فَيَقُوْلُوْنَ
عَطِشْنَا يَا رَبَّنَا فَاسْقِنَا فَيُشَارُ
اِلَيْهِمْ اَلَا تَرِدُوْنَ فَيُحْشَرُوْنَ اِلٰى
جَهَنَّمَ كَاَنَّهَا سَرَابٌ يَحْطِمُ
بَعْضُهَا بَعْضًا فَيَتَسَاقَطُوْنَ فِي
النَّارِ حَتّٰى اِذَا لَمْ يَبْقَ اِلَّا مَنْ كَانَ
يَعْبُدُ اللّٰهَ مِنْ بَرٍّ وَّفَاجِرٍ اَتَاهُمْ

کے دن جتنی چاند اور سورج کے دیکھنے
میں ہوتی ہے۔ جب قیامت کا دن ہوگا
تو ایک پکارنے والا پکارے گا ہر
ایک گروہ ساتھ ہو جائے اپنے
اپنے معبود کے پھر جتنے لوگ سوا
خدا کے اور کسی کو پوجتے تھے جیسے بتوں
کو اور تھانوں کو ان میں سے کوئی نہ بچیگا
سب کے سب آگ میں گریں گے اور
باقی رہ جائیں گے۔ وہی لوگ جو اللہ
کو پوجتے تھے نیک ہوں یا بد مسلمانوں
میں سے اور کچھ اہل کتاب میں سے
پھر یہودی بلائے جائیں گے اور اُن
سے کہا جائے گا تم کس کو پوجتے تھے وہ
کہیں گے ہم پوجتے تھے حضرت عزیر
علیہ السلام کو جو اللہ کے بیٹے ہیں اُن کو
جواب ملے گا۔ تم جھوٹے تھے اللہ جل جلالہٗ
نے نہ کوئی بی بی کی نہ اُس کا بیٹا ہوا اب
تم کیا چاہتے ہو۔ وہ کہیں گے اے
رب ہمارے ہم پیاسے ہیں۔ ہم کو
پانی پلا حکم ہوگا جاؤ پیو پھر وہ ہانک
دیئے جائیں گے جہنم کی طرف اُن
کو ایسا معلوم ہوگا جیسے سراب
اور وہ ایسے شعلے مار رہا ہوگا۔ گویا
ایک کو ایک کھا رہا ہے وہ سب گر پڑینگے
آگ میں بعد اس کے نصاری بلائے
جائیں گے اور ان سے سوال ہوگا تم
کس کو پوجتے تھے وہ کہیں گے۔ ہم پوجتے
تھے حضرت مسیح کو جو اللہ کے بیٹے
ہیں اُن کو جواب ملے گا تم جھوٹے

رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ فِیْ اَدْنٰی صُوْرَةٍ مِّنَ
الَّتِیْ رَاَوْهُ فِيْهَا قَالَ فَمَاذَا تَنْتَظِرُوْنَ
تَتْبَعُ كُلُّ اُمَّةٍ مَا كَانَتْ تَعْبُدُ
قَالُوْا يَا رَبَّنَا فَارَقْنَا النَّاسَ فِی
الدُّنْيَا اَفْقَرَ مَا كُنَّا اِلَيْهِمْ وَلَمْ
نُصَاحِبْهُمْ فَيَقُوْلُ اَنَا رَبُّكُمْ
فَيَقُوْلُوْنَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ لَا نُشْرِكُ
بِاللّٰهِ شَيْئًا مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا
حَتّٰی اِنَّ بَعْضَهُمْ لَيَكَادُ اَنْ يَّنْقَلِبَ
فَيَقُوْلُ هَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ اٰيَةٌ
فَتَعْرِفُوْنَهٗ بِهَا فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ
فَيُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ فَلَا يَبْقٰی
مَنْ كَانَ يَسْجُدُ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ
مِنْ تِلْقَآءِ نَفْسِهٖ اِلَّا اَذِنَ اللّٰهُ
لَهٗ بِالسُّجُوْدِ وَلَا يَبْقٰی مَنْ يَّسْجُدُ
اتِّقَآءً وَّرِيَآءً اِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ ظَهْرَهٗ
طَبَقَةً وَّاحِدَةً كُلَّمَا اَرَادَ اَنْ
يَّسْجُدَ خَرَّ عَلٰی قَفَاهُ ثُمَّ يَرْفَعُوْنَ
رُءُوْسَهُمْ وَقَدْ تَحَوَّلَ فِیْ صُوْرَتِهِ
الَّتِیْ رَاَوْهُ فِيْهَا اَوَّلَ مَرَّةٍ فَقَالَ
اَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ اَنْتَ رَبُّنَا
ثُمَّ يُضْرَبُ الْجِسْرُ عَلٰی جَهَنَّمَ وَ
تَحِلُّ الشَّفَاعَةُ وَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُمَّ
سَلِّمْ سَلِّمْ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا
الْجِسْرُ قَالَ دَحْضٌ مَّزِلَّةٌ فِيْهَا
خَطَاطِيْفُ وَكَلَالِيْبُ فِيْهِ وَحَسَكٌ
تَكُوْنُ بِنَجْدٍ فِيْهَا شُوَيْكَةٌ يُقَالُ
لَهَا السَّعْدَانُ فَيَمُرُّ الْمُؤْمِنُوْنَ
كَطَرْفِ الْعَيْنِ وَكَالْبَرْقِ وَكَالرِّيْحِ

تھے اللہ جل جلالہ کی نہ کوئی جورو ہے
نہ اس کا کوئی بیٹا ہے۔ پھر اُن سے
کہا جائے گا اب تم کیا چاہتے ہو۔
وہ کہیں گے اے رب ہم پیاسے ہیں
ہم کو پانی پلا حکم ہوگا جاؤ پھر وہ سب
ہانکے جائیں گے جہنم کی طرف گویا وہ
سراب ہوگا۔ اور لپیٹ کے مارے
وہ آپ ہی آپ ایک ایک کو کھاتا
ہوگا۔ پھر وہ سب گر پڑیں گے جہنم
میں یہاں تک کہ جب کوئی باقی نہ
رہے گا۔ سوا اُن لوگوں کے جو اللہ
کو پوجتے تھے نیک ہوں یا بد اُس
وقت مالک سارے جہان کا اُن
کے پاس آئے گا۔ ایک ایسی
صورت میں جو مشابہ ہوگی اُس
صورت سے جس کو وہ جانتے ہیں
اور فرمائے گا تم کس بات کے منتظر
ہو ہر ایک گروہ ساتھ ہوگا۔ اپنے
اپنے معبود کے وہ کہیں گے۔ اے
ہمارے رب ہم نے تو دنیا میں
اُن لوگوں کا ساتھ نہ دیا (یعنے مشرکوں کا)
جب ہم اُن کے بہت محتاج تھے
نہ اُن کی صحبت میں رہے۔
پھر وہ فرمائے گا میں تمہارا رب ہوں
وہ کہیں گے ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں
تجھ سے اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک
نہیں کرتے دو یا تین بار یہی کہیں گے
یہاں تک کہ اُن میں کے بعض لوگ
پھر جانے کے قریب ہوں گے (کیونکہ یہ)

وَكَالطَّيْرِ وَكَأَجَاوِيدِ الْخَيْلِ وَالرِّكَابِ فَنَاجٍ مُسَلَّمٌ وَمَخْدُوشٌ مُرْسَلٌ وَمَكْدُوسٌ فِي نَارِ جَهَنَّمَ حَتَّى إِذَا خَلَصَ الْمُؤْمِنُونَ مِنَ النَّارِ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا مِنْ أَحَدٍ مِنْكُمْ بِأَشَدَّ مُنَاشَدَةً لِلَّهِ فِي اسْتِقْصَاءِ الْحَقِّ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ فِي النَّارِ يَقُولُونَ رَبَّنَا كَانُوا يَصُومُونَ مَعَنَا وَيُصَلُّونَ وَيَحُجُّونَ فَيُقَالُ لَهُمْ أَخْرِجُوا مَنْ عَرَفْتُمْ فَتُحَرَّمُ صُوَرُهُمْ عَلَى النَّارِ فَيُخْرِجُونَ خَلْقًا كَثِيرًا قَدْ أَخَذَتِ النَّارُ إِلَى نِصْفِ سَاقَيْهِ وَإِلَى رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ يَقُولُونَ رَبَّنَا مَا بَقِيَ فِيهَا أَحَدٌ مِمَّنْ أَمَرْتَنَا بِهِ فَيَقُولُ جَلَّ وَعَزَّ ارْجِعُوا فَمَنْ وَجَدْتُمْ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالَ دِينَارٍ مِنْ خَيْرٍ فَأَخْرِجُوهُ فَيُخْرِجُونَ خَلْقًا كَثِيرًا ثُمَّ يَقُولُونَ رَبَّنَا لَمْ نَذَرْ فِيهَا أَحَدًا مِمَّنْ أَمَرْتَنَا بِهِ ثُمَّ يَقُولُ ارْجِعُوا فَمَنْ وَجَدْتُمْ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالَ نِصْفِ دِينَارٍ مِنْ خَيْرٍ فَأَخْرِجُوهُ فَيُخْرِجُونَ خَلْقًا كَثِيرًا ثُمَّ يَقُولُونَ رَبَّنَا لَمْ نَذَرْ فِيهَا مِمَّنْ أَمَرْتَنَا أَحَدًا ثُمَّ يَقُولُ ارْجِعُوا فَمَنْ وَجَدْتُمْ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ

امتحان بہت سخت ہوگا۔ اور شبہ دل میں زور کرے گا۔) پھر وہ فرمائے گا اچھا تم اپنے رب کی کوئی نشانی جانتے ہو جس سے اس کو پہچانو تو وہ کہیں گے ہاں پھر خدا کی پنڈلی کھل جائے گی۔ اور جو شخص خدا کو (دنیا میں) اپنے دل سے (بغیر جبر اور خوف یا ریا کے) سجدہ کرتا ہوگا اُس کو وہاں بھی سجدہ میسّر ہوگا۔ اور جو شخص (دنیا میں) سجدہ کرتا تھا اپنی جان بچانے کو (تلوار کے ڈر سے اور دل میں اس کے ایمان نہ تھا یا لوگوں کے دکھلانے کو۔ اُس کی پیٹھ اللہ تعالیٰ ایک تختہ کر دے گا۔ جب وہ سجدہ کرنا چاہے گا تو چت گر پڑے گا۔ پھر وہ لوگ اپنا سر اٹھائیں گے اور خدا تعالیٰ اس صورت میں ہوگا جس صورت میں پہلے اُسے دیکھا تھا اور کہے گا میں تمہارا رب ہوں وہ سب کہیں گے تو ہمارا رب ہے بعد اُس کے جہنم پر پل رکھا جائے گا اور سفارش (شفاعت) شروع ہوگی اور لوگ کہیں گے یا اللہ بچا یا اللہ بچا لوگوں نے کہا یا رسول اللہ پل کیسا ہوگا۔ آپ نے فرمایا ایک پھسلنے کا مقام ہوگا وہاں آنکڑے ہوں گے اور کانٹے جیسے نجد کے ملک میں ایک کانٹا ہوتا ہے جس کو سعدان کہتے ہیں مومن اُس پر سے پار ہوں گے بعضے پل مارنے میں بعضے بجلی کی طرح بعضے ہوا کی طرح بعضے پرند کی طرح بعضے تیز گھوڑوں کی طرح بعضے

مِنْ خَيْرٍ فَأَخْرِجُوهُ فَيُخْرِجُونَ
خَلْقًا كَثِيرًا ثُمَّ يَقُولُونَ رَبَّنَا
لَمْ نَذَرْ فِيهَا خَيْرًا وَكَانَ أَبُو سَعِيدٍ
الْخُدْرِيُّ يَقُولُ إِنْ لَمْ تُصَدِّقُونِي
بِهَذَا الْحَدِيثِ فَاقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ
إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِنْ
تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ
مِنْ لَدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا فَيَقُولُ
اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ شَفَعَتِ الْمَلَائِكَةُ
وَشَفَعَ النَّبِيُّونَ وَشَفَعَ الْمُؤْمِنُونَ
وَلَمْ يَبْقَ إِلَّا أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ
فَيَقْبِضُ قَبْضَةً مِنَ النَّارِ فَيُخْرِجُ
مِنْهَا قَوْمًا لَمْ يَعْمَلُوا خَيْرًا قَطُّ
قَدْ عَادُوا حُمَمًا فَيُلْقِيهِمْ فِي
نَهَرٍ فِي أَفْوَاهِ الْجَنَّةِ يُقَالُ لَهُ
نَهَرُ الْحَيَاةِ فَيَخْرُجُونَ كَمَا
تَخْرُجُ الْحِبَّةُ فِي حَمِيلِ السَّيْلِ
أَلَا تَرَوْنَهَا تَكُونُ إِلَى الْحَجَرِ أَوْ
إِلَى الشَّجَرِ مَا يَكُونُ إِلَى الشَّمْسِ
أُصَيْفِرُ وَأُخَيْضِرُ وَمَا يَكُونُ مِنْهَا
إِلَى الظِّلِّ يَكُونُ أَبْيَضَ فَقَالُوا يَا
رَسُولَ اللَّهِ كَأَنَّكَ كُنْتَ تَرْعَى
بِالْبَادِيَةِ قَالَ فَيَخْرُجُونَ كَاللُّؤْ
لُؤِ فِي رِقَابِهِمُ الْخَوَاتِمُ يَعْرِفُهُمْ
أَهْلُ الْجَنَّةِ هَؤُلَاءِ عُتَقَاءُ اللَّهِ
الَّذِينَ أَدْخَلَهُمُ اللَّهُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ
عَمَلٍ عَمِلُوهُ وَلَا خَيْرٍ قَدَّمُوهُ ثُمَّ
يَقُولُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ فَمَا رَأَيْتُمُوهُ
فَهُوَ لَكُمْ فَيَقُولُونَ رَبَّنَا أَعْطَيْتَنَا

اونٹوں کی طرح ..... اور بعضے بالکل جہنم
سے بچ کر پار ہو جائیں گے (یعنے ان
کو کسی قسم کا صدمہ نہیں پہنچے گا) اور
بعضے کچھ صدمہ اٹھائیں گے لیکن پار
ہو جائیں گے اور بعضے صدمہ اٹھا کر جہنم
میں گر جائیں گے۔ جب مومنوں کو جہنم
سے چھٹکارا ہوگا تو قسم اُس کی جس کے
ہاتھ میں میری جان ہے کوئی تم میں
سے اپنے حق کے لئے اتنا جھگڑنے
والا نہیں ہے جتنے وہ جھگڑنے والے
ہوں گے خدا سے قیامت کے دن
اپنے ان بھائیوں کے لئے جو جہنم
میں ہوں گے۔ (خدا سے جھگڑنے والے
یعنے خدا سے باربار عرض کرنے والے
اپنے بھائیوں کے چھڑانے کے لئے)
وہ کہیں گے اسے رب ہمارے وہ
لوگ (جو اب جہنم میں ہیں) روزہ
رکھتے تھے ہمارے ساتھ اور نماز پڑھتے
تھے اور حج کرتے تھے حکم ہوگا اچھا جاؤ
اور نکال لو جہنم سے جن کو تم پہچانو پھر
اُن کی صورتیں جہنم پر حرام ہو جائیں گی
(یعنے جہنم کی آگ اُن کی صورت کو بدل
نہ سکے گی۔ اور چہرہ اُن کا محفوظ رہے گا۔
تاکہ مومنین اُن کو پہچان لیں) اور مومنین
بہت سے آدمیوں کو جہنم سے نکالیں گے
اُن میں سے بعضوں کو آگ نے آدھی
پنڈلیوں تک کھایا ہوگا۔ بعضوں کو گھٹنوں
تک پھر وہ کہیں گے اے رب ہمارے
اب تو جہنم میں کوئی باقی نہیں رہا اُن

مَالَمْ نُعْطِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ فَیَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ اَفْضَلُ مِنْ هٰذَا فَیَقُوْلُوْنَ یَا رَبَّنَا اَیُّ شَیْءٍ اَفْضَلُ مِنْ هٰذَا فَیَقُوْلُ رِضَائِیْ فَلَا اَسْخَطُ عَلَیْکُمْ بَعْدَهٗ اَبَدًا۔

آدمیوں میں سے جن کے نکالنے کا تو نے ہمیں حکم دیا تھا (یعنے روزہ نماز اور حج کرنے والوں میں سے اب کوئی نہیں رہا۔ حکم ہوگا پھر جاؤ۔ اور جس کے دل میں ایک دینار برابر بھلائی پاؤ اس کو بھی نکال لاؤ پھر وہ نکالیں گے بہت سے آدمیوں کو اور کہیں گے اے رب ہمارے ہم نے نہیں چھوڑا کسی کو ان لوگوں میں سے جن کے نکالنے کا تو نے حکم دیا تھا۔ حکم ہوگا پھر جاؤ اور جس کے دل میں آدھے دینار برابر بھی بھلائی پاؤ اُس کو بھی نکال لو وہ پھر بہت سے آدمیوں کو نکالیں گے اور کہیں گے اے پروردگار اب تو اُس میں کوئی باقی نہیں رہا ان لوگوں میں سے جن کے نکالنے کا تو نے حکم دیا تھا۔ حکم ہوگا۔ پھر جاؤ اور جس کے دل میں ایک برابر بھلائی ہو اُس کو بھی نکال لو۔ پھر وہ نکالیں گے بہت سے آدمیوں کو اور کہیں گے اے رب ہمارے اب تو اُس میں کوئی نہیں رہا جس میں ذرا بھی بھلائی تھی (بلکہ اب سب اُسی قسم کے لوگ ہیں جو بدکار اور کافر تھے اور رتی برابر بھی بھلائی ان میں نہ تھی) ابوسعید خدری رضؓ جب اس حدیث کو بیان کرتے تھے تو کہتے تھے۔ اگر تم مجھ کو سچا نہ جانو اس حدیث میں تو پڑھو اس آیت کو اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ اخیر تک یعنے اللہ تعالیٰ ظلم نہیں کرے گا رتی برابر اور جو نیکی ہو تو اُس کو دونا کرے گا۔ اور اپنے پاس سے بہت کچھ ثواب دے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا فرشتے سفارش کر چکے اور پیغمبر سفارش کر چکے اور مومنین سفارش کر چکے اب کوئی باقی نہیں رہا پر وہ باقی ہے جو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے (قربان اس کی ذات مقدس کے) پھر ایک مٹھی آدمیوں کی جہنم سے نکالے گا۔ اور اُس میں وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے کوئی بھلائی کی نہیں کبھی۔ وہ جل کر کوئلہ ہو گئے ہوں گے پھر خدائے تعالیٰ اُن لوگوں کو ایک نہر میں ڈال دے گا جو جنت کے دروازوں پر ہوگی جس کا نام نہر الحیوۃ ہے وہ اُس میں ایسا جلد ترو تازہ ہوں گے جیسے دانہ پانی کے بہاؤ میں کوڑے کچرے کی جگہ پر اُگ آتا ہے (زور سے بھیگ کر) تم دیکھتے ہو وہ دانہ کبھی پتھر کے پاس ہوتا ہے کبھی درخت کے پاس اور جو آفتاب کے رُخ پر ہوتا ہے وہ زرد یا سبز اگتا ہے اور جو سائے میں ہوتا ہے وہ سفید رہتا ہے لوگوں نے کہا یا رسول اللہ آپ تو گویا جنگل میں جانوروں کو چرایا کئے ہیں (کہ وہاں کا سب حال جانتے ہیں) پھر آپ نے فرمایا وہ لوگ اس نہر سے موتی کی طرح چمکتے ہوئے نکلیں گے ان کے گلوں میں پٹے ہوں گے جنت والے۔ اُن کو پہچان لیں گے۔ اور کہیں گے یہ اللہ تعالیٰ کے آزاد کئے ہوئے ہیں۔ ان کو خدا نے جنت دی بغیر کسی عمل یا بھلائی کے۔ پھر فرمائے گا جنت میں جاؤ اور جس چیز کو

دیکھو وہ تمہاری ہے وہ کہیں گے اے رب ہمارے تو نے ہم کو اتنا کچھ دیا کہ اتنا کسی کو نہیں دیا۔ سارے جہان والوں میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ ابھی میرے پاس تمہارے لئے اس سے بڑھ کر ہے۔ وہ کہیں گے اے رب ہمارے اب اس سے بڑھ کر کیا ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ میری رضامندی اب میں تم پر کبھی غصہ نہ ہوں گا۔

فائدہ: یعنی بالکل تکلیف نہ ہوگی کیونکہ آفتاب اور مہتاب کے دیکھنے میں کسی قسم کی تکلیف ہجوم اور ازدحام کی نہیں ہوتی اور یہ کلام بطریق مبالغہ کے ہے یعنی اگر بہ فرض محال کچھ تکلیف ہو تو اتنی ہی ہو گی۔ بعض علما نے کہا کہ یہ رویت مغائر ہے اُس رویت کے جو خاص مومنین کو جنت میں ہو گی اور یہ رویت امتحان اور تمیز کے لئے ہو گی درمیان مومنین اور مشرکین کے (طیبی) سراب کہتے ہیں اُس ریتی کی زمین کو جو دور سے دوپہر کے وقت گرمی میں پانی کی طرح دکھائی دیتی ہے جب پاس جاؤ تو پانی نہیں ہوتا اور پیاسا ہاتھ مل کے رہ جاتا ہے ایسا ہی حال ان جہنمیوں کا ہو گا کہ پیاس کی شدت میں جہنم کو جو سراب کی طرح معلوم ہو گا۔ پانی سمجھ کر اُس میں گھس جائیں گے۔ خدا کی پناہ۔۔۔ یہود اور نصاریٰ کا اصلی دین عمدہ اور سچا تھا اور خدا کی طرف سے آیا تھا جیسے اسلام کا دین پر ان دونوں مذہبوں کے عالموں اور پیشواؤں نے اپنی نادانی اور بے عقلی سے ایسی باتیں دین میں شریک کر لیں جو برابر عقل کے خلاف ہیں اور انھوں نے یہ سمجھا کہ اگر ہم اپنے اپنے پیغمبروں کو خدا کا بیٹا بنا دینگے تو لوگ ہمارے پیغمبر کو سب سے بڑا سمجھ کر ہمارے دین میں شریک ہوں گے اور قیامت تک یہ دین اور پیغمبروں کے آنے سے منسوخ نہ ہو گا حالانکہ اگر اُن لوگوں میں ذرا بھی عقل ہوتی اور کچھ بھی سمجھ رکھتے اور غور کرتے تو وہ ایسی لغو اور بیہودہ باتوں کو دین میں شریک کر کے اپنے دین کو بدنام نہ کرتے یہود کا حال جو اس بے وقوفی کے طفیل ہوا وہ ظاہر ہے کہ تمام دنیا میں اُن کی تعداد نہایت ہی قلیل رہ گئی اور ان کی سب شوکت اور حشمت خاک میں مل گئی اور نصاریٰ کے بھی فروغ کو عربوں نے اسلام کے زور سے میٹ دیا۔ اب اس زمانے میں گو نصاریٰ دنیاوی علوم اور فنون کی وجہ سے مسلمانوں پر غالب ہو گئے ہیں اور بظاہر بہت کچھ ٹوم ٹام رکھتے ہیں پر اُن کے دین اور مذہب کو اسلام کے دین اور مذہب پر ہرگز غلبہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ زمانہ ایسا ہے جس میں علوم عقلیہ کی روز بروز ترقی ہو رہی ہے اور لوگ سمجھتے جاتے ہیں کہ نصاریٰ کا یہ بے دلیل دعویٰ کہ حضرت مسیح خدا کے بیٹے تھے کتنی وقعت رکھتا ہے۔ افسوس صد افسوس اگر نصاریٰ اس وقت بھی اپنی عقل سے کام لیں اور جیسے دنیا کے کاموں میں غور اور فکر کر رہے ہیں اسی طرح اپنے دین کے اصول کو بھی جانچیں تو یہ سب ملمع کاری اور دغا بازی جو ان کے پچھلے پادریوں نے کی ہے.

اُن پر کھل جائے۔ اور وہ بھی مسلمانوں کی طرح سچی توحید کے نور سے مشرف ہوں اگر نصاریٰ اس لغو اور بیہودہ اور خلاف عقل بات یعنی تثلیث کو چھوڑ کر توحید پر آجائیں تو پھر ان میں اور مسلمانوں میں بہت ہی تھوڑا فرق رہ جائے گا۔ اور یہ دونوں قومیں مل جل کر دنیا میں بسر کرنے لگیں اور کشت اور خون کا دروازہ بند ہو جائے بلکہ کیا عجب ہے کہ چند روز میں اور باقی قومیں بھی اُن کی مطیع ہو جائیں اور بعوض نااتفاقی اور اختلاف اور فساد کے اتفاق اور اتحاد اور امن و امان پیدا ہو خیر یہ سب خدا کی مرضی پر موقوف ہے پر وہ مسلمان جو اپنے تئیں مسلمان کہتے ہیں اور مشرکوں کی طرح سوا خدا کے پیروں یا پیغمبروں کی نذر نیاز کرتے ہیں مصیبت کے وقت اُن کو پکارتے ہیں ان سے دعا کرتے ہیں ہر امر پر اُن کو قادر اور متصرف خیال کرتے ہیں وہ درحقیقت نصاریٰ سے بھی بدتر ہیں۔ خاک پڑے اُن کی عقل پر انھوں نے نصاریٰ کو اعتراض کی جگہ دے رکھی ہے .... یعنے اس کی صفات سے جو اس نے بیان کی ہیں اس کو پہچانتے ہیں اس میں کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ دنیا کی کسی مخلوق کے مشابہ نہیں ہے نہ کسی کے جوڑ کا ہے پاک ہے ہر عیب اور نقص سے .... یعنی دنیا میں جب ہم کو اپنی معاش کے واسطے اُن لوگوں سے ملنے کی اور دوستی کرنے کی ضرورت تھی اس وقت تو ہم ملے نہیں نہ اُن کا ساتھ دیا بلکہ فقر و فاقہ قبول کیا اور ان کی مخالفت کرتے رہے اور اُن کا رد کرتے رہے۔ پھر آج جب ہم کو اُن کی کچھ احتیاج نہیں ہے ہم اُن کے ساتھ کیونکر جائیں اور غرض یہ ہے کہ مومنین حقتعالیٰ سے عاجزی اور دعا کرینگے کہ اس مشکل میں ہماری مدد کر مہاجرین اور انصار کا دنیا میں یہی حال ہوا کہ انھوں نے قرابت اور عزیزداری کا بھی خیال نہ کیا اور مشرکوں سے علیحدہ ہو گئے اور مصیبت گوارا کی اور یہی حال رہے ہمیشہ موحدوں کا ہر زمانے میں جنہوں نے مشرکوں کے ہاتھ سے تکلیفیں اٹھائیں راضی ہو اللہ تعالیٰ اُن سے اور ہمارا حشر اُن کے ساتھ کرے آمین یارب العالمین ..... قرآن میں ہے یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ یعنے جس دن کھولا جائے گا ساق سے۔ ساق کہتے ہیں پنڈلی کو۔ نووی نے کہا ابن عباس رضؓ اور اکثر اہل لغت نے ساق کے معنے یہاں شدت اور زور کے لئے ہیں یعنے ایک ہولناک امر نمود ہوگا اور یہ مثل ہے جس کو عرب لوگ کہا کرتے ہیں۔ کہتے ہیں لڑائی قائم ہوئی ساق پر اور اصل یہ ہے کہ انسان جب کسی سخت امر میں پڑ جاتا ہے تو اپنی باہیں چڑھاتا ہے اور پنڈلی کھولتا ہے کوشش کے لئے قاضی عیاض نے کہا بعضوں نے کہا ساق سے یہاں ایک بڑا نور مراد ہے اور یہ ایک حدیث میں بھی وارد ہے۔ ابن فورک نے

کہا مراد اس سے وہ فوائد اور الطاف ہیں جو مومنوں کو نئے ملیں گے خدا کے دیدار
کے وقت اور بعضوں نے کہا ساق ایک نشانی ہوگی درمیان خدا اور مومنوں کے اور
کچھ فرشتے ظاہر ہوں گے اور بعضوں نے کہا احتمال ہے کہ ساق ایک مخلوق ہو خدا
کی جس کو خدا نے نشانی بنائی ہو۔ اس وقت کے لئے اور یہ ساقوں سے الگ صورت
کی ہو۔ اور بعضوں نے کہا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اُن کا ڈر جاتا رہے گا۔ اور رُعب اٹھ
جائے گا اور جو ہول اُن کے دلوں پر تھا وہ جاتا رہے گا۔ اور اطمینان حاصل ہوگا۔
تب وہ سجدہ کریں گے خطّابی نے کہا یہ دیدار اور ہے اور وہ جو مومنین کو جنت میں
ہوگا وہ اور ہے انتہےٰ ماقال النووی اور یہ سب تاویلات لغو اور بیکار ہیں اور مخالف
ہیں سلف کے اصل یہ ہے کہ خداوند کریم نے جو اعضاء اپنے لئے ثابت کئے ہیں
جیسے وجہ اور ید اور عین اور ساق یہ سب حق ہیں اور محمول ہیں اپنے معنی پر
لیکن جیسے خدا کی کنہ اور حقیقت کسی بشر کو معلوم نہیں ویسے ہی ان اعضاء کی بھی
حقیقت اور ماہیت معلوم نہیں پس اُن پر ایمان لانا چاہیئے اور اُن کی کیفیت کو
خداوند کریم کے سپرد کرنا چاہیے اور بچنا چاہیئے تشبیہ سے یعنے یوں نہ خیال کرنا
چاہیئے کہ معاذ اللہ خدا کا ہاتھ یا منہ یا آنکھ یا پنڈلی آدمیوں کی یا اور کسی مخلوق کی ہاتھ۔۔
یا منہ یا آنکھ یا پنڈلی کی طرح ہیں بلکہ جیسے اس کی ذات بے مثل اور بے نظیر ہے
ویسے ہی اُس کی صفات بھی سب بے مثل اور بے نظیر ہیں یہی عقیدہ ہے اہل حدیث
کا رحمہم اللہ تعالیٰ۔۔۔۔ اس لئے کہ پیٹھ کے جوڑ جھک نہ سکیں گے پھر سجدہ کیوں کر کریں گا
نوویؒ نے کہا یہ سجدہ امتحان کے لئے ہوگا اور اس سے بعضے علماء نے دلیل قایم کی
ہے اسبات پر کہ تکلیف مالایطاق جائز ہے یعنے اُس بات کا حکم کرنا جو ہو نہ سکے
حالانکہ یہ استدلال باطل ہے اس لئے آخرت تکلیف کی جگہ نہیں ہے اور اس سجدے
سے امتحان مقصود ہوگا اور بعضوں نے اس حدیث سے یہ وہم کیا ہے کہ منافق
بھی مومنوں کے ساتھ خدا کو دیکھیں گے ابن فورک نے کہا ایک گروہ اسی طرف
گیا حالانکہ یہ غلط ہے بلکہ مسلمانوں کے علماء کے اجماع سے یہ امر ثابت ہے کہ منافقوں
کو خدا کا دیدار نہ ہوگا اور حدیث سے یہ بات کہاں نکلتی ہے کہ منافق بھی خدا کو دیکھیں گے بلکہ اس
جماعت کا دیکھنا نکلتا ہے جس میں منافق اور مومن سب ہونگے اور جماعت کے دیکھنے
سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ ہر ایک شخص اُن میں کا دیکھے اور کتاب اور سنت سے
بہت دلیلیں ہیں اس امر پر کہ منافق کو اللہ تعالیٰ کا دیدار نہ ہوگا۔۔۔۔ قاضی عیاض
نے کہا۔ بھلائی سے مراد یہاں یقین ہے اور صحیح یہ ہے کہ بھلائی وہ شے ہے جو ایمان
کے علاوہ ہے۔ اس لئے کہ ایمان کے حصے نہیں ہو سکتے۔ بلکہ یہ حصے اُس شے کے ہیں جو

ایمان پر زائد ہو جیسے نیک عمل یا ذکر خفی یا اور کوئی دل کا عمل جیسے شفقت مسکینوں پر یا خوف الٰہی یا نیت صادق وغیرہ اور دلالت کرتی ہے اس پر دوسری حدیث کہ جہنم سے نکلے گا وہ شخص بھی جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا ہو گا۔ اور اس کے دل میں ایک رتی برابر بھلائی ہو گی (نووی)۔... جن کی تعداد کو کوئی نہیں جانتا سوائے خدا اکریم کے اور خدائے تعالیٰ کی مٹھی اس قدر بڑی ہے کہ ساری زمین اس کی ایک مٹھی میں آجائیگی قیامت کے دن۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو اپنے مالک کی خاص مٹھی سے نکالے جائیں گے اور ان پر کسی کا احسان نہ ہو گا سوائے خدائے کریم کے۔" .. یہ صرف خدا کی توحید پر یقین رکھتے تھے ان کا سفارش کرنے والا کوئی فرشتہ یا پیغمبر یا مومن نہ ہو گا۔ آخر اللہ تعالیٰ خود اپنے مبارک ہاتھ سے ان کو نکالے گا.... سبحان اللہ مالک کی رضامندی اتنی بڑی نعمت ہے کہ بہشت کی سب نعمتیں اس کے سامنے بے حقیقت ہیں جوان مرد وہی ہے جو اپنے مالک کی رضامندی کا طلب گار ہو اور ہر حال میں اس کا شکر گزار رہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَتَرٰی رَبَّنَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ هَلْ تُضَارُّوْنَ فِیْ رُؤْیَةِ الشَّمْسِ اِذَا کَانَ یَوْمٌ صَحْوٌ قُلْنَا لَا وَسُقْتُ الْحَدِیْثَ حَتّٰی انْقَضٰی اٰخِرُهٗ وَهُوَ نَحْوُ حَدِیْثِ حَفْصِ بْنِ مَیْسَرَةَ وَزَادَ بَعْدَ قَوْلِهٖ بِغَیْرِ عَمَلٍ عَمِلُوْهُ وَلَا قَدَمٍ قَدَّمُوْهُ فَیُقَالُ لَهُمْ لَکُمْ مَا رَاَیْتُمْ وَمِثْلُهٗ مَعَهٗ قَالَ اَبُوْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیُّ بَلَغَنِیْ اَنَّ الْجِسْرَ اَدَقُّ مِنَ الشَّعْرَةِ وَاَحَدُّ مِنَ السَّیْفِ وَلَیْسَ فِیْ حَدِیْثِ اللَّیْثِ فَیَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَعْطَیْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ وَمَا بَعْدَهٗ فَاَقَرَّ بِهٖ عِیْسَی بْنُ حَمَّادٍ۔

ترجمہ: دوسری روایت بھی ابو سعید خدری رض سے ایسی ہی ہے اس میں یہ ہے کہ ہم نے کہا یا رسول اللہ کیا ہم اپنے مالک کو دیکھیں گے آپ نے فرمایا تم کو کچھ حرج ہوتا ہے سورج کے دیکھنے میں جب صاف دن ہو ہم نے کہا نہیں اور بیان کیا حدیث کو اخیر تک اتنا زیادہ ہے اس عبارت کے بعد ان کو خدا نے جنت دی بغیر کسی عمل یا بھلائی کے۔ ان سے کہا جائیگا جو تم دیکھو وہ تمہارا ہے اور اتنا ہے ابو سعید رض نے کہا مجھے یہ حدیث پہنچی کہ پل بال سے زیادہ باریک ہو گا اور تلوار سے زیادہ تیز ہو گا۔ اور لیث کی روایت میں یہ نہیں ہے کہ وہ کہیں گے۔ اے رب ہمارے تونے ہم کو وہ دیا جو سارے جہاں والوں میں کسی کو نہیں دیا

بَابُ اِثْبَاتِ الشَّفَاعَةِ وَ اِخْرَاجِ الْمُوَحِّدِیْنَ مِنَ النَّارِ
شفاعت کا ثبوت اور موحدوں کا جہنم سے نکالا جانا۔

فائدہ ۔ قاضی عیاض نے کہا اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ شفاعت عقلاً جائز ہے اور شرعاً اس کا ثبوت اس آیت سے ہے۔ یَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِیَ لَهٗ قَوْلًا۔ اور اس آیت سے وَلَا یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی ۔ اور حدیثیں شفاعت کے باب میں بہت آئی ہیں۔ اور آثار صحابہ بھی بہت ہیں ان سب کو ملانے سے شفاعت کا ثبوت متواتر ہو جاتا ہے۔ گناہ گار مومن کے واسطے اور اجماع کیا ہے سلف اور خلف اور تمام اہلسنت نے شفاعت کے ثبوت پر اور انکار کیا ہے خوارج اور بعض معتزلہ نے شفاعت کا اور ان کے نزدیک گنہ گار ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ دلیل اُن کی یہ آیت ہے فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِیْنَ اور یہ آیت وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ حَمِیْمٍ وَّلَا شَفِیْعٍ یُّطَاعُ حالانکہ یہ آیتیں کافروں کے حق میں ہیں اور انھوں نے جو شفاعت کی آیتوں کی تاویل کی ہے کہ مراد اس سے درجوں کی زیادتی ہے تو یہ باطل ہے اور حدیث کے الفاظ سے صاف اُن کی تاویل باطل ہوتی ہے کیونکہ حدیث میں یہ ہے کہ جہنمی شفاعت کی وجہ سے جہنم سے نکالے جائیں گے لیکن شفاعت پانچ قسم کی ہے۔ ایک تو وہ جو خاص ہے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے اور وہ تسکین دینا ہے میدان حشر کے ہول سے اور حساب و کتاب جلدی شروع کرا دینا جیسا کہ اُس کا بیان آگے آئے گا۔ دوسرے بعضے لوگوں کو بغیر حساب و کتاب کے جنت میں لے جانا یہ بھی ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے ہے۔ تیسرے شفاعت اُن لوگوں کے لئے جو مستحق ہو گئے ہوں جہنم کے اُن کی شفاعت ہمارے پیغمبر اور اور لوگ کریں گے۔ چوتھی۔ شفاعت ان لوگوں کی جو جہنم میں جا چکے ہوں گناہ گاروں میں سے اور اُن کا نکالا جانا ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور فرشتوں اور مومنین کی شفاعت سے ثابت ہے جیسے ایک حدیث میں ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ نکالے گا جہنم سے ہر ایک لا اِلٰہ الا اللہ کہنے والے کو۔ اور صرف کافر اس میں رہ جائیں گے۔ پانچویں وہ شفاعت جو جنت میں درجے بڑھانے کے لئے ہو اس شفاعت کا معتزلہ بھی انکار نہیں کرتے نہ پہلی شفاعت کا قاضی عیاض نے کہا مشہور روایتوں سے سلف صالحین کا شفاعت کے لئے دعا کرنا ثابت ہوا ہے اس صورت میں جو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ہمارے پیغمبر کی شفاعت مانگنا مکروہ ہے اُس کی بات کی طرف خیال نہ کرنا چاہیئے اس لئے کہ شفاعت آپ کی کچھ گناہ گاروں سے مخصوص نہیں ہے بلکہ تخفیف حساب اور زیادتی درجات کے لئے بھی ہوگی اور

ہر ایک عاقل کو ڈر لگا ہوا ہے کہ کہیں وہ گناہ گاروں میں سے نہ ہو جائے اور اپنے عمل پر بھروسہ نہیں ہے اور جس شخص نے اس کو مکروہ سمجھا ہے چاہیئے کہ وہ مغفرت اور بخشش کے لئے بھی دعا نہ کرے اور یہ خلاف ہے سلف اور خلف کے طریقے کے تمام ہوا کلام قاضی عیاض کا (نووی)

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ یُدْخِلُ اللّٰہُ اَھْلَ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ یُدْخِلُ مَنْ یَّشَآءُ بِرَحْمَتِہٖ وَیُدْخِلُ اَھْلَ النَّارِ النَّارَ ثُمَّ یَقُوْلُ اُنْظُرُوْا مَنْ وَّجَدْتُّمْ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِیْمَانٍ فَاَخْرِجُوْہُ فَیُخْرَجُوْنَ مِنْھَا حُمَمًا قَدِ امْتَحَشُوْا فَیُلْقَوْنَ فِیْ نَھْرِ الْحَیٰوةِ اَوِ الْحَیَآءِ فَیَنْبُتُوْنَ فِیْہِ کَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ اِلٰی جَانِبِ السَّیْلِ اَلَمْ تَرَوْھَا کَیْفَ تَخْرُجُ صَفْرَآءَ مُلْتَوِیَةً

ترجمہ - ابو سعید خدری رضؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ جنت والوں کو جنت میں لے جائے گا جس کو چاہیگا اپنی رحمت سے اور دوزخ والوں کو دوزخ میں لے جائیگا۔ پھر فرمائیگا۔ دیکھو جس کے دل میں رائی کے دانے برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لو وہ لوگ نکلیں گے کوئلہ کی طرح جلے ہوئے پھر ڈالے جائیں گے نہر الحیوۃ یا نہر الحیا میں (یہ شک ہے امام مالک کا جو راوی ہیں اس حدیث کے اور لوں کی روایت میں نہر الحیوۃ ہے بغیر شک کے) اور ایسا اگیں گے جیسے دانہ بھیا کے طرف اُگ آتا ہے کیا تم نے اس کو نہیں دیکھا کیسا زرد لپٹا ہوا اگتا ہے

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَمَّا اَھْلُ النَّارِ الَّذِیْنَ ھُمْ اَھْلُھَا فَاِنَّھُمْ لَا یَمُوْتُوْنَ فِیْھَا وَلَا یَحْیَوْنَ وَلٰکِنْ نَاسٌ اَصَابَتْھُمُ النَّارُ بِذُنُوْبِھِمْ اَوْ قَالَ بِخَطَایَاھُمْ فَاَمَاتَھُمُ اللّٰہُ اِمَاتَةً حَتّٰی اِذَا کَانُوْا فَحْمًا اُذِنَ بِالشَّفَاعَةِ فَجِیْٓءَ بِھِمْ ضَبَآئِرَ ضَبَآئِرَ فَبُثُّوْا عَلٰی اَنْھَارِ

ترجمہ :- ابو سعید رضؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ وہ لوگ جو جہنم والے ہیں (یعنے ہمیشہ وہاں رہنے کے لئے ہیں جیسے کافر اور مشرک) وہ تو نہ مریں گے نہ جییں گے لیکن کچھ لوگ جو گناہوں کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے آگ اُن کو مار کر کوئلہ بنا دے گی۔ پھر اجازت ہو گی شفاعت کی اور یہ لوگ لائے جائیں گے گروہ گروہ اور

الجنة ثم قيل يا أهل الجنة أفيضوا عليهم فينبتون نبات الحبة تكون في حميل السيل فقال رجل من القوم كأن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قد كان في البادية

پھیلائے جائیں گے جنت کی نہروں پر اور حکم ہوگا اے جنت کے لوگو۔ ان پر پانی ڈالو تب وہ اس طرح سے جمیں گے جیسے دانہ اس مٹی میں جمتا ہے جس کو پانی بہا کر لاتا ہے ایک شخص بولا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معلوم ہوتا ہے جنگل میں رہے ہیں (جب تو آپ کو یہ معلوم ہے کہ بہاؤ میں جو مٹی جمع ہوتی ہے اس میں دانہ خوب اگتا ہے

فائدہ :۔ نووی نے کہا معنی حدیث کا یہ ہے کہ جو لوگ کافر ہیں اور جہنم میں ہمیشہ رہنے کے مستحق ہیں وہ تو نہ مریں گے۔ نہ جئیں گے یعنے کسی طرح اُن کو عذاب سے چھٹکارا نہ ہوگا۔ اور راحت حاصل نہ ہو گی جیسے اللہ تعالی نے فرمایا اُن کا کچھ فیصلہ نہ ہوگا کہ مر جائیں اور نہ عذاب ہلکا ہو گا۔ اور جیسے فرمایا پھر نہ اُس میں مرے گا نہ جئے گا۔ اور اہل حق کا مذہب یہی ہے کہ جنت کا آرام اور جہنم کا عذاب دونوں ہمیشہ کے لئے ہوں گے اور یہ لوگ جو گنہگار ہو کر جہنم میں جائیں گے یہ وہ لوگ ہیں جو مومن تھے پر گناہوں میں مبتلا ہو گئے تھے اللہ تعالی اُن کو جہنم کی آگ سے مار کر کوئلہ کر دے گا۔ ایک مدت تک عذاب دینے کے بعد اور یہ مرنا حقیقۃً ہو گا۔ یعنے احساس جاتا رہے گا پھر جہنم سے نکالے جائیں گے مردہ کوئلہ کی طرح۔۔

عن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم إني لأعلم آخر أهل النار خروجا منها وآخر أهل الجنة دخولا الجنة رجل يخرج من النار حبوا فيقول الله عز وجل له اذهب فادخل الجنة قال فيأتيها فيخيل إليه أنها ملأى فيرجع فيقول يا رب وجدتها ملأى فيقول الله عز وجل له اذهب فادخل الجنة قال فيأتيها فيخيل إليه

ترجمہ :۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں جانتا ہوں اُس شخص کو جو سب کے بعد جنت میں جائے گا یہ وہ شخص ہے جو جہنم سے گھٹنوں کے بل گھسٹتا ہوا نکلے گا اللہ تعالی اُس سے فرمائے گا۔ جا اور داخل ہو بہشت میں کہا (آپ نے) پس آئے گا وہ بہشت میں یا قریب اُس کے، پس ڈالا جائے گا اس کے خیال میں کہ تحقیق بہشت بھری ہوئی ہے پس لوٹ آئے گا۔ اور کہے گا۔ اے میرے رب

أَنَّهَا مَلْأَى فَيَرْجِعُ فَيَقُولُ يَا رَبِّ وَجَدْتُهَا مَلْأَى فَيَقُولُ اللّٰهُ لَهُ اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ فَإِنَّ لَكَ مِثْلَ الدُّنْيَا وَعَشَرَةَ أَمْثَالِهَا أَوْ إِنَّ لَكَ عَشَرَةَ أَمْثَالِ الدُّنْيَا قَالَ فَيَقُولُ أَتَسْخَرُ بِي أَوْ تَضْحَكُ بِي وَأَنْتَ الْمَلِكُ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ قَالَ فَكَانَ يُقَالُ ذَاكَ أَدْنَى أَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً۔

پایا میں نے اس کو بھرا ہوا پس فرمائیگا اللہ تعالیٰ اس کو جا پس داخل ہو جنت میں کہا (آپ نے) پھر داخل ہوگا جنت میں پھر ڈالا جائے گا اس کے خیال میں کہ تحقیق وہ بھری ہوئی ہے پھر لوٹ آئے گا اور کہے گا۔ اے رب میرے پایا میں نے اس کو بھرا ہوا پھر فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ جا جنت میں تیرے لئے دنیا اور دس گنا دنیا کی برابر جگہ ہے یا دس دنیا کے برابر وہ کہے گا تو مجھ سے ٹھٹھا کرتا ہے یا ہنسی کرتا ہے بادشاہ ہو کر عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ ہنسے یہاں تک کہ آپ کے دانت مبارک کھل گئے اور آپ نے فرمایا یہ سب سے کم درجے کا جنتی ہوگا۔

فائدہ - سخریہ اور ضحک میں شک ہے راوی کو اور ضحک دوسری روایت میں بھی وارد ہے اور وہ عیب نہیں ہے نقص پھر ضحک خدا کی صفت ہونے میں کوئی مانع نہیں اور وہ مثل اور صفات الٰہی کے مشابہ نہیں مخلوق کی صفات کے نوویؒ نے کہا ٹھٹھا کرنے کے معنوں میں اختلاف ہے اور اس میں کئی قول ہیں ایک یہ کہ جو امام مازری سے منقول ہے کہ یہ بر طریق مقابلہ کے ہے اس لئے کہ اس نے اللہ تعالیٰ سے کئی بار عہد کیا اب کچھ نہ مانگوں گا پھر اپنے اقرار کے خلاف کیا اور لگا مانگنے تو یہ مثل ٹھٹھے کے ہوا اب وہ شخص یہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا تو جنت میں جا اور تیرے لئے یہ یہ نعمتیں ہیں ایک قسم کا ٹھٹھا ہے یعنے اس کے ٹھٹھے کا بدلہ ہے تو ٹھٹھے کے بدلے کو مجازاً ٹھٹھا کہا۔ اور مطلب یہ ہے کہ کیا تو بدلا دیتا ہے میرے ٹھٹھے کا بادشاہ ہو کر دوسرا قول یہ ہے کہ مراد اس سے نفی ہے یعنے میں جانتا ہوں کہ تو ٹھٹھا نہ کرے گا بادشاہ ہو کر لیکن تعجب یہ ہے کہ مجھ نالائق کو اتنی بڑی بڑی نعمتیں ملیں۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اس شخص کی زبان قابو میں نہ رہی اور وہ خوشی میں ایسا بھول گیا کہ لگا وہ باتیں کرنے جیسے دنیا میں ایسے محل میں کرتا تھا اور خدا کی طرف ٹھٹھے کی نسبت کرے اور یہ ایسا ہے جیسے آپ نے دوسرے شخص کے حق میں فرمایا کہ وہ خوشی کے مارے اپنے تئیں روک نہ سکا

اور کہنے لگا تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں اور چاہیئے تھا۔ یہ کہنا کہ میں تیرا بندہ ہوں اور تو میرا رب ہے اور خوشی کے وقت بے اختیاری میں اکثر ایسی بے موقع اور غلط باتیں زبان سے نکل جاتی ہیں۔ لسنتہیٰ۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَعْرِفُ اٰخِرَ اَهْلِ النَّارِ خُرُوْجًا مِّنَ النَّارِ رَجُلٌ يَّخْرُجُ مِنْهَا زَحْفًا فَيُقَالُ لَهٗ انْطَلِقْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ فَيَذْهَبُ فَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ فَيَجِدُ النَّاسَ قَدْ اَخَذُوا الْمَنَازِلَ فَيُقَالُ لَهٗ اَتَذْكُرُ الزَّمَانَ الَّذِيْ كُنْتَ فِيْهِ فَيَقُوْلُ نَعَمْ فَيُقَالُ لَهٗ تَمَنَّ فَيَتَمَنّٰى فَيُقَالُ لَهٗ لَكَ الَّذِيْ تَمَنَّيْتَ وَعَشَرَةُ اَضْعَافِ الدُّنْيَا قَالَ فَيَقُوْلُ اَتَسْخَرُ بِيْ وَاَنْتَ الْمَلِكُ قَالَ فَلَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ

ترجمہ:۔ عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں پہچانتا ہوں اُس شخص کو جو سب سے آخر جہنم سے نکلے گا وہ ایک شخص ہوگا جو گھسٹتا ہوا چوتڑوں کے بل دوزخ سے نکلیگا۔ اس سے کہا جائے گا۔ جا جنت میں جا وہ جائے گا۔ دیکھیگا تو سب مکانوں میں جنتی ہیں (اور کوئی مکان خالی نہیں چھوٹا سا بھی) اُس سے کہا جائے گا۔ تجھے یاد ہے وہ زمانہ جس میں تو تھا (یعنے وہ دوزخ کی تکلیف اور تنگی)، وہ کہے گا ہاں یاد ہے پھر اس سے کہا جائے گا اچھا اب کوئی اور آرزو کر وہ آرزو کرے گا حکم ہو گا یہ لے اور دس دنیا کے برابر لے اور وہ کہے گا۔ اے باری تعالیٰ کیا تو مجھ سے ہنسی ٹھٹھا کرتا ہے۔ بادشاہ ہو کر (یعنے دس دنیا کے برابر مجھ کو دیتا ہے اور وہاں تو ایک چھوٹا سا مکان بھی خالی نہیں) راوی نے کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ ہنسے یہاں تک کہ آپ کے دانت کھل گئے۔

فائدہ۔ حدیث میں نواجذ کا لفظ ہے اور نواجذ اُن دانتوں کو کہتے ہیں جو سب کے آخر میں نکلتے ہیں جن کو عوام عقل کے دانت کہتے ہیں۔ اور یہ دانت اسی وقت کھلتے ہیں جب آدمی زور سے ہنسے۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اٰخِرُ مَنْ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ رَجُلٌ فَهُوَ يَمْشِيْ مَرَّةً

ترجمہ:۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سب سے آخر جو جنت میں جائے گا وہ ایک

وَيَكْبُو مَرَّةً وَتَسْفَعُهُ النَّارُ
مَرَّةً فَإِذَا مَا جَاوَزَهَا الْتَفَتَ
إِلَيْهَا فَقَالَ تَبَارَكَ الَّذِي نَجَّانِي
مِنْكِ لَقَدْ أَعْطَانِي اللهُ شَيْئًا مَا
أَعْطَاهُ أَحَدًا مِنَ الْأَوَّلِينَ وَ
الْآخِرِينَ فَتُرْفَعُ لَهُ شَجَرَةٌ
فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ أَدْنِنِي مِنْ هٰذِهِ
الشَّجَرَةِ فَلِأَسْتَظِلَّ بِظِلِّهَا
وَأَشْرَبَ مِنْ مَائِهَا فَيَقُولُ
اللهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا ابْنَ آدَمَ لَعَلِّي
إِنْ أَعْطَيْتُكَهَا سَأَلْتَنِي غَيْرَهَا
فَيَقُولُ لَا يَا رَبِّ وَيُعَاهِدُهُ أَنْ
لَا يَسْأَلَهُ غَيْرَهَا وَرَبُّهُ تَعَالَى
يَعْذِرُهُ لِأَنَّهُ يَرَى مَا لَا صَبْرَ لَهُ
عَلَيْهِ فَيُدْنِيهِ مِنْهَا فَيَسْتَظِلُّ
بِظِلِّهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَائِهَا ثُمَّ
تُرْفَعُ لَهُ شَجَرَةٌ هِيَ أَحْسَنُ مِنَ
الْأُولَى فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ أَدْنِنِي مِنْ
هٰذِهِ الشَّجَرَةِ لِأَشْرَبَ مِنْ مَائِهَا
وَأَسْتَظِلَّ بِظِلِّهَا لَا أَسْأَلُكَ غَيْرَهَا
فَيَقُولُ يَا ابْنَ آدَمَ أَلَمْ تُعَاهِدْنِي
أَنْ لَا تَسْأَلَنِي غَيْرَهَا فَيَقُولُ لَعَلِّي
إِنْ أَدْنَيْتُكَ مِنْهَا تَسْأَلُنِي غَيْرَهَا
فَيُعَاهِدُهُ أَنْ لَا يَسْأَلَهُ غَيْرَهَا
وَرَبُّهُ تَعَالَى يَعْذِرُهُ لِأَنَّهُ يَرَى
مَا لَا صَبْرَ لَهُ عَلَيْهِ فَيُدْنِيهِ
مِنْهَا فَيَسْتَظِلُّ بِظِلِّهَا وَيَشْرَبُ
مِنْ مَائِهَا ثُمَّ تُرْفَعُ لَهُ شَجَرَةٌ
عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ هِيَ أَحْسَنُ مِنَ

شخص ہوگا۔ جو چلے گا۔ پھر اوندھا
گرے گا اور جہنم کی آگ اس کو جلاتی
جائے گی جب دوزخ سے پار ہو جائیگا
تو پیٹھ موڑ کر اس کو دیکھے گا۔ اور
کہے گا بڑی برکت والا ہے وہ صاحب
جس نے نجات دی مجھ کو تجھ سے
بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنا دیا
کہ ویسا کسی کو نہیں دیا نہ اگلوں
میں نہ پچھلوں میں پھر اس کو ایک
درخت دکھلائی دے گا۔ وہ کہے گا۔
اے رب مجھ کو نزدیک کر دے اس
درخت سے میں اس کے تلے سایہ
میں رہوں اور اس کا پانی پیوں۔
اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے آدم
کے بیٹے اگر میں تیرا یہ سوال پورا
کردوں تو اور سوال کرے گا۔ وہ
کہے گا نہیں اے میرے رب اور
عہد کرے گا کہ پھر میں کوئی سوال
نہ کروں گا۔ اور اللہ تعالیٰ اس کا
عذر قبول کرے گا۔ اس لئے کہ وہ
ایسی نعمت کو دیکھے گا۔ جس پر اس
سے صبر نہیں ہو سکتا (یعنی انسان
بے صبر ہے وہ جب تکلیف میں مبتلا
ہو اور عیش کی بات دیکھے تو بے اختیار
اس کی خواہش کرتا ہے) آخر اللہ
تعالیٰ اس کو اس درخت کے نزدیک
کردے گا۔ وہ اس کے سایہ میں رہیگا۔
اور وہاں کا پانی پیئے گا۔ پھر اس کو
ایک درخت دکھلائی دے گا جو

الْأُولَيَيْنِ فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ أَدْنِنِي مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ لِأَسْتَظِلَّ بِظِلِّهَا وَأَشْرَبَ مِنْ مَائِهَا لَا أَسْأَلُكَ غَيْرَهَا فَيَقُولُ يَا ابْنَ آدَمَ أَلَمْ تُعَاهِدْنِي أَنْ لَا تَسْأَلَنِي غَيْرَهَا قَالَ بَلَى يَا رَبِّ هٰذِهِ لَا أَسْأَلُكَ غَيْرَهَا وَرَبُّهُ تَعَالَى يَعْذِرُهُ لِأَنَّهُ يَرَى مَا لَا صَبْرَ لَهُ عَلَيْهِ فَيُدْنِيهِ مِنْهَا فَإِذَا أَدْنَاهُ مِنْهَا فَيَسْمَعُ أَصْوَاتَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ أَدْخِلْنِيهَا فَيَقُولُ يَا ابْنَ آدَمَ مَا يَصْرِينِي مِنْكَ أَيُرْضِيكَ أَنْ أُعْطِيَكَ الدُّنْيَا وَمِثْلَهَا مَعَهَا فَيَقُولُ يَا رَبِّ أَتَسْتَهْزِئُ مِنِّي وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ فَضَحِكَ ابْنُ مَسْعُودٍ فَقَالَ أَلَا تَسْأَلُونِي مِمَّ أَضْحَكُ فَقَالُوا مِمَّ تَضْحَكُ فَقَالَ هٰكَذَا ضَحِكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا مِمَّ تَضْحَكُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ مِنْ ضِحْكِ رَبِّ الْعَالَمِينَ حِينَ قَالَ أَتَسْتَهْزِئُ مِنِّي وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ فَيَقُولُ إِنِّي لَا أَسْتَهْزِئُ مِنْكَ وَلٰكِنِّي عَلَى مَا أَشَاءُ قَادِرٌ۔

اس سے بھی اچھا ہو گا۔ وہ کہے گا۔ اے پروردگار مجھ کو اس درخت کے نزدیک پہنچا دے تاکہ میں اُس کا پانی پیوں۔ اس کے سائے میں آرام پاؤں اور میں اور کچھ سوال نہ کرونگا اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اے آدم کے بیٹے کیا تو نے عہد نہیں کیا تھا کہ میں پھر سوال نہ کروں گا۔ اور جو میں تجھے اس درخت تک پہنچا دوں توپھر تو اور سوال کرے گا۔ وہ اقرار کرے گا کہ نہیں پھر میں اور کچھ سوال نہ کروں گا۔ اور اللہ تعالیٰ اس کو معذور رکھے گا اس لئے کہ اس کو صبر نہیں اُس نعمت پر جو دیکھتا ہے۔ تب اللہ تعالیٰ اس کو اُس درخت کے نزدیک کر دے گا۔ وہ اُس کے سائے میں رہے گا۔ اور وہاں کا پانی پیئے گا۔ پھر اُس کو ایک درخت دکھائی دے گا۔ جو جنت کے دروازے پر ہو گا اور وہ پہلے کے دونوں درختوں سے بہتر ہو گا وہ کہے گا اے رب میرے مجھ کو اس درخت کے پاس پہنچا دے تاکہ میں اس کے سایہ تلے رہوں اور وہاں کا پانی پیوں۔ اب میں اور کچھ سوال نہ کروں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اے آدم کے بیٹے کیا تو اقرار نہیں کر چکا تھا کہ اب میں اور کچھ سوال نہ کرونگا وہ کہے گا بے شک میں اقرار کر چکا تھا۔ لیکن اب میرا یہ سوال پورا کر دے پھر میں اور کچھ سوال نہ کروں گا۔ اور اللہ تعالیٰ اُس کو معذور رکھے گا

اس لئے کہ وہ دیکھے گا ان نعمتوں کو جن پر صبر نہیں کر سکتا۔ آخر اللہ تعالیٰ اس کو اس درخت کے پاس کر دے گا۔ جب وہ اس درخت کے پاس جائے گا تو جنت والوں کی آوازیں سنے گا اور کہے گا اے رب میرے مجھ کو جنت کے اندر پہنچا دے اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے آدم کے بیٹے تیرے سوال کو کون چیز تمام کرے گی (یعنی تیری خواہش کب موقوف ہوگی اور یہ بار بار سوال کرنا کیونکر بند ہوگا) بھلا تو اس پر راضی ہے کہ میں تجھے ساری دنیا کے برابر دوں اور اتنا ہی اور دوں وہ کہے گا اے رب میرے تو مجھ سے ٹھٹھا کرتا ہے سارے جہان کا مالک ہو کر پھر عبداللہ بن مسعودؓ ہنسنے لگے اور لوگوں سے کہا تم پوچھتے نہیں مجھ سے میں کیوں ہنستا ہوں لوگوں نے پوچھا کیوں ہنستے ہو تم انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بھی اسی طرح (اس حدیث کو بیان کر کے) ہنسے تھے۔ لوگوں نے پوچھا آپ کیوں ہنستے ہیں یا رسول اللہ آپ نے فرمایا۔ رب العالمین کے ہنسنے سے میں بھی ہنستا ہوں جب وہ بندہ یہ کہے گا کہ تو مجھ سے ٹھٹھا کرتا ہے سارے جہان کا مالک ہو کر پروردگار ہنس دے گا۔ (اس کی نادانی اور بیوقوفی پر) اور فرمائے گا میں ٹھٹھا نہیں کرتا (ٹھٹھا اور مذاق میرے لائق نہیں وہ تو بندوں کے لائق ہے) بلکہ میں جو چاہتا ہوں کر سکتا ہوں۔

فائدہ۔ پھر دو دنیا کے برابر دنیا کون سا مشکل کام ہے جس پر تو نے تعجب کیا اور اس کو ہنسی اور مذاق سمجھا وہ خدائے کریم ایسا قادر مطلق ہے کہ لاکھوں کروڑوں دنیا کے مثل ایک دم میں بنا سکتا ہے بلکہ اب ہزاروں لاکھوں دنیا ہماری زمین کے برابر اور اس سے لاکھوں حصے بڑی اس کی سلطنت میں موجود ہیں یہ حدیث اگرچہ جنتیوں کے حال میں وارد ہے پر دنیا میں اس حدیث پر غور کرنے سے بڑے بڑے فائدہ حاصل ہو سکتے ہیں ان میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ طمع اور حرص اور بے صبری کی کوئی انتہا نہیں۔ اگر خزانہ قارون بھی انسان کو مل جائے یا ہفت کشور کی سلطنت بھی پا جائے تب بھی اس سے زیادہ کی حرص رہے گی اس لئے انسان کے لازم ہے کہ اول ہی سے طمع اور حرص کی جڑ کاٹے اور جس قدر خدا دے اسی کو بہت خیال کر کے اس میں خوش اور مگن رہے ورنہ مفت زندگی برباد ہوگی۔ اور ساری عمر رنج اور تکلیف میں گرفتار رہے گا

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَدْنٰی اَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً رَجُلٌ صَرَفَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ عَنِ النَّارِ قِبَلَ الْجَنَّةِ وَمَثَّلَ لَهٗ شَجَرَةً ذَاتَ ظِلٍّ فَقَالَ اَیْ رَبِّ قَدِّمْنِیْ اِلٰی هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اَكُوْنُ فِیْ ظِلِّهَا وَسَاقَ الْحَدِیْثَ بِنَحْوِ حَدِیْثِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَلَمْ یَذْكُرْ فَیَقُوْلُ یَا ابْنَ اٰدَمَ مَا یَصْرِیْنِیْ مِنْكَ اِلٰی اٰخِرِ الْحَدِیْثِ وَزَادَ فِیْهِ وَیُذَكِّرُهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ سَلْ كَذَا وَكَذَا فَاِذَا انْقَطَعَتْ بِهِ الْاَمَانِیُّ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ هُوَلَكَ وَعَشَرَةُ اَمْثَالِهٖ قَالَ ثُمَّ یَدْخُلُ بَیْتَهٗ وَتَدْخُلُ عَلَیْهِ زَوْجَتَاهُ مِنَ الْحُوْرِ الْعِیْنِ فَتَقُوْلَانِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَاكَ لَنَا وَاَحْیَانَا لَكَ قَالَ فَیَقُوْلُ مَا اُعْطِیَ اَحَدٌ مِثْلَ مَا اُعْطِیْتُ

ترجمہ - ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا سب سے کم درجے کا جنتی وہ ہے جس کا منہ اللہ تعالےٰ جہنم کی طرف سے پھیر کر جنت کی طرف کردے گا۔ اور اس کو ایک درخت دکھاوے گا۔ سایہ دار وہ کہے گا۔ اے رب میرے مجھے اس درخت کے پاس لے جا میں اس کے سایہ میں رہوں گا۔ اور بیان کیا حدیث کو اسی طرح جیسے عبد اللہ بن مسعودؓ نے بیان کیا۔ مگر اس میں یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اے آدم کے بیٹے تیرے سوال کو کون چیز تمام کرے گی آخر تک۔ اتنا زیادہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو یاد دلائے گا۔ فلاں فلاں چیز کی آرزو کر یہاں تک کہ جب اس کی سب آرزوئیں ختم ہو جائیں گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ تو یہ سب لے اور دس حصے ان سے زیادہ لے پھر وہ اپنے گھر میں جائے گا اور حوروں میں سے دونوں بی بیاں اس کے پاس آئیں گی اور کہیں گی شکر خدا کا جس نے تجھ کو جلایا ہمارے لئے اور ہم کو جلایا تیرے لئے پھر وہ کہے گا۔ کسی کو اللہ نے اتنا نہیں دیا جتنا مجھکو دیا

عَنِ الْمُغِیْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ یَرْفَعُهٗ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ سَاَلَ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ رَبَّهٗ مَا اَدْنٰی اَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً قَالَ هُوَ رَجُلٌ یَجِیْئُ بَعْدَ مَا اُدْخِلَ

ترجمہ - مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے۔ وہ کہتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے پوچھا سب سے کم درجہ والا جنتی کون ہے۔

الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ فَيُقَالُ لَهُ ادْخُلِ الْجَنَّةَ فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ كَيْفَ وَقَدْ نَزَلَ النَّاسُ مَنَازِلَهُمْ وَأَخَذُوا أَخَذَاتِهِمْ فَيُقَالُ لَهُ أَتَرْضَى أَنْ يَكُونَ لَكَ مِثْلُ مُلْكِ مَلِكٍ مِنْ مُلُوكِ الدُّنْيَا فَيَقُولُ رَضِيتُ رَبِّ فَيَقُولُ لَكَ ذَلِكَ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ فَقَالَ فِي الْخَامِسَةِ رَضِيتُ رَبِّ فَيَقُولُ هَذَا لَكَ وَعَشَرَةُ أَمْثَالِهِ وَلَكَ مَا اشْتَهَتْ نَفْسُكَ وَلَذَّتْ عَيْنُكَ فَيَقُولُ رَضِيتُ رَبِّ قَالَ رَبِّ فَأَعْلَاهُمْ مَنْزِلَةً قَالَ أُولَئِكَ الَّذِينَ أَرَدْتُ غَرَسْتُ كَرَامَتَهُمْ بِيَدِي وَخَتَمْتُ عَلَيْهَا فَلَمْ تَرَ عَيْنٌ وَلَمْ تَسْمَعْ أُذُنٌ وَلَمْ يَخْطُرْ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ قَالَ وَمِصْدَاقُهُ فِي كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ الْآيَةَ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ شخص ہے جو آئے گا سب جنتیوں کے جنت میں جانے کے بعد اس سے کہا جائے گا جا جنت میں جا۔ وہ کہے گا۔ اے رب میرے کیسے جاؤں وہاں تو سب لوگوں نے اپنے اپنے ٹھکانے کر لئے اور اپنی جگہیں بنا لیں اس سے کہا جائے گا۔ کیا تو راضی ہے اس بات پر کہ تجھے اتنا ملک ملے جتنا دنیا کے ایک بادشاہ کے پاس تھا۔ وہ کہے گا میں راضی ہوں اے رب میرے حکم ہوگا جا اتنا ملک ہم نے تجھے دیا اور اتنا ہی اور۔ اور اتنا ہی اور۔ اور اتنا ہی اور۔ اور اتنا ہی اور۔ اور اتنا ہی اور پانچویں بار میں وہ کہیگا میں راضی ہوں اے میرے رب اللہ تعالےٰ فرمائے گا۔ تو یہ بھی لے اور دس حصے اس سے زیادہ لے اور جو تیرا جی چاہئے اور تجھے بھلا لگے دیکھنے میں۔ وہ کہے گا میں رضی ہو گیا اے رب میرے پھر حضرت موسیٰ نے پوچھا۔ سب سے بڑا درجے والا جنتی کون ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وہ تو وہ لوگ ہیں جن کو میں نے خود چنا اور ان کی بزرگی اور عزت کو میں نے اپنے ہاتھ سے جمایا اور اس پر مہر کر دی کسی آنکھ نے نہیں دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی کے دل پر گزرا (جو ان کے لئے تیار ہے) اور اس کی تصدیق کرتا ہے۔ وہ جو کلام اللہ میں ہے۔ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ الْآيَةَ یعنی کوئی نہیں جانتا جو چھپا کر رکھا گیا ہے ان کے لئے اُن کی آنکھوں کی ٹھنڈک اخیر تک۔

عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ يَقُولُ عَلَى الْمِنْبَرِ إِنَّ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ سَأَلَ اللَّهَ تَعَالَى عَنْ أَخَسِّ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنْهَا حَظًّا وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِهِ

ترجمہ: مغیرہ بن شعبہؓ منبر پر کہتے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ سے پوچھا سب سے کم درجے کا جنتی کو پھر بیان کیا حدیث کو اسی طرح جیسے اوپر گزری

عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَأَعْلَمُ آخِرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُولًا الْجَنَّةَ وَآخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوجًا مِنْهَا رَجُلٌ يُؤْتَى بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُقَالُ اعْرِضُوا عَلَيْهِ صِغَارَ ذُنُوبِهِ وَارْفَعُوا عَنْهُ كِبَارَهَا فَتُعْرَضُ عَلَيْهِ صِغَارُ ذُنُوبِهِ فَيُقَالُ عَمِلْتَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا وَعَمِلْتَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا فَيَقُولُ نَعَمْ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُنْكِرَ وَهُوَ مُشْفِقٌ مِنْ كِبَارِ ذُنُوبِهِ أَنْ تُعْرَضَ عَلَيْهِ فَيُقَالُ لَهُ فَإِنَّ لَكَ مَكَانَ كُلِّ سَيِّئَةٍ حَسَنَةً فَيَقُولُ رَبِّ قَدْ عَمِلْتُ أَشْيَاءَ لَا أَرَاهَا هَا هُنَا فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ

ترجمہ ابوذر سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں جانتا ہوں۔ اس شخص کو جو سب کے بعد جنت میں جائے گا۔ اور سب کے دوزخ سے نکلے گا۔ وہ ایک شخص ہوگا۔ جو لایا جائے گا۔ قیامت کے دن پھر حکم ہوگا۔ پیش کرو اس کے ہلکے گناہ اور مت پیش کرو اس کے بھاری گناہ تو پیش کئے جائیں گے۔ اس پر ہلکے گناہ اس کے اور کہا جائے گا۔ فلانے روز تو نے ایسا کام کیا۔ اور فلاں روز یہ کام کیا وہ قبول کرے گا۔ انکار نہ کر سکے گا۔ اور ڈرے گا۔ اپنے بھاری گناہوں سے۔ کہیں وہ پیش نہ ہوں حکم ہوگا۔ ہم نے تجھے ہر ایک گناہ کے بدلے ایک نیکی دی وہ کہے گا۔ مالک میرے میں نے اور بھی کچھ کام کئے ہیں۔ گناہ کے جن کو میں یہاں نہیں پاتا راوی نے کہا میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ ہنسے یہاں تک کہ آپ کی ڈاڑھیں کھل گئیں۔

عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُسْأَلُ عَنِ الْوُرُودِ فَقَالَ نَجِيءُ نَحْنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَنْ كَذَا وَكَذَا انْظُرْ أَيْ ذَلِكَ فَوْقَ النَّاسِ قَالَ فَتُدْعَى الْأُمَمُ بِأَوْثَانِهَا

ترجمہ ابوالزبیر نے سنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے۔ ان سے پوچھا گیا لوگوں کے آنے کا حال قیامت کے دن۔ انھوں نے کہا۔ ہم آئینگے قیامت کے دن اس طرح سے دیکھ یعنی یہ اوپر سب آدمیوں کے

وَكَانَتْ تَعْبُدُ الْأَوَّلُ فَالْأَوَّلُ
ثُمَّ يَأْتِينَا رَبُّنَا بَعْدَ ذَلِكَ
فَيَقُولُ مَنْ تَنْظُرُونَ فَيَقُولُونَ
نَنْظُرُ رَبَّنَا عَزَّ وَجَلَّ فَيَقُولُ أَنَا
رَبُّكُمْ فَيَقُولُونَ حَتَّى نَنْظُرَ إِلَيْكَ
فَيَتَجَلَّى لَهُمْ يَضْحَكُ قَالَ
فَيَنْطَلِقُ بِهِمْ فَيَتَّبِعُونَهُ وَ
يُعْطَى كُلُّ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ مُنَافِقٍ
أَوْ مُؤْمِنٍ نُورًا ثُمَّ يَتَّبِعُونَهُ وَ
عَلَى جِسْرِ جَهَنَّمَ كَلَالِيبُ وَ
حَسَكٌ تَأْخُذُ مَنْ شَاءَ اللَّهُ
ثُمَّ يُطْفَأُ نُورُ الْمُنَافِقِينَ ثُمَّ
يَنْجُو الْمُؤْمِنُونَ فَتَنْجُو أَوَّلُ زُمْرَةٍ
وُجُوهُهُمْ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ
سَبْعُونَ أَلْفًا لَا يُحَاسَبُونَ ثُمَّ
الَّذِينَ يَلُونَهُمْ كَأَضْوَإِ نَجْمٍ فِي
السَّمَاءِ ثُمَّ كَذَلِكَ ثُمَّ تَحِلُّ
الشَّفَاعَةُ وَيَشْفَعُونَ حَتَّى يَخْرُجَ
مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْخَيْرِ
مَا يَزِنُ شَعِيرَةً
فَيُجْعَلُونَ بِفِنَاءِ الْجَنَّةِ وَ
يَجْعَلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ يَرُشُّونَ
عَلَيْهِمُ الْمَاءَ حَتَّى يَنْبُتُوا نَبَاتَ
الشَّيْءِ فِي السَّيْلِ وَيَذْهَبُ
حُرَاقُهُ ثُمَّ يَسْأَلُ حَتَّى تُجْعَلَ
لَهُ الدُّنْيَا وَعَشَرَةُ
أَمْثَالِهَا مَعَهَا۔

پھر بلائی جائیں گی۔ امتیں اپنے
اپنے بتوں اور معبودوں کے ساتھ
پہلی امت پھر دوسری امت بعد
اس کے ہمارا پروردگار آئے گا۔
اور فرمائے گا۔ تم کس کو دیکھ
رہے ہو (یعنے امت محمدی سے
مخاطب ہو کر ارشاد فرمائے گا۔)
وہ کہیں گے ہم اپنے پروردگار
کو دیکھ رہے ہیں (یعنے اس کے
منتظر ہیں) پروردگار فرمائے گا۔
میں تمہارا مالک ہوں وہ کہیں
گے۔ ہم تجھ کو دیکھیں۔ تو معلوم
ہو) پھر دکھائی دے گا۔ پروردگار
ان کو ہنستا ہوا۔ اور ان کے ساتھ
چلے گا۔ اور لوگ سب اس
کے پیچھے ہوں گے۔ اور
ہر ایک آدمی کو خواہ وہ منافق
ہو یا مومن ایک نور ملے گا۔
لوگ اس کے ساتھ ہوں گے۔ اور
جہنم کے پل پر آنکڑے
اور کانٹے ہوں گے " وہ پکڑلیں
گے۔ جن کو خدا چاہے گا۔
بعد اس کے منافقوں
کا نور بجھ جائے گا۔ اور
مومن نجات پائیں گے۔
تو پہلا گروہ مومنوں کا
ان کے مونہہ چودھویں رات
چاند کے سے ہوں گے
ستر ہزار آدمیوں کا ہوگا۔ جن سے نہ حساب ہوگا۔ نہ کتاب

ان کے بعد کا گروہ خوب چمکتے تارے کی طرح ہوں گے۔ پھر ان کے بعد کا ان سے اتر کر یہاں تک کہ شفاعت کا وقت آئے گا اور لوگ شفاعت کریں گے۔ اور جہنم سے نکالا جائے گا وہ شخص بھی جس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا تھا۔ اور اس کے دل میں ایک جو برابر بھی نیکی اور بہتری تھی۔ یہ لوگ جنت کے آنگن میں ڈال دیئے جائیں گے۔ اور جنتی لوگ ان پر پانی چھڑکیں گے۔ وہ اس طرح پنپیں گے۔ جیسے جھاڑ پانی کے بہاؤ میں پنپتا ہے۔ اور ان کی سوزش اور جلن بالکل جاتی رہے گی۔ پھر وہ سوال کریں گے خدا سے اور ہر ایک کو اتنا ملے گا۔ جیسے ساری دنیا بلکہ دس دنیا برابر۔

فائدہ:۔ یہ روایت موقوف ہے جابر پر اور مسلم کی شرط یہ نہیں مگر انھوں نے بیان کیا اس کو اس لئے کہ وہ مسنداً مروی ہے۔ دوسرے طریقے سے اور خود امام مسلم نے اس کے رفع پر تنبیہ کی ہے۔ ابن ابی شیبہ کی روایت سے اور بیان کیا ہے۔ اس کی اسناد اور سماع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔۔ نووی نے کہا اس مقام پر راوی نے غلطی اور تحریف اور غلط کیا ہے۔ اور اتفاق کیا ہے۔ اس پر متقدمین اور متاخرین نے اور یہ غلطی ہے۔ لکھنے والے کی قاضی عیاض نے کہا حدیث کی عبارت تمام نسخوں میں یہی ہے۔ یعنی عَنْ کَذَا وَکَذَا انظر اَیْ ذٰالِکَ فَوْقَ النَّاسِ جس کا ترجمہ بیان ہوا لیکن مطلب معلوم نہیں ہوتا اور صحیح عبارت یوں ہے۔ عَلٰی کوم ایسا ہی روایت کیا ہے۔ بعض اہل حدیث نے اور ابن ابی خثیمہ کی کتاب میں کعب بن مالک سے مروی ہے یحشر النَّاس یَوْمَ الْقِیٰمۃ علی تل وامتی علی تل یعنی جمع کئے جائیں گے۔ لوگ قیامت کے دن ٹیلوں پر اور میری امت ایک ٹیلے پر ہوگی۔ اور کوم بھی بھی ٹیلے کو کہتے ہیں۔ اونچی زمین کو جو نیکرے کی طرح ہوتی ہے۔ طبری نے اپنی تفسیر میں ابن عمرؓ کی روایت سے بیان کہ پھر چڑھیں گے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت۔

ایک ٹیلے پر سب لوگوں کے اوپر قاضی عیاض نے کہا اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ راوی سے کو مم کا لفظ پڑھا نہ گیا یا مٹ گیا۔ تو اس نے کذا و کذا۔ اس کے بدلے لکھا پھر اس کی تفسیر کی۔ ای فوق الناس سے اور انظر کا لفظ تنبیہ کے لئے وہاں لکھ دیا اب نقل کرنے والوں نے بعینہ اس عبارت کو نقل کر دیا۔ اور انظر کو بھی حدیث میں شریک کر دیا واللہ اعلم۔ اور وہ بے پوچھ پاچھ کے جنت میں داخل ہوں گے۔ بخاری کی روایت میں ہے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو نہ منتر کرتے ہیں۔ اور نہ بد فال لیتے ہیں۔ اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں۔

عَنْ جَابِرٍ سَمِعَهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِاُذُنَيْهِ يَقُوْلُ اِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يُخْرِجُ نَاسًا مِنَ النَّارِ فَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ

ترجمہ جابر رض سے روایت ہے۔ انہوں سنا اپنے کانوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے۔ بیشک اللہ تعالےٰ چند لوگوں کو دوزخ سے نکال کر جنت میں لے جائے گا۔

عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قُلْتُ لِعَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ اَسَمِعْتَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يُخْرِجُ قَوْمًا مِنَ النَّاسِ بِالشَّفَاعَةِ قَالَ نَعَمْ

ترجمہ۔ حماد بن زید سے روایت ہے۔ کہ میں نے عمرو بن دینا سے پوچھا کیا تم نے سنا ہے جابر بن عبد اللہ کو حدیث بیان کرتے ہوئے۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ اللہ تعالےٰ کچھ لوگوں کو جہنم سے نکالے گا۔ شفاعت کی وجہ سے انھوں نے کہا ہاں سنا ہے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ اِنَّ قَوْمًا يُخْرَجُوْنَ مِنَ النَّارِ يَحْتَرِقُوْنَ فِيْهَا اِلَّا دَارَاتِ وُجُوْهِهِمْ حَتّٰى يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ۔

ترجمہ۔ جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کچھ لوگ جہنم میں جل کر وہاں سے نکلیں گے اور جنت میں جائیں گے ان کا سب بدن جل گیا ہوگا۔ سوا منہ کے چکر کے

فائدہ- کیونکہ منہ سے سجدہ کیا جاتا ہے- دوسری حدیث میں ہے کہ تمام اعضاء سجدے کے انگاروں سے بچے رہیں گے جیسے اوپر گزرا

عَنْ يَزِيدَ الْفَقِيرِ قَالَ كُنْتُ قَدْ شَغَفَنِي رَأْيٌ مِنْ رَأْيِ الْخَوَارِجِ فَخَرَجْنَا فِي عِصَابَةٍ ذَوِي عَدَدٍ نُرِيدُ أَنْ نَحُجَّ ثُمَّ نَخْرُجَ عَلَى النَّاسِ قَالَ فَمَرَرْنَا عَلَى الْمَدِينَةِ فَإِذَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ جَالِسٌ إِلَى سَارِيَةٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَإِذَا هُوَ قَدْ ذَكَرَ الْجَهَنَّمِيِّينَ قَالَ فَقُلْتُ لَهُ يَا صَاحِبَ رَسُولِ اللَّهِ مَا هَذَا الَّذِي تُحَدِّثُونَ وَاللَّهُ يَقُولُ إِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ وَكُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا أُعِيدُوا فِيهَا فَمَا هَذَا الَّذِي تَقُولُونَ قَالَ فَقَالَ أَتَقْرَأُ الْقُرْآنَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَهَلْ سَمِعْتَ بِمَقَامِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي الَّذِي يَبْعَثُهُ اللَّهُ فِيهِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَإِنَّهُ مَقَامُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ الْمَحْمُودُ الَّذِي يُخْرِجُ اللَّهُ بِهِ مَنْ يُخْرِجُ قَالَ ثُمَّ نَعَتَ وَضْعَ الصِّرَاطِ وَمَرَّ النَّاسِ عَلَيْهِ قَالَ وَأَخَافُ أَنْ لَا أَكُونَ أَحْفَظُ ذَاكَ قَالَ غَيْرَ أَنَّهُ قَدْ زَعَمَ أَنَّ قَوْمًا

ترجمہ - یزید بن صہیب ابو عثمان فقیر سے روایت ہے میرے دل میں خارجیوں کی ایک کھُب گئی تھی- (وہ یہ کہ کبیرہ گناہ کرنے والا ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا- اور جو جہنم میں جائے گا- وہ پھر وہاں سے نکلے گا) تو ہم نکلے ایک بڑی جماعت کے ساتھ اس ارادے سے کہ حج کریں پھر خارجیوں کا مذہب پھیلائیں جب ہم مدینے میں پہنچے دیکھا تو جابر بن عبد اللہ ایک ستون کے پاس بیٹھے ہوتے لوگوں کو حدیثیں سنا رہے ہیں- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انھوں نے یکایک ذکر کیا دوزخیوں کا میں نے کہا اے صحابی رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے تم کیا حدیث بیان کرتے ہو- اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے - اے رب ہمارے جس کو تو جہنم میں لے گیا تو نے اس کو رسوا کیا اور فرماتا ہے جہنم کے لوگ جب وہاں سے نکلنا چاہیں گے تو پھر اسی میں ڈال دیئے جائیں گے اب تم کیا کہتے ہو انھوں نے کہا تو نے قرآن پڑھا ہے- میں نے ہاں- انھوں نے کہا پھر تو نے ....

يَخْرُجُوْنَ مِنَ النَّارِ بَعْدَ اَنْ يَكُوْنُوْا فِيْهَا قَالَ يَعْنِيْ اَبَا نُعَيْمٍ فَيَخْرُجُوْنَ كَاَنَّهُمْ عِيْدَانُ السَّمَاسِمِ قَالَ فَيَدْخُلُوْنَ نَهَرًا مِنْ اَنْهَارِ الْجَنَّةِ فَيَغْتَسِلُوْنَ فِيْهِ فَيَخْرُجُوْنَ كَاَنَّهُمُ الْقَرَاطِيْسُ فَرَجَعْنَا وَقُلْنَا وَيْحَكُمْ اَتُرَوْنَ الشَّيْخَ يَكْذِبُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَرَجَعْنَا فَلَا وَاللّٰهِ مَا خَرَجَ مِنَّا غَيْرُ رَجُلٍ وَّاحِدٍ كَمَا قَالَ اَبُوْ نُعَيْمٍ۔

حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا مقام سنا ہے یعنی وہ مقام جو اللہ ان قیامت کے روز عنایت فرمائیگا رجس کا بیان اس ایت میں ہے۔ عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ میں نے کہا۔ ہاں میں نے سنا ہے۔ انہوں نے کہا پھر وہی مقام محمود ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالےٰ نکالے گا۔ جہنم سے ان لوگوں کو جن کو چاہیے گا۔ پھر بیان کیا۔ (انھوں نے پل صراط کا حال اور لوگوں کے گزرنے کا اس پل پر سے اور مجھے ڈر ہے یاد نہ رہا ہو یہ مگر انھوں نے یہ کہا کہ کچھ لوگ دوزخ سے نکالے جائیں گے۔ اس میں جانے کے بعد اور وہ اس طرح سے نکلیں گے جیسے آبنوس کی لکڑیاں (سیاہ جل بھن کر) پھر جنت کی ایک نہر میں جائیں گے اور وہاں غسل کریں گے اور کاغذ کی طرح سفید ہو کر نکلیں گے یہ سن کر ہم لوٹے اور ہم نے خرابی ہو تمہاری کیا یہ بوڑھا جھوٹ باندھتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر (یعنے وہ ہرگز جھوٹ نہیں بولتا پھر تمہارا مذہب غلط نکلا) اور ہم سب پھر گئے اپنے مذہب سے مگر ایک شخص نہ پھر شاید ایسا ہی کہا ابو نعیم فضل بن دکین نے۔

فائدہ۔ یہ دونوں آیتیں خارجیوں کی دلیل ہیں۔ جو کہتے ہیں دوزخ میں جاکر پھر کوئی وہاں سے نہ نکلے گا حالانکہ یہ آیتیں ان کافروں اور مشرکوں کے باب میں ہیں۔ جو ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ حدیث میں سماسم لفظ ہے۔ جو جمع ہے۔ سمسم کی اور سمسم کہتے تل کو اس کی لکڑیاں بھی دھوپ میں رکھنے سے کالی ہو جاتی ہیں۔ اور بعضوں نے کہا اصل میں یہ لفظ ساسم تھا۔ اس میں تحریف ہو کر سماسم ہو گیا اور ساسم کہتے ہیں۔ ایک سیاہ لکڑی کو مثل آبنوس کے اور بعضوں نے کہا ساسم کہتے ہیں آبنوس کو۔
(نووی مختصراً)

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ اَرْبَعَةٌ فَيُعْرَضُوْنَ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى فَيَلْتَفِتُ اَحَدُهُمْ فَيَقُوْلُ اَىْ رَبِّ اِذَا اَخْرَجْتَنِىْ مِنْهَا فَلَا تُعِدْنِىْ فِيْهَا فَيُنْجِيْهِ اللّٰهُ مِنْهَا۔

ترجمہ۔ انس بن مالک سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دوزخ سے چار آدمی نکالے جائیں گے۔ پھر وہ پیش کئے جائیں گے خدا کے سامنے ان میں سے ایک جہنم کی طرف دیکھ کر کہے گا۔ اے مالک میرے جب تو نے مجھ کو نجات دی اس سے تو اب پھر مت لے جا اس میں اللہ تعالیٰ اس کو نجات دے گا جہنم سے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ النَّاسَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَهْتَمُّوْنَ لِذٰلِكَ وَقَالَ ابْنُ عُبَيْدٍ فَيُلْهَمُوْنَ لِذٰلِكَ فَيَقُوْلُوْنَ لَوِ اسْتَشْفَعْنَا اِلٰى رَبِّنَا حَتّٰى يُرِيْحَنَا مِنْ مَكَانِنَا هٰذَا قَالَ فَيَاْتُوْنَ اٰدَمَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فَيَقُوْلُوْنَ اَنْتَ اٰدَمُ اَبُو الْخَلْقِ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ وَنَفَخَ فِيْكَ مِنْ رُّوْحِهٖ وَاَمَرَ الْمَلٰٓئِكَةَ فَسَجَدُوْا لَكَ اشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ حَتّٰى يُرِيْحَنَا مِنْ مَكَانِنَا هٰذَا فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ فَيَذْكُرُ خَطِيْئَتَهُ الَّتِىْ اَصَابَ فَيَسْتَحْيِىْ رَبَّهٗ عَزَّ وَجَلَّ مِنْهَا وَلٰكِنِ ائْتُوْا نُوْحًا اَوَّلَ رَسُوْلٍ بَعَثَهُ اللّٰهُ قَالَ فَيَاْتُوْنَ نُوْحًا عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ فَيَذْكُرُ خَطِيْئَتَهُ الَّتِىْ اَصَابَ فَيَسْتَحْيِىْ رَبَّهٗ مِنْهَا وَلٰكِنِ ائْتُوْا اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ الَّذِى اتَّخَذَهُ اللّٰهُ خَلِيْلًا فَيَاْتُوْنَ اِبْرَاهِيْمَ

ترجمہ۔ انس بن مالک سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو اکٹھا کرے گا۔ پھر وہ کوشش کریں گے اس مصیبت کو دور کرنے کی۔ یا ان کے دل میں خدا اس کا فکر ڈالے گا۔ وہ کہیں گے اگر ہم کسی کی سفارش کروائیں اپنے مالک کے پاس یہاں سے آرام پانے کو تو بہتر ہے اور آئیں گے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس اور کہیں گے۔ تم سب آدمیوں کے باپ ہو۔ اللہ تعالےٰ نے تم کو اپنے ہاتھ سے بنایا۔ اور اپنی روح (یعنی اپنی پیدا کی ہوئی روح) تم میں پھونکی اور فرشتوں کو حکم کیا تم کو سجدہ کریں انہوں نے سجدہ کیا تم تو آج ہم لوگوں کی سفارش کرو اللہ تعالےٰ کے پاس وہ آرام دے ہم کو اس جگہ کی تکلیف سے وہ کہیں گے میں اس لائق نہیں۔ اور اپنے گناہ کو یاد کر کے اللہ تعالیٰ سے شرمائیں گے۔

عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ
وَيَذْكُرُ خَطِيئَتَهُ الَّتِي أَصَابَ فَيَسْتَحْيِي
رَبَّهُ تَعَالَى مِنْهَا وَلَكِنِ ائْتُوا مُوسَى
عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ الَّذِي كَلَّمَهُ
اللَّهُ وَأَعْطَاهُ التَّوْرَاةَ قَالَ فَيَأْتُونَ
مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَقُولُ لَسْتُ
هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ خَطِيئَتَهُ الَّتِي أَصَابَ
فَيَسْتَحْيِي رَبَّهُ مِنْهَا وَلَكِنِ ائْتُوا
عِيسَى عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ
رُوحَ اللَّهِ وَكَلِمَتَهُ فَيَأْتُونَ عِيسَى عَلَيْهِ
الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ رُوحَ اللَّهِ وَكَلِمَتَهُ
فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَلَكِنِ ائْتُوا
مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ عَبْدًا قَدْ غُفِرَ لَهُ مَا
تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ فَقَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ فَيَأْتُونِي فَأَسْتَأْذِنُ
عَلَى رَبِّي فَيُؤْذَنُ لِي فَإِذَا أَنَا رَأَيْتُهُ
وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِي مَا شَاءَ
اللَّهُ أَنْ يَدَعَنِي فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ
ارْفَعْ رَأْسَكَ قُلْ تُسْمَعْ سَلْ تُعْطَهُ
اشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأَحْمَدُ
رَبِّي بِتَحْمِيدٍ يُعَلِّمُنِيهِ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ
ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِي حَدًّا فَأُخْرِجُهُمْ
مِنَ النَّارِ وَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ
أَعُودُ فَأَقَعُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِي
مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَدَعَنِي ثُمَّ يُقَالُ
لِي ارْفَعْ يَا مُحَمَّدُ قُلْ تُسْمَعْ
سَلْ تُعْطَهْ اشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَرْفَعُ

لیکن تم جاؤ نوح علیہ السلام کے پاس
وہ پہلے پیغمبر ہیں جن کو بھیجا اللہ تعالیٰ نے
وہ آئیں گے۔ نوحؑ کے پاس تو نوح
کہیں گے میں اس لائق نہیں اور اپنی
خطا کو جو دنیا میں ان سے ہوئی تھی
یاد کریں گے اور شرمائیں گے اپنے
پروردگار سے اور کہیں گے۔ تم جاؤ۔
ابراہیم علیہ السلام کے پاس جن کو اللہ
تعالیٰ نے اپنا دوست بنایا تھا۔ وہ
سب لوگ ابراہیم علیہ السلام کے پاس
آئیں گے۔ وہ کہیں گے میں اس لائق
نہیں اور اپنی خطا کو جو ان سے ہوئی
تھی۔ یاد کرکے خدا سے شرمائیں گے
لیکن تم جاؤ موسیٰ علیہ السلام کے پاس
جن سے اللہ تعالےٰ نے بات کی اور ان
کو توریت شریف عنایت کی وہ سب
موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے وہ
کہیں گے میں اس لائق نہیں۔ اور اپنی
خطاء کو جو اُن سے ہوئی تھی یاد کرکے
خدا سے شرمائیں گے۔ لیکن تم جاؤ
عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جو اللہ کی روح
ہیں اور اس کے حکم سے پیدا
ہوئے ہیں۔ وہ آئیں گے عیسیٰ روح اللہ
کے پاس وہ کہیں گے میں اس لائق
نہیں لیکن تم جاؤ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و
سلم کے پاس وہ ایسے بندے ہیں
اللہ کے جن کے اگلے اور پچھلے سب
گناہ بخش دیئے گئے ہیں۔ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا پھر

رَأْسِیْ فَاَحْمَدُ رَبِّیْ بِتَحْمِیْدٍ یُعَلِّمُنِیْہِ ثُمَّ اَشْفَعُ فَیَحُدُّ لِیْ حَدًّا فَاُخْرِجُهُمْ مِنَ النَّارِ وَاُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ قَالَ فَلَا اَدْرِیْ فِی الثَّالِثَةِ اَوْ فِی الرَّابِعَةِ قَالَ فَاَقُوْلُ یَا رَبِّ مَا بَقِیَ فِی النَّارِ اِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْاٰنُ اَیْ مَنْ وَجَبَ عَلَیْهِ الْخُلُوْدُ وَقَالَ ابْنُ عُبَیْدٍ فِیْ رِوَایَتِهٖ قَالَ قَتَادَةُ اَیْ وَجَبَ عَلَیْهِ الْخُلُوْدُ۔

وہ سب لوگ میرے پاس آئیں گے میں اپنے پروردگار سے اجازت چاہوں گا دربار یاب ہونے کی، مجھ کو اجازت ملے گی۔ جب میں اس کو دیکھوں گا تو سجدہ میں گر پڑوں گا پھر وہ مجھے رہنے دے گا سجدے میں جب تک چاہوں گا اور بعد اس کے کہا جائے گا۔ اے محمد اٹھا اپنے سر کو اور کہہ جو کہتا ہے۔ سنا جائے گا اور مانگ جو مانگتا ہے دیا جائے گا۔ اور شفاعت کر تیری شفاعت قبول کی جائے گی۔ پھر میں سر اٹھاؤں گا۔ اور اپنے پروردگار کی تعریف کرونگا اسطرح سے جیسے وہ مجھ کو سکھلائے گا۔ پھر سفارش کروں گا تو تو ایک حد میرے لئے مقرر کی جائے گی۔ میں اس حد کے موافق لوگوں کو دوزخ سے نکالوں گا اور جنت میں لیجاؤں گا اور دوبارہ اپنے پروردگار کے پاس آکر سجدے میں گروں گا۔ وہ مجھے رہنے دیگا سجدے میں جب تک اس کو منظور ہوگا۔ پھر حکم ہوگا۔ اے محمدؐ اپنے سر کو اٹھا اور کہو سنا جائیگا مانگو دیا جائیگا۔ سفارش کرو قبول کی جائیگی میں اپنے سر کو اٹھاؤں گا اور اپنے مالک کی تعریف کروں گا۔ جسطرح وہ مجھکو سکھائے گا۔ پھر سفارش کروں گا تو ایک حد باندھی جاویگی۔ میں اس حد کے موافق لوگوں کو دوزخ سے نکالوں گا۔ اور جنت میں داخل کروں گا۔ راوی نے کہا مجھے یاد نہیں آپ نے تیسری بار یا چوتھی بار میں فرمایا میں کہوں گا اے مالک میرے اب تو کوئی دوزخ میں نہیں رہا۔ مگر وہ جو قرآن کے بموجب ہمیشہ دوزخ میں رہنے کے لائق ہے قتادہ نے کہا یعنے جس کا ہمیشہ رہنا وہاں ضرور ہے

فائدہ۔ چند چیزوں کو اللہ تعالےٰ نے اپنے خاص ہاتھ مبارک سے بنایا ہے اُن کی بزرگی دینے کو ایک ان میں سے حضرت آدم علیہ السلام ہیں دوسرے توریت تو تختیوں پر اپنے ہاتھ سے لکھا تھا تیسرے جنت العدن میں درخت اپنے ہاتھ سے لگائے۔ یوں تو سب چیزیں خدا کے حکم سے پیدا ہوئیں پر ان چیزوں کو خدا نے اپنے خاص ہاتھ سے بنایا جیسے حدیث میں وارد ہے پر خدا کا ہاتھ ویسا ہی مقدس اور بے شبہ اور تطہیر ہے۔ جیسے اس کی ذات مقدس جل شانہ۔ ...... وہ گناہ کیا تھا۔ اس درخت میں سے کھانا جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو منع کیا تھا۔ نووی نے کہا علماء نے اختلاف کیا ہے

کہ پیغمبروں سے گناہ صادر ہوتے ہیں یا نہیں۔ اور قاضی عیاض نے اس بحث میں ایک مختصر تقریر کی ہے وہ یہ ہے کہ نبوت کے بعد ان سے کفر سرزد نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ معصوم ہیں کفر سے۔ لیکن نبوت سے پہلے تو اس میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ نبوت سے پہلے بھی وہ کفر سے معصوم ہوتے ہیں اب رہے اور گناہ جو کفر سے کم ہیں تو کبیرہ گناہ سے بالاتفاق وہ معصوم ہیں اور اسی طرح ان غلطیوں سے جو تبلیغ رسالت میں ہوں قولاً یا فعلاً یہ مذہب ہے۔ استاد ابو مظفر اسفرائنی اور ائمۂ خراسان اور مشائخ صوفیہ اور بعضوں کے نزدیک یہ غلطی ہو سکتی ہے جیسے ہمارے پیغمبر کو سہو ہوا نماز میں لیکن ضروری ہے کہ وہ مطلع ہو جائیں۔ اپنی غلطی سے یا اسی وقت یا وفات سے پہلے اور یہی مذہب ہے جمہور علماء اور اکثر محققین کا اب رہے صغیرہ گناہ تو جو صغیرہ گناہ اس قسم کے ہیں کہ ان سے ذلالت اور خست اور کمینہ پن نکلتا ہے ان سے بالاتفاق معصوم ہوتے ہیں اور باقی صغیرہ گناہ میں اختلاف ہے۔ اکثر فقہا اور محدثین سلف اور خلف اس طرف گئے ہیں کہ اس قسم کے صغیرہ گناہ ان سے ہو سکتے ہیں اور دلیل ان کی قرآن کی آیتیں اور حدیثیں ہیں۔ اور ایک جماعت محققین کی فقہا اور متکلمین میں سے اس طرف گئے ہیں کہ وہ پاک ہیں صغائر سے بھی جیسے کبائر سے پاک ہیں اور نبوت کا منصب مانع ہے ایسے گناہوں کے کرنے سے اور قصداً خدا کی مخالفت کرنے سے اور جو آیات اور احادیث اس قسم کی وارد ہوئی ہیں جن سے پیغمبروں کا گناہ گار ہونا نکلتا ہے۔ وہ تاویل کی گئی ہیں یا محمول ہیں سہو پر یا اللہ کا اذن تھا بعض چیزوں میں لیکن ان کو ڈر ہوا ان میں مواخذے کا یا بعض چیزیں ایسی ہیں جو نبوت سے پہلے ان سے سرزد ہوئیں اور یہی مذہب حق ہے۔ اس لئے کہ انبیاء کے اقوال و افعال کی ہم کو پیروی کرنا لازم ہے۔ پھر اگر وہ خطاوار ہوں تو بہت سے افعال میں ان کی پیروی لازم نہ ہو۔ قاضی عیاض نے کہا ہم نے اس مطلب کو اپنی کتاب شفا میں خوب بیان کیا ہے کہ ویسا دوسری کتابوں میں نہیں ملتا اور تو اس بات سے مت ڈر کہ یہ مذہب منسوب ہے خوارج اور معتزلہ اور مبتدعہ کے گروہوں کی طرف اسلئے کہ ان کا مطلب اس مذہب سے دوسرا ہے وہ کیا صغیرہ گناہ سے کافر ہو جانا اور ہم پاک ہیں اس خیال سے اور یہ جو خطائیں انبیاء کی بیان کی گئیں ہیں جیسے آدم علیہ السلام کا بھول کر اس درخت میں سے کھا لینا اور نوح علیہ السلام کا بددعا کرنا کافروں پر اور قتل کرنا موسیٰ علیہ السلام کا ایک کافر کو اور بچانا ابراہیم علیہ السلام کا اپنے تئیں کافروں کے

شر سے ایک بات کہہ کر جو ایک طرح سے پر سچ ہو سکتی تھی یہ درحقیقت اوروں کے حق میں گناہ نہیں ہیں مگر انبیاء پر عتاب ہوا یا وہ ڈرے ان باتوں سے بھی بوجہ قرب اور منزلت کے تمام ہوا کلام قاضی عیاض کا۔۔۔۔۔۔ امام ابو عبداللہ مازری نے کہا مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام نوح کے دادا تھے پھر اگر یہ ثابت ہو کہ ادریس پیغمبر تھے تو مورخین کا یہ قول صحیح نہیں کہ وہ نوح کے دادا تھے اس لئے کہ حدیث سے صاف یہ امر نکلتا ہے کہ نوح سب سے پہلے پیغمبر ہیں جو دنیا میں آئے اور بعضوں نے کہا کہ حدیث میں رسول کا لفظ ہے اور شاید ادریس نبی ہوں رسول نہ ہوں قاضی عیاض نے کہا۔ بعضوں نے کہا کہ ادریس الیاس علیہ السلام کو کہتے ہیں اور وہ پیغمبر تھے بنی اسرائیل کے یوشع بن نون کے ساتھ اس صورت میں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ اسی طرح یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ آدم شیث دونوں پیغمبر تھے وہ نوح سے پہلے تھے کیونکہ آدم علیہ السلام کو اپنی اولاد کی تعلیم کا حکم ہوا تھا اور وہ کافر نہ تھے اسی طرح شیث کہ وہ خلیفہ تھے آدم علیہ السلام کے لیکن کافروں کی ہدایت کے لئے پہنچا جانا تو یہ امر سب سے پہلے نوح ؑ کے لئے ہوا۔ قاضی عیاض نے کہا ابوالحسن بن لبطال کا مذہب یہ ہے کہ آدم رسول نہ تھے اور ابوذر کی حدیث سے صاف یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آدم اور ادریس دونوں رسول تھے۔۔۔ (نووی) یعنے خلیل قاضی عیاض نے کہا خلت کے اصل میں معنی خاص کر لینا اور چن لینا اور صاف کر لینا ہے۔ اور بعضوں نے کہا۔ خلت کے معنی قطع کرنا اور ابراہیم کو خلیل کیا اس لئے کہ انہوں نے قطع کیا اپنی حاجتوں کو سب مخلوقات سے اور چھوڑ دیا ان کو اپنے رب پر اور بعضوں نے کہا خلت کے معنی سچی اور صاف دوستی جو باعث ہوتی ہے اسرار اور رموز کے تخلل کی یعنے بھیدوں کے آنے کی اور بعضوں نے کہا خلعت کے معنی محبت ہے تمام ہوا کلام قاضی عیاض کا ابن انباری نے کہا خلیل کہتے ہیں دوست کو جس کی دوستی اور محبت پوری ہو اور محبوب کو جس کی محبت میں کوئی نقص اور خلل نہ ہو۔ واحدی نے کہا یہی قول مختار ہے کیونکہ اللہ خلیل ہے ابراہیم کا اور ابراہیم خلیل ہیں اللہ کے اور جس صورت میں خلت کے معنی قطع حاجت کے ہوئے تو اللہ تعالیٰ کو ابراہیم کا خلیل نہیں کہہ سکتے (نووی)۔۔۔ موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے بات کی اس پر اجماع کیا اہل سنت نے کہ یہ کلام اپنے ظاہر پر محمول ہے اور اللہ تعالیٰ نے حقیقۃً حضرت موسیٰ علیہ السلام سے

کلام کیا جس کو حضرت موسیٰ نے سنا بلا واسطہ اور کلام اللہ کی ایک صفت ہے جو مخلوق کے کلام کے مشابہ نہیں ۔ ۔ ۔ مراد اگلے گناہوں سے وہ گناہ جو نبوت سے پہلے ہوئے اور پچھلوں سے جو بعد نبوت کے ہوئے اور بعضوں نے کہا کہ مراد امت کے اگلے اور پچھلے گناہ ہیں اس صورت میں بخشش سے مراد بعضوں کی بخشش ہوگی یا ہمیشہ کے لئے جہنم سے بچنا اور بعضوں نے کہا کہ مراد اُن گناہوں سے وہ بھول چوک ہے جو آپ سے ہوئی اور بعضوں نے کہا کہ مراد اگلے گناہوں آدم علیہ السلام کی خطا ہے ۔ اور پچھلے سے امت کے گناہ اور بعضوں نے کہا یہ بر تقدیر فرض ہے یعنے اگر تمہارے کچھ گناہ ہوں تو وہ سب معاف اور مغفور ہیں اور بعضوں نے کہا کہ مقصود اس سے پاکی ہے آپ کی گناہوں سے (نووی) نصاریٰ اس آیت سے لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ ہمارے پیغمبر پر اعتراض کرتے ہیں ۔ کہ جب وہ خود گناہ گار تھے تو اوروں کو گناہوں سے کیونکر پاک کریں گے ۔ اُن کا جواب یہ ہے کہ اگلی کتب سماوی سے اور پیغمبروں کا بھی گناہوں میں مبتلا ہونا نکلتا ہے پھر جو جواب ان کی طرف سے دیا جائے گا وہی جواب ہمارے پیغمبر کے طرف سے بھی ہو سکتا ہے ۔ دوسرے یہ کہ گناہ اور تقصیر عام بندوں کے اور ہیں اور خاص بندوں کے اور دنیا میں بھی یہ مسئلہ مُسلّم ہے کہ عام لوگوں سے بہت سی ان باتوں کی شکایت نہیں ہوتی جو خاص بندوں کے لئے بڑی تقصیریں سمجھی جاتی ہیں اسی طرح پیغمبروں اور مقربوں کے گناہ ایسے ہیں جو ہمارے حق میں گناہ ہی نہیں ۔ لیکن تقریب کی وجہ سے وہ گناہ سمجھے جاتے ہیں اور چونکہ انبیاء بشر ہیں اور لازم ہے کہ بشر لوازم بشریت سے پاک ہو اس لئے خواہ مخواہ کوئی نہ کوئی تقصیر یا غفلت کسی وقت میں اُس سے واقع ہو جاتی ہے ۔ پھر مالک اپنے کسی بندے کی ایسی تقصیروں کو بھی یک قلم معاف کر دے تو یہ اس کی کمال محبت ہے اس بندے کے ساتھ اور اس میں عظمت اور بزرگی ہے اس بندے کی اور بندوں پر تو یہ آیت درحقیقت ایک شرف ہے ہمارے پیغمبرؐ کے لئے نہ نقصان جیسا مخالفین خیال کرتے ہیں خدا اُن کو ہدایت کرے ۔ البتہ اُن کا اعتراض اس صورت میں درست ہوتا کہ ہم اپنے پیغمبر کو معاذاللہ بندگی سے بڑھا کر خدائی تک پہونچا دیتے جیسے انہوں نے اپنے پیغمبر کے ساتھ کیا ہے یہ ایسی بیوقوفی اور بے عقلی کی بات ہے کہ تمام مذہب والے نصاریٰ کے اس خیال پر قہقہہ لگاتے اور اس خیال کی وجہ سے ان کا سارا مذہب عقلا کے نزدیک لغو ہو گیا ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ ۔ ۔ ۔ یعنی جب اور سب پیغمبر اُن کو جواب دے دیں گے اور کہیں گے کہ ہم اتنے بڑے کام کے لائق نہیں تو وہ میرے پاس

آئیں گے قاضی عیاض نے کہا اور پیغمبروں کا یہ کہنا براہ تواضع اور انکسار ہوگا اور شائد اشارہ ہو اس بات کا کہ یہ درجہ یعنی شفاعت کبریٰ میرا درجہ نہیں بلکہ اس کے بعد والے کا ہے اور شاید یہ معلوم ہو کہ یہ درجہ ہمارے پیغمبر کا ہے لیکن ہر ایک نے اپنے بعد والے پر حوالہ کیا تاکہ آہستہ آہستہ یہ سلسلہ ہمارے پیغمبر تک پہنچے اور آپ کی فضیلت سب پیغمبروں پر ظاہر ہوے اس حدیث سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ بڑے بڑے کاموں میں پہلے مسن اور بزرگ لوگوں کی طرف رجوع کرنا چاہیئے اور ہمارے پیغمبر جو اس کام سے انکار نہ کریں گے اور مستعد ہو جائیں گے وہ اس وجہ سے کہ آپ جانتے ہوں گے کہ یہ میرا ہی کام ہے اور یہ عزت خدا نے میرے لئے ہی رکھی ہے نووی نے کہا اللہ تعالیٰ جو ان لوگوں کے دل میں ڈالے گا کہ پہلے آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے پھر نوح ع کے پاس پھر ابراہیم کے پاس اسی طرح اخیر تک اس میں یہ حکمت ہے کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی فضیلت سب پیغمبروں پر معلوم ہو جائے کیونکہ اگر پہلے ہی سے وہ آپ کے پاس آجاتے تو اس بات کا احتمال رہتا کہ اور پیغمبروں سے بھی یہ کام ممکن تھا لیکن جب وہ سب سے سوال کر چکے اور کسی نے قبول نہ کیا اور آپ نے قبول کر لیا تو آپ کی بزرگی سب پر ظاہر ہوئی اور جناب الوہیت سے آپ کا کمال قرب ظاہر ہوا اس حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی فضیلت تمام مخلوقات پر خواہ وہ پیغمبر ہوں آدمی ہوں یا جن یا فرشتے ظاہر ہوتی ہے کیونکہ اتنا بڑا کام یعنے شفاعت عظےٰ کسی اور سے نہ ہو سکیگا اور آپ اسکو قبول کر لیں گے یا اللہ تو ہم کو اور سب مسلمان بھائیوں کو آپ کی شفاعت نصیب کر آمین یا رب العلمین ــــ.... اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شفاعت کا اذن آپ کے لئے قیامت کے روز ہوگا۔ اگرچہ یہ درجہ اللہ تعالیٰ نے خاص آپ کیلئے رکھا ہے پر اس کی اجازت قیامت کو دے گا۔ اب جو لوگ خیال کرتے ہیں کہ شفاعت کا اذن آپ کو ہو چکا ہے۔ ان کا خیال غلط ہے اور مخالف ہے۔ قرآن کے۔ قرآن میں خود موجود ہے کہ وہاں کسی کی شفاعت کارگر نہ ہوگی۔ مگر جس کو خدا اذن دے گا۔ اب یہ شفاعت بھی ان ہی لوگوں کے لئے ہوگی جن کا نجات دینا خدا کو منظور ہوگا۔ تو درحقیقت نجات دینے والا اور عذاب سے بچانے والا سوا خدا کے کوئی نہیں پر ظاہر میں پیغمبروں کا رتبہ بڑھانے کے لئے اور ان کو خوش کرنے کے لئے ان سے سفارش کروائے گا۔ اور ان کی سفارش قبول کرے گا۔ یوں نہ سمجھنا چاہیے کہ یہ پیغمبر خدا کی درگاہ میں کسی قسم کا معاذ اللہ زور یا دباؤ رکھتے ہوں گے کہ خدائے تعالیٰ اس وجہ سے ان کی سفارش مان لے گا۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ کی وہ شان ہے کہ

اس پر رتی برابر کسی کا زور یا دباؤ نہیں اور بڑے سے بڑے پیغمبر اور مقرب بندے بھی ہر ایک بات اس سے یوں ہی مانگیں گے جیسے بندہ اپنے مالک سے اور غلام اپنے صاحب سے مانگتا ہے۔۔۔۔ یعنی کافر اور مشرک جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ نہیں بخشے گا شرک اور اس سے ثابت ہوتا ہے مذہب اہل حق کا جس پر اجماع کیا سلف نے کہ جو شخص توحید پر مرے وہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں نہیں رہے گا

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَجْتَمِعُ الْمُؤْمِنُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَهْتَمُّوْنَ بِذٰلِكَ اَوْ يُلْهَمُوْنَ ذٰلِكَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ اَبِيْ عَوَانَةَ وَقَالَ فِي الْحَدِيْثِ ثُمَّ اٰتِيْهِ الرَّابِعَةَ اَوْ اَعُوْدُ الرَّابِعَةَ فَاَقُوْلُ يَا رَبِّ مَا بَقِيَ اِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْاٰنُ

ترجمہ۔ انس سے دوسری روایت بھی ایسی ہی ہے اس میں یہ ہے کہ میں اپنے پروردگار کے پاس چوتھی مرتبہ آؤں گا اور عرض کروں گا اے پروردگار اب تو دوزخ میں کوئی باقی نہیں رہا۔ مگر جس کو قرآن نے روک رکھا۔ (یعنی قرآن کے بموجب وہ ہمیشہ دوزخ میں رہنے کے سزاوار ہے)

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيُلْهَمُوْنَ لِذٰلِكَ بِمِثْلِ حَدِيْثِهِمَا وَذَكَرَ فِي الرَّابِعَةِ فَاَقُوْلُ يَا رَبِّ مَا بَقِيَ فِي النَّارِ اِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْاٰنُ اَيْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُوْدُ۔

ترجمہ۔ انس بن مالک سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اکٹھا کرے گا مومنوں کو قیامت کے دن ان کو خیال آئیگا اخیر تک۔ جیسے اوپر حدیث گزری اس میں یہ ہے کہ آپ چوتھی بار میں عرض کریں گے اے پروردگار اب تو جہنم میں کوئی نہ رہا مگر جو قرآن کے حکم سے رکا ہوا ہے

یعنی جو ہمیشہ رہنے کا مستحق ہے

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَكَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ شَعِيْرَةً ثُمَّ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَكَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِنَ الْخَيْرِ

ترجمہ۔ انس بن مالک سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نکلے گا دوزخ سے وہ شخص جس نے لا الہ الا اللہ کہا ہوگا۔ اور اس کے دل میں ایک جو برابر بھلائی ہوگی۔ پھر نکلے گا دوزخ سے وہ شخص جس نے

مَا يَزِنُ بُرَّةً ثُمَّ يُخْرَجُ مِنَ النَّارِ
مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَكَانَ
فِي قَلْبِهِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ ذَرَّةً زَادَ
ابن منهال في روايته قَالَ يَزِيدُ
فَلَقِيتُ شُعْبَةَ فَحَدَّثْتُهُ بِالْحَدِيثِ فَقَالَ شُعْبَةُ
حَدَّثَنَا بِهِ قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِالْحَدِيثِ
إِلَّا أَنَّ شُعْبَةَ جَعَلَ مَكَانَ الذَّرَّةِ
ذُرَةً قَالَ يَزِيدُ صَحَّفَ فِيهَا أَبُو بِسْطَامٍ

عن مَعْبَدِ بْنِ هِلَالٍ الْعَنَزِيِّ
قَالَ انْطَلَقْنَا إِلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَ
تَشَفَّعْنَا بِثَابِتٍ فَانْتَهَيْنَا إِلَيْهِ
وَهُوَ يُصَلِّي الضُّحٰى فَاسْتَأْذَنَ لَنَا ثَابِتٌ
فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ وَأَجْلَسَ ثَابِتًا
مَعَهُ عَلَى سَرِيرِهِ فَقَالَ لَهُ يَا أَبَا
حَمْزَةَ إِنَّ إِخْوَانَكَ مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ
يَسْأَلُونَكَ أَنْ تُحَدِّثَهُمْ حَدِيثَ
الشَّفَاعَةِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
قَالَ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ مَاجَ
النَّاسُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ فَيَأْتُونَ
آدَمَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ
فَيَقُولُونَ لَهُ اشْفَعْ لِذُرِّيَّتِكَ
فَيَقُولُ لَسْتُ لَهَا وَلٰكِنْ عَلَيْكُمْ
بِإِبْرَاهِيمَ فَإِنَّهُ خَلِيلُ اللّٰهِ
فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
فَيَقُولُ لَسْتُ لَهَا وَلٰكِنْ عَلَيْكُمْ
بِمُوسٰى فَإِنَّهُ كَلِيمُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ

لا الہ الا اللہ کہا ہوگا۔ اور اس کے دل
میں ایک گیہوں برابر بھلائی
ہوگی پھر نکلے گا دوزخ سے۔ وہ
شخص جس نے لا الہ الا اللہ کہا
ہوگا اور اس کے دل میں چیونٹی
برابر بھلائی ہوگی شعبہ نے اس
حدیث میں تصحیف کی اور بجائے
ذرہ کے (جس کے معنی چیونٹی کے
ہیں)، انہوں نے ذُرہ روایت کیا
(جو ایک اناج ہے جسکو چینا کہتے ہیں)،

ترجمہ۔ معبد بن ہلال عنزی
سے روایت ہے کہ ہم انس بن مالک
کے پاس گئے اور ثابت کی سفارش
چاہی (ان سے ملنے کے لئے)، آخر ہم
ان تک پہنچے۔ وہ چاشت کی نماز
پڑھ رہے تھے۔ ثابت نے ہمارے
لئے اجازت مانگی اندر آنے کی ہم
اندر گئے۔ انہوں نے ثابت اپنے ساتھ
بٹھایا تخت پر۔ ثابت نے کہا
اے ابوحمزہ (یہ کنیت ہے انس رضی اللہ عنہ کی)،
تمہارے بھائی بصرہ والے چاہتے ہیں
تم ان کو شفاعت کی حدیث سناؤ
انھوں نے کہا۔ ہم سے بیان کیا۔
حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے
جب قیامت کا دن ہوگا تو لوگ
گھبرا کر ایک دوسرے کے پاس
جائیں گے پہلے حضرت آدم علیہ السلام
کے پاس آئیں گے۔ کہیں گے۔ تم
اپنی اولاد کی سفارش کرو (خدا کے

فَيُؤْتَى مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَقُولُ
لَسْتُ لَهَا وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِعِيسَى
فَإِنَّهُ رُوحُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهُ فَيُؤْتَى عِيسَى
عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَقُولُ لَسْتُ لَهَا
وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَأُوتَى فَأَقُولُ
أَنَا لَهَا أَنْطَلِقُ فَأَسْتَأْذِنُ عَلَى رَبِّي
فَيُؤْذَنُ لِي فَأَقُومُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَأَحْمَدُهُ
بِمَحَامِدَ لَا أَقْدِرُ عَلَيْهِ الْآنَ إِلَّا أَنْ
يُلْهِمَنِيهِ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ
سَاجِدًا فَيُقَالُ لِي يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ
رَأْسَكَ وَقُلْ يُسْمَعْ لَكَ وَسَلْ
تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَقُولُ رَبِّ
أُمَّتِي أُمَّتِي فَيُقَالُ انْطَلِقْ فَمَنْ
كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ بُرَّةٍ
أَوْ شَعِيرَةٍ مِنْ إِيمَانٍ فَأَخْرِجُوا مِنْهَا
فَأَنْطَلِقُ ثُمَّ أَرْجِعُ إِلَى رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ
فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ ثُمَّ أَخِرُّ
لَهُ سَاجِدًا فَيُقَالُ لِي يَا مُحَمَّدُ
ارْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ يُسْمَعْ لَكَ
وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَقُولُ
يَا رَبِّ أُمَّتِي أُمَّتِي فَيُقَالُ لِي انْطَلِقْ
فَمَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ
خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ فَأَخْرِجْهُ مِنْهَا
فَأَنْطَلِقُ فَأَفْعَلُ ثُمَّ أَعُودُ إِلَى رَبِّي
فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ
سَاجِدًا فَيُقَالُ لِي يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ
رَأْسَكَ وَقُلْ يُسْمَعْ لَكَ وَسَلْ
تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَقُولُ يَا رَبِّ

پاس تاکہ وہ نجات دے اس آفت سے)
وہ کہیں میں اس لائق نہیں لیکن تم
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس
جاو وہ اللہ کے دوست ہیں۔ لوگ
ان کے پاس جائیں گے۔ وہ کہیں گے
میں اس قابل نہیں۔ لیکن تم حضرت
موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ
کلیم اللہ ہیں (یعنے اللہ نے ان سے
کلام کیا بلاواسطہ) لوگ ان کے پاس
جائیں گے وہ کہیں گے میں اس
لائق نہیں۔ لیکن تم حضرت عیسٰی علیہ
السلام کے پاس جاو۔ وہ روح اللہ
ہیں اور اس کا کلمہ ہیں (یعنے بن باپ
کے اللہ کے حکم سے پیدا ہوئے ہیں)
لوگ ان کے پاس جائیں گے وہ کہیں گے
میں اس لائق نہیں۔ لیکن تم حضرت
محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس
جاو۔ وہ سب لوگ میرے پاس آئیں گے
میں کہوں گا اچھا یہ میرا کام ہے اور میں
چلوں گا۔ اور خدا سے لقا لے سے
اجازت مانگوں گا۔ (باریاب ہونیکی)
مجھے اجازت ملے گی میں اس کے
سامنے کھڑا ہوں گا۔ اور ایسی ایسی
تعریفیں اس کی بیان کروں گا جو اب
میں نہیں بیان کر سکتا۔ اس وقت
اللہ میرے دل میں ڈال دے گا۔
بعد اس کے سجدے میں گر پڑونگا
آخر حکم ہو گا اے محمد اپنا سر اٹھا
اور کہہ ہم سنیں اور مانگ ہم دیں گے

أُمَّتِي أُمَّتِي فَيُقَالُ لِيَ انْطَلِقْ فَمَنْ
كَانَ فِي قَلْبِهِ أَدْنَى أَدْنَى أَدْنَى مِنْ
مِثْقَالِ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ
فَأَخْرِجْهُ مِنَ النَّارِ فَأَنْطَلِقُ فَأَفْعَلُ
هَذَا حَدِيثُ أَنَسٍ الَّذِي أَنْبَأَنَا بِهِ
فَخَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهِ فَلَمَّا كُنَّا بِظَهْرِ
الْجَبَّانِ قُلْنَا لَوْ مِلْنَا إِلَى الْحَسَنِ
فَسَلَّمْنَا عَلَيْهِ وَهُوَ مُسْتَخْفٍ فِي
دَارِ أَبِي خَلِيفَةَ قَالَ فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ
فَسَلَّمْنَا عَلَيْهِ فَقُلْنَا يَا أَبَا سَعِيدٍ
جِئْنَا مِنْ عِنْدِ أَخِيكَ أَبِي حَمْزَةَ
فَلَمْ نَسْمَعْ بِمِثْلِ حَدِيثٍ حَدَّثَنَاهُ
فِي الشَّفَاعَةِ فَقَالَ هِيهِ فَحَدَّثْنَاهُ
الْحَدِيثَ فَقَالَ هِيهِ قُلْنَا مَا زَادَنَا
قَالَ قَدْ حَدَّثَنَا بِهِ مُنْذُ عِشْرِينَ
سَنَةً وَهُوَ يَوْمَئِذٍ جَمِيعٌ وَلَقَدْ
تَرَكَ شَيْئًا مَا أَدْرِي أَنَسِيَ الشَّيْخُ
أَوْ كَرِهَ أَنْ يُحَدِّثَكُمْ فَتَتَّكِلُوا
قُلْنَا لَهُ حَدِّثْنَا فَضَحِكَ وَقَالَ
خُلِقَ الْإِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ مَا ذَكَرْتُ
لَكُمْ هَذَا إِلَّا وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ
أُحَدِّثَكُمُوهُ ثُمَّ أَرْجِعُ إِلَى رَبِّي
عَزَّ وَجَلَّ فِي الرَّابِعَةِ فَأَحْمَدُهُ
بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا
فَيَقُولُ لِي يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ
وَقُلْ يُسْمَعْ لَكَ وَسَلْ تُعْطَهُ وَ
اشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَقُولُ يَا رَبِّ ائْذَنْ
لِي فِيمَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
فَيَقُولُ لَيْسَ ذَاكَ لَكَ أَوْ قَالَ لَيْسَ

سفارش کر ہم قبول کریں گے۔ میں
عرض کروں گا۔ مالک میرے امت
میری امت میری۔ حکم ہوگا جا اور
جس کے دل میں گیہوں یا جو کے
دانے کے برابر بھی ایمان ہو اس
کو نکال لے دوزخ سے۔ میں ایسے
سب لوگوں کو نکال لوں گا۔ اور پھر
اپنے مالک کے پاس آن کر ویسی ہی
تعریفیں کروں گا پھر سجدے میں گر
پڑوں گا۔ حکم ہوگا۔ اے محمد اپنا
سر اٹھا اور کہہ جو کہتا ہے۔ تیری بات
سنی جائے گی۔ مانگ جو مانگتا ہے ملے گا
سفارش کر تیری سفارش قبول ہوگی
میں عرض کروں گا مالک میرے امت
میری امت میری (یعنے اپنی امامت کی
بخشش چاہتا ہوں) حکم ہوگا جا اور جس کے
دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی
ایمان ہو اس کو جہنم سے نکال لے
میں ایسا ہی کروں گا اور پھر لوٹ
کر اپنے پروردگار کے پاس آؤں گا
اور ایسی ہی تعریفیں کروں گا۔ اور
سجدے میں گر پڑوں گا۔ حکم ہوگا۔
اے محمد اپنا سر اٹھا اور کہہ۔ ہم
سنیں گے۔ مانگ دیں گے۔ سفارش
کر قبول کریں گے۔ میں عرض کرونگا
اے مالک میرے۔ میری امت میری
امت۔ حکم ہوگا جا اور جس کے دل میں
رائی کے دانے سے بھی کم بہت کم
بہت ہی کم ایمان ہو اس کو جہنم سے

ذٰلِكَ [2]إِلَيْكَ وَلٰكِنْ وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ وَكِبْرِيَائِيْ وَعَظَمَتِيْ وَجِبْرِيَائِيْ لَأُخْرِجَنَّ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ قَالَ فَأَشْهَدُ عَلَى الْحَسَنِ أَنَّهُ حَدَّثَنَا بِهِ [3]أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ [2]أُرَاهُ قَالَ قَبْلَ عِشْرِيْنَ سَنَةً وَهُوَ يَوْمَئِذٍ جَمِيْعٌ۔

نکال لے میں جاکر ایسا ہی کروں گا۔ معبد بن ہلال نے کہا یہ انسؓ کی حدیث ہے جو انہوں نے ہم سے بیان کی پھر ہم ان کے پاس سے نکلے جب جبان (قبرستان) کی بلندی پر پہونچے تو ہم نے کہا کاش ہم حسن (بصری) کے طرف چلیں اور ان کو سلام کریں۔ اور وہ ابوخلیفہ کے گھر میں چھپے ہوئے تھے (حجاج بن یوسف ظالم کے ڈر سے) خیر ہم ان کے پاس گئے اور ان کو سلام کیا ہم نے کہا اے ابوسعیدؓ ہم نے تمہارے بھائی ابوحمزہ (انسؓ) کے پاس سے آرہے ہیں انہوں نے شفاعت باب میں ایک حدیث ہم سے بیان کی ویسی حدیث ہم نے نہیں سنی انہوں نے کہاں بیان کرو۔ ہم نے وہ حدیث انسے بیان کی انہوں نے کہا اور بیان کرو، ہم نے کہا بس اس سے زیادہ انہوں نے بیان نہیں کی۔ انہوں نے کہا یہ حدیث تو انہوں نے ہم سے بیس برس پہلے بیان کی تھی جب وہ ٹانٹھے تھے (یعنے اتنے بوڑھے نہ تھے جیسے اب ہیں) اب انہوں نے کچھ چھوڑ دیا میں نہیں جانتا وہ بھول گئے یا تم سے بیان کرنا مناسب نہ جانا ایسا نہ ہو تم بھروسہ نہ کر بیٹھو اور نیک اعمال میں سستی کرنے لگو، ہم نے انسے کہا وہ کیا ہے ہم سے بیان کرو یہ سن کر ہنسے اور کہا انسان کی پیدائش میں جلدی ہے میں نے تم سے یہ قصہ اس لیئے ذکر کیا تھا کہ میں تم سے بیان کروں اُس ٹکڑے کو (جو انسؓ نے چھوڑ دیا یعنے تم نے جلدی کر کے درخواست کر بیٹھے بیان کرنے کی اگر درخواست نہ کرتے تب بھی میں بیان کرتا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں پھر لوٹوں گا اپنے پروردگار کے پاس چوتھی بار اور اسی طرح تعریف توصیف کروں گا پھر سجدے میں گروں گا مجھ کو حکم ہوگا اے محمد سر اٹھاؤ اور کہو ہم سنیں گے۔ مانگو ہم دیں گے۔ سفارش کرو ہم قبول کریں گے۔ اس وقت میں عرض کروں گا۔ مالک میرے مجھ کو اجازت دے اس شخص کو بھی جہنم سے نکالنے کی جس نے لا الہ الا اللہ کہا ہو (یعنے صرف توحید پر یقین رکھتا ہو) اللہ تعالیٰ فرمائیگا یہ تمہارا کام نہیں لیکن قسم ہے میری عزت اور بزرگی اور جاہ و جلال کی میں جہنم سے نکالوں گا۔ اس شخص کو جس نے لا الہ الا اللہ کہا ہو معبد نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ جس نے یہ حدیث ہم سے بیان کی اور کہا کہ انھوں نے اس کو انسؓ سے سنا ہے میں سمجھتا ہوں

یوں کہا بلیغ برس سے پہلے جب وہ زوردار تھے (یعنی ان کا حافظہ اچھا تھا بدن میں طاقت تھی)

فائدہ۔ نووی نے کہا اس حدیث سے سلف اور اہل سنت کا مذہب ثابت ہوتا ہے کہ ایمان گھٹتا اور بڑھتا ہے اور اس کا بیان اوپر گذر چکا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ اُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ یَوْمًا بِلَحْمٍ فَرُفِعَ اِلَیْهِ الذِّرَاعُ وَكَانَتْ تُعْجِبُهٗ فَنَهَسَ مِنْهَا نَهْسَةً فَقَالَ اَنَا سَیِّدُ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَهَلْ تَدْرُوْنَ بِمَ ذَاكَ یَجْمَعُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ فِیْ صَعِیْدٍ وَّاحِدٍ فَیُسْمِعُهُمُ الدَّاعِیْ وَیَنْفُذُهُمُ الْبَصَرُ وَتَدْنُوا الشَّمْسُ فَیَبْلُغُ النَّاسَ مِنَ الْغَمِّ وَالْكَرْبِ مَا لَا یُطِیْقُوْنَ وَمَا لَا یَحْتَمِلُوْنَ فَیَقُوْلُ بَعْضُ النَّاسِ لِبَعْضٍ اَلَا تَرَوْنَ مَا اَنْتُمْ فِیْهِ اَلَا تَرَوْنَ مَا قَدْ بَلَغَكُمْ اَلَا تَنْظُرُوْنَ اِلٰی مَنْ یَّشْفَعُ لَكُمْ اِلٰی رَبِّكُمْ فَیَقُوْلُ بَعْضُ النَّاسِ لِبَعْضٍ اِیْتُوْا اٰدَمَ فَیَاْتُوْنَ اٰدَمَ فَیَقُوْلُوْنَ یَا اٰدَمُ اَنْتَ اَبُو الْبَشَرِ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِیَدِهٖ وَنَفَخَ فِیْكَ مِنْ رُّوْحِهٖ وَاَمَرَ الْمَلٰٓئِكَةَ فَسَجَدُوْا لَكَ اِشْفَعْ لَنَا اِلٰی رَبِّكَ اَلَا تَرٰی مَا نَحْنُ فِیْهِ اَلَا تَرٰی مَا قَدْ بَلَغَنَا فَیَقُوْلُ اٰدَمُ اِنَّ رَبِّیْ غَضِبَ الْیَوْمَ غَضَبًا لَّمْ یَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَلَنْ یَّغْضَبَ

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گوشت لایا گیا اور دست کا گوشت آپ کو بہت پسند تھا۔ آپ نے دانتوں سے اسے نوچا پھر فرمایا میں سردار ہوں گا۔ سب آدمیوں کا قیامت کے دن۔ اور تم جانتے ہو کس وجہ سے اللہ تعالیٰ اکٹھا کرے گا قیامت کے دن۔ اگلوں اور پچھلوں کو ایک ہی میدان میں یہاں تک پکارنے والے کی آواز ان سب کو سنائی دے گی اور دیکھنے والے کی نگاہ ان سب پر پہنچے گی اور آفتاب نزدیک ہو جائے گا۔ اور لوگوں پر وہ مصیبت اور سختی ہو گی کہ اس کو سہہ نہ سکیں گے اور برداشت کر نہ سکیں گے۔ آخر آپس میں ایک دوسرے سے کہیں گے۔ چلو آدم علیہ السلام کے پاس اور ان کے پاس جائیں گے اور کہیں۔ اے آدم تم سب آدمیوں کے باپ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔ اور اپنی روح تم میں پھونکی اور فرشتوں کو حکم کیا انہوں نے سجدہ کیا تم کو ہماری سفارش کرو اپنے پروردگار سے

بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَإِنَّهُ نَهَانِي عَنِ الشَّجَرَةِ
فَعَصَيْتُهُ نَفْسِي نَفْسِي اذْهَبُوا
إِلَى غَيْرِي اذْهَبُوا إِلَى نُوحٍ فَيَأْتُونَ
نُوحًا فَيَقُولُونَ يَا نُوحُ أَنْتَ أَوَّلُ
الرُّسُلِ إِلَى الْأَرْضِ وَسَمَّاكَ اللَّهُ
عَبْدًا شَكُورًا اشْفَعْ لَنَا إِلَى
رَبِّكَ أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ أَلَا تَرَى
إِلَى مَا قَدْ بَلَغَنَا فَيَقُولُ لَهُمْ إِنَّ
رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ
يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ
بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَإِنَّهُ قَدْ كَانَتْ لِي
دَعْوَةٌ دَعَوْتُ بِهَا عَلَى قَوْمِي نَفْسِي
نَفْسِي اذْهَبُوا إِلَى إِبْرَاهِيمَ فَيَأْتُونَ
إِبْرَاهِيمَ فَيَقُولُونَ أَنْتَ نَبِيُّ
اللَّهِ وَخَلِيلُهُ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ
اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى مَا
نَحْنُ فِيهِ أَلَا تَرَى مَا قَدْ بَلَغَنَا
فَيَقُولُ لَهُمْ إِبْرَاهِيمُ إِنَّ رَبِّي
قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ
يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَا يَغْضَبُ
بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَذَكَرَ كَذَبَاتِهِ نَفْسِي
نَفْسِي اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي اذْهَبُوا
إِلَى مُوسَى فَيَأْتُونَ مُوسَى عَلَيْهِ
السَّلَامُ فَيَقُولُونَ يَا مُوسَى أَنْتَ
رَسُولُ اللَّهِ فَضَّلَكَ اللَّهُ بِرِسَالَاتِهِ
وَبِتَكْلِيمِهِ عَلَى النَّاسِ اشْفَعْ لَنَا
إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ
أَلَا تَرَى مَا قَدْ بَلَغَنَا فَيَقُولُ لَهُمْ
مُوسَى عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ

کیا تم نہیں دیکھتے ہم کس حال میں ہیں کیا
تم نہیں دیکھتے جو ہم پر مصیبت ہے۔
آدم علیہ السلام کہیں گے آج میرا پروردگار
غصہ ہے اور ایسا غصہ ہے کہ کبھی ایسا
غصہ نہیں ہوا تھا نہ ہوگا۔ اور اس نے
مجھے منع کیا تھا درخت سے لیکن میں نے
اس کی نافرمانی کی (اور درخت میں سے
کھا لیا) اب مجھے خود اپنی فکر ہے تم اور کسی
کے پاس جاؤ نوح ؑ کے پاس جاؤ پھر
وہ سب لوگ نوح علیہ السلام کے پاس
جائیں گے۔ اور کہیں گے اے نوح ؑ تم
سب پیغمبروں سے پہلے زمین پر آئے اور
اللہ تعالیٰ نے تمہیں شکر گذار بندہ
کہا تم ہماری سفارش کرو اپنے رب کے
پاس کیا تم نہیں دیکھتے ہم جس حال میں ہیں
اور جو مصیبت ہم پر آئی ہے۔ وہ کہیں گے
میرا رب آج ایسا غصہ ہے کہ ویسا کبھی
نہیں ہوا تھا نہ ہوگا۔ اور میں نے اپنی
قوم پر بد دعا کی تھی۔ اس لیے مجھے خود
اپنی فکر ہے۔ تم ابراہیم علیہ السلام
کے پاس جاؤ۔ پھر وہ سب مل کر ابراہیم
علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے
اے ابراہیم تم اللہ کے نبی ہو اور اسکے
دوست ہو زمین والوں میں سے
تم ہماری سفارش کرو اپنے پروردگار
کے پاس کیا تم نہیں دیکھتے ہم جس حال میں
ہیں اور جو مصیبت ہم پر پڑی ہے
وہ کہیں گے میرا پروردگار آج اتنا
غصہ ہے کہ ویسا کبھی نہیں ہوا تھا نہ

إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَإِنِّي قَتَلْتُ نَفْسًا لَمْ أُومَرْ بِقَتْلِهَا نَفْسِي نَفْسِي اذْهَبُوا إِلَى عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَأْتُونَ عِيسَى فَيَقُولُونَ يَا عِيسَى أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلَّمْتَ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَلِمَةٌ مِنْهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ فَاشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ أَلَا تَرَى مَا قَدْ بَلَغَنَا فَيَقُولُ لَهُمْ عِيسَى إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ لَهُ ذَنْبًا نَفْسِي نَفْسِي اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي اذْهَبُوا إِلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَيَأْتُونِّي فَيَقُولُونَ يَا مُحَمَّدُ أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ وَغَفَرَ اللَّهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ أَلَا تَرَى مَا قَدْ بَلَغَنَا فَأَنْطَلِقُ فَآتِي تَحْتَ الْعَرْشِ فَأَقَعُ سَاجِدًا لِرَبِّي عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَيَّ وَيُلْهِمُنِي مِنْ مَحَامِدِهِ وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ لِأَحَدٍ قَبْلِي ثُمَّ يُقَالُ يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ سَلْ تُعْطَهْ اشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأَقُولُ يَا رَبِّ أُمَّتِي أُمَّتِي فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ أَدْخِلِ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِكَ مَنْ لَا حِسَابَ

ہوگا اور اپنی جھوٹ باتوں کو بیان کریں گے (یعنے دنیا میں جو انھوں تین بار جھوٹ بولا تھا) اسلئے مجھے خود اپنی فکر ہے اپنی فکر ہے تم اور کسی کے پاس جاؤ موسیٰ کے پاس جاؤ وہ لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائینگے اور کہیں گے اے موسیٰ تم اللہ کے رسول ہو اللہ نے تمہیں بزرگی دی اپنے پیاموں سے اور اپنے کلام سے سب لوگوں پر تم ہماری سفارش کرو اپنے پرودگار کے پاس کیا تم نہیں دیکھتے ہم جس حال میں ہیں اور جو مصیبت ہم پر پڑی ہے۔ موسیٰ کہیں گے میرا پرودگار آج ایسے غصے میں ہے کہ اتنا کبھی غصہ نہیں ہوا تھا نہ ہوگا۔ اور میں نے دنیا میں ایک خون کیا تھا جس کا مجھے حکم نہ تھا۔ اس لئے مجھے خود اپنی فکر ہے اپنی فکر ہے تم عیسےٰ ؑ کے پاس جاؤ۔ وہ سب لوگ عیسےٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے اے عیسیٰ تم اللہ کے رسول ہو۔ تم نے لوگوں سے بات کی ماں کی گود میں (جھولے میں دودھ پیتے وقت) تم اللہ کی ایک بات ہو جو اس نے ڈالدی مریم ؑ میں اور اس کی روح ہو تو سفارش کرو ہماری اپنے رب کے پاس کیا تم نہیں دیکھتے ہم جس حال میں ہیں اور جو مصیبت ہم پر پڑی ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے میرا پرودگار آج اس قدر غصہ ہے کہ اتنا غصہ کبھی نہیں ہوا تھا اور نہ کبھی ہو گا۔

عَلَيْهِ مِنْ بَابِ الْأَيْمَنِ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِيمَا سِوَى ذَٰلِكَ مِنَ الْأَبْوَابِ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ إِنَّ مَا بَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيعِ الْجَنَّةِ لَكَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَهَجَرٍ أَوْ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَبُصْرَى

اور کوئی گناہ ان کا بیان نہیں کیا (جیسے اور پیغمبروں کی خطائیں بیان کیں۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ کا کوئی گناہ منقول نہیں) تو مجھے اپنی فکر ہے اپنی فکر ہے تم اور کسی کے پاس جاؤ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ۔ وہ سب میرے پاس آئیں گے اور کہیں گے اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم اللہ کے رسول ہو خاتم الانبیا ہو اللہ نے تمہارے اگلے پچھلے سب گناہ بخش دیئے ہیں تم سفارش کرو ہماری اپنے رب کے پاس کیا تم ہمارا حال نہیں دیکھتے کیا تم دیکھتے ہم کس مصیبت میں ہیں۔ یہ سن کر میں چلوں گا اور عرش کے تلے آ کر اپنے پروردگار کو سجدہ کروں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ میرا دل کھول دیگا۔ اور وہ وہ تعریفیں اپنی مجھے بتلائے گا جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں بتلائیں (میں اس کی خوب تعریف اور حمد کروں گا) پھر فرمائے گا۔ اے محمد اپنا سر اٹھا۔ مانگ جو مانگنا ہے دیا جائیگا۔ سفارش کر قبول کی جائے گی میں سر اٹھاؤں گا اور کہوں گا۔ میں سر اٹھاؤں گا امت میری امت حکم ہوگا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت میں سے ان لوگوں کو جن سے حساب کتاب نہ ہوگا باب ایمن میں سے جنت میں داخل کر اور وہ اور لوگوں کے شریک ہیں۔ باقی دروازوں میں جنت کے (یعنے ان میں سے بھی جا سکتے ہیں پر یہ دروازہ ان کے لئے مخصوص ہے) قسم اس کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے جنت کے دروازے کے دونوں بازوؤں میں اتنا فاصلہ ہے جیسے مکہ اور ہجر (ہجر ایک شہر کے بحرین میں) یا جیسے مکہ اور بصری میں (بصری ایک شہر ہے دمشق سے تین منزل پر۔

فائدہ۔ اس لئے کہ وہ بے ریشہ ہوتا ہے اور جلدی گل جاتا ہے اور اس کا ذائقہ بھی عمدہ ہوتا ہے ترمذی نے حضرت عائشہ سے روایت کیا کہ دست کا گوشت آپ کو پسند نہ تھا بلکہ آپ کو گوشت آپ کو ایک دن بعد ملتا تو آپ دست لیتے تاکہ جلدی پک جائے۔ . . . . آپ نے یہ فرمایا اللہ کا احسان ظاہر کرنے کے لئے اور اس کا حکم ہوا آپ کو اپنا درجہ بتلانے کے لئے ہمارے فائدے کے لئے قاضی عیاض نے کہا سردار وہ ہے جو سب لوگوں سے درجہ میں زیادہ ہو اور جس کی طرف لوگ سختی کے وقت پناہ لیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو سردار ہیں آدمیوں کے دنیا اور آخرت دونوں میں پر آپ نے خاص کیا

قیامت کو اس لئے کہ وہاں کی سرداری عمدہ ہے اور وہاں سب لوگ اگلے اور پچھلے اکٹھا ہوں گے اور آدم اُن کی اولاد سب آپ کے جھنڈے کے تلے ہوں گے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اُس دن کس کی سلطنت ہوگی۔ اللہ کی جو اکیلا ہے زبردست حالانکہ اللہ کی سلطنت دُنیا میں بھی ہے پر قیامت کے دن پوری سلطنت ہوگی کس لئے کہ اور کوئی دعوے کرنے والا نہیں رہے گا (نووی) یعنی وہ میدان ایسا صاف اور ہموار ہوگا کہ دیکھنے میں نگاہ سب پر جا سکے گی۔ برخلاف دُنیا کے یہاں زمین کی گولائی کی وجہ سے نگاہ سب پر نہیں جا سکتی بعضوں نے کہا مُراد خدا کی نگاہ ہے پر خدا کی نگاہ تو ہر طرح سب پر پہونچتی ہے خواہ میدان ہموار ہو یا نہ ہو۔ نووی نے کہا مُراد غصّے سے یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ بدلہ لینے والا ہوگا نافرمانوں سے اور اُس کا عذاب سامنے موجود ہوگا۔ اور طرح طرح کے ہول اور ڈر جو محشر والوں کو ہونگے اور یہ باتیں نہ پہلے ہوئیں ہیں۔ اور نہ آیندہ ہوں گی تو اللہ کے غضب سے یہی مراد ہے اس واسطے کہ محال ہے تغیر اُس کے حق میں غضب یا رضا سے السراج الوہاج میں ہے کہ نووی نے اس مقام پر اللہ کی ایک صفت کی تاویل کی ہے اور اوپر یہ بات گذر چکی کہ سلف کا مذہب صفات میں یہ ہے کہ جو صفات کتاب اور سنت میں وارد ہیں اُن کو روایت کرنا اُن پر یقین کرنا ظاہر پر رواں کرنا بغیر تاویل اور تکیف اور تعطیل اور تشبیہ کے اور یہ جو امام نووی نے بیان کیا یہ غایت ہے غضب کی نہ اُس کا معنی لغوی۔ یہاں سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور پیغمبروں کا درجہ پہچان لینا چاہیے وہ سب نفسی نفسی کہیں گے اور اپنی جان کی فکر میں سرگرداں ہوں گے اور ہمارے پیغمبر عام کی بھلائی کے خواہاں اور اُمّت کے چھڑانے کے جویاں ہوں گے سُبحان اللہ اس مقام پر یہ آیت صادق ہے وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ آپ کی ذات رحمت اور کرم ہے تمام دُنیا کے لئے دُنیا اور آخرت میں اس سے بڑھ کر کون سا شرف ہے اور اس سے زیادہ کونسا درجہ ہے یہی فرق ہے مرتبے کا اُس شخص میں جو دُنیا میں اپنی بھلائی چاہتا ہے اور اُس شخص میں جو عام لوگوں کی بھلائی چاہتا ہے اول کو ثانی سے کچھ نسبت نہیں ہے جو شخص عام مسلمانوں کی فائدہ رسانی کا کام کرے جیسے مدرسہ بنائے سرائے بنوائے مسلمانوں کے دین یا حکومت کی مدد کرے ایسا کام کرے جس سے تباہی اور ذلت سے بچیں۔ دین کی کتاب یا دین کی تعلیم پھیلائے تجارت یا صنعت یا حرب کے آلات و اسباب شائع کرے۔ اُس کا درجہ اُس مسلمان سے کہیں فائق ہے جو صرف اپنے نفس کو بچانے کیلئے عبادت میں مصروف ہے

یہ شہر مکہ سے ایک ہنینے کی راہ پر ہے تو جنت کا پھاٹک اس قدر بڑا ہے کہ چوکھٹ کا ایک کونا دوسرے کونے سے اتنا مسافت رکھتا ہے اللہ اکبر جل شانہ اس سے قیاس کر لینا چاہیئے کہ جنت کتنی بڑی ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ وُضِعَتْ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَصْعَةٌ مِّنْ ثَرِیْدٍ وَّلَحْمٍ فَتَنَاوَلَ الذِّرَاعَ وَکَانَتْ اَحَبَّ الشَّاةِ اِلَیْهِ فَنَهَسَ نَهْسَةً فَقَالَ اَنَا سَیِّدُ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ثُمَّ نَهَسَ نَهْسَةً اُخْرٰی فَقَالَ اَنَا سَیِّدُ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فَلَمَّا رَاٰی اَصْحَابَهٗ لَا یَسْئَلُوْنَهٗ قَالَ اَلَا تَقُوْلُوْنَ کَیْفَهٗ قَالُوْا کَیْفَهٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَسَاقَ الْحَدِیْثَ بِمَعْنٰی حَدِیْثِ اَبِیْ حَیَّانَ عَنْ اَبِیْ زُرْعَةَ وَزَادَ فِیْ قِصَّةِ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ قَالَ وَذَکَرَ قَوْلَهٗ فِی الْکَوْکَبِ هٰذَا رَبِّیْ وَقَوْلَهٗ لِاٰلِهَتِهِمْ بَلْ فَعَلَهٗ کَبِیْرُهُمْ هٰذَا وَقَوْلَهٗ اِنِّیْ سَقِیْمٌ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ اِنَّ

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سامنے ایک پیالہ رکھا ثرید کا (ثرید ایک کھانا ہے جو روٹی اور شوربہ ملا کر بناتے ہیں) اور گوشت آپ نے دست کا گوشت لیا اور وہ بہت پسند تھا آپ کو ساری بکری میں آپ نے ایک بار منہ سے اُس کو نوچا پھر فرمایا میں لوگوں کا سردار ہوں گا قیامت کے دن پھر دوبارہ نوچا اور فرمایا میں لوگوں کا سردار ہوں گا قیامت کے دن پھر دوبارہ نوچا اور فرمایا میں لوگوں کا سردار ہوں گا قیامت کے دن جب آپ نے دیکھا آپ کے یار کچھ نہیں پوچھتے تو خود ہی فرمایا۔ تم یہ نہیں پوچھتے کیوں کر انہوں نے کہا کیوں کر یا رسول اللہ آپ نے فرمایا لوگ سب کھڑے ہوں گے خدا کے سامنے اور بیان کیا حدیث کو اسی طرح جیسے اُوپر گذری حضرت ابراہیم کے قصے میں اتنا زیادہ ہے کہ اُنہوں نے بیان کیا (اُن جھوٹے باتوں کو جو دُنیا میں کہیں تھیں) ستارے کو کہا تھا یہ میرا رب ہے (اگرچہ حضرت ابراہیم کا یہ اعتقاد نہ تھا۔ کیونکہ پیغمبروں سے شرک صادر نہیں ہوتا پر کافروں کے الزام دینے کے لئے پہلے تارے کو خدا قرار دیا پھر چاند کو پھر سورج کو جب وہ ڈوب گئے تو کہا یہ خدا نہیں ہو سکتے خدا وہ ہے جس نے ان سب کو پیدا کیا) بتوں کو آپ نے توڑا تھا اور کہا تھا بڑے بت نے

مَا بَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيعِ الْجَنَّةِ إِلَى عِضَادَتَيِ الْبَابِ لَكَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَ هَجَرٍ أَوْ هَجَرٍ وَ مَكَّةَ قَالَ لَا أَدْرِي أَيَّ ذَلِكَ قَالَ۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَحُذَيْفَةَ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ اللهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى النَّاسَ فَيَقُومُ الْمُؤْمِنُونَ حَتّٰى تُزْلَفَ لَهُمُ الْجَنَّةُ فَيَأْتُونَ آدَمَ فَيَقُولُونَ يَا أَبَانَا اسْتَفْتِحْ لَنَا الْجَنَّةَ فَيَقُولُ وَهَلْ أَخْرَجَكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ إِلَّا خَطِيئَةُ أَبِيكُمْ آدَمَ لَسْتُ بِصَاحِبِ ذَلِكَ اذْهَبُوا إِلَى ابْنِي إِبْرَاهِيمَ خَلِيلِ اللهِ قَالَ فَيَقُولُ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَسْتُ بِصَاحِبِ ذَلِكَ إِنَّمَا كُنْتُ خَلِيلًا مِنْ وَرَاءَ وَرَاءَ اعْمِدُوا إِلَى مُوسَى الَّذِي كَلَّمَهُ اللهُ تَكْلِيمًا فَيَأْتُونَ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَقُولُ لَسْتُ بِصَاحِبِ ذَلِكَ اذْهَبُوا إِلَى عِيسَى كَلِمَةِ اللهِ وَرُوحِهٖ فَيَقُولُ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ لَسْتُ

تو آپ بیمار نہ تھے۔ اور کہا تھا۔ میں بیمار ہوں قسم اُس کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے جنّت کے دونوں پٹوں میں دروازوں کی چوکھٹ تک اتنا فاصلہ ہے جتنا مکہ اور ہجر میں ہے۔ یا یوں کہا جتنا ہجر اور مکہ میں ہے مجھے یاد نہیں کیونکہ کہا (یعنے ہجر کو کہا یا مکے کو)

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضؓ اور حذیفہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالے قیامت کے دن لوگوں کو جمع کرے گا۔ مسلمان کھڑے رہیں گے یہاں تک کہ جنت اُن کے پاس آجائے گی پھر وہ آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ اور کہیں گے باوا ہماری جنت کو کھول دو ہمارے لئے وہ کہیں گے جنت سے تم کو نکالا کس نے میرے ہی گناہ نے تو نکالا اب مجھ سے یہ کام نہیں ہو سکتا البتہ تم میرے بیٹے ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ ابراہیم علیہ السلام کہیں گے مجھ سے یہ کام نہیں ہو سکتا میں اللہ کا دوست تھا لیکن پرے پرے (یعنے مجھے اللہ جل جلالہ سے اتنی نزدیکی نہیں ہوئی کہ کوئی آڑ نہ رہے بلکہ دو حجاب تھے نہ میں نے اُس سے بات کی بلا واسطہ نہ اس کو دیکھا) تم جاؤ موسیٰؑ کے پاس جن سے اللہ تعالےٰ نے بات کی وہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے وہ کہیں گے میں اس لائق نہیں تم عیسیٰ کے پاس جاؤ جو اللہ کا کلمہ ہیں اور اُس کی روح ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے میرا یہ کام نہیں پھر وہ سب محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں گے آپ کھڑے ہوں گے اور آپ کو

بِصَاحِبِ ذٰلِكَ فَيَأْتُوْنَ مُحَمَّدًا
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ
فَيَقُوْمُ وَيُؤْذَنُ لَهٗ وَتُرْسَلُ
الْاَمَانَةُ وَالرَّحِمُ فَتَقُوْمَانِ
جَنَبَتَيِ الصِّرَاطِ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا
فَيَمُرُّ اَوَّلُكُمْ كَالْبَرْقِ قُلْتُ
بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ اَيُّ شَيْءٍ كَمَرِّ
الْبَرْقِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَلَمْ تَرَوْا
اِلَى الْبَرْقِ كَيْفَ يَمُرُّ وَيَرْجِعُ
فِيْ طَرْفَةِ عَيْنٍ ثُمَّ كَمَرِّ
الرِّيْحِ ثُمَّ كَمَرِّ الطَّيْرِ وَشَدِّ
الرِّجَالِ تَجْرِيْ بِهِمْ اَعْمَالُهُمْ
وَنَبِيُّكُمْ قَائِمٌ عَلَى الصِّرَاطِ
يَقُوْلُ رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ حَتّٰى تَعْجِزَ
اَعْمَالُ الْعِبَادِ حَتّٰى يَجِيْءَ
الرَّجُلُ فَلَا يَسْتَطِيْعُ السَّيْرَ
اِلَّا زَحْفًا قَالَ وَفِيْ حَافَتَيِ
الصِّرَاطِ كَلَالِيْبُ مُعَلَّقَةٌ
مَاْمُوْرَةٌ تَاْخُذُ مَنْ اُمِرَتْ
بِهٖ فَمَخْدُوْشٌ نَاجٍ وَّمَكْدُوْسٌ فِي
النَّارِ وَالَّذِيْ نَفْسُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ بِيَدِهٖ
اِنَّ قَعْرَ جَهَنَّمَ لَسَبْعِيْنَ خَرِيْفًا۔

اجازت ملے گی (جنت کھولنے کی) اور امانت
اور ناتے کو بھیج دیا جائے گا۔ وہ پل صراط کے
داہنے اور بائیں کھڑے ہو جائیں گے۔ تم میں
سے پہلا شخص پل صراط سے اس طرح پار ہو گا
جیسے بجلی۔ انہوں نے کہا آپ پر ہمارے ماں
باپ صدقے ہوں بجلی کی طرح کونسی چیز گذرتی
ہے آپ نے فرمایا تم نے بجلی کو نہیں دیکھا۔ وہ
کیسی گذر جاتی ہے اور پھر لوٹ آتی ہے پل
مارنے میں پھر جیسے ہوا جاتی ہے پھر جیسے پرندہ
اڑتا ہے۔ پھر جیسے آدمی دوڑتا ہے اپنے
اپنے اعمال کے موافق اور تمہارے پیغمبر پل
پر کھڑے ہوں گے وہ کہیں گے یا اللہ بچا یا اللہ
بچا یہاں تک کہ اعمال کا زور گھٹ جائے گا۔
(یعنے عمدہ اعمال والے نکل جائیں گے اور وہ
لوگ رہ جائیں گے جن کے نیک عمل کم ہیں۔
ان کو پار ہونا دشوار ہو گا۔ اور ایک شخص آئیگا
وہ چل نہ سکے گا۔ مگر گھسٹتا ہوا اور اس پل
کے دونوں طرف آنکڑے ہوں گے لٹکتے ہوئے
ہوئے جس کو حکم ہوگا اس کو پکڑ لیں گے۔ پھر
بعض آدمی چھل چھلا کر نجات پا جائے گا۔
اور بعض آدمی الٹ پلٹ کر جہنم میں گرے گا۔
قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں ابو ہریرہؓ
کی جان ہے جہنم کی گہرائی ستر برس کی راہ ہے۔

فائدہ - کیونکہ یہ دونوں بڑے کام ہیں جن کا خیال مومن کو ہمیشہ رکھنا چاہیئے
امانت یعنی خلوص اور سچائی صداقت اور راست بازی بات چیت اور ہر کام کاج
میں اور ناتا یعنے رشتہ داروں سے جو محتاج ہوں سلوک کرنا ان کی خبر لینا۔ یعنے اگر
کوئی چیز اس میں سے گرے تو ستر برس تک تہ کو نہ پہنچے گی معاذ اللہ۔

عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ

ترجمہ - انس بن مالک سے روایت ہے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں سب سے پہلے

وَسَلَّمَ اَنَا اَوَّلُ النَّاسِ يَشْفَعُ فِي الْجَنَّةِ وَاَنَا اَكْثَرُ الْاَنْبِيَاءِ تَبَعًا۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنَا اَكْثَرُ الْاَنْبِيَاءِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ يَقْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ۔

عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَوَّلُ شَفِيْعٍ فِي الْجَنَّةِ لَمْ يُصَدَّقْ نَبِيٌّ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ مَا صُدِّقْتُ اِنَّ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ نَبِيًّا مَا يُصَدِّقُهُ مِنْ اُمَّتِهٖ اِلَّا رَجُلٌ وَاحِدٌ

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اٰتِيْ بَابَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَسْتَفْتِحُ فَيَقُوْلُ الْخَازِنُ مَنْ اَنْتَ فَاَقُوْلُ مُحَمَّدٌ فَيَقُوْلُ بِكَ اُمِرْتُ لَا اَفْتَحُ لِاَحَدٍ قَبْلَكَ۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ يَدْعُوْبِهَا فَاُرِيْدُ اَنْ اَخْتَبِئَ دَعْوَتِيْ شَفَاعَةً لِاُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

جنت میں شفاعت کروں گا۔ اور سب پیغمبروں سے زیادہ میرے لوگ ہونگے قیامت کے دن۔

ترجمہ۔ انس بن مالک سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سب پیغمبروں سے زیادہ میرے تابع ہوں گے قیامت کے روز اور میں سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا (یعنے کھلواؤں گا)

ترجمہ۔ انس بن مالک سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں سب سے پہلے جنت میں شفاعت کروں گا اور کسی پیغمبر کو اتنے لوگوں نے نہیں مانا جتنے لوگوں نے مجھ کو مانا اور بعضا پیغمبر تو ایسا ہے کہ اُس کا ماننے والا ایک ہی شخص ہے۔

ترجمہ۔ انس بن مالک سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں قیامت کے دن جنت کے دروازے پر آؤں گا اور دروازہ کھلواؤں گا چوکیدار پوچھے گا تم کون ہو میں کہوں گا محمد وہ کہے گا آپ ہی کے واسطے مجھے حکم ہوا تھا کہ آپ سے پہلے کسی کے لئے دروازہ نہ کھولنا۔

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کی ایک دُعا ہوتی ہے (جس کو خداوند تعلے ضرور قبول کرتا ہے اور باقی دُعائیں قبول بھی ہوتی ہیں اور نہیں بھی ہوتیں) تو میں چاہتا ہوں اپنی دُعا کو چھپا رکھوں قیامت کے دن تک اپنی اُمّت کی شفاعت کے لئے۔

فائدہ۔ یعنی دُنیا میں اُس دُعا کو نہ مانگوں بلکہ آخرت کے لئے اُٹھا رکھوں اور اپنی اُمّت کی نجات کے لئے صرف کروں سبحان اللہ ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی

اُمّت سے کیسی محبت تھی اور اُلفت کہ باپ کو بیٹے سے ویسی اُلفت نہیں ہوتی اور یہی وجہ ہے کہ آپ اپنی اُمّت کی اُس وقت مدد کریں گے جب باپ بیٹے سے بیٹا باپ سے خاوند جورو سے جورو خاوند سے ہر ایک عزیز اپنے سے بیزار ہوگا اور سب کو اپنی اپنی جان بچانے کی فکر ہوگی۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ نَبِیٍّ دَعْوَةً وَّاَرَدْتُّ اِنْشَآءَ اللّٰهُ اَنْ اَخْتَبِئَ دَعْوَتِیْ شَفَاعَةً لِّاُمَّتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ

ترجمہ - ابوہریرہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کی ایک دُعا ضرور قبول ہوتی ہے تو میرا ارادہ ہے اگر خدا چاہے تو اپنی دُعا کو اٹھا رکھوں اور قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کروں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ لِكَعْبِ الْاَحْبَارِ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ نَبِیٍّ دَعْوَةٌ یَّدْعُوْهَا فَاَنَا اُرِیْدُ اِنْشَآءَ اللّٰهُ اَنْ اَخْتَبِیَ دَعْوَتِیْ شَفَاعَةً لِّاُمَّتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فَقَالَ كَعْبٌ لِاَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْهُرَیْرَةَ نَعَمْ۔

ترجمہ - ابوہریرہ رضؓ نے کعب احبار سے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کے لئے ایک دُعا ہوتی ہے جس کو وہ مانگتا ہے۔ میرا ارادہ ہے بشرطیکہ خدا چاہے میں اُس دُعا کو چھپا رکھوں اپنی اُمّت کے لئے قیامت کے دن کعب نے ابوہریرہ رضؓ سے کہا تم نے یہ سُنا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ابوہریرہ سے کہا ہاں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لِكُلِّ نَبِیٍّ دَعْوَةٌ مُّسْتَجَابَةٌ فَتَعَجَّلَ كُلُّ نَبِیٍّ دَعْوَتَهٗ وَاِنِّیْ اخْتَبَاْتُ دَعْوَتِیْ شَفَاعَةً لِّاُمَّتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فَهِیَ نَائِلَةٌ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مَنْ مَّاتَ مِنْ اُمَّتِیْ لَا یُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَیْئًا۔

ترجمہ - ابوہریرہ سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ہر نبی کی ایک دُعا ہے جو ضرور قبول ہوتی ہے تو ہر ایک نبی نے جلدی کرکے وہ دُعا مانگ لی (دُنیا ہی میں) اور میں اپنی دُعا کو چھپا رکھتا ہوں قیامت کے دن کے واسطے اپنی اُمت کی شفاعت کے لئے اور خدا چاہے تو میری شفاعت ہر ایک امتی کیلئے ہوگی بشرطیکہ وہ شرک نہ کرتا ہو۔

فائدہ - یعنے خاتمہ کے وقت وہ مشرک نہ مرا ہو اگرچہ کتنا ہی گنہگار رہو نووی نے کہا اس حدیث سے اہلحق کا مذہب ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص مر جاوے شرک سے پاک ہوکے وہ ہمیشہ کے لئے جہنّم میں نہیں رہے گا۔ اگرچہ کبیرہ گناہ کرتا ہو اور اس کے دلائل اُوپر بیان ہو چکے

السراج الوہاج میں ہے کہ شرک عام ہے خواہ دوسرا کوئی خدا ثابت کرے یا اسکی کسی صفت کو اس کی کسی مخلوق کے لئے خواہ وہ کوئی ہو ثابت کرے اور شرک ایک جلی ہے اور ایک خفی اور اس سے بچنا نہایت دشوار ہے اس واسطے اللہ تعالےٰ نے فرمایا اکثر لوگ اللہ پر ایمان لائے ہیں لیکن وہ مشرک ہیں اور یہ آیت صادق ہے اُن مقلدوں پر جنہوں نے اپنے عالموں اور مجتہدوں کو خدا بنا رکھا ہے اور اُن لوگوں پر جو قبروں پر وہ کام کرتے ہیں جو خاص ہیں اللہ سے اور کاٹتے ہیں جانوروں کے سوا اللہ کے اوروں کے نام پر وہ سب مشرک ہیں اور باوجود اس کے اُمید رکھتے ہیں نبی کی شفاعت کی بلکہ اپنے بزرگوں کی شفاعت کی حالانکہ شفاعت اُسی کے لئے ہے جو اللہ کے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کرے نہ کھلا نہ چھپا اور جو شرک کرے اُس کی شفاعت نہ ہوگی بلکہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا خواہ کوئی ہو کہیں ہو انتہےٰ۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لِکُلِّ نَبِیٍّ دَعْوَةٌ مُّسْتَجَابَةٌ یَدْعُوْ بِهَا فَیُسْتَجَابُ لَهٗ فَیُؤْتَاهَا وَاِنِّی اخْتَبَاْتُ شَفَاعَةً لِّاُمَّتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر پیغمبر کی ایک دُعا ہوتی ہے قبول ہونے والی ہے جس کو وہ مانگتا ہے اور قبول ہوتی ہے اور دیجاتی ہے اور میں نے اپنی دُعا اُٹھا رکھی ہے اپنی اُمت کی شفاعت کے لئے قیامت کے دن۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لِکُلِّ نَبِیٍّ دَعْوَةٌ دَعَا بِهَا فِیْ اُمَّتِهٖ فَاسْتُجِیْبَ لَهٗ وَاِنِّیْ اُرِیْدُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اَنْ اُؤَخِّرَ دَعْوَتِیْ شَفَاعَةً لِّاُمَّتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر پیغمبر کی ایک دُعا ہوتی ہے اُس کی اُمت کے حق میں اور وہ قبول ہوتی ہے لیکن میرا قصد یہ ہے خدا چاہے تو میں اپنی دُعا کو اُٹھا رکھوں اپنی اُمت کی شفاعت کے لئے قیامت کے دن۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ لِکُلِّ نَبِیٍّ دَعْوَةٌ دَعَاهَا لِاُمَّتِهٖ وَاِنِّی اخْتَبَاْتُ دَعْوَتِیْ شَفَاعَةً لِّاُمَّتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ

ترجمہ۔ انس بن مالک سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر پیغمبر کی ایک دُعا ہے جو اُس نے مانگی اپنی اُمت کے لئے اور میں نے اپنی دُعا چُھپا رکھی ہے اپنی اُمت کی شفاعت کے لئے قیامت کے دن۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ یَقُوْلُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لِکُلِّ نَبِیٍّ دَعْوَةٌ قَدْ

ترجمہ۔ جابر بن عبداللہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر پیغمبر کی ایک دُعا ہے جس کو اُس نے مانگا اپنی

دَعَا بِهَا فِیْ اُمَّتِهٖ وَخَبَأْتُ دَعْوَتِیْ شَفَاعَةً لِّاُمَّتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ

امت کے حق میں اور میں نے اپنی دعا کو اٹھا رکھا ہے قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کیلئے۔

بَابُ دُعَاءِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لِاُمَّتِهٖ وَبُکَائِهٖ شَفَقَةً عَلَیْهِمْ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دعا کرنا اپنی امت کیلئے اور رونا ان کے حال پر شفقت سے

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَلٰی قَوْلَ اللّٰهِ تَعَالٰی فِیْ اِبْرَاهِیْمَ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّکَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اَلْاٰیَةَ۔ وَقَالَ عِیْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ فَرَفَعَ یَدَیْهِ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ وَبَکٰی فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ یَا جِبْرِیْلُ اذْهَبْ اِلٰی مُحَمَّدٍ وَّرَبُّکَ اَعْلَمُ فَسَلْهُ مَا یُبْکِیْکَ فَاَتَاهُ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَسَاَلَهٗ فَاَخْبَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِمَا قَالَ وَهُوَ اَعْلَمُ وَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ یَا جِبْرِیْلُ اذْهَبْ اِلٰی مُحَمَّدٍ فَقُلْ اِنَّا سَنُرْضِیْکَ فِیْ اُمَّتِکَ وَلَا نَسُوْءُکَ

ترجمہ۔ عبداللہ بن عمروؓ بن عاص سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی جس میں حضرت ابراہیم کا قول ہے اے رب انہوں نے بہکایا (یعنے بتوں نے) بہت لوگوں کو سو جو کوئی میری راہ پر چلا وہ تو میرا ہے اور جس نے میرا کہا نہ مانا سو تو بخشنے والا مہربان ہے اور یہ آیت جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول ہے اگر ان کو عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور جو تو ان کو بخش دے تو۔ تو مالک ہے حکمت والا۔ پھر اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور کہا اے پروردگار میرے امت میری امت میری اور رونے لگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے جبریل تم محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس جاؤ اور میں خوب جانتا ہوں لیکن تم جا کر ان سے پوچھو وہ کیوں روتے ہیں جبریلؑ آپ کے پاس آئے اور پوچھا آپ کیوں روتے ہیں آپ نے سب حال بیان کیا جبریلؑ نے اللہ تعالےٰ سے جا کر عرض کیا حالانکہ وہ خوب جانتا تھا اللہ تعالےٰ نے فرمایا اے جبریل محمدؐ کے پاس جا اور کہہ ہم تم کو خوش کر دیں گے تمہاری امت میں اور ناراض نہیں کریں گے۔

فائدہ۔ نووی نے کہا اس حدیث میں کئی فائدے ہیں ایک تو یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی امت پر بہت شفقت اور مہربانی تھی دوسری یہ کہ دعا میں ہاتھ اٹھانا

مستحب ہے تیسری بشارت عظیم ہے اس امت کے لئے اور وہ اور زیادہ ہوگئی خداوند کریم کے وعدے سے جو اُس نے کیا کہ ہم تم کو راضی کردیں گے تمہاری اُمت میں اور ناراض نہیں کرنے کے اور یہ حدیث بڑی اُمید ہے امت کے لوگوں کے لئے۔ چوتھی بیان ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمال بزرگی اور علو درجہ کا اور اللہ تعالیٰ کی جو عنایت آپ پر تھی اُسکا اور جبریلؑ کے بھیجنے میں یہی حکمت تھی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بزرگی کھل جائے اور معلوم ہو جائے کہ آپ کا درجہ بہت عالی ہے اور خدا تعالےٰ آپ کی رضامندی چاہتا ہے اور یہ حدیث مطابق ہے اس آیت کے وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى یعنی اللہ تعالےٰ تم کو دے گا پھر تم راضی ہو جاؤ گے اور یہ جو فرمایا ہم تم کو ناراض نہیں کریں گے اس سے بڑی اُمید نکلتی ہے اس لئے کہ رضامندی جب بھی جب ہی ہو جاتی کہ اللہ تعالیٰ بعضوں کو معاف کرتا اور بعضوں کو جہنم میں لے جاتا مگر آپ کو رنج رہتا اُن لوگوں کا جو جہنم میں جاتے تو فرمایا میں تم کو رنج نہیں دونگا۔ بلکہ سب لوگوں کو تمہاری امت کے نجات دوں گا۔

بَابُ بَيَانِ اَنَّ مَنْ مَاتَ عَلَى الْكُفْرِ فَهُوَ فِي النَّارِ وَلَا تَنَالُهُ شَفَاعَةٌ وَلَا تَنْفَعُهُ قَرَابَةُ الْمُقَرَّبِيْنَ

جو شخص کفر پر مرے وہ جہنم میں جائیگا اور اس کی شفاعت نہوگی اور بزرگوں کی عزیز داری کچھ کام نہ آوے گی

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيْنَ اَبِيْ قَالَ فِي النَّارِ قَالَ فَلَمَّا قَفَّا الرَّجُلُ دَعَاهُ فَقَالَ اِنَّ اَبِيْ وَاَبَاكَ فِي النَّارِ۔

ترجمہ۔ انسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ میرا باپ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا دوزخ میں۔ جب وہ پیٹھ موڑ کر چلا تو آپ نے اُس کو بلایا اور فرمایا کہ میرا باپ اور تیرا باپ دونوں جہنم میں ہیں

فائدہ اس لئے کہ وہ کفر پر مرے تھے اور جو کفر پر مرے وہ جہنم میں جائیگا۔ اسکو کسی کا ناتا رشتہ کام نہ آئیگا۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عرب کے لوگ جو نبوت سے پہلے مرے ہیں اور وہ بتوں کی پرستش کرتے تھے وہ جہنمی ہیں۔ اور اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ دعوت کے پہلے یہ مواخذ ہے کیونکہ اُن کو اور پیغمبروں کی دعوت پہنچ چکی تھی جیسے حضرت ابراہیمؑ کی۔ اور یہ جو آپ نے اس شخص کو بلا کر کہا کہ میرا باپ بھی جہنم میں ہے۔ اس سے یہ غرض تھی کہ اُس شخص کا رنج گھٹ جاوے اور وہ یہ معلوم کرلے کہ خدا کے ہاں سب برابر ہیں۔ جو قاعدہ اس نے ٹھیرادیا اس کے خلاف نہیں ہوسکتا کافر کا ٹھکانا جہنم ہے خواہ وہ نبی کا باپ ہو یا بیٹا۔ جلال الدین سیوطی رحمہ نے کئی حدیثوں سے

یہ امر ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دُعا کو آپ کے والدین کے حق میں قبول کیا اور وہ دوبارہ جلائے گئے اور اسلام لائے، پر اکثر علماء اور محدثین نے اس کا انکار کیا ہے اور اُن حدیثوں کو موضوع بتلایا ہے اور اللہ خوب جانتا ہے حقیقت حال کو۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ۝ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قُرَیْشًا فَاجْتَمَعُوْا فَعَمَّ وَخَصَّ فَقَالَ یَا بَنِیْ كَعْبِ ابْنِ لُؤَیٍّ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ یَا بَنِیْ مُرَّةَ ابْنِ كَعْبٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ یَا بَنِیْ عَبْدِ شَمْسٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ یَا بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ یَا بَنِیْ هَاشِمٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ یَا بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ یَا فَاطِمَةُ اَنْقِذِیْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا غَیْرَ اَنَّ لَكُمْ رَحِمًا سَاَبُلُّهَا بِبَلَالِهَا۔

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے جب یہ آیت اُتری ڈرا تو اپنے کنبہ والوں کو تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کے لوگوں کو بلا بھیجا۔ وہ سب اکٹھے ہوئے۔ آپ نے عام سب کو ڈرایا پھر خاص کیا اور فرمایا اے کعب بن لوئی کے بیٹو! چھڑاؤ اپنے تئیں جہنم سے اے مرہ بن کعب کے بیٹو! چھڑاؤ اپنے تئیں جہنم سے۔ اے عبد شمس کے بیٹو! چھڑاؤ اپنے تئیں جہنم سے۔ اے عبد مناف کے بیٹو! چھڑاؤ اپنے تئیں جہنم سے۔ اے ہاشم کے بیٹو! چھڑاؤ اپنے تئیں جہنم سے اے عبد المطلب کے بیٹو! چھڑاؤ اپنے تئیں جہنم سے اے فاطمہ چھڑا اپنے تئیں جہنم سے اس لئے کہ میں خدا کے سامنے کچھ اختیار نہیں رکھتا (یعنی اگر وہ تم کو عذاب کرنا چاہے تو میں بچا نہیں سکتا) البتہ تم مجھ سے ناتا رکھتے ہو اس کو میں جوڑتا رہونگا (یعنی دُنیا میں تمہارے ساتھ احسان کرتا رہوں گا)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا نَزَلَتْ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَلَی الصَّفَا فَقَالَ یَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ یَا صَفِیَّةُ بِنْتَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ یَا بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا سَلُوْنِیْ مِنْ مَّالِیْ مَا شِئْتُمْ۔

ترجمہ۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے جب یہ آیت اُتری ڈرا تو اپنے کنبے والوں کو تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفا پہاڑ پر کھڑے ہوئے اور فرمایا اے فاطمہ محمد کی بیٹی اور اے صفیہ عبد المطلب کی بیٹی اور اے عبد المطلب کے بیٹو! میں خدا کے سامنے تم کو بچا نہیں سکتا البتہ میرے مال میں سے تم جو جی چاہے مانگ لو۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ حِیْنَ اُنْزِلَ عَلَیْهِ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ ۝ یَا مَعْشَرَ قُرَیْشٍ اشْتَرُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ اللّٰهِ لَا اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا یَا بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا یَا عَبَّاسَ ابْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا اُغْنِیْ عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا یَا صَفِیَّةُ عَمَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا اُغْنِیْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا یَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَلِیْنِیْ مَا شِئْتِ لَا اُغْنِیْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا

ترجمہ - ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب یہ آیت اُتری ڈرا تو اپنے نزدیک کے ناطے والوں کو تو آپ نے فرمایا اے قریش کے لوگو! تم اپنی جانوں کو اللہ سے مول (نیک اعمال کے بدلے) لو میں اللہ کے سامنے تمہارے کچھ کام نہیں آسکتا۔ اے عبدالمطلب کے بیٹو! میں تمہارے کچھ کام نہیں آسکتا اللہ کے سامنے۔ اے عباس عبدالمطلب کے بیٹے میں تمہارے کچھ کام نہیں آسکتا اللہ کے سامنے۔ اے صفیہ پھوپھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میں تمہارے کچھ کام نہیں آسکتا اللہ کے سامنے اے فاطمہ محمدؐ کی بیٹی! تو میرے مال میں سے جو چاہے مانگ لے پر خدا کے سامنے میں تیرے کچھ کام نہیں آسکتا

عَنْ قَبِیْصَةَ ابْنِ الْمُخَارِقِ وَزُهَیْرِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَا لَمَّا نَزَلَتْ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ ۝ قَالَ انْطَلَقَ نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِلٰی رَضْمَةٍ مِنْ جَبَلٍ فَعَلَا اَعْلَاهَا حَجَرًا ثُمَّ نَادٰی یَا بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ اِنِّیْ نَذِیْرٌ اِنَّمَا مَثَلِیْ وَمَثَلُكُمْ كَمَثَلِ رَجُلٍ رَاَی الْعَدُوَّ فَانْطَلَقَ یَرْبَاُ اَهْلَهٗ فَخَشِیَ اَنْ یَّسْبِقُوْهُ فَجَعَلَ یَهْتِفُ یَا صَبَاحَاهُ۔

ترجمہ - قبیصہ بن مخارق اور زہیر بن عمرو سے روایت ہے۔ دونوں نے کہا جب یہ آیت اُتری ڈرا تو اپنے نزدیک ناتے والوں کو تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پہاڑ کے ایک پتھر پر گئے اور سب سے اونچے پتھر پر کھڑے ہوئے پھر آواز دی اے عبد مناف کے بیٹو! میں ڈرانے والا ہوں میری مثال اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے دشمن کو دیکھا پھر وہ چلا ان کے بچانے کو اور ڈرا کہیں دشمن اس سے پہلے نہ پہنچ جائے تو لگا پکارنے یا صباحاہ۔

فائدہ یا صباحاہ ایک کلمہ ہے جس کو عرب لوگ کسی بڑے واقعہ پر کہتے ہیں اور اکثر عرب میں لوٹ مار صبح کے وقت ہوا کرتی ہے تو اس کلمہ کے کہنے سے یہ غرض ہوتی ہے کہ لوگ خبردار ہو جائیں اور اپنا بچاؤ کر لیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ ۝ وَرَهْطَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ ۝ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ حَتّٰی صَعِدَ الصَّفَا فَهَتَفَ یَا صَبَاحَاهُ فَقَالُوْا مَنْ هٰذَا الَّذِیْ یَهْتِفُ قَالُوْا مُحَمَّدٌ فَاجْتَمَعُوْا اِلَیْهِ فَقَالَ یَا بَنِیْ فُلَانٍ یَا بَنِیْ فُلَانٍ یَا بَنِیْ فُلَانٍ یَا بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ یَا بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَاجْتَمَعُوْا اِلَیْهِ فَقَالَ

أَرَأَيْتَكُمْ لَوْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ خَيْلًا تَخْرُجُ بِسَفْحِ هٰذَا الْجَبَلِ أَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ قَالُوا مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ كَذِبًا قَالَ فَإِنِّي نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ ○ قَالَ فَقَالَ أَبُو لَهَبٍ تَبًّا لَكَ أَمَا جَمَعْتَنَا إِلَّا لِهٰذَا ثُمَّ قَامَ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ السُّورَةُ تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَّقَدْ تَبَّ كَذَا قَرَأَ الْأَعْمَشُ إِلَى آخِرِ السُّورَةِ ترجمہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب یہ آیت اُتری ڈرا تو اپنے نزدیک رشتہ داروں کو اور اپنی قوم کے مخلص (سچے) لوگوں کو۔

تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نکلے یہاں تک کہ آپ صفا پہاڑ پر چڑھ گئے اور پکارا صباحاہ لوگوں نے کہا یہ کون پکارتا ہے۔ انہوں نے کہا محمدؐ ہیں۔ پھر سب لوگ آپ کے پاس اکٹھے ہوئے آپ نے فرمایا اے فلانے کے بیٹو! اے فلانے کے بیٹو! اے فلانے کے بیٹو! اے عبد مناف کے بیٹو! اے عبد المطلب کے بیٹو! وہ سب اکٹھے ہوئے تو آپ نے فرمایا تم کیا سمجھتے ہو۔ اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کے نیچے سوار ہیں تو تم میری بات مانو گے؟ انہوں نے کہا ہے تو تمہاری کوئی بات جھوٹ نہیں پائی۔ آپ نے فرمایا تو پھر میں تم کو ڈراتا ہوں سخت عذاب سے ابولہب نے کہا خرابی ہو تمہاری تم نے ہم سب کو اسی لئے جمع کیا پھر آپ کھڑے ہوئے اُس وقت یہ سورت اُتری تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَّقَدْ تَبَّ ○ یعنی ہلاک ہوں دونوں ہاتھ ابولہب کے اور ہلاک ہوا وہ۔ اعمش نے اس سورت کو یونہی پڑھا اخیر تک (یعنی قد کا حرف زیادہ کیا) اور مشہور قرأت تب ہے بغیر قد کے۔

فائدہ۔ نووی نے کہا اب قرآن میں صرف اسی قدر ہے وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ یعنی ڈرا تو اپنے نزدیک کے رشتہ داروں کو۔ اور یہ عبارت نہیں ہے وَرَهْطَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ شاید اس کی تلاوت منسوخ ہو گئی۔

بَابُ شَفَاعَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي طَالِبٍ وَالتَّخْفِيفِ عَنْهُ بِسَبَبِهِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سفارش کی وجہ سے ابوطالب کے عذاب میں تخفیف ہونے کا بیان

عَنِ الْعَبَّاسِ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ هَلْ نَفَعْتَ أَبَا طَالِبٍ بِشَيْءٍ فَإِنَّهُ كَانَ يَحُوطُكَ وَيَغْضَبُ لَكَ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ هُوَ فِي ضَحْضَاحٍ مِنْ نَارٍ وَلَوْلَا أَنَا لَكَانَ

ترجمہ۔ حضرت عباس رضی نے کہا یا رسول اللہ کیا آپ نے ابوطالب کو بھی کچھ فائدہ پہنچایا وہ تو آپ کی حفاظت کرتے تھے اور آپ کے واسطے غصہ ہوتے تھے (یعنی جو کوئی آپ کو ستاتا تو اس پر غصہ ہوتے) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں وہ جہنم کے اُوپر کے درجہ میں ہیں۔ اور اگر میں نہ ہوتا (یعنی میں ان کے لئے دُعا نہ کرتا) تو وہ جہنم کے نیچے کے درجہ

فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ۔ 　میں ہوتے (جہاں عذاب بہت سخت ہے)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ آپ کی دُعا سے کافروں کو بھی فائدہ پہنچا گو وہ اسی قدر ہو کہ ان کا عذاب ہلکا ہوا۔ ایک شخص نے خواب میں ابولہب کو دیکھا۔ اس نے کہا کہ میں سخت عذاب میں گرفتار ہوں پر پیر کے دن کچھ عذاب ہلکا ہو جاتا ہے اس وجہ سے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدایش کی خوشی میں اُس روز ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔ سبحان اللہ ہمارے پیغمبر کی خاطر کس قدر اللہ تعالیٰ کو منظور ہے کہ آپ کی وجہ سے کافروں کا عذاب بھی ہلکا ہو جاتا ہے (ابوطالب حضرت علی رضؓ کے باپ اور ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی چچا تھے اور اوران کا احسان آپ پر بہت تھا)

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الْحَارِثِ قَالَ سَمِعْتُ الْعَبَّاسَ يَقُوْلُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبَا طَالِبٍ كَانَ يَحُوْطُكَ وَيَنْصُرُكَ وَيَغْضَبُ لَكَ فَهَلْ نَفَعَهٗ ذٰلِكَ قَالَ نَعَمْ وَجَدْتُهٗ فِيْ غَمَرَاتٍ مِّنَ النَّارِ فَاَخْرَجْتُهٗ اِلٰى ضَحْضَاحٍ۔

ترجمہ۔ عبداللہ بن حارث رضؓ سے روایت ہے میں نے سُنا عباس رضؓ سے وہ کہتے تھے میں نے کہا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوطالب آپ کا بچاؤ کرتے تھے اور آپ کی مدد کرتے تھے اور آپ کے لئے لوگوں پر غصّہ کرتے تھے تو ان کو کچھ فائدہ ہوا ان باتوں سے؟ آپ نے فرمایا ہاں میں نے ان کو سخت انگاروں میں پایا تو میں نکال لایا ان کو ہلکی آگ میں۔

عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ذُكِرَ عِنْدَهٗ عَمُّهٗ اَبُوْ طَالِبٍ فَقَالَ لَعَلَّهٗ تَنْفَعُهٗ شَفَاعَتِیْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيُجْعَلُ فِیْ ضَحْضَاحٍ مِّنَ النَّارِ يَبْلُغُ كَعْبَيْهِ يَغْلِیْ مِنْهُ دِمَاغُهٗ۔

ترجمہ۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آپ کے چچا ابوطالب کا ذکر ہوا۔ آپ نے فرمایا شاید ان کو فائدہ ہو میری شفاعت سے قیامت کے دن اور وہ ہلکی آگ میں رکھے جاویں جو ان کے ٹخنوں تک ہو لیکن بھیجا پکتا رہے اس سے (معاذ اللہ جہنم کی آگ کیسی سخت ہو گی)

عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَدْنٰى اَهْلِ النَّارِ عَذَابًا يَنْتَعِلُ بِنَعْلَيْنِ مِنْ نَّارٍ يَغْلِیْ دِمَاغُهٗ مِنْ حَرَارَةِ نَعْلَيْهِ۔

ترجمہ۔ ابوسعید خدری رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے کم درجہ کا عذاب اس کو ہو گا جس کو دو جوتیاں آگ کی پہنائی جائیں گی پھر اُس کا بھیجا گرمی کے مارے پکے گا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

ترجمہ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اَهْوَنُ اَهْلِ النَّارِ عَذَابًا اَبُوْطَالِبٍ وَّهُوَ مُنْتَعِلٌ بِنَعْلَيْنِ يَغْلِيْ مِنْهُمَا دِمَاغُهٗ

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے ہلکا عذاب جہنم کا ابوطالب کو ہوگا وہ دو جوتیاں پہنے ہوں گے ایسی جن سے اُن کا بھیجا پکے گا۔

عَنِ النُّعْمَانِ ابْنِ بَشِيْرٍ يَخْطُبُ وَيَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اَهْوَنَ اَهْلِ النَّارِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَرَجُلٌ يُوْضَعُ فِيْ اَخْمَصِ قَدَمَيْهِ جَمْرَتَانِ يَغْلِيْ مِنْهُمَا دِمَاغُهٗ۔

ترجمہ۔ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ خطبہ پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ فرماتے ہیں سب سے کم درجہ کا عذاب قیامت کے دن اس کو ہوگا جس کے بیچ تلووں میں دو انگارے رکھ دیئے جاویں گے اور ان کی وجہ سے بھیجا پکنے لگے گا۔

عَنِ النُّعْمَانِ ابْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ اَهْوَنَ اَهْلِ النَّارِ عَذَابًا مَّنْ لَّهٗ نَعْلَانِ وَشِرَاكَانِ مِنْ نَّارٍ يَغْلِيْ مِنْهُمَا دِمَاغُهٗ كَمَا يَغْلِي الْمِرْجَلُ مَا يُرٰى اَنَّ اَحَدًا اَشَدُّ مِنْهُ عَذَابًا وَّاِنَّهٗ لَاَهْوَنُهُمْ عَذَابًا۔

ترجمہ۔ نعمان بن بشیر رضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے ہلکا عذاب اس کو ہوگا جو دو جوتیاں اور دو تسمے انگار کے پہنے ہوگا۔ اس کا بھیجا اس طرح پکتا ہوگا جس طرح ہانڈی پھد پھد پکتی ہے وہ سمجھے گا اُس سے زیادہ سخت عذاب کسی کو نہیں حالانکہ اس کو سب سے ہلکا عذاب ہوگا۔

بَابُ الدَّلِيْلِ عَلٰى اَنَّ مَنْ مَاتَ عَلَى الْكُفْرِ لَا يَنْفَعُهٗ عَمَلٌ

کفر کی حالت پر مرنے والے شخص کو اس کا کوئی عمل کام نہ آئے گا

عَنْ عَائِشَةَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ابْنُ جُدْعَانَ كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ يَصِلُ الرَّحِمَ وَيُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ فَهَلْ ذٰلِكَ نَافِعُهٗ قَالَ لَا يَنْفَعُهٗ اِنَّهٗ لَمْ يَقُلْ يَوْمًا رَبِّ اغْفِرْ لِيْ خَطِيْئَتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ۝

ترجمہ۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ! جدعان کا بیٹا جاہلیت کے زمانہ میں ناتے جوڑتا تھا (یعنی ناتے والوں کے ساتھ سلوک کرتا تھا) اور مسکینوں کو کھانا کھلاتا تھا کیا یہ کام اس کو فائدہ دیں گے (قیامت کے دن) آپ نے فرمایا کہ کچھ فائدہ نہ دیں گے اس نے کبھی یوں نہ کہا

فائدہ - یعنی اس کو قیامت کا یقین نہ تھا اور جو شخص قیامت پر ایمان نہ لائے وہ کافر ہے اس کو کوئی عمل فائدہ نہ دیگا - قاضی عیاض نے کہا اس بات پر اجماع ہے کہ کافروں کو ان کے نیک اعمال فائدہ نہ دیں گے اور ان کو کسی قسم کا اجر نہیں ملیگا - نہ آرام ہوگا نہ عذاب ہلکا ہوگا البتہ یہ ہوگا کہ بعض کافروں پر دوسرے کافروں کی نسبت ان کے اعمال کے موافق عذاب سخت یا ہلکا ہوگا تمام ہوا کلام قاضی کا - امام حافظ فقیہ ابوبکر بیہقی نے کتاب البعث والنشور میں بعض اہل علم سے ایسا ہی نقل کیا ہے - بیہقی نے کہا یہ بات ممکن ہے کہ ابن جدعان کی حدیث اور جو اس قسم کی آیتیں اور حدیثیں اس کافر کی نیکیوں میں جو کفر پر مرے مراد اُن سے یہ ہو کہ اس کافر کو عذاب سے کبھی رہائی نہ ہوگی لیکن اس کا عذاب ان نیکیوں کی وجہ سے ہلکا ہو سکتا ہے - اگر وہ یہ نیکیاں نہ کرتا تو اس کا عذاب اس کی خطاؤں پر سخت ہوتا - علماء نے کہا ہے کہ جدعان کا بیٹا لوگوں کو کھانا بہت کھلاتا تھا اور اُس نے مہمانوں کے لئے ایک پیالہ بنایا تھا جس پر سیڑھی سے چڑھتے تھے اور وہ بنی تمیم بن مرہ کی قوم میں سے تھا جو حضرت عائشہ رضؓ کے عزیز تھے اور قریش کے رئیسوں میں سے تھا - اُس کا نام عبداللہ تھا اور جُدعان بضم جیم اُس کے باپ کا نام تھا (نووی)

بَابُ مُوَالَاةِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمُقَاطَعَةِ غَيْرِهِمْ وَالْبَرَاءَةِ مِنْهُمْ

مومن سے دوستی رکھنے اور غیر مومن سے دوستی قطع کرنے اور اُن سے جُدا رہنے کا بیان

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ جِهَارًا غَيْرَ سِرٍّ يَقُوْلُ اَلَا اِنَّ اٰلَ اَبِيْ يَعْنِيْ فُلَانًا لَيْسُوْا لِيْ بِاَوْلِيَاءَ اِنَّمَا وَلِيِّيَ اللّٰهُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ -

ترجمہ - عمرو بن عاص رضؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ پکار کر فرماتے تھے چُھپکے سے نہیں فلاں کی اولاد میری عزیز نہیں بلکہ میرا مالک اللہ ہے اور میرے عزیز وہ مومن ہیں جو نیک ہوں -

فائدہ - راوی نے اس شخص کا نام نہیں لیا خوف کی وجہ سے اپنے تئیں یا دوسرے کو ضرر سے بچانے کے لئے - اور مقصود باب کا اس عبارت سے حاصل ہوتا ہے کہ میرے عزیز اور رشتہ دار وہی مومن ہیں جو نیک ہوں اگرچہ ان کا رشتہ دُور کا ہو - اور جو شخص نیک نہ ہو وہ میرا عزیز نہیں اگرچہ کتنا ہی نزدیک کا رشتہ رکھتا ہو - قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ بعضوں نے کہا مراد فلاں سے حکم بن ابی العاص ہے - اور یہ آپ نے حکم کھلم کھلا فرمایا چُھپکے سے نہیں - اس سے معلوم ہوا کہ مخالفین اور اعدائے دین سے کھلے خزانے بیزار رہنا چاہیئے - اور نیک لوگوں سے

محبت کرنا چاہیے اگر فساد کا ڈر نہ ہو (نووی)

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى دُخُولِ طَوَائِفَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَّلَا عَذَابٍ

مسلمانوں کے ایک گروہ کا بغیر حساب وعذاب کے جنت میں داخل ہونے کا بیان

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَدْخُلُ مِنْ أُمَّتِي الْجَنَّةَ سَبْعُونَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ ادْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ مِنْهُمْ ثُمَّ قَامَ آخَرُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ ادْعُ اللهَ لِي أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ سَبَقَكَ بِهَا عُكَاشَةُ۔

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت میں سے ستر ہزار آدمی بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے۔ ایک شخص بولا کہ یارسول اللہ! اللہ سے دُعا کیجئے خدا مجھ کو اُن لوگوں میں سے کردے۔ آپ نے دُعا کی کہ یا اللہ اس کو اُن لوگوں میں سے کردے۔ پھر دُوسرا اُٹھا اور بولا یارسول اللہ! دُعا کیجئے خدا مجھ کو بھی اُن لوگوں میں سے کردے۔ آپ نے فرمایا عکاشہ تجھ سے پہلے یہ کام کر چکا۔

فائدہ یعنی اس نے دُعا کی درخواست کی سب سے پہلے اور میں نے کردی۔ اب ہر شخص کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہوسکتا۔ قاضی عیاض نے کہا کہ دُوسرا شخص اس مرتبہ کے لایق نہ تھا اور عکاشہ اس کے لایق تھا۔ اور بعضوں نے کہا کہ وہ منافق تھا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو گول گول جواب دیدیا۔ اور یہ اخلاق کے خلاف تھا کہ آپ صاف فرماتے تو اُن میں سے نہیں ہے اور بعضوں نے کہا آپ کو وحی سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ میری دُعا عکاشہ کے باب میں قبول ہوگی اور دُوسرے شخص کے باب میں قبول ہونے والی نہیں اس لئے آپ نے دُوسرے کے لئے دُعا نہیں کی اور خطیب بغدادی نے کہا کہ دوسرا شخص سعد بن عبادہ (انصار کا رئیس) تھا۔ اگر یہ بات سچ ہو تو اُن کا منافق قرار دینا غلط ہوگا لیکن اخیر قول ظاہر ہے اور اسی کو علماء نے اختیار کیا۔

اس حدیث میں امت نبوی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بڑی فضیلت ہے اور اللہ جل جلالہ کے بڑے احسان کا بیان ہے ہمارے پیغمبر پر۔ صحیح مسلم کی ایک روایت میں یوں ہے کہ اُن ستر ہزار آدمیوں میں سے ہر ایک آدمی کے ساتھ ستر ہزار آدمی اور ہوں گے۔ اس صورت میں کل آدمیوں کی جو بے حساب جنت میں جائیں گے چار ارب اور نوے کروڑ ستر ہزار ہوئے اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے ہم کو بھی ان لوگوں میں کردے۔ (نووی مع زیادہ)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ
يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِىْ زُمْرَةٌ
هُمْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا تُضِيْءُ وُجُوْهُهُمْ
اِضَاءَةَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ قَالَ
اَبُوْ هُرَيْرَةَ فَقَامَ عُكَّاشَةُ ابْنُ مِحْصَنِ
الْاَسَدِىُّ يَرْفَعُ نَمِرَةً عَلَيْهِ فَقَالَ
يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِىْ
مِنْهُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ
مِنْهُمْ ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ
فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ اَنْ
يَّجْعَلَنِىْ مِنْهُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ يَدْخُلُ
الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِىْ سَبْعُوْنَ
اَلْفًا زُمْرَةٌ وَّاحِدَةٌ مِّنْهُمْ
عَلٰى صُوْرَةِ الْقَمَرِ

عَنْ عِمْرَانَ قَالَ قَالَ نَبِىُّ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ
يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِىْ
سَبْعُوْنَ اَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ قَالُوْا
وَمَنْ هُمْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ
قَالَ هُمُ الَّذِيْنَ لَا يَكْتَوُوْنَ
وَلَا يَسْتَرْقُوْنَ وَعَلٰى رَبِّهِمْ
يَتَوَكَّلُوْنَ وَ فَقَامَ عُكَّاشَةُ
فَقَالَ ادْعُ اللّٰهَ يَانَبِىَّ اللّٰهِ
اَنْ يَّجْعَلَنِىْ مِنْهُمْ قَالَ
اَنْتَ مِنْهُمْ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ

کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے
سُنا آپ فرماتے تھے میری امّت میں سے ایک
جماعت جنت میں جائیگی جن کے منہ چودھویں
رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔ ابوہریرہؓ
نے کہا کہ یہ سُنکر عکاشہ بن محصن اسدی کھڑا ہوا
اپنا کمبل اُٹھاتا ہوا اور کہا یا رسول اللہ دُعا کیجیے
مجھ کو اللہ ان لوگوں میں سے کرے۔ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ تو
اُس کو ان لوگوں میں سے کردے۔ پھر ایک شخص
اور انصار میں سے کھڑا ہوا اور بولا یا رسول اللہ
دُعا فرمایئے کہ اللہ مجھ کو بھی ان لوگوں میں سے
کردے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ یہ بات تجھ سے پہلے عکاشہ کر چکا۔

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ
میری اُمّت میں سے ستّر ہزار آدمی جنّت میں
جاوینگے ان میں سے بعضوں کی صورت چاند
کی طرح چمکتی ہوگی۔

ترجمہ۔ عمران رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری
اُمّت میں سے ستّر ہزار آدمی بغیر حساب کے جنت
میں جائیں گے۔ لوگوں نے پوچھا وہ کون لوگ
ہوں گے یا رسول اللہ؟ آپ نے فرمایا وہ لوگ
جو داغ نہیں دیتے اور منتر نہیں کرتے اور اپنے
پروردگار پر توکل نہیں کرتے ہیں۔ اس وقت
عکاشہ کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ دُعا
فرمایئے کہ خدا مجھ کو ان لوگوں میں سے کرے
آپ نے فرمایا تو ان میں سے ہے۔ پھر ایک اور
شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اے اللہ کے نبی

يَا نَبِيَّ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ قَالَ سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ۔ دُعا کرو کہ خدا مجھ کو بھی ان لوگوں میں سے کرے آپ نے فرمایا کہ تجھ سے پہلے عکاشہ کہہ چکا۔

فائدہ یعنی بیماری میں دوا علاج اور جھاڑ پھونک نہیں کرتے اس خیال سے کہ صحت اور تندرستی خدا کے اختیار میں ہے اور دوا اور علاج بغیر اس کی مرضی کے کچھ فائدہ نہیں دیتا بس بھروسہ ان کا خدا پر ہوتا ہے۔ نووی نے کہا کہ علماء نے اس حدیث کے مطلب میں اختلاف کیا! امام عبداللہ مازری نے کہا کہ بعض لوگوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے دوا اور علاج کی ممانعت پر حالانکہ اکثر علماء اس کے خلاف ہیں۔ اور دلیل ان کی وہ حدیثیں ہیں جن میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دواؤں اور غذاؤں کے فائدے بیان کئے ہیں جیسے کلونجی اور قسط اور ایلوے وغیرہ کے اور خود آپ نے بیماری میں دوا کی اور حضرت عائشہ رضؓ نے آپ کی دوا کو نقل کیا ہے اور آپ نے منتر بتلایا ہے اور اس سے شفا ہوئی ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ بعض صحابہ نے سورہ فاتحہ کا منتر کیا تھا اور اس پر اجر لیا تھا۔ جب یہ حدیثیں ثابت ہیں تو اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ دواؤں کو بالطبع مفید جانتے ہیں اور خدا کے اختیار اور مرضی کے قائل نہیں ہیں وہ جنت میں نہ جائیں گے۔ قاضی عیاض نے کہا کہ اس تاویل کی طرف بہت لوگ گئے ہیں۔ حالانکہ یہ تاویل ٹھیک نہیں کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی فضیلت بیان کی کہ وہ جنت میں بغیر حساب اور کتاب کے جائیں گے اور ان کے منہ چاند کی طرح چمکتے ہوں گے پھر اگر یہ تاویل کی جائے جو اُن لوگوں نے کی ہے تو یہ فضیلت ان کے ساتھ خاص نہ ہوگی اس وجہ سے کہ تمام مسلمانوں کا یہی ہے اور جو اس کے خلاف اعتقاد رکھے (یعنی دوا کو بالطبع اور بالذات مؤثر سمجھے) وہ تو کافر ہے۔ دوسرے علماء نے بھی اس حدیث کا مطلب بیان کیا ہے ابو سلیمان خطابی نے کہا مراد دوا کے ترک سے یہ ہے کہ وہ بھروسا اللہ ہی پر رکھتے ہیں اور اس کی قضا اور امتحان پر راضی ہیں۔ اُنہوں نے کہا یہ درجہ بہت بلند ہے اور اسی طرف ایک جماعت گئی ہے۔ قاضی نے کہا ظاہر حدیث بھی یہی ہے۔ اور حدیث سے یہ نکلتا ہے کہ داغ دینے میں اور منتر کرنے میں اور اور قسم کے علاج کرنے میں کوئی فرق نہیں۔ اور داؤدی نے کہا حدیث سے مقصود یہ ہے کہ وہ لوگ تندرستی کی حالت میں یہ کام نہیں اس لئے کہ مکروہ ہے۔ حالت صحت میں تعویذ اور منتر لیکن بیماری کی حالت میں تو درست ہے اور بعضوں نے کہا کہ حدیث سے یہی دو قسم کے علاج مقصود ہیں یعنی منتر کرنا اور داغ دینا اور باقی معالجہ توکل کے خلاف نہیں ہے اس لئے کہ علاج خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا ہے اور سلف کے علماء اور فضلاء نے کیا ہے اور جس سبب پر یقین ہو جیسے کھانا اور پینا سیری کے لئے وہ توکل کو نہیں بگاڑتا اسی لئے اُنہوں نے علاج کرنا نہیں چھوڑا اور روٹی کمانے کو اپنے لئے اور بال بچوں کے لئے توکل کے خلاف کیا۔ مگر بیہ جب ہے کہ اس کا بھروسہ خدا پر ہو نہ اپنی دوا اور علاج اور کمائی پر اور داغ دینے میں اور دوسرے

قسم کے علاج میں فرق بیان کرنا بہت طول چاہتا ہے اور حضرتؒ نے دونوں کو جائز رکھا ہے اور دونوں کی تعریف کی ہے۔ لیکن ایک نکتہ میں بیان کرتا ہوں جو کافی ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بھی دوا کی اور دوسروں کی بھی دوا کی اور داغ آپ نے نہیں دیا البتہ دوسرے کو دیا ہے اور حدیث صحیح میں ممانعت آئی ہے داغ دینے سے اور آپ نے فرمایا مجھے داغ دینا اچھا نہیں لگتا۔ تمام ہوا کلام قاضی عیاض کا۔ اور ظاہر وہی معنے ہے جو خطابی نے اختیار کیا۔ اور حاصل یہ ہے کہ ان لوگوں کا اعتقاد خدا پر قوی ہوگا اور وہ ہر کام کو خدا کے سپرد کرتے ہوں گے تو جو آفت اُن پر آوے اس کے دفع کے لئے دنیاوی اسباب کی طرف اُنہوں نے توجہ نہیں کی اور بیشک یہ درجہ بہت افضل ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو علاج کیا ہے وہ اس واسطے کہ علاج کا جائز ہونا لوگوں کو معلوم ہو جائے۔ انتہی ما قال النووی۔

نووی نے کہا سلف اور خلف نے توکّل کی حقیقت میں اختلاف کیا ہے۔ امام جعفر طبری نے ایک جماعت سلف سے نقل کیا ہے کہ توکّل یہ ہے کہ سوائے خدا کے اور کسی کا ڈر نہ رہے نہ درندے نہ دشمن کا اور روٹی کمانے میں کوشش چھوڑ دے اس خیال سے کہ اللہ تعالےٰ ضامن ہے رزق کا اور دلیل ان لوگوں کی حدیثیں ہیں اور ایک جماعت نے کہا توکّل یہ ہے کہ انسان خدائے تعالےٰ پر بھروسہ رکھے اور اس امر کا یقین کرے کہ اس کا حکم جاری ہے لیکن کوشش کرے روٹی کمانے میں اور دشمن سے بچنے میں جیسے پیغمبروں نے کیا ہے۔ قاضی عیاض نے کہا طبری اور اکثر فقہا نے اسی قول کو اختیار کیا ہے اور بعض صوفیوں نے پہلے قول کو اختیار کیا ہے لیکن صوفیہ اکثر فقہا کے موافق ہیں پر وہ یہ کہتے ہیں کہ توکّل صحیح نہیں ہوتا جب تک دُنیا کے اسباب کا خیال رہے یا ان اسباب پر دل کو اطمینان ہو۔ البتہ اسباب کا کرنا اللہ کا بتلایا ہوا طریقہ ہے اور اس میں اس کی حکمت ہے مگر یہ ضرور ہے کہ بھروسا اللہ ہی پر ہو اور اس امر کا یقین ہو کہ دُنیا کے اسباب سے نہ نفع ہوتا ہے نہ ضرر رکھتا ہے بلکہ نفع اور نقصان اللہ ہی کی طرف سے ہے تمام ہوا کلام قاضی عیاض کا۔ استاذ ابوالقاسم قشیری نے کہا کہ توکّل کی جگہ دل ہے اور ظاہر کی حرکت دل کے توکّل کے خلاف نہیں بشرطیکہ بندہ کو یقین ہو کہ آسانی اور سختی سب خدا کی تقدیر سے ہے۔ سہل بن عبداللہ تستری نے کہا توکّل یہ ہے کہ اللہ کی مشیت پر راضی ہو جائے اور جو اس کا ارادہ ہو اس پر چھوڑ دے ابوعثمان جبری نے کہا توکّل یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کو کافی سمجھے اور اس پر بھروسہ رکھے۔ بعضوں نے کہا توکّل یہ ہے کہ کم اور بیش سب کو برابر سمجھے واللہ اعلم۔

عَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِيْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ قَالُوْا مَنْ هُمْ يَا

ترجمہ۔ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمّت میں سے ستر ہزار آدمی بغیر حساب کے جنّت میں جائیں گے لوگوں نے کہا یا رسول اللہ

رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ هُمُ الَّذِيْنَ لَا يَسْتَرْقُوْنَ وَلَا يَتَطَيَّرُوْنَ وَلَا يَكْتَوُوْنَ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۔

عَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِيْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا اَوْ سَبْعُ مِائَةِ اَلْفٍ لَّا يَدْرِيْ اَبُوْ حَازِمٍ اَيَّتُهُمَا قَالَ مُتَمَاسِكِيْنَ اٰخِذٌ بَعْضُهُمْ بَعْضًا لَا يَدْخُلُ اَوَّلُهُمْ حَتّٰى يَدْخُلَ اٰخِرُهُمْ وُجُوْهُهُمْ عَلٰى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ.

عَنْ حُصَيْنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ سَعِيْدِ ابْنِ جُبَيْرٍ فَقَالَ اَيُّكُمْ رَاَى الْكَوْكَبَ الَّذِي انْقَضَّ الْبَارِحَةَ قُلْتُ اَنَا ثُمَّ قُلْتُ اَمَا اِنِّيْ لَمْ اَكُنْ فِيْ صَلٰوةٍ وَّلٰكِنِّيْ لُدِغْتُ فَقَالَ فَمَاذَا صَنَعْتَ قُلْتُ اسْتَرْقَيْتُ قَالَ فَمَا حَمَلَكَ عَلٰى ذٰلِكَ قُلْتُ حَدِيْثٌ حَدَّثَنَاهُ الشَّعْبِيُّ قَالَ وَمَا حَدَّثَكُمُ الشَّعْبِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَنْ بُرَيْدَةَ ابْنِ حُصَيْبِ الْاَسْلَمِيِّ اَنَّهٗ قَالَ لَا رُقْيَةَ اِلَّا مِنْ عَيْنٍ

وہ کون لوگ ہونگے؟ آپ نے فرمایا وہ لوگ جو نہ منتر کرتے ہیں نہ بدشگون لیتے ہیں نہ داغ لگاتے ہیں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں۔

ترجمہ۔ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت میں سے ستر ہزار یا سات لاکھ (ابو حازم جو راوی ہے اس حدیث کا اس کو یاد نہیں رہا کہ سہل نے ستر ہزار کہا یا سات لاکھ) آدمی جنّت میں جائیں گے ایک دُوسرے کو پکڑے ہوئے (یعنی ایک کا ہاتھ دُوسرے کے ہاتھ میں ہوگا صف باندھے ہوئے تاکہ سب ایک ساتھ جنت میں جائیں۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جنّت کا دروازہ کتنا چوڑا ہے) کوئی اُن میں سے پہلے جنّت میں نہ گھسے گا جب تک اخیر کا شخص نہ گھس لے اور اُن کے مُنہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہونگے

ترجمہ۔ حصین بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ میں سعید بن جبیر کے پاس تھا۔ اُنہوں نے کہا کہ تم میں سے کس نے اس ستارہ کو دیکھا کہ کل رات کو ٹوٹا تھا۔ میں نے کہا میں نے دیکھا کہ میں کچھ نماز میں مشغول نہ تھا (اس سے یہ غرض ہے کہ کوئی مجھ کو عابد شب بیدار نہ خیال کرے) بلکہ مجھے بچھو نے ڈنک مارا تھا تو میں سو نہ سکا اور تارا ٹوٹتے ہوئے دیکھا) سعید نے کہا پھر تو نے کیا کیا؟ میں نے کہا منتر کرایا میں نے۔ اُنہوں نے کہا تو نے منتر کیوں کرایا؟ میں نے کہا اس حدیث کی وجہ سے جو شعبی نے ہم سے بیان کی۔ اُنہوں نے کہا شعبی نے کونسی حدیث بیان کی؟ میں نے کہا اُنہوں نے ہم سے حدیث کی بریدہ بن حصیب اسلمی رض سے اُنہوں نے کہا کہ منتر نہیں فائدہ دیتا مگر نظر کے لئے یا ڈنک

أَوْ حُمَةٍ فَقَالَ قَدْ أَحْسَنَ مَنِ انْتَهَى إِلَى مَا سَمِعَ وَلٰكِنْ حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ وَمَعَهُ الرُّهَيْطُ وَالنَّبِيَّ وَمَعَهُ الرَّجُلُ وَالرَّجُلَانِ وَالنَّبِيَّ وَلَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ إِذْ رُفِعَ لِي سَوَادٌ عَظِيمٌ فَظَنَنْتُ أَنَّهُمْ أُمَّتِي فَقِيلَ لِي هٰذَا مُوسٰى وَقَوْمُهُ وَلٰكِنِ انْظُرْ إِلَى الْأُفُقِ فَنَظَرْتُ فَإِذَا سَوَادٌ عَظِيمٌ فَقَالَ لِي انْظُرْ إِلَى الْأُفُقِ الْآخَرِ فَنَظَرْتُ فَإِذَا سَوَادٌ عَظِيمٌ فَقِيلَ لِي هٰذِهٖ أُمَّتُكَ وَمَعَهُمْ سَبْعُونَ أَلْفًا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَّلَا عَذَابٍ ثُمَّ نَهَضَ فَدَخَلَ مَنْزِلَهٗ فَخَاضَ النَّاسُ فِي أُولٰٓئِكَ الَّذِينَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَّلَا عَذَابٍ فَقَالَ بَعْضُهُمْ فَلَعَلَّهُمُ الَّذِينَ صَحِبُوا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ فَلَعَلَّهُمُ الَّذِينَ وُلِدُوا فِي الْإِسْلَامِ فَلَمْ يُشْرِكُوا بِاللّٰهِ وَذَكَرُوا

کے لئے (یعنی بد نظر کے اثر کو دُور کرنے کے لئے یا بچھو اور سانپ وغیرہ کے کاٹے کے لئے مفید ہے) سعید نے کہا جس نے جو سُنا اور اس پر عمل کیا تو اچھا کیا لیکن ہم سے تو عبداللہ بن عباس نے حدیث بیان کی اُنہوں نے اُنہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا۔ آپ فرماتے تھے میرے سامنے پیغمبروں کی اُمتیں لائی گئیں۔ بعض پیغمبر ایسا تھا کہ اس کی اُمت کے لوگ دس سے بھی کم تھے اور بعض پیغمبر کے ساتھ ایک یا دو ہی آدمی تھے اور بعض کے ساتھ ایک بھی نہ تھا۔ اتنے میں ایک بڑی اُمت آئی میں سمجھا کہ یہ میری اُمت ہے لوگوں نے کہا کہ یہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور ان کی اُمت ہے تم آسمان کے کنارے کو دیکھو میں نے دیکھا تو ایک اور بڑا گروہ ہے پھر مجھ سے کہا گیا کہ اب دُوسرے کنارے کی طرف دیکھو۔ دیکھا تو ایک اور بڑا گروہ ہے۔ مجھ سے کہا گیا کہ یہ تمہاری اُمت ہے اور ان لوگوں میں ستر ہزار آدمی ایسے ہیں جو بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں جائیں گے۔ پھر آپ کھڑے ہو گئے اور اپنے گھر تشریف لے گئے تو لوگوں نے گفتگو کی ان لوگوں کے بارے میں جو بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں جائیں گے۔ بعضوں نے کہا شاید وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں رہے بعضوں نے کہا نہیں شاید وہ لوگ ہیں جو اسلام کی حالت میں پیدا ہوئے ہیں اور اُنہوں نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا۔ بعضوں نے کہا کچھ اور۔ کہا اتنے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ تم لوگ کس چیز میں بحث کر رہے ہو؟

أَشْيَاءَ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا الَّذِي تَخُوضُونَ فِيهِ فَأَخْبَرُوهُ فَقَالَ هُمُ الَّذِينَ لَا يَرْقُونَ وَلَا يَسْتَرْقُونَ وَلَا يَتَطَيَّرُونَ وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ فَقَامَ عُكَّاشَةُ ابْنُ مِحْصَنٍ فَقَالَ ادْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَقَالَ أَنْتَ مِنْهُمْ ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ آخَرُ وَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ ادْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَقَالَ سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ.

اُنہوں نے آپ کو خبر دی۔ تب آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو نہ منتر کرتے ہیں نہ منتر رکھتے ہیں نہ منتر کراتے ہیں، نہ بدشگون لیتے ہیں اور اپنے پروردگار پر بھروسا کرتے ہیں۔ یہ سنکر عکاشہ محصن کا بیٹا کھڑا ہوا اور اُس نے کہا آپ اللہ سے دُعا کیجیے کہ وہ مجھ کو ان لوگوں میں سے کردے۔ آپ نے فرمایا تو اُن لوگوں میں سے ہے پھر ایک اور شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا دُعا کیجیے اللہ مجھ کو بھی اُن لوگوں میں کرے۔ آپ نے فرمایا کہ عکاشہ تجھ سے پہلے یہ کام کرچکا۔

فائدہ۔ خطابی نے کہا کہ بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت کا یہ مطلب ہے کہ کوئی منتر زیادہ فائدہ دینے والا نظر اور ڈنگ کے منتر سے نہیں ہے اور نظر کی تاثیر میں کوئی شک نہیں اور وہ سچ ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منتر کیا ہے اور دوسروں کو منتر کا حکم بھی دیا ہے۔ پھر اگر منتر قرآن کی آیتوں سے یا اللہ کے ناموں سے ہو تو اس کا کرنا مباح ہے اور کراہت اُس منتر میں ہے جو عربی زبان میں نہ ہو اور جس کا مطلب معلوم نہ ہو اس احتمال سے کہ شاید اس میں کفر کے الفاظ ہوں یا کوئی بات ایسی ہو جس سے شرک لازم آوے اور احتمال ہے کہ منتر مکروہ ہو جو جاہلیت کے طرز پر ہو۔ اُن لوگوں کا خیال یہ تھا کہ جنات ہماری مدد کرتے ہیں اور آفتوں کو دُور کرتے ہیں۔ تمام ہوا کلام خطابی کا۔

بَابُ بَيَانِ كَوْنِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ نِصْفَ أَهْلِ الْجَنَّةِ

جنت کے آدھے لوگ اس اُمت کے ہوں گے

عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا رُبُعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ قَالَ فَكَبَّرْنَا ثُمَّ قَالَ إِنِّي لَأَرْجُوا أَنْ تَكُونُوا شَطْرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَسَأُخْبِرُكُمْ عَنْ

ترجمہ۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ جنتیوں کے چوتھائی تم میں سے ہوں گے یہ سُنکر ہم نے تکبیر کہی (خوشی کے مارے) پھر آپ نے فرمایا کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہوتے کہ تم تہائی جنتیوں کے تم ہوگے۔ یہ

ذٰلِكَ مَا الْمُسْلِمُوْنَ فِی الْكُفَّارِ اِلَّا كَشَعْرَةٍ بَيْضَاءَ فِیْ ثَوْرٍ اَسْوَدَ اَوْ كَشَعْرَةٍ سَوْدَاءَ فِیْ ثَوْرٍ اَبْيَضَ۔

سُن کر ہم نے تکبیر کہی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ جنتیوں میں آدھے تم لوگ ہو گے اور اس کی وجہ یہ ہے جو میں بیان کرتا ہوں۔ مسلمان کافروں میں ایسے ہیں جیسے ایک سفید بال سیاہ بیل میں ہو یا ایک سیاہ بال سفید بیل میں ہو۔

فائدہ یعنی دنیا میں ہر ایک زمانہ میں کافروں کی تعداد بڑھی رہی اس وجہ سے جنتی لوگ بہت کم ہوں گے اور اس امت کے لوگ جنتیوں کے آدھے عدد کو گھیر لیں گے۔ اگر جنتی بہت ہوتے تو البتہ اُن کے آدھے لوگ اس امت سے ہونا قیاس سے بعید تھا۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِیْ قُبَّةٍ نَحْوًا مِّنْ اَرْبَعِيْنَ رَجُلًا فَقَالَ اَتَرْضَوْنَ اَنْ تَكُوْنُوْا رُبُعَ اَهْلِ الْجَنَّةِ قَالَ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ اَتَرْضَوْنَ اَنْ تَكُوْنُوْا ثُلُثَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَقُلْنَا نَعَمْ فَقَالَ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ اِنِّیْ لَاَرْجُوْا اَنْ تَكُوْنُوْا نِصْفَ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَذٰلِكَ اَنَّ الْجَنَّةَ لَا يَدْخُلُهَا اِلَّا نَفْسٌ مُّسْلِمَةٌ وَّمَا اَنْتُمْ فِیْ اَهْلِ الشِّرْكِ اِلَّا كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِیْ جِلْدِ الثَّوْرِ الْاَسْوَدِ اَوْ كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِیْ جِلْدِ الثَّوْرِ الْاَحْمَرِ

ترجمہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ایک خیمہ میں جس میں قریب چالیس آدمیوں کے ہوں گے آپ نے فرمایا کیا تم اس بات سے خوش ہو کہ جنتیوں کے چوتھائی تم لوگ ہو۔ ہم نے کہا ہاں پھر آپ نے فرمایا کیا تم اس بات سے خوش ہو کہ جنتیوں کے ایک تہائی تم ہو۔ ہم نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا قسم اس کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ تم میں سے آدھے جنتی ہوں گے اور یہ اس لئے کہ جنت میں وہی جاوے گا جو مسلمان ہے اور مسلمان مشرکوں کے اندر ایسے ہیں جیسے ایک سفید بال سیاہ بیل کی کھال میں ہو یا ایک سیاہ بال لال بیل کی کھال میں ہو۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَاَسْنَدَ ظَهْرَهٗ اِلٰى قُبَّةِ اَدَمٍ فَقَالَ اَلَا لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا نَفْسٌ مُّسْلِمَةٌ اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ اَتُحِبُّوْنَ اَنَّكُمْ رُبُعُ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَقُلْنَا نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ اَتُحِبُّوْنَ اَنْ تَكُوْنُوْا ثُلُثَ

ترجمہ۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خطبہ پڑھا ہمارے سامنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو ٹیکا دیا اپنی پیٹھ کا چمڑے کے ڈیرہ پر اور فرمایا کہ خبردار ہو جاؤ۔ نہ جائے گا کوئی جنت میں مگر وہ جو مسلمان ہے۔ یا اللہ میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا۔ یا اللہ تو گواہ رہ۔ کیا تم چاہتے ہو کہ جنت کی چوتھائی لوگ تم میں سے ہوں ہم نے

اَهْلِ الْجَنَّةِ قَالُوْا نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنِّىْ لَاَرْجُوْا اَنْ تَكُوْنُوْا شَطْرَ اَهْلِ الْجَنَّةِ مَا اَنْتُمْ فِىْ سِوَاكُمْ مِّنَ الْاُمَمِ اِلَّا كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِى الثَّوْرِ الْاَبْيَضِ اَوْ كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِى الثَّوْرِ الْاَسْوَدِ۔

کہا ہاں یارسول اللہ۔ آپ نے فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ جنت کے تہائی لوگ تم میں سے ہوں سب نے کہا ہاں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ تم جنتیوں کے نصف ہو گے۔ تم مخالف لوگوں میں ایسے ہو جیسے سیاہ بال سفید بیل میں یا سفید بال سیاہ بیل میں۔

فائدہ۔ آپ نے یہی بار یہ نہ فرمایا بلکہ پہلے چوتھائی پھر ثلث پھر نصف فرمایا۔ اس سے یہ غرض ہے کہ ان کو زیادہ خوشی ہو۔ دوسری یہ کہ ان کو عزت اور عظمت ثابت ہو اس لئے کہ بار بار کسی آدمی کو دینے سے نکلتا ہے کہ دینے والے کو اس کا بڑا خیال ہے۔ تیسری یہ کہ وہ لوگ بار بار خدا کی تعریف کریں اور اس کا شکر ادا کریں۔ اس حدیث سے یہ بات نکلتی ہے کہ امت محمدیؐ میں سے جنت کے آدمی آدھے لوگ ہوں گے۔ اور دوسری حدیث میں یوں ہے کہ جنتیوں کی ایک سو بیس (۱۲۰) صفیں ہوں گی ان میں سے اسّی صفیں اس امت کے لوگوں کی ہوں گی۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دو تہائی جنتی امت محمدی میں سے ہوں گے۔ شاید پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نصف کی خبر دی گئی ہو گی پھر اللہ تعالےٰ نے اپنی عنایت سے اور بڑھا دی دو تہائی جنتی آپ کی امت میں سے گئے (نووی)

عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا اٰدَمُ فَيَقُوْلُ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِىْ يَدَيْكَ قَالَ يَقُوْلُ اَخْرِجْ بَعْثَ النَّارِ قَالَ وَمَا بَعْثُ النَّارِ قَالَ مِنْ كُلِّ اَلْفٍ تِسْعَ مِائَةٍ وَّتِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ قَالَ فَذَاكَ حِيْنَ يَشِيْبُ الصَّغِيْرُ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارٰى وَمَا هُمْ بِسُكَارٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ قَالَ فَاشْتَدَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ

ترجمہ۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ فرمائے گا اے آدم! وہ کہیں گے حاضر ہوں تیری خدمت میں تیری اطاعت میں اور سب بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے۔ حکم ہو گا کہ دوزخیوں کی جماعت نکالو وہ عرض کریں گے دوزخیوں کی کیسی جماعت حکم ہو گا ہر ہزار آدمیوں میں سے نو سو ننانوے آدمی نکالو جہنم کے لئے (اور ایک آدمی فی ہزار جنت میں جائے گا) آپ نے فرمایا یہی تو وقت ہے جب بچہ بوڑھا ہو جائیگا (ادب ہول اور خوف کے یا اس دن کی درازی کی وجہ سے) اور ہر ایک پیٹ والی عورت اپنا پیٹ ڈال دیگی اور تو دیکھے گا لوگوں کو جیسے نشہ میں مست ہیں اور وہ مست نہ ہوں گے پر اللہ کا عذاب سخت ہو گا۔ صحابہ اس امر کے سننے

قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَاَیُّنَا ذَالِکَ الرَّجُلُ فَقَالَ اَبْشِرُوْا فَاِنَّ مِنْ یَاجُوْجَ وَمَاجُوْجَ اَلْفٌ وَّمِنْکُمْ رَجُلٌ قَالَ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنِّیْ لَاَطْمَعُ اَنْ تَکُوْنُوْا رُبُعَ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فَحَمِدْنَا اللّٰہَ وَکَبَّرْنَا ثُمَّ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنِّیْ لَاَطْمَعُ اَنْ تَکُوْنُوْا ثُلُثَ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فَحَمِدْنَا اللّٰہَ وَکَبَّرْنَا ثُمَّ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنِّیْ لَاَطْمَعُ اَنْ تَکُوْنُوْا شَطْرَ اَھْلِ الْجَنَّۃِ اِنَّ مَثَلَکُمْ فِی الْاُمَمِ کَمَثَلِ الشَّعْرَۃِ الْبَیْضَاءِ فِیْ جِلْدِ الثَّوْرِ الْاَسْوَدِ اَوْ کَالرَّقْمَۃِ فِیْ ذِرَاعِ الْحِمَارِ

سے بہت پریشان ہوئے اور کہنے لگے یارسول اللہ دیکھیے اُس ہزار میں سے ایک آدمی (جو جنتی ہے) ہم میں سے کون نکلتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم خوش ہو جاؤ کہ یاجوج و ماجوج کے کافر اس قدر ہیں کہ اگر ان کا حساب کرو تو تم میں سے ایک آدمی اور انہیں سے ہزار آدمی پڑیں۔ پھر آپ نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مجھے اُمید ہے کہ جنت کی ایک چوتھائی آدمی تم میں سے ہوں گے اس پر ہم نے اللہ کی تعریف کی اور تکبیر کہی پھر آپ نے فرمایا قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مجھے اُمید ہے کہ جنّت کے آدھے آدمی تم میں سے ہوں گے۔ تمہاری مثال اور اُمّتوں کے سامنے ایسی ہے جیسے ایک سفید بال سیاہ بیل کی کھال میں ہو یا ایک نشان گدھے کے پاؤں میں۔

فائدہ - علماء نے اختلاف کیا ہے کہ یہ باتیں کس وقت ہوں گی۔ بعضوں نے کہا قیامت قائم ہوتے وقت دُنیا فنا ہونے سے پہلے اور بعضوں نے کہا حشر کے دن اس صورت میں بچہ گرا دینے سے یہ مُراد ہے کہ اسوقت ایسا ہول ڈر ہو گا کہ اگر کوئی عورت وہاں حاملہ ہو تو اس کا بچہ گر جائے اور یہی مراد ہے بچہ کے بوڑھے ہونے سے (نووی) وہب بن منبہ اور مقاتل نے کہا کہ یاجوج ماجوج یافث بن نوح کی اولاد کو کہتے ہیں اور ضحاک نے کہا کہ وہ ترکوں کی ایک قوم ہے اور کعب نے کہا وہ آدم کی اولاد ہیں لیکن حوّا کے پیٹ سے نہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک روز آدم کو احتلام ہوا ان کا نطفہ مٹی میں مل گیا تو اللہ تعالےٰ نے اس مٹی سے یاجوج ماجوج کو پیدا کیا واللہ اعلم (نووی)

عَنِ الْاَعْمَشِ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ غَیْرَ اَنَّھُمَا قَالَا مَا اَنْتُمْ یَوْمَئِذٍ فِی النَّاسِ اِلَّا کَالشَّعْرَۃِ الْبَیْضَاءِ فِی الثَّوْرِ الْاَسْوَدِ اَوْ کَالشَّعْرَۃِ السَّوْدَاءِ فِی الثَّوْرِ الْاَبْیَضِ وَلَمْ یَذْکُرْ اَوْ کَالرَّقْمَۃِ فِیْ ذِرَاعِ الْحِمَارِ۔

ترجمہ - دُوسری روایت کا وہی ہے جو اُوپر گذرا۔ اس میں یہ ہے کہ تم آج کے دن اور لوگوں کے سامنے ایسے ہو جیسے ایک سفید بال کالے بیل میں یا سیاہ بال سفید بیل میں اور گدھے کے پاؤں کے نشان کا ذکر نہیں کیا۔

كِتَابُ الطَّهَارَةِ
طہارت کے مسائل

فائدہ ہر چند ایمان کے بعد سب عبادات میں نماز مقدم ہے پر نماز کی شرط طہارت ہے اس لئے پہلے طہارت کو بیان کیا

بَابُ فَضْلِ الْوُضُوْءِ
وضو کی فضیلت کا بیان

عَنْ اَبِیْ مَالِكٍ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ الطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَاُ الْمِيْزَانَ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَاٰنِ اَوْ تَمْلَاُ مَا بَيْنَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَالصَّلٰوةُ نُوْرٌ وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ وَالصَّبْرُ ضِيَاءٌ وَالْقُرْاٰنُ حُجَّةٌ لَكَ اَوْ عَلَيْكَ كُلُّ النَّاسِ يَغْدُوْا فَبَائِعٌ نَفْسَهٗ فَمُعْتِقُهَا اَوْ مُوْبِقُهَا۔

ترجمہ۔ ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے (جنکا نام حارث یا عبید یا کعب بن عاصم یا عمرو ہے) روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ طہارت آدھے ایمان کے برابر ہے اور الحمد للہ بھر دیگا ترازو کو (یعنی اس قدر اس کا ثواب عظیم ہے کہ اعمال تولنے کا ترازو اس کے اجر سے بھر جاویگا) اور سبحان اللہ اور الحمد للہ دونوں بھر دیں گے آسمانوں اور زمین کے بیچ کی جگہ کو (اگر ان کا ثواب ایک جسم کی شکل فرض کیا جائے) اور نماز نور ہے اور صدقہ دلیل ہے اور صبر روشنی ہے اور قرآن تیری دلیل ہے دوسرے پر یا دوسرے کی دلیل ہے تجھ پر (یعنی اگر سمجھ کر پڑھے اور فائدہ اٹھائے تو تیری دلیل ہے نہیں تو دوسرے کو فائدہ ہوگا اور تو محروم رہے گا) ہر ایک آدمی (بھلا ہو یا برا) صبح کو اٹھتا ہے یا پھر اپنے تئیں آزاد کرتا ہے (نیک کام کر کے خدا کے عذاب سے) (یا برے کام کر کے) اپنے تئیں تباہ کرتا ہے۔

فائدہ۔ یعنی طہارت کا ثواب اس قدر بڑھتا ہے کہ ایمان کے آدھے ثواب کے برابر ہو جاتا ہے اور بعضوں نے کہا کہ ایمان ان سب گناہوں کو جو ایمان سے پہلے ہوئے میٹ دیتا ہے اسی طرح وضو کا بھی حال ہے کیونکہ وضو بغیر ایمان کے صحیح نہیں ہوتا اور جب وضو ایمان پر موقوف ہوا تو آدھے

ایمان کے برابر ہوا۔ اور بعضوں نے کہا کہ ایمان سے اس حدیث میں نماز مراد ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ یعنی اللہ تمہاری نماز کو بیکار نہیں کرے گا اور طہارت شرط ہے نماز کی اس لئے آدھی نماز کے برابر ہوئی اور حدیث میں شطر کا لفظ ہے اور شطر میں یہ ضرور نہیں کہ برابر آدھوں آدھ ہوں اور یہ سب قولوں میں اچھا ہے اور احتمال ہے کہ مراد حدیث سے یہ ہو کہ ایمان کے دو جزو ہیں ایک دل سے یقین کرنا دوسری ظاہر میں اطاعت کرنا اور طہارت مقدمہ ہے نماز کا اور نماز اطاعت ہے اس لئے طہارت شطر ایمان ٹھہری واللہ اعلم (نووی) اور نماز روکتی ہے گناہوں سے اور باز رکھتی ہے برائیوں سے اور لیجاتی ہے ثواب اور نیکی کی طرف جیسے نور سے یہ باتیں حاصل ہوتی ہیں۔ اور بعضوں نے کہا کہ مطلب یہ ہے کہ نمازی کو قیامت کے دن نور ملیگا نماز کے ثواب میں اور بعضوں نے کہا کہ نماز نور ہے اس وجہ سے کہ نماز پڑھنے سے طرح طرح کے معارف اور مکاشفات حاصل ہوتے ہیں اس لئے کہ دل اُس وقت فارغ ہوتا ہے اور متوجہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف اور خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا مدد چاہو صبر اور نماز سے اور بعضوں نے کہا نماز پڑھنے والوں کے چہرے پر ایک نور ہو گا قیامت کے دن اور دُنیا میں بھی نمازی کے چہرے پر نور ہوتا ہے واللہ اعلم (نووی) اور صدقہ دینے والے کی نجات کے لئے قیامت کے دن صدقہ دلیل ہو گا اس لئے کہ منافق صدقہ نہیں دیتا اور نہ صدقہ میں کوئی فائدہ خیال کرتا ہے۔ اور وہ صبر جو شرعاً محبوب ہے وہ کیا ہے صبر کرنا اللہ کی اطاعت پر اور صبر کرنا گناہ سے بچنے کے لئے اور صبر کرنا مصیبتوں پر اور دُنیا کی تکلیفوں پر اور غرض یہ ہے کہ صبر عمدہ چیز ہے۔ اور جو شخص صابر ہے وہ ہدایت اور روشنی کی راہ پر ہے۔ ابراہیم خواص رح نے فرمایا کہ صبر کیا ہے جمے رہنا کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ پر۔ ابن عطا نے کہا کہ صبر کیا ہے بلا کے وقت اپنی زبان کو تھامے رہنا ادب کے ساتھ استاذ ابو علی دقاق نے کہا صبر کی حقیقت یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں لکھ دیا اس پر اعتراض نہ کرے لیکن ظاہر کرنا اپنی مصیبت کا صبر کے خلاف نہیں اگر بطور شکایت کے نہ ہو کیونکہ ایوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے صابر کہا ہے اور انہوں نے یہ کہا تھا کہ مجھے دُکھ اور بیماری ہے (نووی)

بَابُ وُجُوبِ الطَّهَارَةِ لِلصَّلٰوةِ

نماز کے لئے طہارت کا ہونا ضروری ہے

عَنْ مُصْعَبِ ابْنِ سَعْدٍ قَالَ دَخَلَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ عَلَى ابْنِ عَامِرٍ يَعُودُهٗ وَهُوَ مَرِيضٌ

ترجمہ مصعب بن سعد سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ابن عامر کے پاس آئے وہ بیمار تھے ان کے پوچھنے کو۔ ابن عامر

فَقَالَ اَلَا تَدْعُوا لِلّٰهِ لِي يَا ابْنَ عُمَرَ قَالَ اِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تُقْبَلُ صَلٰوةٌ بِغَيْرِ طُهُوْرٍ وَلَا صَدَقَةٌ مِّنْ غُلُوْلٍ وَّكُنْتَ عَلَى الْبَصْرَةِ۔

نے کہا اے ابن عمرؓ تم میرے لئے دُعا نہیں کرتے۔ اُنہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا ہے آپ فرماتے تھے کہ اللہ نہیں قبول کرتا نماز کو بغیر طہارت کے اور نہیں قبول کرتا صدقہ اُس مال غنیمت میں سے جو تقسیم سے پہلے اُڑا لیا جاوے اور تم تو بصرے کے حاکم رہ چکے ہو۔

فائدہ - نووی نے کہا یہ حدیث نص ہے طہارت کے وجوب پر نماز کے لئے اور اجماع کیا ہے اُمّت نے اس امر پر کہ طہارت شرط ہے نماز کی صحت کی۔ قاضی عیاض نے کہا اختلاف کیا ہے علماء نے کہ طہارت کب فرض ہوئی ہے نماز کے لئے۔ ابن جہم نے کہا شروع اسلام میں وضو سنّت تھا پھر آیت تیمم میں اس کی فرضیت اُتری۔ اور جمہور علماء نے کہا ہے کہ وضو اس سے پہلے بھی فرض تھا پر اُنہوں نے اختلاف کیا ہے اسمیں کہ ہر ایک نماز کے لئے وضو فرض ہے یا اسی حالت میں جب محدث (بے وضو) ہو تو سلف کے کئی علماء اس طرف گئے ہیں کہ ہر نماز کے لئے وضو فرض ہے اگرچہ محدث نہ ہوا ہو اور دلیل انکی قول ہے اللہ تعالےٰ کا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اخیر تک یعنی جب تم اُٹھو نماز کے لئے تو دھو مُنہ اور ہاتھ اور اسمیں قید حدث کی نہیں ہے اور ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ اوائل اسلام میں ایسا ہی حکم تھا پھر منسوخ ہوگیا۔ اور بعضوں نے کہا کہ یہ حکم استحباباً ہے نہ وجوباً اور بعضوں کے نزدیک وضو اسی وقت شروع ہوا تھا جب آدمی محدث ہو البتہ تازہ وضو کرنا ہر ایک نماز کے لئے مستحب ہے اور اسی قول پر اجماع کیا اہل فتوے نے اور ان میں کوئی اختلاف نہیں رہا اور آیت مذکورہ میں محدثین کا لفظ مقدر ہے یعنی جب اُٹھو تم نماز کے لئے حدث کی حالت میں تمام ہوا کلام قاضی کا۔ اور ہمارے اصحاب نے اختلاف کیا ہے اس میں کہ وضو کے واجب ہونے کی علّت کیا ہے بعضوں نے کہا وضو واجب ہو جاتا ہے حدث سے اور بعضوں نے کہا واجب نہیں ہوتا جبتک نماز کے لئے نہ اُٹھیں اور بعضوں نے کہا دونوں امروں سے واجب ہو جاتا ہے۔ اور ہمارے اصحاب کے نزدیک یہی راجح ہے اور اجماع کیا ہے اُمّت نے کہ نماز بغیر طہارت کے حرام ہے خواہ یہ طہارت پانی سے ہو یا مٹّی سے اور کوئی فرق نہیں ہے فرض اور نفل نمازوں اور سجدہ تلاوت اور سجدہ شکر اور جنازہ کی نماز میں مگر شعبی اور محمد بن جریر طبری سے منقول ہے کہ جنازہ کی نماز بغیر طہارت کے جائز ہے اور یہ مذہب باطل ہے اور ابن تیمیہ رح سے منقول ہے کہ سجدہ تلاوت بغیر طہارت کے درست ہے اور اجماع کیا ہے علماء نے اس کے خلاف پر۔ اگر کسی شخص نے عمداً بے وضو نماز پڑھی تو وہ گنہگار ہوگا لیکن کافر نہ ہوگا۔ یہی ہمارا اور جمہور علماء

کا مذہب ہے۔ اور امام ابوحنیفہ رح سے منقول ہے کہ وہ کافر ہو جائے گا اس لئے کہ اُس نے دین کے ساتھ ٹھٹھا کیا اور ہماری دلیل یہ ہے کہ کفر نہیں ہوتا مگر اعتقاد سے اور اس مصلی کا اعتقاد تو صحیح ہے یہ جب ہے کہ اُس مصلی کو کوئی عذر نہو۔ اگر عذر ہو مثلاً پانی نہ ملے نہ مٹی تو اسمیں امام شافعی رح کے چار قول ہیں اور ہر ایک قول کی طرف علماء گئے ہیں۔ سب میں زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ نماز پڑھ لیوے بغیر طہارت کے۔ پھر جب طہارت ممکن ہو تو نماز کا اعادہ کرے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ نماز نہ پڑھے اور جب طہارت ممکن ہو اس وقت قضا پڑھ لیوے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ نماز پڑھ لینا مستحب ہے لیکن قضا واجب ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ نماز پڑھ لیوے اور قضا واجب نہیں اور اسی قول کو مزنی نے اختیار کیا ہے اور یہ ازروئے دلیل سب قولوں میں قوی ہے اس لئے کہ نماز کا واجب ہونا تو حدیث سے ثابت ہے۔ آپ نے فرمایا جب میں تم کو کسی کام کا حکم کروں تو اس کو بجالاؤ جہاں تک تم سے ہو سکے اور اعادہ کے لئے کوئی نیا امر چاہیے اور وہ موجود نہیں (نووی مع زیادہ) اور مال غنیمت میں کا صدقہ قبول نہیں ہوتا اس وجہ سے کہ غنیمت کے مال میں سے ضرور تم نے چوری کی ہو گی یا اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق تم پر ہوں گے پھر ایسے شخص کے لئے دعا کیا فائدہ دیگی اور ظاہر ہے کہ ابن عمر رض کا کہنا بطریق زجر اور تشدد کے تھا اور اس سے یہ غرض تھی کہ اب بھی ابن عامر غفلت سے بیدار ہو اور توبہ کرے ورنہ دعا فاسقوں کے لئے مفید ہے ہمیشہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سلف اور خلف کافروں اور گنہ گاروں کے لئے دعا کرتے رہے کہ خدا ان کو ہدایت کرے اور توبہ نصیب کرے (نووی)

عَنْ هَمَّامِ ابْنِ مُنَبِّهٍ اَخِيْ وَهْبِ ابْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَحَادِيْثَ مِنْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا تُقْبَلُ صَلٰوةُ اَحَدِكُمْ اِذَا اَحْدَثَ حَتّٰى يَتَوَضَّاَ۔

ترجمہ۔ ہمام بن منبہ سے روایت ہے جو وہب بن منبہ کے بھائی ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ یہ وہ حدیثیں ہیں جو ابوہریرہ رضی اللہ نے ہم سے بیان کیں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پھر ذکر کیا کئی حدیثوں کو، اُن میں ایک حدیث یہ بھی تھی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نہیں قبول کرتا تم میں سے کسی کی نماز جب وہ بے وضو ہو یہاں تک کہ وضو کرے۔

بَابُ صِفَةِ الْوُضُوْءِ وَكَمَالِهٖ

وضو کی ترکیب اور اسکے پورا کرنیکا بیان

عَنْ حُمْرَانَ مَوْلٰى عُثْمَانَ اَخْبَرَهٗ اَنَّ عُثْمَانَ ابْنَ عَفَّانَ دَعَا

ترجمہ حمران سے روایت ہے جو مولا (آزاد کئے ہوئے غلام) تھے عثمان بن عفان کے انہوں

بِوَضُوْءٍ فَتَوَضَّأَ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ مَضْمَضَ وَ اسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى اِلَى الْمِرْفَقِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرٰى مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهٗ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى اِلَى الْكَعْبَيْنِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوْئِيْ هٰذَا ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوْئِيْ هٰذَا ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيْهِمَا نَفْسَهٗ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَّكَانَ عُلَمَاؤُنَا يَقُوْلُوْنَ هٰذَا الْوُضُوْءُ اَسْبَغُ مَا يَتَوَضَّأُ بِهٖ اَحَدٌ لِلصَّلٰوةِ

نے کہا کہ حضرت عثمان رضؓ نے وضو کا پانی منگوایا اور وضو کیا تو پہلے دونوں پہنچوں کو تین بار دھویا پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا پھر تین بار منہ دُھویا پھر داہنا ہاتھ دھویا کہنی تک تین بار پھر بایاں ہاتھ دھویا تین بار پھر مسح کیا سر پر پھر داہنا پاؤں دھویا ٹخنوں تک تین بار پھر بایاں پاؤں دُھویا تین بار بعد اس کے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ نے وضو کیا اسی طرح جیسے میں نے اب وضو کیا پھر فرمایا جو شخص میرے وضو کی طرح وضو کیا پھر دو رکعتیں پڑھے کھڑے ہو کر بیچ میں ان کے اور کسی خیال میں غرق نہ ہو تو اس کے اگلے گناہ سب بخش دیئے جائیں گے۔ ابن شہاب نے کہا ہمارے علماء کہتے تھے کہ یہ وضو سب وضوؤں میں پورا ہے جو نماز کے لئے کیا جائے۔

فائدہ - اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شروع وضو میں پہنچوں کا تین بار دھونا سنّت ہے اور اس پر اتفاق ہے علماء کا (نووی)

نووی نے کہا کہ کلی کا کمال یہ ہے کہ پانی مُنہ میں لیوے پھر اس کو پھراوے بعد اُس کے تھوک دیوے اور ادنٰی درجہ اس کا یہ ہے کہ پانی کو صرف منہ میں لیوے پھراوے نہیں لیکن پھرانا پانی کا تو قول مشہور کے موافق شرط نہیں ہے اور یہی مذہب جمہور کا ہے لیکن ہمارے بعض اصحاب کے نزدیک شرط ہے اور یہ اختلاف ایسا ہی ہے جیسے سر کے مسح میں اختلاف ہے۔ بعضوں کے اگر گیلا ہاتھ سر پر رکھ لیا تو مسح ہو گیا اور بعضوں کے نزدیک اس کا پھرانا ضروری ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ پھرانا ضروری نہیں مثل اور اعضاء کے ان تک پانی پہنچانا کافی ہے۔ حدیث میں استنثر کا لفظ ہے۔ اکثر لغت اور فقہاء اور محدثین رحؒ نے استنثار کے معنے ناک چھنکنے کے کئے ہیں یعنی پانی ڈالنے کے بعد اس کا ناک سے نکالنا اور ابن اعرابی اور ابن قتیبہ نے ناک میں پانی ڈالنے کے معنٰی کئے ہیں اور صحیح پہلا قول ہے اور دُوسری روایت اس کی مؤید ہے اُسمیں یہ ہے کہ پہلے استنشاق کیا یعنی ناک میں پانی ڈالا پھر استنثار کیا یعنی ناک سنکی۔ فراء سے منقول ہے کہ استنثار کہتے ہیں ناک کے ہلانے کو طہارت میں اور استنشاق کہتے ہیں ناک کے اندر پانی پہنچانے کو اور سانس کے زور سے پانی کے اُوپر کھینچنے کو۔ اور مستحب ہے کہ کلی اور ناک میں پانی ڈالنے میں

مبالغہ کرے مگر جب روزہ سے مبالغہ مکروہ ہے کیونکہ لقیط کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مبالغہ کر ناک میں پانی ڈالنے میں مگر جب تو روزہ دار ہو اور یہ حدیث صحیح ہے روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے اسانید صحیحہ سے۔ ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ جس طرح سے جب پانی ناک اور منہ میں پہنچ گیا تو مضمضہ اور استنشاق ادا ہو گیا۔ اور افضل کیوں کر ہے۔ اس میں پانچ قول ہیں۔ پہلا یہ ہے کہ تین چلو لیوے اور ہر ایک چلو میں سے کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے۔ دوسرا یہ ہے کہ ایک ہی چلو سے تین بار کلی کرے پھر تین بار ناک میں پانی ڈالے تیسرا یہ ہے کہ ایک ہی چلو لیوے اور کلی کرے پھر ناک میں پانی ڈالے پھر کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے پھر کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے۔ چوتھا یہ کہ دو چلو لیوے ایک چلو سے تین بار کلی کرے اور دوسرے چلو سے تین بار ناک میں پانی ڈالے۔ پانچواں یہ کہ چھ چلو لیوے۔ پہلے تین چلو سے کلی کرے پھر تین چلوؤں سے ناک میں پانی ڈالے۔ اور صحیح پہلا قول ہے اور وہی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے جن کو روایت کیا بخاری اور مسلم نے (نووی)

نووی نے کہا یہ حدیث اصل عظیم ہے صفت وضو میں اور اجماع کیا ہے مسلمانوں نے کہ واجب ایک ایک بار دھونا ہے اور تین بار دھونا سنّت ہے۔ اور احادیث صحیحہ میں ایک ایک بار اور تین تین بار اور دو دو بار وارد ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ یہ اختلاف دلیل ہے جواز کی اور تین بار کمال ہے اور ایک بار کافی ہے اور اس پر محمول ہے اختلاف احادیث کا اور راویوں نے جو اختلاف کیا ایک ہی صحابی سے تو یہ محمول ہے اس پر کہ بعضوں نے یاد رکھا اور بعض بھول گئے۔ پھر جس نے زیادہ بیان کیا وہ قبول ہو گا اس لئے کہ زیادتی ثقہ کی مقبول ہے اور اختلاف کیا ہے علماء نے سر کے مسح میں تو امام شافعی رح کے نزدیک مسح بھی تین بار کرنا مستحب ہے جیسے باقی اعضاء کا تین بار دھونا اور ابو حنیفہ اور مالک اور احمد اور اکثر علماء کے نزدیک سر کا مسح ایک بار سنّت ہے۔ اور ایک بار سے زیادہ نہ کرنا چاہیئے اور احادیث صحیحہ میں ایک ہی بار مسح منقول ہے اور امام شافعیؒ کی دلیل وہ حدیث ہے حضرت عثمان رضؓ کی جو آگے آتی ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تین تین بار اور قیاس کیا انہوں نے سر کو اور اعضاء پر۔ اور جن حدیثوں میں ایک بار منقول ہے ان کا جواب دیا ہے کہ ایک بار مسح کرنا جواز کے بیان کے واسطے ہے اور ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ کیا ہے جو افضل تھا اور اجماع کیا ہے علماء نے منہ اور دونوں ہاتھوں اور پاؤں کے دھونے کے وجوب پر لیکن روافض نے پاؤں کے مسح کو واجب کیا ہے اور یہ ان کی خطا ہے کس لئے کہ تمام نصوص متفق ہیں۔ پاؤں کے دھونے پر اور جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وضو نقل کیا ہے اس نے پاؤں کا دھونا روایت کیا ہے۔ اسی طرح اجماع کیا ہے علماء نے کہ سر کا مسح واجب ہے لیکن اختلاف کیا ہے اسکی مقدار میں۔ امام شافعی رح اور ایک جماعت کے نزدیک اتنا واجب ہے جسکو مسح کہیں اگرچہ ایک ہی بال ہو اور مالکؒ اور احمدؒ اور ایک جماعت کے نزدیک سارے سر کا مسح واجب ہے اور ابو حنیفہؒ کے نزدیک

چوتھائی سر کا اور کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کے وجوب میں چار مذہب ہیں۔ ایک تو مذہب مالک اور شافعی کا ہے کہ یہ دونوں سنّت ہیں وضو اور غسل میں اور سلف میں سے حسن بصری اور زہری اور حکم اور قتادہ اور ربیعہ اور یحییٰ بن سعید انصاری اور اوزاعی اور لیث بن سعد اسی طرف گئے ہیں اور عطار اور احمد سے بھی ایک روایت یہی ہے۔ دوسرا مذہب یہ ہے کہ دونوں واجب ہیں وضو اور غسل دونوں میں اور وضو اور غسل صحیح نہیں ہوتے بغیر اُن کے اور یہی مشہور ہے احمد بن حنبل سے اور یہی مذہب ہے ابن ابی لیلیٰ اور حماد اور اسحاق بن راہویہ کا اور ایک روایت ہے عطار سے۔ تیسرا مذہب یہ ہے کہ دونوں غسل میں واجب ہیں وضو میں واجب نہیں اور یہی قول ہے ابوحنیفہ اور اُن کے اصحاب اور سفیان ثوری کا۔ چوتھا مذہب یہ ہے کہ ناک میں پانی ڈالنا وضو اور غسل دونوں میں واجب ہے اور کلی کرنا دونوں میں سنّت ہے اور یہی قول ہے ابوثور اور ابوعبید اور داؤد ظاہری اور ابوبکر بن منذر کا اور ایک روایت ہے احمد سے اور اتفاق کیا ہے جمہور علمار نے اس پر کہ وضو اور غسل دونوں میں پانی کا بہانا اعضار کافی ہے اور ملنا ضرور نہیں اور مالک اور مزنی نے ملنا شرط کیا ہے۔ اسی طرح جمہور علمار نے اتفاق کیا ہے کہ ٹخنوں اور کہنیوں کا دھونا واجب ہے اور زفر اور داؤد ظاہری کے نزدیک واجب نہیں اور اتفاق کیا علمار نے ٹخنوں سے مراد وہ دو اونچی ہڈیاں ہیں جو پنڈلی اور پاؤں کے بیچ میں ہیں اور ہر ایک پاؤں میں دو ٹخنے ہیں اور رافضیوں نے ایک نادر بات کہی ہے کہ ہر ایک پاؤں میں ایک ٹخنا ہے اور ٹخنا وہ ہڈی ہے جو پاؤں کے بیچ میں ہے جہاں پر چپل کا تسمہ رہتا ہے اور امام محمد سے بھی یہ منقول ہے پر صحیح نہیں اور خلاف ہے لغت کے اور اس حدیث سے بھی یہ بات نکلتی ہے کہ ہر ایک پاؤں میں دو ٹخنے ہیں۔ اور دلائل اس کے بہت ہیں۔ اور میں نے ان سب دلائل کو تفصیل سے شرح مہذب میں بیان کیا ہے اور سب مذاہب کے اختلاف کو اور اُن کے وجوہ کو مفصل ذکر کیا ہے اور یہاں میرا مقصد یہی تھا کہ حدیث سے متعلق اُمورات کو بیان کروں۔ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ اگر کسی آدمی کے منہ دو ہوں تو دونوں کا دھونا واجب ہے اور اگر تین ہاتھ یا تین پاؤں ہوں اور سب برابر کے ہوں تو سب کا دھونا واجب ہوگا اور اگر زائد ہاتھ ناقص ہو لیکن فرض کی جگہ پر ہو یعنی کہنی کے اس طرف تو اُس کو دھونا چاہیئے اور جو کہنی سے اُوپر اگا ہو تو اُس کا دھونا فرض نہیں۔ اگر کسی کا ہاتھ کہنی سمیت کاٹ ڈالا گیا تو اب باقی ہاتھ کا دھونا فرض نہیں لیکن مستحب ہے کہ اس کو دھولیوے تاکہ عضو طہارت سے خالی نہ رہے۔ (نووی)

نووی نے کہا مراد ان گناہوں سے صغیرہ گناہ ہیں نہ کبیرہ۔ اور اس حدیث سے یہ نکلتا ہے کہ ہر وضو کے بعد دو رکعتیں پڑھنا مستحب ہے اور یہ سنّت موکدہ ہے۔ ہمارے اصحاب میں سے ایک جماعت نے کہا کہ یہ دو رکعتیں ہر وقت پڑھ سکتا ہے یعنی اُن وقتوں میں بھی جن میں نماز پڑھنا منع ہے اور دلیل اس کی حدیث ہے بلالؓ کی جو صحیح بخاری میں ہے کہ وہ جب وضو کرتے تو نماز پڑھتے اور کہتے کہ سب عملوں میں اس عمل کی زیادہ اُمید ہے اور اگر وضو کے بعد فرض یا اور کوئی

نفل پڑھے تب بھی یہ فضیلت حاصل ہو جائیگی اور یہ جو فرمایا بیچ میں اور کسی خیال میں غرق نہ ہو اس کا یہ مطلب ہے کہ دنیا کے خیالوں میں نہ کھپنے جو نماز سے علاقہ نہیں رکھتی۔ اگر کسی قسم کا خیال دل میں گذرے اور اسی وقت اس کو ٹالدے اس میں غرق نہ ہو تو وہ معاف ہے اور خدا چاہے تو یہ فضیلت حاصل ہو جائیگی کیونکہ اس میں اس کا اختیار نہیں۔ دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو اس قسم کے خیالات جو دل میں گذریں اور جمیں نہیں معاف کر دئے ہیں اور اس کا بیان اوپر کتاب الایمان میں گذر چکا۔

یعنی اس حدیث میں جو وضو کا ذکر ہے یہ کامل وضو ہے۔ اب اس سے بڑھانا اور تین بار بار سے زیادہ دھونا مکروہ ہے۔ جب ہر ایک بار میں سارا عضو دھل جاوے اگر دو بار میں سارا عضو دھلے تو وہ ایک ہی بار سمجھا جاویگا۔ اگر کسی کو شک ہو گیا کہ دو بار دھویا تین بار تو دو بار سمجھے اور ایک بار اور دھولے یہی ٹھیک ہے اور جوینی نے کہا تین بار سمجھے اس لئے کہ دو بار کافی ہے اور چوتھی بار دھونا بدعت ہے اور بعض اس حدیث سے دلیل لائے ہیں کہنیوں اور ٹخنوں سے زیادہ دھونے کی کراہت پر حالانکہ ہمارے نزدیک یہ بہتر ہے اور ابن شہاب کے قول سے اس کی کراہت نہیں نکلتی (نووی)

عَنْ حُمْرَانَ مَوْلَى عُثْمَانَ اَنَّهُ رَاَى عُثْمَانَ دَعَا بِاِنَاءٍ فَاَفْرَغَ عَلٰى كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ اَدْخَلَ يَمِيْنَهُ فِى الْاِنَاءِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَّيَدَيْهِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ مَسَحَ بِرَاْسِهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّاَ نَحْوَ وُضُوْئِىْ هٰذَا ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيْهِمَا نَفْسَهُ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔

ترجمہ۔ حمران سے روایت ہے جو مولیٰ (غلام آزاد) تھے عثمان بن عفان رضی کے انہوں نے دیکھا حضرت عثمان کو انہوں نے ایک برتن پانی کا منگوایا اور اپنے دونوں ہاتھوں پر تین بار پانی ڈالا ان کو دھویا پھر داہنا ہاتھ برتن کے اندر ڈالدیا اور کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا پھر منہ کو تین بار دھویا اور دونوں ہاتھ کہنیوں تک تین بار دھوئے پھر سر کا مسح کیا پھر دونوں پاؤں کو تین بار دھویا پھر کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو شخص میرے اس وضو کی طرح وضو کرے بعد اس کے دو رکعتیں پڑھے اور دل اور خیال میں نہ لگاوے تو اس کے اگلے گناہ بخش دئے جائیں گے۔

فائدہ نووی نے کہا اس حدیث سے یہ بات نکلتی ہے کہ کلی اور ناک کیلئے داہنے ہاتھ سے پانی لینا چاہئیے اور یہ بھی دلیل لاتے ہیں اس حدیث سے کہ کلی اور ناک میں ایک ہی چلو سے پانی لیوے اور یہ ایک طرح ہے ان پانچوں طرحوں میں سے جنکو ہم نے اوپر بیان کیا۔ اسی طرح یہ دلیل بھی کرتے ہیں کہ دونوں پہنچوں کو برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے دھونا چاہئیے اگرچہ نیند سے بیدار نہ ہوا ہو جب ہاتھوں کی نجاست کا گمان ہو اور ہمارا مذہب یہی ہے انتہی

بَابُ فَضْلِ الْوُضُوْءِ وَالصَّلٰوةِ عَقِبَهٗ

عَنْ حُمْرَانَ مَوْلٰی عُثْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ عُثْمَانَ ابْنَ عَفَّانَ وَ هُوَ بِفِنَاءِ الْمَسْجِدِ فَجَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ عِنْدَ الْعَصْرِ فَدَعَا بِوَضُوْءٍ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَالَ وَاللّٰهِ لَاُحَدِّثَنَّكُمْ حَدِيْثًا لَوْلَا اٰيَةٌ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مَا حَدَّثْتُكُمْ اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَتَوَضَّأُ رَجُلٌ مُسْلِمٌ فَيُحْسِنُ الْوُضُوْءَ فَيُصَلِّيْ صَلٰوةً اِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الصَّلٰوةِ الَّتِيْ تَلِيْهَا.

وضو کی اور اس کے بعد نماز پڑھنے کی فضیلت

ترجمہ - حمران سے روایت ہے جو مولی تھے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے اُنہوں نے کہا کہ میں نے سُنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے وہ مسجد کے سامنے تھے اتنے میں مؤذن ان کے پاس آیا عصر کی نماز کے وقت اُنہوں نے وضو کا پانی منگوایا اور وضو کیا پھر کہا قسم اللہ کی میں تم سے ایک حدیث بیان کرتا ہوں اگر اللہ کی کتاب میں ایک آیت نہ ہوتو میں تم سے بیان نہ کرتا - میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا آپ فرماتے تھے جو شخص اچھی طرح وضو کرے پھر نماز پڑھے تو اُس کے وہ گناہ بخش دیئے جائیں گے جو اُس نماز سے لیکر دُوسری نماز تک ہوں گے -

فائدہ وہ آیت یہ ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ - یعنی جو لوگ چھپاتے ہیں اُن باتوں کو جو کھلی ہیں اور ہدایت کی باتیں بعد اس کے کہ ہم نے بیان کر دیا اُن کو لوگوں کے لئے کتاب میں - اُن پر اللہ لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے علم کی بات کا بتلا دینا اور اس کا پہنچا دینا واجب نہ کیا ہوتا تو مجھے کچھ حدیث بیان کرنے کی حرص نہیں کہ میں خواہ مخواہ تم سے بیان کرتا - اگرچہ یہ آیت اہل کتاب کی شان میں ہے مگر جو کوئی اُن کے سے کام کرے اور دین کی بات کو ضرورت کے وقت چُھپائے اُس کی شان میں بھی یہی وعید ہو سکتی ہے اور ایک حدیث مشہور بھی موجود ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص علم کی بات چھپا دے اللہ تعالیٰ اس کو آگ کی لگام لگا دیگا اور اچھی طرح وضو کرنا یعنی پورا اس کے شرائط اور آداب کے ساتھ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضو کے آداب اور شرائط سیکھنا اور ان پر عمل کرنا احتیاط کے ساتھ مستحب ہے اور چاہیئے کہ آدمی اس طرح سے وضو کرے کہ سب اماموں کے نزدیک درست ہوجاوے اور اختلافات کی خصلتوں پر عمل نہ کرے اس لئے ضرور ہے کہ بسم اللہ شروع میں رکھے نیت کرے ناک میں پانی ڈالے ناک چھینکے سارے سر پر مسح کرے اعضاء کو ملے پے در پے وضو کرے

(یعنی ایک عضو کو دھو کر ٹھیر نہ جائے یہاں تک کہ وہ سوکھ جائے) ترتیب کی رعایت رکھے۔ اس طرح سب اختلافی باتوں کو پیش نظر رکھے اور ایسا وضو کرے جو بالاجماع طہارت ہو۔ نووی

یعنی مثلاً ظہر کے وقت ایسا وضو کیا اور عصر کی نماز پڑھی تو عصر سے لے کر مغرب تک کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اس حدیث سے ہر ایک نماز کے لئے وضو کرنے کی بھی فضیلت نکلی

عَنْ حُمْرَانَ اَنَّهٗ قَالَ فَلَمَّا تَوَضَّأَ عُثْمَانُ قَالَ وَاللّٰهِ لَاُحَدِّثَنَّكُمْ حَدِيْثًا لَوْلَا اٰيَةٌ فِی اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مَا حَدَّثْتُكُمُوْهُ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَتَوَضَّأُ رَجُلٌ فَيُحْسِنُ وُضُوْءَهٗ ثُمَّ يُصَلِّی الصَّلٰوةَ اِلَّا غُفِرَ لَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الصَّلٰوةِ الَّتِیْ تَلِيْهَا قَالَ عُرْوَةُ الْاٰيَةُ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى اِلٰى قَوْلِهِ اللّٰعِنُوْنَ ۝

ترجمہ۔ حمران سے روایت ہے جب حضرت عثمان رضؓ وضو کر چکے تو انہوں نے کہا قسم اللہ کی میں تم سے ایک حدیث بیان کرتا ہوں قسم اللہ کی اگر اللہ کی کتاب میں ایک آیت نہ ہوتی تو میں اس حدیث کو تم سے بیان نہ کرتا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے جو شخص اچھی طرح وضو کرے پھر نماز پڑھے تو اس کے وہ گناہ بخش دیئے جائیں گے جو اس نماز کے بعد سے دوسری نماز تک ہوں گے۔ عروہ نے کہا وہ آیت یہ ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى اِلٰى قَوْلِهِ اللّٰعِنُوْنَ ۝

عَنْ عَمْرِو بْنِ سَعِيْدِ ابْنِ الْعَاصِ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ عُثْمَانَ فَدَعَا بِطَهُوْرٍ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنِ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ تَحْضُرُهٗ صَلٰوةٌ مَّكْتُوْبَةٌ فَيُحْسِنُ وُضُوْءَهَا وَخُشُوْعَهَا وَرُكُوْعَهَا اِلَّا كَانَتْ كَفَّارَةً لِّمَا قَبْلَهَا مِنَ الذُّنُوْبِ مَا لَمْ يُؤْتِ كَبِيْرَةً وَّذٰلِكَ الدَّهْرَ كُلَّهٗ۔

ترجمہ۔ عمرو بن سعید بن عاص سے روایت ہے میں حضرت عثمان رضؓ کے پاس بیٹھا تھا انہوں نے وضو کا پانی منگوایا پھر کہا میں نے سنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ فرماتے تھے جو کوئی مسلمان فرض نماز کا وقت پائے پھر اچھی طرح وضو کرے اور دل لگا کر نماز پڑھے اور اچھی طرح رکوع (اور سجدہ) کرے تو یہ نماز اس کے اگلے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گی جب تک کبیرہ گناہ نہ کرے اور ہمیشہ ایسا ہی ہوا کرے گا۔

فائدہ۔ یعنی اس نماز اور وضو کی وجہ سے صغیرہ گناہ سب معاف ہو جائیں گے اور کبیرہ گناہ معاف نہ ہونگے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ صغیرہ ہی اسوقت تک معاف ہونگے جبتک کبیرہ گناہ نہ کرے اگرچہ حدیث سے یہ احتمال ہوتا ہے مگر سیاق حدیث اس احتمال کا انکار کرتا ہے قاضی

عیاض نے کہا یہ جو اس حدیث میں صغائر کا معاف ہوجانا اور کبائر کا معاف نہ ہونا مذکور ہے اہلِ سنّت کا یہی مذہب ہے اور کبائر توبہ سے معاف ہوتے ہیں یا اللہ تعالٰی کی خاص رحمت اور فضل سے (نووی)

عَنْ حُمْرَانَ مَوْلٰى عُثْمَانَ قَالَ اَتَيْتُ عُثْمَانَ ابْنَ عَفَّانَ بِوَضُوْءٍ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَالَ اِنَّ نَاسًا يَتَحَدَّثُوْنَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَحَادِيْثَ لَا اَدْرِيْ مَا هِيَ اِلَّا اَنِّيْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مِثْلَ وُضُوْئِيْ هٰذَا ثُمَّ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ هٰكَذَا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَكَانَتْ صَلٰوتُهٗ وَمَشْيُهٗ اِلَى الْمَسْجِدِ نَافِلَةً وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ عَبْدَةَ اَتَيْتُ عُثْمَانَ فَتَوَضَّأَ

ترجمہ ۔ حمران سے روایت ہے جو مولٰی تھے عثمان بن عفان رضؓ کے انہوں نے کہا میں عثمان بن عفان کے پاس وضو کا پانی لایا۔ انہوں نے وضو کیا پھر کہا کہ بعض لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسی حدیثیں نقل کرتے ہیں جن کو میں نہیں جانتا، پر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ نے وضو کیا اس طرح جیسے میں نے وضو کیا پھر فرمایا جو شخص اس طرح وضو کرے گا اس کے اگلے گناہ بخش دئے جائیں گے اور اس کو نماز کا اور مسجد میں جانے کا الگ ثواب ہوگا۔ ابن عبدہ کی روایت میں یوں ہے کہ حمران نے کہا میں عثمان کے پاس آیا انہوں نے وضو کیا (یعنی پانی لانیکا ذکر نہیں)۔

عَنْ اَبِيْ اَنَسٍ اَنَّ عُثْمَانَ تَوَضَّأَ بِالْمَقَاعِدِ فَقَالَ اَلَا اُرِيْكُمْ وُضُوْءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ثُمَّ تَوَضَّأَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا وَزَادَ قُتَيْبَةُ فِيْ رِوَايَتِهٖ قَالَ سُفْيَانُ قَالَ اَبُو النَّضْرِ عَنْ اَبِيْ اَنَسٍ قَالَ وَعِنْدَهٗ رِجَالٌ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

ترجمہ ۔ ابوانس (مالک بن ابی عامر اصبحی مدنی جو دادا ہیں امام مالک کے) سے روایت ہے کہ حضرت عثمان رضؓ نے وضو کیا مقاعد میں پھر کہا کیا میں تم کو دکھلاؤں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وضو پھر وضو کیا تین تین بار قتیبہ کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ جس وقت حضرت عثمان رضؓ نے یہ حدیث بیان کی اُس وقت اُن کے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کئی اصحاب موجود تھے۔

فائدہ ۔ مقاعد اُن دکانوں کو کہتے تھے جو حضرت عثمان کے گھر کے پاس تھیں اور بعضوں نے کہا مقاعد زینہ اور سیڑھی کو کہتے ہیں اور بعضوں نے کہا وہ مقام جو انہوں نے کام کاج کے لئے بیٹھنے کا قرار دیا تھا۔ نووی نے کہا یہ حدیث اصل عظیم ہے اس مسئلہ کی کہ وضو میں ہر ایک کام تین تین بار کرنا چاہیئے۔ اور اوپر بیان کر چکے کہ تین بار بجا لانا سنت ہے بالاجماع اور واجب

ایک ہی بار ہے اور امام شافعیؒ کا استدلال اسی حدیث سے ہے کہ سر کا مسح بھی تین بار سنت ہے جیسے اور اعضاء کا دھونا اور اس باب میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں جن کی صحت اور ضعف کو میں نے شرح مہذب میں بیان کیا ہے۔ اور انہوں نے (یعنی صحابہ نے) اس حدیث کو تسلیم کیا کسی نے انکار نہیں کیا۔ بیہقی کی روایت میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب سے فرمایا کیا تم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں (نووی)

عَنْ حُمْرَانَ ابْنِ اَبَانٍ قَالَ كُنْتُ اَضَعُ لِعُثْمَانَ طَهُوْرَهٗ فَمَا اَتٰى عَلَيْهِ يَوْمٌ اِلَّا وَهُوَ يُفِيْضُ عَلَيْهِ نُطْفَةً وَقَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عِنْدَ انْصِرَافِنَا مِنْ صَلٰوتِنَا هٰذِهٖ فَقَالَ مِسْعَرٌ اُرَاهَا الْعَصْرَ فَقَالَ مَا اَدْرِيْ اُحَدِّثُكُمْ بِشَيْءٍ اَوْ اَسْكُتُ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ كَانَ خَيْرًا فَحَدِّثْنَا وَاِنْ كَانَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يَتَطَهَّرُ فَيُتِمُّ الطُّهُوْرَ الَّذِيْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَيُصَلِّيْ هٰذِهِ الصَّلَوٰتِ الْخَمْسَ اِلَّا كَانَتْ كَفَّارَاتٍ لِّمَا بَيْنَهُنَّ۔

ترجمہ۔ حمران بن ابان سے روایت ہے میں حضرت عثمان رضؓ کے لئے طہارت کا پانی رکھا کرتا تھا وہ ہر روز ایک تھوڑے پانی سے نہا لیا کرتے (یعنی غسل کر لیتے واسطے تکمیل طہارت اور زیادتی ثواب کے) حضرت عثمان رضؓ نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے حدیث بیان کی جب ہم اس نماز سے فارغ ہوئے۔ مسعر نے کہا (جو اس حدیث کا راوی ہے) میں سمجھتا ہوں وہ عصر کی نماز تھی آپ نے فرمایا میں نہیں جانتا تم سے ایک حدیث بیان کروں یا چپ رہوں۔ ہم نے کہا کہ یا رسول اللہ اگر بہتری کی بات ہو تو بیان کیجئے اور جو بہتر نہ ہو تو اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا جو مسلمان طہارت کرے پھر پوری طہارت کرے جس کو اللہ تعالےٰ نے فرض کیا ہے اور پانچوں نمازیں پڑھے اس کے وہ گناہ معاف ہو جائیں گے جو ان نمازوں کے بیچ میں کرے گا۔

فائدہ یعنی معلوم نہیں اس حدیث کا بیان کرنا مصلحت ہے یا نہ بیان کرنا۔ پھر آپ کو معلوم ہو گیا کہ بیان کرنا مصلحت ہے اس لئے آپ نے بیان کر دیا کہ اُن کو رغبت پیدا ہو طہارت میں اور عبادات کی سب قسم میں۔ اور پہلے آپ نے بیان کرنے میں تامل کیا اس خیال سے کہ لوگ اس پر تکیہ نہ کر لیں بعد میں بیان کرنا مناسب سمجھا۔ (نووی)

بہتری کی بات سے یہ مراد ہے کہ ہماری خوشی کی بات ہو جس سے ہم کو رغبت پیدا ہو اچھے اعمال میں یا ڈر پیدا ہو گناہ سے اور جو اس قسم کی حدیث نہ ہو تو اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے یعنی آپ اپنی رائے پر عمل کیجئے اگر مناسب سمجھئے تو بیان فرمائیے ورنہ خیر (نووی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر طہارت میں صرف فرضوں کو ادا کرے اور سنن اور مستحبات

کو چھوڑ دیوے جب بھی یہ فضیلت حاصل ہو جائے گی یعنی گناہوں کی مغفرت اگرچہ سنتوں کے ادا کرنے سے اور زیادہ گناہ معاف ہوں گے اور ثواب زیادہ ہو گا (نووی)

عَنْ جَامِعِ ابْنِ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ حُمْرَانَ ابْنَ اَبَانٍ يُحَدِّثُ اَبَا بُرْدَةَ ابْنَ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَتَمَّ الْوُضُوْءَ كَمَا اَمَرَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فَالصَّلَوَاتُ الْمَكْتُوْبَاتُ كَفَّارَاتٌ لِّمَا بَيْنَهُنَّ هٰذَا حَدِيْثُ ابْنِ مُعَاذٍ وَّلَيْسَ فِىْ حَدِيْثِ غُنْدَرٍ فِىْ اِمَارَةِ بِشْرٍ وَّلَا ذِكْرُ الْمَكْتُوْبَاتِ.

ترجمہ۔ جامع بن شداد سے روایت ہے اُنہوں نے کہا میں نے حمران بن ابان سے سُنا وہ حدیث بیان کرتے تھے ابو بردہ سے بشر کی حکومت میں (یعنی اس کی حکومت کے زمانے میں) کہ عثمان بن عفان رضؓ نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص پُورا کرے وضو کو جس طرح اللہ نے حکم کیا ہے تو اس کی فرض نمازیں کفارہ ہونگی ان کے گناہوں کی جو ان کے بیچ میں کرے یہ روایت ہے ابن معاذ کی اور غندر کی روایت میں یہ عبارت نہیں (بشر کی امارت میں) نہ فرض نمازوں کا بیان ہے۔

عَنْ حُمْرَانَ مَوْلٰى عُثْمَانَ قَالَ تَوَضَّاَ عُثْمَانُ ابْنُ عَفَّانَ يَوْمًا وُّضُوْءًا حَسَنًا ثُمَّ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ قَالَ مَنْ تَوَضَّاَ هٰكَذَا ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الْمَسْجِدِ لَا يَنْهَزُهٗ اِلَّا الصَّلٰوةُ غُفِرَ لَهٗ مَا خَلَا مِنْ ذَنْبِهٖ.

ترجمہ۔ حمران سے روایت ہے جو مولی تھے عثمان بن عفان کے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک دن اچھی طرح وضو کیا پھر کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ نے وضو کیا اچھی طرح بعد اس کے فرمایا جو شخص اس طرح وضو کرے بعد اس کے مسجد میں جائے لیکن نماز ہی کے لئے اُٹھے (یعنی اور کوئی کام کی نیت نہ ہو بلکہ خالص نماز ہی کے قصد سے اُٹھے) تو اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

عَنْ عُثْمَانَ ابْنِ عَفَّانَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ تَوَضَّاَ لِلصَّلٰوةِ فَاَسْبَغَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ مَشٰى اِلَى الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ فَصَلَّاهَا مَعَ النَّاسِ اَوْ مَعَ الْجَمَاعَةِ اَوْ فِى الْمَسْجِدِ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ ذُنُوْبَهٗ.

ترجمہ۔ حضرت عثمان بن عفان رضؓ سے روایت ہے اُنہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا آپ فرماتے تھے جو شخص نماز کے لئے پُورا وضو کرے پھر فرض نماز کے لئے (مسجد کو) چلے اور لوگوں کے ساتھ یا جماعت سے یا مسجد میں پڑھے تو اللہ اس کے گناہ بخشدیگا۔

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے رسول اللہ

اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ الصَّلَوٰتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَۃُ اِلَی الْجُمُعَۃِ کَفَّارَاتٌ لِمَا بَیْنَھُنَّ مَالَمْ تُغْشَ الْکَبَائِرُ۔
عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ الصَّلَوٰتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَۃُ اِلَی الْجُمُعَۃِ وَرَمَضَانُ اِلٰی رَمَضَانَ مُکَفِّرَاتٌ مَابَیْنَھُنَّ اِذَا اجْتُنِبَ الْکَبَائِرُ۔

صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پانچوں نمازیں اور جمعہ جمعہ تک کفارہ ہیں اُن گناہوں کا جو ان کے بیچ میں ہوں جب تک کبیرہ گناہ نکرے۔
ترجمہ۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ پانچوں نمازیں اور جمعہ جمعہ تک اور رمضان رمضان تک کفارہ ہوجاتے ہیں اُن گناہوں کا جو ان کے بیچ میں ہوں بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے بچے۔

بَابُ الذِّکْرِ الْمُسْتَحَبِّ عَقِبَ الْوُضُوْءِ

وضو کے بعد کیا پڑھنا چاہیئے

عَنْ عُقْبَۃَ ابْنِ عَامِرٍ قَالَ کَانَتْ عَلَیْنَا رِعَایَۃُ الْاِبِلِ فَجَاءَتْ نَوْبَتِیْ فَرَوَّحْتُھَا بِعَشِیٍّ فَاَدْرَکْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ قَائِمًا یُحَدِّثُ النَّاسَ فَاَدْرَکْتُ مِنْ قَوْلِہٖ مَامِنْ مُسْلِمٍ یَتَوَضَّأُ فَیُحْسِنُ وُضُوْءَہٗ ثُمَّ یَقُوْمُ فَیُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ مُقْبِلٌ عَلَیْھِمَا بِقَلْبِہٖ وَوَجْھِہٖ اِلَّا وَجَبَتْ لَہُ الْجَنَّۃُ قَالَ فَقُلْتُ مَا اَجْوَدَ ھٰذِہٖ فَاِذَا قَائِلٌ بَیْنَ یَدَیَّ یَقُوْلُ الَّتِیْ قَبْلَھَا اَجْوَدُ فَنَظَرْتُ فَاِذَا عُمَرُ قَالَ اِنِّیْ قَدْ رَاَیْتُکَ جِئْتَ اٰنِفًا قَالَ مَامِنْکُمْ مِنْ اَحَدٍ یَتَوَضَّأُ فَیُبْلِغُ اَوْ یُسْبِغُ الْوُضُوْءَ ثُمَّ یَقُوْلُ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ

ترجمہ۔ عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے ہم لوگوں کو اونٹ چرانے کا کام تھا میری باری آئی تو میں اونٹوں کو چرا کر شام کو ان کے رہنے کی جگہ لیکر آیا تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے لوگوں کو وعظ سُنا رہے ہیں آپ نے فرمایا جو مسلمان اچھی طرح سے وضو کرے پھر کھڑا ہوکر دو رکعتیں پڑھے اپنے دل کو اور منہ کو لگاکر (یعنی ظاہراً اور باطناً متوجہ رہے نہ دل میں اور کوئی دُنیا کا خیال لائے نہ منہ ادھر اُدھر پھیرلے) اس کے لئے جنت واجب ہو جائے گی۔ میں نے کہا کیا عمدہ بات فرمائی (جس کا ثواب اس قدر بڑا ہے اور محنت بہت کم ہے) ایک شخص میرے سامنے تھا وہ بولا پہلی بات اس سے بھی عمدہ تھی۔ میں نے دیکھا تو وہ عمرؓ تھے۔ انہوں نے کہا میں سمجھتا ہوں تو ابھی آیا۔ آپ نے فرمایا جو کوئی تم میں سے وضو کرے اچھی طرح پورا وضو پھر کہے اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ یعنی گواہی دیتا ہوں میں کوئی عبادت کے لائق

وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ اِلَّا فُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةِ يَدْخُلُ مِنْ اَيِّهَا شَاءَ۔

نہیں سوائے اللہ کے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے ہیں اور بھیجے ہوئے ہیں۔ کھولے جائیں گے اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے جس میں سے چاہے جائے۔

فائدہ ۔ وضو کے بعد یہ کلمہ پڑھنا مستحب ہے بالاتفاق اور ترمذی کی روایت میں اس کے بعد اتنا اور زیادہ ہے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ اور نسائی نے اپنی کتاب عمل الیوم واللیلہ میں روایت کیا ہے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ غسل کے بعد بھی ان کا پڑھنا مستحب ہے (نووی)

بَابٌ اٰخَرُ فِيْ صِفَةِ الْوُضُوْءِ

دوسرا باب وضو کی ترکیب میں

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ زَيْدِ ابْنِ عَاصِمٍ الْاَنْصَارِيِّ وَكَانَتْ لَهٗ صُحْبَةٌ قَالَ قِيْلَ لَهٗ تَوَضَّاْ لَنَا وُضُوْءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا بِاِنَاءٍ فَاَكْفَاَ مِنْهُ عَلٰى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثَلَاثًا ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهٗ فَاسْتَخْرَجَهَا فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفٍّ وَّاحِدَةٍ فَفَعَلَ ذٰلِكَ ثَلَاثًا ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهٗ فَاسْتَخْرَجَهَا فَغَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلَاثًا ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهٗ فَاسْتَخْرَجَهَا فَغَسَلَ يَدَيْهِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهٗ فَاسْتَخْرَجَهَا فَمَسَحَ بِرَاْسِهٖ فَاَقْبَلَ بِيَدَيْهِ وَاَدْبَرَ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا كَانَ وُضُوْءُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ ۔ عبداللہ بن زید بن عاصم انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ صحابی تھے۔ ان سے لوگوں نے کہا کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سا وضو کر کے بتلاؤ۔ انہوں نے ایک برتن (پانی کا) منگوایا۔ اس کو جھکا کر پہلے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالا (اس سے معلوم ہوا کہ وضو کے شروع میں دونوں پہنچوں کا دھونا مستحب ہے پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے) اور دھویا ان کو تین بار پھر ہاتھ برتن کے اندر ڈالا اور باہر نکالا اور ایک ہی چلو سے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا تین بار ایسا کیا پھر ہاتھ ڈالا اور باہر نکالا اور منہ کو تین بار دھویا (بخاری کی روایت میں ہے دونوں چلو ملا کر پانی لیا اور تین بار منہ دھویا) پھر باہر نکالا اور سر پر مسح کیا پہلے دونوں ہاتھوں سے سامنے لے گئے پھر پیچھے سے لے گئے پھر دونوں پاؤں دھوئے ٹخنوں تک بعد اس کے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح وضو کرتے تھے

فائدہ ۔ اور ایک روایت میں صحیح بخاری کی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یوں آتا ہے کہ ہاتھ ڈال کر ایک چلو لیا پھر اس کو دوسرے ہاتھ پر جھکایا اور منہ دھویا۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا ہی وضو کرتے دیکھا اور سنن ابوداؤد اور بیہقی میں حضرت
علی رضا سے روایت ہے کہ دونوں ہاتھ برتن میں ڈالے اور پانی کا چلو لیکر منہ پر مارا تو ان حدیثوں
میں کسی میں ایک ہاتھ ڈالنا منقول ہے اور کسی میں دو ہاتھ ڈالنا اور کسی میں ایک ہاتھ کے ساتھ
دوسرے کو ملا لینا۔ یہ تین صورتیں ہیں لیکن صحیح اور مشہور یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں سے پانی
لیوے تاکہ منہ اچھی طرح دھویا جائے۔ ایسا ہی کہا امام شافعی اور مزنی نے۔ ہمارے اصحاب نے
کہا ہے کہ منہ دھونے میں اوپر کی جانب سے شروع کرے۔ (نووی)

نووی نے کہا اس حدیث سے یہ بات نکلی کہ ایک عضو کو دو بار اور ایک کو تین بار دھونا
درست ہے اور شاید یہ جواز کے لئے ہو۔ نووی نے کہا سر کے مسح میں دونوں ہاتھوں کا سامنے
سے لیجانا اور پھر پیچھے سے واپس لے آنا یہ مستحب ہے باتفاق علماء اس لئے کہ ایسا کرنے سے
سارے سر پر ہاتھ پھر جاتا ہے۔ ہمارے اصحاب نے کہا یہ اس شخص کے لئے ہے جس کے سر پر
بال ہوں کھلے ہوئے اور اگر بال نہ ہوں یا جوڑا بندھا ہو تو دوبارہ ہاتھ لیجانے میں کوئی فائدہ
نہیں۔ اور اس حدیث سے یہ بات نہیں نکلتی ہے کہ سارے سر کا مسح واجب ہے اس لئے کہ
اس میں کمال کا بیان ہے نہ وجوب کا۔

وضو اور غسل میں علاوہ اخروی ثواب کے دنیاوی فائدے بہت ہیں۔ اطباء نے کہا ہے
کہ انسان کے بدن پر ہر روز گرد و غبار ایسا جمتا ہے جسکی وجہ سے مسامات بدن کے بند ہو جاتے
ہیں اس میل کچیل صاف کرنا حفظ صحت کے لئے نہایت ضروری ہے۔ شریعت محمدیہ نے ایسا
عمدہ قاعدہ باندھا ہے جس کی وجہ سے انسان کو دوسرے تیسرے ہفتے ہر ماہ ضرور ایک بار غسل
کرنا پڑتا ہے جنابت کا جمعہ کا حیض و نفاس کا غسل عیدین کا غسل اور چونکہ ہر روز غسل کی
دقت تھی اور ضرورت بھی نہ تھی اس وجہ سے کہ سارا بدن آدمی کا لباس سے ڈھکا رہتا ہے
اکثر منہ اور دونوں ہاتھ اور پاؤں کھلے رہتے ہیں تو ان کے صاف رکھنے کے لئے وضو مقرر
کیا۔ اب پانچ بار چار بار یا تین بار یا دو بار یا ایک بار تو روز وضو میں ان اعضاء کو دھونا ہوگا۔
البتہ اگر پاؤں موزوں میں چھپے ہوئے ہوں تو ہر بار دھونا ان کا ضروری نہیں بلکہ مقیم کو دن
رات میں ایک بار اور مسافر کو تین دن میں ایک بار کافی ہے۔ اب وضو کے شروع میں تین باتیں
پانی کی آزمائش کے لئے مقرر کیں ہاتھ پہنچوں تک دھونا رنگ دریافت کرنے کے لئے اور کلی
مزہ دریافت کرنے کے لئے اور ناک میں پانی ڈالنا بو دریافت کرنے کے۔ یہی پانی کے
تینوں اوصاف ہیں جن کا دیکھنا طہارت کے لئے ضروری ہے۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ مَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثًا وَلَمْ يَقُلْ مِنْ كَفٍّ وَّاحِدَةٍ وَّ

ترجمہ - عمرو بن یحییٰ سے اسی اسناد سے روایت ہے اس میں یہ ہے کہ کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا تین بار اور یہ نہیں کہا کہ ایک چلو سے اور آگے سے

زَادَ بَعْدَ قَوْلِهٖ فَاَقْبَلَ بِهِمَا وَاَدْبَرَ بَدَءَ بِمُقَدَّمِ رَاْسِهٖ ثُمَّ ذَهَبَ بِهِمَا اِلٰى قَفَاهُ ثُمَّ رَدَّهُمَا حَتّٰى رَجَعَ اِلَى الْمَكَانِ الَّذِىْ بَدَءَ مِنْهُ وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ

لے گئے اور پیچھے سے لے گئے کے بعد اتنا زیادہ کیا کہ پہلے سر کا مسح آگے سے شروع کیا اور گدی تک لے گئے پھر پھیر کر لائے دونوں ہاتھوں کو) اسی مقام پر جہاں سے شروع کیا تھا اور دونوں پاؤں دھوئے

فائدہ شیعوں نے پاؤں کے دھونے کے عوض ان کا مسح معمول کیا ہے حالانکہ پاؤں پر جس قدر گرد و غبار پڑتا ہے اور نجاست کے لگنے کا احتمال ہوتا ہے منہ اور ہاتھوں پر اتنا نہیں پھر اُن کا دھونا بھی مقتضائے عقل ہے اور یہی ثابت ہے احادیث صحیحہ مشہورہ سے اور لطف یہ کہ جب پاؤں موزہ میں ہوں تو موزوں پر مسح کو ناجائز قرار دیں اور جب پاؤں کھلا ہو تو اس کا دھونا ضروری نہ سمجھیں۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ زَيْدِ ابْنِ عَاصِمٍ الْمَازِنِىِّ يَذْكُرُ اَنَّهٗ رَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ فَمَضْمَضَ ثُمَّ اسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلَاثًا وَيَدَهُ الْيُمْنٰى ثَلَاثًا وَالْاُخْرٰى ثَلَاثًا وَمَسَحَ بِرَاْسِهٖ بِمَاءٍ غَيْرِ فَضْلِ يَدَيْهِ وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ حَتّٰى اَنْقَاهُمَا

ترجمہ - عبداللہ بن زید بن عاصم سے روایت ہے اُنہوں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو آپ نے وضو کیا پھر کلی کی پھر ناک میں پانی ڈالا پھر منہ دھویا تین بار اور داہنا ہاتھ تین بار اور بایاں ہاتھ تین بار اور سر پر مسح کیا نیا پانی لے کر (نہ اُس پانی سے جو ہاتھ میں لگا تھا) اور دونوں پاؤں دھوئے یہاں تک کہ ان کو صاف کیا۔

بَابُ الْاِيْتَارِ فِى الْاِسْتِنْثَارِ وَالْاِسْتِجْمَارِ

ناک میں پانی ڈالنا اسی طرح استنجا کرنا طاق مرتبہ بہتر ہے

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اسْتَجْمَرَ اَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَجْمِرْ وِتْرًا وَاِذَا تَوَضَّاَ اَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ فِىْ اَنْفِهٖ مَاءً ثُمَّ لِيَنْتَثِرْ۔

ترجمہ - ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا جب کوئی تم میں سے پاخانہ کی جگہ کو ڈھیلوں سے صاف کرے تو طاق ڈھیلوں سے صاف کرے اور جب کوئی تم میں سے وضو کرے تو ناک میں پانی ڈالے پھر ناک چھنکے۔

فائدہ - یعنی تین یا پانچ یا سات ڈھیلوں سے اور بعضوں نے استجمار کے معنی دھونی کے لئے ہیں یعنی طاق بار خوشبو لیوے لیکن صحیح وہی ہے جو ترجمہ میں مذکور ہوا ہے اور مقصود یہ ہے کہ

ڈھیلوں سے پونچھنا طاق بار ہو یعنی تین یا پانچ بار یا زیادہ اور ہمارا مذہب یہ ہے کہ تین سے زیادہ مستحب ہے اور حاصل مذہب کا یہ ہے کہ صاف کرنا واجب ہے اور تین پورے کرنا بھی واجب ہے اگر تین سے صفائی ہو گئی تو اب زیادہ لینا واجب نہیں۔ اگر صفائی نہ ہوئی تو اور لینا چاہیئے پھر اگر طاق عدد ہو گیا تو اب زیادہ نہ لیوے اور جو جفت ہوا جیسے چار یا چھ تو طاق کر لینا مستحب ہے اور ہمارے بعض اصحاب نے کہا کہ طاق لینا واجب ہے بدلیل اس حدیث کے اور جمہور کی دلیل وہ حدیث ہے جو سنن میں مروی ہے کہ جس نے طاق لیا تو اچھا کیا اور جس نے طاق بار نہ لیا تو بھی کچھ حرج نہیں۔ (نووی)

عَنْ هَمَّامِ ابْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا بِهٖ اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا تَوَضَّاَ اَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَنْشِقْ بِمَنْخَرَيْهِ مِنَ الْمَاءِ ثُمَّ لِيَسْتَنْثِرْ۔

ترجمہ۔ ہمام بن منبہ سے روایت ہے ابوہریرہؓ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنکر یہ حدیثیں ہم سے بیان کیں پھر انہوں نے ذکر کیا کئی حدیثوں کو ایک ان میں سے یہ بھی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی تم میں سے وضو کرے تو دونوں نتھنوں کو صاف کرے پانی سے پھر ناک چھنکے۔

فائدہ۔ نووی نے کہا اس حدیث میں دلیل ہے اس شخص کی جو ناک چھنکنا واجب کہتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَوَضَّاَ فَلْيَسْتَنْثِرْ وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوْتِرْ۔

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا جو شخص وضو کرے تو ناک میں پانی ڈالے اور جو شخص استنجا کرے تو طاق بار کرے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اسْتَيْقَظَ اَحَدُكُمْ مِّنْ مَّنَامِهٖ فَلْيَسْتَنْثِرْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَبِيْتُ عَلٰى خَيَاشِيْمِهٖ۔

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی جاگے تو ناک چھنکے تین بار اس لئے کہ شیطان اس کے بانسے پر رہتا ہے یا ناک میں

فائدہ۔ قاضی عیاض نے کہا احتمال ہے کہ حقیقتاً شیطان ناک میں رہتا ہے کیونکہ ناک میں سے راستہ دل تک جاتا ہے اور اس پر کچھ پردہ بھی نہیں ہے اور حدیث میں ہے کہ شیطان ڈھانپی ہوئی چیز کو نہیں کھولتا اسی لئے جائی میں منہ بند کرنے کا حکم ہے تاکہ شیطان منہ کے اندر نہ گھس جاوے اور احتمال ہے کہ شیطان سے مراد مجازاً غبار ہو یا ناک کا رینٹ وغیرہ (نووی)

عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا

ترجمہ۔ جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب

اسْتَجْمَرَ اَحَدُكُمْ فَلْيُوتِرْ

کوئی تم میں سے استنجا کرے تو طاق بار کرے۔

بَابُ وُجُوْبِ غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ بِكَمَالِهِمَا

پاؤں دھونا واجب ہے

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يَوْمَ تُوُفِّيَ سَعْدُ ابْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ فَدَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِيْ بَكْرٍ فَتَوَضَّاَ عِنْدَهَا فَقَالَتْ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ اَسْبِغِ الْوُضُوْءَ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَيْلٌ لِّلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ

ترجمہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس عبدالرحمٰن بن ابی بکر گئے جس دن سعد بن ابی وقاص رضؓ نے انتقال کیا تو انہوں نے وضو کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اے عبدالرحمٰن وضو کو پورا ہیں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ فرماتے تھے خرابی ہے ایڑیوں والوں کے لئے جہنم کی آگ سے

فائدہ۔ نووی نے کہا امام مسلم کی غرض اس حدیث کے لانے سے یہ ہے کہ پاؤں کو دھونا واجب ہے اور مسح کافی نہیں۔ اور اس مسئلہ میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے کئی مذہب ہیں مگر جس کو فقہاء کی ایک جماعت اور اہل فتوے نے ہر ایک زمانہ اور ہر ایک شہر میں اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ دونوں پاؤں کا ٹخنوں سمیت دھونا واجب ہے اور ان کا مسح کافی نہیں اور دھونے کے ساتھ پھر مسح کرنا ضروری نہیں اور اس کا خلاف کسی معتبر شخص سے منقول نہیں۔ اور شیعہ نے کہا کہ دونوں پاؤں کا مسح واجب ہے۔ اور محمد بن جریر اور جبائی معتزلہ کے امام نے کہا کہ اختیار ہے خواہ مسح کرے دونوں پاؤں پر خواہ ان کو دھوئے۔ اور بعض ظاہریہ نے کہا کہ مسح اور دھونا دونوں واجب ہیں اور ان مخالفین نے جو دلائل بیان کئے ہیں وہ ظاہر نہیں ہیں۔ اور میں نے ان سب کی تفصیل اچھی طرح شرح مہذب میں کی ہے جو کوئی اس کو دیکھے تو کوئی شبہ نہ رہے گا اور یہاں تو ہمارا مقصود یہ ہے کہ حدیث کی شرح بیان کریں نہ مخالفین کی رد و قدح اور مختصر یہ ہے کہ جتنے لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وضو نقل کیا ہے مختلف مقامات اور مختلف حالات میں ان سب نے پاؤں کا دھونا نقل کیا ہے اور یہ جو آپ نے فرمایا خرابی ایڑیوں کی آگ سے۔ اس میں دلیل ہے پاؤں کے دھونے کی ورنہ اس وعید کا کوئی مطلب نہیں نکلتا اور ایک حدیث صحیح ہوئی عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ وضو کیوں کر کرنا چاہیئے؟ آپ نے پانی منگوایا اور دونوں پہنچے دھوئے یہاں تک کہ دونوں پاؤں دھوئے پھر فرمایا وضو اس طرح چاہیئے اور جو کوئی اس سے زیادہ کرے یا کم اس نے برا کیا اور ظلم کیا۔ یہ حدیث صحیح ہے اس کو ابوداؤد وغیرہ نے باسانید صحیحہ نقل کیا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ رَجَعْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکہ

من مكة الى المدينة حتى اذا كنا بماء بالطريق تعجل قوم عند العصر فتوضؤا وهم عجال فانتهينا اليهم واعقابهم تلوح لم يمسها الماء فقال رسول الله صلى الله عليه واله وسلم ويل للاعقاب من النار اسبغوا الوضوء۔

عن عبد الله ابن عمرو قال تخلف عنا النبي صلى الله عليه واله وسلم في سفر سافرناه فادركنا وقد حضرت صلوة العصر فجعلنا نمسح على ارجلنا فنادى ويل للاعقاب من النار۔

عن ابي هريرة ان النبي صلى الله عليه واله وسلم راى رجلا لم يغسل عقبه فقال ويل للاعقاب من النار

عن ابي هريرة انه راى قوما يتوضؤن من المطهرة فقال اسبغوا الوضوء فاني سمعت ابا القاسم صلى الله عليه واله وسلم يقول ويل للعراقيب من النار۔

عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه واله وسلم ويل للاعقاب من النار۔

باب وجوب استيعاب جميع اجزاء محل الطهارة

سے مدینہ کو لوٹے۔ راہ میں ایک جگہ پانی ملا عصر کی نماز کا وقت ہوگیا تھا۔ لوگوں نے جلدی جلدی وضو کیا۔ ہم جو ان کے پاس پہنچے تو انکی ایڑیاں سوکھی معلوم ہوتی تھیں ان پر پانی نہیں لگا تھا تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خرابی ہے ایڑیوں کی آگ سے پورا کرو وضو کو۔

ترجمہ ۔ عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے چھوٹ گئے ایک سفر میں پھر ہم نے پایا آپ کو اور عصر کی نماز کا وقت آگیا تھا ہم مسح کرنے لگے اپنے پاؤں پر آپ نے پکارا خرابی ہے ایڑیوں کی جہنم کی آگ سے۔

ترجمہ ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جس نے وضو میں اپنی ایڑی نہیں دھوئی تھی تو فرمایا خرابی ہے ایڑیوں کی جہنم کی آگ سے۔

ترجمہ ۔ ابوہریرہ رضؓ نے کچھ لوگوں کو دیکھا جو بدھنی سے وضو کر رہے تھے تو کہا پورا کرو وضو کو کیونکہ میں نے سنا ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ فرماتے تھے خرابی ہے کونچوں کو انگارے سے۔

ترجمہ ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خرابی ہے ایڑیوں کی آگ سے۔

وضو میں تمام اعضاء کو وجوباً پورا دھونے کا بیان

عَنْ جَابِرٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اَنَّ رَجُلًا تَوَضَّأَ فَتَرَكَ مَوْضِعَ ظُفُرٍ عَلٰى قَدَمِهٖ فَاَبْصَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ ارْجِعْ فَاَحْسِنْ وُضُوْءَكَ فَرَجَعَ ثُمَّ صَلّٰى۔

ترجمہ ۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے بیان کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہ ایک شخص نے وضو کیا اور ناخن برابر اپنے پاؤں میں سوکھا چھوڑ دیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے دیکھا تو فرمایا جا اور اچھی طرح وضو کر کے آ وہ لوٹ گیا پھر آکر نماز پڑھی

فائدہ ۔ نووی نے کہا اس حدیث سے یہ بات نکلتی ہے کہ اگر وضو میں ایک ذرہ مقام بھی جس کا دھونا واجب ہے سوکھا چھوڑ دے تو وضو درست نہ ہوگا اس پر سب کا اتفاق ہے لیکن تیمم میں اگر کوئی حصہ منہ کا چھوڑ دے اور اس پر ہاتھ نہ پھیرے تو اس میں اختلاف ہے ہمارا اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ تیمم درست نہ ہوگا جیسے وضو درست نہ ہوگا جیسے وضو درست نہیں ہوتا اور ابو حنیفہ رح سے اس میں تین روایتیں ہیں ایک تو یہ کہ اگر آدھے سے کم چھوڑ دے تو درست ہو جائیگا۔ دوسری یہ کہ درم سے کم چھوڑ دے تو درست ہو جائیگا۔ دوسری یہ کہ درم سے کم چھوڑے تو درست ہو جائے گا تیسری یہ کہ اگر چوتھائی سے کم چھوڑے تو درست ہو جائیگا اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی نہ جان کر ایسا کرے جب بھی اس کی طہارت صحیح نہ ہوگی اور جو شخص جاہل ہو اس کو نرمی سے سمجھانا چاہیئے۔ اور بعض لوگ دلیل لائے ہیں اس حدیث سے کہ دونوں پاؤں کا دھونا واجب ہے اور مسح کافی نہیں اور قاضی عیاض نے دلیل کیا ہے اس حدیث کو موالاۃ یعنی پے درپے وضو کرنے کے وجوب پر اس لئے کہ آپ نے اچھی طرح وضو کرا اور یہ نہیں حکم دیا کہ صرف سوکھا جو رہ گیا اسی مقام کو دھولے لاکن یہ استدلال ضعیف ہے یا باطل ہے اس لئے کہ اچھی طرح وضو کرنے کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ اسی وضو کو پورا کرو (انتہٰی)

بَابُ خُرُوْجِ الْخَطَايَا مَعَ مَاءِ الْوُضُوْءِ

وضو کے پانی کے ساتھ گناہوں کے دور ہونے کا بیان

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ اَوِ الْمُؤْمِنُ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ خَرَجَ مِنْ وَّجْهِهٖ

ترجمہ ۔ ابوہریرہ رض سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب بندہ مسلمان یا مومن (یہ شک ہے راوی کا) وضو کرتا ہے اور منہ دھوتا ہے تو اس کے منہ سے وہ سب گناہ (صغیرہ) نکل جاتے ہیں جو اس نے

كُلُّ خَطِيئَةٍ نَظَرَ إِلَيْهَا بِعَيْنَيْهِ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ فَإِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَ مِنْ يَدَيْهِ كُلُّ خَطِيئَةٍ كَانَ بَطَشَتْهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ فَإِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَتْ كُلُّ خَطِيئَةٍ مَشَتْهَا رِجْلَاهُ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ حَتَّى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِنَ الذُّنُوبِ

آنکھوں سے کئے پانی کے ساتھ یا آخری قطرہ کے ساتھ جو منہ سے گرتا ہے یہ بھی شک ہے راوی کا) پھر جب ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے ہاتھوں میں سے ہر ایک گناہ جو ہاتھ سے کیا تھا پانی کے ساتھ یا آخری قطرہ کے ساتھ نکل جاتا ہے پھر جب پاؤں دھوتا ہے تو ہر ایک گناہ جس کو اس نے پاؤں سے چل کر کیا تھا پانی کے ساتھ یا آخری قطرہ کے ساتھ نکل جاتا ہے یہاں تک کہ سب گناہوں سے پاک صاف ہو کر نکلتا ہے۔

نووی نے کہا کہ اس حدیث سے بھی رد ہوتا ہے۔ روافض کا جو پاؤں پر مسح کرتے ہیں۔

عَنْ عُثْمَانَ ابْنِ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ جَسَدِهِ حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَظْفَارِهِ۔

ترجمہ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اچھی طرح وضو کرے تو اس کے گناہ بدن سے نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ ناخنوں کے نیچے سے بھی نکل جاتے ہیں۔

بَابُ اِسْتِحْبَابِ اِطَالَةِ الْغُرَّةِ وَالتَّحْجِيْلِ فِي الْوُضُوْءِ

منہ کو زیادہ دھونا اس قدر کہ سر کے سامنے کا حصہ بھی دھل جائے اسی طرح ہاتھوں اور پاؤں کو کہنیوں اور ٹخنوں کے پار تک دھونا مستحب ہے

فائدہ۔ نووی نے کہا علماء نے اختلاف کیا ہے کہ مستحب کہاں تک دھونا ہے۔ بعضوں نے کہا کہنیوں اور ٹخنوں سے بڑھ کر دھونا چاہیئے کتنا بڑھائے؟ اس کی کوئی حد نہیں۔ بعضوں نے کہا آدھے بازو تک مستحب ہے اسی طرح پنڈلی تک۔ بعضوں نے کہا مونڈھوں اور گھٹنوں تک دھونا مستحب ہے اور اس باب میں جو حدیثیں مذکور ہیں وہ اس بات کی تائید کرتی ہیں اور یہ جو امام ابوالحسن بن بطال مالکی اور قاضی عیاض نے دعویٰ کیا ہے کہ کہنی اور ٹخنے سے بڑھانا باتفاق علماء مستحب نہیں ہے۔ یہ دعویٰ باطل ہے اور کیوں کر یہ دعویٰ صحیح ہوگا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس کے خلاف ثابت ہے۔ اور ہمارا مذہب یہی ہے جو ان حدیثوں سے ثابت ہے اور جس نے خلاف کیا ہے اس پر یہ حدیثیں حجت ہیں اور

یہ جو ایک حدیث میں مروی ہے کہ جس نے اس سے بڑھایا گھٹایا تو اس نے برا کیا اور ظلم کیا۔ مراد اس سے تعداد میں بڑھانا اور گھٹانا ہے۔ انتہے۔

عَنْ نُعَيْمِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُجْمِرِ قَالَ رَأَيْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَتَوَضَّأُ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ فَأَسْبَغَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى حَتّٰى أَشْرَعَ فِي الْعَضُدِ ثُمَّ يَدَهُ الْيُسْرٰى حَتّٰى أَشْرَعَ فِي الْعَضُدِ ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهٗ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى حَتّٰى أَشْرَعَ فِي السَّاقِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى حَتّٰى أَشْرَعَ فِي السَّاقِ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ وَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ أَنْتُمُ الْغُرُّ الْمُحَجَّلُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنْ إِسْبَاغِ الْوُضُوْءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ فَلْيُطِلْ غُرَّتَهٗ وَتَحْجِيْلَهٗ۔

ترجمہ۔ نعیم بن عبداللہ مجمر سے روایت ہے کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا وضو کرتے ہوئے انہوں نے منہ دھویا تو اس کو پورا دھویا پھر داہنا ہاتھ دھویا یہاں تک کہ بازو کا ایک حصہ دھویا پھر بایاں ہاتھ دھویا یہاں تک کہ بازو کا ایک حصہ دھویا۔ پھر بایاں پاؤں دھویا یہاں تک کہ پنڈلی کا بھی ایک حصہ دھویا پھر کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا ہی وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہاری پیشانیاں اور ہاتھ پاؤں سفید (نورانی) ہوں گے قیامت کے وضو پورا کرنے کی وجہ سے پھر جو کوئی تم میں سے اپنے منہ اور ہاتھ پاؤں کا دھونا بڑھا سکے تو بڑھائے۔

عَنْ نُعَيْمِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهٗ رَأٰى أَبُوْ هُرَيْرَةَ يَتَوَضَّأُ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ وَيَدَيْهِ حَتّٰى كَادَ يَبْلُغُ الْمَنْكِبَيْنِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ حَتّٰى رَفَعَ إِلَى السَّاقَيْنِ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ أُمَّتِيْ يَأْتُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنْ أَثَرِ الْوُضُوْءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يُطِيْلَ غُرَّتَهٗ فَلْيَفْعَلْ۔

ترجمہ۔ نعیم بن عبداللہ سے روایت ہے انہوں نے دیکھا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے ہوئے انہوں نے منہ دھویا اور دونوں ہاتھ دھوئے یہاں تک کہ مونڈھوں تک پہنچ گئے پھر دونوں پاؤں دھوئے یہاں تک کہ پنڈلیوں تک پہنچے بعد اس کے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے میری امت کے لوگ قیامت کے دن سفید منہ اور سفید ہاتھ پاؤں والے ہو کر آویں گے وضو کے نشان سے پھر جو کوئی تم میں سے اپنے منہ کو زیادہ دھو سکے وہ دھووے۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

حَوْضِیْ اَبْعَدُ مِنْ اَیْلَةَ مِنْ عَدَنٍ لَهُوَ اَشَدُّ بَیَاضًا مِّنَ الثَّلْجِ وَاَحْلٰی مِنَ الْعَسَلِ بِاللَّبَنِ وَلَاٰنِیَتُهٗ اَکْثَرُ مِنْ عَدَدِ النُّجُوْمِ وَاِنِّیْ لَاَصُدُّ النَّاسَ عَنْهُ کَمَا یَصُدُّ الرَّجُلُ اِبِلَ النَّاسِ عَنْ حَوْضِهٖ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَعْرِفُنَا یَوْمَئِذٍ قَالَ نَعَمْ لَکُمْ سِیْمَا لَیْسَتْ لِاَحَدٍ مِّنَ الْاُمَمِ تَرِدُوْنَ عَلَیَّ غُرًّا مُحَجَّلِیْنَ مِنْ اَثَرِ الْوُضُوْءِ۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَرِدُ عَلَیَّ اُمَّتِی الْحَوْضَ وَاَنَا اَذُوْدُ النَّاسَ عَنْهُ کَمَا یَذُوْدُ الرَّجُلُ اِبِلَ الرَّجُلِ عَنْ اِبِلِهٖ قَالُوْا یَا نَبِیَّ اللّٰهِ تَعْرِفُنَا قَالَ نَعَمْ لَکُمْ سِیْمَا لَیْسَتْ لِاَحَدٍ غَیْرِکُمْ تَرِدُوْنَ عَلَیَّ غُرًّا مُحَجَّلِیْنَ مِنْ اٰثَارِ الْوُضُوْءِ وَلَیُصَدَّنَّ عَنِّیْ طَائِفَةٌ مِّنْکُمْ فَلَا یَصِلُوْنَ وَاَقُوْلُ یَا رَبِّ هٰؤُلَاءِ مِنْ اَصْحَابِیْ فَیُجِیْبُنِیْ مَلَکٌ وَهَلْ تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ

میرا حوض اُتنا بڑا ہے جیسے عدن سے ایلہ اس سے بھی زیادہ - اُس کا پانی برف سے زیادہ سفید اور شہد دُودھ سے زیادہ میٹھا ہے اور اُس پر جو برتن رکھے ہوئے ہیں وہ شمار میں تاروں سے زیادہ ہیں اور میں لوگوں کو روکوں گا اُس حوض سے جیسے کوئی دوسرے کے اونٹوں کو اپنے حوض سے روکتا ہے۔ لوگوں نے کہا یارسول اللہ آپ ہم کو پہچان لیں گے اُس دن آپ نے فرمایا البتہ تمہارا نشان ایسا ہوگا جو سوا تمہارے کسی اُمت کے لئے نہ ہوگا۔ تم آؤ گے میرے سامنے سفید ہاتھ پاؤں لے کر وضو کے طفیل سے۔

ترجمہ - ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری اُمت کے لوگ میرے حوض کوثر پر آویں گے اور میں لوگوں کو ہٹاؤنگا اُس پر سے جیسے ایک مرد دُوسرے مرد کے اُونٹوں کو ہٹاتا ہے لوگوں نے کہا یارسول اللہ کیا آپ ہم کو پہچان لیویں گے۔ آپ نے فرمایا ہاں تمہاری نشانی ایسی ہوگی جو کسی اُمت کے پاس نہ ہوگی۔ تم آؤ گے میرے پاس سفید پیشانی اور ہاتھ پاؤں لے کر وضو کی وجہ سے اور ایک گروہ روکا جاوے گا میرے پاس آنے سے۔ وہ مجھ تک نہ آسکے گا تب عرض کرونگا کہ اے پروردگار! یہ تو میرے لوگ ہیں۔ اُس وقت ایک فرشتہ مجھے جواب دے گا تم نہیں جانتے جو ان لوگوں نے تمہارے بعد دُنیا میں نئے نئے کام کئے

فائدہ نووی نے کہا ایک جماعت نے استدلال کیا ہے اس حدیث سے کہ وضو خاص ہے اس اُمت سے اور بعضوں نے کہا کہ وضو اس اُمت سے خاص نہیں پر یہ فضیلت یعنی پیشانی اور ہاتھ پاؤں نورانی ہونا خاص ہوگا قیامت کے دن اس اُمت سے اور دلیل اُن کی دُوسری حدیث ہے جس میں یہ ہے کہ یہ میرا وضو ہے اور مجھ سے پہلے پیغمبروں کا وضو ہے لیکن اوّل جماعت نے دو جواب دئے ہیں ایک تو یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور اس کا ضعف مشہور ہے۔ دُوسرے یہ کہ اگر اس حدیث کو مان لیویں تو اس سے اسی قدر ثابت ہوتا ہے کہ اگلے پیغمبروں

کے لئے بھی وضو تھا پر اگلی اُمتوں کے لئے وضو ثابت نہیں ہوتا۔ انتہے۔

دُوسری روایت میں اتنا زیادہ ہے۔ یہ سُنکر میں کہوں گا تو پھر پرے رہو پرے رہو یعنی دُور ہو نووی نے کہا علماء نے اس مقام پر کئی طرح کی باتیں لکھی ہیں۔ پہلی یہ کہ مراد اُن لوگوں سے منافق ہیں اور جو اسلام سے پھر گئے تو احتمال ہے کہ اُن کا حشر اسی نشان کے ساتھ یعنی سفید مُنہ اور ہاتھ پاؤں کے ساتھ ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نشان کو دیکھ کر ان لوگوں کو مسلمان سمجھیں اس وقت آپ کو جواب ملے گا کہ یہ لوگ اپنی حالت پر نہیں رہے اور انہوں نے تمہارے بعد دین کو بدلدیا یعنی اسلام پر ان کا خاتمہ نہیں ہوا۔ دُوسرے یہ کہ مراد اُن لوگوں سے وہ لوگ ہیں جو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں تھے اور آپ کی حیات میں مسلمان تھے پھر آپ کے بعد اسلام سے پھر گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن لوگوں کو پہچان کر بلائیں گے اگرچہ اُن پر وضو کا نشان نہ ہو گا اس وقت جواب ملیگا یہ لوگ تمہارے بعد اسلام سے پھر گئے تھے۔ تیسرے یہ کہ مراد اُن لوگوں سے گنہگار ہیں جن کا خاتمہ توحید پر ہوا پر کبیرہ گناہوں اور بدعتوں میں مبتلا تھے لیکن بدعت کفر کے درجہ تک نہیں پہنچی تھی۔ اس صورت میں یہ ضروری نہیں کہ یہ لوگ جہنم ہی میں جاویں بلکہ شاید پہلے یہ سزا ان کے جلانے کی ان کو ملے پھر اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے اور وہ جنت میں جا دیں بغیر عذاب کے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان کے مُنہ اور ہاتھ پاؤں سفید نورانی ہوں اور احتمال ہے کہ یہ لوگ آپ کے زمانہ کے بھی ہوں اور آپ کے بعد کے بھی ہوں لیکن آپ ان کو نشان سے پہچان لیویں۔ امام ابن عبدالبر نے کہا جو شخص دین میں نئی بات نکالے وہ حوض کوثر سے راندہ جائے گا جیسے رافضی اور خارجی اور تمام گمراہ فرقے اسی طرح وہ لوگ بھی راندے جائیں گے جو ظلم کرتے ہوں لوگوں کے حق دباتے ہوں حق کو مٹتے ہوں ناحق پھیلاتے ہوں۔ کبیرہ گناہ علانیہ کرتے ہوں اور اس قسم کے سب لوگوں کے لئے بھی ڈر ہے کہ وہ حوض سے راندے جائیں۔ انتہے۔

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ حَوْضِیْ لَاَبْعَدُ مِنْ اَيْلَةَ مِنْ عَدَنٍ وَّالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ اِنِّیْ لَاَذُوْدُ عَنْهُ الرِّجَالَ كَمَا يَذُوْدُ الرَّجُلُ الْاِبِلَ الْغَرِيْبَةَ عَنْ حَوْضِهٖ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَتَعْرِفُنَا قَالَ نَعَمْ تَرِدُوْنَ عَلَیَّ غُرًّا مُّحَجَّلِيْنَ مِنْ اٰثَارِ الْوُضُوْءِ لَيْسَتْ لِاَحَدٍ غَيْرِكُمْ۔

ترجمہ۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرا حوض اتنا بڑا ہے جیسے عدن سے ایلہ (ایک شہر ہے مصر اور شام کے بیچ میں) قسم ہے اس کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے میں لوگوں کو وہاں سے ہٹاؤں گا جیسے کوئی دُوسرے کے اُونٹوں کو اپنے حوض سے ہانکتا ہے لوگوں نے کہا یا رسول اللہ آپ ہم کو پہچانیں گے آپ نے فرمایا تم میرے پاس آؤ گے سفید پیشانی سفید ہاتھ پاؤں وضو کے نشان ہوں گے جو تمہارے سوا اور کسی اُمت پر نہ ہوں گے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ أَتَى الْمَقْبَرَةَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ وَدِدْتُّ أَنَّا قَدْ رَأَيْنَا إِخْوَانَنَا قَالُوا أَوَلَسْنَا إِخْوَانَكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ أَنْتُمْ أَصْحَابِي وَإِخْوَانُنَا الَّذِينَ لَمْ يَأْتُوا بَعْدُ فَقَالُوا كَيْفَ تَعْرِفُ مَنْ لَّمْ يَأْتِ بَعْدُ مِنْ أُمَّتِكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا لَّهُ خَيْلٌ غُرٌّ مُّحَجَّلَةٌ بَيْنَ ظَهْرَيْ خَيْلٍ دُهْمٍ بُهْمٍ أَلَا يَعْرِفُ خَيْلَهُ قَالُوا بَلٰى يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ فَإِنَّهُمْ يَأْتُونَ غُرًّا مُّحَجَّلِينَ مِنَ الْوُضُوءِ وَأَنَا فَرَطُهُمْ عَلَى الْحَوْضِ أَلَا لَيُذَادَنَّ رِجَالٌ عَنْ حَوْضِي كَمَا يُذَادُ الْبَعِيرُ الضَّالُّ أُنَادِيهِمْ أَلَا هَلُمَّ فَيُقَالُ إِنَّهُمْ قَدْ بَدَّلُوا بَعْدَكَ فَأَقُولُ سُحْقًا سُحْقًا۔

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قبرستان میں تشریف لائے تو فرمایا سلام ہے تم پر یہ گھر ہے مسلمانوں کا اور ہم خدا چاہے تو تم سے ملنے والے ہیں میری آرزو ہے کہ ہم اپنے بھائیوں کو دیکھیں (اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نیک بات کی آرزو کرنا درست ہے جیسے علماء اور فضلاء سے ملنے کی) صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا تم تو میرے اصحاب ہو اور بھائی ہمارے وہ لوگ ہیں جو ابھی دنیا میں نہیں آئے صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ آپ کیوں کر پہچانیں گے اپنی امت کے اُن لوگوں کو جن کو آپ نے نہیں دیکھا آپ نے فرمایا بھلا تم دیکھو اگر ایک شخص کی سفید پیشانی سفید ہاتھ پاؤں کے گھوڑے سیاہ مشکی گھوڑوں میں مل جاویں تو وہ اپنے گھوڑے نہیں پہچانے گا۔ صحابہ رضؓ نے کہا بیشک وہ تو پہچان لے گا۔ آپ نے فرمایا تو میری امت کے لوگ سفید مُنہ اور سفید ہاتھ پاؤں رکھتے ہوں گے قیامت کے دن وضو کی وجہ اور میں ان کا پیش خیمہ ہونگا حوض کوثر پر خبردار رہو بعض لوگ میرے حوض پر سے ہٹائے جائیں گے جیسے بھٹکا ہوا اُونٹ ہنکایا جاتا ہے۔ میں اُن کو پکاروں گا آؤ آؤ۔ اُس وقت کہا جائے گا ان لوگوں نے اپنے تئیں بدل دیا تھا۔ آپ کے بعد (یعنی اپنا دین بدل دیا تھا اور کافر ہوگئے تھے یا ان کی حالت بدل گئی بدعت اور ظلم میں گرفتار ہوگئے تھے) تب میں کہوں گا جاؤ دُور ہو دُور ہو۔

فائدہ۔ اگرچہ مرنا یقینی ہے اس میں شک نہیں پر انشاء اللہ آپ نے برکت کیلئے فرمایا اور خدا کا حکم بجالانے کے لئے اُس نے فرمایا تم کسی کام کو جو کل کرنیوالے ہویوں نہ کہو میں کل کروں گا بلکہ یوں کہو کروں گا اگر خدا چاہے اور خطابی نے کہا انشاء اللہ عادت کے طور پر کہا تحسین کلام

کے لئے اور بعضوں نے کہا انشاء اللہ مرنے سے متعلق نہیں ہے بلکہ مومنین کے ساتھ ملنے سے یعنی خدا چاہے تو خاتمہ ہمارا بھی ایمان پر ہوگا اور ہم بھی تم سے ملیں گے اسی جگہ اور بعضوں نے انشاء اللہ کے معنی جس وقت خدا چاہے اور بعضوں نے اور معنی کئے ہیں جو ضعیف ہیں (نووی)

صحابہ نے کہا کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں۔ فرمایا تم تو میرے اصحاب ہو) امام باجی نے کہا اس سے یہ غرض نہیں کہ تم بھائی نہیں ہو بلکہ مقصود یہ ہے کہ تمہارا درجہ تو بھائی اپنے سے زیادہ ہے تم تو صحابی ہو اور بھائی بھی ہو اور جو لوگ ابھی پیدا نہیں ہوئے وہ صرف بھائی ہیں صحابی نہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ قاضی عیاض نے کہا ابن عبدالبر نے اس حدیث سے اور حدیثوں سے استدلال کیا ہے اس امر پر کہ آپ کے بعد کے زمانے کے لوگ بھی فضیلت رکھتے ہیں یہاں تک کہ بعض ان میں کے افضل ہیں بعض صحابہ سے۔ اور یہ جو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بہتر تم میں سے میرے زمانہ کے لوگ ہیں تو اس سے مراد مہاجرین اور انصار ہیں اور وہ بیشک افضل ہیں تمام امت میں لیکن جو شخص حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں رہا ہو یا آپ کو دیکھا ہو اور اس کا کچھ اثر دین میں نہ ہو تو بعد کے زمانہ کا شخص اُس سے افضل ہو سکتا ہے جیسے اور حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے۔ قاضی نے کہا سوا ابن عبدالبر کے اور بعض متکلمین کا بھی یہی مذہب ہے لیکن اکثر علماء اس کے خلاف ہیں اور کہتے ہیں جو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں رہا ایک بار بھی آپ کو دیکھا اس کو صحبت کی فضیلت مل گئی اب اس کے بعد کے زمانہ کا شخص اس کے برابر نہیں ہو سکتا گو کہ کتنا ہی مرتبہ رکھتا ہو اور زہد میں اور دلیل اُن کی حدیث ہے۔ اگر تم میں سے کوئی احد کے برابر سونا خرچ کرے تو صحابہ کے مد یا آدھے مد کے برابر نہیں ہو سکتا۔ تمام ہوا کلام قاضی عیاض کا (نووی)

اس وقت کہا جائے گا ان لوگوں نے اپنے تئیں بدل دیا تھا آپ کے بعد) السراج الوہاج میں ہے اللہ تعالیٰ تباہ کرے رافضیوں کو۔ انہوں نے اُن لوگوں سے صحابہ کرام کو سمجھا ہے مہاجرین اور انصار کو حالانکہ اس حدیث میں رجال کا لفظ ہے نہ صحابہ کا۔ اور اگر لفظ صحابہ کا لفظ ثابت ہو تب بھی مراد وہ لوگ ہیں جو آپ کی وفات کے بعد اسلام سے پھر گئے نہ تمام صحابہ معاذ اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف میں فرمایا وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا ۝ اور فرمایا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ اور فرمایا لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ۔ اس سے یہ نکلتا ہے کہ جو شخص صحابہ سے ناراض ہو کر اُن پر غصہ کرے وہ خود کافر ہے۔ لعنت ہو اللہ کی اس مردود پر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رفیقوں اور جاں نثاروں پر تہمت لگائے اور ان کو اہل بیت رسالت کا بدخواہ جانے اور بھول جاوے ان کی خدمتوں کو جن کی بدولت ہم تک اسلام پہنچا اور جن کی سعی اور کوشش سے آج تک دین کا قیام ہے رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ كُنْتُ خَلْفَ ترجمہ۔ ابو حازم سے روایت ہے کہ میں ابو ہریرہ

اَبِیْ هُرَيْرَةَ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ لِلصَّلٰوةِ فَكَانَ يُمِدُّ يَدَهُ حَتّٰى يَبْلُغَ اِبْطَهُ فَقُلْتُ لَهُ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ مَا هٰذَا الْوُضُوْءُ فَقَالَ يَا بَنِيْ فَرُّوْخَ اَنْتُمْ هَاهُنَا لَوْ عَلِمْتُ اَنَّكُمْ هٰهُنَا مَا تَوَضَّأْتُ هٰذَا الْوُضُوْءَ سَمِعْتُ خَلِيْلِيْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تَبْلُغُ الْحِلْيَةُ مِنَ الْمُؤْمِنِ حَيْثُ يَبْلُغُ الْوُضُوْءُ

کے پیچھے تھا وہ نماز کے لئے وضو کر رہے تھے تو اپنے ہاتھ کو دھوتے تھے لمبا کر کے یہاں تک کہ بغل تک دھویا۔ میں نے کہا اے ابوہریرہ رض یہ کیسا وضو ہے؟ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے فروخ کی اولاد (فروخ ابراہیم ؑ کے ایک بیٹے کا نام ہے جس کی اولاد میں عجم کے لوگ ہیں۔ ابوحازم بھی عجمی تھے) تم یہاں موجود ہو اگر میں جانتا تم یہاں موجود ہو تو میں اس طرح وضو نہ کرتا۔ میں نے سنا اپنے دوست سے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے) آپ فرماتے تھے قیامت کے دن مومن کو وہاں تک زیور پہنایا جاوے گا جہاں تک اُس کا وضو پہنچتا ہو۔

فائدہ۔ (میں اس طرح وضو نہ کرتا) اس لئے کہ تم لوگوں کو اتنا علم نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ تم گمراہ ہو جاؤ اور یہ خیال کرو کہ بغلوں تک ہاتھوں کا دھونا فرض ہے۔ قاضی عیاض نے کہا ابوہریرہ رض کی یہ غرض ہے کہ جو شخص پیشوا ہو اس کو چاہیئے کہ جب کسی ضرورت سے رخصت پر عمل کرے۔ یا وسوسہ کی وجہ سے کسی امر میں مبالغہ کرے یا کوئی خیال رکھتا ہو تو عام لوگوں کے سامنے نہ کرے خصوصاً جاہلوں کے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ بغیر ضرورت کے اس رخصت پر عمل کرنے لگیں یا اس کام کو لازم سمجھ لیں مثل فرض کے۔ (نووی)

بَابُ فَضْلِ اِسْبَاغِ الْوُضُوْءِ عَلَى الْمَكَارِهِ

سختی اور تکلیف کی حالت میں پورا وضو کرنے کا کیا ثواب ہے

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَا يَمْحُو اللّٰهُ بِهِ الْخَطَايَا وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَى الْمَكَارِهِ وَ

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو نہ بتلاؤں وہ باتیں جن سے گناہ مٹ جائیں (یعنی معاف ہو جاویں یا لکھنے والوں کے دفتر سے مٹ جاویں) اور درجے بلند ہوں (جنت کے) لوگوں نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ بتلایئے آپ نے فرمایا پورا کرنا وضو کا سختی اور تکلیف میں (جیسے جاڑے کی شدت میں یا بیماری میں) اور

كَثْرَةُ الْخُطَا إِلَى الْمَسَاجِدِ وَ انْتِظَارِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ۔

بہت ہونا قدموں کا مسجد تک (اس طرح کہ مسجد گھر سے دُور ہو اور بار بار جاوے) اور انتظار کرنا دُوسری نماز کا ایک نماز کے بعد یہی رباط ہے (یعنی نفس کا روکنا عبادت کے لئے یا وہ رباط ہے جو جہاد میں ہوتا ہے جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے (وَرَابِطُوْا)

بَابُ السِّوَاكِ

مسواک کرنے کا بیان

فائدہ - امام نووی نے کہا مسواک کرنا سنّت ہے واجب نہیں کسی وقت نہ نماز کے لئے نہ اور کسی وقت اور اس پر اتفاق کیا تمام معتدبہ علماء نے لیکن شیخ ابو حامد ابو حامد نے داؤد طائی سے اس کا وجوب نقل کیا ہے لیکن کہا انہوں نے مسواک ایسا واجب ہے جس کے ترک سے نماز باطل نہ ہوگی اور اسحاق بن راہویہ سے منقول ہے کہ مسواک واجب ہے۔ اگر قصداً اس کو ترک کریگا تو نماز باطل ہو جائے گی اور ہمارے پچھلے اصحاب نے شیخ ابو حامد کی روایت کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ داؤد کا مذہب یہ ہے کہ مسواک سنّت ہے جیسے جماعت۔ اور اگر داؤد سے مسواک کا وجوب ثابت ہو تب بھی اجماع میں انکی مخالفت ضرر نہ کریگی کس لئے کہ محققین علماء اور اکثر اسی طرف ہیں کہ مسواک سنّت ہے اور اسحاق سے وجوب کی روایت صحیح نہیں ہے پھر مسواک مستحب ہے سب وقتوں میں لیکن پانچ وقت زیادہ مستحب ہے ایک تو نماز کے وقت اگرچہ وضو سے ہو یا تیمم سے۔ دُوسرے وضو کے وقت۔ تیسرے قرآن کی تلاوت کے وقت چوتھے سو کر اُٹھتے وقت۔ پانچویں مُنہ کے تغیر کے وقت۔ اور یہ تغیر یا تو نہ کھانے اور پینے سے ہوتا ہے یا بدبودار چیز کے کھانے سے یا بہت دیر تک چُپ رہنے سے یا بہت باتیں کرنے سے۔ اور امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ مسواک روزہ دار کے لئے مکروہ ہے دوپہر ڈھلنے کے بعد تاکہ روزہ دار کے مُنہ کی بو جو نہ کھانے سے پیدا ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالےٰ کو پسند ہے جاتی نہ رہے اور مستحب ہے کہ مسواک پیلو کی ہو۔ اگر کسی ایسی چیز سے کرے جس سے مُنہ کا تغیر جاتا رہے تو مسواک ادا ہو جائے گی۔ جیسے کھرّے کپڑے سے اور سعد سے یا اشنان سے (اسی طرح منجن سے) اگر اُنگلی سے رگڑے اور اُنگلی نرم ہو تو مسواک ادا نہ ہوگی۔ اور اگر سخت ہو تو اس میں تین قول ہیں۔ ایک تو مشہور ہے وہ یہ کہ کافی نہ ہوگی۔ دُوسرے یہ کہ اگر کوئی اور چیز مسواک کرنے کو نہ ملے تو کافی ہوگی ورنہ کافی نہ ہوگی۔ اور مستحب یہ ہے کہ متوسط لکڑی سے مسواک کرے نہ بہت سُوکھی کہ جس سے مسوڑھے چھل جائیں نہ بالکل گیلی۔ اور مستحب ہے کہ مسواک مُنہ کے عرض میں کرے نہ لمبائی میں۔ ایسا نہو کہ مسوڑھوں کو زخم لگے اور اگر طول میں

مسواک کرے تو سنّت ادا ہوگی لیکن مکروہ ہے۔ اور مسواک کو خوب پھراوے دانتوں کے کنارے اور جڑوں اور تمام حلق ہیں اور نیچے نرمی کے ساتھ اور پہلے داہنی طرف سے شروع کرے۔ اور دُوسرے کی مسواک کرنا اس کی اجازت سے درست ہے اور لڑکے کو لڑکپن سے مسواک کی عادت ڈالیں تاکہ ہو جائے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَفِیْ حَدِیْثِ زُھَیْرٍ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُھُمْ بِالسِّوَاکِ عِنْدَ کُلِّ صَلٰوۃٍ

ترجمہ - ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر مسلمانوں پر شاق (یعنی دُشوار) نہ ہوتا۔ اور زہیر کی روایت میں یوں ہے کہ اگر میری اُمّت پر شاق نہ ہوتا تو میں اُن کو حکم کرتا ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا۔

فائدہ نووی نے کہا یہ حدیث دلیل ہے اس بات کی کہ مسواک واجب نہیں۔ امام شافعیؒ نے کہا کہ اگر مسواک واجب ہوتی تو آپ حکم کرتے اگرچہ وہ شاق ہوتا۔ اور ایک جماعت علماء نے کہا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ امر وجوب کے لئے ہے اور یہی مذہب ہے اکثر فقہا اور جماعت متکلمین اور اصحاب اصول کا اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو امر مستحب ہے وہ مامور بہ نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس مسئلہ میں خدا کی طرف سے کوئی حکم نہ اُترے اُس میں رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اجتہاد درست تھا اور یہی مذہب ہے اکثر فقہا اور اصحاب اُصول کا اور یہی صحیح اور مختار ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی اُمّت پر کیسی شفقت اور آسانی منظور تھی اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہر نماز کے وقت مسواک کرنا افضل ہے۔ (انتہےٰ باختصار)

عَنِ الْمِقْدَامِ ابْنِ شُرَیْحٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَۃَ قُلْتُ بِاَیِّ شَیْءٍ کَانَ یَبْدَاُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ بَیْتَہٗ قَالَتْ بِالسِّوَاکِ

ترجمہ - مقدام بن شریح نے اپنے باپ سے سُنا اُنہوں نے کہا میں نے حضرت عائشہ سے پوچھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جب گھر میں آتے تو پہلے کیا کام کرتے۔ کہا مسواک کرتے (اس سے معلوم ہوا کہ مسواک کیسی ضروری چیز ہے)

عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا دَخَلَ بَیْتَہٗ بَدَاَ بِالسِّوَاکِ۔

ترجمہ - ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جب گھر میں آتے تو پہلے مسواک کرتے۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ دَخَلْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

ترجمہ - ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا

وَطَرَفُ السِّوَاكِ عَلٰى لِسَانِهٖ

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ لِيَتَهَجَّدَ يَشُوْصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَقَامَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ فَخَرَجَ فَنَظَرَ اِلَى السَّمَاۗءِ ثُمَّ تَلَا هٰذِهٖ فِيْ اٰلِ عِمْرَانَ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ حَتّٰى بَلَغَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ثُمَّ رَجَعَ اِلَى الْبَيْتِ فَتَسَوَّكَ وَتَوَضَّاَ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى ثُمَّ اضْطَجَعَ ثُمَّ قَامَ فَخَرَجَ فَنَظَرَ اِلَى السَّمَاۗءِ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ ثُمَّ رَجَعَ فَتَسَوَّكَ فَتَوَضَّاَ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى۔

مسواک کا ایک کونہ آپ کی زبان پر تھا (یعنی مسواک سے زبان صاف کر رہے تھے)۔

ترجمہ - حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وآلہ وسلم جب کھڑے ہوتے تہجد پڑھنے کو تو منہ صاف کرتے مسواک سے (یا دانتوں کو ملتے مسواک سے)

ترجمہ - ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس رہے تو پچھلی رات کو آپ اٹھے اور باہر نکلے آسمان کی طرف دیکھا پھر یہ آیت پڑھی جو سورہ آل عمران میں ہے اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ تک پھر لوٹ کر اندر آئے اور مسواک کی اور وضو کیا اور کھڑے ہو کر نماز پڑھی پھر لیٹ رہے پھر اُٹھے اور باہر نکلے اور آسمان کی طرف دیکھا اور یہی آیت پڑھی پھر لوٹ کر اندر آئے اور مسواک کی اور وضو کیا پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔

فائدہ - نووی نے کہا اس حدیث سے بڑے فائدے نکلتے ہیں اور عمدہ احکام اور امام مسلم نے اس مقام پر اس حدیث کو مختصر ذکر کیا ہے اور پوری حدیث کتاب الصلوٰۃ میں بیان کی ہے ہم بھی وہیں اس کی شرح اور فوائد بیان کریں گے انشاء اللہ۔

بَابُ خِصَالِ الْفِطْرَةِ

سنت باتوں کا بیان

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ الْفِطْرَةُ خَمْسٌ اَوْ خَمْسٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ الْخِتَانُ وَالْاِسْتِحْدَادُ وَتَقْلِيْمُ الْاَظْفَارِ وَنَتْفُ الْاِبِطِ وَقَصُّ الشَّارِبِ۔

ترجمہ - ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فطرت پانچ ہیں یا پانچ چیزیں فطرت میں سے ہیں۔ خطنہ کرنا اور زیر ناف کے بال مونڈھنا اور ناخون کاٹنا اور بغل کے بال اکھیڑنا اور مونچھ کترانا۔

فائدہ - نووی نے کہا فطرت سے یہاں کیا مراد ہے؟ اسمیں علماء نے اختلاف کیا ہے ابو

سلیمان خطابی نے کہا اکثر علماء نے فطرت کے معنی سنّت کے لئے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ یہ چیزیں پیغمبروں کی سنّت ہیں اور بعضوں نے کہا فطرت سے دین مراد ہے پھر ان میں سے اکثر چیزیں واجب نہیں ہیں اور بعض چیزوں کے وجوب میں اختلاف ہے جیسے ختنہ اور کلی اور ناک میں پانی ڈالنا۔

ختنہ کرنا امام شافعی رح اور بہت علماء کے نزدیک واجب ہے اور امام مالک اور اکثر علماء کے نزدیک سنّت ہے۔ امام شافعی کے نزدیک ختنہ مرد اور عورت دونوں پر واجب ہے۔ مرد پر تو یہ کہ حشفہ (سپاری) پر جتنی کھال ہے وہ سب کاٹی جائے یہاں تک کہ پورا حشفہ کھل جائے اور عورت پر یہ کہ فرج کی اوپر کی جانب میں سے ایک ٹکڑا گوشت کا لیا جاوے اور صحیح مذہب ہمارا جس پر جمہور علماء ہیں یہ ہے کہ ختنہ چھٹپن میں جائز ہے واجب نہیں اور ایک قول یہ ہے کہ ولی پر نابالغ کا ختنہ کرنا واجب ہے اس کے بالغ ہونے سے پہلے اور ایک قول یہ ہے کہ ختنہ حرام ہے دس برس سے پہلے اور صحیح یہ ہے کہ ختنہ بچہ کا پیدائش سے ساتویں دن کرنا مستحب ہے اور پیدائش کا دن بھی محسوب ہوگا اور ہمارے اصحاب نے اختلاف کیا ہے خنثیٰ مشکل میں (یعنی جس میں مرد اور عورت دونوں کی نشانیاں برابر موجود ہوں) بعضوں نے کہا اس کا ختنہ فرج میں کرنا چاہیئے بلوغ کے بعد اور بعضوں نے کہا جب تک اس کا حال نہ کھلے کہ مرد ہے یا عورت اس وقت تک اس کا ختنہ نہ کرنا چاہیئے اور جس شخص کے دو ذکر ہوں تو اگر دونوں کام کے ہوں تو دونوں کا ختنہ کیا جائے ورنہ جو کام کا ہو۔ اور کام سے مراد بعضوں کے نزدیک پیشاب ہے اور بعضوں کے نزدیک جماع۔ اور اگر کوئی آدمی بن ختنہ مرجاوے تو اس میں تین قول ہیں صحیح اور مشہور یہ ہے کہ ختنہ نہ کریں خواہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ دوسرا یہ کہ ختنہ کریں تیسرا یہ کہ بڑا ہو تو کریں چھوٹا ہو تو نہ کریں انتہیٰ

زیر ناف کے بال مونڈنا اُسترے سے اور یہ سنّت ہے اور مقصود یہ ہے کہ مقام صاف اور پاک رہے اور افضل مونڈنا ہے اور کترنا اور اکھیڑنا بالوں کا بھی درست ہے اسی طرح نورہ لگانا بھی درست ہے۔ اور مراد زیر ناف سے وہ بال ہیں جو ذکر پر ہوں اور اس کے گرداگرد اسی طرح وہ بال جو عورت کی فرج کے آس پاس ہوں۔ ابوالعباس بن شریح نے کہا کہ مراد وہ بال ہیں جو دُبر کے گرد ہیں۔ بہر حال قبل اور دبر اور ان کے آس پاس سب بالوں کا مونڈنا بہتر ہے اب اس کے لئے کوئی میعاد مقرر نہیں جب ضرورت ہو اُس وقت مونڈے یعنی جب بال بڑھ جاویں اسی طرح مونچھ اور بغل کے بال لینے کے لئے اور ناخن کترانے کے لئے کوئی میعاد مقرر نہیں اور زیر ناف کے بالوں میں منقول ہے کہ چالیس دن سے زیادہ نہ چھوڑنا اس سے یہ مقصود ہے کہ چالیس دن کے اندر مونڈنا چاہیئے نہ یہ کہ چالیس دن کچھ مونڈنے کی میعاد ہے (نووی) بعض بے وقوف کم سمجھ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ شریعت محمدی میں ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں سے کیوں بحث کی جاتی ہے ان کا جواب یہ ہے کہ یہ امر تو اس شریعت کے لئے ضروری ہے جو سب شریعتوں سے بہتر اور سب کی ناسخ ہو اور اعلیٰ تعلیم وہی ہے جس میں تمام ضروریات کی تعلیم ہو اور

چھوٹی چھوٹی باتوں کو حقیر جان کر چھوڑ دینا اور ان کی تعلیم طرف توجّہ نہ کرنا یہ تو بیوقوفوں کا کام ہے نہ عاقلوں۔ البتہ اس امر میں غور کرنا چاہیئے کہ یہ باتیں مفید ہیں اور منفعت بخش یا بے کار، غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت محمدی میں جن جن کا حکم ہوا ہے خواہ ادنےٰ ہو یا اعلیٰ سب کے سب مفید اور ضروری اور فائدہ بخش ہیں۔ ایک زیر ناف کے بال لینے کو دیکھو کہ علاوہ طہارت اور نفاست کے طبعًا بھی یہ امر باہ کو بڑھاتا ہے اسی طرح اور کاموں کو قیاس کرو۔ وہ شخص بڑا جاہل کم سمجھ نادان بے وقوف ہے جو پیغمبروں کو اپنے برابر خیال کرتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اُن کے احکام سب مفید اور ضروری نہیں ہو سکتے

ناخون کاٹنا یہ بھی سنّت ہے واجب نہیں ہے اور مستحب ہے کہ پہلے دونوں ہاتھوں کے ناخون کاٹے پھر پاؤں کے۔ پہلے داہنے ہاتھ کے کلمے کی اُنگلی سے شروع کرے پھر بیچ کی اُنگلی پھر اس کے پاس والی اُنگلی پھر چھنگلیا پھر انگوٹھا پھر بائیں ہاتھ میں چھنگلیا سے شروع کرے۔ پھر اس کے پاس والی اُنگلی اسی طرح انگوٹھے پر ختم کرے پھر داہنے پاؤں میں چھنگلیا سے شروع کرے اور بائیں پاؤں کی چھنگلیا پر ختم کرے (نووی)

بغل کے بال اُکھیڑنا یہ بالاتفاق سنت ہے اور افضل یہی ہے کہ اُکھیڑے اگر اُکھیڑ سکے اور مونڈنا اور نورہ لگانا بھی درست ہے۔ اور یونس بن عبدالاعلیٰ سے منقول ہے میں امام شافعیؒ کے پاس گیا۔ اُن کے پاس مزیّن تھا وہ انکی بغل کے بال مونڈ رہا تھا اُنھوں نے کہا میں جانتا ہوں کہ اکھیڑنا سنت ہے لیکن مجھ سے نہیں ہو سکتا درد کی وجہ سے۔ اور مستحب ہے کہ پہلے داہنی بغل سے شروع کرے (نووی)

موچھ کترانا یہ بھی سنّت ہے اور مستحب ہے کہ داہنی طرف سے کترانا شروع کرے اور اختیار ہے کہ خود کترے یا دُوسرے سے کتروائے اور بغل کے بال خود لینا بہتر ہے اگر دُوسرے سے منڈائے تو بھی جائز ہے لیکن زیر ناف کے بال خود مونڈے۔ اَب اس میں اختلاف ہے کہ موچھ کہاں تک کترانا چاہیئے۔ مختار یہ ہے کہ یہاں تک کترائے کہ ہونٹ کا کنارہ کھل جائے اور جڑ سے نہ کترے اور وہ جو حدیث میں آیا ہے میٹ دو موچھوں کو مراد اس سے یہی ہے کہ جس قدر ہونٹ سے بڑھی ہوئی ہیں اسی طرح ڈاڑھی کے چھوڑنے کا حکم ہے اور فارس کے لوگوں کی عادت تھی کہ وہ ڈاڑھیوں کو کترایا کرتے تھے شریعت میں اس کی ممانعت ہوئی اور علماء نے ڈاڑھی میں دس بارہ باتیں ایسی لکھی ہیں جو ایک سے زیادہ بُری ہے۔ ایک تو سیاہ خضاب کرنا ڈاڑھی کا جب جہاد کی غرض سے نہو۔ دُوسرے زرد خضاب کرنا نیک لوگوں کی مشابہت کے لئے نہ سنّت کی پیروی کے واسطے۔ تیسرے خضاب کرنا گندھک وغیرہ سے بالوں کو جلدی سفید کرنے کے لئے تاکہ لوگ تعظیم و ادب کریں اور یہ سمجھیں کہ بزرگ ہیں۔ چوتھی اوائل شباب میں جب شروع ڈاڑھی کے بال نکلیں تو اُن کا اکھیڑنا زیبائش کے لئے اور امرد بنانے کے لئے۔ پانچویں سفید بالوں کا

اکھیڑنا۔ چھٹے بالوں کی صفیں جمانا نہ برتہہ تاکہ عورتوں کو بھلا معلوم ہو۔ ساتویں اس کو گھٹانا رخساروں کے بال مونڈ کر یا بڑھانا کنپٹی کے بالوں کو ملا کر۔ آٹھویں کنگھی کرنا بہ نیت نمائش۔ نویں اس کو پریشان چھوڑ دینا بے پرواہی سے بار بار اپنے تئیں زاہد کہلانے کو۔ دسویں اس کی سیاہی یا سفیدی کو دیکھنا غرور اور تکبّر اور فخر کی نیت سے۔ گیارہویں اس کو باندھنا اور گوندھنا۔ بارہویں اس کو منڈانا۔ پر اگر عورت کے ڈاڑھی نکل آئے تو اس کو مونڈھنا مستحب ہے انتہی۔

عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ اَنَسٌ وُقِّتَ لَنَا فِيْ قَصِّ الشَّارِبِ وَتَقْلِيْمِ الْاَظْفَارِ وَنَتْفِ الْاِبِطِ وَحَلْقِ الْعَانَةِ اَنْ لَّا نَتْرُكَ اَكْثَرَ مِنْ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً

ترجمہ۔ انس بن مالک نے کہا ہمارے لئے میعاد مقرر ہوئی موچھ کترنے کی اور ناخون کاٹنے کی اور بغل کے بال نوچنے کی اور زیر ناف کے بال مونڈنے کی نہ چھوڑیں ہم انکو چالیس سے زیادہ۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَاَعْفُوا اللِّحٰى۔

ترجمہ۔ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مٹا دو موچھوں کو اور چھوڑ دو ڈاڑھیوں کو۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اُمِرْنَا بِاِحْفَاءِ الشَّوَارِبِ وَاِعْفَاءِ اللِّحْيَةِ

ترجمہ۔ عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمکو حکم ہوا موچھوں کو جڑ سے کاٹنے کا اور ڈاڑھی کو چھوڑ دینے کا۔

فائدہ۔ یہ مسلمانوں کی وضع قرار پائی۔ حقیقت میں یہی وضع حکمت کے موافق ہے اور اس میں خوشنمائی اور صفائی دونوں باتیں ہیں اب موچھوں کو بڑھانا اور ڈاڑھیوں کو منڈانا یہ مسلمانی چال کے بالکل برخلاف ہے اور کافروں اور فاسقوں کا شیوہ ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ اَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَاَوْفُوا اللِّحٰى۔

ترجمہ۔ عبداللہ بن عمر سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خلاف کرو مشرکوں کو نکال ڈالو موچھوں کو اور پورا رکھو ڈاڑھیوں کو (یعنی چھوڑ دو اُن کو اور اُن میں کتر بیونت نہ کرو)

فائدہ۔ یہی قول ہے ایک جماعت کا ہمارے اصحاب میں سے اور بہت علماء کا اور قاضی عیاض نے کہا ڈاڑھی کا مونڈنا اور کترنا مکروہ ہے اور اس کے طول اور عرض میں سے بالوں کا لینا اور برابر کرنا بہتر ہے۔ اور مکروہ ہے کہ آدمی اپنے تئیں ڈاڑھی بڑھا کر مشہور کرے جیسے ڈاڑھی کترا کر اور سلف نے اختلاف کیا ہے کہ ڈاڑھی کی حد کیا ہے بعضوں نے کہا ہے کہ کوئی حد نہیں

مگر اتنی بڑھائے کہ مشہور ہووے بلکہ کم کر دیوے۔ اور امام مالکؒ نے ڈاڑھی کو لا بکرنا مکروہ رکھا ہے اور بعضوں نے کہا ایک مٹھی کی حد کر دی ہے جس قدر اس سے زیادہ ہو وہ کتر وا چاہیے اور بعضوں نے ان کا کترنا مطلقاً مکروہ جانا ہے مگر حج یا عمرہ میں اور موچھوں میں تو سلف کا یہ قول ہے کہ بالکل جڑ سے کتری جاویں یا مونڈی جاویں کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف فرمایا میٹ دو موچھوں کو۔ اور یہی قول ہے اہلِ کوفہ کا۔ اور بہت سے لوگ اس طرف گئے ہیں کہ موچھوں کا بالکل مونڈ ڈالنا مکروہ ہے اور امام مالک کہتے تھے کہ یہ مسئلہ ہے اور جو کوئی ایسا کرے اس کو سزا دی جاوے اور مکروہ جانتے تھے ان کا لینا اوپر سے اور ان لوگوں کا یہ قول ہے کہ احفار اور جز اور قص سب کے معنے کترنے کے ہیں یعنی موچھوں کو کترنا چاہیے یہاں تک کہ ہونٹ کا کنارہ کھل جائے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ ان دونوں امر میں اختیار ہے جو چاہے کرے تمام ہوا کلام قاضی عیاض کا اور مختار یہ ہے کہ ڈاڑھی تو اپنے حال پر چھوڑ دی جائے اُس میں کمی نہ کریں اور موچھیں اتنی کتریں کہ ہونٹ کا کنارہ کھلا رہے (نووی)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ جُزُّوا الشَّوَارِبَ وَاَرْخُوا اللُّحٰى خَالِفُوا الْمَجُوْسَ

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کترو موچھوں کو اور لٹکاؤ ڈاڑھیوں کو اور خلاف کرو فارسیوں کا (یعنی آتش پرستوں کا)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَشْرٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ قَصُّ الشَّارِبِ وَاِعْفَاءُ اللِّحْیَةِ وَالسِّوَاكُ وَاسْتِنْشَاقُ الْمَاءِ وَقَصُّ الْاَظْفَارِ وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ وَنَتْفُ الْاِبِطِ وَحَلْقُ الْعَانَةِ وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ قَالَ زَكَرِیَّا قَالَ مُصْعَبٌ وَّنَسِیْتُ الْعَاشِرَةَ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ الْمَضْمَضَةُ زَادَ قُتَیْبَةُ قَالَ وَكِیْعٌ اِنْتِقَاصُ الْمَاءِ یَعْنِی الْاِسْتِنْجَاءَ

ترجمہ۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دس باتیں پیدائشی سنت ہیں ایک تو موچھیں کترنا دوسری ڈاڑھی چھوڑ دینا تیسری مسواک کرنا۔ چوتھی ناک میں پانی ڈالنا پانچویں ناخن کاٹنا۔ چھٹی پوروں کا دھونا (کانوں کے اندر اور ناک اور بغل کے بال اکھیڑنا آٹھویں زیر ناف کے بال لینا۔ نویں پانی سے استنجا کرنا (یا شرمگاہ پر وضو کے بعد تھوڑا سا پانی چھڑک لینا) مصعب نے کہا میں دسویں بات بھول گیا۔ شاید کلی کرنا ہو۔ وکیع نے کہا اِنْتِقَاصُ الْمَاءِ سے (جو حدیث میں وارد ہے) استنجا مراد ہے۔

بَابُ الْاِسْتِطَابَةِ

عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قِيْلَ لَهٗ قَدْ عَلَّمَكُمْ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّ شَيْءٍ حَتّٰى الْخِرَاءَةَ قَالَ فَقَالَ اَجَلْ لَقَدْ نَهَانَا اَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ لِغَائِطٍ اَوْ بَوْلٍ اَوْ اَنْ نَسْتَنْجِيَ بِالْيَمِيْنِ اَوْ اَنْ نَسْتَنْجِيَ بِاَقَلَّ مِنْ ثَلٰثَةِ اَحْجَارٍ اَوْ اَنْ نَسْتَنْجِيَ بِرَجِيْعٍ اَوْ بِعَظْمٍ۔

باب استنجے کے بیان میں

ترجمہ۔ سلمان رضؓ سے روایت ہے کہ اُن سے کہا گیا تمہارے نبیؐ نے تم کو ہر ایک بات سکھائی یہاں تک کہ پاَئخانہ اور پیشاب کو بھی۔ اُنہوں نے کہا ہاں۔ ہم کو آپ نے منع کیا قبلہ کی طرف مُنہ کرنے سے پیشاب اور پاَئخانہ کے لئے یا ہم استنجا کریں داہنے ہاتھ سے یا تین پتھروں سے کم میں استنجا کریں یا گوبر اور ہڈی سے استنجا کریں۔

فائدہ نوویؒ نے کہا اس مسئلہ میں علمار کے کئی مذہب ہیں ایک تو امام مالک اور امام شافعیؒ کا مذہب ہے وہ یہ ہے کہ پیشاب اور پاَئخانہ میں قبلے کی طرف مُنہ کرنا جنگل میں حرام ہے مگر آبادی میں حرام نہیں اور یہی روایت ہے عباس بن عبدالمطلب اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم اور شعبی اور اسحاق بن راہویہ اور احمد بن حنبل سے۔ دُوسرا مذہب یہ ہے کہ ہر جگہ حرام ہے جنگل میں ہو یا آبادی میں اور یہی قول ہے ابو ایوب انصاری اور مجاہد اور ابراہیم نخعی اور سفیان ثوری اور ابو ثور اور احمد کا دُوسری روایت میں۔ تیسرا مذہب یہ ہے کہ ہر جگہ درست ہے مکان میں ہو یا جنگل میں اور یہی مذہب ہے عروہ بن زبیر اور ربیعہ کا جو شیخ تھے امام مالک کے اور داؤد ظاہری کا۔ چوتھا مذہب یہ ہے کہ قبلے کی طرف منہ کرنا کہیں درست نہیں ہے نہ مکان میں نہ جنگل میں لیکن پیٹھ کرنا درست ہے اور یہ ایک روایت ہے امام ابو حنیفہ اور امام احمد سے۔ دُوسرے مذہب والوں کی دلیل وہ صحیح حدیثیں ہیں جو مطلقاً ممانعت میں وارد ہیں جیسے سلمانؓ کی حدیث اور ابو ایوبؓ اور ابو ہریرہؓ وغیرہما کی اُنہوں نے کہا کہ یہ ممانعت قبلہ کی عظمت کے سبب ہے اور یہ بات ہر جگہ موجود ہے خواہ جنگل ہو یا مکان ہو۔ اور اگر مکان کی آڑ کے سبب سے یہ امر جائز ہو تو چاہیئے کہ جنگل میں بھی جائز ہو اس لئے کہ جنگل میں بھی ہمارے اور کعبے کے بیچ میں پہاڑ اور نالے وغیرہ حائل ہیں۔ تیسرے مذہب والوں کی دلیل ابن عمرؓ کی حدیث ہے کہ اُنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیت المقدس کی طرف مُنہ کئے ہوئے اور کعبہ کی طرف پیٹھ کئے ہوئے دیکھا حاجت کے وقت اور حضرت عائشہؓ کی حدیث کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ بعض لوگ قبلے کی طرف مُنہ کرنا حاجت کے وقت مکروہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں ایسا خیال کرچکے! تب آپ نے فرمایا میری کھڈی قبلے کی طرف کردو۔ اس حدیث کو امام احمد نے اپنی مسند میں اور ابن ماجہ نے باسناد حسن روایت کیا ہے۔ چوتھے مذہب والوں کی دلیل سلمانؓ کی حدیث ہے پہلے مذہب والوں کی دلیل عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث ہے اور حضرت عائشہؓ کی اور حدیث جابرؓ کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

منع کیا پیشاب میں قبلے کی طرف منہ کرنے سے۔ پھر میں نے دیکھا آپ کو وفات سے ایک سال پہلے آپ قبلے کی طرف منہ کرتے تھے روایت کیا اس کو ابو داؤد اور ترمذی وغیرہما نے باسناد حسن اور حدیث مروان اصغر کی ہے میں نے ابن عمرؓ کو دیکھا انہوں نے اونٹنی کو بٹھایا قبلے کے سامنے پھر اس کی آڑ میں پیشاب کرنے لگے۔ میں نے کہا یہ تو منع ہے۔ انہوں نے کہا منع جب ہے جب کھلے میدان میں ایسا کرے۔ اگر قبلے میں اور استنجا کرنے والے میں کوئی چیز حائل ہو تو منع نہیں روایت کیا اس کو ابو داؤد نے اور یہ حدیثیں صحیح ہیں جن سے اس امر کا جواز مکان میں ثابت ہوتا ہے اور ابو ایوبؓ اور سلمانؓ اور ابو ہریرہؓ کی حدیثیں جو ممانعت میں وارد ہیں وہ محمول ہیں صحرا پر تاکہ جمع ہو جاوے حدیثوں میں اور یہ امر متفق علیہ ہے کہ حدیثوں میں جمع کرنا ضرور ہے جب جمع ہو سکے اور یہاں پر تو جمع ممکن ہے اور جنگل اور مکان میں صرف فرق یہ ہے کہ جنگل میں قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ کرنے کی ضرورت نہیں اور مکان میں کبھی ضرورت ہوتی ہے مثلاً کھڈیاں اسی طرف بنی ہوں یا اور طرف جگہ نہ ہو اور جس نے بیٹھ کر درست سمجھا ہے اس کے رد کے لئے بہت سی صحیح حدیثیں موجود ہیں جن میں مطلقاً ممانعت آئی ہے جیسے ابو ایوبؓ وغیرہ کی حدیث اب امام شافعی کے مذہب کے موافق مکان میں قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ کرنا اس وقت درست ہے جب دیوار مکان کی تین ہاتھ یا اس سے کم فاصلہ پر ہو اور وہ دیوار یا آڑ اس قدر اونچی ہو کہ اعضا اسفل کی آڑ ہو سکے اس کا اندازہ پالان کی پچھلی لکڑی سے کیا ہے اور وہ تہائی ہاتھ کے برابر ہوتی ہے پھر اگر تین ہاتھ سے زیادہ فاصلہ ہو یا آڑ اس سے چھوٹی ہو تو منہ کرنا یا پیٹھ کرنا حرام ہو گا مثل جنگل کے اور ہمارے بعض اصحاب کے نزدیک ہر حال میں مکان میں یہ امر درست ہے اور جنگل میں درست نہیں لیکن صحیح پہلا قول ہے اور کچھ فرق نہیں آڑ میں خواہ جانور کی ہو یا دیوار کی یا ٹیلے کی یا پہاڑ کی اور اگر اپنا دامن قبلہ کی طرف لٹکا دے تو اس میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ درست ہے اس لئے کہ آڑ ہو گئی اب جہاں منہ کرنا یا پیٹھ کرنا درست ہے وہاں بھی کراہت ہے لیکن جمہور کے نزدیک مکروہ نہیں۔ اور مختار یہ ہے کہ اگر تکلیف اور حرج ہو اور طرف منہ یا پیٹھ کرنے سے تو مکروہ نہیں ورنہ مکروہ ہے اور جماع کرنا درست ہے قبلہ کی طرف منہ کر کے مکان میں ہو یا جنگل میں۔ ہمارا اور ابو حنیفہؒ اور احمدؒ اور داؤد ظاہری کا یہی قول ہے اور مالکی لوگوں نے اس میں اختلاف کیا ہے ابن قاسم نے اس کو جائز رکھا ہے اور ابن حبیب نے مکروہ کہا ہے لیکن صحیح جواز ہے اور بیت المقدس کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا درست ہے لیکن مکروہ ہے اور اگر پائخانہ یا پیشاب کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے سے بچے پھر استنجے کے وقت ایسا کرے تو جائز ہے۔

داہنے ہاتھ سے استنجا کرنا بالاتفاق منع ہے مگر حرام نہیں ہے اور بعض اہل ظاہر کے نزدیک حرام ہے ہمارے اصحاب نے کہا کہ داہنے ہاتھ سے استنجا کے متعلق کوئی کام نہ ہو

مگر عذر سے اگر پانی سے استنجا کرے تو داہنے ہاتھ سے پانی ڈالے اور بائیں ہاتھ کو پھیرے ذکر پر یا دبر پر اور اگر ڈھیلے سے استنجا کرے تو مقعد کو بائیں ہاتھ سے پونچھے اور ذکر کو ڈھیلا زمین پر یا دونوں پاؤں کے بیچ میں رکھ کر اس سے پونچھے اور بائیں ہاتھ سے ذکر کو تھامے اور جو یہ نہ ہو سکے تو ڈھیلا داہنے ہاتھ میں لیوے اور ذکر کو بائیں ہاتھ سے پونچھے اور داہنا ہاتھ نہ ہلاوے اور ہمارے بعض اصحاب نے کہا کہ ذکر کو داہنے ہاتھ سے تھامے اور ڈھیلے کو بائیں ہاتھ میں لیوے اور یہ صحیح نہیں ہے (نووی)

تین پتھروں سے کم میں استنجا کرنا منع فرمایا۔ نووی نے کہا اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تین بار پونچھنا واجب ہے۔ اور اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ ڈھیلے سے استنجا کرنے میں نجاست کا دور کرنا ضروری ہے اور تین بار پونچھنا ضروری ہے اگر اگر ایک بار دو بار اور نجاست دور ہو گئی تو تیسری بار پونچھنا ضروری ہے اور یہی قول ہے احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ ابو ثور کا اور مالک اور داؤد نے کہا کہ واجب صاف کرنا ہے نجاست سے۔ اگر ایک ڈھیلے سے بھی صفائی ہو جاوے تو کافی ہے اور ہمارے بعض اصحاب کا بھی یہی قول ہے لیکن مشہور مذہب وہی ہے جو پہلے بیان کیا گیا۔ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ اگر ایسے ڈھیلے یا پتھر سے استنجا کیا جس کے تین کونے ہوں اور ہر ایک کونے سے ایک ایک بار پونچھے تو کافی ہو جائے گا اس لئے کہ مقصود تین بار پونچھنا اور تین پتھر یا ڈھیلے بہتر ہیں ایسے ایک پتھر یا ڈھیلے سے اور اگر آگے اور پیچھے دونوں طرف استنجا کرے تو چھ بار پونچھنا ضروری ہے اور بہتر یہ ہے کہ چھ ڈھیلے ہوں لیکن اگر ایک ہی ڈھیلا چھ کونے والا ہو تو درست ہے۔ اسی طرح موٹے دبیز کپڑے سے جس میں دوسری طرف تری نہ پہنچے استنجا کرنا درست ہے۔ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ اگر تین ڈھیلوں سے صفائی ہو جائے تو اب چوتھا ڈھیلا نہ لیوے ورنہ چوتھا ڈھیلا لینا ضرور ہے اب پانچواں لینا مستحب ہے طاق کرنے کے لئے۔ اگر چوتھے سے صفائی ہو گئی ہو ورنہ پانچواں لینا واجب ہے اب چھٹا نہ لیوے اور جو پانچویں سے صفائی نہ ہو تو چھٹا لینا واجب ہے اور چھٹے سے صفائی ہو جائے تو ساتواں مستحب ہے طاق کرنے کے لئے غرض کلیہ یہ ہے کہ اگر صفائی طاق سے ہو جائے تو اب نہ بڑھائے اور جو جفت سے ہو تو ایک بڑھا کر طاق کر لیوے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو حدیث میں پتھروں کا ذکر کیا ہے اس سے بعض اہل ظاہر نے سوا پتھر کے اور کسی چیز سے استنجا کرنا ناجائز سمجھا ہے اور اکثر علماء کا یہ قول ہے کہ پتھر کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ جندے اور لکڑی سے بھی استنجا درست ہے۔ اور غرض یہ ہے کہ ایسی چیز ہو جس سے نجاست دور ہو اور یہ امر سوائے پتھر کی اور چیزوں سے بھی ہو سکتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پتھروں کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ اکثر پتھر سہل سے مل جاتے ہیں اور دلیل اس کی یہ ہے کہ آپ نے منع کیا ہڈی اور گوبر اور لید سے استنجا کرنے سے۔ اگر پتھر کی تخصیص

منظور ہوتی تو سوا پتھر کے سب چیزوں سے منع کرتے (نووی)

گوبر اور ہڈی سے استنجا کرنا منع ہے۔ نووی نے کہا گوبر سے مقصود ہر ایک نجس چیز ہے اس سے استنجا کرنا درست نہیں۔ اور ہڈی کی ممانعت کی یہ وجہ ہے کہ وہ جنوں کی خوراک ہے اسی طرح ہر ایک کھانے کی چیز سے استنجا منع ہے اور جانور کے ہر ایک جزو سے اور کتابوں کے ورقوں سے نجس چیز رقیق ہو پانی کی طرح یا جمی ہوئی ہو اس سے اس سے کسی طرح استنجا درست نہیں۔ اگر کسی نے اس سے استنجا کیا تو درست نہ ہوگا اور پھر صاف پانی سے استنجا کرنا پڑے گا ڈھیلہ کافی نہ ہوگا اس لئے کہ مقامِ استنجا نجس ہو گیا اجنبی نجاست سے۔ اور جو کسی کھانے کی چیز پاک سے استنجا کیا تو صحیح یہ ہے کہ درست نہ ہوگا لیکن ڈھیلے سے استنجا اس کے بعد کافی ہے اگر نجاست اپنے مقام سے زیادہ نہیں بڑھی اور بعضوں نے کہا استنجا درست ہو جائے گا مگر گنہگار ہوگا (نووی)

عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَالَ لَنَا الْمُشْرِكُوْنَ اِنِّیْ اَرٰی صَاحِبَكُمْ يُعَلِّمُكُمْ حَتّٰی يُعَلِّمَكُمُ الْخِرَاءَةَ فَقَالَ اَجَلْ اِنَّهٗ نَهَانَا اَنْ يَّسْتَنْجِیَ اَحَدُنَا بِيَمِيْنِهٖ اَوْ يَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ وَنَهَانَا عَنِ الرَّوْثِ وَالْعِظَامِ وَقَالَ لَا يَسْتَنْجِیْ اَحَدُكُمْ بِدُوْنِ ثَلٰثَةِ اَحْجَارٍ

ترجمہ۔ سلمان رضؓ سے روایت ہے کہ ہم سے مشرکوں نے کہا ہم دیکھتے ہیں تمہارے صاحب کو وہ تم کو ہر چیز سکھلاتے ہیں یہاں تک کہ پائخانہ اور پیشاب کرنا بھی سلمان رضؓ نے کہا بیشک آپ نے ہم کو منع کیا ہے۔ داہنے ہاتھ سے استنجا کرنے سے یا قبلہ کی طرف مُنہ کر کے اور منع کیا ہے ہم کو گوبر اور ہڈی سے استنجا کرنے سے اور آپ نے فرمایا ہے کوئی تم میں سے استنجا نہ کرے تین پتھروں کے بغیر یا تین پتھروں سے کم میں۔

عَنْ جَابِرٍ يَّقُوْلُ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنْ يُّتَمَسَّحَ بِعَظْمٍ اَوْ بِبَعْرٍ۔

ترجمہ۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے منع کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پونچھنا ہڈی یا مینگنی سے (یعنی استنجے کو ان چیزوں سے)

بَابُ اسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ بِغَائِطٍ اَوْ بَوْلٍ

پائخانے پیشاب کے وقت قبلہ کی طرف مُنہ کرنے کا حکم

عَنْ اَبِیْ اَيُّوْبَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَتَيْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْهَا

ترجمہ۔ ابو ایوب رضؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم پائخانے کو جاؤ تو قبلہ کی طرف مُنہ کرو نہ پیٹھ

بَوْلٍ وَّلَا غَائِطٍ وَّلٰكِنْ شَرِّقُوْا اَوْ غَرِّبُوْا قَالَ اَبُوْ اَيُّوْبَ فَقَدِمْنَا الشَّامَ فَوَجَدْنَا مَرَاحِيْضَ قَدْ بُنِيَتْ قِبَلَ الْقِبْلَةِ فَنَنْحَرِفُ عَنْهَا وَنَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ۔

اس طرف پاخانہ یا پیشاب میں البتہ پورب پچھم کی طرف منہ کرو ابوایوب رض نے کہا پھر ہم شام کے ملک میں آئے دیکھا تو کھڈیاں قبلہ کی طرف بنی ہوئی ہیں ہم اُن پر سے منہ پھیر لیتے تھے اور عذاب سے استغفار کرتے تھے۔

فائدہ۔ نووی نے کہا یہ مدینے والوں کیلئے خاص حکم ہے یا جن کا قبلہ پورب اور پچھم کی طرف نہو۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا جَلَسَ اَحَدُكُمْ عَلٰی حَاجَةٍ فَلَا يَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا يَسْتَدْبِرْهَا

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی حاجت کے لئے بیٹھے تو قبلہ کی طرف منہ نہ کرے نہ پیٹھ۔

بَابُ الرُّخْصَةِ فِیْ ذٰلِكَ فِی الْاَبْنِيَةِ

گھروں میں اس امر کی رخصت کا بیان

عَنْ وَّاسِعِ ابْنِ حِبَّانَ قَالَ كُنْتُ اُصَلِّیْ فِی الْمَسْجِدِ وَعَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ مُسْنِدٌ ظَهْرَهٗ اِلَی الْقِبْلَةِ فَلَمَّا قَضَيْتُ صَلَاتِیْ انْصَرَفْتُ اِلَيْهِ مِنْ شِقِّیْ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ يَقُوْلُ نَاسٌ اِذَا قَعَدْتَ لِلْحَاجَةِ تَكُوْنُ لَكَ فَلَا تَقْعُدْ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَلَا بَيْتِ الْمَقْدِسِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ وَلَقَدْ رَقِيْتُ عَلٰی ظَهْرِ بَيْتٍ فَرَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدًا عَلٰی لَبِنَتَيْنِ مُسْتَقْبِلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ لِحَاجَتِهٖ۔

ترجمہ۔ واسع بن حبان سے روایت ہے میں نماز پڑھتا تھا مسجد میں اور عبداللہ اپنی پیٹھ قبلہ کی طرف لگائے ہوئے بیٹھے تھے جب میں نماز پڑھ چکا تو ایک طرف سے اُن کے پاس مڑا عبداللہ رض نے کہا لوگ کہتے ہیں جب حاجت کو بیٹھو تو قبلہ اور بیت المقدس کی طرف مُنہ نہ کرو اور میں بیت پر چڑھا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو اینٹوں پر بیٹھے ہوئے دیکھا حاجت کے لئے بیت المقدس کی طرف منہ کئے ہوئے (اور جب بیت المقدس کی طرف مُنہ ہوگا تو قبلہ کی طرف پیٹھ ہوگی)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَقِيْتُ عَلٰی بَيْتِ اُخْتِیْ حَفْصَةَ فَرَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ عبداللہ بن عمر رض سے روایت ہے کہ میں اپنی بہن حفصہ کے گھر چڑھا۔ میں نے رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا حاجت

قَاعِدًا لِحَاجَتِهٖ مُسْتَقْبِلَ الشَّامِ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةِ۔

کے لئے بیٹھے ہوئے شام کی طرف منہ تھا اور قبلہ کی طرف پیٹھ تھی۔

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْاِسْتِنْجَاءِ بِالْيَمِيْنِ

داہنے ہاتھ سے استنجا کرنے کی ممانعت کا بیان

عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا يُمْسِكَنَّ اَحَدُكُمْ ذَكَرَهٗ بِيَمِيْنِهٖ وَهُوَ يَبُوْلُ وَلَا يَتَمَسَّحْ مِنَ الْخَلَاءِ بِيَمِيْنِهٖ وَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الْاِنَاءِ۔

ترجمہ - ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کوئی تم میں سے اپنا ذکر پیشاب کرنے میں داہنے ہاتھ سے نہ تھامے اور پاخانہ کے بعد داہنے ہاتھ سے استنجا نہ کرے اور برتن میں پھونک نہ مارے۔

فائدہ - نووی نے کہا استنجے میں ذکر داہنے ہاتھ سے تھامنا مکروہ ہے بکراہت تنزیہی نہ تحریمی جیسے اوپر گذرا اور مقصود یہ ہے کہ داہنے ہاتھ سے کسی طرح کی مدد نہ لیوے استنجے میں اور برتن میں پھونک مارنا اس لئے منع ہوا کہ شاید منہ یا ناک میں سے کوئی چیز نکل کر پانی میں گرے لیکن پانی کے باہر پھونکنا سنت ہے تین بار۔

عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمُ الْخَلَاءَ فَلَا يَمَسَّ ذَكَرَهٗ بِيَمِيْنِهٖ۔

ترجمہ - ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب کوئی تم میں سے پاخانہ جاوے تو اپنے ذکر کو داہنے ہاتھ سے نہ چھوئے۔

عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ يَتَنَفَّسَ فِي الْاِنَاءِ وَاَنْ يَمَسَّ ذَكَرَهٗ بِيَمِيْنِهٖ وَاَنْ يَسْتَطِيْبَ بِيَمِيْنِهٖ۔

ترجمہ - ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا برتن میں پھونکنے سے اور اپنے ذکر کو داہنے ہاتھ سے چھونے سے اور داہنے ہاتھ سے استنجا کرنے سے۔

بَابُ التَّيَمُّنِ فِي الطُّهُوْرِ وَغَيْرِهٖ

طہارت وغیرہ میں داہنی طرف سے شروع کرنے کا بیان

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يُحِبُّ التَّيَمُّنَ فِيْ طُهُوْرِهٖ اِذَا تَطَهَّرَ وَفِيْ تَرَجُّلِهٖ اِذَا تَرَجَّلَ وَفِيْ اِنْتِعَالِهٖ اِذَا انْتَعَلَ۔

ترجمہ۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پسند کرتے تھے داہنی طرف سے شروع کرنے کو طہارت میں اور کنگھہ کرنے میں اور جوتا پہنے میں۔

فائدہ۔ نووی نے کہا یہ ایک قاعدہ مستمرہ ہے شروع میں اور وہ یہ ہے کہ جو کام دنیا میں ذرا عزت رکھتے ہیں جیسے کپڑا پہننا اور موزہ پہننا اور مسجد میں جانا اور مسواک کرنا اور سرمہ لگانا۔ اور ناخون کاٹنا اور موچھ کترانا اور بالوں میں کنگھی کرنا اور بغل کے بال منڈوانا اور سلام پھیرنا نماز کے بعد اور وضو کے اعضاء دھونا اور پاخانہ سے نکلنا اور کھانا اور پینا اور مصافحہ کرنا اور حجر اسود چومنا اور جو باتیں ان کے مثل ہیں ان سب میں داہنی طرف سے شروع کرنا اور کپڑا اتارنا اور پائجامہ یا موزہ اتارنا اور جو کام ان کے مثل ہیں ان میں بائیں طرف سے شروع کرنا مستحب ہے، اور یہ سب اس وجہ سے ہے کہ دائیں جانب کو بائیں جانب پر بزرگی اور شرف ہے اور اجماع کیا ہے علماء نے اس پر کہ وضو میں داہنے ہاتھ یا پاؤں کو پہلے دھونا سنت ہے۔ اگر اس کے خلاف کرے تو فضیلت جاتی رہے گی لیکن وضو صحیح ہو جائے گا اور شیعہ کے نزدیک یہ امر واجب ہے اور ان کے خلاف کا اعتبار نہیں اور بائیں طرف سے شروع کرنا اگرچہ درست ہے لیکن کروہ ہے۔ شافعی رح نے صاف کہدیا ہے اور سنن ابوداؤد اور ترمذی میں باسانید حسنہ ابوہریرہ رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم پہنو یا وضو کرو تو داہنی طرف سے شروع کرو اور یہ نص ہے داہنی طرف سے شروع کرنے میں۔ اب اس کا خلاف کرنا مکروہ ہے یا حرام ہے اور علماء کا اجماع ہے اس پر کہ حرام نہیں ہے تو مکروہ ہو گا اور بعض اعضاء وضو کے ایسے ہیں جن میں داہنی طرف سے شروع کرنا مستحب نہیں بلکہ دائیں اور بائیں دونوں کی ایک بارگی طہارت کرنا چاہیئے جیسے دونوں کان دونوں پہنچے دونوں رخسارے اگر یہ امر نہ ہو سکے تو داہنے سے شروع کرے (نووی)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يُحِبُّ التَّيَمُّنَ فِيْ شَاْنِهٖ كُلِّهٖ فِيْ نَعْلَيْهِ وَتَرَجُّلِهٖ وَطُهُوْرِهٖ

ترجمہ۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داہنی طرف سے شروع کرنا ہر ایک کام میں پسند کرتے جوتا پہننے میں اور کنگھی کرنے میں اور طہارت کرنے میں (بخاری کی روایت میں ہے جہاں تک آپ سے ہو سکتا ہر ایک کام میں)

بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّخَلِّي فِي الطُّرُقِ وَالظِّلَالِ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ اتَّقُوا اللَّاعِنَيْنِ قَالُوا وَمَا اللَّاعِنَانِ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ الَّذِي يَتَخَلَّى فِي طَرِيقِ النَّاسِ أَوْ فِي ظِلِّهِمْ

عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ حَائِطًا وَتَبِعَهُ غُلَامٌ مَعَهُ مِيضَأَةٌ وَهُوَ أَصْغَرُنَا فَوَضَعَهَا عِنْدَ سِدْرَةٍ فَقَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ حَاجَتَهُ فَخَرَجَ عَلَيْنَا وَقَدِ اسْتَنْجَى بِالْمَاءِ

عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ الْخَلَاءَ فَأَحْمِلُ أَنَا وَغُلَامٌ نَحْوِي إِدَاوَةً مِنْ مَاءٍ وَعَنَزَةً فَيَسْتَنْجِي بِالْمَاءِ

عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ

راستہ اور سایہ میں پائخانہ پھرنے کی ممانعت

ترجمہ۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بچو تم لعنت کے دو کاموں سے (یعنی جن کی وجہ سے لوگ تم پر لعنت کریں) لوگوں نے کہا وہ لعنت کے دو کام کون سے ہیں۔ آپ نے فرمایا ایک تو راہ میں جدھر سے لوگ آتے جاتے ہوں پائخانہ پھرنا۔ دوسری سایہ دار جگہ (جہاں لوگ بیٹھ کر آرام کرلیتے ہوں) پائخانہ پھرنا ان دونوں کاموں سے لوگوں کو تکلیف ہوگی اور وہ برا کہیں گے لعنت کریں گے)

ترجمہ۔ انس رضؓ بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک باغ کے اندر گئے اور آپ کے پیچھے ایک لڑکا گیا اس کے پاس ایک بدھنا تھا۔ وہ لڑکا ہم سب میں چھوٹا تھا۔ اس نے بدھنا ایک بیری کے پاس رکھدیا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ اپنی حاجت سے فارغ ہوئے اور باہر نکلے پانی سے استنجا کر کے۔

ترجمہ۔ انس رضؓ بن مالک سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پائخانہ جاتے میں اور ایک اور لڑکا میرے برابر پانی کا ڈول اور برچھی اٹھاتے پھر آپ استنجا کرتے پانی سے (اور برچھی اس واسطے ساتھ رکھتے کہ اس کو سامنے گاڑھ کے نماز پڑھیں)

ترجمہ۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم حاجت کو

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يَتَبَرَّزُ لِحَاجَتِهٖ فَاٰتِيْهِ بِالْمَاۤءِ فَيَغْتَسِلُ بِهٖ

کھلے میدان میں جاتے (لوگوں کی نظر سے دُور) پھر میں پانی آپ کے پاس لاتا۔ آپ اس سے استنجا کرتے۔

فائدہ نووی نے کہا اس حدیث سے کئی مسائل نکلے۔ ایک تو یہ کہ حاجت کو دُور جانا چاہیے لوگوں کی نگاہ سے۔ دُوسری یہ کہ جو شخص فضیلت رکھتا ہو وہ اپنے ساتھیوں میں سے کسی سے کام لے سکتا ہے۔ تیسری یہ کہ خدمت صالحین اور اہل فضیلت کی مستحب ہے۔ چوتھی یہ کہ پانی سے استنجا کرنا مستحب ہے اور صرف پتھروں پر قناعت کرنے سے بہتر ہے۔ اور لوگوں نے اختلاف کیا ہے اس مسئلہ میں لیکن جمہور سلف اور خلف اور اہل فتویٰ اس طرف گئے ہیں کہ ڈھیلوں سے استنجا کر کے پھر پانی سے دُھونا افضل ہے اور صرف ایک چیز پر اختصار کرنا جائز ہے اور بعض سلف کے نزدیک ڈھیلوں پر اقتصار کرنا افضل ہے۔ اور ابن حبیب مالکی نے کہا ڈھیلے کافی نہیں ہیں مگر اس صورت میں جب پانی نہ ملے۔ اور بعض علماء نے ان حدیثوں سے یہ استدلال کیا ہے کہ برتن سے وضو کرنا بہتر ہے حوض یا تالاب سے وضو کرنے سے مگر یہ استدلال مقبول نہیں۔ قاضی عیاض نے کہا اس قول کی کچھ اصل نہیں اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ امر منقول ہے کہ آپ نے حوض کو پایا ہو پھر اس کو چھوڑ کر برتن سے وضو اختیار کیا ہو۔ انتہیٰ۔

بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ موزوں پر مسح کرنے کا بیان

فائدہ۔ نووی نے کہا کہ علماء نے اجماع کیا ہے کہ موزوں پر مسح کرنا جائز ہے سفر اور حضر دونوں میں برابر ہے کہ ضرورت ہو یا نہ ہو اور نہیں اختلاف کیا اس میں کسی نے جس کا اعتبار ہو البتہ شیعہ اور خوارج نے اس کا انکار کیا ہے اور ان کے اختلاف کا اعتبار نہیں۔ امام مالک سے اس میں کئی روایتیں ہیں اور مشہور روایت جمہور کے موافق ہے اور موزوں کے مسح کو بہت صحابہ نے نقل کیا ہے۔ حسن بصری نے کہا مجھ سے ستر صحابیوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسح کرتے۔ تھے موزوں پر اور میں نے شرح مہذّب میں اُن صحابہؓ میں سے اکثر کا نام بیان کیا ہے اور کئی عُمدہ باتیں لکھی ہیں اور اختلاف کیا ہے علماء نے کہ مسح موزوں پر افضل ہے یا پاؤں کا دُھونا۔ ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ پاؤں دُھونا افضل ہے اور یہی قول ہے حضرت عمرؓ اور ابو ایوب انصاری رضؓ کا اور ایک جماعت تابعین کی اس طرف گئی ہے کہ مسح افضل ہے اور یہی قول ہے شعبی اور حکم اور حماد کا اور احمد سے اس باب میں دو روایتیں ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ مسح افضل ہے اور دُوسری روایت یہ ہے کہ دونوں برابر ہیں ابن منذر نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

عَنْ هَمَّامٍ قَالَ بَالَ جَرِيْرٌ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ فَقِيْلَ تَفْعَلُ هٰذَا فَقَالَ نَعَمْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بَالَ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ قَالَ الْاَعْمَشُ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ كَانَ يُعْجِبُهُمْ هٰذَا الْحَدِيْثُ لِاَنَّ اِسْلَامَ جَرِيْرٍ كَانَ بَعْدَ نُزُوْلِ الْمَائِدَةِ۔

ترجمہ۔ ہمام سے روایت ہے جریرؓ نے پیشاب کیا پھر وضو کیا اور مسح کیا موزوں پر لوگوں نے کہا تم ایسا کرتے ہو۔ انہوں نے کہا ہاں، میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ نے پیشاب کیا پھر وضو کیا اور مسح کیا دونوں موزوں پر۔ اعمش نے کہا ابراہیم نے کہا لوگوں کو یہ حدیث بہت بھلی معلوم ہوتی تھی کیونکہ جریر سورہ مائدہ کے اُترنے کے بعد مسلمان ہوئے تھے۔

فائدہ ۔ اور سورۂ مائدہ میں وضو کی آیت ہے جس میں پاؤں دُھونے کا حکم ہے اب اگر جریر اس سورت کے اُترنے سے پہلے مسلمان ہو چکے ہوتے اور یہ گمان ہو سکتا کہ ان کی حدیث سورۂ مائدہ کی آیت سے منسوخ ہوگئی ہو اور جب وہ اس سورت کے اُترنے کے بعد اسلام لائے تو اب یہ گمان ہرگز چل نہیں سکتا اور سنن بیہقی میں ابراہیم بن ادہم سے مروی ہے اُنہوں نے کہا میں نے موزوں کے مسح میں جریر کی حدیث سے بہتر کوئی حدیث نہیں سنی۔

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَانْتَهٰى اِلٰى سُبَاطَةِ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا فَتَنَحَّيْتُ فَقَالَ اُدْنُهْ فَدَنَوْتُ حَتّٰى قُمْتُ عِنْدَ عَقِبَيْهِ فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ۔

ترجمہ۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا آپ ایک قوم کے گھوڑے پر پہنچے تو کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔ میں سرک گیا آپ نے فرمایا نزدیک آ، میں نزدیک چلا گیا۔ یہاں تک کہ آپ کی ایڑیوں کے پاس کھڑا ہو گیا۔ پھر آپ نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا۔

فائدہ ۔ نووی نے کہا علماء نے اس حدیث میں کئی وجہیں بیان کی ہیں ایک تو وہ جو شافعیؒ سے بھی منقول ہے کہ عرب کے لوگ پشت کے درد کا علاج کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے کرتے تھے۔ اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی پیٹھ کے درد کی وجہ سے ایسا کیا ہوگا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جس کو بیہقی نے باسناد ضعیف نقل کیا کہ آپ کے گھٹنوں کے اندر درد تھا۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ آپ کو جگہ نہ ملی بیٹھنے کی اس لئے آپ لاچار ہو کر کھڑے رہے اور امام عبداللہ مازری اور قاضی عیاض نے ایک چوتھی وجہ بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ کھڑے ہونے میں دیر سے حدث نہ نکلنے کا اطمینان ہوتا ہے برخلاف بیٹھنے کے۔ اور اسی واسطے حضرت عمرؓ نے کہا ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا دبر کو روکے رکھتا ہے حدث

نکلنے سے اور ایک پانچویں یہ بھی ہو سکتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے کھڑے ہو کر اس لئے پیشاب کیا تھا تاکہ اس کا جواز معلوم ہو مگر ایک ہی بار ایسا اور ہمیشہ کی عادت آپ کی یہ تھی کہ بیٹھ کر پیشاب کیا کرتے۔ حضرت عائشہ رضؓ کی حدیث سے یہ امر ثابت ہے۔ اُنہوں نے کہا جو کوئی تم سے کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے تو ہرگز نہ مانو آپ ہمیشہ بیٹھ کر پیشاب کیا کرتے تھے۔ روایت کیا اس کو احمد بن حنبل اور ترمذی اور نسائی اور بہت لوگوں نے اور اسناد اس کا بہتر ہے اور کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی ممانعت میں کئی حدیثیں مروی ہیں لیکن وہ ثابت نہیں ہیں۔ پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث ثابت ہے۔ اسی واسطے علماء نے کہا ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب مکروہ ہے اگر عذر نہ ہو اور یہ کراہت تنزیہی ہے نہ تحریمی۔ ابن منذر نے اشراق میں لکھا ہے کہ علماء نے اختلاف کیا ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے میں تو حضرت عمر رضؓ اور زید بن ثابت اور ابن عمر اور سہل بن سعد سے یہ امر ثابت ہے کہ اُنہوں نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا ہے اور ایسا ہی منقول ہے انس اور علی اور ابو ہریرہ سے اور ایسا ہی کہا ہے ابن سیرین اور عروہ بن زبیر نے اور ابن مسعود اور شعبی اور ابراہیم بن سعد نے اس کو مکروہ جانا ہے۔ ابراہیم بن سعد اس شخص کی گواہی نہیں قبول کرتے تھے جو کھڑے پیشاب کرے اور اس مسئلہ میں ایک تیسرا قول ہے وہ یہ کہ اگر پیشاب کرنے کی جگہ ایسی ہو جس پر سے پیشاب کے قطرے اُڑیں تو کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ ہے اور جو اُڑنے کا ڈر نہ ہو تو مکروہ نہیں۔ امام مالکؒ کا یہی قول ہے۔ ابن منذر نے کہا پیشاب بیٹھ کر کرنا میرے نزدیک بہتر ہے اور کھڑے ہو کر بھی درست ہے۔ اور یہ سب ثابت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تمام ہوا کلام ابن منذر کا لیکن ایک قوم گھورے پر آنا پیشاب کرنے کے لئے تو یہ اس وجہ سے ہو گا کہ وہ لوگ اس سے بُرا نہ مانتے ہونگے بلکہ خوش ہوتے ہونگے اور جس شخص کو ناراضگی نہ ہو اس کی زمین میں پیشاب کرنا یا اس کا کھانا درست ہے اور اس کی مثالیں بہت ہیں یا وہ گھورا خاص اُس قوم کا نہ ہو گا بلکہ سب گھروں کے ضمن میں مشترک ہو گا لیکن ان کے گھر کے قریب ہو گا۔ اس وجہ سے ان کی طرف نسبت کیا گیا۔ اور یہ جو آپ نے گھورے پر پیشاب کیا اور دُور تشریف نہ لے گئے حالانکہ آپ کی عادت یہ تھی کہ حاجت کے لئے دُور جاتے تو قاضی عیاض نے اس کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ آپ لوگوں کو سمجھانے میں یا وہ اپنے اور کاموں میں مصروف ہوں گے دفعتاً آپ کو پیشاب کی حاجت ہوئی اور اس وقت دُور جانا ممکن نہوا اس لئے آپ گھورے پر چلے گئے (نووی)

(آپ نے فرمایا نزدیک آ میں نزدیک چلا گیا) آپ نے نزدیک اسواسطے بُلایا تاکہ لوگوں سے آڑ ہو جائے۔ دُوسری یہ کہ آپ کی غرض پیشاب کرنا تھی نہ پاخانہ اور دُوسرے حدث سے بھی اطمینان تھا اس لئے پاس بُلانے میں کوئی قباحت نہ تھی (نووی)

(یہاں تک کہ آپ کی ایڑیوں کے پاس کھڑا ہوا پھر آپ نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا) نووی نے کہا کہ یہ حدیث بہت سے فوائد پر مشتمل ہے ایک تو موزوں پر مسح کرنا۔ دوسرے حضر میں مسح جائز ہونا۔ تیسرے کھڑے ہو کر پیشاب جائز ہونا۔ چوتھے پیشاب کرنیوالے سے دوسرا آدمی نزدیک ہونے کا جواز۔ پانچویں پیشاب کرنے والے کا بلانا دوسرے کو آڑ کیلئے چھٹے پردہ کرنے کا استحباب ساتویں جواز پیشاب کا گھروں کے نزدیک۔

عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ قَالَ كَانَ اَبُوْمُوْسٰی یُشَدِّدُ فِی الْبَوْلِ وَیَبُوْلُ فِیْ قَارُوْرَةٍ وَّیَقُوْلُ اِنَّ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ كَانَ اِذَآ اَصَابَ جِلْدَ اَحَدِهِمْ بَوْلٌ قَرَضَهٗ بِالْمَقَارِیْضِ فَقَالَ حُذَیْفَةُ لَوَدِدْتُّ اَنَّ صَاحِبَكُمْ لَا یُشَدِّدُ هٰذَا التَّشْدِیْدَ فَلَقَدْ رَاَیْتُنِیْ اَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نَتَمَاشٰی فَاَتٰی سُبَاطَةَ قَوْمٍ خَلْفَ حَآئِطٍ فَقَامَ كَمَا یَقُوْمُ اَحَدُكُمْ فَبَالَ فَانْتَبَذْتُ مِنْهُ فَاَشَارَ اِلَیَّ فَجِئْتُ فَقُمْتُ عِنْدَ عَقِبِهٖ حَتّٰی فَرَغَ۔

ترجمہ۔ ابو وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نہایت سختی کرتے تھے پیشاب میں وہ پیشاب کیا کرتے تھے ایک شیشی میں اور کہتے تھے کہ بنی اسرائیل میں جب کسی کے بدن کو پیشاب لگ جاتا تو وہ کھال کترنا کترنیوں سے حذیفہ رضی نے کہا میں چاہتا ہوں کہ ابو موسیٰ ایسی سختی نہ کرتے تو بہتر تھا۔ میں رسول اللہ علیہ اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا آپ ایک قوم کے گھورے پر آئے دیوار کے پیچھے آپ کھڑے ہوئے جس طرح سے تم میں کوئی کھڑا ہوتا ہے پھر پیشاب کیا میں دور ہٹا۔ آپ نے اشارہ فرمایا پاس آ یہاں تک کہ میں آپ کی ایڑیوں کے پاس کھڑا رہا۔ جب تک کہ آپ پیشاب سے فارغ نہ ہوئے۔

فائدہ۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ کی غرض اس حدیث کے بیان کرنے میں یہ تھی کہ اتنی سختی ابو موسیٰ رض کی سنت کے خلاف ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے کھڑے پیشاب کیا اور چھینٹیں اُڑنے کا خیال نہ کیا اور شیشے وغیرہ میں پیشاب نہیں کیا جیسا کہ ابو موسیٰ کرتے ہیں۔

عَنِ الْمُغِیْرَةِ ابْنِ شُعْبَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ خَرَجَ لِحَاجَتِهٖ فَاتَّبَعَهُ الْمُغِیْرَةُ بِاِدَاوَةٍ فِیْهَا مَآءٌ فَصَبَّ عَلَیْهِ حِیْنَ فَرَغَ مِنْ حَاجَتِهٖ فَتَوَضَّاَ وَمَسَحَ عَلَی الْخُفَّیْنِ وَفِیْ رِوَایَةِ ابْنِ رُمْحٍ مَكَانَ حِیْنَ حَتّٰی

ترجمہ۔ مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کام کو نکلے ان کے پیچھے مغیرہ رض پانی کا ڈول لے کر گئے اور جب آپ حاجت سے فارغ ہوئے تو پانی ڈالا آپ پر (یعنی وضو کے وقت) پھر وضو کیا اور مسح کیا موزوں پر۔ ابن رمح کی روایت میں یوں ہے پانی ڈالا آپ پر یہاں تک کہ آپ فارغ ہوئے حاجت سے (یعنی وضو سے)

عَنِ الْمُغِيْرَةِ ابْنِ شُعْبَةَ قَالَ بَيْنَا اَنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ اِذْ نَزَلَ فَقَضٰى حَاجَتَهٗ ثُمَّ جَآءَ فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ مِنْ اِدَاوَةٍ كَانَتْ مَعِيَ فَتَوَضَّاَ وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ

ترجمہ۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ تھا آپ اُترے اور حاجت سے فارغ ہوئے پھر آئے تو میں نے آپ پر پانی ڈالا ڈول سے جو میرے پاس تھا آپ نے وضو کیا اور مسح کیا موزوں پر۔

فائدہ۔ نووی نے کہا اس حدیث سے اور اسامہ بن زیدؓ کی حدیث سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ وضو میں دُوسرے سے مدد لینا درست ہے اور بعض حدیثوں میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ لیکن وہ ثابت نہیں ہیں۔ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ یہ مدد لینا تین قسم پر ہے۔ ایک تو یہ کہ پانی لانے میں کسی سے مدد لیوے اور یہ نہ مکروہ ہے نہ اس میں کچھ قباحت ہے۔ دُوسرے یہ کہ اعضا کے دُھونے میں مدد لیوے یعنی دُوسرا شخص اس کے اعضا کو دُھووے۔ یہ مکروہ ہے مگر ضرورت کے وقت جائز ہے۔ تیسرے یہ کہ دُوسرا شخص صرف پانی ڈالے۔ اس کا ترک اولیٰ ہے کرنا مکروہ ہے یا نہیں۔ اس میں دو قول ہیں اور جب کوئی دُوسرا پانی ڈالے تو وہ وضو کرنے والے کے بائیں طرف کھڑا ہو۔

عَنِ الْمُغِيْرَةِ ابْنِ شُعْبَةَ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَقَالَ يَا مُغِيْرَةُ خُذِ الْاِدَاوَةَ فَاَخَذْتُهَا ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهٗ فَانْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى تَوَارٰى عَنِّيْ فَقَضٰى حَاجَتَهٗ ثُمَّ جَآءَ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَامِيَّةٌ ضَيِّقَةُ الْكُمَّيْنِ فَذَهَبَ يُخْرِجُ يَدَهٗ مِنْ كُمِّهَا فَضَاقَتْ فَاَخْرَجَ يَدَهٗ مِنْ اَسْفَلِهَا فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ فَتَوَضَّاَ وُضُوْءَهٗ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ مَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ ثُمَّ صَلّٰى۔

ترجمہ۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا۔ آپ نے فرمایا اے مغیرہ! چھاگل لے پانی کی۔ میں نے لے لی اور آپ کے ساتھ نکلا۔ آپ چلے یہاں تک کہ میری نظر سے غائب ہو گئے اور حاجت سے فارغ ہوئے پھر لوٹ کر آئے آپ ایک جُبّہ پہنے ہوئے تھے شام کا تنگ آستینوں کا۔ آپ نے چاہا اپنے ہاتھ آستینوں سے باہر نکالنا وہ نکل نہ سکے تو آپ نے نیچے سے ہاتھوں کو نکال لیا پھر میں نے وضو کا پانی ڈالا۔ آپ نے وضو کیا جیسے نماز کے لئے وضو کرتے ہیں پھر مسح کیا موزوں پر پھر نماز پڑھی۔

عَنِ الْمُغِيْرَةِ ابْنِ شُعْبَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لِيَقْضِيَ حَاجَةً فَلَمَّا رَجَعَ

ترجمہ۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاجت کے واسطے نکلے۔ جب لوٹے تو میں پانی کا ڈول لیکر

تَلَقَّيْتُهُ بِالْإِدَاوَةِ فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَغْسِلَ ذِرَاعَيْهِ فَضَاقَتِ الْجُبَّةُ فَأَخْرَجَهُمَا مِنْ تَحْتِ الْجُبَّةِ فَغَسَلَهُمَا وَمَسَحَ رَأْسَهُ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ ثُمَّ صَلَّى بِنَا۔

آیا اور آپ پر پانی ڈالا۔ آپ نے دونوں ہاتھ دھوئے پھر مُنہ دھویا پھر ہاتھ دھونا چاہے جُبّہ تنگ تھا۔ آخر دونوں ہاتھوں کو جبہ کے نیچے سے نکالا اور دھویا ان کو اور سر پر مسح کیا اور موزوں پر مسح کیا پھر ہمارے ساتھ نماز پڑھی۔

عَنِ الْمُغِيرَةِ ابْنِ شُعْبَةَ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي مَسِيرٍ فَقَالَ لِي أَمَعَكَ مَاءٌ قُلْتُ نَعَمْ فَنَزَلَ عَنْ رَاحِلَتِهِ فَمَشَى حَتَّى تَوَارَى فِي سَوَادِ اللَّيْلِ ثُمَّ جَاءَ فَأَفْرَغْتُ عَلَيْهِ مِنَ الْإِدَاوَةِ فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ مِنْ صُوفٍ فَلَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُخْرِجَ ذِرَاعَيْهِ مِنْهَا حَتَّى أَخْرَجَهُمَا مِنْ أَسْفَلِ الْجُبَّةِ فَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ أَهْوَيْتُ لِأَنْزِعَ خُفَّيْهِ فَقَالَ دَعْهُمَا فَإِنِّي أَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا۔

ترجمہ۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ ایک ساتھ آپ نے فرمایا کیا تمہارے پاس پانی ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ آپ سواری پر سے اُترے اور چلے یہاں تک کہ اندھیری رات میں نظروں سے چُھپ گئے پھر لوٹ کر آئے تو میں نے پانی ڈالا ڈول سے۔ آپ نے مُنہ دھویا۔ آپ جُبہ ایک جبّہ اُون کا پہنے ہوئے تھے تو ہاتھ آستینوں سے باہر نکال نہ سکے۔ آپ نے نیچے سے ہاتھوں کو باہر نکالا اور دھویا اور سر پر مسح کیا پھر میں جُھکا آپ کے موزے اُتارنے کو۔ آپ نے فرمایا رہنے دے میں نے ان کو طہارت پر پہنا ہے اور مسح کیا ان دونوں پر۔

فائدہ نووی نے کہا علماء نے اختلاف کیا اس مسئلہ میں۔ ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ موزوں کا پہننا طہارت کاملہ پر ضرور ہے یہاں تک کہ اگر کسی نے داہنا پاؤں دُھویا پھر موزہ پہنا پھر بائیں پاؤں دُھویا اور موزہ پہنا تو داہنے موزہ پر مسح درست نہو گا اس لئے کہ اس وقت طہارت کامل نہ تھی اب اس کا اُتارنا اور دوبارہ پہننا ضروری ہے البتہ بایاں موزہ اُتارنے کی حاجت نہیں ہے کیونکہ اس کے پہننے کے وقت طہارت کامل ہو چکی تھی اور ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ بائیں موزہ کا بھی اُتارنا ضروری ہے اور یہی قول ہے مالک اور احمد اور اسحاق کا اور ابو حنیفہ اور سفیان ثوری اور یحییٰ بن آدم اور مزنی اور ابو ثور اور داؤد کا یہ قول ہے کہ پہننا موزہ کا حدث کی حالت میں بھی درست ہے بعد اس کے طہارت کامل کر لیوے۔ انتہیٰ۔

عَنِ الْمُغِيرَةِ أَنَّهُ وَضَّأَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ

ترجمہ۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اُنہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وضو کرایا آپ نے وضو کیا اور دونوں موزوں پر

فَقَالَ لَهُ فَقَالَ اِنِّیْ اَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَیْنِ۔

مسح کیا۔ مغیرہ نے کہا تو آپ نے فرمایا میں نے ان کو طہارت میں پہنا ہے۔

بَابُ الْمَسْحِ عَلَى النَّاصِيَةِ وَالْعِمَامَةِ پیشانی اور دستار پر مسح کرنا

عَنِ الْمُغِيْرَةِ ابْنِ شُعْبَةَ قَالَ تَخَلَّفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَخَلَّفْتُ مَعَهُ فَلَمَّا قَضٰى حَاجَتَهُ قَالَ اَمَعَكَ مَاءٌ فَاَتَيْتُهُ بِمُطَهَّرَةٍ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ وَوَجْهَهُ ثُمَّ ذَهَبَ يَحْسِرُ عَنْ ذِرَاعَيْهِ فَضَاقَ كُمُّ الْجُبَّةِ فَاَخْرَجَ يَدَهُ مِنْ تَحْتِ الْجُبَّةِ وَاَلْقَى الْجُبَّةَ عَلٰى مَنْكِبَيْهِ وَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ وَمَسَحَ بِنَاصِيَتِهِ وَعَلَى الْعِمَامَةِ وَعَلٰى خُفَّيْهِ ثُمَّ رَكِبَ وَرَكِبْتُ فَانْتَهَيْنَا اِلَى الْقَوْمِ وَقَدْ قَامُوْا فِي الصَّلٰوةِ يُصَلِّيْ بِهِمْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ عَوْفٍ وَقَدْ رَكَعَ بِهِمْ رَكْعَةً فَلَمَّا اَحَسَّ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ذَهَبَ يَتَاَخَّرُ فَاَوْمَاَ اِلَيْهِ فَصَلّٰى بِهِمْ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقُمْتُ فَرَكَعْنَا الرَّكْعَةَ الَّتِيْ سَبَقَتْنَا

ترجمہ۔ مغیرہ ابن شعبہ رضؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سفر میں پیچھے رہ گئے میں بھی آپ کے ساتھ پیچھے رہ گیا۔ جب آپ حاجت سے فارغ ہوئے تو فرمایا تمہارے پاس پانی ہے میں ایک چھاگل لے کر آیا پانی کی آپ نے دونوں ہاتھ دُھوئے اور مُنہ دُھویا پھر بانہیں آستینوں میں سے نکالنا چاہیں تو آستین تنگ ہوئی آپ نے نیچے سے ہاتھ کو نکالا اور جُبّہ کو اپنے مونڈھوں پر ڈال دیا اور دونوں ہاتھ دُھوئے اور پیشانی پر مسح کیا اور عمامہ پر اور موزوں پر پھر سوار ہوئے میں بھی سوار ہوا۔ جب اپنے لوگوں میں پہنچے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک رکعت پڑھ چکے تھے۔ ان کو جب معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں وہ پیچھے ہٹنے لگے۔ آپ نے اشارہ کیا اپنی جگہ پر رہو۔ آخر انہوں نے نماز پڑھائی۔ جب سلام پھیرا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور میں بھی کھڑا ہوا اور ایک رکعت جو ہم سے پہلے ہو چکی تھی پڑھ لی

فائدہ۔ یہی وہ حدیث ہے جس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نماز پڑھنا اپنے صحابی کے پیچھے ثابت ہوتا ہے علماء نے کہا ہے کہ آپ سوا عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ کے اور کسی آدمی کے پیچھے نماز نہیں پڑھی البتہ جبرئیل کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ نووی نے کہا اس حدیث سے بہت سی باتیں نکلتی ہیں۔ ایک افضل کا اقتدا کرنا اپنے سے کم درجہ والے کے ساتھ دوسرے نبی کا نماز پڑھنا اپنے ساتھی کے پیچھے۔ تیسرے فضیلت اوّل وقت نماز پڑھنے کی کیونکہ صحابہ نے آپ کا انتظار نہ کیا اور نماز شروع کر دی۔ چوتھے جب امام حاضر نہ ہو تو لوگ کسی اور کو امام بنا سکتے ہیں بشرطیکہ اس سے کوئی مفسدہ نہ پیدا ہو اور امام کو رنج نہ ہو ورنہ

سب لوگ اوّل وقت اکیلے اکیلے نماز پڑھ لیں اور دوبارہ جماعت میں شریک ہونا مستحب ہوگا۔ پانچویں مسبوق سلام کے بعد اپنی باقی نماز پوری کرلے اور یہ باقی نماز بدوں پڑھے اُس کے ذمہ سے ساقط نہ ہوگی البتہ سورہ فاتحہ پڑھنا ساقط ہو جاتا ہے جب امام کو رکوع میں پاوے چھٹے یہ کہ مسبوق کو بھی امام کی پیروی رکوع اور سجود اور قعدہ سب ارکان میں ضروری ہے اگرچہ اُس کے قعدہ کا وقت نہو۔ ساتویں یہ کہ مسبوق امام سے جب جُدا ہوتا ہے جب امام سے جب جُدا ہوتا ہے جب امام سلام پھیر دے۔ اور عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ جو نماز پڑھانے گئے اور ابوبکر صدیق رضؓ کی طرح پیچھے ہٹ نہ آئے اس کی وجہ یہ تھی کہ عبدالرحمٰن ایک رکعت پڑھ چکے تھے اور ابوبکر رضؓ نے کوئی رکعت نہیں پڑھائی تھی۔ انتہیٰ۔

عَنِ الْمُغِيْرَةِ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَمُقَدَّمِ رَاْسِهٖ وَعَلٰى عِمَامَتِهٖ

ترجمہ۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مسح کیا موزوں پر اور پیشانی پر اور عمامہ پر۔

فائدہ۔ عمامہ پر مسح کرنا درست ہے اور اس کا اُتارنا ضروری نہیں۔ رفع حرج کے لئے اہلحدیث کا قول ہے اور بعض علماء کے نزدیک عمامہ پر مسح جائز نہیں۔ جبتک سر پر ہاتھ پھیرے۔

عَنِ الْمُغِيْرَةِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

ترجمہ۔ دوسری روایت کا بھی وہی ہے جو اُوپر گذرا۔

عَنِ الْمُغِيْرَةِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ فَمَسَحَ بِنَاصِيَتِهٖ وَعَلَى الْعِمَامَةِ وَعَلَى الْخُفَّيْنِ

ترجمہ۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے وضو کیا تو مسح کیا پیشانی پر اور عمامہ پر اور موزوں پر)

عَنْ بِلَالٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَالْخُفَّيْنِ وَالْخِمَارِ

ترجمہ۔ بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مسح کیا موزوں پر اور عمامہ پر۔

بَابُ التَّوْقِيْتِ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ

موزوں پر مسح کرنے کی مدت کا بیان

عَنْ شُرَيْحِ ابْنِ هَانِئٍ قَالَ اَتَيْتُ عَائِشَةَ اَسْاَلُهَا عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقَالَتْ عَلَيْكَ بِابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ فَاسْاَلْهُ فَاِنَّهٗ كَانَ يُسَافِرُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَسَاَلْنَاهُ فَقَالَ جَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

ترجمہ۔ شریح بن ہانی سے روایت ہے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اُن سے موزوں کا مسح پوچھنے کو۔ اُنہوں نے کہا کہ تم ابوطالب کے بیٹے (یعنی حضرت علیؓ) سے پوچھو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے۔ ہم نے اُن سے

عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ وَّ لَيَالِيَهُنَّ لِلْمُسَافِرِ وَيَوْمًا وَّلَيْلَةً لِّلْمُقِيْمِ قَالَ وَكَانَ سُفْيَانُ اِذَا ذَكَرَ عَمْرًا اَثْنٰى عَلَيْهِ۔

پوچھا۔ اُنہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسافر کے لئے مسح کی مدت تین دن تین رات مقرر کی اور مقیم کے لئے ایک دن رات۔

فائدہ ۔ نووی نے کہا جمہور علمار کا یہی قول ہے جیسے ابوحنیفہ رح اور شافعی رح اور احمد رح کا اور امام مالک رح کا مشہور قول یہ ہے کہ مسح کی مدت کچھ مقرر نہیں جتنے دنوں تک چاہے مسح کرے اور یہی ایک قول قدیم ہے شافعی کا۔ ان کی دلیل ابن ابی عمارہ کی حدیث ہے جو ابوداؤد نے روایت کی لیکن وہ حدیث باتفاق علمار ضعیف ہے اب اکثر علمار کا یہ قول ہے کہ یہ مدت موزے پہننے کے بعد حدث کے وقت سے شروع ہوگی نہ موزے پہننے کے وقت سے اور نہ مسح کے وقت سے۔ اگر مدت گذرنے سے پہلے نہانے کی حاجت ہوئی تو موزے پر مسح جائز نہو گا۔ ہمارے اصحاب کے نزدیک پھر اگر غسل لیا اور دونوں پاؤں موزے کے اندر دھو لئے تو جنابت جاتی رہے گی اور نماز جائز ہو جاوے گی اب اگر اس کے بعد حدث ہو گا تو موزے پر مسح درست نہیں اس لئے کہ موزوں پر اسی وقت درست ہے جب طہارت کاملہ پر پہنے جاویں اب ان کو اُتار کر طہارت کر کے پھر پہنے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مفتی کو اگر کوئی مسئلہ معلوم نہ ہو تو دوسرے کا حوالہ دیوے جو اس کو خوب جانتا ہو۔

بَابُ جَوَازِ الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا بِوُضُوْءٍ وَّاحِدٍ

ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھنا

عَنْ بُرَيْدَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ صَلَّى الصَّلَوٰتِ يَوْمَ الْفَتْحِ بِوُضُوْءٍ وَّاحِدٍ وَّمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ لَقَدْ صَنَعْتَ الْيَوْمَ شَيْئًا لَّمْ تَكُنْ تَصْنَعُهٗ قَالَ عَمْدًا صَنَعْتُهٗ يَا عُمَرُ

ترجمہ ۔ بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس دن مکہ فتح ہوا ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھیں اور مسح کیا موزوں پر حضرت عمر رضؓ نے کہا یا رسول اللہ آپ نے آج وہ کام کیا جو کبھی نہیں کیا تھا آپ نے فرمایا میں نے قصداً ایسا کیا۔

فائدہ نووی نے کہا اس حدیث سے کئی باتیں معلوم ہوئیں ایک تو موزے پر مسح کرنا۔ دوسرے فرض نمازوں کا ایک وضو سے پڑھنا جب تک حدث نہ ہو اور یہ جائز ہے باجماع علمار اور امام ابوجعفر طحاوی اور ابوالحسن بن بطال نے صحیح بخاری کی شرح میں ایک جماعت علمار سے اس کے خلاف نقل کیا ہے ان کے نزدیک ہر ایک فرض نماز کے لئے تازہ وضو ضروری

ہے اگرچہ وضو ہو اور دلیل اُن کی قول ہے اللہ تعالیٰ کا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ" الاٰيَة اور جمہور کی دلیل احادیث صحیحہ ہیں۔ ایک ان میں سے یہ حدیث ہے اور ایک حدیث انس رضؓ کی ہے صحیح بخاری میں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر نماز کے لئے وضو کرتے تھے اور ہم لوگوں کو ایک ہی وضو کافی ہوتا جب تک حدث نہ ہووے۔ دُوسری حدیث سوید بن نعمان کی ہے صحیح بخاری میں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھی پھر ستو کھائے اور مغرب کی نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔ اس کی تائید میں اور بہت سی حدیثیں آئی ہیں جیسے حدیث جمع کرنے کی عرفہ اور مزدلفہ میں اور تمام سفروں میں اور حدیث قضا نمازوں کے جمع کرنے کی خندق میں۔ اور آیت کریمہ سے مُراد یہ ہے کہ جب تم بے وضو ہو اور نماز کے لئے اُٹھو تو مُنہ دُھو اخیر تک۔ اور بعضوں نے کہا کہ یہ آیت منسوخ ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل سے اور یہ قول ضعیف ہے۔ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ ہر نماز کے لئے نیا وضو کرنا وضو ہوتے ہوئے مستحب ہے اور اس میں کئی قول ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس وضو سے کوئی نماز ضرور پڑھے خواہ فرض ہو یا نفل۔ دُوسرے یہ کہ تازہ وضو اسی صورت میں مستحب ہے جب اس سے کوئی فرض نماز پڑھے۔ تیسرے یہ کہ اُس وضو سے وہ کام کرے جو بغیر طہارت کے درست نہیں جیسے مصحف کا چھُونا سجدۂ تلاوت کرنا۔ چوتھے یہ کہ ہر حال میں مستحب ہے اگرچہ ان میں سے کوئی کام نہ کرے بشرطیکہ وضو سابق اور حال میں اتنا زمانہ گذرے کہ جس کے سبب سے دُوسرا وضو پہلے وضو سے علیحدہ ہو جاوے اور تازہ غسل کرنا مستحب نہیں موافق مذہب صحیح کے اور امام الحرمین نے ایک قول استحبابت کا نقل کیا ہے۔ اسی طرح تازہ تیمم کرنے میں دو قول ہیں ایک یہ کہ مستحب نہیں اور یہی زیادہ مشہور ہے اور یہ تازہ تیمم زخمی اور بیمار کے لئے ہوگا جو پانی ہوتے ہوئے تیمم کرتے ہیں اور ان کے سوا اور کے لئے بھی ہو سکتا ہے جب دوبارہ تلاش پانی کی واجب نہ کہیں اور جو یہ حضرت عمر رضؓ نے کہا آپ نے وہ کام کیا جو کبھی نہ کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لئے وضو کیا کرتے جیسے افضل ہے اور اس دن جو کئی نمازیں ایک وضو سے پڑھیں۔ اس سے جواز کا بیان کرنا مقصود تھا جیسے آپ نے فرمایا میں نے یہ کام قصداً کیا ہے اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کم درجہ والا بڑے درجہ والے سے سوال کر سکتا ہے ان افعال سے جو عادت کے خلاف ہوں اس لئے کبھی یہ امر نسیان سے ہوتا ہے تو وہ آگاہ ہو جاوے گا اس سوال کی وجہ سے انتہٰی۔

بَابُ كَرَاهَةِ غَمْسِ الْمُتَوَضِّئِ وَغَيْرِهٖ يَدَهُ الْمَشْكُوْكَ فِيْ نَجَاسَتِهَا فِي الْاِنَاءِ قَبْلَ غَسْلِهَا ثَلَاثًا

پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنا اُس کو دُھونے سے پہلے مکروہ ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اسْتَیْقَظَ اَحَدُكُمْ مِّنْ نَّوْمِهٖ فَلَا یَغْمِسْ یَدَهٗ فِی الْاِنَاۗءِ حَتّٰی یَغْسِلَهَا ثَلَاثًا فَاِنَّهٗ لَا یَدْرِیْ اَیْنَ بَاتَتْ یَدُهٗ

ترجمہ ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب کوئی تم میں سے سوکر اٹھے تو اپنا ہاتھ برتن میں نہ ڈالے جب تک اس کو تین بار نہ دھولے ۔ کیونکہ معلوم نہیں کہاں رہا ہاتھ اس کا ۔

فائدہ ۔ امام شافعیؒ نے کہا عربوں کی عادت تھی کہ وہ ڈھیلوں سے استنجا کیا کرتے اور ان کے ملک گرم تھے سونے میں پسینہ آتا اس لئے احتمال تھا کہ ہاتھ نجس ہو گیا ہو ۔ اور اس حدیث سے کئی مسائل نکلتے ہیں ۔ ایک تو یہ کہ قلیل پانی پر اگر نجاست پڑجائے تو وہ نجس ہو جاویگا دُوسرے یہ کہ سات بار دُھونا کسی نجاست کا ضرور نہیں سوا کتے کے چاٹے ہوئے برتن کے ۔ تیسرے یہ کہ استنجاء کا مقام ڈھیلوں سے پاک نہیں ہوتا بلکہ معاف ہے نماز اس سے ۔ چوتھے یہ کہ نجاست کا تین بار دُھونا ضروری ہے یعنی نجاست متحققہ کا اور متوہمہ کا تین بار دُھونا مستحب ہے ۔ پانچویں یہ کہ نجاست متوہمہ کا دُھونا مستحب ہے صرف پانی ڈالنا کافی نہیں ۔ چھٹے یہ کہ عبادات میں احتیاط کرنا مستحب ہے بشرطیکہ یہ احتیاط وسوسہ کے درجہ تک نہ پہنچے ۔ اب جمہور علماء اس طرف گئے ہیں کہ یہ ہاتھ ڈالنے کی ممانعت تنزیہی ہے نہ تحریمی ۔ جس صورت میں نجاست کا یقین نہ ہو اور اگر ہاتھ ڈال دیگا تو پانی نجس نہ ہوگا ۔ اور حسن بصری سے منقول ہے کہ نجس ہو جائے گا اگر رات کو سوکر اٹھا ہے اور اسحاق بن راہویہ اور محمد بن جریر طبری سے بھی یہی منقول ہے لیکن یہ قول ضعیف ہے کیونکہ اصل پانی اور ہاتھ دونوں میں طہارت ہے پھر شک سے وہ نجس نہیں ہو سکتے اور یہ سوکر اُٹھنا ہمارے نزدیک کے سونے سے مخصوص نہیں بلکہ جب سوکر اُٹھے اور نجاست کا شبہ ہو یا بغیر سوئے نجاست کا گمان ہو تو برتن میں بغیر ہاتھ دُھوئے ہاتھ نہ ڈالے اور امام احمد سے یہ روایت ہے کہ اگر رات کے خواب سے اُٹھا ہے تو ہاتھ ڈالنا مکروہ تحریمی ہے اور جو دن کے خواب سے اُٹھا ہے تو مکروہ تنزیہی ہے اور داؤد ظاہری کا بھی یہی قول ہے انتہٰی ۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اسْتَیْقَظَ اَحَدُكُمْ فَلْیُفْرِغْ عَلٰی یَدِهٖ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَبْلَ اَنْ یُّدْخِلَ یَدَهٗ فِیْ اِنَاۗئِهٖ فَاِنَّهٗ لَا یَدْرِیْ فِیْمَ بَاتَتْ یَدُهٗ

ترجمہ ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب کوئی تم میں سے جاگے تو اپنے ہاتھ پر تین بار پانی ڈالے اس لئے کہ اس کو معلوم نہیں کہ کہاں رہا ہاتھ اس کا رات کو ۔

فائدہ ۔ یہ کنایہ ہے یعنی دیر یا ذکر پر رہا اور کنایہ ایسے مقاموں میں زیادہ فصیح ہے اور قرآن اور حدیث میں اس کی بہت نظیریں ہیں یہ جب ہے کہ ہاتھ کی نجاست کا گمان ہو ۔ اگر ہاتھ

کی طہارت کا یقین ہو جب بھی ہاتھ دھونا پھر ڈالنا بہتر ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ اس صورت میں ہاتھ ڈالنا دھونے سے پہلے مکروہ نہیں ہے۔ اگر برتن اتنا بڑا ہے کہ ہاتھ پر پانی ڈالنا ممکن نہ ہو تو منہ سے پانی لیوے اور ہاتھ کو دھووے یا اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو پاک کپڑے سے پانی نکالے یا کسی اور سے مدد لیوے (نووی)

بَابُ حُكْمِ وُلُوغِ الْكَلْبِ

کتے کے منہ ڈالنے اور کسی برتن سے پانی پینے کا بیان

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيُرِقْهُ ثُمَّ لِيَغْسِلْهُ سَبْعَ مِرَارٍ

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کتا منہ ڈال کر پیئے تم میں سے کسی برتن میں تو بہاوے اس کو پھر سات بار دھووے۔

عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فَلْيُرِقْهُ

ترجمہ۔ اس روایت میں بہانے کا ذکر نہیں ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب کتا تمہارے برتن میں سے پیئے تو اس کو سات بار دھونا چاہیئے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ طُهُورُ إِنَاءِ أَحَدِكُمْ إِذَا وَلَغَ فِيهِ الْكَلْبُ أَنْ يَغْسِلَهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ أُولَاهُنَّ بِالتُّرَابِ

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے برتن کی پاکی جب کتا اس میں منہ ڈال کر پیے یہ ہے کہ اس کو سات بار دھوئیں پہلی بار مٹی سے مانجھیں۔

عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ طُهُورُ إِنَاءِ أَحَدِكُمْ إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِيهِ أَنْ يَغْسِلَهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ

ترجمہ۔ ہمام بن منبہ سے روایت ہے یہ حدیثیں ہم سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان میں سے ایک حدیث یہ بھی تھی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی کے برتن کی پاکی جب کتا اسمیں چپڑ چپڑ پیے یہ ہے کہ اسکو سات بار دھووے

فائدہ - ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کتا نجس ہے اور اس کا لعاب اور پسینہ ناپاک ہے جمہور علماء کا یہی قول ہے اور عکرمہ اور مالک سے ایک روایت ہے کہ کتا پاک ہے اور دلیل اُن کی یہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کھاؤ تم وہ شکار جو کتے پکڑیں تمہارے لئے اور ظاہر ہے کہ کتے کا لعاب جانور کے پکڑنے میں ضرور لگے گا مگر یہ دلیل قوی نہیں اس لئے کہ شکار کے مباح ہونے سے خاص اس مقام کی جہاں کتے نے منہ لگایا طہارت ثابت نہیں ہوتی دوسری دلیل یہ ہے جو روایت کیا ترمذی اور ابوداؤد نے ابن عمرؓ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں کتے مسجد میں آتے جاتے اور پیشاب کرتے لیکن پانی کوئی نہ ڈالتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آنے جانے سے طہارت اس کی ثابت نہیں ہوتی۔ اب رہا پیشاب اس کا وہ تو بالاجماع نجس ہے۔ اور مسجد کے نہ دھونے کی وجہ یہ ہوگی کہ پیشاب کی جگہ معلوم نہ ہوسکتی ہوگی یا اس وجہ سے کہ زمین سوکھ گئی تو وہ پاک ہے یا یہ حکم ابتداء اسلام میں ہوگا بعد اس کے مسجدوں کی صفائی اور پاکیزگی کا حکم ہوا۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ آگے جو حدیثیں آتی ہیں اُن میں کتا پالنے کی اجازت دی اس کا جواب یہ ہے کہ پالنے کی اجازت سے اس کی طہارت لازم نہیں آتی۔ ان حدیثوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کتے کے منہ ڈال کر پینے سے برتن کا سات بار دھونا ضروری ہے اور یہی قول ہے ابن عباسؓ اور عروہ اور ابن سیرین اور طاؤس اور عمرو بن دینار اور اوزاعی اور مالکؒ اور شافعیؒ اور احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ اور ابو ثور اور ابو عبید اور داؤد کا اور خلاف کیا اس کا ابوحنیفہؒ نے اور قیاس کیا اس کو اور نجاستوں پر حالانکہ یہ قیاس ہے بمقابلہ نص کے۔ اور دلیل لائے ہیں طحاوی اور دارقطنی کی روایت سے کہ ابوہریرہؓ نے کہا کتے کے منہ ڈالنے سے تین بار دھونا چاہیئے حالانکہ احتمال ہے ابوہریرہؓ نے بھول کر یہ کہا ہو سات بار دھونے کو وہ مستحب جانتے ہوں اور تین بار کو واجب۔ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی ثابت ہے کہ انہوں نے سات بار دھونے کا حکم کیا بہرحال ابوہریرہ کا یہ قول احادیث صحیحہ مرفوعہ صحیحہ کے مقابل نہیں ہوسکتا (نیل الاوطار) نووی نے کہا ہمارے نزدیک کتے کا پیشاب اور پاخانہ یا خون اور پسینہ وغیرہ الگ لگ جاوے تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ سات بار دھوئیں اور بار مٹی سے۔

عَنِ ابْنِ الْمُغَفَّلِ قَالَ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُهُمْ وَبَالُ الْكِلَابِ ثُمَّ رَخَّصَ فِيْ كَلْبِ الصَّيْدِ وَكَلْبِ الْغَنَمِ وَقَالَ اِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي الْاِنَاءِ فَاغْسِلُوْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ وَّعَفِّرُوْهُ الثَّامِنَةَ

ترجمہ - عبداللہ بن مغفل مزنی سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم کیا کتوں کے مار ڈالنے کا پھر فرمایا کیا ہے حال ان کا اور حال کتوں کا پھر اجازت دی شکاری کتا اور گلے کا کتا پالنے کی (یعنی بکریوں کی منڈی کی حفاظت کے لئے) اور فرمایا جب کتا برتن میں منہ ڈال کر پئے

تو اس کو سات بار دھوؤ اور آٹھویں بار مٹی سے مانجھو۔

فائدہ۔ نووی نے کہا ہمارا اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ سات بار دھوئیں ان میں ایک بار مٹی مل کر دھوئیں اور چونکہ مٹی ایک علیحدہ چیز ہے گویا آٹھواں بار ہوا۔ اور بھید اس قدر احتیاط کا کتے کے جھوٹے میں یہ ہے کہ بعض کتا زہریلا ہوتا ہے اور بعض دیوانہ تو سات بار دھونے میں برتن سے بالکل اتر جاتا رہے گا۔ یہ نہیں کہ نجاست اس کی اور نجاستوں بڑھ کر ہے کیونکہ سوئر کتے سے بھی زیادہ نجس ہے پر اس میں زہر نہیں۔

فائدہ۔ نووی نے کہا ہمارے اصحاب نے اتفاق کیا ہے کہ بغیر ضرورت کے کتا پالنا حرام ہے جیسے کوئی پالے اس کی صورت کو پسند کر کے یا نمائش اور زیبائش کے لئے تو یہ حرام ہے بلا خلاف لیکن ضرورت کے لئے پالنا درست ہے۔ اور اس حدیث میں تو تین کاموں کیلئے اجازت ہے ایک شکار کے لئے۔ دوسرے جانوروں کی حفاظت کے لئے۔ تیسرے کھیت کی حفاظت کے لئے ان تین کاموں کے لئے تو سب کے نزدیک درست ہے البتہ اختلاف ہے کہ گھروں کی حفاظت کے لئے اس کا پالنا درست ہے یا نہیں۔ اور صحیح یہ ہے کہ درست ہے اور کتا اگر کٹ کھنا ہو تو اس کو مار ڈالیں اور اگر کٹ کھنا نہ ہو تو نہ ماریں۔ امام الحرمین نے کہا کہ کتوں کے قتل کی حدیث منسوخ ہے اسی طرح سیاہ کتے کے قتل کی انتہی مختصراً۔

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْبَوْلِ فِي الْمَاءِ الرَّاكِدِ

تھمے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے کی ممانعت

عَنْ جَابِرٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ نَهٰى اَنْ يُّبَالَ فِي الْمَاءِ الرَّاكِدِ۔

ترجمہ۔ جابرؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا تھمے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا يَبُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الرَّاكِدِ الدَّائِمِ ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيْهِ۔

ترجمہ۔ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کوئی تم میں سے تھمے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے اور یہ بھی نہ کرے کہ پیشاب کر کے پھر اس میں غسل کرے۔

عَنْ هَمَّامِ ابْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَحَادِيْثَ مِنْهَا

ترجمہ۔ ہمام بن منبہ نے کہا یہ وہ حدیثیں ہیں جو ہم سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیں پھر کئی حدیثیں بیان کیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ رسول اللہ

وَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ لَاتَبُلْ فِی الْمَآءِ الدَّآئِمِ الَّذِیْ لَایَجْرِیْ ثُمَّ تَغْتَسِلُ مِنْہُ

صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایسا مت کر کہ پیشاب کرے تو تھمے ہوئے پانی میں جو بہتا نہیں پھر غسل کرے اسی پانی سے۔

فائدہ۔ نووی نے کہا یہ ممانعت بعض پانی میں تو تحریماً ہے اور بعضوں میں کراہتہً اور اس حدیث سے نکلتا ہے کہ اگر پانی کثیر ہو اور بہتا ہو تو اس میں پیشاب کرنا حرام نہیں لیکن بہتر یہ ہے کہ نہ کرے اور اگر پانی قلیل ہو لیکن بہتا ہو تو ہمارے اصحاب میں سے ایک جماعت نے کہا کہ اس میں پیشاب کرنا مکروہ ہے اور مختار یہ ہے کہ حرام ہے کیونکہ وہ پانی نجس ہو جائے گا موافق مذہب مشہور شافعی رح کے اور دوسرے کو دھوکہ ہو گا وہ اس کو استعمال کرلے گا اور اگر پانی کثیر ہو لیکن تھما ہوا ہو تو ہمارے اصحاب کے نزدیک اس میں پیشاب کرنا مکروہ ہے لیکن حرام نہیں۔ اور اگر حرام کہیں جب بھی ہوسکتا ہے کیونکہ نہی تحریم کے لئے ہے اور وہ پانی نجس ہو جائے گا حنفیہ کے نزدیک۔ جس صورت میں اتنا بڑا حوض نہ ہو کہ ایک کنارہ ہلانے سے دوسرا کنارہ ہلے اور جو پانی تھوڑا ہو تھما ہوا تو اُس میں پیشاب کرنا مکروہ ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اس میں پیشاب کرنا حرام ہے اور پاخانہ کرنا بھی مثل پیشاب کے ہے بلکہ اس سے بدتر ہے۔ اسی طرح اگر کسی برتن میں پیشاب کر کے اس کو پانی میں ڈالدے یا نہر سے اتنا نزدیک پیشاب کرے کہ بہہ کر اس میں جاوے یہ سب باتیں منع ہیں اور ان میں کسی عالم نے خلاف نہیں کیا البتہ داؤد ظاہری سے منقول ہے کہ ممانعت خاص ہے انسان کے پیشاب سے اور پاخانہ کی ممانعت نہیں نہ برتن میں پیشاب کر کے اس کو ڈالنے کی اور نہ پانی کے نزدیک پیشاب کرنے کی۔ اور علماء نے کہا ہے کہ پانی کے نزدیک پاخانہ اور پیشاب کرنا مکروہ ہے اگرچہ پانی میں نہ جاوے کیوں کہ لوگ وہاں آتے جاتے ہیں تو اُن کو تکلیف ہو گی۔ اور جس نے استنجا نہ کیا ہو وہ اگر پانی میں غوطہ لگانا چاہے استنجے کے لئے اور پانی قلیل ہو کہ نجاست پڑنے سے نجس ہو جاوے گا تو حرام ہے اور اگر کثیر ہو اور جاری ہو تو جائز ہے۔ اسی طرح اگر کثیر ہو اور جاری نہ ہو لیکن اس صورت میں نہ کرنا بہتر ہے انتہی۔

بَابُ النَّھْیِ عَنِ الْاِغْتِسَالِ فِی الْمَآءِ الرَّاکِدِ

تھمے ہوئے پانی میں غسل کی ممانعت

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لَا یَغْتَسِلُ اَحَدُکُمْ فِی الْمَآءِ الدَّآئِمِ وَھُوَ جُنُبٌ فَقَالَ کَیْفَ یَفْعَلُ یَا اَبَا ھُرَیْرَۃَ فَقَالَ

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو نہانے کی حاجت ہو تو وہ تھمے ہوئے پانی میں نہ نہاوے۔ لوگوں نے ابوہریرہ رضؓ سے کہا پھر کیا کرے۔ اُنہوں نے کہا ہاتھوں سے

يَتَنَاوَلُهُ تَنَاوُلًا — پانی لے کر نہاوے۔

فائدہ۔ نووی نے کہا ہمارے علماء کے نزدیک تھمے ہوئے پانی میں نہانا مکروہ ہے خواہ پانی قلیل ہو یا کثیر اسی طرح جاری چشمے میں۔ شافعیؒ نے بویطی میں کہا کہ میں مکروہ جانتا ہوں جنب کے لئے غسل کرنا کنویں میں اور تھمے ہوئے پانی میں جو جاری نہ ہو خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر اور یہ کراہت تنزیہی ہے۔ نہ تحریمی اور اگر جنب نے ایسے پانی میں غسل کیا اور وہ دو قلوں سے کم ہے تو مستعمل ہو جائے گا ورنہ مستعمل نہ ہو گا یہ شافعیہ کے مذہب کے موافق ہے اور حنفیہ کے نزدیک اگر وہ دردہ سے کم ہے تو مستعمل ہو جاوے گا اور جو دہ دردہ یا زیادہ ہے تو مستعمل نہ ہو گا۔ اور صحیح مذہب اہلحدیث کا ہے کہ پانی پاک ہے اور پاک کرتا ہے جب تک نجاست کی وجہ سے اُس کا مزہ یا بو یا رنگ نہ بدلے اور کچھ فرق نہیں ہے قلیل اور کثیر پانی میں خواہ وہ دو قلے ہو یا اس سے کم انتہیٰ مع زیادۃ۔

بَابُ وُجُوبِ غَسْلِ الْبَوْلِ وَغَيْرِهِ مِنَ النَّجَاسَاتِ إِذَا حَصَلَتْ فِي الْمَسْجِدِ وَأَنَّ الْأَرْضَ يَطْهُرُ بِالْمَاءِ مِنْ غَيْرِ حَاجَةٍ إِلَى حَفْرِهَا

مسجد میں جب پیشاب تو اُس کو پانی سے دھونا ضروری ہے اور زمین پانی سے پاک ہو جاتی اس کا کھودنا ضروری نہیں۔

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ أَعْرَابِيًّا بَالَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَامَ إِلَيْهِ بَعْضُ الْقَوْمِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ دَعُوهُ لَا تُزْرِمُوهُ قَالَ فَلَمَّا فَرَغَ دَعَا بِدَلْوٍ مِنْ مَاءٍ فَصَبَّهُ عَلَيْهِ۔

ترجمہ۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک گنوار مسجد میں پیشاب کرنے لگا۔ لوگ (اس کو مارنے یا ہٹانے کے لئے) اُٹھے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مت روکو پیشاب اس کا۔ جب وہ پیشاب کر چکا آپ نے ایک ڈول پانی کا منگوایا اور اس پر ڈال دیا۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ يَذْكُرُ أَنَّ أَعْرَابِيًّا قَامَ إِلَى نَاحِيَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَبَالَ فِيهَا فَصَاحَ بِهِ النَّاسُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ دَعُوهُ فَلَمَّا فَرَغَ أَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِذَنُوبٍ فَصُبَّ عَلَى بَوْلِهِ

ترجمہ۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ ذکر کرتے تھے کہ ایک گنوار مسجد کے کونے میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے لگا۔ لوگ چلائے اُس پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چھوڑ دو اس کو۔ جب وہ پیشاب کر چکا تو آپ نے حکم کیا ایک ڈول پانی کا اس کے پیشاب پر ڈالا گیا

فائدہ۔ نووی نے کہا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کا پیشاب نجس ہے اور اس پر اجماع ہے خواہ وہ آدمی بڑا ہو یا چھوٹا لیکن کم سن بچہ کے پیشاب پر صرف پانی چھڑک دینا کافی ہے اس کو ہم آگے بیان کریں گے انشاء اللہ۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کی عظمت اور عزت کرنی چاہیئے اور نجاستوں سے پاک رکھنی چاہیئے۔ اور زمین پانی ڈالنے سے پاک ہو جاتی ہے اور

اس کا کھودنا ضروری نہیں۔ یہی ہمارا اور جمہور علماء کا مذہب ہے اور ابو حنیفہؒ کے نزدیک وہ بغیر کھودے پاک نہیں ہوتی اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جاہل کو نرمی اور ملائمت سے سمجھانا چاہیئے جب تذلیل یا عناد سے مخالفت نہ کرے اور علماء نے لکھا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس گنوار کے چھوڑ دینے کا دو وجہوں سے حکم کیا۔ ایک تو یہ کہ پیشاب رُک جانے سے خود اس کو ضرر ہونا دُوسرے اگر وہ پیشاب کرتا چلا جاتا تو ساری مسجد اور اُس کے کپڑے وغیرہ سب نجس ہو جاتے۔

عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَقَامَ يَبُوْلُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَهْ مَهْ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا تُزْرِمُوْهُ دَعُوْهُ فَتَرَكُوْهُ حَتّٰى بَالَ ثُمَّ إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ دَعَاهُ فَقَالَ لَهٗ إِنَّ هٰذِهِ الْمَسَاجِدَ لَا تَصْلُحُ لِشَيْءٍ مِّنْ هٰذَا الْبَوْلِ وَلَا الْقَذَرِ إِنَّمَا هِيَ لِذِكْرِ اللهِ وَالصَّلٰوةِ وَقِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ أَوْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ فَأَمَرَ رَجُلًا مِّنَ الْقَوْمِ فَجَاءَ بِدَلْوٍ مِّنْ مَّاءٍ فَشَنَّهٗ عَلَيْهِ۔

ترجمہ۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے مسجد میں۔ اتنے میں ایک جنگلی آیا اور کھڑے ہو کر پیشاب کرنے لگا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے کہا ہائیں ہائیں کیا کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا اُس کا پیشاب مت روکو جانے دو۔ لوگوں نے چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ وہ پیشاب کر چکا۔ آپ نے اس کو بُلایا اور فرمایا کہ مسجدیں پیشاب اور نجاست کے لائق نہیں؟ یہ تو اللہ کی یاد کے لئے اور نماز اور قرآن پڑھنے کے لئے بنائی گئی ہیں یا ایسا ہی کچھ آپ نے فرمایا۔ پھر ایک شخص کو حکم کیا وہ ایک ڈول پانی کا لایا اور اُس پر بہا دیا۔

فائدہ۔ نووی نے کہا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجدوں کو بچانا چاہیئے ناپاک چیزوں سے اور تھوک سے اور آواز بلند کرنے سے اور لڑائی جھگڑوں سے اور خرید اور فروخت سے اور سب معاملات سے۔ اور یہاں پر میں چند مسئلے مختصر طور پر بیان کرتا ہوں۔ ایک یہ کہ بے وضو کو مسجد میں بیٹھنا درست ہے اور اگر عبادت کی نیت سے بیٹھے جیسے اعتکاف یا علم دین پڑھنے یا پڑھانے یا وعظ کرنے یا سُننے یا نماز کے انتظار کی نیت سے تو مستحب ہے ورنہ مباح ہے اور بعض لوگوں کے نزدیک مکروہ ہے لیکن یہ قول ضعیف ہے۔ اسی طرح مسجد کے اندر سونا درست ہے۔ امام شافعی نے اُم (نامی کتاب) میں اس کی تصریح کر دی ہے۔ ابن منذر نے اشراق میں لکھا ہے کہ مسجد میں سونے کی اجازت دی ہے سعید بن مسیب اور حسن اور عطاء اور شافعی نے اور ابن عباس ؓ نے کہا مسجد کو خواب گاہ مت بناؤ اور ایک روایت اُن سے یہ ہے کہ اگر نماز کے لئے مسجد میں سو جاوے تو کچھ قباحت نہیں اور اوزاعی نے کہا مسجد میں سونا مکروہ ہے

اور امام مالک نے کہا مسافروں کو مسجد میں سونا درست ہے۔ اور مقیم کو مناسب نہیں۔ امام احمد نے کہا مسافر وغیرہ کے لئے قباحت نہیں پر اگر کوئی مسجد کو خواب گاہ بنا لیوے تو جائز نہیں اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔ اور جس نے مسجد میں سونا جائز رکھا ہے اُس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت علی رضؓ اور ابن عمرؓ اور اصحاب صفہ مسجد میں سویا کرتے تھے اور کافر مسلمانوں کی اجازت سے مسجد میں جا سکتا ہے البتہ بغیر اجازت سے اس کو جانے سے روکا جاوے گا۔ ابن منذر نے کہا مسجد میں وضو کرنا ہر ایک عالم نے درست رکھا ہے البتہ ایسے مقام میں وضو کرنا جس سے لوگوں کو تکلیف ہو مکروہ ہے۔ اور ابن سیرین اور مالک اور سحنون سے اس کی کراہت مروی ہے مسجد کے صاف رکھنے کے لئے ہمارے اصحاب میں سے ایک جماعت نے لکھا ہے کہ جانوروں اور دیوانوں اور لڑکوں کا مسجد میں لے جانا مکروہ ہے۔ اور مُراد وہ لڑکے ہیں جن کو تمیز نہیں کیونکہ وہ نجس کر دیں گے۔ مسجد کو ہر جانور کا لیجانا حرام نہیں ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طواف کیا ہے خانہ کعبہ کا اُونٹ پر سوار ہو کر اور یہ کراہت کے منافی نہیں اسو اسطے کہ آپ نے بیان جواز کے لئے ایسا کیا ہو گا یا اس لئے کہ آپ نے بیان جواز کے لئے ایسا کیا ہو گا اس لئے کہ آپ سب لوگوں کو دکھلائیں تو دُوسرے آپ کی پیروی کریں۔ اسی طرح مسجد میں نجاست کا لے جانا حرام ہے اور جس کے بدن میں ایسی نجاست لگی ہو کہ اس سے مسجد کے نجس ہو جانے کا ڈر ہو وہ مسجد میں نہ جاوے اور جو ڈر نہ ہو تو جا سکتا ہے۔ اگر مسجد میں فصد لیوے اور خون کے لئے کوئی برتن نہ رکھے تو حرام ہے ورنہ مکروہ ہے اور اگر برتن کے اندر مسجد میں پیشاب کرے تو اس میں دو قول ہیں ایک یہ کہ مکروہ ہے۔ دُوسرے یہ کہ حرام ہے۔ مسجد میں چیت لیٹنا پاؤں ہلانا انگلیاں کھینچنا درست ہے۔ مسجد کو جھاڑنا صاف کرنا مستحب ہے۔

بَابُ حُكْمِ بَوْلِ الطِّفْلِ الرَّضِيْعِ وَكَيْفِيَّةِ غَسْلِهٖ

شیر خوار بچے کے پیشاب کو کیوں کر دُھونا چاہیئے

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَانَ يُؤْتٰى بِالصِّبْيَانِ فَيُبَرِّكُ عَلَيْهِمْ وَيُحَنِّكُهُمْ فَاُتِيَ بِصَبِيٍّ فَبَالَ عَلَيْهِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَاَتْبَعَهٗ بَوْلَهٗ وَلَمْ يَغْسِلْهُ

ترجمہ۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لوگ بچوں کو لاتے آپ اُن کے لئے دُعا کرتے اور ہاتھ پھیرتے اُن پر اور کچھ چبا کر اُن کے مُنہ میں دیتے (جیسے کھجور وغیرہ) ایک لڑکا آپ کے پاس لایا گیا اُس نے آپ پر پیشاب کر دیا۔ آپ نے پانی منگوایا اور اس جگہ ڈال دیا اور اس کو دُھویا نہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بِصَبِیٍّ یَّرْضَعُ فَبَالَ فِیْ حِجْرِہٖ فَدَعَا بِمَاءٍ فَصَبَّہٗ عَلَیْہِ

ترجمہ۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک دُودھ پیتا بچہ لایا گیا اس نے آپ کی گود میں پیشاب کر دیا آپ نے پانی منگوا کر اس جگہ ڈالا۔

عَنْ اُمِّ قَیْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ اَنَّہَا اَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بِابْنٍ لَّہَا لَمْ یَاْکُلِ الطَّعَامَ فَوَضَعَتْہُ فِیْ حِجْرِہٖ فَبَالَ قَالَ فَلَمْ یَزِدْ عَلٰٓی اَنْ نَّضَحَ بِالْمَآءِ

ترجمہ۔ ام قیس بنت محصن سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک بچہ لیکر آئیں جو اناج نہیں کھاتا اور اس کو آپ کی گود میں بٹھا دیا۔ اُس نے پیشاب کر دیا۔ آپ نے فقط پانی اُس پر چھڑک دیا۔

عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عُتْبَۃَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ اُمَّ قَیْسٍ بِنْتَ مِحْصَنٍ وَّکَانَتْ مِنَ الْمُہَاجِرَاتِ الْاُوَلِ اللَّاتِیْ بَایَعْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَہِیَ اُخْتُ عُکَّاشَۃَ ابْنِ مِحْصَنٍ اَحَدِ بَنِیْٓ اَسَدِ ابْنِ خُزَیْمَۃَ قَالَ اَخْبَرَتْنِیْٓ اَنَّہَآ اَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بِابْنٍ لَّہَا لَمْ یَبْلُغْ اَنْ یَّاْکُلَ الطَّعَامَ قَالَ عُبَیْدُ اللّٰہِ اَخْبَرَتْنِیْٓ اَنَّ ابْنَہَا ذٰلِکَ بَالَ فِیْ حَجْرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بِمَآءٍ فَنَضَحَہٗ عَلٰی ثَوْبِہٖ وَلَمْ یَغْسِلْہُ غَسْلًا۔

ترجمہ۔ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود سے روایت ہے کہ ام قیس بنت محصن نے جو مہاجرات میں سے تھیں جنہوں نے بیعت کی تھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور وہ بہن تھیں عکاشہ بن محصن کی۔ بیان کیا مجھ سے وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اپنے ایک بچہ کو لے کر آئیں جو کھانا نہیں کھاتا تھا۔ اس بچے نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں پیشاب کر دیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں پیشاب کر دیا۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی منگوایا اور کپڑے پر چھڑک دیا اور اس کو دھویا نہیں

فائدہ۔ نووی نے کہا ان حدیثوں سے بچّوں کے مُنہ میں کچھ چبا کر دینے کا استحباب ثابت ہوتا ہے۔ اور اہل صلاح اور فضل سے برکت حاصل کرنا بھی نکلتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بچّوں کو بزرگوں کے پاس لیجانا بہتر ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حُسن معاشرت اور نرمی اور ملائمت اور اطفال پر رحم کرنا بہت عُمدہ چیز ہے اور باب سے مقصود یہ ہے کہ بچہ کے پیشاب پر صرف پانی چھڑکنا کافی ہے اور اس باب میں تین مذہب ایک تو صحیح اور مشہور وہ یہ ہے کہ لڑکے کے پیشاب پر پانی چھڑکنا کافی ہے لیکن لڑکی کا پیشاب مثل اور نجاستوں کے دھونا ضروری ہے۔ دُوسرا مذہب یہ ہے کہ دونوں کے پیشاب پر پانی چھڑکنا کافی ہے۔ تیسرا مذہب یہ ہے کہ دونوں کا دُھونا ضروری ہے۔ اخیر کے دونوں مذہب شاذ اور ضعیف ہیں۔ اور پہلے

مذہب کو اختیار کیا ہے علی بن ابی طالبؓ اور عطاء بن ابی رباح اور حسن بصری اور احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ اور ایک جماعت سلف اور اصحاب حدیث نے اور وہی قول ہے ابن وہب کا اور وہی مروی ہے ابو حنیفہؒ سے۔ اور تیسرے مذہب کو مالک نے اختیار کیا ہے اور ابو حنیفہ سے بھی یہی مشہور ہے۔ یہ اختلاف اُس بچے میں ہے جو سوا دودھ کے اور کوئی غذا نہ کھاتا ہو لیکن جب وہ اناج کھانے لگے تو سب کے نزدیک اس کا پیشاب دُھونا ضروری ہے (انتہیٰ باختصار)

بَابُ حُكْمِ الْمَنِيِّ

عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْاَسْوَدِ اَنَّ رَجُلًا نَزَلَ بِعَائِشَةَ فَاَصْبَحَ يَغْسِلُ ثَوْبَهٗ فَقَالَتْ عَائِشَةُ اِنَّمَا كَانَ يُجْزِئُكَ اِنْ رَاَيْتَهٗ اَنْ تَغْسِلَ مَكَانَهٗ فَاِنْ لَّمْ تَرَ نَضَحْتَ حَوْلَهٗ لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ اَفْرُكُهٗ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَرْكًا فَيُصَلِّيْ فِيْهِ

عَنِ الْاَسْوَدِ وَهَمَّامٍ عَنْ عَائِشَةَ فِي الْمَنِيِّ قَالَتْ كُنْتُ اَفْرُكُهٗ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

عَنْ عَمْرِو ابْنِ مَيْمُوْنٍ قَالَ سَاَلْتُ سُلَيْمَانَ ابْنَ يَسَارٍ عَنِ الْمَنِيِّ يُصِيْبُ ثَوْبَ الرَّجُلِ اَيَغْسِلُهٗ اَمْ يَغْسِلُ الثَّوْبَ فَقَالَ اَخْبَرَتْنِيْ عَائِشَةُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْسِلُ الْمَنِيَّ ثُمَّ يَخْرُجُ اِلَى الصَّلٰوةِ فِيْ ذٰلِكَ الثَّوْبِ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلٰى اَثَرِ الْغَسْلِ فِيْهِ

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ شِهَابٍ الْخَوْلَانِيِّ قَالَ كُنْتُ نَازِلًا عَلٰى عَائِشَةَ فَاحْتَلَمْتُ فِيْ

منی کا حکم

ترجمہ - علقمہ اور اسود سے روایت ہے ایک شخص حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اُترا وہ صبح کو اپنا کپڑا دُھونے لگا (شاید رات کو احتلام ہو گیا ہو گا) حضرت عائشہؓ نے کہا کہ تجھے کافی تھا اگر منی تو نے دیکھی صرف اُتنا مقام دُھو ڈالنا اور جو نہیں دیکھی تو پانی گرداگرد چھڑک دینا۔ میں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے سے منی چھیل ڈالتی (یعنی کھرچ ڈالتی اس لئے کہ وہ گاڑھی ہوتی پھر آپ اُس کپڑے کو پہن کر نماز پڑھتے)

ترجمہ - اسود اور ہمام سے روایت ہے حضرت عائشہ رضؓ نے کہا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی کھرچ ڈالتی تھی۔

ترجمہ - عمرو بن میمون سے روایت ہے میں نے سلیمان بن یسار سے پُوچھا اگر منی کپڑے میں لگ جاوے تو منی کو دھو ڈالے یا کپڑے کو دُھووے اُنہوں نے مجھ سے کہا کہ حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم منی کو دُھو ڈالتے پھر نماز کو نکلتے وہی کپڑا پہن کر اور میں دُھونے کا نشان دیکھتی آپ کے کپڑے میں۔

ترجمہ - عبد اللہ بن شہاب خولانی سے روایت ہے میں حضرت عائشہ رضؓ کے پاس اُترا مجھے احتلام

ثَوْبَيَّ فَغَمَسْتُهُمَا فِي الْمَاءِ فَرَأَتْنِي جَارِيَةٌ لِعَائِشَةَ فَأَخْبَرَتْهَا فَبَعَثَتْ إِلَيَّ عَائِشَةُ فَقَالَتْ مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ بِثَوْبَيْكَ قَالَ قُلْتُ رَأَيْتُ مَا يَرَى النَّائِمُ فِي مَنَامِهِ قَالَتْ هَلْ رَأَيْتَ فِيهِمَا شَيْئًا قُلْتُ لَا قَالَتْ فَلَوْ رَأَيْتَ شَيْئًا غَسَلْتَهُ لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَإِنِّي لَأَحُكُّهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَابِسًا بِظُفُرِي

ہو گیا کپڑوں میں۔ میں نے ان کو پانی میں ڈبو یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک چھوکری نے یہ دیکھا اور ان سے بیان کیا۔ انہوں نے مجھے بلا بھیجا اور پوچھا ان کپڑوں کو تم نے کیوں ڈبو یا۔ میں نے کہا خواب میں میں نے وہ دیکھا جو سونے والا دیکھتا ہے۔ (مراد احتلام ہے) انہوں نے کہا کپڑوں میں، تو نے کچھ اثر پایا۔ میں نے کہا نہیں۔ انہوں نے کہا اگر کپڑوں میں تو کچھ دیکھتا تو اس کا دھوڈالنا کافی تھا اور میں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے سے سوکھی منی اپنے ناخنوں سے چھیل ڈالتی۔

فائدہ - یعنی اگر کپڑے میں منی لگ جائے تو سارے کپڑے دھونا اور غوطہ دینا ضروری نہیں صرف اتنے مقام کو دھوڈالے جہاں منی لگی ہو۔ نووی نے کہا علماء نے اختلاف کیا ہے آدمی کی منی میں تو مالک اور ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ وہ نجس ہے مگر ابو حنیفہ کے نزدیک اگر منی خشک ہو تو اس کا مل ڈالنا کافی ہے اور یہی ایک روایت ہے احمد سے اور امام مالک کے نزدیک ہر حال میں اس کا دھونا ضروری ہے اور لیث نے کہا ہے کہ منی نجس ہے لیکن منی بھرے اگر کوئی نماز پڑھے تو نماز کا لوٹانا ضروری نہیں اور حسن نے کہا کہ اگر کپڑے میں منی بھری ہو اور اس سے نماز پڑھے تو نماز لوٹانا ضروری نہیں اگرچہ منی کتنی ہی بہت ہو لیکن اگر بدن میں لگی ہو تو نماز کا لوٹانا ضروری نہیں اگرچہ منی کتنی ہی بہت ہو لیکن اگر بدن میں لگی ہو تو نماز کا لوٹانا ضروری ہے اگرچہ منی تھوڑی ہو۔ اور بہت سے علماء اس طرف گئے ہیں کہ منی پاک ہے اور یہی مروی ہے حضرت علی اور سعد بن ابی وقاص اور ابن عمر اور عائشہ رضی اللہ عنہم سے اور داؤد اور احمد سے صحیح تر روایت میں اور یہی مذہب ہے شافعی اور اہلحدیث کا اور جس نے یہ کہا کہ منی کی طہارت صرف شافعی کا قول ہے اس نے غلطی کی۔ اب جو لوگ نجس کہتے ہیں ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں منی دھونے کا ذکر ہے اور جو پاک کہتے ہیں ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں کھرچ ڈالنے کا ذکر ہے کیونکہ اگر منی نجس ہوتی تو اس کا ملنا اور کھرچ ڈالنا کافی نہ ہوتا جیسے خون کا ملنا اور کھرچنا کافی نہیں اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ دھونے کی روایت محمول ہے استحباب اور صفائی پر یعنی دھو ڈالنا بہتر ہے۔ یہ تو آدمی کی منی کا حکم ہوا۔ اب ہمارے اصحاب کا ایک قول ضعیف اور ہے وہ یہ کہ منی عورت کی نجس ہے اور مرد کی پاک ہے اور ایک قول اس سے بھی زیادہ ضعیف یہ ہے کہ دونوں کی منی نجس ہے۔ اور تحقیق یہی ہے کہ مرد اور عورت دونوں کی منی پاک ہے اور جب منی پاک ہوئی تو اس کا کھانا درست ہے یا نہیں۔ اس میں دو قول ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ درست

نہیں ہے کیونکہ طبیعت اس سے گھن کرتی ہے تو وہ خبائث میں داخل ہیں جو حرام ہیں اب منی اور جانوروں کی تو کتے اور سور کی منی تو نجس ہے بلا خلاف اور باقی جانوروں کی منی میں تین قول ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ وہ پاک ہے خواہ اس جانور کا گوشت حلال ہو یا نہو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ نجس ہے مطلقاً۔ تیسرا قول یہ ہے کہ جس جانور کا گوشت حلال اس کی منی پاک ہے اور جس جانور کا گوشت حرام ہے اس کی منی بھی ناپاک ہے۔

نووی نے کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے لوگوں نے دلیل قائم کی ہے کہ عورت کی فرج کی رطوبت پاک ہے اور صحیح بھی یہی ہے اور انہوں نے یہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو احتلام تو ہونا محال تھا کیونکہ احتلام شیطان کے فریب سے ہوتا ہے تو اب جو منی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوگی وہ ضرور جماع کی وجہ سے ہوگی اور جماع میں منی فرج کی رطوبت کے ساتھ شریک ہوتی ہے۔ اور جو لوگ فرج کی رطوبت کو نجس کہتے ہیں انہوں نے دو جواب دئے ہیں ایک یہ کہ احتلام ہمیشہ شیطان کے فریب سے نہیں ہوتا۔ بلکہ جب بدن میں اعتدال سے زیادہ منی پیدا ہو جاتی ہے تو طبیعت اس کو دفع کرتی ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ منی مقدمات جماع یعنی بوسہ اور مساس اور مباشرت سے نکلی ہو۔ انتہیٰ

بَابُ نَجَاسَةِ الدَّمِ وَكَيْفِيَّةِ غَسْلِهِ

عَنْ اَسْمَاءَ قَالَتْ جَاءَتْ امْرَأَةٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اَحَدُنَا يُصِيْبُ ثَوْبَهَا مِنْ دَمِ الْحَيْضَةِ كَيْفَ تَصْنَعُ بِهٖ قَالَ تَحُتُّهٗ ثُمَّ تَقْرُصُهٗ بِالْمَاءِ ثُمَّ تَنْضَحُهٗ ثُمَّ تُصَلِّيْ فِيْهِ۔

خون کی نجاست اور اس کے دھونے کا بیان

ترجمہ ۔ اسماءؓ سے روایت ہے ایک عورت آئی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اور اس نے کہا ہم میں سے کسی کو کپڑے میں حیض کا خون لگ جاتا ہے وہ کیا کرے؟ آپ نے فرمایا پہلے اس کو کھرچ ڈالے پھر پانی ڈال کر ملے پھر دھو ڈالے۔ پھر اسی کپڑے میں نماز پڑھے۔

فائدہ ۔ نووی نے کہا اس حدیث سے یہ نکلتا ہے کہ نجاست کا پانی سے دھونا واجب ہے اور جو کوئی کسی اور دوسری چیز سے دھووے سرکہ وغیرہ تو جائز نہ ہوگا اور خون نجس ہے باجماع اہل اسلام اور نجاست کے دھونے میں صاف کرنا اس کا ضروری ہے عدد کی شرط نہیں ہے اگر نجاست حکمی ہے جو آنکھ سے دکھلائی نہیں دیتی جیسے پیشاب وغیرہ اس کا دھونا ایک بار واجب ہے اور دوسری تیسری بار مستحب ہے۔ اور نجاست عینی جو آنکھ سے دکھلائی دیتی ہے جیسے خون وغیرہ تو اس کا دھونا یہاں تک واجب ہے کہ عین نجاست زائل ہو جائے۔ اب جو اس کے دوسری یا تیسری بار دھونا مستحب ہے۔ اور کپڑے کا نچوڑنا دھونے کے بعد شرط

نہیں ہے صحیح قول کے موافق۔ اب اگر نجاست عینی کے دھونے کے بعد اس کا رنگ رہ جائے تو کچھ قباحت نہیں البتہ اگر اس کا مزہ باقی رہے تو وہ کپڑا نجس ہے اور مزہ دور کرنا ضروری ہے اور جو بو باقی رہے تو اس میں دو قول ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ وہ پاک ہو جائے گا انتہی مختصراً۔

بَابُ الدَّلِيْلِ عَلٰى نَجَاسَةِ الْبَوْلِ وَوُجُوْبِ الْاِسْتِبْرَآءِ مِنْهُ

پیشاب کی نجاست کا بیان

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَلٰى قَبْرَيْنِ فَقَالَ اَمَا اِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِیْ كَبِيْرٍ اَمَّا اَحَدُهُمَا فَكَانَ يَمْشِیْ بِالنَّمِيْمَةِ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهٖ قَالَ فَدَعَا بِعَسِيْبٍ رَطْبٍ فَشَقَّهٗ بِاثْنَيْنِ ثُمَّ غَرَسَ عَلٰى هٰذَا وَاحِدًا وَّعَلٰى هٰذَا وَاحِدًا ثُمَّ قَالَ لَعَلَّهٗ اَنْ يُّخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا

ترجمہ ۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دو قبروں پر سے نکلے تو فرمایا ان دونوں قبر والوں پر عذاب ہو رہا ہے اور کچھ بڑے گناہ پر نہیں۔ ایک تو ان میں چغل خوری کرتا (یعنی ایک کی بات دوسرے سے لگا دیتا فساد اور لڑائی کے لئے) اور دوسرا اپنے پیشاب سے بچنے میں احتیاط نہ کرتا۔ پھر آپ نے ایک ہری ٹہنی منگوائی اور چیر کر اس کو دو کیا اور ہر ایک قبر پر ایک ایک گاڑ دی اور فرمایا شاید جب تک یہ ٹہنیاں نہ سوکھیں اس تک ان کا عذاب ہلکا ہوئے۔

فائدہ ۔ بخاری کی روایت میں اتنا زیادہ ہے اور وہ بڑا گناہ ہے پھر یہ جو فرمایا بڑے گناہ پر نہیں اس سے یہ غرض ہو گی کہ ان کی دانست میں بڑا گناہ نہ تھا یا یہ مطلب ہے کہ اس گناہ سے باز رہنا ان پر مشکل نہ تھا۔ اور قاضی عیاض نے ایک تیسری تاویل کی ہے وہ یہ ہے کہ بڑے سے بڑا گناہ نہ تھا اس سے یہ مطلب ہے کہ عذاب کچھ بڑے سے بڑے گناہ پر منحصر نہیں بلکہ چھوٹے گناہ پر بھی ہوتا ہے اور اس گناہ کے بڑے ہونے کا یہ سبب ہے کہ پیشاب سے جب پرہیز نہ کیا تو نماز باطل ہوئی اور نماز کا ترک کبیرہ گناہ ہے اسی طرح چغل خوری اور فساد سب سے بدتر گناہ ہے (نووی)

آپ نے ہر ایک قبر پر ایک ایک ٹہنی گاڑ دی شاید۔ ان کے سوکھنے تک عذاب ہلکا ہو۔ نووی نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کی سفارش کی تو وہ سفارش قبول ہوئی اس طرح سے کہ ان کے عذاب کم کرنے کا حکم ہوا ٹہنی کے سوکھنے تک اور شاید آپ دعا کرتے ہوں ان کے لئے ٹہنیوں کے خشک ہونے تک

اور احتمال ہے کہ ہری ٹہنیاں تسبیح کہتی ہوں۔ اور اس وجہ سے کہ ان کی گیلا ہو اور جب سوکھ جاویں تو تسبیح موقوف ہو جاتی ہو کیونکہ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ سے اکثر مفسرین کے نزدیک وہی شے مراد ہے جو زندہ ہو اور لکڑی اور پتھر کی زندگی جب ہی تک ہے کہ وہ کاٹے نہ جاویں اور محققین علماء کا یہی قول ہے کہ آیت عام ہے اور ہر ایک چیز حقیقتاً تسبیح کرتی ہے اور بعضوں نے کہا کہ ہر چیز اپنی صورت اور سیرت اور اوصاف اور تاثیرات کی وجہ سے اپنے صانع کی قدرت پر دلالت کرتی ہے اور یہی اس کی تسبیح ہے۔

برگ درختاں سبز در نظر ہشیار ہر ورقے دفتریست معرفتِ کردگار

اور اس حدیث سے علماء نے یہ بات نکالی ہے کہ قبر کے پاس قرآن پڑھنا مستحب ہے اس لئے کہ جب ہری شاخ سے عذاب کی کمی ہو تو قرآن کی برکت سے ضرور عذاب میں کمی ہوگی۔ اور بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ بریدہ بن حصیب اسلمی رضؓ نے وصیت کی تھی کہ میری قبر میں دو ہری شاخیں رکھدی جائیں اور شاید انہوں نے تبرکاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل کو دیکھ کر یہ وصیت کی۔ خطابی نے انکار کیا اس فعل کا جو لوگ قبروں پر کیا کرتے ہیں یعنی پھول اور شاخیں ڈالنے کا اور کہا اس کی کوئی اصل نہیں۔ اس حدیث سے یہ بھی نکلتا ہے کہ قبر کا عذاب حق ہے۔ اور معتزلہ نے اس کے خلاف کیا ہے اور پیشاب نجس ہے اور چغل خوری حرام ہے جب فساد کی نیت سے ہو اور جو کسی مسلمان کا ضرر سے بچانا منظور ہو تو ثواب ہے وہ چغل خوری میں داخل نہیں انتہٰی مع زیادۃ۔

كِتَابُ الْحَيْضِ حیض کے مسائل

فائدہ۔ حیض کے معنی لغت میں بہنا اور اصطلاح میں حیض اس خون کو کہتے ہیں جو بالغہ عورت کے رحم سے بہتا ہے معین دنوں میں اور استحاضہ وہ خون ہے جو بے وقت عادت کے خلاف آوے۔

بَابُ مُبَاشَرَةِ الْحَائِضِ فَوْقَ الْإِزَارِ

تہبند کے اوپر حائضہ عورت سے مباشرت کرنا

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ إِحْدَانَا إِذَا كَانَتْ حَائِضًا أَمَرَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ

ترجمہ۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے ہم میں سے جب کوئی حائضہ ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو حکم کرتے

وَسَلَّمَ فَتَاتَّزِرُ بِإِزَارٍ ثُمَّ يُبَاشِرُهَا تہ بند باندھنے کا پھر مباشرت کرتے اس کے ساتھ

فائدہ ۔ یعنی لپٹتے اس سے اور مساس کرتے اور بوسے لیتے پر جماع نہ کرتے کیونکہ حیض میں جماع کرنا حرام ہے باجماع اہل اسلام۔ اور اگر کوئی اس کو حلال جانے تو وہ کافر مرتد ہے۔ اس لئے کہ اس کی حرمت قرآن سے ثابت ہے اور جو کوئی حلال نہ جانے اور بھول سے یا نادانستہ ایسا کام کرے تو اس پر نہ گناہ ہے نہ کفارہ۔ اور اگر جان بوجھ کر کرے تو گناہ کبیرہ ہے اور کفارہ واجب نہیں۔ مالک اور ابو حنیفہ اور احمد اور شافعی کا ایک روایت میں یہی قول ہے اور جمہور سلف نے اسی کو اختیار کیا ہے جیسے عطاء اور ابن ملیکہ اور شعبی اور نخعی اور مکحول اور زہری اور ابو الزناد اور ربیعہ اور حماد بن ابی سلیمان اور ایوب سختیانی اور سفیان ثوری اور لیث بن سعد کا اور ایک قول یہ ہے کہ اس پر کفارہ واجب ہے اور یہی مروی ہے ابن عباس اور حسن بصری اور سعید بن جبیر سے اور یہی قول ہے قتادہ اور اوزاعی اور اسحاق کا اور احمد کا ایک روایت میں۔ اب اختلاف کیا ہے ان لوگوں نے کفارہ میں تو حسن اور سعید نے کہا وہ کفارہ ایک بردے کا آزاد کرنا ہے اور باقی لوگوں نے کہا وہ ایک دینار یا آدھا دینار صدقہ دینا ہے اور دلیل ان کی ابن عباس کی حدیث ہے مرفوع جو شخص اپنی عورت سے جماع کرے حیض کی حالت میں وہ ایک دینار صدقہ دیوے یا آدھا دینار لیکن یہ حدیث ضعیف ہے باتفاق حفاظ انتہی۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ إِحْدَانَا إِذَا كَانَتْ حَائِضًا أَمَرَهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَأْتَزِرَ فِي فَوْرِ حَيْضَتِهَا ثُمَّ يُبَاشِرُهَا قَالَتْ وَأَيُّكُمْ يَمْلِكُ إِرْبَهُ كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَمْلِكُ إِرْبَهُ

ترجمہ ۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم میں سے جب کسی عورت کو حیض آتا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم حکم کرتے تہ بند باندھنے کا جب حیض کا خون جوش پر ہوتا پھر اس سے مباشرت کرتے۔ حضرت عائشہ رضؓ نے کہا تم میں سے کون اپنی خواہش اور ضرورت پر اس قدر اختیار رکھتا ہے جیسا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم رکھتے تھے۔

فائدہ ۔ یعنی نفس پر قابو رکھنا اور اپنی خواہش کو بے موقع روکنا یہ ہر شخص کا کام نہیں، البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہ قدرت تھی اس لئے جس شخص سے صبر نہ ہو سکے اس کو یہی بہتر ہے کہ حائضہ عورت سے مباشرت بھی نہ کرے ایسا نہ ہو کہ غلبہ شہوت میں جماع کر بیٹھے اور گنہگار رہو۔ نووی نے کہا مباشرت ایک تو جماع کے معنے میں ہے وہ حیض کی حالت میں حرام ہے۔ جیسے اوپر گذرا اور ایک مباشرت یہ ہے کہ ناف سے اوپر اور گھٹنوں سے

نیچے مباشرت کرے ذکر سے یا بوسہ سے یا چمٹاوے یا مساس کرے یہ حلال ہے حیض کی حالت میں باتفاق علماء اور وہ جو سلمانی سے منقول ہے کہ اس قسم کی مباشرت بھی حیض کی حالت میں درست نہیں تو یہ شاذ ہے سُنکر اس کو کسی نے قبول نہیں کیا اور اگر ثابت بھی ہو تو مردود ہے بدلیل احادیث صحیحہ کے جن کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ازار سے اوپر مباشرت کرتے تھے اور ایک مباشرت یہ ہے کہ گھٹنے اور ناف کے بیچ میں مباشرت کرے لیکن سوا قبل اور دبر کے اور مقاموں میں اس میں تین قول ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ حرام ہے۔ اب یہ حرمت حیض کے موقوف ہونے تک ہے جہاں حیض بند ہوا اور عورت نے غسل کر لیا یا تیمم کر لیا تو ہر طرح کی مباشرت حلال ہو جاوے گی۔ ہمارا اور مالک اور احمد کا مذہب یہی ہے اور ابو حنیفہ کے نزدیک اگر دس روز میں حیض بند ہوا تو غسل سے پہلے بھی مباشرت حلال ہے انتہی مختصراً۔

بَابُ الْاِضْطِجَاعِ مَعَ الْحَائِضِ فِي لِحَافٍ وَّاحِدٍ

حائضہ عورت کے ساتھ ایک چادر میں لیٹنا

عَنْ مَيْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَضْطَجِعُ مَعِيَ وَاَنَا حَائِضٌ وَّبَيْنِيْ وَبَيْنَهُ ثَوْبٌ

ترجمہ - ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ساتھ لیٹتے اور میں حائضہ ہوتی اور میرے اور آپ کے بیچ میں ایک کپڑا حائل ہوتا۔

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ بَيْنَمَا مُضْطَجِعَةٌ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي الْخَمِيْلَةِ اِذْ حِضْتُ فَانْسَلَلْتُ فَاَخَذْتُ ثِيَابَ حَيْضَتِيْ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنُفِسْتِ قُلْتُ نَعَمْ فَدَعَانِيْ فَاضْطَجَعْتُ مَعَهٗ فِي الْخَمِيْلَةِ قَالَتْ وَكَانَتْ هِيَ وَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلَانِ فِي الْاِنَاءِ الْوَاحِدِ مِنَ الْجَنَابَةِ۔

ترجمہ - ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ لیٹی ہوئی تھی چادر میں۔ دفعتاً مجھے حیض آیا۔ میں کھسک گئی اور اپنے کپڑے اٹھا لئے حیض کے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تجھے حیض آیا۔ میں نے کہا ہاں۔ آپ نے مجھے بلایا پھر میں آپ کے ساتھ لیٹی اسی چادر میں۔ ام سلمہ رض نے کہا میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں ایک ہی برتن سے غسل کیا کرتے جنابت سے۔

فائدہ - نووی نے کہا اس حدیث سے یہ نکلتا ہے کہ حائضہ کے ساتھ سونا جائز ہے اسی طرح

اس کے ساتھ ایک چادر میں لیٹنا بشرطیکہ بدن سے بدن نہ ملے ناف اور زانو کے نیچے یا صرف فرج نہ ملے۔ علماء نے کہا ہے کہ حائضہ کے ساتھ لیٹنا اور اس کا بوسہ لینا درست ہے۔ اسی طرح مساس کرنا ناف کے اوپر اور زانو کے نیچے اور حائضہ عورت کا ہاتھ نجس نہیں ہے وہ پانی اور ہر ایک رواں چیز میں ہاتھ ڈال سکتی ہے۔ اپنے خاوند کا سر دھو سکتی ہے کنگھی کر سکتی ہے کھانا پکا سکتی ہے اس کا جھوٹا اور پسینہ دونوں پاک ہیں اور ابن جریر نے کہا اس پر اجماع ہے علماء کا انتہیٰ۔

بَابُ جَوَازِ غَسْلِ الْحَائِضِ رَأْسَ زَوْجِهَا وَتَرْجِيْلِهِ وَطَهَارَةِ سُؤْرِهَا وَالْاِتِّكَاءِ فِيْ حِجْرِهَا وَقِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ فِيْهِ

ترجمہ - اس باب میں یہ بیان ہے کہ حائضہ عورت اپنے خاوند کا سر دھو سکتی ہے اس کے سر میں کنگھی کر سکتی ہے اس کی گود میں تکیہ لگا کر بیٹھنا اور قرآن پڑھنا درست ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا اعْتَكَفَ يُدْنِيْ اِلَيَّ رَاْسَهٗ فَاُرَجِّلُهٗ وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ اِلَّا لِحَاجَةِ الْاِنْسَانِ۔

ترجمہ - ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اعتکاف کرتے تو اپنا سر میری طرف جھکا دیتے میں اس میں کنگھی کر دیتی اور آپ گھر میں تشریف نہ لاتے (مسجد سے) مگر ضروری حاجت (پیشاب پاخانہ وغیرہ) کے واسطے۔

فائدہ - نووی نے کہا اس حدیث سے چند فائدے اعتکاف کے معلوم ہوئے جن کا ذکر انشاء اللہ اعتکاف کے باب میں آئے گا۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر اعتکاف کرنیوالا اپنے بدن کا کوئی حصہ جیسے ہاتھ یا پاؤں یا سر مسجد سے باہر نکالے تو اس کا اعتکاف باطل نہ ہوگا اور جو شخص حلف کرے اس بات کی کہ فلاں گھر میں نہ جائیگا یا فلاں گھر سے نہ نکلے گا پھر اپنے بدن کے کسی حصہ کو اس کے اندر کرے یا اس میں سے نکالے تو اس کی قسم نہ ٹوٹے گی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ خاوند اپنی بی بی سے خدمت لے سکتا ہے پکانے اور نہانے دھونے میں بشرطیکہ وہ راضی ہو انتہیٰ۔

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَتْ اِنْ كُنْتُ لَاَدْخُلُ الْبَيْتَ لِلْحَاجَةِ وَالْمَرِيْضُ فِيْهِ فَمَا اَسْاَلُ عَنْهُ اِلَّا وَاَنَا مَارَّةٌ وَاِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَيُدْخِلُ عَلَيَّ رَاْسَهٗ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَاُرَجِّلُهٗ وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ اِلَّا لِحَاجَةٍ اِذَا كَانَ مُعْتَكِفًا وَقَالَ ابْنُ

ترجمہ - ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں (جب اعتکاف میں ہوتی) گھر میں جاتی حاجت کے واسطے اور چلتے چلتے جو کوئی گھر میں بیمار ہوتا اس کو بھی پوچھ لیتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں رہ کر اپنا سر میری طرف ڈال دیتے میں اس میں کنگھی کر دیتی اور آپ گھر میں نہ جاتے مگر حاجت کے لئے جب اعتکاف

رُءُوسِهِمْ إِذَا كَانُوا مُعْتَكِفِينَ۔

میں ہوتے۔

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يُخْرِجُ إِلَيَّ رَأْسَهُ مِنَ الْمَسْجِدِ وَهُوَ مُجَاوِرٌ فَأَغْسِلُهُ وَأَنَا حَائِضٌ۔

ترجمہ ۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اعتکاف میں ہوتے تو مسجد کے باہر اپنا سر نکال دیتے میں آپ کا سر دھودیتی حالانکہ میں حائضہ ہوتی۔

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يُدْنِي إِلَيَّ رَأْسَهُ وَأَنَا فِي حُجْرَتِي فَأُرَجِّلُ رَأْسَهُ وَأَنَا حَائِضٌ۔

ترجمہ ۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا سر میرے نزدیک کردیتے اور میں حجرہ میں ہوتی پھر میں کنگھی کرتی آپ کے سر میں اور میں حائضہ ہوتی۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغْسِلُ رَأْسَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا حَائِضٌ۔

ترجمہ ۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر دھوتی اور میں حائضہ ہوتی۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نَاوِلِينِي الْخُمْرَةَ مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَتْ فَقُلْتُ إِنِّي حَائِضٌ فَقَالَ إِنَّ حَيْضَتَكِ لَيْسَتْ فِي يَدِكِ

ترجمہ ۔ حضرت عائشہ رضہ نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا مجھے جانماز اُٹھادے مسجد سے۔ میں نے کہا میں حائضہ ہوں۔ آپ نے فرمایا حیض تیرے ہاتھ میں تو نہیں ہے۔

فائدہ ۔ حدیث میں خمرہ کا لفظ ہے۔ اکثر علماء نے کہا کہ خمرہ وہ ذرا سا ٹکڑا ہے بوریے وغیرہ کا جس پر سجدہ کیا جاوے اور خطابی نے کہا خمرہ سے مراد جانماز ہے اور یہ جو فرمایا تیرا حیض ہاتھ میں نہیں ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ تو مسجد کے باہر رہ پر ہاتھ اندر کرکے بوریہ گھسیٹ لے اور ہاتھ اندر لے جانے میں کوئی قباحت نہیں اگرچہ تو حیض سے ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَمَرَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنْ أُنَاوِلَهُ الْخُمْرَةَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَقُلْتُ إِنِّي حَائِضٌ فَقَالَ تَنَاوَلِيهَا فَإِنَّ الْحَيْضَةَ لَيْسَتْ فِي يَدِكِ۔

ترجمہ ۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا سجدہ گاہ (جانماز) کے اُٹھا لینے کا مسجد سے۔ میں نے کہا میں حیض سے ہوں آپ نے فرمایا اُٹھادے حیض تیرے ہاتھ میں تھوڑی ہے۔

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ بَیْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِی الْمَسْجِدِ فَقَالَ یَا عَائِشَةُ نَاوِلِیْنِی الثَّوْبَ فَقَالَتْ اِنِّیْ حَائِضٌ فَقَالَ اِنَّ حَیْضَتَكِ لَیْسَتْ فِیْ یَدِكِ فَنَاوَلَتْهُ

ترجمہ - ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تھے اتنے میں آپ نے فرمایا اے عائشہؓ مجھ کو کپڑا اُٹھا دے - اُنہوں نے کہا میں حائضہ ہوں - آپ نے فرمایا تیرا حیض تیرے ہاتھ میں نہیں ہے پھر اُنہوں نے کپڑا اُٹھا دیا -

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَشْرَبُ وَاَنَا حَائِضٌ ثُمَّ اُنَاوِلُهُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَیَضَعُ فَاهُ عَلٰى مَوْضِعِ فِیَّ فَیَشْرَبُ وَاَتَعَرَّقُ الْعَرْقَ وَاَنَا حَائِضٌ ثُمَّ اُنَاوِلُهُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَیَضَعُ فَاهُ عَلٰى مَوْضِعِ فِیَّ وَلَمْ یَذْكُرْ زُهَیْرٌ فَیَشْرَبُ

ترجمہ - ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں پانی پیتی تھی پھر پیکر برتن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم دیتی - آپ اسی جگہ مُنہ رکھتے جہاں میں نے رکھ کر پیا تھا اور پانی پیتے حالانکہ میں حائضہ ہوتی اور میں ہڈی نوچتی پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دے دیتی آپ اُسی جگہ مُنہ لگاتے جہاں میں نے لگایا تھا -

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ یَتَّكِئُ فِیْ حِجْرِیْ وَاَنَا حَائِضٌ فَیَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ.

ترجمہ - ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میری گود میں تکیہ لگاتے اور قرآن پڑھتے اور میں حائضہ ہوتی -

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ الْیَهُوْدَ كَانُوْا اِذَا حَاضَتِ الْمَرْاَةُ فِیْهِمْ لَمْ یُؤَاكِلُوْهَا وَلَمْ یُجَامِعُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ فَسَاَلَ اَصْحَابُ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَیَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِیْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِی الْمَحِیْضِ اِلٰى اٰخِرِ الْاٰیَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اصْنَعُوْا كُلَّ شَیْءٍ اِلَّا النِّكَاحَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ الْیَهُوْدَ فَقَالُوْا مَا یُرِیْدُ هٰذَا الرَّجُلُ اَنْ یَدَعَ مِنْ اَمْرِنَا شَیْئًا اِلَّا خَالَفَنَا فِیْهِ فَجَاءَ اُسَیْدُ بْنُ حُضَیْرٍ وَعَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ

ترجمہ - انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے یہود میں جب کوئی عورت حائضہ ہوتی تو اس کو اپنے ساتھ نہ کھلاتے نہ گھر میں اس کے ساتھ رہتے - رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے آپ سے اس مسئلہ کو پوچھا تب اللہ تعالےٰ نے یہ آیت اُتاری وَیَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِیْضِ آخر تک یعنی پوچھتے ہیں تم کو حیض سے تم کہدو حیض پلیدی ہے تو جُدا رہو عورتوں سے حیض کی حالت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب کام کرو سوا جماع کے - یہ خبر یہود کو پہونچی - اُنہوں نے کہا یہ شخص (یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم) چاہتا ہے کہ ہر بات میں

فَقَالَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ الْيَهُودَ تَقُولُ كَذَا وَكَذَا أَفَلَا نُجَامِعُهُنَّ فَتَغَيَّرَ وَجْهُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنْ قَدْ وَجَدَ عَلَيْهِمَا فَخَرَجَا فَاسْتَقْبَلَتْهُمَا هَدِيَّةٌ مِنْ لَبَنٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَرْسَلَ فِي آثَارِهِمَا فَسَقَاهُمَا فَعَرَفْنَا أَنْ لَمْ يَجِدْ عَلَيْهِمَا

ہمارا خلاف کرے۔ یہ سن کر اسید بن حضیرؓ اور عباد بن بشیرؓ آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ یہود ایسا ایسا کہتے ہیں ہم حائضہ عورتوں سے جماع کیوں نہ کریں۔ (یعنی جب یہود ہماری مخالفت کو برا جانتے ہیں اور اس سے جلتے ہیں تو ہم کو بھی اچھی طرح خلاف کرنا چاہیے) یہ سنتے ہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرے کا رنگ بدل گیا (ان کے یہ کہنے سے کہ ہم جماع کیوں نہ کریں۔ آپ کو برا معلوم ہوا کس لئے کہ خلاف قرآن کے ہے) ہم یہ سمجھے کہ آپکو ان دونوں شخصوں پر غصہ آیا وہ اٹھ کر باہر نکلے اتنے میں کسی نے آپ کو دودھ بھیجا تحفہ کے طور پر۔ آپ نے ان دونوں کو پھر بلا بھیجا اور دودھ پلایا جب ان کو معلوم ہوا کہ آپ کا غصہ ان کے اوپر نہ تھا۔

فائدہ ۔ آپ ان کی بات پر صرف غصہ ہوئے تھے ان کی ذات پر کوئی غصہ نہ تھا آخر وہ مسلمان تو تھے انہوں نے اسلام کی حرارت میں یہود سے جل کر یہ بات کہدی جو قرآن کے خلاف تھی۔

بَابُ الْمَذْيِ | مذی کا بیان

فائدہ ۔ مذی ایک سفید رقیق پانی ہے جو شہوت کے وقت نکلتا ہے اس کے نکلنے کے بعد شہوت کم نہیں ہوتی اور کبھی اس کا نکلنا محسوس نہیں ہوتا اور مرد اور عورت دونوں میں یہ پانی نکلتا ہے بلکہ عورتوں میں زیادہ (نووی)

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً فَكُنْتُ أَسْتَحْيِي أَنْ أَسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَكَانِ ابْنَتِهِ فَأَمَرْتُ الْمِقْدَادَ ابْنَ الْأَسْوَدِ فَسَأَلَهُ فَقَالَ يَغْسِلُ ذَكَرَهُ وَيَتَوَضَّأُ

ترجمہ ۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ میری مذی بہت نکلا کرتی تھی۔ میں نے شرم کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھنے میں کیونکہ آپ کی صاحبزادی میرے نکاح میں تھیں۔ میں نے مقداد بن اسود سے کہا انہوں نے پوچھا آپ نے فرمایا اپنے ذکر کو دھو ڈالے اور وضو کرے۔

عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ قَالَ اسْتَحْيَيْتُ أَنْ أَسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَذْيِ مِنْ أَجْلِ

ترجمہ ۔ حضرت علیؓ نے کہا مجھے شرم آئی مذی کا مسئلہ پوچھتے ہوئے۔ رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بوجہ فاطمہؓ کے۔ میں نے مقداد سے کہا

فَاطِمَةَ فَأَمَرْتُ الْمِقْدَادَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ مِنْهُ الْوُضُوْءُ۔

اُنہوں نے پُوچھا آپ نے فرمایا مذی نکلنے سے وضو لازم آتا ہے (غسل ضروری نہیں)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ أَرْسَلْنَا الْمِقْدَادَ ابْنَ الْأَسْوَدِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَنِ الْمَذْيِ يَخْرُجُ مِنَ الْإِنْسَانِ كَيْفَ يَفْعَلُ بِهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأْ وَانْضَحْ فَرْجَكَ۔

ترجمہ ۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے حضرت علی رضؓ نے کہا ہم نے مقداد کو بھیجا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اُنہوں نے پُوچھا اگر کسی آدمی کی مذی نکلے تو وہ کیا کرے۔ آپ نے فرمایا کہ وضو کر ڈال اور شرمگاہ دُھو ڈال۔

فائدہ ۔ نووی نے کہا علماء نے اتفاق کیا ہے اس امر پر کہ مذی نکلنے سے غسل لازم نہیں آتا لیکن وضو لازم آتا ہے ابوحنیفہ اور شافعی اور احمد اور جمہور علماء کا یہی قول ہے اور ان حدیثوں سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے اور یہ بھی نکلتا ہے کہ مذی نجس ہے اسی واسطے آپ نے ذکر دُھونے کا حکم کیا اور مراد ذکر کے دُھونے سے یہ ہے کہ جس قدر ذکر میں مذی لگ گئی ہو اتنی دھووے نہ کل ذکر کو۔ شافعی اور جمہور علماء نے ایسا ہی کہا ہے اور مالک اور احمد سے منقول ہے کہ سارے ذکر کو دُھووے۔ اور یہ بھی نکلتا ہے کہ سوائے پیشاب اور پاخانہ کے اور نجاستوں میں جیسے مذی اور خون وغیرہ ڈھیلے سے پاک کرنا کافی نہیں بلکہ پانی سے طہارت کرنا چاہیے اور یہی صحیح ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ڈھیلے بھی پاک کرنا درست ہے اور یہ بھی نکلتا ہے کہ مسئلہ پُوچھنے میں کسی اور کو وکیل کرنا درست ہے اور یہ بھی نکلتا ہے کہ داماد کو اپنے خسر سے یا ساس سے یا سالے سے جماع کے متعلق باتیں کرنا ادب کے خلاف ہے (انتہٰی باختصار)

بَابُ غَسْلِ الْوَجْهِ وَالْيَدَيْنِ إِذَا اسْتَيْقَظَ مِنَ النَّوْمِ

سونے سے اُٹھ کر منہ ہاتھ دُھونے کا بیان

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَقَضٰى حَاجَتَهُ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ ثُمَّ نَامَ

ترجمہ ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو بیدار ہوئے تو حاجت سے فارغ ہوئے پھر مُنہ اور ہاتھ دُھوئے پھر سو رہے۔

فائدہ نووی نے کہا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رات کو جاگنے کے بعد پھر سو رہنا مکروہ نہیں ہے اور سلف کے بعض زہاد نے اس کو مکروہ کہا ہے اس خیال سے کہ آنکھ نہ کھلے اور رات کا تہجد اور وظیفہ ناغہ ہو جاوے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات

کا ڈر نہ تھا۔

عَنْ جَوَازِ نَوْمِ الْجُنُبِ وَاسْتِحْبَابُ الْوُضُوْءِ لَهٗ وَغَسْلِ الْفَرْجِ اِذَا اَرَادَ اَنْ یَّاْكُلَ اَوْ یَشْرَبَ اَوْ یَنَامَ اَوْ یُجَامِعَ

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ یَّنَامَ وَهُوَ جُنُبٌ تَوَضَّاَ وُضُوْءَهٗ لِلصَّلٰوةِ قَبْلَ اَنْ یَّنَامَ

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ جُنُبًا فَاَرَادَ اَنْ یَّاْكُلَ اَوْ یَنَامَ تَوَضَّاَ وُضُوْءَهٗ لِلصَّلٰوةِ

عَنْ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْ یَّرْقُدُ اَحَدُنَا وَهُوَ جُنُبٌ قَالَ نَعَمْ اِذَا تَوَضَّاَ

عَنْ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ اسْتَفْتَى النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلْ یَنَامُ اَحَدُنَا وَهُوَ جُنُبٌ قَالَ نَعَمْ لِیَتَوَضَّاْ ثُمَّ لْیَنَمْ حَتّٰى یَغْتَسِلَ اِذَا شَآءَ۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ ذَكَرَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ تُصِیْبُهٗ جَنَابَةٌ مِّنَ اللَّیْلِ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاْ وَاغْسِلْ ذَكَرَكَ ثُمَّ نَمْ

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِیْ قَیْسٍ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ وِتْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

ترجمہ ۔ جنبی کو سونا درست ہے لیکن وضو کرنا اور شرمگاہ دھو لینا کھاتے اور پیتے اور سوتے اور جماع کرتے وقت مستحب ہے۔

ترجمہ ۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے کا قصد کرتے اور آپ جنبی ہوتے تو وضو کر لیتے جیسے نماز کے لئے کرتے ہیں سونے سے پہلے۔

ترجمہ ۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب جنبی ہوتے اور کھانا یا سونا چاہتے تو وضو کر لیتے جیسے نماز کے لئے کرتے تھے۔

ترجمہ ۔ ابن عمر سے روایت ہے عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ اگر ہم میں سے کوئی سونا چاہے اور وہ جنبی ہو آپ نے فرمایا وضو کرے پھر سو سکتا ہے۔

ترجمہ ۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھا اگر کوئی ہم میں سے جنبی ہو تو وہ سو سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں وضو کر لیوے۔ پھر سو رہے اور جب چاہے غسل کر لے۔

ترجمہ ۔ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے حضرت عمرؓ نے بیان کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ ان کو جنابت ہوتی ہے رات کو آپ نے فرمایا وضو کرے اور ذکر کو دھو ڈال پھر سو رہ۔

ترجمہ ۔ عبداللہ بن ابی قیس سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا رسول اللہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ قُلْتُ كَيْفَ كَانَ يَصْنَعُ فِي الْجَنَابَةِ أَكَانَ يَغْتَسِلُ قَالَتْ كُلُّ ذٰلِكَ قَدْ كَانَ يَفْعَلُ رُبَّمَا اغْتَسَلَ فَنَامَ وَرُبَّمَا تَوَضَّأَ فَنَامَ قُلْتُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ فِي الْاَمْرِ سَعَةً

صلے اللہ علیہ وسلم کے وتر کے بارے میں پھر بیان کیا حدیث کو یہاں تک کہ میں نے کہا آپ جنابت میں کیا کرتے تھے یا غسل سے پہلے سو رہتے تھے ؟ انہوں نے کہا آپ دونوں طرح کرتے کبھی غسل کر لیتے پھر سوتے اور کبھی وضو کر کے سو رہتے۔ میں نے کہا شکر خدا کا جس نے گنجائش رکھی امر میں۔

عَنْ مُعَاوِيَةَ ابْنِ صَالِحٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهُ

ترجمہ ۔ یہ حدیث بھی ویسی ہے جیسے اُوپر گذری ۔

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتٰى اَحَدُكُمْ اَهْلَهُ ثُمَّ اَرَادَ اَنْ يَعُوْدَ فَلْيَتَوَضَّأْ زَادَ اَبُوْ بَكْرٍ فِيْ حَدِيْثِهِ بَيْنَهُمَا وُضُوْءًا وَقَالَ ثُمَّ اَرَادَ اَنْ يُعَاوِدَ

ترجمہ ۔ ابو سعید خدری رضؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنی بی بی سے صحبت کرے پھر دوبارہ کرنا چاہے تو وضو کر لیوے پھر کرے۔

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَطُوْفُ عَلٰى نِسَائِهٖ بِغُسْلٍ وَاحِدٍ .

ترجمہ ۔ انس رضؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی سب عورتوں کے پاس ہو آتے ایک ہی غسل سے۔

فائدہ ۔ نووی نے کہا حاصل ان سب حدیثوں کا یہ ہے کہ جنب کو کھانا اور پینا اور سونا اور جماع کرنا غسل سے پہلے درست ہے۔ اس پر سب کا اجماع ہے۔ اسی طرح اس بات پر کہ بدن اور اس کا پسینہ پاک ہے۔ ان حدیثوں کی رُو سے یہ امر مستحب ہے کہ اگر کھانا یا پینا یا سونا یا جماع کرنا چاہے تو وضو کر لیوے اور شرمگاہ کو دھو لیوے اگر ایسا نہ کرے تو مکروہ ہے اور ابن حبیب اور داؤد ظاہری کے نزدیک وضو واجب ہے اور ان حدیثوں سے یہ بھی نکلتا ہے کہ جنابت کا غسل فی الفور واجب نہیں بلکہ نماز کے لئے اٹھے اُس وقت واجب ہے۔ (انتہٰی باختصار)

بَابُ وُجُوْبِ الْغُسْلِ عَلَى الْمَرْاَةِ بِخُرُوْجِ الْمَنِيِّ مِنْهَا

اگر عورت کی منی نکلے تو اُس پر غسل واجب ہے

عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ جَاءَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ وَهِيَ جَدَّةُ اِسْحٰقَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ ۔ انس بن مالک رضؓ سے روایت ہے کہ ام سلیم رضؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں (اور وہ دادی تھیں اسحاق کی جو راوی ہے اس

فَقَالَتْ لَهُ وَعَائِشَةُ عِنْدَهُ يَا رَسُولَ اللهِ الْمَرْأَةُ تَرَى مَا يَرَى الرَّجُلُ فِي الْمَنَامِ فَتَرَى مِنْ نَفْسِهَا مَا يَرَى الرَّجُلُ مِنْ نَفْسِهِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ فَضَحْتِ النِّسَاءَ تَرِبَتْ يَمِينُكِ وَقَوْلُهَا تَرِبَتْ يَمِينُكِ خَيْرٌ فَقَالَ لِعَائِشَةَ بَلْ أَنْتِ فَتَرِبَتْ يَمِينُكِ نَعَمْ فَلْتَغْتَسِلْ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ إِذَا رَأَتْ ذَالِكَ

حدیث کا انس رضؓ سے) اور وہاں حضرت عائشہؓ بیٹھی تھیں انہوں نے کہا یا رسول اللہ عورت اگر سونے میں ایسا دیکھے جیسے مرد دیکھتا ہے (یعنی منی کو) یہ سنکر عائشہ نے کہا اے ام سلیم! تو نے رسوا کر دیا عورتوں کو (اس وجہ سے کہ احتلام اُسی عورت کو ہو گا جو بہت پُر شہوت ہو اور منی بھی اسی کی نکلے گی) تیرے ہاتھ میں مٹی لگے (اور یہ انہوں نے نیک بات کہی) آپ نے فرمایا اے عائشہ تیرے ہاتھ میں مٹی لگے اور ام سلیم سے فرمایا اے ام سلیم! عورت غسل کرے اس صورت میں جب ایسا دیکھے

فائدہ یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا کہنا تیرے ہاتھ میں مٹی لگے اس سے بددعا مقصود نہ تھی نہ کوسنا بلکہ انہوں نے نیک نیتی سے یہ کلمہ کہا تھا اگرچہ اس کلمہ کا مطلب اصل یہ ہے کہ تجھ پر محتاجی آوے اور تو غریب ہو جائے پر اب محاورہ ہو گیا ہے عرب میں کہ یہ کلمہ اس وقت کہتے ہیں جب کسی بات کو برا سمجھتے ہیں یا برا جانتے ہیں یا جھڑکتے ہیں یا خفا ہوتے ہیں۔

نووی نے کہا جب عورت کی منی نکلے تو اس پر غسل واجب ہے جیسے مرد پر اور علماء نے اجماع کیا ہے کہ مرد اور عورت دونوں پر غسل واجب ہوتا ہے منی نکلنے سے یا دخول سے اور عورت پر حیض اور نفاس سے بھی غسل واجب ہوتا ہے اور جو کوئی عورت جنے اور خون ذرا بھی نہ دیکھے تو اس پر بھی غسل واجب ہے صحیح قول کے موافق اسی طرح اگر بچہ کے بدلے صرف گوشت کا لوتھڑا جنے یا خون کی پھٹکی اور جو غسل کو واجب نہیں کہتا وہ وضو واجب جانتا ہے اور ہمارا مذہب یہ ہے کہ غسل واجب ہوتا ہے منی نکلنے سے خواہ شہوت سے نکلے یا بلا شہوت کود کر نکلے یا یوں ہی سونے میں نکلے یا جاگنے میں معلوم ہو اس کا نکلنا یا نا معلوم ہو عاقل ہو یا مجنون ہو اور منی نکلنے سے یہ مراد ہے کہ باہر نکل آوے۔ اگر سوتے میں یہ دیکھے کہ جماع کیا اور منی نکلی لیکن درحقیقت منی نہیں نکلی تو غسل واجب نہ ہو گا۔ اسی طرح اگر منی حرکت کرے اور باہر نہ نکلے تب بھی غسل نہیں۔ اگر کسی کی منی نکلنے لگے اور وہ نماز میں ہو اور کپڑے کے اوپر سے ذکر کو تھام لیوے یہاں تک کہ منی رک جاوے تو اس کی نماز صحیح ہو جاوے گی اور عورت کا حکم مرد کا سا ہے (انتہی مختصراً)۔

عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَنَسَ ابْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ حَدَّثَتْهُ أَنَّهَا سَأَلَتْ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ

ترجمہ - قتادہ رضؓ سے روایت ہے کہ انس بن مالک رضؓ نے ان سے حدیث بیان کی کہ ام سلیمؓ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اگر عورت

الْمَرْأَةُ تَرٰى فِيْ مَنَامِهَا مَا يَرَى الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَتْ ذٰلِكَ الْمَرْأَةُ فَلْتَغْتَسِلْ فَقَالَتْ وَ هَلْ يَكُوْنُ هٰذَا فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ فَمِنْ أَيْنَ يَكُوْنُ الشَّبَهُ إِنَّ مَاءَ الرَّجُلِ غَلِيْظٌ أَبْيَضُ وَمَاءَ الْمَرْأَةِ رَقِيْقٌ أَصْفَرُ فَمِنْ أَيِّهِمَا عَلَا أَوْ سَبَقَ يَكُوْنُ مِنْهُ الشَّبَهُ

خواب میں دیکھے وہ جو مرد دیکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا جب عورت ایسا دیکھے تو غسل کرے ام سلیم نے کہا مجھے شرم آئی۔ میں نے کہا ایسا کیا ہوتا ہے (یعنی عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک ایسا ہوتا ہے ورنہ بچہ عورت کے مشابہ کیوں کر ہوتا ہے۔ مرد کا نطفہ گاڑھا سفید ہوتا ہے اور عورت کا پتلا زرد پھر جو اُوپر جاتا ہے یا بڑھ جاتا ہے بچہ اسی کے مشابہ ہو جاتا ہے۔

فائدہ - یعنی بچہ مرد اور عورت دونوں کے نطفہ سے مل کر پیدا ہوتا ہے پھر جس کا نطفہ غالب ہوتا ہے بچہ اسی کی صورت پر ہوتا ہے اور جب عورت کا نطفہ ہوا تو اس کا نکلنا اور احتلام ہونا ممکن ہے۔

نووی نے کہا یہ حدیث اصل عظیم ہے منی کی صفت کے بیان میں حالت صحت میں علماء نے کہا ہے کہ مرد کی منی سفید اور گاڑھی ہوتی ہے اور کود کر آہستہ آہستہ نکلتی ہے اور شہوت کے ساتھ نکلتی ہے اس کے نکلنے میں لذت آتی ہے اور جب نکل چکتی ہے اُسی وقت شہوت ضعیف ہو جاتی ہے اور اُس کی بو ایسی ہوتی ہے جیسے کھجور کے گابھہ کی قریب آٹے کی بُو کے اور سُوکھ کر بعضوں نے کہا پیشاب کی سی بُو ہو جاتی ہے۔ یہ تو اصل حالت ہے منی کی جب مرد صحیح اور سالم ہو کسی بیماری میں مبتلا نہ ہو۔ اگر بیمار ہو تو مرد کی منی بھی زرد اور رقیق ہو جاتی ہے یا آلات منی ضعیف ہو جاتے ہیں تو وہ کود کر نہیں نکلتی بلکہ بہتی ہے بغیر لذت اور شہوت کے یا کثرت جماع سے سُرخ ہو جاتی ہے یخنی کی طرح اور کبھی خالص خون کی طرح نکلتی ہے لیکن اگر منی سُرخ بھی نکلے تب بھی وہ پاک ہے اور اس سے غسل واجب ہو گا اور منی کے تین خاصے ہیں ایک تو یہ کہ شہوت کے ساتھ نکلے اور اس کے نکلنے کے بعد سُستی ہو جاوے۔ دُوسری بُو کھجور کے گابھے کی طرح۔ تیسری آہستہ آہستہ کئی بار میں نکلے ان میں سے ہر ایک بات کافی ہے اس کے منی ہونے کے لئے اور تینوں باتوں کا ہونا ضروری نہیں اگر ان تینوں میں سے کوئی امر نہ ہو تو گمان غالب یہ ہو گا کہ وہ منی نہیں ہے اور عورت کی منی زرد اور رقیق ہوتی ہے اور کبھی سفید بھی ہوتی ہے اس کی پہچان دو اوصاف سے ہے۔ ایک تو بُو مرد کی منی کی بُو کی طرح۔ دُوسرے لذت اُس کے نکلنے وقت اور اس کے نکلنے کے بعد شہوت کا کم ہو جانا پھر منی جس طرح اور جس حال میں نکلے اس کے نکلنے سے غسل واجب ہو گا انتہیٰ ما قال النووی۔

عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ سَأَلَتِ امْرَأَةٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَرْأَةِ تَرٰى فِي مَنَامِهَا مَا يَرَى الرَّجُلُ فِي مَنَامِهِ فَقَالَ اِذَا كَانَ مِنْهَا مَا يَكُوْنُ مِنَ الرَّجُلِ فَلْتَغْتَسِلْ

ترجمہ۔ انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اگر عورت خواب میں وہ دیکھے جو مرد دیکھتا ہے آپ نے فرمایا اگر اس میں سے وہی چیز نکلے جو مرد سے نکلتی ہے (یعنی منی نکلے) تو غسل کرے۔

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ جَاءَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَسْتَحْيِيْ مِنَ الْحَقِّ فَهَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ مِنْ غُسْلٍ اِذَا احْتَلَمَتْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ اِذَا رَأَتِ الْمَاءَ فَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَتَحْتَلِمُ الْمَرْأَةُ فَقَالَ تَرِبَتْ يَدَاكِ فَبِمَ يُشْبِهُهَا وَلَدُهَا.

ترجمہ۔ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ام سلیمؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کیا یارسول اللہ تعالےٰ سچ بات سے شرم نہیں کرتا۔ کیا عورت پر غسل واجب ہے جب اس کو احتلام ہووے آپ نے فرمایا ہاں جب وہ پانی دیکھے (یعنی منی کو) ام سلمہؓ نے کہا یارسول اللہ کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا تیرے ہاتھوں کو مٹی لگے احتلام نہیں ہوتا تو پھر بچہ عورت کے مشابہ کیسے ہوتا ہے

فائدہ۔ اس حدیث سے اور کئی حدیثوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حیا اور شرم یہ بھی اللہ جل جلالہ کی ایک صفت ہے پر جیسے اس کی اور صفتیں مخلوقات کی صفتوں کی طرح نہیں ہیں اسی طرح یہ صفت بھی مخلوق کی طرح نہیں ہے۔ سلف کا یہی اعتقاد ہے اور پچھلے بعض متکلمین نے جو اللہ تعالےٰ کی صفات میں تاویل کا طریقہ اختیار کیا ہے وہ خوب نہیں ہے بلکہ ایک طرح کی بدعت ہے دین میں اہلحدیث نے تاویل کرنے والوں کو بہت برا سمجھا ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تَغْتَسِلُ الْمَرْأَةُ اِذَا احْتَلَمَتْ وَاَبْصَرَتِ الْمَاءَ فَقَالَ نَعَمْ فَقَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ تَرِبَتْ يَدَاكِ وَاُلَّتْ قَالَتْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعِيْهَا وَهَلْ يَكُوْنُ الشَّبَهُ

ترجمہ۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا عورت غسل کرے جب اس کو احتلام ہوا اور پانی دیکھے (یعنی منی) آپ نے فرمایا ہاں غسل کرے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا تیرے ہاتھوں کو مٹی لگے اور وہ کونچے جاویں ہتھیار سے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

إِلَّا مِنْ قِبَلِ ذٰلِكَ إِذَا عَلَا مَاؤُهَا مَاءَ الرَّجُلِ أَشْبَهَ الْوَلَدُ أَخْوَالَهُ وَإِذَا عَلَا مَاءُ الرَّجُلِ مَاءَهَا أَشْبَهَ أَعْمَامَهُ۔

فرمایا چھوڑ دے اس کو آخر بچہ جو مشابہ ہوتا ہے ماں باپ کے وہ کاہے سے ہوتا ہے جب عورت کا نطفہ مرد کے نطفہ پر غالب ہو تو بچہ اپنے ننھیال کے مشابہ ہوتا ہے اور جب مرد کا نطفہ عورت کے نطفہ پر غالب ہو تو بچہ ددھیال پر پڑتا ہے۔

فائدہ - حدیث اَلَّت کا لفظ ہے اس کا ترجمہ وہی ہے جو بیان ہوا یعنی ہاتھ زخمی کئے جاویں اور کوسیجے جاویں اَلَّہ سے جو ایک ہتھیار ہے۔ نووی نے اسی کو صحیح کہا ہے لیکن مجمع البحار میں ہے کہ صحیح اَلَّت ہے یعنی چیخ ماری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے۔

بَابُ بَيَانِ صِفَةِ مَنِيِّ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ وَأَنَّ الْوَلَدَ مَخْلُوقٌ مِنْ مَائِهِمَا

عورت اور مرد کی منی کا بیان اور اس بات کا کہ بچہ دونوں کے نطفہ سے پیدا ہوتا ہے۔

عَنْ ثَوْبَانَ مَوْلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنْتُ قَائِمًا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ حِبْرٌ مِنْ أَحْبَارِ الْيَهُودِ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ فَدَفَعْتُهُ دَفْعَةً كَادَ يُصْرَعُ مِنْهَا فَقَالَ لِمَ تَدْفَعُنِي فَقُلْتُ أَلَا تَقُولُ يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ الْيَهُودِيُّ إِنَّمَا نَدْعُوهُ بِاسْمِهِ الَّذِي سَمَّاهُ بِهِ أَهْلُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اسْمِي مُحَمَّدٌ الَّذِي سَمَّانِي بِهِ أَهْلِي فَقَالَ الْيَهُودِيُّ جِئْتُ أَسْأَلُكَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَنْفَعُكَ شَيْءٌ إِنْ حَدَّثْتُكَ قَالَ أَسْمَعُ بِأُذُنَيَّ فَنَكَتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعُودٍ مَعَهُ فَقَالَ سَلْ فَقَالَ الْيَهُودِيُّ أَيْنَ يَكُونُ النَّاسُ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمٰوَاتُ فَقَالَ رَسُولُ

ترجمہ - ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو مولیٰ (آزاد غلام) تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ اُس نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑا تھا کہ اتنے میں یہود کے عالموں میں سے ایک عالم آیا اور بولا السلام علیک یا محمد میں نے اس کو ایک دھکا دیا کہ وہ گرتے گرتے بچا۔ وہ بولا تو مجھے کیوں دھکا دیتا ہے۔ میں نے کہا تو نام لیتا ہے حضرت کا اور یا رسول اللہ کیوں نہیں کہتا وہ بولا ہم ان کو اس نام سے پکارتے ہیں جو اُن کے گھر والوں نے رکھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا نام جو گھر والوں نے رکھا ہے وہ محمد ہے۔ یہودی نے کہا کہ میں تمہارے پاس کچھ پوچھنے کو آیا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بھلا میں اگر تجھے کچھ بتلاؤں تو تجھ کو فائدہ ہو گا۔ اُس نے کہا میں کان سے سنوں گا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
هُمْ فِي الظُّلْمَةِ دُوْنَ
الْجِسْرِ قَالَ فَمَنْ
أَوَّلُ النَّاسِ إِجَازَةً
قَالَ فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِيْنَ
قَالَ الْيَهُوْدِيُّ فَمَا
تُحْفَتُهُمْ حِيْنَ يَدْخُلُوْنَ
الْجَنَّةَ قَالَ زِيَادَةُ
كَبِدِ النُّوْنِ قَالَ
فَمَا غِذَاؤُهُمْ عَلَى
إِثْرِهَا قَالَ يُنْحَرُ لَهُمْ
ثَوْرُ الْجَنَّةِ الَّذِيْ
كَانَ يَأْكُلُ مِنْ
أَطْرَافِهَا قَالَ فَمَا
شَرَابُهُمْ عَلَيْهِ
قَالَ مِنْ عَيْنٍ فِيْهَا
تُسَمَّى سَلْسَبِيْلًا
قَالَ صَدَقْتَ قَالَ
وَجِئْتُ أَسْأَلُكَ
عَنْ شَيْءٍ لَا يَعْلَمُهُ أَحَدٌ
مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ
إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ رَجُلٌ أَوْ
رَجُلَانِ قَالَ يَنْفَعُكَ
إِنْ حَدَّثْتُكَ قَالَ
أَسْمَعُ بِأُذُنَيَّ قَالَ
جِئْتُ أَسْأَلُكَ عَنِ
الْوَلَدِ قَالَ مَاءُ الرَّجُلِ
أَبْيَضُ وَمَاءُ الْمَرْأَةِ
أَصْفَرُ فَإِذَا اجْتَمَعَا فَعَلَا

چھڑی سے جو آپ کے ہاتھ میں تھی زمین
پر لکیر کھینچی (جیسے کوئی سوچتے وقت ایسا
کرتا ہے) اور فرمایا پوچھ ۔ یہودی نے کہا
جس دن یہ زمین بدل کر دُوسری زمین ہوگی
اور دُوسرے آسمان کے لوگ اس وقت
کہاں ہونگے ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا لوگ اس وقت اندھیرے میں پل
صراط کے پاس کھڑے ہوں گے ۔ اس نے
پُوچھا کہ پھر سب سے پہلے کون لوگ اس
پُل پر سے پار ہونگے آپ نے فرمایا مہاجرین
میں جو محتاج ہیں (مہاجرین سے مراد وہ لوگ
ہیں جو پیغمبرؐ کے ساتھ گھر بار چھوڑ کر نکل
گئے اور فقر و فاقہ کی تکلیف پر صبر کیا اور
دُنیا پر لات ماری) یہودی نے کہا پھر جب
وہ لوگ جنّت میں جائیں گے تو ان کا پہلا
ناشتہ کیا ہوگا ۔ آپ نے فرمایا مچھلی کے جگر
کا ٹکڑا جو نہایت مزیدار اور مقوی ہوتا ہے
اس نے کہا پھر صبح کا کھانا کیا ہوگا آپ نے
فرمایا کہ وہ بیل کاٹا جائے گا ان کے لئے جو
جنّت میں چرا کرتا تھا ۔ پھر اس نے پُوچھا ۔
کھا کر وہ کیا پئیں گے ۔ آپ نے فرمایا ایک
چشمہ کا پانی جس کا نام سلسبیل ہے ۔ اس یہودی
نے کہا آپ نے سچ فرمایا اور میں آپ سے ایک
ایسی بات پُوچھنے آیا ہوں جس کو کوئی نہیں جانتا
دُنیا میں سوا نبیؐ کے شاید اور ایک دو آدمی
جانتے ہوں ۔ آپ نے فرمایا اگر میں وہ بات
تجھے بتلادوں تو تجھے فائدہ ہوگا ۔ اس نے
کہا میں اپنے کان سے سُن لونگا ۔ پھر اس نے
کہا میں بچہ کو پُوچھتا ہوں آپ نے فرمایا مرد کا

مَنِیُّ الرَّجُلِ مَنِیَّ الْمَرْأَةِ اَذْكَرَا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاِذَا عَلَا مَنِیُّ الْمَرْأَةِ مَنِیَّ الرَّجُلِ اٰنَثَا بِاِذْنِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ الْيَهُوْدِیُّ لَقَدْ صَدَقْتَ وَاِنَّكَ لَنَبِیٌّ ثُمَّ انْصَرَفَ فَذَهَبَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ سَاَلَنِیْ هٰذَا عَنِ الَّذِیْ سَاَلَنِیْ عَنْهُ وَمَالِیْ عِلْمٌ بِشَیْءٍ مِّنْهُ حَتّٰى اَتَانِیَ اللّٰهُ بِهٖ

پانی سفید ہے اور عورت کا پانی زرد ہے۔ جب یہ دونوں اکٹھے ہوتے ہیں اور مرد کی منی عورت کی منی پر غالب ہوتی ہے تو اللہ کے حکم سے لڑکا پیدا ہوتا ہے اور جب عورت کی منی غالب ہوتی ہے مرد کی منی پر تو لڑکی پیدا ہوتی ہے اللہ کے حکم سے۔ یہودی نے کہا آپ نے سچ فرمایا اور بے شک آپ پیغمبر ہیں۔ پھر چلا بیٹھ پھر کر جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے جو باتیں مجھ سے پوچھیں وہ مجھے کوئی معلوم نہ تھی یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ نے مجھ کو بتا دیں۔

بَابُ صِفَةِ غُسْلِ الْجَنَابَةِ

غسل جنابت کا بیان

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ يَبْدَءُ فَيَغْسِلُ يَدَيْهِ ثُمَّ يُفْرِغُ بِيَمِيْنِهٖ عَلٰى شِمَالِهٖ فَيَغْسِلُ فَرْجَهٗ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ وُضُوْءَهٗ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ يَاْخُذُ الْمَاءَ فَيُدْخِلُ اَصَابِعَهٗ فِیْ اُصُوْلِ الشَّعْرِ حَتّٰى اِذَا رَاٰى اَنْ قَدِ اسْتَبْرَاَ حَفَنَ عَلٰى رَاْسِهٖ ثَلَاثَ حَفَنَاتٍ ثُمَّ اَفَاضَ عَلٰى سَائِرِ جَسَدِهٖ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ۔

ترجمہ۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب جنابت کا غسل کرتے تو پہلے دونوں ہاتھ دھوتے پھر داہنے ہاتھ سے پانی ڈالتے اور بائیں ہاتھ سے شرمگاہ دھوتے پھر وضو کرتے جس طرح نماز کے لئے کیا کرتے تھے پھر پانی لیتے اور اپنی انگلیاں بالوں کی جڑوں میں ڈالتے جب آپ دیکھتے کہ بال تر ہو گئے تو اپنے سر پر دونوں ہاتھوں سے بھر کر تین چلو ڈالتے پھر سارے بدن پر پانی ڈالتے پھر دونوں پاؤں دھوتے۔

فائدہ۔ نووی نے کہا ہمارے اصحاب کے نزدیک غسل جنابت کا کمال یہ ہے کہ پہلے دونوں پہنچوں کو تین بار دھوئے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے پھر شرمگاہ پر اور بدن پر جو نجاست لگی ہو اس کو دھوئے پھر وضو کرے جس طرح نماز کے لئے وضو کرتا ہے پھر سب انگلیاں پانی میں ڈال کر ایک چلو لیوے اور سر کے بالوں اور ڈاڑھی کے بالوں میں اس سے خلال کرے پھر اپنے سر پر تین چلو بھر کر ڈالے پھر بغلوں اور کانوں اور ناف اور سرین کی خبر

لیوے اور پاؤں کی انگلیوں کی اور ان سب جگہوں میں پانی پہنچاوے پھر تین بار سارے تن پر پانی ڈالے اور سب جگہ پانی پہنچاوے اور مستحب یہ ہے کہ داہنی جانب سے شروع کرے اور قبلہ کی طرف منہ کرکے بیٹھے اور بعد فراغت کے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اور غسل سے پہلے نیت کرے ان سب چیزوں میں نیت اور سارے بدن پر پانی پہنچانا فرض ہے اور شرط یہ ہے کہ بدن نجاست سے پاک ہو اور باقی سب چیزیں سنت ہیں اور ملنا بدن کا واجب نہیں ہے مگر مالک اور مزنی کے نزدیک واجب ہے۔ اسی طرح وضو بھی غسل جنابت میں واجب نہیں ہے۔ مگر داؤد ظاہری کے نزدیک واجب ہے (انتہیٰ مختصراً)

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ بَدَءَ فَغَسَلَ يَدَيْهِ قَبْلَ اَنْ يُّدْخِلَ يَدَهٗ فِي الْاِنَاءِ ثُمَّ تَوَضَّاَ مِثْلَ وُضُوْئِهٖ لِلصَّلٰوةِ

ترجمہ - ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب جنابت کا غسل کرتے تو پہلے دونوں ہاتھ دھوتے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے پھر وضو کرتے جیسے نماز کے لئے وضو کرتے تھے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَتْنِيْ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةُ قَالَتْ اَدْنَيْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُسْلَهٗ مِنَ الْجَنَابَةِ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلٰثًا ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهٗ فِي الْاِنَاءِ ثُمَّ اَفْرَغَ بِهٖ عَلٰى فَرْجِهٖ وَغَسَلَهٗ بِشِمَالِهٖ ثُمَّ ضَرَبَ بِشِمَالِهِ الْاَرْضَ فَدَلَكَهَا دَلْكًا شَدِيْدًا ثُمَّ تَوَضَّاَ وُضُوْءَهٗ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ اَفْرَغَ عَلٰى رَاْسِهٖ ثَلَاثَ حَفَنَاتٍ مِلْاَ كَفِّهٖ ثُمَّ غَسَلَ سَائِرَ جَسَدِهٖ ثُمَّ تَنَحّٰى عَنْ مَقَامِهٖ ذٰلِكَ فَغَسَلَ رِجْلَيْهِ ثُمَّ اَتَيْتُهٗ بِالْمِنْدِيْلِ فَرَدَّهٗ

ترجمہ - ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میری خالہ میمونہ رضؓ نے بیان کیا کہ انہوں نے پانی رکھا رسول اللہ علیہ وسلم کے لئے غسل جنابت کے واسطے۔ آپ نے پہلے دونوں پہنچے دھوئے دو بار یا تین بار پھر ہاتھ برتن میں ڈالا اور پانی شرمگاہ پر ڈالا اور بائیں ہاتھ سے دھویا پھر بائیں ہاتھ کو زمین پر پھیرا رگڑ رگڑ کر زور سے پھر وضو کیا جیسے نماز کے لئے کرتے تھے پھر اپنے سر پر تین چلو بھر بھر کر ڈالے۔ پھر سارے بدن کو دھویا پھر اس جگہ سے سرک گئے اور پاؤں دھوئے۔ پھر میں رومال لیکر آئی بدن پونچھنے کو آپ نے نہ لیا۔

فائدہ - نووی نے کہا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھ پاؤں پونچھنا بہتر نہیں ہے۔ اور ہمارے علماء کے اس میں پانچ قول ہیں۔ ایک تو یہ کہ نہ پونچھنا مستحب ہے اور پونچھنا مکروہ نہیں کہہ سکتے۔ دوسرا یہ کہ پونچھنا مکروہ ہے۔ تیسرا یہ کہ پونچھنا نہ پونچھنا دونوں برابر ہیں۔ چوتھا یہ کہ پونچھنا مستحب ہے۔ پانچواں یہ کہ گرمی میں مکروہ ہے جاڑے میں مکروہ نہیں

اور صحابہ سے اس میں تین مذہب منقول ہیں۔ ایک تو یہ کہ پونچھنا جائز ہے کچھ قباحت نہیں وضو اور غسل دونوں میں، انس بن مالک رضؓ اور سفیان ثوری رضؓ کا یہی قول ہے۔ دوسرا یہ کہ پونچھنا مکروہ ہے وضو اور غسل دونوں میں ابن عمرؓ اور ابن ابی لیلیٰؒ کا یہی قول ہے۔ تیسرا یہ کہ وضو میں مکروہ ہے غسل میں مکروہ نہیں ابن عباس کا یہی قول ہے اور نہ پونچھنے کے باب میں ایک یہ حدیث ہے دوسری صحیح حدیث اور ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غسل کر کے نکلے اور آپ کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا اور پونچھنے کو ایک جماعت صحابہ نے نقل کیا ہے لیکن اس کی اسناد ضعیف ہیں۔ ترمذی نے کہا اس باب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کچھ ثابت نہیں (نووی) بعضوں نے اس حدیث سے پونچھنا جائز رکھا ہے کیونکہ ہاتھ سے پانی جھٹکنا اور کپڑے سے پونچھنا دونوں برابر ہیں۔ نووی نے کہا ہمارے اصحاب کے اس میں تین قول ہیں ایک یہ کہ نہ جھٹکنا بہتر ہے اور جھٹکنا مکروہ نہیں کہہ سکتے۔ دوسرے یہ کہ مکروہ ہے۔ تیسرے یہ کہ مباح ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ اس حدیث سے اباحت ثابت ہوتی ہے اور ممانعت کی کوئی دلیل نہیں ہے (انتہیٰ)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ دَعَا بِشَيْءٍ نَحْوَ الْحِلَابِ فَأَخَذَ بِكَفِّهِ بَدَءَ بِشِقِّ رَأْسِهِ الْأَيْمَنِ ثُمَّ الْأَيْسَرِ ثُمَّ أَخَذَ بِكَفَّيْهِ فَقَالَ بِهِمَا عَلَى رَأْسِهِ۔

ترجمہ ۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب جنابت کا غسل کرتے تو ایک برتن پانی کا منگواتے حلاب کے برابر (حلاب وہ برتن ہے جس میں اونٹنی کا دودھ دوہتے ہیں) پھر ہاتھ سے پانی لیتے اور پہلے داہنا جانب سر کا دھوتے پھر بایاں جانب بعد اس کے دونوں ہاتھ سے پانی لیتے اور سر پر بہاتے۔

فائدہ صحیح حِلاب ہے بکسر حا اور تخفیف لام اور بعضوں نے اس کو جُلّاب پڑھا ہے بضم جیم وتشدید لام کے اور مراد اس سے گلاب ہے لیکن ہروی نے اس کا انکار کیا ہے اور کہا کہ صحیح حِلاب ہے۔

بَابُ الْقَدْرِ الْمُسْتَحَبِّ مِنَ الْمَاءِ فِي غُسْلِ الْجَنَابَةِ وَغُسْلِ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ فِي حَالَةٍ وَاحِدَةٍ وَغُسْلِ أَحَدِهِمَا بِفَضْلِ الْآخَرِ

ترجمہ ۔ غسل جنابت میں کتنا پانی لینا بہتر ہے اور غسل کرنا مرد اور عورت کا ایک برتن سے ایک ہی حالت میں اور غسل کرنا ایک دوسرے کے بچے ہوئے پانی سے۔

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ مِنْ إِنَاءٍ

ترجمہ ۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

هُوَ الْفَرَقُ مِنَ الْجَنَابَةِ۔ غسل کرتے تھے ایک برتن سے جس میں تین صاع پانی آتا ہے (یعنی سات آٹھ سیر) جنابت سے

فائدہ - نووی نے کہا اہلِ اسلام نے اجماع کیا ہے کہ وضو اور غسل کے لئے پانی کی مقدار معین نہیں ہے بلکہ قلیل اور کثیر سب کافی ہے بشرطیکہ اعضا بھیگ جاویں اور مستحب یہ ہے کہ وضو میں ایک مُد سے کم نہ ہو اور غسل میں ایک صاع سے کم نہ ہو اور صاع پانچ رطل اور تہائی رطل کا ہوتا ہے اور ایک رطل اور تہائی رطل اور ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ یہاں وہ صاع مراد ہے جو آٹھ رطل کا ہوتا ہے بہرحال پانی بے کار بہانا منع ہے اگرچہ ندی کے کنارے غسل کرتا ہو اور یہ ممانعت تنزیہی ہے اور بعضوں نے کہا اسراف حرام ہے۔ انتہٰی۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ فِي الْقَدَحِ وَهُوَ الْفَرَقُ وَكُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَهُوَ فِي الْإِنَاءِ الْوَاحِدِ وَفِي حَدِيْثِ سُفْيَانَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ قَالَ قُتَيْبَةُ قَالَ سُفْيَانُ وَالْفَرَقُ ثَلَاثَةُ آصُعٍ۔

ترجمہ - ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غسل کرتے تھے ایک کٹھرے سے اور وہ فرق تھا (فرق اُس برتن کو کہتے ہیں جس میں تین صاع پانی آتا ہے) اور میں اور آپ ایک ہی برتن سے غسل کرتے سفیان نے کہا فرق تین صاع کا ہوتا ہے۔

فائدہ - نووی نے کہا مرد اور عورت دونوں کا طہارت کرنا ایک برتن سے جائز ہے باجماع اہلِ اسلام لیکن عورت کا طہارت کرنا مرد کی طہارت سے بچے ہوئے پانی سے وہ بھی باجماع جائز ہے اور مرد کا طہارت کرنا عورت کے طہارت سے بچے ہوئے پانی سے ہمارے اور مالکؒ اور ابوحنیفہؒ اور جمہور علماء کے نزدیک جائز ہے اور اس میں کراہت بھی نہیں ہے بدلیل احادیث صحیحہ کے اور احمد بن حنبل اور داؤد ظاہری کے نزدیک عورت کے بچے ہوئے پانی سے مرد کو طہارت درست نہیں بشرطیکہ عورت اُس پانی کو خلوت میں لے گئی ہو۔ اور اس کو استعمال کیا ہو اور عبداللہ بن سرجس اور حسن بصری سے ایسا ہی منقول ہے اور امام احمد سے ایک روایت ہمارے موافق بھی ہے اور سعید اور حسن سے مطلقاً کراہت بھی منقول ہے اور مختار جمہور علماء کا قول ہے کیونکہ احادیث صحیحہ سے یہ امر ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بی بیوں کے ساتھ غسل کیا ہے اور ہر ایک نے دوسرے کا بچا ہوا پانی استعمال کیا اور خلوت کو اس میں کوئی دخل نہیں اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک بی بی کے بچے ہوئے پانی سے غسل کیا روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی اور اصحاب سنن نے۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور وہ جو ممانعت کی حدیث حکم بن عمرو سے منقول ہے وہ ضعیف ہے ائمہ حدیث نے (جیسے بخاری

اس کو ضعیف کہا ہے یا مراد اس سے یہ ہے کہ جو پانی عورت کے اعضا سے گرا ہو وہ تو مستعمل ہے اُس سے غسل درست نہیں یا وہ ممانعت استحباب کے لئے ہے واللہ اعلم (انتہی)

عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی عَائِشَۃَ اَنَا وَ اَخُوْهَا مِنَ الرَّضَاعَۃِ فَسَأَلَهَا عَنْ غُسْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْجَنَابَۃِ فَدَعَتْ بِاِنَاءٍ قَدْرِ الصَّاعِ فَاغْتَسَلَتْ وَبَیْنَنَا وَبَیْنَهَا سِتْرٌ وَّاَفْرَغَتْ عَلٰی رَاْسِهَا ثَلَاثًا قَالَ وَکَانَ اَزْوَاجُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَاْخُذْنَ مِنْ رُّءُوْسِهِنَّ حَتّٰی تَکُوْنَ کَالْوَفْرَۃِ۔

ترجمہ۔ ابو سلمہؓ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ میں اور حضرت عائشہؓ کا رضاعی دُودھ کے ناتے کا بھائی (عبداللہ بن یزید) ان کے پاس گئے اور غسل جنابت کو پُوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں کرتے تھے؟ اُنہوں نے ایک برتن منگوایا جس میں صاع بھر پانی آتا تھا اور نہائیں اور ہمارے اور اُن کے بیچ میں ایک پردہ تھا۔ اُنہوں نے اپنے سر پر تین بار پانی ڈالا۔ ابو سلمہ نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بی بیاں اپنے بال کتراتی تھیں۔ اور کانوں تک بال رکھتی تھیں۔

فائدہ۔ ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو سلمہ اور عبداللہ بن یزید نے اُن کا سر اور اُوپر کا بدن دیکھا ورنہ اُن کے سامنے پانی منگوانے سے اور نہانے سے کوئی فائدہ نہ تھا۔ عبداللہ تو رضاعی بھائی تھے اور ابو سلمہ رضاعی بھانجے تھے کیونکہ اُم کلثوم بنت ابی بکرؓ نے ان کو دُودھ پلایا تھا اور یہ دونوں محرم ہیں اور محرم کو اُوپر کا بدن دیکھنا درست ہے۔ حدیث میں وفرہ لفظ ہے۔ اصمعی نے کہا وفرہ لمہ سے بڑھ کر ہے اور لمہ اُن بالوں کو کہتے ہیں جو مونڈھوں تک ہوں۔ اوروں نے کہا وفرہ لمہ سے کم ہے یعنی جو بال کانوں تک ہوں ابو حاتم نے کہا وفرہ وہ بال ہیں جو کانوں پر ہوں۔ قاضی عیاض نے کہا عرب کی عورتیں تو چوٹیاں نکالا کرتیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بی بیوں نے آپ کی وفات کے بعد شاید ایسا کیا ہو زینت کے ترک کرنے کے لئے۔ نووی نے کہا قاضی عیاض کی طرح اور علماء نے بھی کہا ہے اور یہ گمان نہیں ہوتا کہ اُنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ایسا کیا ہو اور اس حدیث سے یہ بات نکلتی ہے کہ عورت کو بال کم کرنا درست ہے (انتہی)

عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَۃُ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اغْتَسَلَ بَدَاَ بِیَمِیْنِهٖ وَغَسَلَ عَنْهُ بِشِمَالِهٖ حَتّٰی اِذَا فَرَغَ مِنْ ذٰلِکَ صَبَّ عَلٰی رَاْسِهٖ

ترجمہ۔ ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب غسل کرتے تو داہنے ہاتھ سے شروع کرتے پہلے اس پر پانی ڈالتے اور اس کو دُھوتے پھر داہنے ہاتھ سے پانی

قَالَتْ عَائِشَةُ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَّاحِدٍ وَّنَحْنُ جُنُبَانِ

ڈالتے اور بائیں ہاتھ سے بدن پر جو نجاست ہوتی اس کو دھوتے۔ جب اس سے فراغت ہوتی تو سر پر پانی ڈالتے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کا غسل ایک برتن سے کیا کرتے۔

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا كَانَتْ تَغْتَسِلُ هِيَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ إِنَاءٍ وَّاحِدٍ يَسَعُ ثَلَاثَةَ أَمْدَادٍ أَوْ قَرِيْبًا مِّنْ ذَالِكَ

ترجمہ۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے غسل کیا کرتے جس میں تین مد یا کچھ ایسا ہی پانی آتا۔

فائدہ۔ قاضی عیاض نے کہا مراد یہ ہے کہ ہر ایک کے لئے تین مد پانی لیا جاتا یا مد سے مراد صاع ہے تاکہ موافق ہو اس حدیث کے جس میں فرق کا ذکر ہے یا ایسا ہی کسی وقت میں ہوا ہوگا۔ نووی نے کہا اس حدیث میں تین مد کا ذکر ہے اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ ایک فرق سے آپ غسل کرتے اور ایک روایت میں ہے حضرت عائشہؓ نے ایک صاع سے غسل کیا اور ایک روایت میں پانچ ملوک کا بیان ہے غسل میں اور ایک ملوک کا وضو میں اور ایک روایت میں ایک صاع غسل کے لئے اور ایک مد وضو کے لئے آیا ہے اور ایک روایت میں ایک مد سے وضو اور غسل ایک صاع سے پانچ مد تک امام شافعی اور علماء نے کہا ہے کہ یہ اختلاف باعتبار موقع اور حالت اور قلت اور کثرت پانی کے تھا ہر حال طہارت کے لئے پانی کی کوئی مقدار مقرر نہیں ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَّاحِدٍ تَخْتَلِفُ أَيْدِيْنَا فِيْهِ مِنَ الْجَنَابَةِ۔

ترجمہ۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کرتے تھے ایک برتن سے دونوں کے ہاتھ اس میں پڑ جاتے اور یہ غسل جنابت کا تھا۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ وَاحِدٍ فَيُبَادِرُنِيْ حَتّٰى أَقُوْلَ دَعْ لِيْ دَعْ لِيْ قَالَتْ وَهُمَا جُنُبَانِ۔

ترجمہ۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کرتے تھے ایک برتن سے جو میرے اور آپ کے بیچ میں ہوتا آپ جلدی جلدی پانی لیتے یہاں تک کہ میں کہتی تھوڑا پانی میرے لئے چھوڑ دو میرے لئے چھوڑ دو۔ اور دونوں جنبی

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَتْ هِيَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلَانِ فِي الْاِنَاءِ الْوَاحِدِ مِنَ الْجَنَابَةِ

ترجمہ - ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جنابت کا غسل ایک برتن سے کرتے -

عَنْ اَنَسٍ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ بِخَمْسِ مَكَاكِيْكَ وَيَتَوَضَّأُ بِمَكُّوْكٍ وَقَالَ ابْنُ مُثَنّٰى بِخَمْسِ مَكَاكِيَّ

ترجمہ - انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پانچ مکوک سے غسل کرتے اور ایک مکوک سے وضو کرتے (مکوک سے مراد مد ہے)

عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ وَيَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ اِلٰى خَمْسَةِ اَمْدَادٍ

ترجمہ - انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مد سے وضو کرتے اور ایک صاع سے لیکر پانچ مد تک غسل کرتے -

عَنْ سَفِيْنَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُغَسِّلُهُ الصَّاعُ مِنَ الْمَاءِ مِنَ الْجَنَابَةِ وَيُوَضِّئُهُ الْمُدُّ -

ترجمہ - سفینہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک صاع پانی غسل جنابت کے لئے اور ایک مد پانی وضو کے لئے کافی تھا -

عَنْ سَفِيْنَةَ صَاحِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ وَيَتَطَهَّرُ بِالْمُدِّ

ترجمہ - سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک صاع پانی سے غسل کرتے اور ایک مد پانی سے وضو کرتے -

فائدہ - امام مسلم نے کہا کہ ابو بکر بن ابی شیبہ نے سفینہ کو صحابی کہا اور ابو ریحانہ نے کہا کہ وہ بوڑھا ہو گیا تھا یعنی سفینہ اور مجھے اس کی روایت کا اعتبار نہیں - نووی نے کہا اس صورت میں امام مسلم نے اس حدیث کو اور حدیثوں کے متابعت کے طور پر نقل کیا نہ اس پر اعتماد کر کے -

بَابُ اسْتِحْبَابِ اِفَاضَةِ الْمَاءِ عَلَى الرَّاسِ وَغَيْرِهِ ثَلَاثًا

سر پر تین بار پانی ڈالنے کا بیان

عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ تَمَارَوْا فِي الْغُسْلِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ اَمَّا اَنَا فَاِنِّي اَغْسِلُ رَاسِي بِكَذَا وَكَذَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا اَنَا فَاِنِّي اُفِيْضُ عَلٰى رَاسِي ثَلَاثَ اَكُفٍّ

ترجمہ - جبیر بن مطعم رض سے روایت ہے لوگوں نے جھگڑا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے غسل میں بعضوں نے کہا ہم تو سر کو اس طرح دھوتے ہیں ایسے ایسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تو اپنے سر پر تین چلو ڈالتا ہوں -

فائدہ - نووی نے کہا اس حدیث سے یہ نکلتا ہے کہ سر پر تین بار پانی ڈالنا غسل

میں مستحب ہے اور اس پر اتفاق ہے اور سر پر قیاس کیا ہے اور اعضاء کو اور جیسے وضو میں تین تین بار ہر ایک عضو کا دھونا مستحب ہے اسی طرح غسل ہیں۔

عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ذُكِرَ عِنْدَهُ الْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ فَقَالَ أَمَّا أَنَا فَأُفْرِغُ عَلَى رَأْسِي ثَلَاثًا

ترجمہ۔ جبیر بن مطعم سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے غسل جنابت کا ذکر ہوا آپ نے فرمایا میں تو اپنے سر پر تین بار پانی ڈالتا ہوں۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ وَفْدَ ثَقِيفٍ سَأَلُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا إِنَّ أَرْضَنَا أَرْضٌ بَارِدَةٌ فَكَيْفَ بِالْغُسْلِ فَقَالَ أَمَّا أَنَا فَأُفْرِغُ عَلَى رَأْسِي ثَلَاثًا قَالَ ابْنُ سَالِمٍ فِي رِوَايَتِهِ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ أَنَا أَبُو بِشْرٍ وَقَالَ إِنَّ وَفْدَ ثَقِيفٍ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ

ترجمہ۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ثقیف کی طرف سے جو لوگ آئے تھے اُنھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارا ملک سرد ہے تو غسل کیوں کر کریں آپ نے فرمایا میں تو اپنے سر پر تین بار پانی ڈالتا ہوں (زیادہ پانی بہانا ضروری نہیں)

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنْ جَنَابَةٍ صَبَّ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثَ حَفَنَاتٍ مِنْ مَاءٍ فَقَالَ لَهُ الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ إِنَّ شَعْرِي كَثِيرٌ قَالَ جَابِرٌ فَقُلْتُ يَا ابْنَ أَخِي كَانَ شَعْرُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرَ مِنْ شَعْرِكَ وَأَطْيَبَ

ترجمہ۔ جابر بن عبداللہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل کرتے تو اپنے سر پر تین چلو بھر کر پانی ڈالتے حسن نے کہا میرے تو بال بہت ہیں۔ جابر نے کہا اے بھتیجے میرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال تجھ سے زیادہ تھے اور تجھ سے بہتر تھے۔

بَابُ حُكْمِ ضَفَائِرِ الْمُغْتَسِلَةِ

عورتیں غسل میں چوٹیاں کھولیں یا نہ کھولیں

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي امْرَأَةٌ أَشُدُّ ضَفْرَ رَأْسِي أَفَأَنْقُضُهُ لِغُسْلِ الْجَنَابَةِ قَالَ لَا إِنَّمَا يَكْفِيكِ أَنْ تَحْثِي عَلَى رَأْسِكِ ثَلَاثَ حَثَيَاتٍ ثُمَّ تُفِيضِينَ عَلَيْكِ الْمَاءَ فَتَطْهُرِينَ

ترجمہ۔ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے میں نے کہا یا رسول اللہ میں اپنے سر پر چوٹی باندھتی ہوں کیا جنابت کے غسل کے لئے اس کو کھولوں۔ آپ نے فرمایا نہیں تجھ کو کافی ہے سر پر تین چلو بھر کر ڈالنا پھر سارے بدن پر پانی بہانا تو پاک ہو جائے گی۔

فائدہ - نووی نے کہا ہمارا اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ چوٹی میں جب سب بالوں کو پانی پہنچ جائے اندر اور باہر تو اس کا کھولنا ضروری نہیں اور جو بن کھولے پانی نہ پہنچے تو کھولنا چاہیے اور نخعی سے منقول ہے کہ ہر حال میں کھولنا ضروری ہے اور حسن اور طاؤس سے مروی ہے کہ حیض کے غسل میں کھولنا چاہیے اور جنابت کے غسل میں ضروری نہیں اور ہماری دلیل ام سلمہؓ کی حدیث ہے۔ اور اگر مرد کے سر پر چوٹی ہو تو اس کا بھی حکم عورت کا سا ہے انتہٰی۔

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عُمَرَ يَأْمُرُ النِّسَاءَ إِذَا اغْتَسَلْنَ أَنْ يَنْقُضْنَ رُؤُسَهُنَّ فَقَالَتْ يَا عَجَبًا لِابْنِ عُمَرَ هٰذَا يَأْمُرُ النِّسَاءَ إِذَا اغْتَسَلْنَ أَنْ يَنْقُضْنَ رُؤُسَهُنَّ أَفَلَا يَأْمُرُهُنَّ أَنْ يَحْلِقْنَ رُؤُسَهُنَّ لَقَدْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ وَمَا أَزِيْدُ عَلٰى أَنْ أُفْرِغَ عَلٰى رَأْسِيْ ثَلَاثَ إِفْرَاغَاتٍ

ترجمہ - ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر عورتوں کو غسل کے وقت سر کھولنے کا حکم دیتے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا تعجب ہے ابن عمرؓ سے وہ سر کھولنے کا حکم کرتے ہیں غسل کے وقت تو سر منڈانے کا حکم کیوں نہیں دیتے۔ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ایک برتن سے غسل کرتے اور میں فقط اپنے سر پر تین چلو ڈال لیتی۔

فائدہ - نووی نے کہا عبداللہ بن عمرؓ نے جو سر کھولنے کا حکم دیا یہ اس صورت میں ہے جب سارے بالوں میں پانی نہ پہنچ سکے یا ان کا مذہب یہی ہوگا کہ سر کھولنا چاہیے۔ جیسے نخعی سے ہم نے نقل کیا اور ان کو ام سلمہؓ اور عائشہ کی حدیث نہ پہنچی ہو گی یا یہ حکم بطور استحباب اور احتیاط کے ہوگا۔

بَابُ اسْتِحْبَابِ اسْتِعْمَالِ الْمُغْتَسِلَةِ مِنَ الْحَيْضِ فِرْصَةً مِّنْ مِّسْكٍ فِيْ مَوْضِعِ الدَّمِ

ترجمہ - جو عورت حیض کا غسل کرے وہ ایک ٹکڑا کپڑے یا روئی کا مشک لگا کر خون کے مقام پر استعمال کرے تو مستحب ہے۔

فائدہ - یہ حکم نظافت اور طہارت اور پاکیزگی کے لئے ہے نہ بطور وجوب کے اور نفاس کے بعد بھی ایسا ہی مستحب ہے۔ بعضوں نے کہا کہ مشک کے استعمال سے نطفہ جلدی ٹھیرتا ہے۔ جب مشک نہ ملے تو اور کوئی خوشبو استعمال کرے اور یہ استعمال غسل کے بعد چاہیے اگر کوئی خوشبو نہ ملے تو صرف پانی سے پاک کرنا کافی ہے لیکن بکر کو فرج کے اندر پانی پہنچانا ضروری نہیں اور ثیبہ کو اتنی دور تک پانی پہنچانا واجب ہے جس قدر حاجت کے لئے بیٹھنے میں کھلتا ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلَتِ امْرَأَةُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ

ترجمہ - ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ

تَغْتَسِلُ مِنْ حَيْضَتِهَا قَالَ
فَذَكَرَتْ أَنَّهُ عَلَّمَهَا كَيْفَ
تَغْتَسِلُ ثُمَّ تَأْخُذُ فِرْصَةً مِنْ مِسْكٍ
فَتَطَهَّرُ بِهَا قَالَتْ كَيْفَ أَتَطَهَّرُ بِهَا
قَالَ تَطَهَّرِي بِهَا وَسُبْحَانَ
اللّٰهِ وَاسْتَتَرَ وَأَشَارَ لَنَا
سُفْيَانُ ابْنُ عُيَيْنَةَ بِيَدِهِ
عَلَى وَجْهِهِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ
وَاجْتَذَبْتُهَا إِلَيَّ وَعَرَفْتُ
مَا أَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقُلْتُ تَتَبَّعِي بِهَا أَثَرَ الدَّمِ وَقَالَ
ابْنُ أَبِي عُمَرَ فِي رِوَايَتِهِ فَقُلْتُ
تَتَبَّعِي بِهَا آثَارَ الدَّمِ

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أَسْمَاءَ سَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ غُسْلِ الْمَحِيضِ فَقَالَ
تَأْخُذُ إِحْدَاكُنَّ مَاءَهَا وَسِدْرَتَهَا
فَتَطَهَّرُ فَتُحْسِنُ الطُّهُورَ ثُمَّ تَصُبُّ
عَلَى رَأْسِهَا فَتَدْلُكُهُ دَلْكًا شَدِيدًا
حَتَّى تَبْلُغَ شُؤُونَ رَأْسِهَا ثُمَّ تَصُبُّ
عَلَيْهَا الْمَاءَ ثُمَّ تَأْخُذُ فِرْصَةً
مُمَسَّكَةً فَتَطَهَّرُ بِهَا فَقَالَتْ أَسْمَاءُ
وَكَيْفَ تَتَطَهَّرُ بِهَا فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ
تَطَهَّرِينَ بِهَا فَقَالَتْ
عَائِشَةُ كَأَنَّهَا تُخْفِي
ذٰلِكَ تَتَبَّعِينَ أَثَرَ الدَّمِ
وَسَأَلَتْهُ عَنْ غُسْلِ
الْجَنَابَةِ فَقَالَ تَأْخُذُ
مَاءً فَتَطَهَّرُ فَتُحْسِنُ
الطُّهُورَ أَوْ تُبْلِغُ الطُّهُورَ

علیہ وسلم سے پوچھا حیض سے کیوں کر غسل
کروں آپ نے سکھایا اس کو غسل کرنا پھر فرمایا
کہ مشک لگا ہوا ایک پھویا لے اور اس سے
پاکی کر۔ وہ بولی کیوں کر پاکی کروں۔ آپ نے
فرمایا سبحان اللہ (تعجب ہے کہ ایسی ظاہر
بات بھی نہیں سمجھتی) پاکی کر اس سے اور آڑ
کر لی آپ نے۔ سفیان نے بتلایا ہم کو ہاتھ اپنا
منہ پر رکھ کر (یعنی شرم سے آپ نے ایسا کیا)
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے
اُس عورت کو اپنی طرف کھینچا اور رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کا مطلب میں پہچان گئی
تھی۔ میں نے کہا اُس پھلیے کو خون کے
مقام پر لگا (یعنی شرمگاہ پر)

ترجمہ۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے
روایت ہے کہ اسمار (شکل کی بیٹی یا یزید بن
سکن کی بیٹی) نے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے حیض کا غسل کیونکر کروں
آپ نے فرمایا کہ پہلے پانی بیری کے پتوں
کے ساتھ لیوے اور اس سے اچھی طرح
پاکی کرے (یعنی حیض کا خون جو لگا ہوا ہو
دھووے اور صاف کرے) پھر سر پر
پانی ڈالے اور خوب زور سے ملے یہاں تک
کہ پانی مانگوں (بالوں کی جڑوں) میں پہنچ
جائے پھر اپنے اُوپر پانی ڈالے (یعنی سارے
بدن پر) پھر ایک پھاہا (روئی یا کپڑے کا)
مشک لگا ہوا لے کر اس سے پاکی کرے۔
اسمار رضی اللہ عنہا نے کہا کیوں کر پاکی کرے
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
سبحان اللہ پاکی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ

ثُمَّ تَصُبُّ عَلٰى رَاْسِهَا فَتَدْلُكُهٗ حَتّٰى تَبْلُغَ شُؤُوْنَ رَاْسِهَا ثُمَّ تُفِيْضُ عَلَيْهَا الْمَآءَ فَقَالَتْ عَآئِشَةُ نِعْمَ النِّسَآءُ نِسَآءُ الْاَنْصَارِ لَمْ يَكُنْ يَمْنَعُهُنَّ الْحَيَآءُ اَنْ يَّتَفَقَّهْنَ فِي الدِّيْنِ۔

عنہا نے چپکے سے کہہ دیا کہ خون کے مقام پر لگا دے پھر اُس نے جنابت کے غسل کو پوچھا آپ نے فرمایا پانی لے کر اچھی طرح طہارت کرے پھر سر پر پانی ڈالے اور ملے یہاں تک کہ پانی عصب یا نگوں میں پہنچ جائے پھر اپنے سارے بدن پر پانی ڈالے حضرت عائشہ رضہ نے کہا انصار کی عورتیں بھی کیا عمدہ عورتیں تھیں وہ دین کی بات پوچھنے میں شرم نہیں کرتی تھیں (اور یہی لازم ہے۔ کیونکہ شرم گناہ اور معصیت میں ہے اور دین کی بات پوچھنا ثواب اور واجب ہے)

بَابُ الْمُسْتَحَاضَةِ وَغُسْلِهَا وَصَلٰوتِهَا

مستحاضہ کا بیان اور اس کے غسل اور نماز کا حال

فائدہ مستحاضہ اُس عورت کو کہتے ہیں جو استحاضہ میں مبتلا ہو اور استحاضہ کہتے ہیں اُس خون کو جو بے وقت عورت کی شرمگاہ سے جاری ہو اور یہ خون ایک رگ میں سے نکلتا ہے جس کو عادل کہتے ہیں اور حیض کا خون رحم کی قعر میں سے نکلتا ہے مستحاضہ سے وطی درست ہے اگرچہ خون جاری ہو۔ ہمارا اور جمہور علماء کا مذہب یہی ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کی ممانعت منقول ہے نخعی اور حکم کا یہی قول ہے اور ابن سیرین کے نزدیک جماع مکروہ ہے اور احمد نے کہا کہ اس وقت جماع کرے جب خاوند کو زنا میں پڑ جانے کا ڈر ہو اور صحیح جمہور کا قول ہے اور دلیل اس کی وہ ہے جو عکرمہ نے روایت کیا حمنہ بنت جحش سے کہ وہ مستحاضہ تھیں اور ان کے خاوند ان سے جماع کرتے تھے روایت کیا اس کو ابو داؤد اور بیہقی نے اور نماز اور روزے اور اعتکاف اور قرأت اور مس مصحف اور سجدہ تلاوت اور سجدہ شکر میں اور نماز اور روزے اور اعتکاف اور قرأت اور مس مصحف اور سجدہ تلاوت اور سجدہ شکر میں اور ساری عبادات میں مثل پاک عورت کے ہے بالاتفاق لیکن جب نماز کا قصد کرے تو اپنی شرمگاہ کو دھو لیوے اور فرج میں ایک اور کپڑا یا روئی رکھ لیوے۔ اگر خون بہت بہتا ہو اور یہ کپڑا کافی نہ ہو تو اوپر سے لنگوٹ باندھے پھر وضو کرے اسی وقت دیر نہ کرے یا تیمم کرلے اگر پانی نہ ملے یا عذر ہو اور فرض پڑھنے کے بعد جتنے نفل چاہے پڑھے لیکن ہمارے نزدیک ایک وضو سے فرض ایک ہی پڑھ سکتا ہو

یا قضا اور ابو حنیفہ رح کے نزدیک ہر وقت نماز کے وضو کرے اور وقت کے اندر جتنی فرضیں چاہے پڑھے اور ربیعہ اور مالک کے نزدیک استحاضہ کے خون سے وضو نہیں ٹوٹتا تو جب تک اور کسی قسم کا حدث نہ ہو جتنے فرض اور نفل چاہے پڑھے اور وقت آنے سے پہلے مستحاضہ کا وضو اس نماز کے لئے ہمارے نزدیک درست نہیں اور ابو حنیفہ کے نزدیک درست ہے اور مستحاضہ پر غسل واجب نہیں کسی نماز کے وقت پر اور جمہور علماء کا یہی قول ہے اور ابن زبیر اور عطاء بن ابی رباح سے منقول ہے کہ وہ ہر نماز کے لئے غسل کرے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ہر روز ایک بار غسل کرے اور مسیبؓ اور حسن رح سے منقول ہے کہ ظہر کے وقت غسل کرے پھر دوسرے دن ظہر پر غسل کرے اور جمہور کا مذہب صحیح ہے کہ وہ کبھی غسل نہ کرے مگر جب حیض سے پاک ہو اور تکرار غسل میں جو حدیثیں آئی ہیں وہ ضعیف ہیں اور استحاضہ دو قسم ہے ایک تو ایسا خون دیکھے جو حیض نہیں ہے جیسے ایک دن ایک رات سے کم دوسرے جو کچھ حیض ہے کچھ نہیں ہے جیسے برابر خون دیکھا کرے یا حیض کی مدت سے زیادہ خون دیکھے۔ اس دوسری قسم کی تین صورتیں ہیں۔ پہلی یہ کہ وہ عورت مبتدا ہو یعنی شروع اس کو یہی خون آیا ہو تو اس کا حیض ایک دن ایک رات تک شمار ہو گا ہمارے نزدیک اور ابو حنیفہ کے نزدیک تین دن تین رات اور باقی استحاضہ۔ دوسری یہ کہ معتادہ ہو تو جتنے دن حیض کی عادت ہو گی اتنا حیض گنا جاوے گا اور باقی استحاضہ تیسری یہ کہ ممیزہ ہو اور کبھی خون قوی دیکھے کبھی ضعیف تو جب تک سیاہ خون دیکھے وہ حیض ہے بشرطیکہ ایک دن رات سے کم نہ ہو۔ اور پندرہ دن سے زیادہ نہ ہو اور لال خون پندرہ دن سے کم نہ ہو (النووی مع زیادۃ اختصار)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ حُبَيْشٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي امْرَأَةٌ أُسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهُرُ أَفَأَدَعُ الصَّلٰوةَ قَالَ لَا إِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ وَلَيْسَ بِالْحَيْضَةِ فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلٰوةَ فَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْسِلِي عَنْكِ الدَّمَ وَصَلِّي

ترجمہ - ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فاطمہ بنت ابی حبیش رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے استحاضہ ہو گیا ہے میں پاک نہیں ہوتی کیا نماز چھوڑ دوں آپ نے فرمایا نہیں یہ خون ایک رگ کا ہے حیض نہیں ہے جب حیض کے دن آویں تو نماز چھوڑ دے پھر حیض کے دن گذر جائیں تو خون دھو ڈال اور نماز پڑھ۔

فائدہ - نووی نے کہا اس حدیث سے یہ نکلتا ہے کہ مستحاضہ نماز پڑھے مگر اس زمانہ میں جو حیض کا خون نہ ہو اور اس پر اتفاق ہے۔ اور یہ بھی نکلتا ہے کہ حاجت کے وقت

مسئلہ پوچھے اور عورت خود مسئلہ پوچھ سکتی ہے اور اس کی آواز حاجت کے وقت غیر مرد سن سکتا ہے (انتہیٰ)

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ اِسْتَفْتَتْ اُمُّ حَبِيْبَةَ بِنْتُ جَحْشٍ رَّسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنِّيْ اُسْتَحَاضُ فَقَالَ اِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ فَاغْتَسِلِيْ ثُمَّ صَلِّيْ فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ قَالَ اللَّيْثُ ابْنُ سَعْدٍ لَمْ يَذْكُرِ ابْنُ شِهَابٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ اُمَّ حَبِيْبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ اَنْ تَغْتَسِلَ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ وَّلٰكِنَّهُ شَيْءٌ فَعَلَتْهُ هِيَ، وَقَالَ ابْنُ رُمْحٍ فِيْ رِوَايَتِهِ ابْنَةَ جَحْشٍ وَّلَمْ يَذْكُرْ اُمَّ حَبِيْبَةَ

ترجمہ۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ام حبیبہ بنت حجش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا مجھے استحاضہ ہے آپ نے فرمایا یہ خون ایک رگ کا ہے۔ تو غسل کر اور نماز پڑھ پھر وہ غسل کرتی تھیں ہر نماز کے لئے۔ لیث نے کہا ابن شہاب نے یہ نہیں بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم کیا ہر نماز کے لئے غسل کرنے کا بلکہ ام حبیبہ رض نے خود ایسا کیا۔ ابن رمح کی روایت میں ام حبیبہ کا نام نہیں بلکہ صرف حجش کی بیٹی کا ذکر ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ اُمَّ حَبِيْبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ خَتَنَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَحْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَوْفٍ اُسْتُحِيْضَتْ سَبْعَ سِنِيْنَ فَاسْتَفْتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ذٰلِكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذِهٖ لَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ وَلٰكِنَّ هٰذَا عِرْقٌ فَاغْتَسِلِيْ وَصَلِّيْ قَالَتْ عَائِشَةُ فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ فِيْ مِرْكَنٍ فِيْ حُجْرَةِ اُخْتِهَا زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ حَتّٰى تَعْلُوَ حُمْرَةُ الدَّمِ الْمَاءَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَحَدَّثْتُ بِذٰلِكَ اَبَا بَكْرِ ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ الْحَارِثِ ابْنِ هِشَامٍ فَقَالَ يَرْحَمُ اللّٰهُ هِنْدًا لَوْ سَمِعَتْ هٰذِهِ الْفُتْيَا وَاللّٰهِ اِنْ كَانَتْ لَتَبْكِيْ لِاَنَّهَا كَانَتْ لَا تُصَلِّيْ

ترجمہ۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ام حبیبہ بنت حجش رض کو جو سالی تھیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اور بی بی عبدالرحمٰن بن عوف رض کی سات برس تک استحاضہ رہا انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا یہ حیض نہیں ہے بلکہ ایک رگ کا خون ہے تو غسل کر اور نماز پڑھ۔ حضرت عائشہ رض نے کہا وہ ایک کٹھڑے میں غسل کرتیں اپنی بہن زینب بنت حجش کی کوٹھڑی میں تو خون کی سرخی پانی پر آجاتی (اس قدر خون بہا کرتا) ابن شہاب نے کہا میں نے یہ حدیث ابو بکر بن عبدالرحمٰن سے بیان کی انہوں نے کہا خدا رحم کرے ہندہ پر کاش وہ یہ فتویٰ سن لیتی قسم خدا کی وہ روتی تھی نماز نہ پڑھنے سے (یعنی اس کو بھی استحاضہ تھا اور یہ مسئلہ معلوم نہ تھا تو نماز نہ پڑھتی اور نماز کے جانے پر رویا کرتی۔

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ إِنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ سَأَلَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّمِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَأَيْتُ مِرْكَنَهَا مَلْآنَ دَمًا فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْكُثِي قَدْرَ مَا كَانَتْ تَحْبِسُكِ حَيْضَتُكِ ثُمَّ اغْتَسِلِي وَصَلِّي

ترجمہ ۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے ام حبیبہ نے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استحاضہ کے خون کو۔ حضرت عائشہ نے کہا میں نے ان کے نہانے کا برتن دیکھا خون سے بھرا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا تو اتنے دنوں ٹھیری رہ جتنے دنوں حیض آیا کرتا تھا (یعنی عادت کے دنوں میں اس بیماری سے پہلے) پھر غسل کر اور نماز پڑھ۔

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ إِنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ الَّتِي كَانَتْ تَحْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَوْفٍ شَكَتْ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّمَ فَقَالَ لَهَا امْكُثِي قَدْرَ مَا كَانَتْ تَحْبِسُكِ حَيْضَتُكِ ثُمَّ اغْتَسِلِي فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ

ترجمہ ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ام حبیبہ بنت جحش جو عبدالرحمٰن بن عوف کے نکاح میں تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور شکایت کی خون بہنے کی آپ نے فرمایا اتنے دن ٹھیری رہ جتنے دنوں (اس بیماری سے پہلے) حیض آیا کرتا تھا پھر غسل کر ڈال تو وہ ہر نماز کے لئے غسل کیا کرتیں۔

فائدہ جحش کی تین بیٹیاں تھیں، ایک زینب سے پہلے زید بن حارثہ نے نکاح کیا تھا پھر انہوں نے طلاق دیدی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔ دوسری ام حبیبہ جو اس حدیث میں مذکور ہیں یہ عبدالرحمٰن بن عوف کے نکاح میں تھیں۔ تیسری حمنہ جو طلحہ بن عبیداللہ کے نکاح میں تھیں۔ بعضوں نے کہا کہ جحش کی تینوں بیٹیاں استحاضہ میں مبتلا تھیں اور بعضوں نے کہا کہ فقط ام حبیبہ کو یہ بیماری تھی (نووی)

بَابُ وُجُوبِ قَضَاءِ الصَّوْمِ عَلَى الْحَائِضِ دُونَ الصَّلٰوةِ

ترجمہ ۔ حائضہ عورت پر نماز کی قضا واجب نہیں اور روزے کی قضا واجب ہے۔

عَنْ مُعَاذَةَ أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتْ عَائِشَةَ فَقَالَتْ أَتَقْضِي إِحْدَانَا الصَّلٰوةَ أَيَّامَ مَحِيضِهَا فَقَالَتْ عَائِشَةُ أَحَرُورِيَّةٌ أَنْتِ قَدْ كَانَتْ إِحْدَانَا تَحِيضُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَا تُؤْمَرُ بِقَضَاءٍ

ترجمہ ۔ معاذہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا عورت قضا کرے حیض کے دنوں کی نماز کو انہوں نے کہا کیا تو حروری ہے۔ ہم میں سے جس کو حیض آتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس کو نماز کی قضا کا حکم نہ ہوتا۔

فائدہ ۔ حروری نسبت ہے حرورا کی طرف اور حرورا ایک گاؤں ہے کوفہ سے دو

میل پر۔ پہلے پہل خارجی وہیں اکٹھے ہوئے تھے۔ ان خارجیوں نے سارے اہلِ اسلام کے خلاف یہ بات اختیار کی ہے کہ حائضہ کو نماز کی قضا کرنا چاہیئے۔ ان کے سوا تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ حائضہ پر نماز کی قضا واجب نہیں ہے۔ پر روزوں کی قضا واجب ہے۔

عَنْ مُعَاذَةَ اَنَّهَا سَاَلَتْ عَائِشَةَ اَتَقْضِي الْحَائِضُ الصَّلٰوةَ قَالَتْ عَائِشَةُ اَحَرُوْرِيَّةٌ اَنْتِ قَدْ كُنَّ نِسَاءُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحِضْنَ اَفَاَمَرَهُنَّ اَنْ يَّجْزِيْنَ قَالَ مُحَمَّدُ ابْنُ جَعْفَرٍ تَعْنِيْ يَقْضِيْنَ

ترجمہ۔ معاذہ نے پوچھا حضرت عائشہ رضؓ سے کیا حائضہ نماز کی قضا کرے اُنہوں نے کہا کیا تو حروری ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیبیاں حائضہ ہوتیں پھر کہا آپ ان کو نماز کی قضا کا حکم کرتے۔

عَنْ مُعَاذَةَ قَالَتْ سَاَلْتُ عَائِشَةَ فَقُلْتُ مَا بَالُ الْحَائِضِ تَقْضِي الصَّوْمَ وَلَا تَقْضِي الصَّلٰوةَ فَقَالَتْ اَحَرُوْرِيَّةٌ اَنْتِ قُلْتُ لَسْتُ بِحَرُوْرِيَّةٍ وَّلٰكِنِّيْ اَسْاَلُ قَالَتْ كَانَ يُصِيْبُنَا ذٰلِكَ فَنُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّوْمِ وَلَا نُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّلٰوةِ

ترجمہ۔ معاذہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضؓ سے پوچھا کیا وجہ ہے جو حائضہ روزوں کی قضا کرتی ہے اور نماز کی قضا نہیں کرتی۔ اُنہوں نے کہا تو حروری تو نہیں میں نے کہا نہیں میں تو پوچھتی ہوں۔ اُنہوں نے کہا ہم عورتوں کو حیض آتا پھر حکم ہوتا روزوں کی قضا کرنے کا اور نماز کی قضا کا حکم نہ ہوتا۔

فائدہ۔ یہ عنایت ہے پروردگار کی جو نماز کی قضا معاف کر دی۔ ورنہ بڑا حرج ہوتا کس لئے کہ نماز ہر روز پانچ بار فرض ہے سال بھر میں صدہا نمازوں کی قضا کرنی پڑتی اور رمضان تو ہر سال میں ایک بار آتا ہے۔ چار پانچ روزوں کی قضا کچھ مشکل نہیں۔

بَابُ تَسَتُّرِ الْمُغْتَسِلِ بِثَوْبٍ وَّنَحْوِهٖ

غسل کرنے والا کپڑے کی آڑ کرلے

عَنْ اُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ اَبِيْ طَالِبٍ تَقُوْلُ ذَهَبْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُّهٗ يَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ ابْنَتُهٗ تَسْتُرُهٗ بِثَوْبٍ

ترجمہ۔ ام ہانی بنت ابی طالب سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی جس سال مکہ فتح ہوا۔ آپ غسل کر رہے تھے اور فاطمہ آپ پر ایک کپڑے کی آڑ کئے ہوئے تھیں۔

عَنْ اُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ اَبِيْ طَالِبٍ اَنَّهٗ لَمَّا كَانَ عَامُ الْفَتْحِ اَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِاَعْلٰى

ترجمہ۔ ام ہانیؓ بنت ابی طالب سے روایت ہے جس سال مکہ فتح ہوا تو وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں آپ مکہ کے بلند جانب

مَكَّةَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى غُسْلِهٖ فَسَتَرَتْ عَلَيْهِ فَاطِمَةُ ثُمَّ أَخَذَ ثَوْبَهٗ، فَالْتَحَفَ بِهٖ ثُمَّ صَلّٰى ثَمَانَ رَكَعَاتٍ سُبْحَةَ الضُّحٰى۔

میں نہانے غسل کرنے کے لئے اٹھے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ایک کپڑے کی آڑ آپ پر پھر آپ نے اپنا کپڑا لے کر لپیٹا پھر آٹھ رکعتیں چاشت کی پڑھیں

فائدہ ۔نووی نے کہا اس حدیث سے یہ نکلتا ہے کہ چاشت کی آٹھ رکعتیں ہیں اور یہ سنت ہیں۔

بَابُ تَحْرِيْمِ النَّظَرِ إِلَى الْعَوْرَاتِ

دوسرے کے ستر کی طرف دیکھنا حرام ہے

عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ إِلٰى عَوْرَةِ الرَّجُلِ وَلَا الْمَرْأَةُ إِلٰى عَوْرَةِ الْمَرْأَةِ وَلَا يُفْضِي الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ وَلَا تُفْضِي الْمَرْأَةُ إِلَى الْمَرْأَةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ۔

ترجمہ ۔ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرد دوسرے مرد کے ستر کو (یعنی عورت کو جس کا چھپانا فرض ہے) نہ دیکھے اور نہ عورت دوسری عورت کے ستر کو دیکھے اور مرد دوسرے مرد کے ساتھ ایک کپڑے میں نہ لیٹے اور نہ عورت دوسری عورت کے ایک کپڑے میں لیٹے۔

فائدہ ۔یعنی اس طرح کہ دونوں ننگے ہوں اور دونوں کے بدن میں کوئی چیز حائل نہو نووی نے کہا جیسے مرد کو مرد کا اور عورت کو عورت کا ستر دیکھنا حرام ہے۔ اسی طرح مرد کو عورت کا اور عورت کو مرد کا ستر دیکھنا حرام ہے۔ بالاجماع مگر اس میں سے خاوند اور لونڈی کا مالک مستثنٰی ہے خاوند کو اپنی بی بی کا اور بی بی کو خاوند کا تمام ستر دیکھنا درست ہے سوا شرمگاہ کے اس میں تین قول ہیں ایک یہ کہ ہر ایک کو دوسرے کی شرمگاہ بغیر ضرورت کے دیکھنا مکروہ ہے حرام نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ حرام ہے دونوں پر۔ تیسرے یہ کہ مرد پر حرام ہے اور عورت کو مکروہ ہے اسی طرح عورت کی شرمگاہ کے اندر دیکھنا بھی مکروہ ہے اور لونڈی کا مالک اگر اس سے وطی کر سکتا ہے تو وہ دونوں مثل جورو اور خاوند کے ہیں اور اگر محرم ہیں جیسی بہن یا پھوپھی یا خالہ وغیرہ تو وہ آزاد عورت کے ہے اور اگر لونڈی مجوسی ہے یا مرتد یا بت پرست یا معتدہ یا مکاتبہ تو وہ مثل غیر کی لونڈی کے ہے۔اب مرد کو اپنی محرم عورتوں کا دیکھنا ناف سے اوپر اور گھٹنے سے نیچے کے بدن کا درست ہے اور بعضوں نے کہا اتنے ہی بدن کو دیکھنا درست ہے جتنا کام کاج کرنے میں کھل ہے۔اب مرد کا ستر مرد سے اور عورت کا ستر عورت سے ناف کے نیچے سے گھٹنے تک ہے اور گھٹنے اور ناف میں تین قول ہیں ایک

یہ کہ وہ ستر نہیں ہیں یہی صحیح ہے۔ دُوسرے یہ کہ وہ ستر میں داخل ہیں۔ تیسرے یہ کہ ناف ستر ہے اور گھٹنا ستر نہیں۔ اور حنفیہ کے نزدیک ناف ستر نہیں پر گھٹنا ستر میں داخل ہے اور مرد کو غیر عورت کا دیکھنا اسی طرح عورت کو غیر مرد کا دیکھنا بالکل حرام ہے خواہ بہ نظر شہوت سے ہو یا بغیر شہوت کے اور بعضوں کے نزدیک عورت کو غیر مرد کا منہ دیکھنا بغیر شہوت کے درست ہے مگر یہ قول ضعیف ہے اور جب عورت اجنبی ہو تو کچھ فرق نہیں آزاد اور لونڈی میں اور حنفیہ کے نزدیک غیر لونڈی مثل محرم عورت کے ہے اسی طرح حرام ہے مرد کو خوب صورت بے ریش لڑکے کا مُنہ دیکھنا خواہ بہ نظر شہوت سے ہو یا بغیر شہوت کے خواہ فتنہ کا ڈر ہو یا نہ ہو۔ صحیح اور مختار مذہب یہی ہے مگر یہ جتنی حرمت نظر کی اُوپر بیان ہوئی اُسی صورت میں ہے جب حاجت اور ضرورت نہ ہو ورنہ حاجت کے وقت نظر درست ہے جیسے بیچنے کھوچنے علاج گواہی کے وقت پر، شہوت سے اس وقت بھی حرام ہے۔ ہمارے اصحاب نے کہا کہ شہوت سے نظر کرنا تو ہر شخص پر حرام ہے سوا اپنی بی بی اور لونڈی کے یہاں تک کہ اگر کوئی اپنی بیٹی یا ماں کو بھی شہوت سے دیکھے تو وہ حرام ہے اور یہ جو مرد کو مرد کے ساتھ اور عورت کو عورت کے ساتھ ایک کپڑے میں لیٹنے کی ممانعت کی یہ ممانعت تحریمی ہے۔ اس سے یہ بھی نکلتا ہے کہ دُوسرے کے ستر کا چھُونا بھی نادرست ہے اور لوگ حمام میں اکثر ایسی خرابیوں میں پڑ جاتے ہیں حالانکہ ان باتوں سے بچنا چاہیئے اور جو کوئی ایسا کرے اس کو منع کرنا چاہیئے اگرچہ ماننے کی اُمید نہ ہو۔ اور تنہائی میں آدمی ننگا ہو سکتا ہے پر بلا ضرورت مکروہ بلکہ حرام ہے (نودی)

بَابُ جَوَازِ الْاِغْتِسَالِ عُرْيَانًا فِى الْخَلْوَةِ

عَنْ هَمَّامِ ابْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا اَبُوْهُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ بَنُوْ اِسْرَآئِيْلَ يَغْتَسِلُوْنَ عُرَاةً يَّنْظُرُ بَعْضُهُمْ اِلٰى سَوْءَةِ بَعْضٍ وَّكَانَ مُوْسٰى يَغْتَسِلُ وَحْدَهٗ فَقَالُوْا وَاللّٰهِ مَا يَمْنَعُ

تنہائی میں ننگے نہانا درست ہے

ترجمہ۔ ہمام بن منبہ سے روایت ہے یہ وہ حدیثیں ہیں جو ابوہریرہ نے ہم سے بیان کیں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُن کر پھر بیان کیں اُنہوں نے کئی حدیثیں ان میں ایک یہ بھی تھی کہ فرمایا رسول اللہ علیہ وسلم نے کہ بنی اسرائیل کے لوگ ننگے نہایا کرتے تھے ایک دُوسرے کے ستر کو دیکھتا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اکیلے میں نہاتے تھے۔ لوگوں نے کہا موسیٰ علیہ السلام ہمارے ساتھ

مُوْسٰی اَنْ یَّغْتَسِلَ مَعَنَا اِلَّا اَنَّهٗ اٰدَرُ قَالَ فَذَهَبَ مَرَّةً یَغْتَسِلُ فَوَضَعَ ثَوْبَهٗ عَلٰی حَجَرٍ فَفَرَّ الْحَجَرُ بِثَوْبِهٖ قَالَ فَجَمَعَ مُوْسٰی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِاَثَرِهٖ یَقُوْلُ ثَوْبِیْ حَجَرُ ثَوْبِیْ حَجَرُ حَتّٰی نَظَرَتْ بَنُوْٓا اِسْرَاۗءِیْلَ اِلٰی سَوْءَةِ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ وَقَالُوْا وَاللّٰهِ مَا بِمُوْسٰی مِنْ بَاْسٍ فَقَامَ الْحَجَرُ حَتّٰی نُظِرَ اِلَیْهِ قَالَ فَاَخَذَ ثَوْبَهٗ فَطَفِقَ بِالْحَجَرِ ضَرْبًا قَالَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ وَاللّٰهِ اِنَّهٗ بِالْحَجَرِ نَدَبٌ سِتَّةٌ اَوْ سَبْعَةٌ ضَرْبُ مُوْسٰی بِالْحَجَرِ

مل کر نہیں نہاتے ان کو فوتق کی بیماری ہے (یعنی خصیے بڑھ جانے کی) ایک بار موسیٰ نہانے کو گئے اور کپڑے اُتار کر پتھر پر رکھے وہ پتھر خود بخود (اللہ کے حکم سے) اُن کے کپڑے لے کر بھاگا موسےٰ علیہ السلام اس کے پیچھے دوڑے اور کہتے جاتے اے پتھر میرے کپڑے دے اے پتھر میرے کپڑے دے یہاں تک کہ بنی اسرائیل نے اُن کا ستر دیکھ لیا اور کہنے لگے خدا کی قسم ان میں تو کوئی بیماری نہیں ہے۔ اس وقت پتھر کھڑا ہو گیا اور لوگوں نے خوب دیکھ پھر انہوں نے اپنے کپڑے اُٹھائے اور (غصے سے) پتھر کو مارنا شروع کیا۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں قسم خدا کی پتھر پر موسیٰ علیہ السلام کی ماروں کا نشان ہے سات یا چھ ماروں کا۔

فائدہ ۔ ہمارے زمانہ کے بعض احمق لوگ ایسی باتوں کا انکار کرتے ہیں اور پتھر کا خود بخود چلنا خلاف عقل سمجھتے ہیں حالانکہ یہ خلاف عقل نہیں زمین اور چاند اور سورج اور تارے جو پتھر کی طرح بے جان ہیں رات دن حرکت کرتے ہیں پھر ایک پتھر کا چلنا کیا مشکل ہے۔ نووی نے کہا ہم بیان کر چکے ہیں کہ ضرورت کے وقت ستر کھولنا درست ہے تنہائی میں غسل کے وقت یا پیشاب کرتے وقت یا بی بی سے صحبت کرتے وقت۔ اور لوگوں کے سامنے ستر کھولنا ہرگز درست نہیں لیکن علماء نے کہا ہے کہ تنہائی میں بھی نہاتے وقت تہ بند باندھنا مستحب ہے اور ننگے ہو کر بھی نہانا درست ہے۔ اس حدیث کے لانے سے بھی یہی غرض ہے کہ موسیٰ ع خلوت میں ننگے نہاتے تھے اور یہ حدیث ان لوگوں کے مذہب پر دلیل ہو گی جو کہتے ہیں کہ اگلے لوگوں کی شریعت ہمارے لئے بھی کافی ہے عمل کرنے کے لئے بشرطیکہ اس سے ممانعت نہ ہو اور بنی اسرائیل جو ایک دوسرے کے سامنے ننگے ہو کر نہاتے تھے تو شاید یہ اُن کی شریعت میں جائز ہو یا حرام ہو لیکن وہ اس کو کرتے ہوں جیسے ہماری شرع والے بھی بہت سے حرام ہو لیکن وہ اس کو کرتے ہوں جیسے ہماری شرع والے بھی بہت سے حرام کام کیا کرتے ہیں انتہیٰ۔

بَابُ الْاِعْتِنَاءِ بِحِفْظِ الْعَوْرَةِ

ستر ڈھانپنے میں احتیاط رکھنا

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ یَقُوْلُ کَمَا

ترجمہ ۔ جابر بن عبد اللہ رضؔ سے روایت ہے

بُنِيَتِ الْكَعْبَةُ ذَهَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَبَّاسٌ يَنْقُلَانِ حِجَارَةً فَقَالَ الْعَبَّاسُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلْ إِزَارَكَ عَلَى عَاتِقِكَ مِنَ الْحِجَارَةِ فَفَعَلَ فَخَرَّ إِلَى الْأَرْضِ وَطَمَحَتْ عَيْنَاهُ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ إِزَارِي إِزَارِي فَشُدَّ عَلَيْهِ إِزَارُهُ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ فِي رِوَايَتِهِ عَلَى رَقَبَتِكَ وَلَمْ يَقُلْ عَلَى عَاتِقِكَ -

کہ جب کعبہ بنایا گیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت عباس رض پتھر ڈھونڈنے لگے۔ عباس نے کہا آپ سے تم اپنے تہہ بند کو اٹھا کر کندھے پر ڈال لو۔ پتھر اٹھانے کے لئے۔ آپ نے ایسا ہی کیا اسی وقت زمین پر گر پڑے اور آپ کی آنکھیں آسمان سے لگ گئیں پھر آپ کھڑے ہوئے اور فرمایا میری ازار میری ازار۔ انہوں نے آپ کی ازار باندھ دی۔ ابن رافع کی روایت میں کندھے کی جگہ گردن کا ذکر ہے۔

فائدہ - اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بچپن ہی سے محفوظ تھے بری عادتوں اور خصلتوں سے جو جاہلیت میں جاری تھیں اور پیغمبروں کی عصمت کا بیان ہو چکا ہے کتاب الایمان میں اور ایک روایت میں ہے کہ فرشتہ اُترا اور اُس نے آپکی ازار باندھ دی (نووی)

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْقُلُ مَعَهُمُ الْحِجَارَةَ لِلْكَعْبَةِ وَعَلَيْهِ إِزَارُهُ فَقَالَ لَهُ الْعَبَّاسُ عَمُّهُ يَا ابْنَ أَخِي لَوْ حَلَلْتَ إِزَارَكَ فَجَعَلْتَهُ عَلَى مَنْكِبِكَ دُونَ الْحِجَارَةِ قَالَ فَحَلَّهُ فَجَعَلَهُ عَلَى مَنْكِبِهِ فَسَقَطَ مَغْشِيًّا عَلَيْهِ قَالَ فَمَا رُئِيَ بَعْدَ ذَلِكَ الْيَوْمِ عُرْيَانًا

ترجمہ - جابر بن عبداللہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پتھر ڈھو رہے تھے کعبہ بنانے کے لئے اور آپ تہہ بند باندھے تھے۔ عباس رض نے کہا جو آپ کے چچا تھے اے میرے بھتیجے تم اپنی ازار اتار کر مونڈھے پر ڈال لو تو اچھا ہے آپ نے ازار کھول لی اور مونڈھے پر ڈالی اسی وقت غش کھا کر گرے پھر اس دن سے آپ کو ننگا نہیں دیکھا۔

عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ أَقْبَلْتُ بِحَجَرٍ أَحْمِلُهُ ثَقِيلٍ وَعَلَيَّ إِزَارٌ خَفِيفٌ قَالَ فَانْحَلَّ إِزَارِي وَمَعِيَ الْحَجَرُ لَمْ أَسْتَطِعْ أَنْ أَضَعَهُ حَتَّى بَلَغْتُ بِهِ إِلَى مَوْضِعِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْجِعْ إِلَى ثَوْبِكَ فَخُذْهُ وَلَا تَمْشُوا عُرَاةً -

ترجمہ - مسور بن مخرمہ رض سے روایت ہے کہ میں ایک بھاری پتھر اٹھائے ہوئے آرہا تھا اور ہلکی ازار پہنے تھا وہ کھل گئی اور میں پتھر کو زمین پر رکھ نہ سکا یہاں تک کہ اس کی جگہ پر لے گیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جا اور اپنا کپڑا اٹھا۔ اور ننگے مت چلا کرو۔

بَابُ التَّسَتُّرِ عِنْدَ الْبَوْلِ

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ جَعْفَرٍ قَالَ أَرْدَفَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ خَلْفَهُ فَأَسَرَّ إِلَيَّ حَدِيْثًا لَا أُحَدِّثُ بِهِ أَحَدًا مِّنَ النَّاسِ وَكَانَ أَحَبَّ مَا اسْتَتَرَ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَاجَتِهِ هَدَفٌ أَوْ حَائِشُ نَخْلٍ قَالَ ابْنُ أَسْمَاءَ فِيْ حَدِيْثِهِ يَعْنِيْ حَائِطَ نَخْلٍ

بَابُ بَيَانِ أَنَّ الْجِمَاعَ كَانَ فِيْ أَوَّلِ الْإِسْلَامِ لَا يُوْجِبُ الْغُسْلَ إِلَّا أَنْ يَّنْزِلَ الْمَنِيُّ وَبَيَانِ نَسْخِهِ وَأَنَّ الْغُسْلَ يَجِبُ بِالْجِمَاعِ

عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ إِلَى قُبَاءٍ حَتّٰى إِذَا كُنَّا فِيْ بَنِيْ سَالِمٍ وَقَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى بَابِ عِتْبَانَ فَصَرَخَ بِهِ فَخَرَجَ يَجُرُّ إِزَارَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْجَلْنَا الرَّجُلَ فَقَالَ عِتْبَانُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ الرَّجُلَ يُعْجَلُ عَنِ امْرَأَتِهِ وَلَمْ يُمْنِ مَاذَا عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَيَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ

پیشاب کرتے وقت ستر کو چھپانا

ترجمہ۔ عبداللہ بن جعفر سے روایت ہے کہ مجھے ایک بار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سواری پر اپنے پیچھے بٹھا لیا پھر میرے کان میں ایک بات کہی وہ بات کسی سے بیان نہ کروں گا اور آپ کو حاجت کے وقت ٹیلے کی یا کھجور کے درختوں کی آڑ پسند تھی (تاکہ ستر کو کوئی نہ دیکھے)

ترجمہ۔ اوائل اسلام میں جماع سے غسل واجب نہ ہوتا تھا جب تک منی نہ نکلے لیکن وہ حکم منسوخ ہو گیا اور جماع سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔

ترجمہ۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں پیر کے دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلا مسجد قبا کی طرف جب ہم بنی سالم کے محلہ میں پہنچے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عتبان بن مالک کے دروازے پر کھڑے ہوئے اور اس کو آواز دی وہ اپنی ازار گھسیٹتا ہوا نکلا آپ نے فرمایا ہم نے اُس کو جلدی میں ڈالا عتبان رض نے کہا یا رسول اللہ اگر کوئی شخص جلدی اپنی عورت سے الگ ہو جائے اور منی نہ نکلے تو اس کا کیا حکم ہے (یعنی غسل کرے یا نہیں) آپ نے فرمایا پانی (یعنی نہانا) پانی (یعنی منی نکلنے سے) واجب ہوتا ہے۔

فائدہ۔ نووی نے کہا اب اُمت ہے اس پر کہ جماع سے غسل واجب ہوتا ہے اگرچہ انزال نہ ہو۔ اسی طرح انزال سے غسل واجب ہوتا ہے اور صحابہ کی ایک جماعت کا یہ قول تھا کہ غسل بغیر انزال کے واجب نہیں ہوتا۔ پھر بعضوں نے رجوع کیا اس قول سے اور اجماع ہو گیا ہو گیا جماع سے غسل واجب ہونے پر۔ اب یہ حدیث إِنَّمَا الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ کی منسوخ ہے یعنی اوائل اسلام میں ایسا حکم تھا کہ اگر جماع کرے اور انزال نہ ہو تو غسل واجب نہ ہوتا۔

لیکن بعد کو غسل واجب کیا گیا اور ابن عباس کے نزدیک یہ حدیث منسوخ نہیں ہے بلکہ مراد اس سے احتلام کی حالت ہے یعنی اگر کوئی خواب میں جماع کرے لیکن تری نہ دیکھے تو اس پر غسل واجب نہیں ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ اِنَّمَا الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ

ترجمہ۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانی سے پانی واجب ہوتا ہے۔

عَنْ اَبِی الْعَلَاءِ ابْنِ الشِّخِّیْرِ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْسَخُ حَدِیْثُہٗ بَعْضُہٗ بَعْضًا کَمَا یَنْسَخُ الْقُرْاٰنُ بَعْضُہٗ بَعْضًا

ترجمہ۔ ابوالعلا بن شخیر نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کو دوسری حدیث منسوخ کر دیتی ہے جیسے قرآن کی ایک آیت دوسری آیت سے منسوخ ہو جاتی ہے۔

فائدہ۔ نووی نے کہا امام مسلم کی غرض اس حدیث کے یہاں لانے سے یہ ہے کہ اِنَّمَا الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ کی حدیث منسوخ ہے دوسری حدیثوں سے اور حدیث کا نسخ حدیث سے جائز ہے جائز ہے اور اس کی چار صورتیں ہیں۔ ایک تو حدیث متواتر کا نسخ حدیث متواتر سے دوسری خبر واحد کا نسخ خبر واحد سے۔ تیسری خبر واحد کا نسخ حدیث متواتر سے۔ یہ تینوں صورتیں تو بالاتفاق جائز ہیں۔ چوتھی خبر متواتر کا نسخ واحد سے۔ اس میں اختلاف ہے جمہور کے نزدیک جائز نہیں اور بعض ظاہریہ کے نزدیک جائز ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَاَرْسَلَ اِلَیْہِ فَخَرَجَ وَرَاْسُہٗ یَقْطُرُ فَقَالَ لَعَلَّنَا اَعْجَلْنَاکَ قَالَ نَعَمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اِذَا اُعْجِلْتَ اَوْ اُقْحِطْتَ فَلَا غُسْلَ عَلَیْکَ وَعَلَیْکَ الْوُضُوْءُ وَقَالَ ابْنُ بَشَّارٍ اِذَا اُعْجِلْتَ اَوْ اُقْحِطْتَ

ترجمہ۔ ابوسعید خدری رضؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے مکان پر گذرے اس کو بلایا وہ نکلا اور اسکے سر میں سے پانی ٹپک رہا تھا آپ نے فرمایا ہماری وجہ سے تم نے جلدی کی اس نے کہا ہاں یا رسول اللہ آپ نے فرمایا جب تو جلدی کرے (اور بغیر انزال کے اٹھ کھڑا ہو) یا تجھے امساک ہو اور منی نہ نکلے تو تجھ پر غسل واجب نہیں ہے صرف وضو کر لے۔

عَنْ اُبَیِّ ابْنِ کَعْبٍ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ یُصِیْبُ مِنَ الْمَرْاَۃِ ثُمَّ یُکْسِلُ فَقَالَ یَغْسِلُ مَا اَصَابَہٗ مِنَ الْمَرْاَۃِ ثُمَّ یَتَوَضَّاُ وَیُصَلِّیْ۔

ترجمہ۔ ابی بن کعب سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اگر کوئی مرد اپنی عورت سے جماع کرے پھر انزال سے پہلے اٹھ کھڑا ہو۔ آپ نے فرمایا دھو ڈالے

اس کو جو لگا عورت سے (یعنی ذکر کی رطوبت وغیرہ کو جو فرج سے لگ گئی ہو) پھر وضو کرے اور نماز پڑھے۔

عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يَأْتِي أَهْلَهُ ثُمَّ لَا يُنْزِلُ قَالَ يَغْسِلُ ذَكَرَهُ وَيَتَوَضَّأُ

ترجمہ۔ ابی بن کعب سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی شخص اپنی بی بی سے جماع کرے اور اس کو انزال نہ ہو تو وہ اپنا ذکر دھو ڈالے اور وضو کرے۔

عَنْ زَيْدِ ابْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّهُ سَأَلَ عُثْمَانَ ابْنَ عَفَّانَ قَالَ قُلْتُ أَرَأَيْتَ إِذَا جَامَعَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ وَلَمْ يُمْنِ قَالَ عُثْمَانُ يَتَوَضَّأُ كَمَا يَتَوَضَّأُ لِلصَّلوٰةِ وَيَغْسِلُ ذَكَرَهُ قَالَ عُثْمَانُ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ زیدؓ بن خالد جہنی رضؓ نے حضرت عثمانؓ سے پوچھا اگر کوئی شخص اپنی بی بی سے صحبت کرے اور منی نہ نکلے حضرت عثمان رضؓ نے کہا کہ وہ وضو کرے جیسے نماز کے لئے وضو کرتا ہے اور ذکر کو دھو ڈالے۔ حضرت عثمان رضؓ نے کہا یہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا جَلَسَ بَيْنَ شُعَبِهَا الْأَرْبَعِ ثُمَّ جَهَدَهَا فَقَدْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْغُسْلُ وَفِي حَدِيثِ مَطَرٍ وَإِنْ لَمْ يُنْزِلْ قَالَ زُهَيْرٌ مِنْ بَيْنِهِمْ بَيْنَ أَشْعُبِهَا الْأَرْبَعِ۔

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مرد عورت کے چاروں کونوں سے (ہاتھ پاؤں مراد ہیں یا دونوں پاؤں اور دونوں رانیں یا شرمگاہ کے چاروں کونے) پھر لگے اس سے (یعنی دخول کرے) تو غسل واجب ہو گیا مرد پر مطر کی روایت میں اتنا زیادہ ہے اگرچہ انزال نہ ہو۔

فائدہ۔ نووی نے کہا مطلب حدیث کا یہ ہے کہ غسل کا وجوب منی نکلنے پر نہیں ہے بلکہ جب حشفہ (سپاری) فرج کے اندر چلا جاوے تو مرد اور عورت دونوں پر غسل واجب ہو گا اور اس میں آج کے دن بالکل اختلاف نہیں ہے پہلے البتہ چند صحابہ کا اس میں خلاف تھا۔ لیکن بعد کو اجماع ہو گیا ہمارے اصحاب نے کہا کہ اگر حشفہ عورت کی دبر میں یا مرد کی دبر میں غائب ہو جائے یا کسی جانور کی فرج میں تب بھی غسل واجب ہو گا اگرچہ وہ عورت یا مرد یا جانور مردہ ہو یا کم سن ہو بھولے سے یا قصداً زبردستی سے ہو یا اختیار سے۔ اسی طرح اگر سو رہا ہو اور عورت اس کا ذکر اپنی فرج کے اندر رکھ لے خواہ ذکر کو انتشار ہو یا نہ ہو غسل واجب ہو گا خواہ ختنہ ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ ان سب صورتوں میں فاعل اور مفعول دونوں پر غسل

واجب ہے مگر جب کوئی اُن میں سے نابالغ ہو تو اس پر واجب نہیں لیکن وہ جنب ہوگا اور جو وہ تمیز دار ہو تو اس کے ولی پر لازم ہے کہ حکم کرے اس کو غسل کا جیسے حکم کرتا ہے وضو کا اگر وہ بغیر غسل کے نماز پڑھے تو اس کی نماز صحیح نہ ہوگی اور دخول کے لئے صرف حشفہ کا غائب ہونا کافی ہے تمام ذکر کا غائب ہونا ضروری نہیں اور جو ذکر پر کپڑا وغیرہ لپیٹ کر دخول کرے تو اس میں تین قول ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ غسل واجب ہے دونوں پر انتہیٰ مختصراً۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ اخْتَلَفَ فِیْ ذٰلِكَ رَهْطٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ فَقَالَ الْاَنْصَارِیُّوْنَ لَا یَجِبُ الْغُسْلُ اِلَّا مِنَ الدَّفْقِ اَوْ مِنَ الْمَاءِ وَقَالَ الْمُهَاجِرُوْنَ بَلْ اِذَا خَالَطَ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ قَالَ فَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰی فَاَنَا اَشْفِیْكُمْ مِّنْ ذٰلِكَ فَقُمْتُ فَاسْتَاْذَنْتُ عَلٰی عَائِشَةَ فَاُذِنَ لِیْ فَقُلْتُ لَهَا یَا اُمَّاهُ اَوْ یَا اُمَّ الْمُؤْمِنِیْنَ اِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ اَسْاَلَكِ عَنْ شَیْءٍ وَّاِنِّیْ اَسْتَحْیِیْكِ فَقَالَتْ لَا تَسْتَحْیِیْ اَنْ تَسْاَلَنِیْ عَمَّا كُنْتَ سَائِلًا عَنْهُ اُمَّكَ الَّتِیْ وَلَدَتْكَ فَاِنَّمَا اَنَا اُمُّكَ قُلْتُ فَمَا یُوْجِبُ الْغُسْلَ قَالَتْ عَلَی الْخَبِیْرِ سَقَطْتَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَلَسَ بَیْنَ شُعَبِهَا الْاَرْبَعِ وَمَسَّ الْخِتَانُ الْخِتَانَ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ

ترجمہ۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اختلاف کیا اس مسئلہ میں مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت نے کہا غسل جب ہی واجب ہوتا ہے کہ منی کود کر نکلے اور انزال ہو اور مہاجرین نے کہا جب مرد عورت سے صحبت کرے تو غسل واجب ہے۔ ابو موسیٰ نے کہا میں تمہاری تسلی کئے دیتا ہوں ٹھیرو۔ میں اُٹھا اور حضرت عائشہ کے مکان پر جا کر ان سے اجازت مانگی۔ اُنہوں نے اجازت دی میں نے کہا اے ماں یا مسلمانوں کی ماں! میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں لیکن مجھے شرم آتی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا مت شرم کر تو اُس بات کے پوچھنے میں جو اپنی سگی ماں سے پوچھ سکتا ہے جس کے پیٹ سے تو پیدا ہوا میں بھی تو تیری ماں ہوں (کیونکہ حضرت کی بی بیاں مومنین کی مائیں ہیں) میں نے کہا غسل کس سے واجب ہوتا ہے۔ اُنہوں نے کہا تو نے اچھے واقف کار سے پوچھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مرد عورت کے چاروں کونوں میں بیٹھے اور ختنہ ختنہ سے مل جائے (یعنی ذکر فرج میں داخل ہو جاوے) تو غسل واجب ہو گیا

فائدہ۔ یعنی غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔ نووی نے کہا ختنہ ختنہ سے ملنا مراد اس سے دخول ہے ورنہ عورت کا ختنہ اُوپر ہوتا ہے۔ جماع میں وہ نہیں لگتا اور اجماع کیا ہے علماء نے اس پر کہ اگر ذکر کو صرف فرج سے چھوا دے اور داخل نہ کرے تو

غسل واجب نہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ اِنَّ رَجُلًا سَئَلَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ يُجَامِعُ اَهْلَهٗ ثُمَّ يُكْسِلُ هَلْ عَلَيْهِمَا الْغُسْلُ وَعَائِشَةُ جَالِسَةٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّىْ لَاَفْعَلُ ذٰلِكَ اَنَا وَهٰذِهٖ ثُمَّ نَغْتَسِلُ۔

ترجمہ - ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر کوئی مرد اپنی عورت سے جماع کرے پھر انزال سے پہلے ذکر کو نکال لے تو کیا دونوں پر غسل واجب ہے۔ آپ نے فرمایا میں اور یہ (حضرت عائشہ رضؓ کو فرمایا) ایسا کرتے ہیں پھر غسل کرتے ہیں۔

فائدہ - نووی نے کہا ایسی باتیں آدمی بی بی سے کرسکتا ہے اگر اس میں کوئی مصلحت ہو اور کسی کو رنج نہ ہو آپ نے یہ اس لئے فرمایا کہ اس شخص کو تشفی ہو جائے۔

بَابُ الْوُضُوْءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ

ترجمہ - جو کھانا آگ سے پکا ہو اُس کے کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

فائدہ - نووی نے کہا امام مسلم نے اس باب میں وہ حدیثیں بیان کی ہیں جن سے وضو کا لازم ہونا آگ کے پکے ہوئے کھانے سے ثابت ہوتا ہے پھر وہ حدیثیں بیان کیں جن سے وضو کا لازم نہ ہونا ثابت ہوتا ہے اور اس سے یہ غرض ہے کہ پہلی حدیثیں منسوخ ہیں اور جمہور سلف اور خلف اور صحابہ اور تابعین کا یہی قول ہے کہ آگ کے پکے ہوئے کھانا کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور یہی مذہب ہے ائمہ اربعہ اور اسحاق اور یحییٰ اور ابو ثور اور ابو خیثمہ کا اور ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ وضو ٹوٹ جاتا ہے اور یہی منقول ہے عمر بن عبدالعزیز اور حسن بصری اور زہری اور ابو قلابہ اور ابو مجلز سے (نووی مختصراً)

عَنْ زَيْدِ ابْنِ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلْوُضُوْءُ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ اَخْبَرَنِيْ عُمَرُ ابْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اَنَّ عَبْدَ اللهِ ابْنَ اِبْرَاهِيْمَ ابْنِ قَارِظٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ وَجَدَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَتَوَضَّأُ عَلَى الْمَسْجِدِ فَقَالَ اِنَّمَا اَتَوَضَّأُ مِنْ اَثْوَارِ اَقِطٍ اَكَلْتُهَا لِاَنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تَوَضَّؤُا مِمَّا

ترجمہ - زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے وضو لازم آتا ہے اس کھانے سے جو آگ سے پکا ہو۔ ابن شہاب نے عمر بن عبدالعزیز سے سنا اُنہوں نے عبداللہ بن ابراہیم سے اُنہوں نے ابوہریرہ رضؓ کو مسجد میں وضو کرتے دیکھا اُنہوں نے کہا میں نے پنیر کے ٹکڑے کھائے ہیں اس لئے وضو کرتا ہوں میں نے سنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے آپ فرماتے تھے وضو کرو اس کھانے سے جو آگ

مَسَّتِ النَّارُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ اَخْبَرَنِیْ سَعِیْدُ ابْنُ خَالِدِ ابْنِ عَمْرِو ابْنِ عُثْمَانَ وَاَنَا اُحَدِّثُهٗ هٰذَا الْحَدِیْثَ اَنَّهٗ سَاَلَ عُرْوَةَ ابْنَ الزُّبَیْرِ عَنِ الْوُضُوْءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ فَقَالَ عُرْوَةُ سَمِعْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّؤُا مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ

پکا ہو۔ ابن شہاب نے سعید بن خالد بن خالد سے سُنا اور وہ ان سے یہ حدیث بیان کرتے تھے۔ سعید نے کہا میں نے عروہ بن زبیرؓ سے پُوچھا وضو کو آگ سے پکے ہوئے کھانے سے اُنہوں نے کہا میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سُنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وضو کرو اس کھانے سے جو آگ سے پکا ہو

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَكَلَ كَتِفَ شَاةٍ ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ یَتَوَضَّأْ

ترجمہ - ابن عباس رضؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بکری کے دست کا گوشت کھایا پھر نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَكَلَ عَرْقًا اَوْ لَحْمًا ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ یَتَوَضَّأْ وَلَمْ یَمَسَّ مَآءً

ترجمہ - ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہڈی پر لگا ہوا گوشت یا گوشت کھایا پھر نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا یا پانی نہیں چھُوا۔

عَنْ عَمْرِو ابْنِ اُمَیَّةَ الضَّمْرِیِّ اَنَّهٗ رَاٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَحْتَزُّ مِنْ كَتِفٍ یَاْكُلُ مِنْهَا ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ یَتَوَضَّأْ

ترجمہ - عمرو بن اُمیہ ضمری سے روایت ہے اُنہوں نے دیکھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک دست کا گوشت چھُری سے کاٹ کر کھا رہے تھے۔ پھر نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

فائدہ - نووی نے کہا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ گوشت کا چھُری سے کاٹ کر کھانا درست ہے جب ضرورت ہو مثلاً گوشت سخت ہو یا بڑا سا ٹکڑا ہو اور بے ضرورت مکروہ ہے۔

عَنْ عَمْرِو ابْنِ اُمَیَّةَ الضَّمْرِیِّ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَحْتَزُّ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ فَاَكَلَ مِنْهَا فَدُعِیَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَقَامَ وَطَرَحَ السِّكِّیْنَ وَصَلّٰى وَلَمْ یَتَوَضَّأْ

ترجمہ - عمرو بن اُمیہ ضمری سے روایت ہے میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا بکری کا دست چھُری سے کاٹ کر کھا رہے تھے اتنے میں نماز کے لئے بُلائے گئے۔ آپ نے چھُری ڈال دی اور نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّ مَیْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَكَلَ

ترجمہ - ابن عباسؓ سے اور ام المومنین میمونہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس دست کا گوشت کھایا پھر نماز

حِنْدَ هَا كَتِفًا ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ

پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ اَشْهَدُ لَكُنْتُ اَشْوِیْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَطْنَ الشَّاةِ ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ

ترجمہ۔ ابورافع رضؓ سے روایت ہے میں گواہ ہوں میں خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے بکری کی اُوجڑی بھونتا (آپ اس میں سے کھاتے) پھر نماز پڑھتے اور وضو نہ کرتے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ لَبَنًا ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَتَمَضْمَضَ وَقَالَ اِنَّ لَهٗ دَسَمًا

ترجمہ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیا پھر پانی منگوایا اور کلی کی اور فرمایا دودھ سے منہ چکنا ہو جاتا ہے۔

فائدہ۔ تو کلی کرنا اس کے بعد مستحب ہے۔ اسی طرح ہر ایک کھانے پینے کی چیز سے تاکہ نماز میں کچھ منہ میں نہ رہ جاوے جس کے نگلنے کی حاجت پڑے اور منہ صاف ہو جاوے۔ اور اختلاف کیا ہے علماء نے کہ کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونا مستحب ہے یا نہیں اور ظاہر یہ ہے کہ مستحب ہے کھانے سے پہلے مگر جب ہاتھ کی صفائی کا یقین ہو میل کچیل اور نجاست سے اسی طرح کھانے کے بعد مگر جب ہاتھ پر کھانے کا اثر نہ ہو مثلاً کھانا خشک ہو اور امام مالک نے کہا کہ کھانے کے واسطے ہاتھ دھونا مستحب نہیں مگر جب ہاتھ میں کوئی نجاست لگی ہو تو دھونا ضروری ہے (نووی)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ عَلَيْهِ ثِيَابَهٗ ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاُتِیَ بِهَدِيَّةِ خُبْزٍ وَّلَحْمٍ فَاَكَلَ ثَلٰثَ لُقَمٍ ثُمَّ صَلّٰى بِالنَّاسِ وَمَا مَسَّ مَاءً

ترجمہ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کپڑے پہنے پھر نماز کو نکلے اس وقت ایک شخص آپ کے پاس تحفہ لایا گوشت اور روٹی کا آپ نے تین لقمے کھالئے پھر نماز پڑھائی اور پانی کو ہاتھ نہیں لگایا۔

بَابُ الْوُضُوْءِ مِنْ لُحُوْمِ الْاِبِلِ

اُونٹ کا گوشت کھا کر وضو کرنے کا بیان

فائدہ۔ نووی نے کہا اکثر علماء اس طرف گئے ہیں کہ اُونٹ کا گوشت کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ اور یحیٰی اور ابن منذر اور ابن خزیمہ اور اہلحدیث کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ

ترجمہ۔ جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ ایک

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَوَضَّأُ مِنْ لُحُوْمِ الْغَنَمِ قَالَ اِنْ شِئْتَ فَتَوَضَّأْ وَاِنْ شِئْتَ فَلَا تَتَوَضَّأْ قَالَ اَتَوَضَّأُ مِنْ لُحُوْمِ الْاِبِلِ قَالَ نَعَمْ فَتَوَضَّأْ مِنْ لُحُوْمِ الْاِبِلِ قَالَ اُصَلِّيْ فِيْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ قَالَ نَعَمْ قَالَ اُصَلِّيْ فِيْ مَبَارِكِ الْاِبِلِ قَالَ لَا

شخص نے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا بکری کا گوشت کھا کر میں وضو کروں۔ آپ نے فرمایا چاہے کر چاہے نہ کر۔ پھر اس نے پوچھا اونٹ کا گوشت کھا کر وضو کروں آپ نے فرمایا ہاں وضو کر اونٹ کے گوشت سے اس نے کہا بکریوں کے تھان میں نماز پڑھوں آپ نے فرمایا ہاں۔ اس نے کہا اونٹوں کے تھان میں نماز پڑھوں آپ نے فرمایا نہیں۔

فائدہ۔ کیونکہ اونٹ زبردست اور شریر ہوتا ہے ایسا نہ ہو کہ نمازی کو کچھ صدمہ پہنچے اور بکریوں کے تھان میں اس کا ڈر نہیں۔ نووی نے کہا یہ ممانعت تنزیہی ہے۔

بَابُ الدَّلِيْلِ عَلٰى اَنَّ مَنْ تَيَقَّنَ الطَّهَارَةَ ثُمَّ شَكَّ فِي الْحَدَثِ فَلَهٗ اَنْ يُّصَلِّيَ بِطَهَارَتِهٖ تِلْكَ

ترجمہ۔ جس شخص کو طہارت کا یقین ہے پھر حدث میں شک ہو تو وہ اس طہارت سے نماز پڑھ سکتا ہے۔

عَنْ سَعِيْدٍ وَّعَبَّادِ ابْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَمِّهٖ شُكِيَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلُ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ اَنَّهٗ يَجِدُ الشَّيْءَ فِي الصَّلٰوةِ قَالَ لَا يَنْصَرِفُ حَتّٰى يَسْمَعَ صَوْتًا اَوْ يَجِدَ رِيْحًا قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ وَّزُهَيْرُ ابْنُ حَرْبٍ فِيْ رِوَايَتِهِمَا هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ زَيْدٍ۔

ترجمہ۔ سعید اور عباد بن تمیم نے عباد کے چچا سے روایت کیا انہوں نے شکایت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی آدمی کو معلوم ہوتا ہے نماز میں کہ اس کو حدث ہوا (یعنی گمان ہوتا ہے) آپ نے فرمایا وہ نماز نہ توڑے جب تک حدث کی آواز نہ سنے یا بو نہ سونگھے ابوبکر اور زہیر نے اپنی روایتوں میں عباد کے چچا کا نام لیا یعنی عبداللہ بن زید۔

فائدہ۔ نووی نے کہا یہ حدیث ایک بڑا قاعدہ ہے اسلام کے قواعد میں سے اس سے یہ نکلتا ہے کہ ہر ایک چیز جس کے وجود کا یقین ہو وہ شک سے رفع نہیں ہو سکتی ہے جیسے طہارت جو یقینی تھی حدث کے گمان سے مٹ نہیں سکتی۔ ہمارا اور جمہور علماء کا یہی مذہب ہے اور امام مالک سے اس میں دو روایتیں ہیں ایک تو یہ کہ وضو لازم ہے اگر شک نماز کے باہر ہو اور جو نماز کے اندر ہو تو لازم نہیں۔ اور دوسری یہ کہ دونوں صورتوں میں پھر وضو کرنا چاہیے (انتہی مختصراً)

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وَجَدَ اَحَدُكُمْ

ترجمہ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب

فِیْ بَطْنِہٖ شَیْئًا فَاَشْکَلَ عَلَیْہِ اَخَرَجَ مِنْہُ شَیْءٌ اَمْ لَا فَلَا یَخْرُجَنَّ مِنَ الْمَسْجِدِ حَتّٰی یَسْمَعَ صَوْتًا اَوْ یَجِدَ رِیْحًا۔

تم میں سے کسی کو اپنے پیٹ میں خلش معلوم ہو پھر اس کو شک ہو کہ پیٹ میں سے کچھ نکلا یا نہیں (یعنی ریح خارج ہوئی یا نہیں) تو مسجد سے نہ نکلے جب تک آواز نہ سنے یا بو نہ سونگھے (یعنی یقین نہ ہو حدث ہونے کا)

بَابُ طَهَارَةِ جُلُوْدِ الْمَيْتَةِ

مُردہ جانور کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تُصُدِّقَ عَلٰی مَوْلَاۃٍ لِمَیْمُوْنَۃَ بِشَاۃٍ فَمَاتَتْ فَمَرَّ بِھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ھَلَّا اَخَذْتُمْ اِھَابَھَا فَدَبَغْتُمُوْہُ فَانْتَفَعْتُمْ بِہٖ فَقَالُوْا اِنَّھَا مَیْتَۃٌ فَقَالَ اِنَّمَا حَرُمَ اَکْلُھَا۔

ترجمہ - ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میمونہ کی لونڈی کو کسی نے ایک بکری صدقہ میں دی وہ مرگئی - رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو پڑا ہوا دیکھا تو فرمایا تم نے اس کی کھال کیوں نہ لی دباغت کرکے کام میں لاتے لوگوں نے کہا یارسول اللہ وہ مُردار تھی - آپ نے فرمایا مُردار کا کھانا حرام ہے -

فائدہ - اس کی کھال سے فائدہ اُٹھانا نووی نے کہا اس باب میں علماء کے سات مذہب ہیں ایک شافعی کا وہ یہ ہے کہ دباغت سے ہر ایک مُردہ جانور کی کھال پاک ہو جاتی ہے اندر اور باہر سے - اور تر اور خشک ہر ایک چیز میں اس کا استعمال درست ہے سوا کتے اور سور کے دُوسرا یہ کہ کوئی کھال دباغت سے پاک نہیں ہوتی احمد اور مالک سے یہی مروی ہے - تیسرا یہ کہ حلال جانور کی کھال پاک ہو جاتی ہے اور حرام کی پاک نہیں ہوتی - اوزاعی اور ابن مبارک اور ابو ثور اور اسحاق کا یہی قول ہے - چوتھا سب مُردار جانوروں کی کھال دباغت سے پاک ہوتی ہے سوا سور کے ابو حنیفہ کا یہی مذہب ہے - پانچواں یہ کہ سب کھالیں ہو جاتی ہیں مگر صرف باہر سے اور تر چیز میں اس کا استعمال درست نہیں مالک کا مشہور مذہب یہی ہے - چھٹا یہ کہ سب کھالیں پاک ہو جاتی ہیں یہاں تک کہ کتے اور سور کی بھی اندر اور باہر سے اور یہی قول ہے داؤد ظاہری اور ابو یوسف کا - ساتواں یہ کہ مردار جانور کی کھال سے فائدہ اٹھانا درست ہے اگرچہ اس کی دباغت نہ ہو زہری کا یہی قول ہے (انتہٰی مختصراً)۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَجَدَ شَاۃً مَیِّتَۃً

ترجمہ - ابن عباس رضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مردار بکری دیکھی

أُعْطِيَتْهَا مَوْلَاةٌ لِمَيْمُونَةَ مِنَ الصَّدَقَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَّا انْتَفَعْتُمْ بِجِلْدِهَا قَالُوا إِنَّهَا مَيْتَةٌ قَالَ إِنَّمَا حَرُمَ أَكْلُهَا.

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِشَاةٍ مَطْرُوحَةٍ أُعْطِيَتْهَا مَوْلَاةٌ لِمَيْمُونَةَ مِنَ الصَّدَقَةِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَّا أَخَذُوا إِهَابَهَا فَدَبَغُوهُ فَانْتَفَعُوا بِهِ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ مَيْمُونَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ دَاجِنَةً كَانَتْ لِبَعْضِ نِسَاءِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَاتَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَّا أَخَذْتُمْ إِهَابَهَا فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِشَاةٍ لِمَوْلَاةٍ لِمَيْمُونَةَ فَقَالَ أَلَا انْتَفَعْتُمْ بِإِهَابِهَا

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا دُبِغَ الْإِهَابُ فَقَدْ طَهُرَ

جو میمونہ کی لونڈی کو صدقہ میں ملی تھی۔ آپ نے فرمایا تم نے اس کی کھال سے فائدہ کیوں نہ اٹھایا۔ لوگوں نے کہا وہ مُردار ہے۔ آپ نے فرمایا مردار کا کھانا حرام ہے۔

ترجمہ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک پڑی ہوئی بکری دیکھی جو میمونہ کی لونڈی کو صدقہ میں ملی تھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان لوگوں نے اس کی کھال کیوں نہ لی دباغت کرکے فائدہ اُٹھاتے۔

ترجمہ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میمونہ رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک بی بی کے گھر میں ایک جانور پلا تھا وہ مرگیا تو آپ نے فرمایا تم نے اس کی کھال کیوں نہ لی اسکو کام میں لائے۔

ترجمہ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میمونہ کی لونڈی کی بکری کو دیکھا (وہ مری پڑی تھی۔ آپ اُدھر سے نکلے) فرمایا تم نے اس کی کھال سے فائدہ کیوں نہ اُٹھایا۔

ترجمہ۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ فرماتے تھے جب کھال پر دباغت ہوگئی تو وہ پاک ہے۔

فائدہ۔ نووی نے کہا دباغت ہر ایک چیز سے درست ہے جو کھال کی رطوبت کو سکھاوے اور اس کی بدبُو دُور کرے اس طرح سے کہ پھر کھال سُڑنے کے لائق نہ رہے جیسے انار کے چھلکے پھٹکری وغیرہ دواؤں سے اور صرف دھوپ میں سُکھانے سے دباغت نہیں ہوتی اور حنفیوں کے نزدیک ہو جاتی ہے اور جب کھال دباغت سے پاک ہوگئی تو اس کا بیچنا بھی

جائز ہے اور اس کے کھانے میں تین قول ہیں

عَنْ اَبِی الْخَیْرِ قَالَ رَاَیْتُ عَلِیَّ ابْنَ وَعْلَۃَ السَّبَاِیَّ فَرْوًا وَ فَمَسِسْتُہٗ فَقَالَ مَالَكَ تَمَسُّہٗ قَدْ سَاَلْتُ عَبْدَ اللّٰہِ ابْنَ عَبَّاسٍ قُلْتُ اِنَّا نَكُوْنُ بِالْمَغْرِبِ وَ مَعَنَا الْبَرْبَرُ وَالْمَجُوْسُ نُؤْتٰی بِالْكَبْشِ قَدْ ذَبَحُوْہُ وَ نَحْنُ لَا نَاْكُلُ ذَبَائِحَہُمْ وَ يَاْتُوْنَا بِالسِّقَاءِ يَجْعَلُوْنَ فِيْہِ الْوَدَكَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَدْ سَاَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ دِبَاغُہٗ طُہُوْرُہٗ

عَنِ ابْنِ وَعْلَۃَ السَّبَاِیِّ قَالَ سَاَلْتُ عَبْدَ اللّٰہِ ابْنَ عَبَّاسٍ قُلْتُ اِنَّا نَكُوْنُ بِالْمَغْرِبِ فَيَاْتِيْنَا الْمَجُوْسُ بِالْاَسْقِيَۃِ فِيْہَا الْمَاءُ وَ الْوَدَكُ فَقَالَ اشْرَبْ فَقُلْتُ اَرَاْیٌ تَرَاہُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ دِبَاغُہٗ طُہُوْرُہٗ

صحیح یہ ہے کہ کھانا اس کا جائز نہیں (نووی مختصراً)

ترجمہ۔ ابوالخیر سے روایت ہے میں نے ابن وعلہ کو ایک پوستین پہنے دیکھا میں نے اس کو چھوا۔ اُنہوں نے کہا کیوں چھوتے ہو (یعنی کیا اُس کو نجس جانتے ہو) میں نے عبداللہ بن عباس سے کہا ہم مغرب کے ملک میں رہتے ہیں وہاں بربر کے کافر آتش پرست بہت ہیں وہ بکری لاتے ہیں ذبح کرکے ہم تو ان کا ذبح کیا ہوا جانور نہیں کھاتے اور مشکیں لاتے ہیں چربی ڈال کر ابن عباس نے کہا ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کو پوچھا آپ نے فرمایا دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔ (یعنی چمڑے پر جب دباغت ہوگی تو وہ پاک ہے اگرچہ کافر نے دباغت کی ہو)

ترجمہ۔ ابن وعلہ سبائی سے روایت ہے میں نے عبداللہ بن عباس سے پوچھا ہم مغرب کے ملک میں رہتے ہیں۔ وہاں مجوسی (آتش پرست) مشکیں لے کر آتے ہیں پانی کی ان میں چربی پڑی ہوتی ہے۔ اُنہوں نے کہا پیو۔ میں نے کہا کیا تم اپنی رائے سے کہتے ہو اُنہوں نے کہا میں نے صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ فرماتے تھے کہ دباغت سے کھال پاک ہو جاتی ہے۔

بَابُ التَّيَمُّمِ

تیمّم کا بیان

فائدہ تیمم ثابت ہے کتاب وسنّت اور اجماع امّت سے اور وہ فقط مُنہ اور دونوں ہاتھوں پر مسح کرنا ہے خواہ حدث سے ہو یا جنابت سے اور علماء نے اختلاف کیا ہے اس کی کیفیت میں۔ اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ تیمم میں دو ماریں ضروری ہیں ایک مار مُنہ کے لئے اور ایک بار دونوں ہاتھوں کے لئے کہنیوں تک اور یہی مروی ہے علی بن ابی طالب سے اور عبداللہ بن عمرؓ اور حسن بصری اور شعبی اور سالم اور سفیان ثوری اور مالک اور ابوحنیفہ اور اصحاب الرائے سے اور

علماء کی ایک جماعت کا یہ قول ہے کہ تیمم میں ایک بار کافی ہے مسح کرے اس سے منہ اور دونوں ہتھیلیوں پر اور یہی قول ہے عطاء اور مکحول اور اوزاعی اور احمد اور اسحاق اور ابن منذر اور اکثر اہل حدیث کا اور یہی صحیح اور مختار ہے محققین کے نزدیک اور زہری سے منقول ہے کہ ہاتھوں کا مسح بغلوں تک ضروری ہے اور ابن سیرین سے منقول ہے کہ تین ماریں چاہئیں ایک منہ کے لئے دوسری دو ہتھیلیوں کے لئے تیسری ہاتھوں کے لئے۔ اور حدث اصغر یعنی وضو کے بدلے تو تیمم سب کے نزدیک درست ہے اسی طرح حدث اکبر یعنی جنابت سے بھی اور اس میں کسی نے خلاف نہیں کیا۔ حضرت عمرؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ سے منقول ہے کہ تیمم جنابت سے درست نہیں ہے اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر اور عبداللہ بن مسعود نے اس قول سے رجوع کیا اور احادیث صحیحہ سے یہ امر ثابت ہے کہ تیمم جنابت سے درست ہے اور جب جنبی تیمم سے نماز پڑھ لے پھر پانی پائے تو اس پر غسل واجب ہے باتفاق علماء اور مسافر کو سفر میں جہاں پانی نہ ہو اپنی بی بی سے جماع کرنا درست ہے اور تیمم کر کے نماز پڑھ لیویں پر شرمگاہ کو پانی سے پاک کریں اگر اتنا بھی پانی نہ ہو اور صرف تیمم سے نماز پڑھ لیوے تو بھی درست ہے اور اگر بے وضو کے کسی عضو پر نجاست ہو اور وہ اس کے بدلے تیمم کرنا چاہے تو درست نہیں ہے اور امام احمد کے نزدیک جائز ہے اور ثوری اور اوزاعی اور ابو ثور نے کہا کہ اس مقام پر مٹی سے مسح کر لیوے اور جب تیمم سے نماز پڑھ لی پھر پانی ملے تو نماز کا لوٹانا ضروری نہیں اور شافعی اور احمد اور ابن منذر اور داؤد ظاہری کے نزدیک تیمم کے لئے پاک مٹی کا جس پر غبار ہو ہونا ضروری ہے اور ابو حنیفہ اور مالک کے نزدیک جو چیز زمین کی قسم سے ہے اس پر تیمم درست ہے اگرچہ غبار نہ ہو جیسے صاف پتھر دھویا ہوا یا چونا وغیرہ اور مالکی لوگوں نے لکڑی پر بھی جائز رکھا ہے اسی طرح برف پر واللہ اعلم (انتہیٰ مختصراً مع زیادۃ)

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ اَوْ بِذَاتِ الْجَيْشِ اِنْقَطَعَ عِقْدٌ لِّيْ فَاَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْتِمَاسِهٖ وَاَقَامَ النَّاسُ مَعَهٗ وَلَيْسُوْا عَلٰى مَاءٍ وَّلَيْسَ مَعَهُمْ مَّاءٌ فَاَتَى النَّاسُ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ فَقَالُوْا اَلَا تَرٰى اِلٰى مَا صَنَعَتْ عَائِشَةُ اَقَامَتْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِالنَّاسِ مَعَهٗ وَلَيْسُوْا عَلٰى مَاءٍ وَّلَيْسَ مَعَهُمْ مَّاءٌ فَجَاءَ اَبُوْ بَكْرٍ وَّرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاضِعٌ رَاْسَهٗ عَلٰى فَخِذِيْ قَدْ نَامَ فَقَالَ حَبَسْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسَ وَلَيْسُوْا عَلٰى مَاءٍ

ترجمہ۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں نکلے جب بیداء یا ذات الجیش میں پہنچے (بیداء اور ذات الجیش یہ دونوں مقام کے نام ہیں خیبر اور مدینہ کے بیچ میں) تو میرے گلے کا ہار ٹوٹ کر گر گیا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ڈھونڈنے کے لئے ٹھیر گئے۔ لوگ بھی ٹھیر گئے وہاں پانی نہ تھا اور نہ لوگوں کے ساتھ پانی تھا۔ لوگ ابوبکر کے پاس آئے اور کہنے لگے تم دیکھتے نہیں عائشہ نے کیا کیا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ٹھیرا دیا ہے اور لوگوں کو بھی جہاں پانی نہیں نہ ان کے ساتھ پانی ہے۔ یہ سنکر ابوبکر آئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنا سر

وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ قَالَتْ فَعَاتَبَنِي أَبُو بَكْرٍ وَقَالَ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَقُولَ وَجَعَلَ يَطْعَنُ بِيَدِهِ فِي خَاصِرَتِي فَلَا يَمْنَعُنِي مِنَ التَّحَرُّكِ إِلَّا مَكَانُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى فَخِذِي فَنَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَصْبَحَ عَلَى غَيْرِ مَاءٍ فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى آيَةَ التَّيَمُّمِ فَتَيَمَّمُوا فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ وَهُوَ أَحَدُ النُّقَبَاءِ مَا هِيَ بِأَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا آلَ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ عَائِشَةُ فَبَعَثْنَا الْبَعِيرَ الَّذِي كُنْتُ عَلَيْهِ فَوَجَدْنَا الْعِقْدَ تَحْتَهُ۔

میری ران پر رکھے ہوئے سو گئے تھے انہوں نے کہا تو نے روک رکھا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اور لوگوں کو۔ یہاں نہ پانی ہے اور نہ لوگوں کے پاس پانی ہے اور انہوں نے غصہ کیا اور جو اللہ نے چاہا وہ کہہ ڈالا اور میری کوکھ میں ہاتھ سے کونچے دینے لگے میں ضرور ہلتی مگر حضرت کا سر میری ران پر تھا اس وجہ سے میں ہل نہ سکی پھر آپ سوتے رہے یہانتک کہ صبح ہو گئی اور پانی بالکل نہ تھا تب اللہ تعالےٰ نے تیمم کی آیت اُتاری۔ اسید بن حضیر نے کہا اور وہ نقیبوں میں سے تھے (آپ نے عقبہ کی رات کو انصار کے بارہ آدمیوں کو نقیب کیا تھا یعنی اپنی قوم کا نگہبان تاکہ انکو اسلام کی باتیں سکھائیں اور دین کے احکام بتلائیں) اے ابوبکر کی اولاد یہ کچھ پہلی برکت نہیں ہے تمہاری (یعنی تمہاری وجہ سے اللہ تعالےٰ نے ہمیشہ مسلمانوں کو فائدہ دیا ہے یہ بھی ایک نعمت تمہارے سبب سے ملی) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا پھر ہم نے اس وقت اُونٹ کو اُٹھایا جس پر میں سوار تھی تو ہار اس کے نیچے سے نکلا۔

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا اسْتَعَارَتْ مِنْ أَسْمَاءَ قِلَادَةً فَهَلَكَتْ فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِهِ فِي طَلَبِهَا فَأَدْرَكَتْهُمُ الصَّلٰوةُ فَصَلُّوا بِغَيْرِ وُضُوْءٍ فَلَمَّا أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَكَوْا ذٰلِكَ إِلَيْهِ فَنَزَلَتْ آيَةُ التَّيَمُّمِ فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ جَزَاكِ اللهُ خَيْرًا فَوَاللهِ مَا نَزَلَ بِكِ أَمْرٌ قَطُّ إِلَّا جَعَلَ اللهُ لَكِ مِنْهُ مَخْرَجًا وَجَعَلَ لِلْمُسْلِمِينَ فِيهِ بَرَكَةً

ترجمہ - ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے اسماء رضی اللہ عنہا سے ایک ہار مانگ کر لیا تھا وہ جاتا رہا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب میں چند لوگوں کو اس کے ڈھونڈھنے کے لئے بھیجا وہاں نماز کا وقت آگیا (اور پانی نہ ملا) تو انہوں نے بے وضو نماز پڑھ لی۔ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لوٹ کر آئے تو شکایت کی اُس وقت تیمم کی آیت اُتری۔ اسید بن حضیر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ خدا تم کو اچھا بدلہ دیوے خدا کی قسم جب کوئی آفت تم پر آئی اللہ تعالےٰ نے اس کو ٹال دیا اور مسلمانوں کا فائدہ کیا۔

فائدہ - نووی نے کہا کہ اس حدیث سے یہ نکلتا ہے کہ جس شخص کو پانی اور مٹی دونوں نہ ملیں وہ یوں ہی نماز پڑھ لیوے اور اس مسئلہ میں سلف اور خلف کا اختلاف ہے۔ امام شوکانی نے نیل الاوطار میں کہا کہ احمد اور شافعی اور اکثر اہلحدیث کا یہ قول ہے کہ نماز پڑھ لیوے لیکن پھر نماز کا اعادہ واجب ہے یا نہیں اسمیں اختلاف ہے۔ شافعی رح کا مشہور قول یہ ہے کہ اعادہ واجب ہے اور احمد اور مزنی اور سحنون

اور ابن منذر کا قول یہ ہے کہ اعادہ واجب نہیں اور مالک اور ابو حنیفہ کے نزدیک ایسا شخص نماز پڑھے لیکن قضا اس نماز کی واجب ہے اور امام مالک کے نزدیک واجب نہیں۔ یہ سب چار قول ہوئے اس مسئلہ میں اور ایک پانچواں قول بھی ہے کہ نماز پڑھ لینا مستحب ہے اور اعادہ واجب ہے۔

عَنْ شَقِيقٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ وَأَبِي مُوسَى فَقَالَ أَبُو مُوسَى يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا أَجْنَبَ فَلَمْ يَجِدِ الْمَاءَ شَهْرًا كَيْفَ يَصْنَعُ بِالصَّلٰوةِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَا يَتَيَمَّمُ وَإِنْ لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ شَهْرًا فَقَالَ أَبُو مُوسَى فَكَيْفَ بِهٰذِهِ الْآيَةِ فِي سُورَةِ الْمَائِدَةِ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَوْ رُخِّصَ لَهُمْ فِي هٰذِهِ الْآيَةِ لَأَوْشَكَ إِذَا بَرَدَ عَلَيْهِمُ الْمَاءُ أَنْ يَتَيَمَّمُوا بِالصَّعِيدِ فَقَالَ أَبُو مُوسَى لِعَبْدِ اللّٰهِ أَلَمْ تَسْمَعْ قَوْلَ عَمَّارٍ بَعَثَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَاجَةٍ فَأَجْنَبْتُ فَلَمْ أَجِدِ الْمَاءَ فَتَمَرَّغْتُ فِي الصَّعِيدِ كَمَا تَمَرَّغُ الدَّابَّةُ ثُمَّ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ أَنْ تَقُولَ بِيَدَيْكَ هٰكَذَا ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدَيْهِ الْأَرْضَ ضَرْبَةً وَاحِدَةً ثُمَّ مَسَحَ الشِّمَالَ عَلَى الْيَمِينِ وَظَاهِرَ كَفَّيْهِ وَوَجْهَهُ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ أَوَلَمْ تَرَ عُمَرَ لَمْ يَقْنَعْ بِقَوْلِ عَمَّارٍ

ترجمہ شقیق سے روایت ہے کہ میں عبداللہ بن مسعود اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ابو موسیٰ نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن (یہ کنیت ہے مسعود کی) اگر کسی شخص کو جنابت ہو اور ایک مہینے تک پانی نہ ملے تو وہ کیا کرے نماز کو۔ عبداللہ نے کہا وہ تیمم نہ کرے۔ اگرچہ ایک مہینے تک پانی نہ ملے۔ ابو موسیٰ نے کہا اگرچہ ایک مہینے تک پانی نہ ملے۔ ابو موسیٰ نے کہا پھر سورہ مائدہ میں یہ جو آیت ہے پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرو۔ عبداللہ نے کہا اگر اس آیت سے ان کو اجازت دی جائے جنابت میں تیمم کرنے کی تو وہ رفتہ رفتہ پانی ٹھنڈا ہونے کی صورت میں بھی تیمم کرنے لگجائیں گے۔ ابو موسیٰ نے کہا تم نے عمار کی حدیث نہیں سنی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک کام کو بھیجا وہاں میں جنبی ہو گیا اور پانی نہ ملا تو میں خاک میں اس طرح سے لوٹا جیسے جانور لوٹتا ہے اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تجھے کافی تھا اس طرح دونوں ہاتھوں سے کرنا پھر آپ نے دونوں ہاتھ زمین پر ایک بار مارے اور بائیں ہاتھ کو داہنے ہاتھ پر مارا پھر ہتھیلیوں کی پشت پر اور منہ پر مسح کیا۔ عبداللہ نے کہا کہ تم جانتے ہو کہ حضرت عمرؓ نے عمار کی حدیث پر قناعت نہیں کی۔

فائدہ عبداللہ نے جو یہ کہا کہ وہ یعنی جنبی تیمم نہ کرے اگرچہ ایک مہینے تک پانی نہ ملے وہ اس وجہ سے کہا کہ جنبی کو ان کے نزدیک تیمم درست نہ تھا۔ حضرت عمرؓ کا بھی یہی قول تھا لیکن اور صحابہ و تابعین نے اس سے خلاف کیا ہے اور پھر مجتہدین کا اجماع ہو گیا کہ تیمم جنابت کے لئے درست ہے اور اوپر گذر چکا ہے کہ عمر اور عبداللہ رضی اللہ عنہما نے اس قول سے رجوع کیا ہے حضرت عمرؓ نے عمار کی حدیث

پر قناعت نہیں کی یعنی صرف عمار کی روایت سے انکو تسلی نہیں ہوئی نہ یہ کہ حضرت عمرؓ نے عمار کو جھوٹا سمجھا۔

فائدہ ۔ نووی نے کہا اس حدیث سے دلیل لائے ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں تیمم پتھر پر درست ہے اور اس چیز پر جس پر غبار نہیں ہے اس لئے کہ اگر غبار کا ہونا ضروری ہوتا تو آپ اپنے ہاتھ نہ جھٹکتے اس کا جواب یہ ہے کہ جھٹکنے سے یہاں یہ غرض نہ تھی کہ بالکل غبار ہاتھوں سے نکل جاوے بلکہ بہت غبار لگ گیا ہوگا اس واسطے آپ نے ہاتھوں کو جھاڑ کر غبار کم کیا اور یہ مستحب ہے۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبْزٰى اَنَّ رَجُلًا اَتٰى عُمَرَ فَقَالَ اِنِّيْ اَجْنَبْتُ فَلَمْ اَجِدْ مَاءً فَقَالَ لَا تُصَلِّ فَقَالَ عَمَّارٌ اَمَا تَذْكُرُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ اَنَا وَاَنْتَ فِيْ سَرِيَّةٍ فَاَجْنَبْنَا فَلَمْ نَجِدْ مَاءً فَاَمَّا اَنْتَ فَلَمْ تُصَلِّ وَاَمَّا اَنَا فَتَمَعَّكْتُ فِي التُّرَابِ وَصَلَّيْتُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا كَانَ يَكْفِيْكَ اَنْ تَضْرِبَ بِيَدَيْكَ الْاَرْضَ ثُمَّ تَنْفُخَ ثُمَّ تَمْسَحَ بِهِمَا وَجْهَكَ وَكَفَّيْكَ فَقَالَ عُمَرُ اتَّقِ اللّٰهَ يَا عَمَّارُ قَالَ اِنْ شِئْتَ لَمْ اُحَدِّثْ بِهِ قَالَ الْحَكَمُ وَحَدَّثَنِيْهِ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبْزٰى عَنْ اَبِيْهِ مِثْلَ حَدِيْثِ ذَرٍّ قَالَ وَحَدَّثَنِيْ سَلَمَةُ عَنْ ذَرٍّ فِيْ هٰذَا الْاِسْنَادِ الَّذِيْ ذَكَرَ الْحَكَمُ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ نُوَلِّيْكَ مَا تَوَلَّيْتَ

ترجمہ ۔ عبدالرحمٰن بن ابزیؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا مجھے جنابت ہوئی اور پانی نہ ملا آپ نے فرمایا نماز نہ پڑھنا عمارؓ نے کہا اے امیر المومنین تم کو یاد نہیں جب میں اور آپ لشکر کے ایک ٹکڑے میں تھے پھر ہم کو جنابت ہوئی اور پانی نہ ملا آپ نے تو نماز نہیں پڑھی لیکن میں مٹی میں لوٹا اور نماز پڑھ لی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھے کافی تھا اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارنا پھر انکو پھونکنا پھر مسح کرنا منہ اور دونوں پہنچوں پر حضرت عمرؓ نے کہا خدا سے ڈر اے عمار (یعنی سوچ سمجھ کر حدیث بیان کر) عمارؓ نے کہا اگر آپ کہیں تو میں یہ حدیث بیان نہیں کرونگا (اگر اس کے چھپانے میں کچھ مصلحت ہو اس لئے کہ خلیفہ کی اطاعت واجب ہے) ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے کہا تمہاری روایت کا بوجھ تمہاری اوپر ہے۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبْزٰى اَنَّ رَجُلًا اَتٰى عُمَرَ قَالَ اِنِّيْ اَجْنَبْتُ فَلَمْ اَجِدْ مَاءً وَسَاقَ الْحَدِيْثَ وَزَادَ فِيْهِ قَالَ عَمَّارٌ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنْ شِئْتَ لِمَا جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيَّ مِنْ حَقِّكَ لَا اُحَدِّثُ بِهِ اَحَدًا وَلَمْ يَذْكُرْ حَدَّثَنِيْ سَلَمَةُ عَنْ ذَرٍّ

ترجمہ ۔ عبدالرحمٰن بن ابزی سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت عمر کے پاس آیا اور اس نے کہا مجھے جنابت ہوئی ہے اور پانی ملا پھر بیان کیا حدیث کو اسی طرح جیسے اوپر گذری۔ اسمیں اتنا زیادہ ہے کہ عمارؓ نے کہا اے امیر المومنین خدا نے آپ کا حق مجھ پر کیا ہے (کہ آپ خلیفہ ہیں اور میں آپکی رعیت ہوں) اگر آپ فرمائیں گے تو میں یہ حدیث کسی سے بیان نہ کروں گا۔

عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ اَقْبَلْتُ اَنَا وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ يَسَارٍ مَوْلٰى مَيْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى اَبِي الْجُهَيْمِ ابْنِ الْحَارِثِ ابْنِ الصِّمَّةِ الْاَنْصَارِيِّ فَقَالَ اَبُو الْجُهَيْمِ اَقْبَلَ رَسُوْلُ

ترجمہ ۔ عمیر سے روایت ہے جو مولی تھے ابن عباسؓ کے میں اور عبدالرحمٰن بن یسار ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے مولے ابوالجہیم بن حارث کے پاس گئے۔ ابوالجہیم نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیر جمل (مدینہ کے قریب ایک مقام ہے) کی طرف سے آئے۔ راہ میں

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ نَحْوِ بِئْرِ جَمَلٍ فَلَقِیَہٗ رَجُلٌ فَسَلَّمَ عَلَیْہِ فَلَمْ یَرُدَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَیْہِ حَتّٰی اَقْبَلَ عَلَی الْجِدَارِ فَمَسَحَ وَجْہَہٗ وَیَدَیْہِ ثُمَّ رَدَّ عَلَیْہِ السَّلَامَ

ایک شخص ملا۔ اُس نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نے جواب نہیں دیا یہاں تک کہ ایک دیوار کے پاس آئے اور مسح کیا مُنہ اور دونوں ہاتھوں پر پھر سلام کا جواب دیا۔

فائدہ۔ نووی نے کہا اسوقت رسول اللہ علیہ وسلم کو پانی نہ ملا ہوگا کیونکہ پانی ہوتے ہوئے تیمم درست نہیں اگرچہ نماز کا وقت تنگ ہو یا نماز جنازہ کی ہو یا عید کی ہو۔ ہمارا اور جمہور علماء کا بھی مذہب ہے اور ابو حنیفہ نے کہا پانی ہوتے ہوئے تیمم درست ہے جنازہ اور عید کی نماز کے لئے اگر فوت ہو جانے کا ڈر ہو۔ اور بغوی نے نقل کیا ہے کہ اگر فرض نماز کا بھی وقت تنگ رہ جائے تو تیمم کر کے پڑھ لے پھر وضو کر کے قضا پڑھے اور تیمم دیوار پر درست ہے اور نوافل اور سجدۂ تلاوت اور سجدۂ شکر اور مس مصحف کے لئے بھی درست ہے (انتہٰی مختصراً)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلًا مَرَّ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَبُوْلُ فَسَلَّمَ فَلَمْ یَرُدَّ عَلَیْہِ

ترجمہ۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نکلا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پیشاب کر رہے تھے اس نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نے جواب نہیں دیا۔

فائدہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ پیشاب کرتے وقت سلام کا جواب نہ دینا چاہیئے اور سلام کرنا بھی ایسی حالت میں مکروہ ہے اور جو شخص حاجت کے لئے بیٹھے اس کو اللہ کا ذکر کرنا مکروہ ہے نہ وہ تسبیح کہے نہ تہلیل نہ سلام کا جواب دے نہ چھینکنے والے کا نہ خود الحمد للہ کہے چھینکنے کے بعد نہ اذان کا جواب دے۔ اسی طرح حاجت کے وقت باتیں کرنا بھی مکروہ ہے البتہ اگر ضرورت پڑے تو درست ہے اور ابراہیم نخعی اور ابن سیرین سے منقول ہے کہ بات کرنے میں کچھ قباحت نہیں (نووی)

بَابُ الدَّلِیْلِ عَلٰی اَنَّ الْمُسْلِمَ لَا یَنْجُسُ — مسلمان نجس نہیں ہوتا

عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ اَنَّہٗ لَقِیَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ طَرِیْقٍ مِّنْ طُرُقِ الْمَدِیْنَۃِ وَہُوَ جُنُبٌ فَانْسَلَّ فَذَہَبَ فَاغْتَسَلَ فَتَفَقَّدَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا جَآءَہٗ قَالَ اَیْنَ کُنْتَ یَا اَبَا ہُرَیْرَۃَ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَقِیْتَنِیْ وَاَنَا جُنُبٌ فَکَرِہْتُ اَنْ اُجَالِسَکَ حَتّٰی اَغْتَسِلَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سُبْحَانَ اللّٰہِ اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا یَنْجُسُ

ترجمہ۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملے مدینہ کی ایک راہ میں اور جنبی تھے تو کھسک گئے اور غسل کرنے کو چلے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو ڈھونڈا جب وہ آئے تو پوچھا کہاں تھے۔ اُنہوں نے کہا یا رسول اللہ جس وقت آپ مجھ سے ملے میں جنبی تھا میں نے بُرا جانا آپ کے پاس بیٹھنا جب تک غسل نہ کر لوں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سبحان اللہ مومن کہیں نجس ہوتا ہے۔

فائدہ۔ مومن خواہ زندہ ہو یا مردہ اور جنابت نجاست حکمی ہے نہ حقیقی اور کافر بھی مثل مسلمان کے ہے جمہور علماء کے نزدیک طہارت ظاہری میں لیکن وہ نجس ہے باطناً بوجہ نجاست اعتقاد کے اور

بعض علماء کے نزدیک کافر کی نجاست ظاہری ہے اور یہی قول ہے شیعہ کا۔ اب جب مسلمان پاک ہوا تو اس کا پسینہ اور لعاب اور آنسو سب پاک ہیں خواہ بے وضو ہو یا جنبی یا حائضہ یا نفسا ہو اور اس پر اجماع ہے مسلمانوں کا اسی طرح بچے بھی پاک ہیں۔ (نووی)

عَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَهُ وَهُوَ جُنُبٌ فَحَادَ عَنْهُ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ كُنْتُ جُنُبًا قَالَ اِنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجُسُ۔

ترجمہ۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کو ملے اور وہ جنبی تھے تو وہ الگ سرکے پھر غسل کیا اور آئے اور کہا کہ میں جنبی تھا۔ آپ نے فرمایا مسلمان نجس نہیں ہوتا۔

بَابُ ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى فِي حَالِ الْجَنَابَةِ وَغَيْرِهَا

جنابت کی حالت میں اللہ کا ذکر کرنا

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ اَحْيَانِهِ

ترجمہ۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی یاد ہر وقت کرتے تھے۔

فائدہ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنابت کی حالت میں تسبیح تہلیل تکبیر ذکر الٰہی درست ہے اس پر اجماع ہے لیکن اس میں اختلاف ہے کہ قرآن کا پڑھنا جنبی اور حائضہ کو درست ہے یا نہیں۔ جمہور علماء کے نزدیک حرام ہے اگرچہ ایک آیت یا اس سے بھی کم ہو۔

بَابُ جَوَازِ اَكْلِ الْمُحْدِثِ الطَّعَامَ وَاَنَّهُ لَا كَرَاهَةَ فِي ذٰلِكَ وَاَنَّ الْوُضُوْءَ لَيْسَ عَلَى الْفَوْرِ

بے وضو کھانا درست ہے اور وضو فی الفور واجب نہیں ہے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ فَاُتِيَ بِطَعَامٍ فَذَكَرُوْا لَهُ الْوُضُوْءَ فَقَالَ اُرِيْدُ اَنْ اُصَلِّيَ فَاَتَوَضَّاَ

ترجمہ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پاخانہ سے نکلے اور کھانا لایا گیا لوگوں نے آپ کو وضو یاد دلایا آپ نے فرمایا کیا میں نماز پڑھتا ہوں جو وضو کروں۔

فائدہ۔ نووی نے کہا محدث یعنی بے وضو کو کھانا پینا ذکر الٰہی تلاوت قرآن سب درست ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ مِنَ الْغَائِطِ وَاُتِيَ بِطَعَامٍ فَقِيْلَ لَهُ اَلَا تَوَضَّاُ قَالَ لِمَ اُصَلِّيْ فَاَتَوَضَّاَ

ترجمہ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے آپ پاخانہ سے نکلے۔ کھانا لایا گیا۔ لوگوں نے عرض کیا آپ وضو نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا کیوں کیا نماز پڑھنا ہے جو وضو کروں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ ذَهَبَ رَسُوْلُ

ترجمہ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پاخانے کو تشریف

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْغَائِطِ فَلَمَّا جَاءَ قُدِّمَ إِلَيْهِ طَعَامٌ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ أَلَا تَوَضَّأُ قَالَ لِمَ أَلِلصَّلَاةِ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ يَقُولُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى حَاجَتَهُ مِنَ الْخَلَاءِ فَقُرِّبَ إِلَيْهِ طَعَامٌ فَأَكَلَ وَلَمْ يَمَسَّ مَاءً قَالَ وَزَادَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيلَ لَهُ إِنَّكَ لَمْ تَوَضَّأْ قَالَ مَا أَرَدْتُ صَلَاةً فَأَتَوَضَّأَ وَزَعَمَ عَمْرٌو أَنَّهُ سَمِعَ مِنْ سَعِيدِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ

بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا أَرَادَ دُخُولَ الْخَلَاءِ

عَنْ أَنَسٍ فِي حَدِيثِ حَمَّادٍ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ وَفِي حَدِيثِ هُشَيْمٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا دَخَلَ الْكَنِيفَ قَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ.

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ نَوْمَ الْجَالِسِ لَا يَنْقُضُ الْوُضُوءَ

عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ الصَّلَاةُ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَاجِي رَجُلًا فَلَمْ يَزَلْ يُنَاجِيهِ حَتَّى نَامَ أَصْحَابُهُ ثُمَّ جَاءَ فَصَلَّى بِهِمْ

عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنَامُونَ ثُمَّ يُصَلُّونَ

لے گئے۔ جب لوٹ کر آئے تو کھانا لایا گیا لوگوں نے کہا یا رسول اللہ آپ وضو کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا کیوں۔ کیا نماز پڑھنا ہے۔

ترجمہ - ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پاخانہ سے فارغ ہوئے اُس وقت کھانا لایا گیا آپ نے کھایا اور پانی کو ہاتھ لگایا۔ دوسری روایت میں یوں ہے لوگوں نے کہا آپ نے وضو نہیں کیا آپ نے فرمایا میں نماز تھوڑی پڑھنا چاہتا تھا جو وضو کرتا۔

پاخانہ جاتے وقت کیا کہے

ترجمہ - انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانہ میں جاتے تو فرماتے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَ الْخَبَائِثِ یعنی یا اللہ پناہ مانگتا ہوں میں تیری شیطانوں اور شیطانیوں سے یا پلیدی یا نجاستوں سے یا شیاطین اور معاصی سے

بیٹھے بیٹھے سو جانے سے وضو نہیں ٹوٹتا

ترجمہ - انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نماز کھڑی ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے کان میں باتیں کر رہے تھے پھر باتیں کرتے رہے اس سے یہاں تک کہ صحابہ سو گئے پھر آئے اور نماز پڑھی۔

ترجمہ - قتادہ رضی نے کہا میں نے انس رض سے سنا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سوئے تھے پھر نماز پڑھتے تھے اور وضو

وَلَا يَتَوَضَّئُوْنَ قَالَ قُلْتُ سَمِعْتَهُ مِنْ اَنَسٍ قَالَ اِيْ وَاللّٰهِ

عَنْ اَنَسٍ اَنَّهُ قَالَ اِذَا اُقِيْمَتْ صَلٰوةُ الْعِشَآءِ فَقَالَ رَجُلٌ لِّيْ حَاجَةٌ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَاجِيْهِ حَتّٰى نَامَ الْقَوْمُ اَوْ بَعْضُ الْقَوْمِ ثُمَّ صَلَّوْا

نہیں کرتے تھے شعبہ نے کہا میں نے قتادہ سے پوچھا تم نے یہ انس رضؓ سے سنا! انہوں نے کہا ہاں قسم اللہ کی۔

ترجمہ - انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عشاء کی نماز کی تکبیر ہوئی تو ایک شخص بولا کہ مجھے کچھ کہنا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس سے کھڑے ہو کر کان میں باتیں کرنے لگے۔ یہاں تک کہ سب لوگ سو گئے پھر انہوں نے نماز پڑھی۔

فائدہ - کان میں باتیں کرنا اسوقت مکروہ ہیں جب ایک شخص جدا ہو اور جماعت کے سامنے منع نہیں اور نماز گو تیار تھی مگر یہ باتیں ضروری ہونگی جو نماز پر بھی مقدم سمجھیں۔ اَب سونا مطلقاً ناقص وضو نہیں اور بعضوں کے نزدیک مطلقاً ناقص وضو ہے اور بعضوں کے نزدیک کثیر ناقص ہے قلیل نہیں اور بعضوں کے نزدیک بیٹھے اور کھڑے یا رکوع اور سجدہ میں ناقص نہیں اور کروٹ اور چت ناقص ہے اور بعضوں کے نزدیک اگر مقعد زمین سے لگا ہے تو ناقص نہیں ورنہ ناقص ہے (نووی مختصراً) اور اونگھنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

تمّت

الحمد للہ پہلی جلد خدا کی مہربانی سے بخیر و خوبی ختم ہوئی دوسری جلد بھی جلد طلب فرمایئے